



حدیث کی مایہ ناز تصنیف ابو داؤد

شریف کا ترجمہ اور شرح و تخریج

نعمۃ الودود

فی شرح

سُنَنِ ابْنِ دَاوُدَ

تصنیف

امام ابو داؤد بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ

ترجمہ و تخریج

مفتی محمد امجد علی محمد شاہ قادری مدنی

شاہ جمال آستانہ عالیہ جہلا و شرف

پسند فرمودہ و تصدیق

احقر القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم دیوبند

نظر ثانی

استاذ حضرت مفتی نور بخش سیّد اقل
جامعہ دارالعلوم دیوبند

الکبریا پبلشرز

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

الصلوة والسلام عليك يا سيدى يا رسول الله
وعلى الك واصحابك يا حبيب الله

نام کتاب	نعمۃ الودود فی شرح سنن ابی داؤد (جلد اول)
مصنف	حضرت امام ابو داؤد بختانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم و شارح	علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد قادری عفی عنہ
نظر ثانی	استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی مدظلہ العالی
پسند فرمودہ	جامعہ نور الہدیٰ مظفر گڑھ
صفحات	علامہ مفتی غلام حسن قادری - حزب الاحناف لاہور
تعداد	856
کیوزنگ	600
اشاعت	زابد اقبال
ناشر	جولائی 2014ء
قیمت	محمد اکبر قادری
	900 روپے

اکبر ناشر
لاہور

شرف انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کاوش کو والدہ محترمہ کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے مجھ گناہ گار کو علم کی دولت سے نوازا اور دینِ متین کی خدمت کے لئے چنا۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ میری والدہ محترمہ اور تمام اُمتِ مسلمہ کی مغفرت، تادمِ مرگ ایمان پر خاتمہ قبر میں زیارتِ مصطفیٰ کریم ﷺ بروزِ حشر شفاعتِ رسولِ کریم ﷺ اور جنت الفردوس میں نبی کریم ﷺ کے قدیم شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالبِ غمِ مدینہ و مغفرت و مدفنِ جنت البقیع

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

عرضِ ناشر

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام

على سيد الانبياء والمرسلين

اللہ رب العزت جل شانہ کا بے حد و شمار شکر کہ اس کی رحمت کاملہ اعانت و نصرت اور اس کے محبوب کریم حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے وسیلہ جلیلہ سے ہمیں آپ قارئین کی خدمت میں مختلف موضوعات پر معیاری دینی اسلامی کتب شائع کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ الحمد للہ۔

ہم اہل شوق و محبت کی علمی پیاس بجھانے کے لئے حتی الامکان سعی و کاوش میں مسلسل کوشاں ہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ ممکن ہو تو اپنے قیمتی وقت سے چند لمحات نکال کر ہمیں اپنے گراں بہا مشوروں اور آراء سے نوازتے رہئے تاکہ ہماری مزید رہنمائی ہو اور ہم اپنی کتب کو اور زیادہ بہتر انداز اور معیار کی رفعتوں تک لے جائیں۔ بفضلہ تعالیٰ۔

گزارش ہے کہ اس کتاب میں اگر کسی قسم کی کوئی غلطی پائیں تو ضرور مطلع فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔ امید ہے زیر نظر کتاب ”نعمۃ الودود فی شرح سنن ابی داؤد“ متلاشیان علم و عرفان کے لئے باعث تسکین ہوگی۔

آپ کا خیر اندیش
محمد اکبر قادری

ترتیب

۳۳	حدیث صحیح کی تعریف	۳	شرف و انتساب
۳۳	حدیث صحیح لغیرہ	۴	عرض ناشر
۳۵	حدیث حسن لذاتہ	۱۶	تقریظ جلیل
۳۵	حدیث حسن لغیرہ	۱۷	تقریظ
۳۵	خبر واحد	۱۹	عرض گناہ گار
۳۵	حدیث مشہور	۲۳	نعت شریف
۳۵	حدیث عزیز	۲۵	نعت شریف
۳۵	حدیث غریب	۲۶	امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے حالات
۳۶	خبر متواتر	۲۶	آپ رحمہ اللہ کا نام و نسب
۳۶	حدیث معضل	۲۷	ولادت
۳۶	حدیث مرسل خفی	۲۷	تحصیل علم کے لئے مختلف شہروں کا سفر
۳۶	حدیث مدلس	۲۷	شیوخ و اساتذہ
۳۷	حدیث منقطع	۲۷	شاگرد حضرات
۳۷	حدیث معتن	۲۸	تصانیف
۳۷	حدیث منکر	۲۸	اولاد
۳۷	حدیث متروک	۲۸	سادگی
۳۷	حدیث معلل	۲۸	مسک
۳۷	حدیث مقلوب	۲۹	وصال
۳۸	حدیث مصحف	۲۹	سنن ابو داؤد کو تصنیف کرنے کی وجہ
۳۸	حدیث متصل	۲۹	خصائص سنن ابو داؤد
۳۸	صحابی کون؟	۲۹	سنن ابو داؤد کی روایات میں اقوال
۳۹	فقہیہ صحابہ کرام رحمہم اللہ	۳۳	حدیث مبارکہ کی اقسام
۴۰	احادیث مبارکہ کو روایت کرنے والے صحابہ کرام رحمہم اللہ کی تعداد	۳۳	حدیث مرسل

۶۵	تشریح	۴۰	تابعی
۶۵	سوال	۴۱	اکابر اور فقہاء تابعین
۶۵	جواب	۴۲	حافظ اور محدث
۶۶	باب: انسان بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت کیا کہے؟	۴۳	احادیث مبارکہ کی تعداد
	باب: قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرنے کی کراہیت	۴۴	اخبرنا، حدثنا سے مراد
۶۷			کتاب الطہارۃ
۶۹	باب: اس باب میں رخصت کا بیان	۴۵	طہارت کا لغوی اور اصطلاحی معنی
	تشریح: قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب رخ کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف	۴۵	طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات کریمہ
۶۹		۵۳	طہارت کے متعلق احادیث مبارکہ
۷۱	فقہاء شافعیہ کا موقف	۵۶	طہارت کے مراتب
۷۳	فقہاء مالکیہ کا موقف	۵۶	پہلا مرتبہ
۷۴	فقہاء احناف کا موقف	۵۷	دوسرا مرتبہ
۷۵	باب: قضاء حاجت کے وقت ستر کس طرح کھولے؟	۵۷	تیسرا مرتبہ
۷۶	تشریح	۵۷	چوتھا مرتبہ
۷۷	باب: قضاء حاجت کے وقت کلام کرنے کی کراہیت	۵۹	کتاب الطہارۃ کو مقدم کرنے کی وجہ؟
۷۸	تشریح	۵۹	طہارت کی اقسام
۷۸	سند کے متعلق کلام	۶۰	باب: قضاء حاجت کے وقت خلوت میں جانا
۷۹	باب: کیا پیشاب کے دوران سلام کا جواب دے سکتے ہیں؟	۶۰	تختی کا معنی
۸۰	تشریح		مصنف نے طہارت کی ابتداء سے قبل استنجاء کے باب کو کیوں شروع کیا؟
۸۳	باب: آدمی کا طہارت کے بغیر اللہ (تعالیٰ کا ذکر) کرنا	۶۰	جواب
۸۵	ذکر اللہ کرنے کے فضائل	۶۰	تشریح
	باب: اللہ تعالیٰ کے نام مبارک والی کئندہ انگلی کو لے کر بیت الخلاء میں داخل ہونا	۶۱	ذہب المذہب کی تحقیق
۸۸	تشریح	۶۳	پہلی حدیث مبارکہ کی سند
۸۹	باب: پیشاب کے چھینٹوں سے بچنا	۶۳	دوسری حدیث کی سند
۹۰	استبراء کی تعریف	۶۴	انسان کا پیشاب کے لئے جگہ ڈھونڈنا
۹۲	تشریح	۶۴	یتوا کا معنی

۱۳۳	تشریح	قبر پر تر شاخ اور پھول ڈالنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے موقف ۹۲
۱۳۴	سند	قبر پر قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف ہونا ۹۷
۱۳۵	باب: جن اشیاء سے استنجاء کرنا منع فرمایا گیا	عذاب قبر حق ہے؟ ۹۸
۱۳۶	تشریح	عذاب قبر کا احادیث مبارکہ سے ثبوت ۱۰۰
۱۳۷	باب: پتھروں سے استنجاء کرنا	عذاب قبر سے نجات کے اسباب ۱۰۲
۱۳۸	تشریح	باب: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ۱۰۴
۱۳۸	باب: پاکی کا بیان	تشریح ۱۰۵
۱۳۹	تشریح	باب: رات کو پیشاب کرنے کے لئے برتن اپنے ساتھ رکھنا ۱۰۷
۱۴۰	باب: پانی سے استنجاء کرنا	تشریح ۱۰۸
۱۴۰	تشریح	باب: جن جگہوں پر نبی کریم ﷺ نے پیشاب کرنے سے روکا ۱۲۰
۱۴۲	باب: جب استنجاء کر لے تو اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑنا	تشریح ۱۲۰
۱۴۳	تشریح	لعنت کی تعریف ۱۲۱
۱۴۳	باب: مسواک کے متعلق	لاعن میں احتمال ۱۲۲
۱۴۵	تشریح: مسواک کا لغوی اور شرعی معنی	باب: غسل خانہ میں پیشاب کرنا ۱۲۳
۱۴۵	کیا مسواک کرنا واجب ہے؟	تشریح ۱۲۴
۱۴۹	باب: مسواک کیسے کرے؟	سوال ۱۲۵
۱۵۰	تشریح	سوال ۱۲۶
۱۵۱	مسواک کی مقدار و طریقہ	باب: اسوراخ میں پیشاب کرنے کا منع ہونا ۱۲۶
۱۵۲	سند	تشریح ۱۲۷
۱۵۳	باب: دوسرے کی مسواک استعمال کرنے کے متعلق	جنات کا انسانوں پر کوئی تصرف نہیں ۱۲۷
۱۵۳	تشریح	جن کی دو اقسام ۱۲۸
۱۵۴	سوال	باب: جب بیت الخلاء سے نکلے تو کیا کہے؟ ۱۲۸
۱۵۴	باب: مسواک کو دھونا	تشریح ۱۲۹
۱۵۴	تشریح	غفرانک میں دو احتمال ۱۳۰
۱۵۹	باب: مسواک فطری سنت ہے	باب: استنجاء کے دوران سیدھا ہاتھ استعمال کرنے کی کراہیت ۱۳۰
۱۶۰	تشریح	تشریح ۱۳۱
۱۷۱	امام بخاری نے اس حدیث کو کیوں نہ لیا؟	باب: قضائے حاجت کے دوران ستر چھپانا ۱۳۲

۲۰۲	تشریح	۱۷۲	سوال
۲۰۳	باب: سمندر کے پانی سے وضو کرنا	۱۷۲	جواب
۲۰۴	تشریح	۱۷۴	باب: رات کو بیدار ہونے کی صورت میں مسواک کرنا
۲۰۵	امام احمد رحمہ اللہ کا موقف	۱۷۵	تشریح
۲۰۶	سوال	۱۷۶	باب: وضو فرض ہے
۲۰۶	جواب	۱۷۷	تشریح
۲۰۶	امام مالک رحمہ اللہ کا موقف	۱۸۰	سوال
۲۰۷	احناف کا موقف	۱۸۰	جواب
۲۰۷	شافعیہ کا موقف	۱۸۳	باب: بغیر حدث کے نیا وضو کرنا
۲۱۲	باب: نبیذ سے وضو کے متعلق	۱۸۴	تشریح
۲۱۵	تشریح	۱۸۵	باب: پانی نا پاک نہیں ہوتا
۲۱۵	نبیذ کی تعریف	۱۸۵	تشریح
۲۱۷	سوال	۱۸۶	باب: بضائع کنویں کے متعلق
۲۱۷	جواب	۱۸۸	تشریح
۲۱۹	باب: وضو کے لئے کتنا پانی کفایت کرے گا	۱۸۸	باب: پانی جنبی نہیں ہوتا
۲۳۱	تشریح	۱۸۹	تشریح
۲۳۱	صاع اور مد کی مقدار	۱۹۰	باب: بٹھہرے پانی میں پیشاب کرنا
۲۳۲	باب: پانی میں اسراف کے متعلق	۱۹۰	تشریح
۲۳۳	تشریح	۱۹۱	باب: کتے کے جوٹھے برتن کو دھونا
۲۵۰	باب: وضو کے پورا کرنے کے متعلق	۱۹۲	تشریح
۲۵۱	تشریح	۱۹۳	سوال
۲۵۲	شیعوں کی آیت وضو سے استدلال کا رد	۱۹۳	جواب
۲۵۷	فائدہ جلیلہ	۱۹۵	باب: بلی کے جوشٹا ہونے کے متعلق
۲۶۵	باب: پیتل کے برتن سے وضو کرنے کے متعلق	۱۹۷	تشریح
۲۶۶	تشریح	۱۹۸	باب: عورت کے بچے ہونے پانی سے وضو کرنے کے متعلق
۲۶۶	جواب	۱۹۹	تشریح
۲۶۷	باب: وضو سے قبل بسم اللہ پڑھنے کے متعلق	۲۰۱	باب: اس کا منع ہونا

۳۱۶	تشریح	۲۶۷	تشریح
۳۱۶	پہلا مسئلہ	۲۶۹	باب: ہاتھ دھونے سے قبل برتن میں ڈالنے کے متعلق
۳۱۷	تشریح	۲۷۰	تشریح
۳۱۷	باب: عمامہ پر مسح کرنے کے متعلق	۲۷۰	دوسری بحث کہ
۳۱۸	تشریح	۲۷۱	جواب
۳۱۹	باب: پاؤں کو دھونے کے متعلق	۲۷۱	باب: نبی کریم ﷺ کے وضو کی صفت کے متعلق
۳۲۰	تشریح	۲۷۳	تشریح
۳۲۷	باب: موزوں پر مسح کرنے کے متعلق	۲۹۵	پہلی بحث
۳۳۲	تشریح	۲۹۵	دوسری بحث
۳۳۶	سوال	۲۹۵	تیسری بحث
۳۳۶	جواب	۲۹۶	چوتھی بحث
۳۴۰	باب: مسح کی مدت کے متعلق	۲۹۶	سوال
۳۴۱	تشریح	۲۹۷	جواب
۳۴۵	باب: جرابوں پر مسح کرنا	۳۰۳	باب: تین تین بار دھونے کے متعلق
۳۴۶	تشریح	۳۰۳	تشریح
۳۴۸	باب: مسح کس طرح کرے؟	۳۰۷	پہلی صورت
۳۵۰	تشریح	۳۰۷	دوسری صورت
۳۵۱	باب: پانی کے چھینٹے مارنا	۳۰۷	تیسری صورت
۳۵۲	تشریح	۳۰۹	باب: دوبار دھونے کے متعلق
۳۵۳	باب: جب وضو کر لے تو کیا کہے؟	۳۱۰	تشریح
۳۵۵	تشریح	۳۱۱	باب: ایک ایک بار دھونے کے متعلق
۳۵۷	باب: ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے کے متعلق	۳۱۱	تشریح
۳۵۸	تشریح		باب: کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے فرق کرنے کے متعلق
۳۶۱	باب: وضو میں کمی بیشی ہو جانا	۳۱۲	
۳۶۲	تشریح	۳۱۲	باب: ناک کو سکنے کے متعلق
۳۶۳	باب: جب حدث کا شک ہو	۳۱۵	تشریح
۳۶۳	تشریح	۳۱۶	باب: خلال داڑھی کے متعلق

باب: بوسہ دینے سے وضو کے متعلق حکم	۳۶۵	جواب	۴۱۹
تشریح	۳۶۷	سوال	۴۱۹
سوال	۳۶۸	جواب	۴۱۹
جواب	۳۶۸	باب: گندگی والی چیزوں پر پیدل چلنے والے کے متعلق	۴۲۰
باب: ذکر کو چھونے سے وضو کرنا	۳۷۰	تشریح	۴۲۰
تشریح	۳۷۰	جواب	۴۲۱
باب: اس میں رخصت	۳۷۲	باب: نماز میں حدث لاحق ہونے کے متعلق	۴۲۳
تشریح	۳۷۳	تشریح	۴۲۴
باب: اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کے متعلق	۳۷۴	باب: ہندی کے متعلق	۴۲۴
تشریح	۳۷۵	تشریح	۴۲۸
باب: کچا گوشت چھونے اور دھونے سے وضو کے متعلق	۳۷۷	باب: دخول کے متعلق	۴۳۲
تشریح	۳۷۸	تشریح	۴۳۳
باب: مردار کو چھونے سے وضو ترک کرنا	۳۷۹	باب: جنبی کے دوبارہ مباشرت کرنے کے متعلق	۴۳۶
تشریح	۳۷۹	تشریح	۴۳۷
باب: آگ کو چھوئی ہوئی چیز سے وضو ترک کرنا	۳۹۰	باب: جو دوبارہ مباشرت کا ارادہ رکھے وضو کرے	۴۴۵
تشریح	۳۹۳	تشریح	۴۴۶
باب: اس بارے میں وضو کرنے کی تاکید	۳۹۶	باب: جنبی کی حالت میں سونا	۴۴۷
تشریح	۳۹۷	تشریح	۴۴۷
باب: دودھ پی کر وضو کرنے کا بیان	۳۹۸	باب: جنبی ہونے کی حالت میں کھانا	۴۴۹
تشریح	۳۹۸	تشریح	۴۴۹
باب: اس بارے میں رخصت	۴۰۲	باب: جنبی کے وضو کے متعلق	۴۵۰
تشریح	۴۰۰	تشریح	۴۵۱
باب: خروج خون سے وضو کرنا	۴۰۸	باب: جنبی کا غسل دیر سے کرنے کے متعلق	۴۵۱
تشریح	۴۰۹	تشریح	۴۵۳
باب: سونے سے وضو کے متعلق	۴۱۲	باب: جنبی کا قرآن مجید تلاوت کرنے کے متعلق	۴۶۳
تشریح	۴۱۵	تشریح	۴۶۳
سوال	۴۱۹	باب: جنبی کے مصافحہ کرنے کے متعلق	۴۷۱

۵۱۵	باب: حائضہ سے وطی کا کفارہ	۴۷۱	تشریح
	باب: اس شخص کے متعلق جو حائضہ سے جماع کے علاوہ تمام	۴۷۴	باب: جنبی کا مسجد میں داخل ہونے کے متعلق
۵۱۹	کرے	۴۷۵	تشریح
۵۲۲	تشریح	۴۸۰	باب: جنبی کا بھول کر نماز پڑھانے کے متعلق
	باب: اس حائضہ عورت کے متعلق کہ جس نے کہا کہ جتنے	۴۸۲	تشریح
۵۲۳	ایام حیض آتا تھا اتنے ایام نماز ترک کر دے	۴۸۹	باب: مرد کا خواب میں تری دیکھنے کے متعلق
۵۲۷	تشریح	۴۸۹	تشریح
۵۲۸	متبدلہ	۴۹۳	باب: عورت مرد جیسی تری دیکھے
۵۲۸	مقتادہ	۴۹۳	تشریح
۵۲۸	متخیرہ	۴۹۶	باب: غسل کے لئے جتنی مقدار پانی کفایت کرے گا
۵۳۲	باب: جب حیض کے ایام گزر جائیں تو نماز کو ترک نہ کرے	۴۹۷	تشریح
۵۳۳	تشریح	۴۹۹	باب: جنابت کے غسل کے متعلق
۵۳۳	باب: جب ایام حیض آئیں تو نماز کو ترک کرے	۵۰۴	تشریح
۵۳۸	تشریح	۵۰۵	باب: غسل کے بعد وضو کرنا
۵۴۰	باب: مستحاضہ ہر نماز کے لئے غسل کرے	۵۰۶	تشریح
۵۴۳	تشریح	۵۰۶	باب: عورت غسل کرتے کیا اپنے بالوں کو کھولے؟
۵۴۴	اشکال	۵۰۸	شرح
۵۴۴	باب: جس نے کہا دو نمازوں کے لئے ایک غسل کرے	۵۰۸	باب: جنبی کا اپنے سر کو خطمی سے دھونا کیا یہ اس کو کافی ہوگا
۵۴۸	باب: جس نے کہا کہ مستحاضہ کو طہر سے طہر تک غسل کرنا چاہئے	۵۰۹	تشریح
۵۵۰	تشریح	۵۰۹	باب: مرد اور عورت کے مابین بہنے والا پانی
	باب: جس نے کہا کہ مستحاضہ ایک طہر سے دوسرے طہر تک غسل	۵۱۰	تشریح
۵۵۲	کرے	۵۱۰	باب: حائضہ کے ساتھ کھانا اور مجامعت کرنا
۵۵۳	تشریح	۵۱۲	تشریح
	باب: جس نے کہا مستحاضہ ہر روز ایک مرتبہ غسل کرے اور طہر	۵۱۲	باب: حائضہ کا مسجد سے کچھ اٹھانا
۵۵۴	کے وقت کا نہیں کہا	۵۱۳	تشریح
۵۵۴	تشریح	۵۱۴	باب: حائضہ قضاء نماز نہ پڑھے گی
۵۵۴	باب: جس نے کہا ایام میں غسل کرے	۵۱۴	تشریح

۶۰۴	تشریح	۵۵۵	تشریح
۶۰۶	اجتہاد کی تعریف	۵۵۵	باب: جس نے کہا ہر نماز کے لئے وضو کرے
۶۱۶	باب: تیمم کا پانی پانا بعد جس کے وقت میں نماز پڑھ لے	۵۵۵	تشریح
۶۱۹	باب: جمعہ کے دن غسل کرنا	۵۵۶	تشریح
۶۲۳	تشریح	۵۵۶	باب: جس نے وضو کا ذکر نہیں کیا مگر حدث کے وقت
۶۲۷	تیسری بحث	۵۵۷	تشریح
۶۲۷	چوتھی بحث	۵۵۸	باب: وہ عورت جو طہر کے بعد زردی یا گندگی دیکھے
۶۲۸	پانچویں بحث	۵۵۸	تشریح
۶۳۰	چھٹی بحث	۵۶۱	باب: مستحاضہ کا شوہر مباشرت کر سکتا ہے
۶۳۰	ساتویں بحث	۵۶۲	تشریح
۶۳۱	آٹھویں بحث	۵۶۲	اشکال
۶۳۳	نویں بحث	۵۶۳	فوائد زائدہ
۶۳۲	دسویں بحث	۵۶۴	باب: نفاس کے وقت کے متعلق
۶۳۳	گیارہویں بحث	۵۶۵	تشریح
۶۳۵	باب: جمعہ کے دن غسل ترک کرنے میں رخصت	۵۶۶	باب: حیض کے خون کو دھونا
۶۳۷	تشریح	۵۶۸	تشریح
۶۳۸	باب: اسلام لانے والے شخص کو غسل کا حکم دیا جائے	۵۷۰	باب: تیمم
۶۳۸	تشریح	۵۷۶	تشریح
۶۴۳	باب: عورت کا حیض والے کپڑوں کا دھونا	۵۸۷	سوال
۶۴۶	تشریح	۵۸۷	جواب
۶۴۸	باب: زوجہ سے جماعت کرنے والے کپڑوں میں نماز پڑھنا	۵۸۳	باب: تیمم ہونے کی صورت میں تیمم کرنا
۶۴۸	تشریح	۵۹۵	تشریح
۶۴۸	باب: عورتوں کے پچھونوں میں نماز پڑھنا	۵۹۷	باب: جنبی کے تیمم کے متعلق
۶۴۹	تشریح	۵۹۹	تشریح
۶۵۰	باب: اس میں (عورت کا کپڑا پہننے میں) رخصت	۶۰۰	باب: جب جنبی کو سردی کا خوف ہو تو کیا تیمم کر سکتا ہے؟
۶۵۰	تشریح	۶۰۱	تشریح
۶۵۱	باب: کپڑے کو مٹی لگ جائے	۶۰۳	باب: چیچک کا مریض تیمم کرے

۶۷۵	چوتھی آیت مبارکہ	۶۵۲	تشریح
۶۷۵	پانچویں آیت مبارکہ	۶۵۵	باب: بچے کا کپڑوں پر پیشاب کرنا
۶۷۵	چھٹی آیت مبارکہ	۶۵۷	تشریح
۶۷۵	ساتویں آیت مبارکہ	۶۶۰	باب: جس زمین پر پیشاب کیا جائے
۶۷۵	آٹھویں آیت مبارکہ	۶۶۱	تشریح
۶۷۵	نویں آیت مبارکہ	۶۶۳	سوال
۶۷۵	دسویں آیت مبارکہ	۶۶۳	جواب
۶۷۵	گیارہویں آیت مبارکہ	۶۶۴	باب: زمین کا پاک ہونا جب خشک ہو جائے
۶۷۶	بارہویں آیت مبارکہ	۶۶۴	تشریح
۶۷۶	تیرہویں آیت مبارکہ	۶۶۵	تنبیہ
۶۷۶	چودھویں آیت مبارکہ	۶۶۶	تشریح
۶۷۶	پندرہویں آیت مبارکہ	۶۶۵	باب: نجاست کا کرتے کے دامن کو لگنا
۶۷۶	سولہویں آیت مبارکہ	۶۶۸	باب: جو تے کو نجاست لگ جانا
۶۷۷	سترہویں آیت مبارکہ	۶۶۸	تشریح
۶۷۷	اٹھارہویں آیت مبارکہ	۶۶۹	باب: نجس کپڑے کی بناء پر اعادہ نماز
۶۷۷	انیسویں آیت مبارکہ	۶۷۰	تشریح
۶۷۷	بیسویں آیت مبارکہ	۶۷۰	باب: کپڑے کو تھوک لگ جانا
۶۷۷	اکیسویں آیت مبارکہ	۶۷۱	تشریح
پانچویں بحث صلوٰۃ کا حدیث مبارکہ میں ذکر فضائل و ترک پر		کتاب الصلوٰۃ	
۶۷۷	وعیدیں	۶۷۲	باب: کتاب الصلوٰۃ
۷۱۱	چھٹی بحث	۶۷۲	پہلی بحث صلوٰۃ کا ماخذ
۷۱۱	قاعدہ نمبر ۱	۶۷۲	دوسری بحث صلوٰۃ کا معنی
۷۱۱	مثال نمبر: ۱	۶۷۳	تیسری بحث بہترین نمازوں کی فرضیت
۷۱۲	مثال نمبر: ۲	۶۷۴	چوتھی بحث صلوٰۃ کا قرآن مجید میں ذکر
۷۱۲	مثال نمبر: ۳	۶۷۴	پہلی آیت مبارکہ
۷۱۲	مثال نمبر: ۴	۶۷۴	دوسری آیت مبارکہ
۷۱۲	خلاصہ	۶۷۴	تیسری آیت مبارکہ

۷۲۸	فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات	۷۱۲	قاعدہ نمبر ۲
۷۲۹	فقہاء احناف کا مذہب	۷۱۲	مثال نمبر: ۱
۷۳۱	تارک نماز کو قتل نہ کرنے پر دلیل	۷۱۲	مثال نمبر: ۲
۷۳۵	آٹھویں بحث	۷۱۲	مثال نمبر: ۳
۷۳۵	نبی کریم ﷺ بعثت سے قبل کس نبی کی شریعت پر عمل کرتے تھے	۷۱۳	چوتھی مثال
۷۳۶	اشکال	۷۱۳	خلاصہ
۷۴۰	باب: اوقات نماز	۷۱۳	ساتویں بحث
۷۴۵	تشریح	۷۱۵	ضروری عرض
۷۴۵	پہلی بحث	۷۱۵	باب: نماز کا فرض ہونا
۷۴۵	فجر کی نماز کا وقت	۷۱۶	تشریح
۷۴۵	دوسری بحث	۷۱۷	پہلی بحث
۷۴۵	ظہر کی نماز کا وقت	۷۱۷	نماز کب فرض ہوئی؟
۷۴۵	تیسری بحث	۷۱۸	دوسری بحث
۷۴۵	عصر کا وقت	۷۱۸	پانچوں نمازوں سے قبل بھی کوئی نماز فرض تھی یا نہیں
۷۴۵	چوتھی بحث	۷۱۹	تیسری بحث
۷۴۵	مغرب کا وقت	۷۱۹	نماز کی ابتداء کس طرح ہوئی؟
۷۴۶	پانچویں بحث	۷۱۹	چوتھی بحث
۷۴۶	عشاء کا وقت	۷۱۹	نمازوں کی فرضیت قرآن وحدیث مبارکہ سے
۷۵۳	باب: نبی کریم ﷺ کا وقت نماز اور کس طرح ادا فرماتے تھے	۷۲۰	پانچویں بحث
۷۴۴	تشریح	۷۲۰	پانچوں نمازیں کس کس نبی سے شروع ہوئی ہیں؟
۷۴۸	باب: ظہر کی نماز کا وقت	۷۲۲	چھٹی بحث
۷۶۰	تشریح	۷۲۲	نماز کی فرضیت کے منکر کا حکم
۷۶۱	سوال	۷۲۲	ساتویں بحث
۷۶۱	جواب	۷۲۲	تارک نماز کا حکم
۷۶۵	مسئلہ	۷۲۳	فقہاء مالکیہ کا مذہب
۷۶۷	باب: عصر کی نماز کا وقت	۷۲۵	فقہاء حنابلہ کا مذہب
۷۷۰	تشریح: اختلاف ائمہ کرام	۷۲۶	فقہاء شافعیہ کا مذہب

۷۹۴	اعتراض	۷۷۱	احناف کے دلائل
۷۹۴	جواب	۷۷۱	پہلی دلیل
۸۳۷	سوال	۷۷۱	دوسری دلیل
۸۳۷	جواب	۷۷۱	تیسری دلیل
۸۴۲	سوال	۷۷۱	چوتھی دلیل
۸۴۲	جواب	۷۷۱	ائمہ ثلاثہ کا مذہب
۸۵۶	تنبیہ	۷۷۱	پہلی دلیل
		۷۷۲	احناف کی طرف سے جواب
		۷۷۲	دوسرا جواب
		۷۷۲	تیسرا جواب
		۷۷۲	ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل
		۷۷۳	احناف کی طرف سے پہلا جواب
		۷۷۳	دوسرا جواب
		۷۷۳	تیسرا جواب
		۷۷۳	مسئلہ
		۷۷۴	ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کرام میں نماز وسطیٰ میں اختلاف
		۷۷۴	امام اعظم امام احمد بن حنبل داؤد ظاہری کے دلائل
		۷۷۴	پہلی دلیل
		۷۷۴	دوسری دلیل
		۷۷۵	امام شافعی اور امام مالک کے دلائل
		۷۷۵	احناف کی طرف سے جواب
		۷۷۵	غزوہ خندق کب ہوا؟
		۷۷۸	غزوہ خندق ہونے کا سبب اور واقعات
		۷۸۶	سوال
		۷۸۶	جواب
		۷۸۸	سوال
		۷۸۸	جواب

تقریظ جلیل

استاذ العلماء والفقہاء حضرت علامہ مفتی غلام حسن قادری - حزب الاحناف لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوة والسلام عليك يا سيدى يا رسول الله

الصلوة والسلام عليك يا سيدى يا حبيب الله

حضرت امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کے بعد جو امام حدیث سب سے زیادہ مقام و مرتبہ کے مالک ہیں وہ امام ابو داؤد جستانی علیہ الرحمۃ ہیں۔ آپ کے زمانے تک علم حدیث میں صرف جوامع اور مسانید کی تالیف کی جاتی تھی۔ سب سے پہلے آپ نے ہی کتاب السنن لکھ کر علم حدیث میں ایک نیا باب کھولا۔ پھر آپ کے بعد متعدد آئمہ حدیث نے آپ کے جلائے ہوئے چراغ سے روشنی حاصل کی اور کتب سنن کا ایک قابل قدر ذخیرہ جمع ہو گیا۔ آپ علیہ الرحمۃ جس طرح علم و حکمت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اسی طرح عبادت و ریاضت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ علماء و مشائخ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور حکام وقت آپ کے دروازے پر پیروں کھڑے رہتے۔ بڑے بڑے آئمہ حدیث نے شاندار الفاظ میں آپ کی بارگاہ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اتنے بڑے امام کی علم حدیث میں مانی ہوئی کتاب پر کام کرنے کی ان کو سعادت نصیب ہوئی ہے۔ علامہ صاحب نے اس حدیث مبارکہ کی کتاب کا نہ صرف خوبصورت انداز میں ترجمہ کیا بلکہ اس کی انتہائی دلکش انداز میں شرح بھی تحریر کی جو کہ پڑھنے والے کے لئے انتہائی مفید ثابت ہوگی۔ علامہ صاحب نے اس کی تخریج کا کام بھی بڑے احسن طریقہ سے انجام دیا اور تخریج کو ہر حدیث کے ساتھ مزین کیا تا کہ پڑھنے والے کو بآسانی سمجھ آ سکے۔ پروردگار عالم عزوجل ان کی اس خدمت کو اپنے دربار میں مقبول و منظور فرما کر ان کے لئے اور ہم سب کے لئے وسیلہ بخشش، ذریعہ نجات اور سبب مغفرت بنائے۔ بڑے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو علم حدیث کی خدمت کر کے امت مصطفیٰ ﷺ کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمر، صحت و تندرستی و درجات میں بلندی عطا فرمائے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

دعا گو و طالب دعا:

ذہ غبار ربو بطحا: غلام حسن قادری

تقریظ جلیل

استاذ العلماء والفقہاء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی۔ مظفر گڑھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسول الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین .

اما بعد !

آج کے دور میں لکھنا اور وہ بھی کسی علمی موضوع پر اور عالمانہ انداز میں بہت بڑا مجاہدہ بلکہ جہاد ہے۔ اس وقت وعظ و تقریر کے عنوان پر خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں بلکہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر اور حدیث پاک کی شرح پر کام کیا جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسانی معیشت کے اصول اور مبادی اجمالاً بیان فرمائے ہیں جن پر عمل کرنا بغیر تشریح و توضیح کے ناممکن ہے۔ احادیث نبویہ کی عملی صورت بیان کرنے کے لئے اسوۂ رسول کی اشد ضرورت ہے۔

احادیث رسول ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر مہیا کرتی ہیں مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، تمیم، حج، عمرہ وغیرہ یہ سب محض الفاظ ہیں۔ لغت عربی ہمیں ان الفاظ کے معانی نہیں بتاتی جو شرح میں مطلوب ہیں۔ پس اگر احادیث نبویہ موجود نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآن مجید کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا لیکن اس کے معانی کا بیان اور احکام کی تعمیل حضور ﷺ کے سپرد کر دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (سورۃ النحل، آیت: ۴۴)

حضرت امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ کے بعد جو امام فن حدیث میں سب سے زیادہ مرتبہ و مقام کے مالک ہیں وہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جس دور میں امام ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصنیف و تالیف کا آغاز کیا۔ اس وقت عام طور پر علم حدیث میں جوامع اور مسانید کی تالیف کی جاتی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے کتاب سنن لکھ کر علم حدیث میں ایک نئی راہ دکھائی اور آپ کے بعد متعدد ائمہ حدیث نے ان کے چراغ سے چراغ جلانے شروع کر دیئے اور فن حدیث میں کتب سنن کا ایک قابل قدر ذخیرہ جمع ہو گیا۔ فاضل جلیل عزیزم مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری سلمہ ربہ فقیر کے پاس کچھ عرضہ جامعہ نور الہدیٰ میں

مشکوٰۃ شریف، بیضاوی شریف، ہدایہ شریف، شرح جامی، عبدالغفور، توضیح تلوح اور اس کے علاوہ دیگر کتب پڑھتے رہے اور عزیز محترم ذہین و ذکی ادیب، علم و عمل کی دولت سے آراستہ پیراستہ ہیں۔ اس پر فتن دور میں کئی کتب کا مصنف، مترجم اور محشی ہونا اور اتنے قلیل وقت میں ان صفات کا مالک ہونا عزیز محترم کو طرہ امتیاز حاصل ہے۔ اللہم زدہ فزده، اللہ تعالیٰ مولانا کے علم نافع اور عمل صالح میں برکت دے۔ صحت و توانائی عافیت و سکون کے ساتھ سنت نبویہ کی خدمت مقبولہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بحضور رب العالمین بوسیلہ جلیلہ شریفہ رحمۃ للعالمین ﷺ حضور قلب سے دعا ہے کہ یہ شرح مقبول عام ہو اور منظور دربار خداوند جہان ہو۔ (آمین)

دعا گو۔ دعا جو

فقیر محمد نور بخش سعیدی

خادم طلبا جامعہ نور الہدی کچی پکی ضلع مظفر گڑھ

۲۲ جمادی الثانی ۱۴۳۵ ہجری

۱۲۳ اپریل ۲۰۱۴ عیسوی

بروز بدھ

عرض گناہ گار

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على سيد الانبياء و المرسلين

اما بعد

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

الصلوة و السلام عليك يا رسول الله

الصلوة و السلام عليك يا حبيب الله

الصلوة و السلام عليك يا نبي الله

الصلوة و السلام عليك يا نور الله

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم نور مجسم ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ اللہ تعالیٰ کی حدیث کا قائل کریں اور قرآن مجید کے مضامین کی تعلیم دیں اور ان کو سمجھائیں جس مقام پر ان کو شک ہو آپ ﷺ ان کے شک کو دور کریں اور جس آیت پر کوئی اعتراض ہو آپ ﷺ ان کے اعتراض کا جواب دیں۔ اگر وہ یہ سمجھیں کہ کوئی حکم ناقابل عمل ہے تو آپ ﷺ اس پر عمل کر کے دکھائیں جو چیزیں قرآن مجید میں اجمالی طور پر ذکر کی گئی ہیں آپ ﷺ ان کی تفصیل بیان فرمائیں جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے اقیمو الصلوٰۃ اور صلوٰۃ کے جو معنی مراد ہیں وہ کسی لغت سے معلوم نہیں ہوتے۔ لغت میں صلوٰۃ کا معنی ہے دعا کرنا یا ٹیڑھی لکڑی کو آگ کی حرارت پہنچا کر سیدھا کرنا اور صلوٰۃ کا معنی برکت بھی ہے مگر صلوٰۃ کا معنی جو مقصود ہے وہ صرف رسول اللہ ﷺ کے فرامین سے ثابت ہوا۔ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ بلند کر کے ہاتھ باندھنے سے لے کر سلام پھیرنے تک جن ارکان آداب اور ہیئت مخصوصہ پر صلوٰۃ مشتمل ہے ان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اذان کے کلمات اور اذان دینے کے طریقہ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اقامت کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ پانچ نمازوں کی رکعات کی تعداد کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اور نہ ان اوقات کی تعیین اور حد بندی کا ذکر ہے۔ وضو کے فرائض کا قرآن عظیم میں ذکر ہے لیکن وضو کن کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے اس کی تفصیل کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ ان تمام چیزوں کا ذکر مروجہ احادیث مبارکہ میں ہے اگر ان مروجہ احادیث مبارکہ کو نہ مانا جائے تو انسان نہ وضو کر سکتا ہے نہ اذان دے سکتا ہے نہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے لیکن کتنے مال پر کتنے عرصہ کے بعد کتنی زکوٰۃ دی جائے۔ اس کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے۔ اونٹ، گائے، بکری، زرعی

پیداوار، سونے چاندی اور مال تجارت میں ادائیگی زکوٰۃ کا کیا نصاب ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اور ان تمام چیزوں کی تفصیل جاننے کے لئے مروجہ احادیث مبارکہ کے سوا ہمارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ قرآن مجید میں صرف روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا اسی طرح باقی روزہ کی تفصیلات کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے۔ ان کا علم صرف مروجہ احادیث مبارکہ سے حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں حج اور عمرہ کا ذکر ہے لیکن حج اور عمرہ کے احکام ان کی شرائط ان کے مواضع اور مفسدات کیا ہیں ان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ حتیٰ کہ قرآن مجید میں تو یہ بھی ذکر نہیں ہے کہ حج کس دن ادا کیا جائے گا اور آیا حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے یا ہر سال فرض ہے مگر ان کا علم تفصیلات کے ساتھ مروجہ احادیث مبارکہ سے حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دو لیکن کتنی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور ہاتھ کس حصہ سے کاٹا جائے گا اور ہاتھ کاٹنے کی کیا شرائط ہیں اور کیا موانع ہیں ان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے مگر احادیث مبارکہ میں ان کی تفصیلات حاصل ہوتی ہیں۔ قصاص اور دیت کا ذکر قرآن مجید میں ہے مگر اعضاء کی دیت کی تفصیل قرآن مجید میں نہیں ہے اور احادیث مبارکہ میں ہے۔ نکاح اور طلاق کا قرآن مجید میں ذکر ہے مگر شوہر اور زوجہ کے حقوق و فرائض کی تفصیل اور دیگر عائلی احکام قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں جبکہ احادیث مبارکہ میں ہیں۔

وراثت کا قرآن مجید میں ذکر ہے لیکن عصبات اور ذوی الارحام کے فرق اور ان میں ترتیب اور احق بالوراثت کا بیان نہیں ہے مگر احادیث مبارکہ میں ہے۔ ایسے اور بھی بہت سے احکام ہیں جن پر نبی کریم ﷺ کے فرامین کا سہارا لئے بغیر زندگی گزارنا ممکن بھی نہیں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا تا کہ ہر شعبہ کے لئے اس کی زندگی میں نمونہ ہو اور وہ یہ نہ کہہ سکے کہ اس دین میں ہمارے لئے کوئی نمونہ نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جگہ بہ جگہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ (النساء: 58)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ع (النساء: 80)

جس نے رسول کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَا أَمَّا الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ع (البقرہ: 7)

اور رسول تم کو جو حکم دیں اس کو قبول کرو اور جس کام سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ (آل عمران: 31)

آپ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: 21)

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے احکام کی اطاعت اور آپ ﷺ کے افعال کی اتباع قیامت تک مسلمانوں پر فرض و واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے قرآن مجید کے الفاظ نازل فرمائے لیکن ان الفاظ کے معانی بیان کرنا رسول اللہ ﷺ کے سپرد فرمادیئے جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ۚ (النحل: 44)

ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن مجید) اسی لئے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو وضاحت کے ساتھ بتائیں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

(الجمعة: 32)

”وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور ان کا باطن صاف کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور بے شک وہ لوگ ایمان لانے سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے اور ان میں سے دوسروں کو بھی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں جو ابھی ان (پہلے لوگوں) سے واصل نہیں ہوئے اور وہی بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔“

الغرض! قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی طرف جانا ایسے لازمی و ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے لئے خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔ قرآن مجید گویا لیمپ کی بتی ہے اور حدیث مبارکہ اس کی رنگین چمنی، جہاں قرآن مجید کا نور ہے وہاں حدیث مبارکہ کا رنگ ہے۔ قرآن مجید سمندر ہے حدیث مبارکہ اس کا جہاز، قرآن مجید کی آیات کریمہ ہوتی ہیں اور مضامین احادیث مبارکہ ان کے غواص، قرآن اجمال ہے حدیث مبارکہ اس کی تفصیل۔ قرآن مجید ابہام

ہے حدیث مبارکہ اس کی شرح۔ قرآن مجید روحانی کلام ہے حدیث مبارکہ رحمت کا پانی کہ پانی کے بغیر نہ کھانا تیار ہونہ کھایا جائے۔ حدیث مبارکہ کے بغیر نہ قرآن مجید سمجھا جائے نہ اس پر عمل ہو سکے۔ قدرت نے ہمیں داخلی، خارجی دونوں کا محتاج کیا ہے۔ نور بصر کے ساتھ نور ہم وغیرہ بھی ضروری۔ اندھے کے لئے سورج بیکار، اندھیرے میں آنکھ بے فائدہ ایسے ہی قرآن مجید گویا سورج ہے۔ حدیث مبارکہ گویا مومن کی آنکھ کا نور یا قرآن مجید ہماری آنکھ کا نور اور حدیث مبارکہ آفتاب نبوت کی شعاعیں کہ ان میں سے ایک بھی نہ ہو تو ہم اندھیرے میں رہ جائیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو کتاب فرمایا۔ حضور ﷺ نور۔ ارشاد فرمایا، لَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب اللہ خاموش قرآن ہے اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی شریف بولتا ہوا قرآن۔ وہ قال ہے یہ حال ہے حضور نور ﷺ کی ہر ادا قرآنی آیات کی تفصیل ہے۔ ان فرامین مقدسہ کو سمجھنے کے لئے صحابہ کرام، تابعین اور فقہاء کرام رضی اللہ عنہم ورحمۃ اللہ علیہم کے فرامین کی طرف جانا ضروری ہے۔ سنن ابوداؤد۔ میں امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ بہت سی خوبیوں پر مشتمل ہے۔

مثلاً احکام سے متعلق احادیث مبارکہ لائیں گے جس کے بارے میں انہوں نے خود لکھا ہے کہ میں نے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے اثبات میں روایات جمع نہیں کی ہیں۔ میری اس کتاب میں چار ہزار آٹھ سو احادیث مبارکہ ہیں۔ وہ سب احکام کے متعلق ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی کتاب میں اپنے علم کے مطابق زیادہ ترجیح ترین روایات ذکر کریں گے۔ متروک الحدیث راوی سے کوئی روایت نہیں لیتے۔ کسی حدیث میں اگر مرفوع یا موقوف کا اختلاف ہو تو اس کو ذکر کر دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ الغرض فقیر و حقیر نے ادنیٰ سی کوشش کر کے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سنن ابی داؤد کی شرح کرنے کی سعی کی ہے۔ بعض مقام پر جہاں راویوں کا اختلاف ہوتا ہے وہ بھی بیان کر دیا۔ اور بعض مقام پر اگر کہیں نبی کریم ﷺ کی فضیلت و شان ثابت ہوتی ہے تو اس کو بذریعہ اتم ثابت کیا۔ اور آئمہ کرام کے مابین مسئلہ میں اختلاف بھی بیان کر دیا۔ اگرچہ میں اس چیز کا اہل نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ سے استعانت کی بھیک مانگ کر سعی کی ہے کہ مجھ گناہگار و خطاکار سے یہ کام لے لے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی عطا فرمادے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ میری اس ادنیٰ سی سعی کو اپنی مقدس بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور ہتھمائے بشریت اگر کہیں غلطی و کوتاہی ہو گئی ہو تو وسیلہ رسول مکرم شفیع المعظم ﷺ کے معاف فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ و مغفرت بدنس جنت البقیع

علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری علیہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

نعت شریف

پھر کے گلی گلی جاہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
 دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں
 رخصتِ قائلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
 سوتے ہیں اُنکے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں
 بار نہ تھے حبیب کو پالتے ہی غریب کو
 روئیں جو اب نصیب کو چین کہو گنوائے کیوں
 یادِ حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
 خوب ہیں قیدِ غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں
 دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
 چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آ نہ جائے کیوں
 جان ہے عشقِ مصطفیٰ روزِ فزوں کرے خدا
 جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں
 ہم تو ہیں آپ دلِ فگار غم میں ہنسی ہے ناگوار
 چھیڑ کے گل کو تو بہارِ خون ہمیں رلائے کیوں
 یا تو یونہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
 منتِ غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں
 اُن کے جلال کا اثر دل سے لگائے ہے قمر
 جو کہ ہو لوٹِ زخم پر داغِ جگر منائے کیوں
 خوش رہے گل پہ عندلیبِ خارِ حرم مجھے نصیب
 میری بلا بھی ذکر پر پھول کے خار کھائے کیوں

گردِ ملال اگر دھلے دل کی کلی اگر کھلے
 برق سے آنکھ کیوں جلے رونے پہ مسکرائے کیوں
 جانِ سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو
 کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں
 اب تو نہ روک اے غنی عادتِ سگ بگڑ گئی
 میرے کریم پہلے ہی لقمہ تر کھلائے کیوں
 راہِ نبی میں کیا کی فرشِ بیاض دیدہ کی
 چادرِ ظل ہے ملکِ زیرِ قدم بچھائے کیوں
 سب درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
 جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں
 ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
 کوئی بجائے سوزِ غم سا نہ طرب بجائے کیوں

کلام از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ

تم تو طلب گار ہو آخر مجاہد اس ساقی کوثر کے
 مل جائے گا تمہیں بھی جام پھر بے قرار کیوں

دل کو اُن سے خدا جدا نہ کرے

بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے
ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے
کون ان جرموں پر سزا نہ کرے
آہ عیسیٰ اگر دوا نہ کرے
ارے تیرا برا خدا نہ کرے
رو سیاہ اور کیا بہانہ کرے
کاش! جوشِ ہوس ہوا نہ کرے
مگر آج اُن سے التجا نہ کرے
اُنکے رستے میں تو تھکا نہ کرے
وہی اچھا جو دل برا نہ کرے
کون کہتا ہے اتنا نہ کرے

دل کو اُن سے خدا جدا نہ کرے
اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف
یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں
سب طبیعوں نے دیدیا ہے جواب
دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے
عذر امید عفو گر نہ سنیں
دل میں روشن ہے شمعِ عشق حضور
حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے
ضعف مانا مگر یہ ظالم دل
جب تری خو ہے سب کا جی رکھنا
دل سے اک ذوق ے کا طالب ہوں

لے رضا سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

کلام از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے حالات

آپ رحمہ اللہ کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہ اللہ کے بعد حدیث کی رو سے سب سے زیادہ مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ جس طرح آپ رحمہ اللہ فن حدیث میں بے مثل ہیں اسی طرح عبادت و ریاضت میں بھی بے مثل ہیں۔ آپ رحمہ اللہ بہت زیادہ متقی تھے اور شب بیدار تھے۔

آپ رحمہ اللہ کا نام و نسب

آپ رحمہ اللہ کا نام سلیمان ہے۔ اور ابو داؤد کنیت ہے۔ والد ماجد کا نام اشعث ہے۔ پورا نسب یوں ہے: سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی البجستانی

و یقال له السنجری الازدی

ازدین کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔

البجستانی نسبت ہے بھتان کی جانب جو معرب ہے سیدتان کا۔ یہ ایک مشہور شہر ہے اور خراسان کے اطراف میں پایا جاتا ہے۔ خراسان اور کرمان کے درمیان ہے اسی لئے اس کو خراسانی بھی لکھا جاتا ہے۔

سنجری میں دو اقوال ہیں: بعض نے فرمایا کہ

بھتان کو سنجر بھی کہتے ہیں۔ بعض نے کہا: یہ تغیر نسبت میں آکر ہوا ہے۔

بھتانی کے متعلق مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ

یہ نسبت ہے بھتان یا بھتانیہ کی جانب جو بصرہ کا ایک گاؤں ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی 1239 لکھتے ہیں کہ

ابن خلکان کو اسی نسبت کرنے میں مغالطہ ہوا ہے۔

اور امام تاج الدین سبکی نے لکھا ہے کہ

ابن خلکان کو وہم واقع ہوا ہے اور درست یہ ہے کہ بھتانی کی نسبت بھتان کی جانب ہے اور وہ سندھ اور ہرات کے

درمیان قندھار سے متصل ایک مشہور ملک جو ہند کے پہلو میں واقع ہے۔

تحصیل علم کے لئے مختلف شہروں کا سفر

آپ ﷺ نے تحصیل علم کے لئے مصر، شام، حجاز، عراق اور خراسان کا سفر اختیار فرمایا۔ بغداد شریف میں بار بار تشریف لائے اور اسی جگہ قیام فرمایا اور اپنی سنن کی بھی اسی جگہ روایات کیں۔

شیوخ واساتذہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ کی تعداد تین سو (300) بتائی ہے۔

آپ ﷺ کے شیوخ میں

1- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

2۔ مسلم بن ابراہیم

3- ابو عمر حنفی

4- ابوسلمہ بن وزی

5- ابو الوليد طيلى

6- حضرت محمد بن کثیر العبدی

7- حضرت سلیمان بن عبد الرحمن دمشقی

8- حضرت صفوان بن صالح

9- حضرت اسحاق

10- حضرت عبداللہ بن رجاہ

11- حضرت نسیر یہ اسماء

12- حضرت ابوتوبہ علی

13- حضرت ابو عمر و ضریہ

14- حضرت سلیمان بن حرب

15- حضرت سعید بن سلیمان واسطی، وغیرہم۔

شاگرد و حضرات

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے کئی شاگرد ہیں۔ یہاں پر تمام کا نام تو لکھنا ناممکن ہے مگر چند کے اسماء یہ ہیں۔

1- امام ترمذی رحمہ اللہ

2- امام نسائی رحمہ اللہ

3- ابو عمر و احمد بن علی بن حسن بصری

4- ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن یعقوب بصری

5- ابو بکر احمد بن سلیمان النجار

6- البوطيب

7- ابوالحسن علی بن حسن بن عبدانصاری

8- احمد بن ابراہیم بن عبد الرحمن اشعانی

9- حرب بن اسماعیل کرمانی

10- ابو حامد بن جعفر اصهبانی

11- ابو بکر بن ابی داؤد ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی الدنا 12- ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد اعرانی

13- احمد بن محمد بن یاسین ہروی

15- ابراہیم بن حمید بن ابراہیم بن یونس عاقولی، وغیرہم

تصانیف

آپ ﷺ کی زندگی درس و تدریس میں گزری ہے مگر پھر بھی آپ ﷺ نے اعلیٰ تصانیف کی ہیں جن میں چند درج ذیل ہیں:

- | | | |
|-----------------------|----------------------|-----------------------------|
| 1- کتاب السنن | 2- ہند مالک بن انس | 3- کتاب نظم القرآن |
| 4- کتاب التفرّد | 5- کتاب النسخ والنسخ | 6- کتاب الرد علی القدریۃ |
| 7- کتاب البعث والنشور | 8- فضائل الاعمال | 9- کتاب الزہد |
| 10- کتاب المسائل | 11- کتاب الزہد | 12- کتاب فضائل الانصار |
| 13- دلائل العبوة | 14- کتاب نظم القرآن | 15- کتاب بدء الوحي، وغیرہم۔ |

اولاد

امام ابو داؤد ﷺ کے ایک صاحبزادے ہیں۔

ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد

یہ بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنے والد محترم سے احادیث لے کر امام ابن امام کے لقب سے مشہور ہوئے۔

انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام البعث ہے۔

سادگی

آپ ﷺ تقویٰ و سادگی میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ منکسر المزاج تھے۔ اپنی ایک آستین فراخ اور دوسری آستین تنگ رکھا کرتے تھے۔

جب آپ ﷺ سے اس کی وجہ پوچھی گئی

تو ارشاد فرمایا: ایک آستین کشادہ اس لئے رکھتا ہوں کہ اس میں اپنی کتاب کے کچھ اجزاء رکھ سکوں اور دوسری آستین بلا ضرورت کشادہ رکھنا اسراف میں داخل سمجھتا ہوں۔

اس بات سے آپ ﷺ میں تقویٰ جھلکتا ہے۔

مسک

بعض حضرات نے امام ابو داؤد کو شافعی المسک کہا ہے۔

مگر فیض الباری میں حنبلی لکھا ہوا ہے۔

والمشہور انه شافعی والحق انه حنبلی کالنسائی۔

وصال

آپ ﷺ 73 سال حیات رہے اور اپنی بے حد پیاری یادیں چھوڑ کر 16 شوال المکرم 275ھ کو جمعہ کے روز فانی دنیا کو خیر آباد فرما گئے۔

سنن ابوداؤد کو تصنیف کرنے کی وجہ

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے دور میں محدثین نقل احادیث میں مشغول تھے استنباط مسائل کی جانب کسی کی توجہ نہ تھی۔ فقہاء استنباط مسائل کی جانب متوجہ تھے۔ نقل حدیث کا اہتمام نہ تھا۔ آپ رحمہ اللہ نے چاہا کہ دونوں کو جمع کر دیا جائے چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے جمع فرمادیا۔

اور ارشاد فرمایا: میری اس کتاب میں امام مالک، امام شافعی اور امام ثوری رحمہم اللہ وغیرہ کے مذاہب کی بنیادیں موجود ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ

ایک مجتہد کے لئے کتب احادیث میں صرف یہ ایک کتاب ایسی ہے جو اس کے مقصد کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔

خصائص سنن ابوداؤد

سنن ابوداؤد کے بے شمار خصائص ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی 902ھ لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ علم دین میں سنن ابوداؤد کی مثل کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی اس میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ اور احسن فقہی احکام ہیں۔ (فتح المغیث بشرح الفیہ الحدیث ج: 1، ص: 101)

سنن ابوداؤد کی روایات میں اقوال

حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی 643ھ لکھتے ہیں: امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی سنن حسن کے قبیل سے ہے۔

ہم نے ابوداؤد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے کہا: میں نے اس کتاب میں صحیح اس کے مشابہ اور اس کے مقارب احادیث کو جمع کیا۔

اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ

وہ ہر باب میں اس باب کی صحیح ترین حدیث کو ذکر کریں گے۔

اور امام ابو داؤد نے فرمایا: میری کتاب کی جس حدیث میں شدید ضعیف ہو میں اس کو بیان کر دیتا ہوں اور جس کے متعلق کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور بعض احادیث مبارکہ بعض سے زیادہ صحیح ہیں۔
میں کہتا ہوں:

ہم نے یہ دیکھا کہ جس حدیث پر امام داؤد رحمہ اللہ نے سکوت کیا اور وہ حدیث بخاری اور مسلم میں نہیں ہے اور نہ کسی ماہر نقاد نے اس کی صحت کی تصریح کی ہے تو ہم نے اس حدیث کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے نزدیک حسن ہے۔
اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ

وہ حدیث مبارکہ کسی اور امام کے نزدیک حسن نہیں ہوتی اور نہ وہ ہماری بیان کردہ حسن کی تعریف کے مطابق ہوتی ہے۔
حافظ ابو عبد اللہ بن منہ نے محمد بن سعد باوردی سے روایت کیا ہے کہ

امام ابو عبد الرحمن نسائی کا مذہب یہ تھا کہ ہر راوی جس کے ترک پر اجماع نہ ہو وہ اس کی حدیث روایت کر لیتے ہیں۔
امام ابن منہ نے کہا: اسی طرح امام ابو داؤد بھتانی کو جب کسی باب میں ضعیف راوی کے سوا اور کسی کی حدیث نہ ملے تو وہ سند ضعیف سے حدیث روایت کر لیتے ہیں کیونکہ امام ابو داؤد کے نزدیک حدیث ضعیف بھی لوگوں کی رائے سے قوی ہے۔

(علوم الحدیث ص: 33، 34)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد رحمہ اللہ سے یہ روایت ہے کہ جس حدیث پر انہوں نے سکوت کیا وہ حسن ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص: 34)
حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: امام ابو داؤد رحمہ اللہ ضعیفاء کی ایک جماعت سے استدلال کرتے ہیں اور ان پر سکوت کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر

- 1- ابن لہیعہ
- 2- صالح مولی التوامہ
- 3- عبد اللہ بن محمد بن عقیل
- 4- موسیٰ بن وردان
- 5- سلمہ بن الفضل
- 6- ودعیم بن صلاح وغیرہم۔

اس لئے جن احادیث پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے ان میں امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی تقلید کر کے ان سے استدلال نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ اس حدیث کا کوئی متابع ہے جس سے اس کی تقویت ہو جائے یا وہ حدیث غریب ہے اور اس میں توقف کیا جائے خصوصاً اس وقت جب اس حدیث میں کسی زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی گئی ہو کیونکہ اس صورت میں وہ از قبیل منکر ہو جائے گا کیونکہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے ان سے بھی زیادہ ضعیف راویوں سے حدیث روایت کی ہے۔

مثال کے طور پر

3- عثمان بن واقد عمری

2- صدقہ دیقی

1- حارث بن وجیہ

6- سلیمان بن ارقم

5- ابو جناب کلبی

4- محمد بن عبدالرحمان ہلمانی

7- اسحاق بن عبداللہ بن ابی فرودہ

اور ان کی مثل متروک راوی ہیں۔

اسی طرح جن پر امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے سکوت کیا ہے ان میں اسانید منقطعہ ہیں اور مدلسین کے عنعنہ کے ساتھ روایات ہیں۔

اور بہت سے راویوں کے نام مبہم ہیں اس لئے ایسی احادیث کو اس وجہ سے حسن قرار دینا کہ ان پر امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے سکوت کیا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ کبھی اس وجہ سے سکوت کرتے ہیں کہ وہ پہلے کسی بابت میں اس راوی پر کلام کر چکے ہوتے ہیں اور کبھی وہ اس کے ضعف کا ذکر کرنا بھول جاتے ہیں اور کبھی اس وجہ سے کہ اس راوی کا ضعف بہت شدید اور واضح ہوتا ہے اور اس کی روایت کو ترک کرنے پر آئمہ کا اتفاق ہوتا ہے۔

جیسا کہ

ابو الحویرث

یحییٰ بن العلاء وغیرہما

اور کبھی سکوت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ

سنن ابو داؤد کے علاوہ کسی اور کتاب میں امام ابو داؤد اس راوی کا ضعف بیان کر چکے ہوتے ہیں۔

جیسا کہ

محمد بن ثابت العبیدی

سنن ابو داؤد میں انہوں نے اس پر سکوت کیا ہے اور کتاب التفرید میں امام احمد سے نقل کیا ہے یہ منکر حدیث ہے۔

اس لئے صحیح یہ ہے کہ

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے فقط سکوت پر اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام ابو داؤد احادیث ضعیفہ سے بھی

استدلال کرتے ہیں اور ان کو رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ

سنن ابو داؤد میں ایسی احادیث ہیں جن کا ضعف ظاہر ہے اور اس کو امام ابو داؤد نے بیان نہیں فرمایا حالانکہ ان کا ضعف

متفق علیہ ہے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ

جن احادیث کا ضعف امام ابو داؤد نے بیان نہیں کیا اور کسی معتمد نے اس کا صحیح یا حسن ہونا بیان نہیں کیا تو وہ حسن ہے اور اگر کسی معتمد نے اس کے ضعف کی تصریح کی ہے یا کسی عالم نے دیکھا کہ اس کی سند میں کوئی ضعف کا مقتضی ہے اور اس کی تلافی کرنے والا کوئی نہیں ہے تو اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جائے گا اور امام ابو داؤد کے سکوت کی جانب التفات نہیں کیا جائے گا۔ علامہ نووی نے جو کچھ لکھا ہے تحقیق یہی ہے ہر چند کہ شرح المہذب میں انہوں نے مجرد امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے سکوت سے بھی کسی حدیث کے حسن ہونے پر استدلال کیا ہے لیکن اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ (الکتب علی کتاب ابن الصلاح ج: 1، ص: 438 و 445) اور مزید راقم ہیں کہ

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ

جس حدیث میں شدید ضعف ہو اس کا میں بیان کر دیتا ہوں۔

اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ

جس میں ضعف غیر شدید ہو اس کو وہ بیان نہیں کرتے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جن احادیث پر امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے سکوت کیا ہے وہ تمام کی تمام حدیثیں اصطلاحاً حسن نہیں ہیں بلکہ ان کی کئی اقسام ہیں۔

1- وہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ہیں۔ یا صحت کی شرط پر ہیں۔

2- وہ حسن لذاتہ ہیں۔

3- اگر ان احادیث کی دیگر اسانید سے تقویت ہو جائے تو وہ حسن کے قبیل سے ہیں مؤخر الذکر دو قسمیں ان کی کتاب میں بہ کثرت ہیں۔

4- وہ حدیثیں ضعیف ہیں لیکن وہ ایسے راویوں کی حدیثیں ہیں جن کے ترک پر اجماع نہیں ہے اور یہ تمام اقسام احتجاج اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہیں جیسا کہ حافظ ابن مندہ نے امام ابو داؤد سے نقل کیا ہے کہ امام ابو داؤد حدیث ضعیف کو اس وقت روایت کرتے ہیں جب اس باب میں اس کے سوا اور کوئی روایت نہ ہو۔ کیونکہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف لوگوں (مجتہدین) کی رائے سے زیادہ قوی ہے۔ (الکتب علی کتاب ابن الصلاح ج: 1، ص: 435 و 436)

حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی 806ھ لکھتے ہیں: امام ابو عبد اللہ محمد بن عمر نے حافظ ابن الصلاح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس حدیث کے متعلق امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے صحت کی تصریح کی ہے نہ ضعف کی اس کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً حسن قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

کیونکہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ احتجاج اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور لائق استدلال صحیح بھی ہو سکتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اگر امام داؤد رحمہ اللہ صحیح اور ضعیف کے درمیان حسن کے مرتبہ کے قائل تھے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس کو حسن قرار دیا جائے اور اگر وہ متقدمین کی طرح حدیث کی صرف دو قسمیں صحیح اور ضعیف قرار دیتے تھے تو پھر بھی اس کو صحیح کہنے کی بجائے لائق استدلال کہنے میں احتیاط ہے۔

حافظ ابوالفتح یحمری نے یہ اعتراض کیا ہے کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے حسن کی تعریف بالکل نہیں کی بلکہ ان کا قول امام مسلم رحمہ اللہ کے قول کی طرح ہے۔ اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے احادیث صحیحہ اور ان کے مشابہ اور مقارب دونوں کا ذکر کیا ہے۔ اور امام مسلم نے کہا ہے کہ

احادیث صحیحہ صرف وہی نہیں ہیں جو مالک اور شعبہ کے پاس ہے اس لئے ان سے کم درجہ کے لوگوں کی حدیث کی بھی ضرورت ہے۔

مثال کے طور پر

لیث بن ابی سلیم عطاء بن السائب اور زید بن ابی زیاد

کیونکہ یہ بھی عادل اور صادق ہیں اگرچہ حفظ اور اتقان میں ان کا درجہ کم ہے اور ان دونوں کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح کی شرط لگائی ہے اسی لئے وہ طبقہ ثالثہ کی حدیثوں سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ابو داؤد نے صحیح کی شرط نہیں لگائی اس لئے جس راوی میں شدید ضعف ہو وہ اس کی روایت بھی لے لیتے ہیں اور اس کے ضعف کا بیان کر دیتے ہیں۔

اور امام داؤد رحمہ اللہ نے جو کہا ہے کہ بعض حدیثیں بعض سے زیادہ صحیح ہیں۔

اس کا تقاضہ یہ ہے کہ

انہوں نے احادیث صحیحہ روایت کی ہیں اگرچہ وہ صحت میں مختلف درجات کی ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

امام مسلم رحمہ اللہ اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ میں فرق یہ ہے کہ

امام مسلم رحمہ اللہ نے حدیث صحیح کی شرط لگائی ہے بلکہ اس صحیح کی صحت پر محدثین کا اجماع ہو اس لئے امام مسلم رحمہ اللہ کی حدیث کو حسن نہیں کہا جاسکتا کیونکہ حسن وہ ہوتی ہے جو صحیح سے کم درجہ کی ہو۔

اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ

جس حدیث میں میں نے سکوت کیا ہے وہ صالح احتجاج ہے اور صالح صحیح بھی ہو سکتی ہے اور حسن بھی ہو سکتی ہے۔

(التقیید والایضاح ص: 53، 54)

حدیث مبارکہ کی اقسام

حدیث مبارکہ کی کئی اقسام ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مرسل

حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: جس حدیث کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد راوی کو حذف کر دیا جائے وہ مرسل ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ

تابعی کہے عام ازیں کہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ کام کیا یا آپ ﷺ کے سامنے یہ کام کیا گیا۔ (شرح نخبة الفکر 50، 51 مطبوعہ جمہوریت کراچی)

حدیث صحیح کی تعریف

ملا علی بن سلطان محمد قاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے راوی عادل اور تام الضبط ہوں وہ حدیث غیر شاذ اور غیر معطل ہو۔

(شرح نخبة الفکر ص: 49، 50)

حدیث صحیح لغیرہ

اگر حدیث صحیح لذاتہ کی صفات میں سے ضبط روایت میں کچھ کمی ہو لیکن اس کمی کی تلافی تعدد اسانید سے ہو جائے تو پھر اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

حدیث حسن لذاتہ

حافظ ابو عمرو عثمانی بن عبدالرحمان شہر زوری متوفی 643ھ لکھتے ہیں: جس حدیث کی سند میں راوی مستور ہوں ان کی اہلیت مستحق نہ ہو البتہ وہ اپنی روایت میں مغفل اور کثیر الخطاء نہ ہو۔ یعنی حدیث میں اس کا عمدہ جھوٹ بولنا ظاہر نہ ہو اور نہ کسی وجہ سے اس میں فسق ہو اس کے باوجود اس حدیث کا متن معروف ہو یا اس طور کہ وہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ یا اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ کے ساتھ کسی اور سند یا اسانید کے ساتھ بھی مروی ہو حتیٰ کہ اس حدیث کی اس کے متابع یا اس کے شاہد کے ساتھ اس کی تقویت ہو حتیٰ کہ وہ حدیث شاذ یا منکر ہونے سے خارج ہو جائے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: علامہ خطاب نے کہا ہے کہ

حدیث حسن وہ ہے جس کا مخرج معروف ہو اور جس کی سند مشہور ہو۔ (تقریب النواوی مع التدریب ج: 1 ص: 153)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: علامہ طیبی نے کہا کہ

جس راوی کا درجہ ثقہ کے قریب ہو اس کی متصل حدیث ہو یا ثقہ راوی کی مرسل حدیث ہو اور یہ دونوں متعدد اسانید سے

مروی ہوں اور غیر شاذ اور غیر معلل ہوں تو یہ حدیث حسن ہے اور یہ جامع اور منضبط تعریف ہے۔ (تدریب الراوی ج: 1 ص: 159)

حدیث حسن لغیرہ

حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: حدیث حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جس کا حسن تقویت کی

وجہ سے ہو مثلاً مستور الحال کی حدیث جب اس کی متعدد اسانید ہوں۔ (شرح نخبة الفکر ص: 34)

خبر واحد

جس حدیث میں خبر متواتر کی کوئی ایک شرط نہ ہو۔

وہ خبر واحد ہے۔

حدیث مشہور

حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حدیث مشہور ایک رائے کے مطابق حدیث مستفیض ہے۔

اور بعض آئمہ نے فرق کیا ہے کہ

مستفیض وہ حدیث ہے جس کی ابتداء اور انتہاء میں کثرت طرق برابر ہوں اور حدیث مشہور اس سے عام ہے۔

(شرح نخبة الفکر ص: 13)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: مشہور وہ حدیث ہے جو دو سے زائد سندوں سے مروی ہو اور حد متواتر

سے کم ہو۔ (تدریب الراوی ج: 2 ص: 173)

حدیث عزیز

حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حدیث عزیز وہ ہے جس میں سند کے کسی طبقہ میں دو سے کم راوی نہ ہوں۔ (شرح نخبة الفکر ص: 14)

حدیث غریب

حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: غریب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں کسی جگہ

بھی راوی اس روایت میں متفرد ہو۔ (شرح نخبة الفکر ص: 16)

خبر متواتر

کسی چیز کو اس قدر زیادہ لوگ بیان کرنے والے ہوں کہ عقل کے نزدیک ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔
حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

عدد کثیر کو کسی خاص عدد میں منضبط کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ اتنے لوگوں کا عدد ہونا چاہئے جن کا عادیہ کذب پر متفق ہونا محال ہو۔ (شرح نخبہ الفکر: ص: 8)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

علامہ اصطخری نے کہا ہے کہ

مختار یہ ہے کہ

کم از کم دس افراد ہوں کیونکہ یہ جمع کثرت ہے۔

بعض نے کہا: چالیس ہوں۔

بعض نے کہا: ستر ہوں۔

بعض نے کہا: تین سو تیرہ ہوں۔ (تدریب الراوی: ج: 2، ص: 177)

حدیث معضل

جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی متواتر ساقط ہوں۔

حافظ ابن الصلاح متوفی 643ھ لکھتے ہیں:

اس کی مثال یہ ہے کہ

تبع تابعی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا اس سے بھی نچلے درجے کا تابعی یہ کہے کہ از رسول اللہ ﷺ یا از

حضرت ابو بکر یا از عمر (رضی اللہ عنہما) (علوم الحدیث ص: 54)

حدیث مرسل خفی

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

جو حدیث راوی کے ایسے معاصر سے صادر ہوئی ہو جس نے اس شخص سے ملاقات نہ کی ہو جس نے اس کو وہ حدیث بیان

کی ہو بلکہ اس معاصر اور حدیث بیان کرنے والے کے درمیان واسطہ ہو۔ (شرح نخبہ الفکر: ص: 54)

حدیث مدلس

سند میں کسی عیب کو چھپانا اور اس کے ظاہر کی تحسین کرنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

مدلس اور مرسل خفی کے درمیان ایک باریک فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ تدلیس اس کو کہتے ہیں کہ راوی اس شیخ سے حدیث کو روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف ہو اور اگر وہ اپنے کسی ایسے معاصر سے حدیث روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف نہ ہو تو وہ مرسل خفی ہے۔ (شرح منہج الفکر: ص: 54)

حدیث منقطع

علامہ یحییٰ بن شرف نوادی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

منقطع وہ حدیث ہے جس میں کسی وجہ سے بھی عدم اتصال ہو اور اس کا اکثر اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجہ کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے مثلاً امام مالک کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہو۔ (تقریب النوادی مع التدریب: ج: 1، ص: 208)

حدیث معنعن

وہ حدیث جس میں راوی عن فلاں عن فلاں کہے۔

حدیث منکر

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

جو روایت میں سنگین غلطی کرتا ہو یا بہت غفلت کرتا ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو اس کی حدیث منکر ہے۔ (شرح منہج الفکر: ص: 56)

حدیث متروک

ملا علی بن علی بن سلطان محمد القادری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

یہ وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس پر کذب کی تہمت ہو۔ (موضوعات کبیر: ص: 12)

حدیث معلل

حافظ ابن حجر عسقلانی 852ھ لکھتے ہیں:

اگر قرائن سے راوی کے اس وہم پر اطلاع ہو جائے کہ وہ مرسل یا منقطع کو موصول قرار دیتا ہے یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیتا ہے یا اور اسی قسم کے اوہام جو حدیث میں طعن کا موجب ہیں اور اس کی معرفت تب ہوتی ہے جب اس حدیث کی تمام سندوں پر عبور حاصل کر لیا جائے تو یہ حدیث معلل ہے۔ (شرح منہج الفکر: ص: 61)

حدیث مقلوب

وہ حدیث جس کی سند یا متن میں کسی لفظ کو بدل دیا جائے یا مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا جائے۔

حدیث مصحف

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

جس حدیث میں ثقہ راویوں کی مخالفت کسی حرف یا حروف کے تغیر سے کی گئی اور لکھنے کی صورت باقی ہوا اگر صرف نقطوں میں مخالفت کی ہو تو اس کو مصحف کہتے ہیں اگر شکل میں مخالفت ہو تو اس کو محرف کہتے ہیں۔ (شرح نخبہ الفکر: ص: 67)

حدیث متصل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

جس حدیث کی سند متصل ہو خواہ وہ مرفوع ہو یا کسی پر بھی موقوف ہو اس کو موصول بھی کہتے ہیں۔

(تقریب النوادی مع التدریب: ج: 1، ص: 183)

صحابی کون؟

حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

صحابی وہ شخص ہے جس نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لایا ہو اور وہ اسلام پر فوت ہوا ہو خواہ درمیان میں مرتد ہو گیا ہو یہی زیادہ صحیح ہے۔

ملاقات سے عام مراد ہے اگرچہ وہ آدمی آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہو آپ ﷺ کے ساتھ چلا ہو یا آپ ﷺ تک پہنچا ہو اگرچہ آپ ﷺ کے ساتھ کلام نہ کیا ہو اور اس میں آپ ﷺ کو دیکھنا بھی داخل ہے اگرچہ قصداً آپ ﷺ کو دیکھا ہو یا ممحاً دیکھا ہو۔

بعض لوگوں نے صحابی کی تعریف میں کہا۔

جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو۔

مگر اس تعریف پر یہ اعتراض ہے کہ

اس تعریف سے نابینا صحابہ صحابیت سے خارج ہو جائیں گے حالانکہ وہ بلا تردید صحابہ کرام ہیں اس لیے تعریف میں ملاقات کا لفظ اولیٰ ہے۔ اس تعریف میں ایمان کی قید سے وہ لوگ نکل گئے جنہوں نے حالت کفر میں آپ ﷺ سے ملاقات کی اور چونکہ آپ ﷺ پر ایمان لانے کی قید لگائی ہے اس لیے وہ لوگ نکل گئے جو صرف انبیاء سابقین پر ایمان لائے تھے مگر جن لوگوں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی اس حال میں کہ ان کا ایمان تھا کہ آپ ﷺ کی بعثت ہوگی مگر انہوں نے بعثت کا زمانہ نہیں پایا آیا وہ صحابی ہیں یا نہیں یہ بحث غور طلب ہے۔

اس تعریف میں یہ قید ہے کہ

ان کی موت اسلام پر ہوئی ہو اس لیے وہ لوگ صحابی کی تعریف سے نکل گئے جنہوں نے ایمان کی حالت میں آپ ﷺ

سے ملاقات کی اور بعد میں (نعوذ باللہ) مرتد ہو کر مرے۔ مثلاً عبید اللہ بن جحش اور ابن حطل۔

اور تعریف میں یہ بھی قید ہے کہ

اگرچہ درمیانی عرصہ میں وہ مرتد ہو چکے ہوں یعنی پہلے ایمان کی حالت میں آپ ﷺ سے ملاقات کی پھر مرتد ہو گئے پھر دوبارہ اسلام لائے اور اسلام پر خاتمہ ہوا تو وہ بھی صحابی ہیں۔ اگرچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں اسلام قبول کیا ہو یا آپ ﷺ کی وفات کے بعد اور خواہ انہوں نے دوبارہ آپ ﷺ سے ملاقات کی ہو یا نہ کی ہو اور تعریف میں آخری قیدی ہے کہ یہی زیادہ صحیح ہے۔

اس میں اشارہ ہے کہ

اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور رائج یہی ہے۔

اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ

اشعث بن قیس مرتد ہو گئے تھے پھر ان کو قید کر کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا انہوں نے پھر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کا اسلام قبول کر لیا اور اپنی بہن سے ان کا نکاح کر دیا اور ان کا شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اسی طرح ان کی روایات کو مسانید میں ذکر کرنے میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(شرح منہج الفکر: ص: 83 تا 84)

فقہیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

سب سے زیادہ فتاویٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہیں۔

مسروق سے روایت ہے کہ

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علم چھ افراد پر منتہی ہوتا ہے۔

2- حضرت علی رضی اللہ عنہ

1- حضرت عمر رضی اللہ عنہ

4- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

3- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

6- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

5- حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ

پھر ان چھ بزرگوں کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر ختم ہوتا ہے۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے عبادلہ ہیں وہ

2- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

1- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

4- حضرت ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

3- حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان میں سے نہیں ہیں۔

اور ایک سو بیس (120) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام عبد اللہ ہے۔ (تقریب النوادی مع اندریب: ج: 2، ص: 218 تا 220)

احادیث مبارکہ کو روایت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد

حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی 643ھ لکھتے ہیں:

امام ابو زرعة سے پوچھا گیا۔

نبی کریم ﷺ سے روایت کرنے والے کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

انہوں نے فرمایا: ان کو کون ضبط کر سکتا ہے؟ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں چالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور غزوہ تبوک میں آپ ﷺ کے ساتھ ستر ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

امام ابو زرعة سے کہا گیا۔

کیا نہیں کہا جاتا کہ

نبی کریم ﷺ کی کل چار ہزار احادیث ہیں۔

انہوں نے کہا: یہ کس کا قول ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا کون شمار کر سکتا ہے؟

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جن سے حدیثیں روایت کی جاتی تھیں اور ان سے سنی جاتی تھیں۔

ان سے پوچھا گیا۔

اے ابو زرعة! یہ لوگ کہاں تھے۔

اور انہوں نے کہا: سماع کیا۔

انہوں نے فرمایا: یہ لوگ اہل مکہ اور اہل مدینہ تھے اور ان کے درمیان رہنے والے تھے اور اعرابی تھے اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں تھے سب نے آپ ﷺ کو میدان عرفات میں دیکھا اور آپ ﷺ سے سماع کیا۔

(علوم الحدیث: ص: 267، 268)

تابعی

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: جس نے صحابی سے ملاقات کی وہ تابعی ہے۔

حاکم نے کہا: ان کے پندرہ طبقات ہیں:

پہلا طبقہ وہ ہے جس نے عشرہ مبشرہ کو پایا۔ ان میں قیس بن ابی حازم اور ابن المسیب وغیرہ ہیں اور اس پہلے طبقہ کے قریب

وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی حیات میں اولاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پیدا ہوئے۔ (تقریب النواوی مع التدریب: ج 2، ص: 234 تا 235)

اکابر اور فقہاء تابعین

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: اکابر تابعین میں اہل مدینہ میں سے سات فقہاء ہیں۔

1- حضرت سعید بن المسیب

2- حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق

3- حضرت عروہ بن زبیر

4- حضرت خارجہ بن زید بن ثابت

5- حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف

6- عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود

7- سلیمان بن یسار الہلالی ابویوب رضی اللہ عنہ

ابن المبارک نے ابوسلمہ کی جگہ سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ابوالزناد نے ان کی جگہ ابوبکر بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا شمار کیا ہے۔

امام ابن المدینی نے بارہ فقہاء تابعین کا ذکر کیا ہے۔

1- حضرت ابن المسیب

2- حضرت ابوسلمہ

3- حضرت قاسم

4- حضرت خارجہ

5- اس کا بھائی حضرت اسماعیل

6- حضرت حمزہ

7- حضرت عبید اللہ

8- حضرت زید

9- حضرت سالم

10- حضرت بلال

آخری ذکر کردہ پانچوں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں۔

11- حضرت ربان بن عثمان

12- حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ

امام احمد نے کہا: افضل التابعین سعید بن مسیب ہیں۔

ان سے عرض کیا گیا۔

اور علقمہ اور اسود رضی اللہ عنہما

تو انہوں نے فرمایا: وہ بھی ہیں۔

ان سے ایک روایت یہ ہے کہ

ابو عثمان نہدی اور قیس بن ابی حازم سے افضل کوئی نہیں ہے اور علقمہ اور مسروق رضی اللہ عنہما بھی بلند درجہ تابعی ہیں۔

ابو عبد اللہ بن خفیف نے کہا: اہل مدینہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو افضل التابعین کہتے ہیں۔

اہل کوفہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو

اہل بصرہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو افضل التابعین کہتے ہیں۔

امام احمد نے فرمایا کہ

حضرت عطا مکہ مکرمہ کے مفتی تھے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ بصرہ کے مفتی تھے۔

بلقینی نے کہا: تابعین میں سے سب سے پہلے حضرت ابو زید معمر بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی یہ 30ھ میں خراسان یا

آذربائیجان میں شہید کر دیئے گئے تھے اور سب سے آخر میں خلف بن خلیفہ کی وفات ہوئی یہ 180ھ میں فوت ہوئے۔

(تدریب الراوی: ج: 2، ص: 240-243)

حافظ اور محدث

شیخ فتح الدین نے فرمایا ہے کہ

ہمارے نزدیک محدث وہ شخص ہے جو علم الحدیث میں رولیت و درایت کا ماہر ہو اور بہ کثرت راویوں اور مرویات پر مطلع ہو۔

حافظ الحدیث کو کس قدر احادیث یاد ہونی چاہئیں اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے۔

اور امام ابو زرہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

امام احمد رحمہ اللہ کو دس لاکھ احادیث حفظ تھیں۔

اور یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے دس لاکھ احادیث مبارکہ اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ تھیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے اپنی مسند صحیح کو ان تین لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے جو میں نے خود سنی تھیں۔

امام حاکم نے مدخل میں لکھا ہے کہ

کسی ایک حافظ حدیث کو پانچ لاکھ احادیث مبارکہ حفظ ہوتی تھیں۔

اور امام احمد فرماتے تھے کہ

سات لاکھ احادیث مبارکہ صحیح ہیں اور حضرت ابو زرہ رحمہ اللہ کو سات لاکھ احادیث مبارکہ حفظ تھیں ان میں آثار صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم اور اقوال تابعین بھی شامل ہیں۔ (تدریب الراوی: ج: 1، ص: 54)

احادیث مبارکہ کی تعداد

حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: امام ابو جعفر محمد بن حسین بغدادی نے کتاب التمیز میں لکھا ہے کہ

ثوری، شعبہ، یحییٰ بن سعید القطان، ابن مہدی اور امام احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ بغیر تکرار کے احادیث صحیحہ جو نبی کریم ﷺ سے مسند روایت ہیں ان کی مکمل تعداد چار ہزار چار سو (4400) ہے یہ وہ احادیث مبارکہ ہیں جو بالخصوص احکام سے متعلق ہیں۔

امام ابن اسحاق راہویہ سے روایت ہے کہ ان کی کل تعداد سات ہزار سے زیادہ ہے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: میں نے ابن مہدی سے سنا کہ حلال اور حرام سے متعلق آٹھ سو احادیث مبارکہ ہیں۔ امام ابن اسحاق بن راہویہ نے بھی یحییٰ بن سعید سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ

صحیحین میں احکام سے متعلق تقریباً دو ہزار احادیث مبارکہ ہیں۔

امام ابو داؤد نے امام ابن المبارک سے نقل کیا ہے کہ

حلال اور حرام کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے کل اقوال صریحہ کی تعداد نو سو ہے۔ ان مختلف اقوال کی توجیہ یہ ہے کہ ہر ایک نے احادیث مبارکہ کا شمار کیا ہے جو اس تک پہنچی ہیں اس وجہ سے ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔

(الکتب علی کتاب ابن الصلاح: ج: 1، ص: 300)

امام حاکم ابو عبد اللہ بن عبد اللہ نیشاپوری متوفی 405ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے کہا کہ

احادیث صحیحہ کی تعداد سات لاکھ ہے۔

امام اسحاق بن راہویہ اپنے حافظہ سے ستر ہزار احادیث مبارکہ لکھوا دیتے تھے۔ حافظ ابو کریب نے کوفہ میں تین لاکھ

احادیث مبارکہ بیان کیں۔

محدث ابوبکر بن ابی دارم کہتے ہیں کہ

میں نے اپنی انگلیوں سے شمار کر کے ابو جعفر حضرمی سے ایک لاکھ احادیث مبارکہ لکھی ہیں۔

محمد بن مسیب کا بیان ہے کہ

جب میں سفر کر رہا تھا تو میرے پاس ایک ہزار جزو تھے اور ہر جزو میں ایک ہزار حدیثیں تھیں۔

(المدخل فی اصول الحدیث: ص: 11)

اخبرنا، حدثنا سے مراد

حافظ ابو بکر احمد بن علی المعروف متوفی 463ھ لکھتے ہیں: محدثین کے نزدیک سے یہ مراد ہے کہ شاگرد استاد کے الفاظ سے خواہ استاد کسی کتاب سے یہ الفاظ پڑھ کر سنارہا ہو یا اپنے حافظہ سے خواہ وہ اپنے شاگرد کو لکھوائے یا نہیں۔ حدیث کا راوی جب حدثنا، اخبرنا، انبانا ذکر لایا قال لانا کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے استاد نے مجھے یہ حدیث مبارکہ سنائی۔ امام احمد نے فرمایا: حدثنا اور اخبرنا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ بعض متاخرین نے یہ کہا۔

جب استاد خود بیان کرے تو شاگرد حدثنا کہے اور جب شاگرد نے خود حدیث پڑھی ہو تو قرأت کہے اور جب شاگرد کے کسی اور ساتھی نے استاد کو حدیث پڑھ کر سنائی ہو تو قرئی علیہ وانا اسمع کہے اور یہ بھی اصطلاح ہے کہ جب اکیلا استاذ کو پڑھ کر سنائے تو اخبرنی کہے اور کسی ساتھی نے پڑھ کر سنائی ہو تو اخبرنا کہے۔ (الکفایہ فی علم الراویہ: ص: 296)



کتاب الطہارۃ

سب سے اہم اور افضل عمل نماز ہے اور نماز کی شرط طہارت ہے نماز کے لئے طہارت ایسی ضروری چیز ہے کہ اس کے علاوہ نماز ہوتی ہی نہیں۔ اسی لئے امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے سب سے پہلے طہارت کا باب شروع فرمایا۔ سو سب سے پہلے میں طہارت کا لغوی اور اصطلاحی معنی عرض کرتا ہوں۔

طہارت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

طہارۃ اصل میں مصدر ہے اور یہ باب نصر اور کرم سے ہے۔

اس کے لغوی معنی ہیں: النظافة والتنزه عن الاقذار والادناس۔

یعنی گندگی اور میل کچیل سے پاک و صاف ہونا۔

سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں: طہر اور طہارت کا معنی ہے: نجاست کی ضد (یعنی پاک ہونا)

عورت کے ایام طہر کو اطہار کہا جاتا ہے اور طہر حیض کی نفیض ہے۔

طاہر کا حقیقی معنی ہے: جو آدمی نجاست سے پراگندہ نہ ہو۔

اور طاہر کا مجازی استعمال اسی آدمی کے لئے ہوتا ہے جو عیبوں سے بری الذمہ ہو۔

(تاج العروس: ج: 3، ص: 362 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات کریمہ

طہارت کے متعلق قرآن مجید کی کثیر آیات کریمہ ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝ (البقرہ: 222)

بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور بہت پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: اَنْ طَهَّرَا بَنِيَّ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ (البقرہ: 125)

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے تم دونوں پاک رکھو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (بقرہ: 25)

اور ان کے لئے ان باغات میں پاکیزہ ازواج ہوں گی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ازواج نجاست سے پاک ہوں گی۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وہ بول اور براز اور منی سے پاک ہوں گی۔

اور دوسری روایت حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ

حیض سے بول اور براز سے، ناک کی ریزش سے، تھوک سے، منی سے اور بچہ جننے سے پاک ہوں گی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

گناہ سے پاک ہوں گی۔ (جامع البیان: ج: 1، ص: 137)

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام احمد اور امام ترمذی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ادنیٰ درجہ کا جنتی آدمی وہ ہوگا جس کے اسی ہزار خادم اور بہتر (پاکیزہ) بیویاں ہوں گی۔

(درمنثور: ج: 1، ص: 39 مطبوعہ مکتبہ آیۃ العظمیٰ ایران)

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی 807ھ لکھتے ہیں:

امام طبرانی اور امام بزار نے حضرت سعید بن عامر بن حذیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اگر اہل جنت کی بیویوں میں سے کوئی عورت جھانکے تو ساری روئے زمین مشک کی خوشبو سے بھر جائے اور چاند کی روشنی

ماند پڑ جائے۔ (مجمع الزوائد: ج: 10، ص: 417 مطبوعہ دارالکتب العربی)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 360ھ روایت فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قرآن مجید میں ہے:

خود عین

آپ ﷺ اس کی تفسیر بیان فرمادیتے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ گورے رنگ کی بڑی بڑی آنکھوں والی ہوں گی اور ان کی اتنی گھنی پلکیں ہوں گی جس طرح

کہ گدھ کے پر ہوتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! قرآن مجید کی آیت ہے:

كانهن الياقوت والمرجان .

آپ ﷺ اس کی تفسیر بیان فرمادیجئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جیسے صدف میں موتی صاف اور شفاف ہوتا ہے جس کو کسی نے چھوانہ ہو وہ اس طرح صاف اور بن چھوٹی ہوں گی۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! لیکن خیرات حسان کی تفسیر فرمادیجئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی صورت حسین اور سیرت جمیل ہوگی۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ”کانهن بیض مکنون“ کی تفسیر بیان فرمادیجئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی کھال اس طرح باریک ہوگی جس طرح انڈے کے چھلکے کے اندر لپٹی ہوئی کھال باریک ہوتی ہے۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ”عربا اتراجا“ کی تفسیر بیان فرمادیجئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورتیں دنیا میں بوڑھی ہو کر فوت ہوں گی، ان کے بال سفید ہو چکے ہوں گے اور وہ کمزور ہو چکی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو بڑھاپے کے بعد دو شیرہ بنا کر اٹھائے گا اور وہ اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی ہوں گی اور سب ایک عمر کی ہوں گی۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آیا دنیا کی عورتیں افضل ہوں گی یا خورعین افضل ہوں گی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا کی عورتیں، خورعین سے اس طرح افضل ہوں گی جس طرح ظاہر، باطن سے افضل ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اس کی وجہ کیا ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کی فضیلت کا سبب ان کے روزے اور ان کی نمازیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے چہروں میں نور پیدا کر دے گا ان کا جسم ریشم کی طرح ہوگا، رنگ گورا ہوگا، کپڑے سبز ہوں گے، سنہرے زیورات ہوں گے، ان کی انگلیں موتی کی ہوں گی اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی۔

وہ کہیں گی: سنو! ہم دائی ہیں، کبھی نہیں حریں گی۔

سنو! ہم ہمیشہ نعت میں کبھی مغموم نہیں ہوں گی، ہم قیام کرنے والیاں ہیں، کبھی سفر نہیں کریں گی۔

ہم خوش ہونے والیاں ہیں کبھی ناراض نہیں ہوں گی اس کو مبارک ہو جس کے لئے ہم ہیں اور وہ ہمارے لئے ہیں۔

میں نے عرض کیا:

ہماری بعض عورتیں دنیا میں دو خاوندوں سے نکاح کرتی ہیں بعض تین سے اور بعض چار سے (یکے بعد دیگرے) تو وہ

عورت جنت میں کس شوہر کے نکاح میں ہوگی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) اس عورت کو اختیار دیا جائے گا اور جس شوہر کا اخلاق دنیا میں سب سے اچھا ہوگا وہ اس کو اختیار کرے گی۔

وہ عرض کرے گی: اے میرے رب عزوجل! میرے اس شوہر کا اخلاق سب سے اچھا تھا میرا اس کے ساتھ نکاح فرما دے۔

اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) دنیا اور آخرت کی خیر اچھے اخلاق کے ساتھ وابستہ ہے۔ (معجم الکبیر: ج: 23، ص: 367، 368) جس عورت نے متعدد نکاح کیے ہوں تو ایک صورت یہ ہے کہ ہر شوہر نے اس کو طلاق دے دی ہو اور جب وہ فوت ہو تو وہ کسی شوہر کے نکاح میں نہ ہو اس صورت میں اس کو جنت میں اختیار دیا جائے گا کہ جس شوہر کے اخلاق سب سے اچھے ہوں وہ اس سے نکاح کرے جس طرح کہ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کی مذکور الصدر حدیث مبارکہ میں ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ

اس نے متعدد نکاح کیے ہوں اور آخری شوہر نے اس کو طلاق نہ دی ہو اور وہ اس کے نکاح میں فوت ہوئی ہو، اس صورت میں وہ جنت میں آخری شوہر کے نکاح میں ہوگی جس طرح کہ حضرت ابوداؤد اور حضرت حذیفہ کی حدیث مبارکہ میں ہے۔

(تھاوی حدیث: ص: 41)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهَرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝ (البقرہ: 222)

”اور ان سے قربت نہ کرو حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں اور جب وہ مکمل پاک ہو جائیں تو ان کے پاس (وہاں) آؤ جہاں سے (آنے کا) اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، تبے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے“

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ہجری لکھتے ہیں کہ

حافظ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

یہود کے ہاں جب کسی عورت کو حیض آجاتا تو وہ اس کو گھر سے نکال دیتے اس کے ساتھ نہ کھاتے نہ پیتے نہ اس کے ساتھ گھروں میں رہتے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان عورتوں کو گھروں میں رکھو اور عمل زوجیت کے علاوہ ان کے ساتھ سب کچھ کرو۔

جب یہود کو یہ خبر پہنچی

تو انہوں نے کہا: یہ شخص ہر بات میں ہماری مخالفت کرتا ہے۔

پھر حضرت اسید بن حفص اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما آپ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ (ﷺ)! یہود اس طرح کہہ رہے ہیں تو کیوں نہ ہم اپنی عورتوں سے جماع بھی کر لیں۔ یہ سن کر رسول اللہ (ﷺ) کا چہرہ متغیر ہو گیا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ ان سے ناراض ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ (ﷺ) کے پاس ہدیہ میں دودھ آیا تو آپ نے وہ دودھ ان دونوں کے لئے بھیجا۔ اس سے دونوں نے یہ جاننا کہ آپ ان سے ناراض نہیں ہوئے۔ (الدراکھور: ج: 1، ص: 258)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **فِيهِ رَجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَّخِذُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ** (التوبہ: 108)
اس میں ایسے مرد ہیں جو خوب پاکیزہ ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ زیادہ پاکیزگی حاصل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت عوف بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ (ﷺ) نے اہل قبا سے ارشاد فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے سنا کہ وہ تمہاری پاکیزگی حاصل کرنے کی تعریف فرماتا ہے تم کس طرح پاکیزگی حاصل کرتے ہو۔

انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہمیں اور کسی چیز کا پتا نہیں لیکن ہم نے دیکھا کہ ہمارے پڑوسی براز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی سریٹوں کو پانی سے دھوتے ہیں۔ پس ہم بھی اسی طرح دھوتے ہیں جس طرح وہ دھوتے ہیں۔

(جامع البیان: جز: 11، ص: 41 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: یہ آیت کریمہ اہل قبا کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے تو ان کے بارے میں اس آیت کریمہ کا نزول ہوا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3100)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **قَالَ يٰ قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ** (ہود: 78)

لوط نے کہا: اے میری قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وہ حضرت لوط علیہ السلام کی اپنی بیٹیاں نہیں تھیں وہ ان کی امت کی بیٹیاں تھیں اور ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 14183)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: ان عورتوں سے نکاح کر لو اور اس سے اللہ تعالیٰ کے نبی کی مراد یہ تھی کہ ان بیٹیوں سے نکاح

کے ذریعہ اپنے مہمانوں کی عزت بچائیں۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 14186)

امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کی قوم کو یہ خبر ملی کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس حسین و جمیل بے ریش لڑکے آئے ہیں ان کو یہ خبر حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے پہنچائی تھی۔

اس نے ان سے کہا: میں نے اس سے پہلے اتنے حسین اور جمیل لڑکے نہیں دیکھے اور وہ لوگ عورتوں کے بجائے مردوں سے اپنی شہوت پوری کرتے تھے اور ان سے پہلے کسی نے یہ خلاف فطرت کام نہیں کیا تھا تو وہ دوڑتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔

اور کہا: کیا ہم نے آپ (علیہ السلام) سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ (علیہ السلام) کے پاس کوئی شخص نہ آئے اگر کوئی آیا تو ہم اس سے بے حیائی کا کام کریں گے۔

تب حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں میں ان بیٹیوں سے نکاح کرنے کو اپنے مہمانوں کا فدیہ دیتا ہوں اور حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو یہ دعوت دی تھی کہ وہ حرام کام کو ترک کر کے حلال نکاح کر لیں۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 14190)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یعنی قوم کی عورتوں سے نکاح کر لو جو ان کی بیٹیاں ہیں اور وہ ان کے نبی ہیں کیونکہ نبی امت کے لیے بمنزلہ باپ ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے: **وَآزَوَاجَهُ أَكْهَنُهُمْ ط (الاحزاب: 6)**

اور نبی کی ازواج امت کی مائیں ہیں۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 14188)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ؕ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ۝ (الاعراف: 82)**

ان کی قوم کا صرف یہی جواب تھا کہ انہوں نے کہا ان کو اپنی بستی سے نکال دو بے شک یہ بڑے پار سالوگ ہیں ۝

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **وَأَنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَأَطْهَرُوا ط (المائدہ: 6)**

اور اگر تم جنبی ہو تو اچھی طرح پاکیزگی حاصل کر لو۔

اس آیت کریمہ کے پچھلے الفاظ اور یہ الفاظ وضو اور تیمم کے متعلق ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256 ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا اس وقت ہم مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو بٹھایا اور اونٹنی سے اتر

گئے۔ آپ ﷺ نے میری گود میں سر رکھا اور سو گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے مجھے زور سے گھونسنے مارے۔ اور فرمایا: تم نے تمام لوگوں کو ہمارے وجہ سے ٹھہرایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل پڑنے سے مجھے موت کی طرح لگ رہا تھا حالانکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی تھی۔ پھر نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے اس وقت صبح ہو چکی تھی سو پانی کو تلاش کیا گیا لیکن پانی نہیں ملا۔

اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ الْآيَةُ

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے آل ابو بکر (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے تم میں برکت رکھی ہے تمہارا وجود ان کے لئے محض برکت ہے۔ (صحیح البخاری: ج: 5، رقم الحدیث: 4608)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ (المائدہ: 6)

اللہ تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتا لیکن وہ تم کو خوب پاک کرنا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَرَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (الہود: 2)

اللہ کے پاس سے ایک عظیم رسول ان پر پاکیزہ صحائف کی تلاوت کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (الواقعة: 79)

اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

کلمی نے کہا: اس قرآن کو صرف مسلمان ہی چھو سکتے ہیں جو شرک اور کفر سے پاک ہیں۔

الربیع بن انس نے کہا: اس قرآن کو صرف نیک مسلمان ہی چھو سکتے ہیں جو گناہوں اور خطاؤں سے پاک ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو صرف وہ مسلمان ہی چھو سکتے ہیں جو نجاست اور ہر قسم کے حدیث سے پاک ہوں یعنی

ان پر غسل واجب ہو نہ وضو واجب ہو۔ (الکت والعیون: ج: 5، ص: 464)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی 606ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: بے وضو کے لئے قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے ان کا استدلال حضرت عمرو بن حزم کی اس

حدیث مبارکہ سے ہے کہ قرآن مجید کو طاہر کے سوا اور کوئی نہ چھوئے اور بے وضو کے قرآن مجید کو چھونے میں قرآن مجید کی اہانت

ہے اس لئے اس کا قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر: ج: 10، ص: 431)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کتاب سے مراد وہ مصحف ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کو صرف اس حال میں چھوؤ جب تم طاہر ہو اور جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل نہیں کر لیا ان کی بہن نے ان کے ہاتھ میں قرآن نہیں دیا۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج: 17، ص: 204 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں مُطَهَّرُونَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدث اصغر (بے وضو ہونا) اور حدث اکبر (جنابت) دونوں سے پاک ہوں اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ طاہر نہ ہوں ان کو قرآن مجید کو نہیں چھونا چاہئے۔ (روح المعانی: ج: 27، ص: 235)

امام مالک بن انس رحمہ اللہ متوفی 179ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت ہے کہ جس مکتوب کو رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کے لئے لکھا تھا اس میں یہ بھی مرقوم تھا کہ طاہر کے سوا کوئی قرآن مجید کو نہ چھوئے۔ (موطا امام مالک: ج: 1، ص: 191، رقم الحدیث: 478)

امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ

ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے وہ رفع حاجت کے لئے گئے پس جب وہ قضاء حاجت کے بعد واپس آئے۔ تو ہم نے ان سے کہا: اے ابو عبداللہ! آپ وضو فرمائیں! ہم آپ سے قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق سوال کریں گے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھ سے سوال کرو کیونکہ میں قرآن مجید کو چھوؤں گا نہیں بے شک قرآن مجید کو طہارت کے بغیر کوئی شخص نہیں چھو سکتا۔ پھر ہم نے ان سے استدلال کیا اور انہوں نے وضو کیے بغیر ہمارے سامنے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 1، ص: 98، رقم الحدیث: 1100)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی 211ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا: کوئی شخص بغیر وضو کے مصحف کو نہ چھوئے۔ (مصنف عبدالرزاق: ج: 1، ص: 264، رقم الحدیث: 1335)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ

شعی، طاؤس اور قاسم بن محمد بغیر وضو کے مصحف کے چھونے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1338)

حضرت معمر نے فرمایا کہ زہری نے فرمایا: جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں ان کو بغیر وضو کے نہ چھوا جائے۔ حضرت معمر نے کہا کہ

حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ

یہ لوگوں کی قدیم عادت ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1338)

حضرت جابر نے فرمایا کہ

شعسی نے فرمایا: جنبی کے لئے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا مکروہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1345)

حضرت معمر سے روایت ہے کہ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مستحب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو با وضو لکھا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1346)

طہارت کے متعلق احادیث مبارکہ

طہارت کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے چند احادیث مبارکہ نقل کرتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں

فرماتا۔ (سنن ابن ماجہ: 24)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا وضو ٹوٹ جائے اس کی نماز اس وقت تک مقبول نہیں ہوگی جب تک کہ وہ وضو

نہ کرے۔ (صحیح بخاری: ج: 1، ص: 25)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو جب تک اپنے ہاتھوں کو تین بار نہ دھو لے وضو کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے کیونکہ تم میں سے کسی شخص کو یہ پتا نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔

(سنن نسائی: ج: 1، ص: 4)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا۔

پھر کہا: اشہد ان لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له واشہد ان محمداً عبده ورسوله، اللہم

اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین۔

اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

(جامع ترمذی: ص: 9)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

میری امت کو قیامت کے دن غر مجل (جس کے منہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا اس کا سبب وضو کے آثار

ہیں سو تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہے اپنی سفیدی کو زیادہ کر لے۔ (صحیح بخاری: ج: 1، ص: 25)

ایک اور روایت میں ہے: امام ابو جعفر طحاوی روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو فرمایا اور تین بار پیروں کو دھویا۔

اور فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 33)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمرو بن عمنہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) وضو کا کیا طریقہ ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم نے وضو کیا اور تین بار اپنے ہاتھوں کو دھویا تو تمہارے پوروں اور ناخنوں سے تمام گناہ

نکل جائیں گے اور جب تم نے کلی کی اور اپنے نتھنوں میں پانی ڈالا اور اپنے چہرہ کو دھویا اور اپنی کلائیوں کو اپنی کہنیوں تک دھویا تو

تم اپنے تمام گناہوں سے پاک صاف ہو جاؤ گے۔ (شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 34)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مسلمان شخص وضو کرتا ہے تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھوں اور پیروں سے گناہ نکل

جاتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو بخشا ہوا بیٹھتا ہے۔ (مصنف: ج: 1، ص: 15)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دے اور نیکیوں کو زیادہ کر دے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا اور زیادہ قدم چل کر مساجد کی طرف جانا۔

(المصنف: ج: 1، ص: 16)

یزید بن بشر نے کہا کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ آپ (ﷺ) وضو کریں اگر آپ (ﷺ) نے وضو نہ کیا اور آپ کو کوئی

مصیبت پہنچ گئی تو صرف اپنے نفس کو ملامت کریں۔ (المصنف: ج: 1، ص: 16)

حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ۔

جب کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر پر رکھ دیئے جاتے ہیں پھر اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح کھجور کی شاخیں جھڑتی ہیں۔ (المعنف: ج: 1، ص: 16)

حضرت ابو عثمان روایت کرتے ہیں کہ

میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے ایک درخت کی خشک شاخ لی اور اس کے پتے جھاڑے۔ پھر بیان فرمایا کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ

جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

(المعنف: ج: 1، ص: 16)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جس شخص نے با وضو ہونے کے باوجود وضو کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ (المعنف: ج: 1، ص: 16)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: طہارت نصف ایمان ہے۔ (المعنف: ج: 1، ص: 14)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن بشر مازنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے ناخن تراشو، ناخنوں کے تراشے دفن کر دو، انگلیوں کے جوڑ صاف کرو، مسوڑھوں

سے طعام کے ذرات صاف کرو، دانت صاف کرو اور میرے پاس گندہ اور بدبودار منہ لے کر نہ آؤ یا پیلے دانتوں کے ساتھ نہ

آؤ۔ (نوادراصول فی معرفۃ احادیث الرسول: ج: 1، ص: 316، 317)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ بیت الخلاء تشریف لے گئے پھر واپس تشریف لائے آپ

ﷺ کے پاس کھانا لایا گیا۔

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ وضو نہیں فرمائیں گے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں؟ میں جب نماز پڑھتا ہوں تو وضو کرتا ہوں۔ (سنن کبریٰ: ج: 1، ص: 42)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان شخص وضو کرتا ہے تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھوں اور پیروں سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو بخشتا ہوا بیٹھتا ہے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 15)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کے پیر میں کچھ خشک جگہ دیکھی جس کو اس نے نہیں دھویا تھا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خشک ایڑیوں کے لئے ہلاکت کا عذاب ہے۔ (شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 34)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر اس نے کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے تو وہ اس دن کی طرح (گناہوں سے پاک) ہو جائے گا جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے زیادہ عمدہ یہ روایت ہے کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے پھر اس نے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدًا عبده و رسولہ۔ پڑھا تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے گا جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (المصنف: ج: 1، ص: 46 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

ایک اور روایت ہے: حضرت عمرو بن غنہ سے روایت ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ! وضو کیا طریقہ ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم نے وضو کیا اور تین بار اپنے ہاتھوں کو دھویا تو تمہارے پوروں اور ناخنوں سے تمام گناہ نکل جائیں گے اور جب تم نے کلی کی اور اپنے نٹھوں میں پانی ڈالا اور اپنے چہرہ کو دھویا اور اپنی کلائیوں کو اپنی کہنیوں تک دھویا اور اپنے پیروں کو نٹھوں تک دھویا تو تم اپنے تمام گناہوں سے دھل جاؤ گے۔ (شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 34)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (شریعت پر) مستقیم رہو تم ہرگز اس کا استیعاب اور احاطہ نہ کر سکو گے اور جان لو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: 24)

طہارت کے مراتب

امام محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں: طہارت کے چار مراتب ہیں۔

پہلا مرتبہ

ظاہری بدن کو ظاہری نجاست اور باطنی نجاست سے پاک کرنا یہ عام مسلمانوں کی طہارت ہے۔

دوسرا مرتبہ

ظاہری اعضاء کو جرائم اور معاصی سے پاک کرنا یہ خاص مسلمانوں کی طہارت ہے۔

تیسرا مرتبہ

دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کرنا۔ یہ صالحین بندوں میں سے خواص مومنین کی طہارت ہے۔

چوتھا مرتبہ

باطن (قلب) کو ماسویٰ اللہ سے پاک کرنا بایں طور پر کہ دل میں غیر اللہ کا خیال نہ آئے یہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین کی

طہارت ہے۔

طہارت کا پہلا مرتبہ نیک مسلمانوں کا ہے اور یہ ولایت کا پہلا درجہ ہے۔

دوسرا مرتبہ مومنین صالحین کا ہے یہ ولایت کا دوسرا درجہ ہے۔

طہارت کا تیسرا مرتبہ شہداء کا درجہ ہے۔

اور طہارت کا چوتھا مرتبہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین کا درجہ ہے۔

اور ہر مرتبہ کی طہارت اس درجہ کا نصف عمل ہے کیونکہ باطن (قلب) کی طہارت سے مقصود یہ ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی عظمت اور کبریائی منکشف ہو جائے اور اس کے قلب کے باطن میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اس وقت تک حلول نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ ماسویٰ اللہ سے گزر نہ جائے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُونَ ۝ (انعام: 91)

آپ فرمادیجئے: اللہ (نے ہی کتاب کو نازل کیا ہے) پھر ان کو ان کی کج بجشی میں کھیلنے کے لئے چھوڑ دیجئے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا غیر دونوں ایک قلب میں جمع نہیں ہوتے۔

اور ارشاد فرمایا: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفَہٗ (احزاب: 4)

اللہ نے ایک شخص کے لئے اس کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے۔

اور دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کرنے کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ جاگزیں کرے اور جب تک وہ اپنے دل کو عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ کا حلول نہیں ہو سکتا تو جب تک انسان اپنے قلب کو عقائد فاسدہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں عقائد صحیحہ کا حصول نہیں ہو سکتا۔

اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: طہارت نصف ایمان ہے اسی طرح جب تک ظاہری اعضاء کو معاصی اور جرائم

سے پاک نہیں کرے گا اس کے اعضاء عبادات سے متصف نہیں ہوں گے اسی لیے ظاہری اعضاء کو معاصی سے پاک کرنا بھی نصف ایمان ہے۔ سو یہ ایمان کے مراتب اور مقامات ہیں اور ہر مرتبہ کے متعدد درجات ہیں اور جب تک انسان نچلے درجہ کو حاصل نہ کر لے اس سے اوپر والے درجہ میں نہیں پہنچ سکتا اور جب تک ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک نہ کر لے دل کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا اور جب تک دل کی پاکیزگی حاصل نہ کر لے باطن (قلب) کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا۔

(احیاء العلوم: ج: 2، ص: 304 تا 306)



کتاب الطہارۃ کو مقدم کرنے کی وجہ؟

کتاب الطہارۃ کو مقدم اس وجہ سے کیا کیونکہ یہ کتاب کتب احادیث میں سنن کی کتاب ہے جس میں احادیث مبارکہ ترتیب فقہ کی ترتیب پر ہوا کرتی ہے۔
دین کے پانچ شعبے ہیں:

1- عقائد 2- اخلاق 3- عبادات 4- معاملات 5- معاشرت

ان میں عبادات، معاملات، معاشرت کے مجموعہ کا نام فقہ ہے اور انہی تین شعبوں کی احادیث مبارکہ سنن کی کتب میں جمع ہوتی ہیں۔

عقائد و اخلاق کی احادیث مبارکہ بالتبع اور قلیل ہوتی ہیں۔ لہذا عبادات، معاملات اور معاشرت میں سے عبادات اہم شعبہ ہے کیونکہ عبادات کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قوی واسطہ ہے اسی وجہ سے عبادات کو مقدم کیا۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الزمر: ۵۸)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو قائم کرنا..... الخ۔

لہذا سب سے پہلے عبادات کو مقدم کیا اور عبادات میں مقدم نماز ہے اور نماز کی ادائیگی کے لئے سب سے زیادہ قوی چیز طہارت ہے اور یہ ہی شرط ہے اور شرط ہمیشہ مشروط سے مقدم ہوا کرتی ہے لہذا سنن میں کتاب الطہارۃ کو مقدم ذکر کیا۔

طہارت کی اقسام

طہارت کی دو اقسام ہیں:

1- صغریٰ 2- کبریٰ

طہارت صغریٰ وضو ہے اور طہارت کبریٰ غسل ہے۔

حضرت مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

طہارت صغریٰ وضو ہے اور کبریٰ غسل۔ جن چیزوں سے صرف وضو لازم ہوتا ہے اس کو حدث اصغر کہتے ہیں اور جن سے غسل فرض ہو ان کو حدث اکبر کہتے ہیں۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 282 مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

قضا حاجت کے وقت خلوت میں جانا

تسخلی کا معنی ہے:

اس سے مراد یہ ہے کہ

لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہونا دو طرح کا ہے۔

2- اتنا دور چلے جانا کہ لوگوں کو دکھائی ہی نہ دے۔

مصنف نے طہارت کی ابتداء سے قبل استنجاء کے باب کو کیوں شروع کیا؟

جواب

وضو اور غسل سے قبل قضاء حاجت سے فارغ ہونا بعض صورتوں میں واجب اور بعض صورتوں میں مستحب ہے لہذا طہارت کی ابتداء استنجاء سے فرمائی تاکہ ترتیب ذکر کی ترتیب خارجی کے موافق ہو۔

1- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرِو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ذَهَبَ الْمَذْهَبَ أَبْعَدَ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو بہت دور تشریف لے جاتے تھے۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 338، السنن الصغیر: ج: 1، ص: ۴۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: ۶۶، المعجم الاوسط: ج: ۶، ص: ۲۴۰)

2- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهْدٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ الْبَرَّازَ انْطَلَقَ حَتَّى لَا يَرَاهُ أَحَدٌ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ قضائے حاجت کا قصد کرتے تو اس قدر دور تشریف لے جاتے کہ کسی کو دکھائی نہ دیتے۔

(شرح السنن للبغوی: ج: 1، ص: 158، سنن ابن ماجہ: ج: 1، ص: ۲۰۱، سنن الکبریٰ ج: ۱، ص: ۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: ۱، ص: ۱۰۷)

تشریح:

ان دونوں احادیث مبارکہ کا مضمون ایک ہی ہے مگر الفاظ میں فرق ہے۔

قضائے حاجت کے لئے دور جانے میں بہت زیادہ حکمتیں ہیں۔

1- بدبو سے آبادی والوں کو اذیت نہیں پہنچے گی۔

2- اگر قریب قضائے حاجت کرے تو ہو سکتا ہے کہ حیاء کی وجہ سے کھل کر نہ کر سکے۔

مگر یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ جہاں پر قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو لوگوں کو نہ دکھائی دیتے اور آپ ﷺ کے بول و براز بھی دکھائی نہ دیتے تھے بلکہ اس جگہ پر خوشبوؤں کے حلے ہوتے تھے۔

جیسا کہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ ﷺ کے بول و براز کو نگل لیتی اور اس جگہ ایک پاکیزہ خوشبو پھیل جاتی۔

اور امام محمد بن سعد کا تب واقدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا:

آپ (ﷺ) بیت الخلاء جاتے ہیں تو ہمیں وہاں آپ (ﷺ) کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے جو چیز نکلتی ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی ہر چند کہ یہ حدیث مبارکہ مشہور نہیں ہے لیکن اہل علم کی ایک جماعت نے ان دو احادیث مبارکہ کی بناء پر یہ فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بول و براز ظاہر ہیں۔

بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ امام ابو نصر بن صباع نے ”شامل“ میں بیان فرمایا ہے۔

ابو بکر بن سابق مالکی نے اپنی کتاب بدیع میں اس مسئلہ کے بارے میں علماء کے دو قول ذکر کیے ہیں۔

آپ ﷺ کے بول و براز کے ظاہر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ سے کوئی ایسی چیز خارج نہیں ہوتی تھی جو غیر پسندیدہ اور غیر خوشبودار ہو کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو غسل دیا میں یہ دیکھنے لگا کہ میت کے جسم سے جو چیز نکلتی ہے (وہ آپ ﷺ کے جسم مقدس سے نکلتی ہے یا نہیں) تو میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

میں نے کہا: آپ ﷺ حیات اور ممات میں پاکیزہ اور خوشبودار ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر آپ ﷺ سے ایسی خوشبو نکل کر پھیلی جس کی مثل ہم نے اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فرمایا تھا جب نبی کریم ﷺ کے ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بوسہ دیا تھا۔

جس عورت نے نبی کریم ﷺ کا پیشاب پی لیا تھا

اس سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا اور ان میں سے کسی کو بھی آپ ﷺ نے منہ دھونے کا حکم نہیں فرمایا اور نہ دوبارہ پینے سے منع فرمایا۔ جس عورت نے نبی کریم ﷺ کا پیشاب پیا تھا۔ یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

امام دارقطنی نے امام مسلم اور امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ

انہوں نے اس حدیث مبارکہ کو اپنی صحیح میں کیوں درج نہیں کیا۔ جبکہ یہ حدیث مبارکہ ان کی شرط کے مطابق ہے۔ (امام مسلم اور امام بخاری نے اپنی شرائط کے مطابق احادیث کا استیعاب نہیں کیا) اس عورت کا نام برکہ ہے اور اس کی نسبت میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ ام ایمن رضی اللہ عنہا ہیں جو نبی کریم ﷺ کی خادمہ تھیں۔

نبی کریم ﷺ کا لکڑی کا ایک پیالہ تھا جس کو آپ ﷺ تخت کے نیچے رکھتے تھے اور رات کو کسی وقت اس میں پیشاب کرتے تھے۔ ایک رات آپ ﷺ نے اس میں پیشاب کیا صبح کو آپ ﷺ نے وہ پیالہ طلب کیا تو اس میں کچھ نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے برکہ سے اس کے ہارے میں استفسار فرمایا۔

تو اس نے عرض کیا: رات کو میں پیاس کی وجہ سے اٹھی اور میں نے اس سے پی لیا۔

میں نہیں جانتی تھی کہ اس میں آپ (ﷺ) کا پیشاب مبارک ہے۔

اس حدیث کو ابن جریج وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے۔

آپ ﷺ کی والدہ محترمہ ﷺ فرماتی ہیں کہ

آپ ﷺ صاف سترے پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کے جسم مقدس کے ساتھ کوئی نجاست نہیں ہوتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کی شرم گاہ کبھی نہیں دیکھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھے نبی کریم ﷺ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ

تیرے سوا مجھے یعنی آپ (ﷺ) کو اور کوئی غسل نہ دے کیونکہ جو شخص بھی میری شرم گاہ کو دیکھے گا وہ اندھا ہو جائے

گاہ۔ (شفاء: ج: 1، ص: 40 تا 42)

ذہب المذہب کی تحقیق

یہ مصدر میسی ہے ذہاباً خاصاً یا اسم ظرف ہے۔ ان دونوں سے مراد بیت الخلاء ہے۔

پہلی حدیث مبارکہ کی سند

میں یہ الفاظ ہیں: حدثنا عبد العزیز یعنی ابن محمد۔

یہ عبد العزیز محمد بن محمد الدراوردی کے ساتھ معروف ہیں۔

دراوردی خراسان میں ایک بستی کا نام ہے۔

یہاں پر عبد اللہ بن مسلمہ نے اپنے شیخ عبد العزیز کا نام بغیر نسب کے بیان فرمایا تھا اور والد گرامی کا نام نہ لیا تھا تو مصنف

علیہ الرحمہ خود یہ واضح فرما رہے ہیں کہ میرے شیخ عبد اللہ بن مسلمہ کی مراد عبد العزیز سے عبد العزیز بن محمد ہے۔

فرمایا: عن ابی سلمۃ

یہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف ہیں۔ ان کا سات فقہاء میں شمار ہے اور انہیں بہت مقام حاصل ہے۔

اور وہ سات فقہاء کرام یہ ہیں۔

1- سعید بن مسیب 2- قاسم بن محمد بن ابی بکر 3- عروۃ بن الزبیر

4- خارجہ بن زید بن ثابت 5- ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف 6- عبید اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ ابن مسعود

7- سلیمان بن یسار

اور بعض نے فرمایا: ابو سلمہ ہی نام ہے۔ بعض دفعہ کنیت بھی اسم کے طور پر آتی ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام عبد اللہ ہے۔

دوسری حدیث کی سند

مسدد بن مسرہد عظیم محدث ہیں اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ اپنی سنن میں ان سے بہت زیادہ روایت فرماتے ہیں۔
ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ

بصرہ میں سب سے پہلے مسند جو حدیث مبارکہ کی ایک خاص نوع کی کتاب ہے انہوں نے ہی لکھی ہے۔

عن ابی الزبیر

ان کا نام محمد بن مسلم بن تدرس المکی ہے۔ یہ مدلسین میں شامل ہیں اس مقام پر انہوں نے عنعنہ کے طور پر روایت کیا ہے۔ اللہ ورسولہ اعلم عز وجل وعلیہ السلام

بَابُ الرَّجُلِ يَتَّبِعُ لِبَوْلِهِ

انسان کا پیشاب کے لئے جگہ ڈھونڈنا

یہ استنجاء کے آداب کا دوسرا باب ہے۔

يتبوا کا معنی

يتبوا: بمعنی ٹھکانہ اور جگہ لینا۔

اسی سے مہاقہ بھی ہے جس کے معنی منزل کے بھی ہیں۔

مراد یہ ہے کہ

پیشاب کے لئے انسان کو کوئی مناسب جگہ ڈھونڈنی چاہئے۔

3- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا أَبُو التَّيَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِي شَيْخٌ قَالَ لَمَّا قَدِمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ الْبَصْرَةَ فَكَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسَى فَكَتَبَ عَبْدُ اللَّهِ إِلَى أَبِي مُوسَى يَسْأَلُهُ عَنْ أَشْيَاءَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَبُو مُوسَى إِنِّي كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ فَنَاقِي دِمَاسًا فَنَاقِي أَصْلٍ جِدَارٍ فَبَالَ ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَسْأَلَ فَلْيَرْتَدِّ لِبَوْلِهِ مَوْضِعًا

ابو التیاح کا کہنا ہے کہ مجھ سے شیخ نے بیان فرمایا ہے کہ جب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ تشریف لائے تو

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ علیہ السلام سے کچھ باتیں پوچھنے کے لئے خط تحریر فرمایا۔ تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف تحریر فرمایا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کرنے کا قصد فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نرم مقام پر دیوار کی جڑ میں تشریف لے گئے سو آپ نے پیشاب کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی پیشاب کا قصد کرے تو اسے چاہئے کہ کوئی مناسب مقام تلاش کرے۔

(سنن للبیہقی الصغریٰ: ج: 1، ص: 64)

تشریح:

یہ حدیث مبارکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آپ رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر بصرہ بھیجی جہاں پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قیام پذیر تھے۔ پوچھنے کی وجہ اس طرح ہوئی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ میں والی بنا کر روانہ فرمائے گئے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو بصرہ والوں سے وہ احادیث مبارکہ سماعت کیں جن کو بصرہ والوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سماعت کر کے روایت کیا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بعض احادیث مبارکہ کے متعلق جو کہ آپ رضی اللہ عنہما نے بصرہ والوں سے سماعت کی تھیں ان کے متعلق حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی مراجعت فرمانا چاہتے تھے اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا اور پھر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جواباً تحریر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ

روایت بالکتابت بھی جائز ہے۔

روایت بالکتابت کی دو اقسام ہیں۔

1- ایک وہ جو صرف لکھ کر دے دی جائے یعنی مجردہ۔

2- دوسری وہ جو مقروئہ بالا جازت ہو یعنی استاد کسی طالب علم کو تحریر کر کے دے دے اور اس کے ساتھ روایت کی بھی

اجازت دے دے۔

جمہور کے نزدیک کتابت کی دونوں قسمیں معتبر ہیں چاہے وہ مجردہ ہو یا مقروئہ بالا جازت ہو۔

سوال

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پیشاب میں تیزی و بہاؤ ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار کی جڑ میں پیشاب کیا جو کہ دیوار کے لئے باعث نقصان ہے۔

جواب

اس سوال کے متعدد جوابات ہیں۔

1- پہلا جواب تو یہ ہے کہ ہو سکتا ہے نبی کریم ﷺ دیوار سے ہٹ کر بیٹھے ہوں جہاں سے پیشاب دیوار کی جڑ تک ہی نہ پہنچ سکا ہو مگر راوی نے قرب کی بناء پر مجازاً فی اصل جدار سے تعبیر فرما دیا۔

2- ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو مالک کی رضا مندی ملی ہوئی ہو لہذا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوا۔

3- وہ دیوار پرانی تھی جو کسی نے جنگل میں تعمیر کی تھی اور وہ چھوڑ کر چلے گئے اب وہ ٹوٹی پھوٹی نام کی دیوار تھی۔ اللہ ورسولہ اعلم عزوجل و ﷺ

بَاب مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ

انسان بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت کیا کہے؟

یہ بیت الخلاء میں داخل ہونے کے وقت آداب استنجاء کے متعلق باب ہے۔

4 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهْدٍ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ وَعَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ عَنْ حَمَادٍ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ وَقَالَ عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ وَقَالَ مَرَّةً أَعُوذُ بِاللَّهِ وَقَالَ وَهَيْبٌ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو يَعْنِي السَّدُوسِيَّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ هُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ وَقَالَ شُعْبَةُ وَقَالَ مَرَّةً أَعُوذُ بِاللَّهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوئے۔ حضرت حماد سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے دعا کی: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ (اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔) اور عبد الوارث سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے دعا کی: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ

(میں اللہ تعالیٰ کی ناپاکی اور ناپاکوں سے پناہ طلب کرتا ہوں۔) اور امام ابو داؤد نے شعبہ سے روایت کی ہے از حضرت عبد العزیز کہ (ایک مرتبہ فرمایا:) اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ (اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔) اور ایک مرتبہ دعا کی: اَعُوذُ بِاللَّهِ (میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) اور وہب نے فرمایا: پس اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہئے۔ اور

حضرت انس سے اس حدیث میں ہے کہ آپ نے دعا کی: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ (اے اللہ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔) اور شعبہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 1، ص: 352)

5- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هَذِهِ الْحُشُوشَ مُحْتَضِرَةٌ فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ شیاطین کے حاضر ہونے کی جگہیں ہیں پس جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں داخل ہو تو وہ کہے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ میں اللہ تعالیٰ سے ناپاک جنوں اور ناپاکوں سے پناہ چاہتا ہوں۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 1، ص: 369، السنن الصغیر للبیہقی: ج: 1، ص: 59، السنن الکبریٰ للنسائی: ج: 1، ص: 23، معجم الاوسط: ج: 3، ص: 171)

جمہور کے نزدیک اس دعا کو بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے پڑھنا چاہئے۔ اللہ ورسولہ اعلم عزوجل ﷺ

بَابُ كَرَاهِيَةِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ قَضَاءِ الْحَاجَةِ

قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرنے کی کراہیت

اس باب میں مصنف رحمہ اللہ نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرنے کی کراہیت کو ثابت کیا ہے۔

6- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قِيلَ لَهُ لَقَدْ عَلِمَكُمْ نَبِيُّكُمْ كُلُّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَائَةِ قَالَ أَجَلٌ لَقَدْ نَهَانَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ وَأَنْ لَا نَسْتَجِبَ بِالْيَمِينِ وَأَنْ لَا يَسْتَجِبَ أَحَدُنَا بِأَقْلٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ نَسْتَجِبَ بِرَجِيعٍ أَوْ عَظْمٍ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا گیا کہ تمہارے نبی نے ہر چیز تمہیں سکھا دی حتیٰ کہ بول و براز کا طریقہ بھی سکھا دیا ہے۔ فرمایا کہ: ہاں بلاشبہ آپ ﷺ نے ہمیں بول و براز کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ کہ ہم سیدھے ہاتھ سے استنجاء نہ کریں اور ہم میں سے کوئی بھی تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجاء نہ کرے یا ہم گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجاء نہ کریں۔

(معجم الکبیر: ج: 6، ص: 234)

7- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ عَنْ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ أَعْلَمُكُمْ فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ الْغَائِطُ فَلَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرُهَا وَلَا يَسْتَتِبُ بِمِصْنَبِهِ وَكَانَ يَأْمُرُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ وَيَنْهَى عَنِ الرُّوْثِ وَالرِّمَّةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے لیے والد کے بمنزلہ ہوں۔ میں تمہیں سکھاتا ہوں سو جب تم میں سے کوئی ایک قضاے حاجت کے لئے جائے تو قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرے اور سیدھے ہاتھ سے استنجاء نہ کرے اور آپ ﷺ تین پتھروں کا حکم ارشاد فرماتے اور گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع کرتے تھے۔

(سنن للبیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 91)

8- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّثَّامِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رِوَايَةً قَالَ إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَلَا بَوْلٍ وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا فَقَدْ مَنَّا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَا حِيضَ قَدْ بَنِيَتْ قَبْلَ الْقِبْلَةِ فَكُنَّا نَحْرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللَّهَ

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: جب تم میں سے کوئی قضاے حاجت کے لئے آئے تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرے بول و براز کرتے وقت لیکن مشرق اور مغرب کو منہ نہ کرے۔ پس جب ہم ملک شام میں آئے تو ہم نے بیت الخلا قبلہ کی جانب بنے ہوئے پائے تو ہم قبلہ کی طرف سے پھر جاتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے۔

(صحیح ابن حبان: ج: 4، ص: 263، المعجم الکبیر: ج: ۳، ص: ۱۳۸، سنن للبیہقی الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۹۱)

9- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِي زَيْدٍ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ أَبِي مَعْقِلٍ الْأَسَدِيِّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَتَيْنِ بَبَوْلٍ أَوْ غَائِطٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَأَبُو زَيْدٍ هُوَ مَوْلَى بَنِي ثَعْلَبَةَ

حضرت معقل بن ابو معقل اسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بول و براز کے وقت دونوں قبلتین کی جانب منہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور امام ابو داؤد نے فرمایا: ابو زید بنی ثعلبہ کے غلام تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 1، ص: 381، سنن للبیہقی الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۹۱، مسند احمد: ج: ۳، ص: ۳۶، ص: ۲۳۷)

10- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ قَارِسٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ

عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ أَنَا وَرَاحِلَتَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ جَلَسَ يَبُولُ إِلَيْهَا فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْكَيْسَ قَدْ نَهَى عَنْ هَذَا قَالَ بَلَى إِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ فِي الْفَضَاءِ فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُكَ فَلَا بَأْسَ

مروان اصفر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے قبلہ کی طرف اپنے اونٹ کو بٹھایا پھر اس کی جانب رخ کر کے پیشاب کرنے لگ گئے۔ میں نے عرض کی: اے ابو عبد الرحمن! کیا اس طرح کرنے سے روکا نہیں گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں (یعنی روکا گیا ہے) بے شک کھلی فضا میں اس طرح کرنے سے روکا گیا ہے پس جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان آڑ والی چیز ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔

(مسند رک: ج: 1، ص: 256، السنن الصغیر للبیہقی، ج: 1، ص: ۳۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، ج: 1، ص: ۹۲، سنن دارقطنی، ج: 1، ص: ۱۸۸)

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

اس باب میں رخصت کا بیان

اس باب میں قبلہ کی طرف رخ کرنے کے متعلق روایات ہیں۔

11 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ لَقَدْ ارْتَقَيْتُ عَلَى ظَهْرِ الْبَيْتِ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى لَبَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں ملاحظہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ انور فرما کر کے دو اینٹوں کے اوپر تشریف فرما ہو کر رفع حاجت کر رہے ہیں۔

(سنن نسائی، ج: 1، ص: 46، السنن الصغیر للبیہقی، ج: 1، ص: ۳۷، السنن الکبریٰ للنسائی، ج: 1، ص: ۶۸، معجم الاوسط، ج: ۶، ص: ۷۵)

12 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَهَى نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ يَبُولُ فَرَأَيْتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْبِضَ بِعَامٍ يَسْتَقْبِلُهَا

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران پیشاب قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا ہے پس میں نے آپ کے وصال سے ایک سال قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرف رخ کیے فرماتے

(سنن ابن ماجہ: ج: 1، ص: 387، سنن ترمذی: ج: 1، ص: 14)

تشریح: قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب رخ کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک قضاء (یعنی کھلی جگہ) میں بوقت قضاء حاجت قبلہ کی جانب رخ کرنا جائز ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم علیہما رحمہما حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں کوئی آدمی بیت الخلاء میں داخل ہو تو قبلہ کی جانب رخ نہ کرے اور نہ ہی قبلہ کی جانب پیٹھ کرے مگر مشرق یا مغرب کی جانب رخ کرے۔

حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ملک شام میں گئے تو ہم نے کعبہ معظمہ کی جانب بیت الخلاء بنے ہوئے ملاحظہ کیے تو ہم کعبہ معظمہ سے پھر کر رفع حاجت کرتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لئے بیٹھے تو قبلہ کی جانب نہ منہ کرے اور نہ ہی پشت کرے۔

عروہ بن ربیعہ اور داؤد نے فرمایا کہ

قبلہ معظمہ کی جانب منہ اور پشت کرنا جائز ہے۔

اس لیے کہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے قبلہ معظمہ کی جانب رخ کرنے سے منع فرمایا ہے پھر آپ ﷺ کو وصال سے ایک سال قبل ملاحظہ کیا گیا کہ آپ ﷺ قبلہ معظمہ کی جانب رخ کر کے پیشاب کر رہے تھے۔

یہ حدیث مبارکہ نسخ کی دلیل ہے۔ اور اس کی تقدیم واجب ہے۔

ہماری دلیل ممانعت کی احادیث صحیحہ ہیں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں یہ احتمال ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو کسی عمارت میں ملاحظہ کیا ہو یا وہاں کوئی حاجب اور حائل ہو اور اس احتمال سے نسخ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ترمذی کی حدیث مبارکہ کو عمارت پر محمول کرنا واجب ہے تاکہ احادیث مبارکہ میں موافقت ہو جائے۔

جب کوئی عمارت ہو یا کوئی حاجب ہو تو پھر قبلہ معظمہ کی جانب رخ کرنے میں دو اقوال ہیں۔

1- امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ثوری کا یہ قول ہے کہ

اب بھی قبلہ معظمہ کی جانب رخ یا پیٹھ کرنا جائز ہے اس لیے کہ احادیث صحیحہ میں بالعموم اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

2- عمارتوں کی وجہ سے قبلہ معظمہ کی جانب رخ اور پشت کرنا جائز ہے۔

اور یہ حضرت عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

امام مالک اور امام شافعی اور ابن المذہب رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور صحیح بھی یہی ہے جس طرح کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ کے بیان شدہ محمل سے واضح ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ

فضاء اور عمارت میں قبلہ کی جانب پشت کرنا جائز ہے اس لیے کہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ میں ایک دن میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر چڑھ گیا تو میں نے ملاحظہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور شام کی جانب تھا اور کعبہ معظمہ کی جانب آپ کی پشت مبارک تھی۔

(المغنی: ج 1، ص: 107)

فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

قضاء حاجت کے وقت قبلہ معظمہ کی جانب رخ یا پشت کرنے کے بارے میں فقہاء کرام کے درج ذیل مذاہب ہیں۔

1- امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ

بول و براز کے دوران صحراء میں قبلہ معظمہ کی جانب رخ یا پشت کرنا حرام ہے اور بیت الخلاء میں حرام نہیں ہے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب

حضرت شعبی

اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔

2- حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت مجاہد

حضرت سفیان ثوری

اور دوسری روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا موقف یہ ہے کہ صحراء اور بیت الخلاء میں بوقت قضاء حاجت قبلہ معظمہ

کی جانب رخ کرنا جائز ہے۔

3- حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور داؤد ظاہری کا موقف یہ ہے کہ

صحراء اور بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت رخ کرنا جائز ہے۔

4- امام احمد اور امام ابو حنیفہ کے ایک قول کے مطابق قضاء حاجت کے وقت صحراء اور بیت الخلاء میں قبلہ کی جانب رخ

کرنا جائز ہے۔ ہاں پشت کرنا جائز ہے۔

منع کرنے والوں کی دلیل وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں بوقت قضاء حاجت قبلہ کی جانب رخ کرنے سے مطلقاً منع فرمایا گیا ہے۔

مثال کے طور پر

حضرت ابویوب

حضرت سلمان،

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ۔

اور انہوں نے فرمایا کہ

قبلہ کی جانب رخ کرنے سے ممانعت قبلہ کی حرمت کی بناء پر ہے اور یہ علت صحراء اور بیت الخلاء دونوں میں بذریعہ اتم پائی جاتی ہے۔ اگر بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور قبلہ کے درمیان حائل ہونے کو کفایت کرے تو اس طرح کا حائل ہونا تو صحراء میں بھی پایا جاتا ہے اس لیے کہ ہمارے اور کعبہ معظمہ کے درمیان بہت سے پہاڑ اور وادیاں وغیرہ پائی جاتی ہیں۔

اور جن فقہاء کرام نے بوقت قضاء حاجت رخ یا پشت کرنے کو مطلقاً جائز فرمایا ہے انہوں نے صحیح مسلم کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو بیت المقدس کی جانب منہ اور کعبہ معظمہ کی جانب رخ کر کے بیٹھے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ

امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ لوگ قبلہ معظمہ کی جانب اپنی فرجوں کو نہنگ کرنا پسند نہیں کرتے۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا لوگ واقعی طور پر اس طرح کرتے ہیں؟

اپنی فرجوں کو جس قبلہ کی جانب کرنا چاہتے ہو کر لو، اور جن فقہاء کرام نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب پشت کرنے کو جائز اور رخ کرنے کو ناجائز فرمایا ہے انہوں نے امام مسلم کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ معظمہ کی جانب رخ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور جن فقہاء کرام نے صحراء میں بوقت قضاء حاجت قبلہ کی جانب رخ کرنے یا پشت کرنے سے منع فرمایا ہے اور بیت الخلاء میں رخ یا پشت کرنے کو جائز فرمایا ہے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال فرمایا ہے جس کو ہم نے ابھی صحیح مسلم کے طریق سے روایت کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت سے بھی استدلال فرمایا ہے۔

اور امام ابو داؤد اور امام ترمذی رحمہما حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پیشاب کے وقت قبلہ کی جانب رخ کرنے سے روکا پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو وصال سے

ایک سال قبل پہلے ملاحظہ فرمایا اور آپ ﷺ قبلہ کی جانب رخ کر کے پیشاب کر رہے تھے۔
اور امام ابوداؤد نے روایت فرمایا ہے کہ

مروان الاصفر نے فرمایا: میں نے ملاحظہ کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اونٹنی قبلہ کی جانب بٹھائی پھر اس کی آڑ لے کر پیشاب کرنے لگے۔

میں نے عرض کیا: اے عبدالرحمن (رضی اللہ عنہ)! کیا اس سے روکا نہیں گیا۔

تو انہوں نے فرمایا: اس سے صرف فضا میں روکا گیا ہے مگر جب تمہارے اور قبلہ معظمہ کے درمیان کوئی چیز پردہ بنے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ یہ ساری حدیثیں اس بات کی صراحت کرتی ہیں کہ بیت الخلاء میں قبلہ کی جانب رخ یا پشت کرنا جائز ہے اور حضرت ابویوب انصاری، حضرت سلمان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ ممانعت پر دال ہیں اسی لیے ممانعت کی حدیث مبارکہ کو جمع کرنا ممکن ہو تو بعض احادیث مبارکہ کو ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ ان احادیث کو جمع کرنا واجب ہے۔ ان فقہاء کرام نے صحراء اور بیت الخلاء میں فرق کیا ہے اس لیے کہ بیت الخلاء میں قبلہ سے پھرنا مشقت کا باعث ہوگا اور صحراء میں قبلہ سے پھر کر بیٹھنے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔ جن فقہاء کرام نے قبلہ کی جانب مطلقاً پشت کرنے کو جائز فرمایا ہے ان کے رد میں وہ احادیث صحیحہ کفایت کرتی ہیں جن میں قبلہ کی جانب رخ کرنے یا پشت کرنے سے صراحتاً روکا گیا ہے جس طرح کہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات ہیں۔

فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ سے شہر اور صحراء میں قبلہ کی جانب رخ کرنے یا پشت کرنے سے روکا گیا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ میں دونوں مقام پر رخ کرنے یا پشت کرنے کو جائز ٹھہرایا ہے۔

امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ نے ان دونوں احادیث مبارکہ کو جمع فرمایا۔ حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ کو صحراء پر محمول کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ کو شہروں پر محمول کیا ہے۔

علامہ مازری مالکی نے فرمایا ہے کہ

صحراء میں قبلہ کی جانب رخ یا پشت کرنے پر فقہاء کرام کا اتفاق ہے اور شہروں کے بیت الخلاء میں اختلاف ہے۔

اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے قبلہ کی جانب رخ کرنے یا پشت کرنے کی ممانعت عام ہے اور اس میں صحراء یا شہر کی کوئی قید نہیں ہے۔ اور اس کے تعارض میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ ہے۔

جس میں فرمایا گیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء میں بیت المقدس کی جانب رخ اور کعبہ معظمہ کی جانب پشت کر کے تشریف فرما تھے لہذا جس شخص نے نبی کریم ﷺ کے فرمان کو آپ ﷺ کے فعل پر مقدم کیا اس نے مطلقاً منع فرمایا۔

اور جس شخص نے کہا: ممانعت کی علت یہ ہے کہ قبلہ کی جانب رخ کر کے فرشتے نماز ادا کرتے ہیں اس نے شہروں کے بیت الخلاء میں اس کی اجازت دی اس لیے کہ بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور فرشتوں کے درمیان حائل اور حجاب بن جاتی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 41)

فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ اس حدیث مبارکہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء میں آئے تو قبلہ کی جانب رخ نہ کرے اور نہ ہی پیٹھ کرے۔ تم مشرق کی جانب رخ کرو یا مغرب کی جانب رخ کرو، کی شرح میں راقم طراز ہیں کہ

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث مبارکہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ بوقت بول و براز قبلہ معظمہ کی جانب رخ کرنا جائز ہے نہ قبلہ کی جانب پشت کرنا جائز ہے اگرچہ صحراء ہو یا کوئی عمارت ہو۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث مبارکہ کے عموم سے استدلال کیا ہے۔

اور حضرت مجاہد

حضرت ابراہیم نخعی

حضرت سفیان ثوری

حضرت ابو ثور

اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی موقف ہے اور اس حدیث مبارکہ کے راوی حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہ موقف ہے اور یہ ممانعت قبلہ کی تعظیم کی بناء پر ہے تو صحراء میں بھی دور دراز کے شہر حائل ہیں اور ان شہروں اور کعبہ معظمہ کے درمیان کئی پہاڑ حائل ہیں۔ خاص طور پر اس لیے کہ زمین گول ہے اس لیے صحراء اور کعبہ معظمہ میں موازات نہیں ہے۔

اور امام شعبی نے یہ علت بیان فرمائی ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق صحراء میں نماز پڑھتی ہے تو تم قضائے حاجت کے وقت ان کی جانب رخ اور پشت نہ کرو۔ یہ علت صحراء میں ہے عمارت میں نہیں ہے۔

امام شعبی کی بیان شدہ یہ علت نص حدیث کے معارض ہے۔ فقہاء احناف نے اس حدیث کے علاوہ اور کئی احادیث سے استدلال کیا ہے۔

جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- امام ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء سے روایت کی ہے کہ میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی جانب رخ کر کے پیشاب نہ کرے۔

2- امام ابن ماجہ اور امام ابوداؤد حضرت مقعل بن ابی مقعل سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بول و براز کے وقت دونوں قبلوں کی جانب رخ کرنے سے منع فرمایا۔

3- امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بول و براز کے وقت قبلہ معظمہ کی جانب رخ کرنے سے منع فرمایا۔

4- امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے لیے والد کے قائم مقام ہوں اور تمہیں سکھاتا ہوں جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لئے جائے تو قبلہ کی جانب نہ رخ کرے اور نہ پشت کرے۔ (عمدة القاری: ج 2، ص: 277، 278)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

قبلہ معظمہ کی جانب نہ قضائے حاجت کے وقت رخ کرنا جائز ہے اور نہ ہی پشت کرنا جائز ہے۔ اور یہ ہی موقف رائج ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ كَيْفِ التَّكْشُفِ عِنْدَ الْحَاجَةِ

قضاء حاجت کے وقت ستر کس طرح کھولے؟

اس باب میں قضاء حاجت کے وقت ستر کھولنے کے آداب بیان فرمائے گئے ہیں۔

اور اس باب میں ایک قاعدہ نہایت ہی خوبصورت شرح بیان کرتا ہے کہ

الضروری يتقدر بقدر الضرورة

جو کام ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے اختیار کیا جا رہا ہو اس کو بقدر ضرورت ہی اختیار کرنا چاہئے۔

لہذا جب انسان بیت الخلاء میں جائے تو ضرورت کے مطابق جسم سے کپڑا ہٹائے اس طرح نہ کرے کہ پورا کپڑا ہی ہٹا لے جس طرح کہ نبی کریم ﷺ جب قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو بدن سے اس وقت تک کپڑا نہیں اٹھاتے تھے جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے تھے تو امت کے لئے بھی یہ ہی سنت ہے کہ جب تک زمین کے قریب نہ ہو جائے اس

وقت تک جسم سے کپڑا نہ ہٹائے اور یہ ہی احسن طریقہ ہے۔

13 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ رَجُلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ حَاجَةً لَا يَرْفَعُ ثَوْبَهُ حَتَّى يَذْنُوبَ مِنَ الْأَرْضِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَهُوَ ضَعِيفٌ قَالَ أَبُو عِيْسَى الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بِهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب قضائے حاجت کا قصد فرماتے تو جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے تو اس وقت تک کپڑا نہ اٹھاتے۔

اور امام ابو داؤد نے فرمایا: عبد السلام بن حرب کی ازعمش، حضرت انس بن مالک والی سند ضعیف ہے۔ اور ابو موسیٰ ربلی نے فرمایا: ہمیں احمد بن ولید نے حدیث بیان انہوں نے کہا ہم سے عمرو بن عون انہوں نے حدیث کی انہوں نے کہا کہ ہم کو عبد السلام نے اس کی خبر دی ہے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج: ۱، ص: ۵۸، معجم الاوسط: ج: ۵، ص: ۲۱۳، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۹۶، سنن ترمذی: ج: ۱، ص: ۲۵)

تشریح:

قال ابو داؤد رواه عبد السلام بن حرب

اس حدیث کی سند کا مدار اعمش پر ہے۔ اعمش کے اس میں دو تلامیذ ہیں۔

1- وکیع 2- عبد السلام

مصنف نے یہاں اعمش کے تلامذہ کا اختلاف بیان فرمایا ہے۔

اختلاف دو وجہ سے ہے۔

1- وکیع کی روایت میں اعمش اور صحابی کے درمیان ایک مبہم شخص کا واسطہ ہے برخلاف عبد السلام کی روایت کے کہ وہاں صحابی اور اعمش کے درمیان واسطہ نہیں ہے۔

2- دوسرا اختلاف یہ ہے کہ وکیع نے اس حدیث کے راوی صحابی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو قرار دیا ہے اور عبد السلام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔ اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

وهو ضعيف

ضعیف قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اعمش کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ لہذا اس سند میں انقطاع ہے اور پہلی سند میں واسطہ پایا گیا ہے مگر واسطہ مبہم شخص کا ہے اس وجہ سے اس میں بھی ضعف آنا چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مصنف رحمہ اللہ کے نزدیک اس مبہم شخص کا مصداق کوئی قوی راوی ہوگا اس لیے اپنے ذاتی علم کی وجہ سے اس کو ضعیف قرار نہیں دیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مبہم شخص کون ہے۔

بیہقی کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ قاسم بن محمد ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ دونوں کی رائے بھی یہی ہے۔

اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ

اس سے مراد غیاث بن ابراہیم ہے۔

مگر یہ اس وجہ سے صحیح نہیں کہ وہ ضعیف ہیں اگر اس کا مصداق مصنف کے مطابق غیاث بن ابراہیم ہوتے تو پہلی حدیث پر بھی ضعیف کا حکم لگاتے۔

گزشتہ جو بیان کیا گیا ہے کہ

اعمش کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے جمہور کی رائے یہی ہے کہ سماع نہ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی اور صحابی سے ثابت ہے مگر اس میں ابو نعیم اصفہانی کا اختلاف ہے۔

جس طرح کہ منذری نے تحریر کیا ہے۔

ان کی رائے یہ ہے کہ

اعمش نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کو دیکھا ہے اور آپ کا ان دونوں سے سماع بھی ثابت ہے۔

حضرت منذری رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ خلاف مشہور ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عز وجل وعلیہ السلام

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْكَلَامِ عِنْدَ الْحَاجَةِ

قضائے حاجت کے وقت کلام کرنے کی کراہیت

اس باب میں قضائے حاجت کے وقت کلام کرنے کی کراہیت کو ثابت فرمایا گیا ہے۔ سبحان اللہ کیسی پیاری شریعت ہے کہ اس حال میں بھی شرعی رہنمائی فرمائی گئی ہے۔

14 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَارٍ عَنْ
يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ هَلَالِ بْنِ عِيَّاضٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَخْرُجُ الرَّجُلَانِ يَضْرِبَانِ الْغَائِطَ كَاشِفَيْنِ عَنْ عَوْرَتَيْهِمَا
يَتَحَدَّثَانِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَمَقُّتُ عَلَى ذَلِكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا لَمْ يُسْنِدْهُ إِلَّا عِكْرِمَةُ ابْنُ عَمَارٍ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ دو شخص قضاے حاجت
کے لئے اس طرح نہ نکلیں کہ اپنے ستر کو کھول کر آپس میں باتیں کرتے رہیں کیونکہ اللہ عزوجل اس سے ناراض ہوتا
ہے۔

اور امام ابوداؤد نے فرمایا کہ اس کا عکرمہ ابن عمار کے سوا اسناد نہیں کیا گیا۔

(مسند رک: ج: ۱، ص: ۲۵۹، السنن الصغیر للبیہقی، ج: ۱، ص: ۵۶، معجم الاوسط، ج: ۲، ص: ۶۵، شرح السنن، ج: ۱، ص: ۵۶)

تشریح:

قضاء حاجت کے وقت باتیں کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے لہذا اس حالت میں کلام کرنا جمہور کے نزدیک مکروہ
تزیہی ہے اور اہل ظواہر کے نزدیک حرام ہے۔

سند کے متعلق کلام

اس سند میں جن کو مصنف بیان فرمانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس حدیث کو یحییٰ بن ابی کثیر سے عکرمہ کے علاوہ کسی اور نے
مسند روایت نہیں فرمایا لہذا یحییٰ بن ابی کثیر کے دوسرے شاگرد امام ابوزاعی رحمہ اللہ ہیں وہ اس حدیث مبارکہ کو بجائے مسند کے
مرسل نقل کرتے ہیں۔

ان کی روایت بیہقی میں اس طرح ہے۔

عن ابوزاعی عن یحییٰ بن ابی کثیر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم .

لہذا اس طریق سے یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ یہاں پر صحابی کا ذکر نہیں کیا گیا تو حاصل کلام یہ ہوا کہ بعض رواۃ اس
حدیث کو مسند اور بعض کو مرسل نقل کرتے ہیں اور یہ اضطراب ہے جس کی بناء پر حدیث میں ضعف آگیا اور اس اضطراب پر
اطلاع ظاہر ہے کہ تتبع طرق ہی سے ہوتی ہے مصنف رحمہ اللہ کے ذہن میں چونکہ دوسرے طرق تھے اس لیے انہوں نے اس مسئلہ
کو جان لیا اور متنبہ فرمادیا۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

یہ باب پیشاب کے دوران سلام کا جواب نہ دینے کے متعلق ہے بعض نسخوں میں حرف استفہام نہیں ہے مگر جو میرے پاس بیروت کا نسخہ ہے اس میں حرف استفہام ہے اسی لیے میں نے حرف استفہام کا ترجمہ کیا ہے۔

Marfat.com

تشریح:

پیشاب کرتے وقت سلام کا جواب دینا مکروہ ہے اسی طرح جو شخص پیشاب کرنے والے کو سلام کرے یہ بھی مکروہ ہے۔ اور صاحب درمختار نے سلام کے مکروہ ہونے کے متعلق اشعار تحریر فرمائے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

ومن بعد ما ابدی یسن و یشرع
خطیب ومن یصخی الیہم ویسمع
ومن بسحشوا فی الفقہ دعہم لینفعوا
کذا الاجنبیات الفتیات امنع
ومن هو مع اهل له یتمتع
ومن هو فی حال التغوط اشنع

سلامک مکروہ علی من ستسمع
مصل وتال ذا کسر و محدث
مکسر فقة جالسی لقضائہ
موذن ایضاً او مقیم مدرس
ولعاب شطرنج وشبه بخلقہم
ودع کافرا ومکشف عورة

اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

سلام کرتے وقت جھکنا مکروہ ہے۔

اجنبی عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

حمام میں سلام کرنا مکروہ ہے۔

کھانا کھاتے شخص کو بھی سلام کرنا مکروہ ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے

تکبیر پڑھنے والے

حدیث پڑھنے والے

خطبہ دینے والے

وعظ کرنے والے

فقہ کا مذاکرہ کرنے والے

علم دین پڑھنے یا پڑھانے والے

اور اذان دینے والے یا اقامت پڑھنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

اسی طرح قضائے حاجت میں مشغول یا مقدمات کا فیصلہ کرنے والے کو سلام کرنا بھی مکروہ ہے۔

جو شخص پیشاب پاخانہ کر رہا ہے یا کبوتر اڑا رہا ہے یا حمام یا غسل خانہ میں ننگا نہا رہا ہے اس کو سلام نہ کیا جائے اور اس پر جواب دینا واجب نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: ۵، ص: ۳۲۶)

علامہ علاء الدین محمد بن علی محمد ہسکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اگر مسلمان کو ذمی سے کوئی کام ہو تو وہ اس کو سلام کر لیں ورنہ ان کو سلام کرنا مکروہ ہے جس طرح مسلمان کا ذمی سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کریں تو ان کے جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن جواب میں صرف اتنا کہے وعلیکم، کسی ذمی کو تعظیماً سلام کرنا کفر ہے مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے اسی طرح جمعہ کے خطبہ کے وقت جو سلام کرے اس کے سلام کا جواب دینا بھی واجب نہیں ہے۔ جب انسان کسی کے گھر جائے تو پہلے اجازت طلب کرے پھر سلام کرے سلام کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پر اضافہ نہ کرے۔ سلام کا فوراً جواب دے۔ فاسق کو سلام کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ فاسق معلن ہو ورنہ نہیں۔ اسی طرح جو شخص سلام کا جواب دینے سے شرعاً عاجز ہو مثلاً نماز پڑھ رہا ہو یا قرآن مجید پڑھ رہا ہو ان کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کسی نے سلام کیا تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہے۔ (درعی علی ہاشم رد المحتار: ج: ۵، ص: ۲۶۴-۲۶۷)

نیز علامہ ہسکفی نے لکھا ہے کہ

ان لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

جو نماز پڑھ رہا ہو۔

قرآن مجید پڑھ رہا ہو۔

حدیث بیان کر رہا ہو۔

خطبہ دے رہا ہو۔

خطبہ سن رہا ہو۔

فقہ کا تکرار کر رہا ہو۔

مقدمہ کا فیصلہ کر رہا ہو۔

کسی فقہی مسئلہ میں بحث کر رہا ہو۔

اذان دے رہا ہو۔

اقامت کہہ رہا ہو۔

دینی کتب کا درس دے رہا ہو۔

جوان اجنبی عورتوں کو سلام کرنا زیادہ مکروہ ہے۔

جو شطرنج کھیل رہا ہو۔

یا جو فسق میں ان کے مشابہ ہو۔

جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی کر رہا ہو۔

کافر کو اور جو شخص برہنہ ہو۔

اور جو شخص پیشاب پاخانہ میں مشغول ہو۔

اور جو کھانا کھا رہا ہو یعنی اس کے منہ میں لقمہ ہو۔

جو شخص استاذ سے سبق پڑھ رہا ہو۔

جو شخص تسبیح پڑھ رہا ہو۔

ذکر کر رہا ہو۔

یا تلبیہ پڑھ رہا ہو۔

یا اونگھ رہا ہو۔

یا نیند میں ہو یا نشہ میں ہو یا مجنون ہو۔

ان تمام لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص ان حالتوں میں سلام کرے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج: 1، ص: 414 تا 415)

حاصل کلام یہ ہے کہ

صحابی کا نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزر ہوا کہ آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے تو اس صحابی نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور آپ ﷺ نے ان کو سلام کا جواب نہ عطا فرمایا۔ اس روایت سے سلام کا جواب نہ دینے کا ذکر ہے مگر اگلی روایت میں ہے: ثم ردّ علی الرجل السلام۔ اگر یہ دونوں علیحدہ علیحدہ واقعات ہیں تو اس پر کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر ایک ہی واقعہ ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے فوراً جواب نہ عطا فرمایا بلکہ تیمم کے بعد جواب عطا فرمایا۔

حدثنا عثمان و ابو بکر مردجل.....

اس سے اگلی حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مہاجر بن قنفذ نے سلام کیا تھا تو ہو سکتا ہے کہ یہ مبہم شخص وہی ہوں اور ہو سکتا ہے کہ ابواجمیم بن الحارث ہوں جس طرح کہ مشکوٰۃ کی روایت میں ان کے نام کی صراحت ہے اور ابواجمیم کی روایت ابوداؤد میں بھی ابواب التیمم میں آنے والی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی اور شخص ہو لہذا ان کی تعیین نہیں ہو سکتی کہ یہ کون ہیں! مگر یاد رہے کہ ان کی تعیین نہ ہونے سے روایت پر کوئی اثر نہ ہوگا۔

قال ابو داؤد روى عن ابن عمر وغيره -

اس میں جو روایت موصولاً ذکر کی گئی ہے وہ بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے۔ اب یہاں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت جو تعلیقاً ذکر کر رہے ہیں اور وہ آگے ابواب التیمم میں آرہی ہے اور مصنف کے کلام میں غیرہ سے ابوالجہیم کی روایت کی جانب اشارہ ہو سکتا ہے اور یہ روایت بھی ابواب التیمم میں آرہی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يَذْكُرُ اللَّهَ تَعَالَى عَلَى غَيْرِ طَهْرٍ

آدمی کا طہارت کے بغیر اللہ (تعالیٰ کا ذکر) کرنا

اس باب میں طہارت کے بغیر ذکر اللہ کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ بیان فرمائی گئی ہے۔

17 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَلَمَةَ يَعْنِي الْفَقَاءَ عَنِ الْبُيْهِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتے رہتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: جز ۱: ص ۳۵۸؛ الموطا: جز ۱: ص ۲۶۵؛ سنن ترمذی: جز ۱: ص ۲۴۰؛ شرح السنہ لمغوی: جز ۱: ص ۲۱۷)

ذکر کے لئے طہارت شرط نہیں مگر مستحب اور باعث ثواب کے لئے یہ ہے کہ

طہارت کے ساتھ ذکر کیا جائے۔

ذکر کبھی زبان سے ہوتا ہے۔

جس طرح کہ

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا۔

تسبیح کرنا۔

قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔

وعظ اور نصیحت کرنا۔

اور کبھی ذکر دل سے ہوتا ہے۔

جس طرح کہ

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے دلائل پر غور و فکر کرنا۔
امام ابو بکر احمد بن علی رازی بھاس خفی متونی 370 ھ لکھتے ہیں: یہ ذکر کی سب سے افضل قسم ہے۔

(احکام القرآن: ج: 1، ص: 193)

اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے کے طریقوں پر غور کرنا۔
اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے اسرار پر غور کرنا وغیرہ۔
اور کبھی اعضاء سے ذکر ہوتا ہے۔

جس طرح کہ

اپنے جسم کے تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرنا۔
عام مومنین کا ذکر زبان سے کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک اعرابی نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (ﷺ)! اسلام کے احکام بہت ہیں مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جو میں اپنے اوپر لازم کر لوں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہمیشہ تر رکھو۔ (سنن ابن ماجہ: ص: 268)
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ میرے ذکر سے اپنے ہونٹ ہلاتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (سنن ابن ماجہ: ص: 268)

خواص مومنین اور عارفین دل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ ان کے دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد رہتی ہے اور وہ اپنے دل میں غیر کا خیال نہیں آنے دیتے۔
ذکر کا اصل معنی ہے: یاد کرنا۔

قرآن مجید میں ہے: **وَ اذْكُرْ رَبَّكَ اِذَا نَسِيتَ**۔ (الکہف: 24)
جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کیجئے۔

زبان سے ذکر کو بھی اس لیے ذکر کہتے ہیں کہ زبان دل کی ترجمان ہے تاہم بغیر حضور قلب کے فقط زبان سے ذکر کرنا بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ ابو عثمان سے کسی نے شکایت کی کہ ہم زبان سے ذکر کرتے ہیں۔ مگر دل میں اس کی حلاوت محسوس نہیں کرتے۔

انہوں نے فرمایا: اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے کم از کم تمہارے ایک عضو کو تو اپنی اطاعت میں لگا لیا ہے۔

ابو عثمان نہدی نے کہا: میں اس وقت کو جانتا ہوں جب اللہ تعالیٰ مجھے یاد کرتا ہے۔

پوچھا گیا: وہ کون سا وقت ہے؟

انہوں نے کہا: جب میں اسے یاد کرتا ہوں۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا: جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ اس کے ماسوا کو بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کو ہر چیز کا بدل عطا فرماتا ہے۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زیادہ اور کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والا نہیں ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج 2: ص 171-172)

ذکر اللہ کرنے کے فضائل

اللہ کا ذکر کرنے کے بے شمار فضائل احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ تمہارے رب عزوجل کے نزدیک تمہارا کون سا عمل سب سے اچھا، سب سے پاکیزہ اور سب سے بلند درجہ والا ہے اور جو تمہارے سونے اور چاندی کے صدقہ کرنے سے زیادہ اچھا ہے اور اس سے بھی اچھا ہے کہ تمہارا تمہارے دشمنوں سے مقابلہ ہو تو تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سا عمل ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3376)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتے ہوئے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو قوم بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر اطمینان اور سکون نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان کے درمیان فرماتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2700)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن یسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسلام کے احکام بہت زیادہ ہیں۔ آپ مجھے بتائیے کہ میں کس عمل کو زیادہ کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3375)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سے بندہ کا درجہ سب سے بلند ہوگا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کا ذکر بہ کثرت کرنے والا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ان کا درجہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ بلند ہو

گا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ اپنی تلوار سے کفار اور مشرکین کو قتل کر دے حتیٰ کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے کا درجہ اس سے افضل ہوگا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3576)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ کے ایک راستے میں جا رہے تھے کہ آپ ﷺ کا ایک پہاڑ سے گزر ہوا جس کو حمد ان کہتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چلتے رہو یہ حمد ان ہے۔

مفردون سبقت لے گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (ﷺ)! مفردون کون ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والی عورتیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2676)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آہستگی کے ساتھ دعا کرنا ستر (70) بار آواز دعاؤں کے برابر ہے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 3198)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو بہ قدر کفایت ہو۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 809)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے۔ لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اپنے اوپر نرمی کرو، تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ غائب کو تم سبج اور قریب کو

پکار رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 6409)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

جو نماز مسواک کے ساتھ پڑھی جائے۔ رسول اللہ ﷺ اس کو اس نماز پر ستر (70) درجہ فضیلت دیتے تھے جو بغیر مسواک

کے پڑھی جائے۔

اور آپ ﷺ فرماتے تھے: جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مخلوقات کو ان کے حساب کے لئے جمع فرمائے گا اور فرشتے ان

اعمال کو لے کر آئیں گے جن کو انہوں نے لکھ کر محفوظ کیا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ

دیکھو کوئی چیز رہ تو نہیں گئی؟

فرشتے عرض کریں گے: اے ہمارے رب عزوجل! ہم نے ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کا ہمیں علم ہو اور جس کی ہم نے

حفاظت کی ہو ہم نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے اور اس کو لکھ لیا ہے۔

تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بے شک ہمارے پاس ایک چیز چھپی ہوئی ہے جس کو تم نہیں جانتے اور اس کی میں خود جزا دوں گا

اور وہ ذکر خفی ہے۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 4738)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

اس شخص کو دوزخ سے نکال دو جس نے ایک دن (بھی) میرا ذکر کیا ہو یا کسی ایک مقام پر مجھ سے ڈرا ہو۔

(الجامع الصحیح: ج: 4، ص: 712، رقم الحدیث: 2594)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابن آدم کا کوئی کلام اس کے لئے مفید نہیں ہے سوائے نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے۔ (الجامع الصحیح: ج: 4، ص: 608، رقم الحدیث: 2412 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس کا درجہ سب سے زیادہ ہوگا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مرد اور عورت بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوں۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! غازی فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی تلوار سے کفار اور مشرکین کے خلاف جہاد کرے اور وہ زخمی ہو کر خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کا درجہ اس سے زیادہ ہے۔ (الجامع الصحیح: ج: 4، ص: 458، رقم الحدیث: 3376)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے رب عز وجل کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زعمہ اور مردہ کی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6407)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام انس رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے وصیت فرمائیے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گناہوں کو ترک کر دینا سب سے اچھی ہجرت ہے۔

فرائض کی حفاظت کر دینا سب سے افضل جہاد ہے۔

اور بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کر دینا جو تم کام بھی کرو گی اس میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اس کا ذکر ہے۔

(معجم الاوسط: ج: 7، ص: 367، رقم الحدیث: 6731)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور اپنے نبی مکرم ﷺ پر درود نہ پڑھیں ان کو حسرت اور ندامت ہوگی اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کو عذاب دے گا اور چاہے گا تو ان کو بخش دے گا۔ (الجامع الصحیح: ج: 4، ص: 461، رقم الحدیث: 3380)

بَابُ الْخَاتَمِ يَكُونُ فِيهِ ذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى يُدْخَلُ بِهِ الْخَلَاءُ

اللہ تعالیٰ کے نام مبارک والی کتندہ انگوٹھی کو لے کر بیت الخلاء میں داخل ہونا

اس باب میں اللہ تعالیٰ کے نام مبارک والی کتندہ انگوٹھی کو لے کر بیت الخلاء میں داخل ہونے کی روایت ذکر کی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ اپنی انگوٹھی مبارک اتار کر بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تھے کیونکہ اس پر محمد رسول اللہ (ﷺ) کتندہ تھا اور آپ ﷺ اس کو مہر کے طور پر استعمال فرماتے تھے۔

18 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْحَنَفِيِّ عَنْ هَمَامٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ وَضَعَ خَاتَمَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ وَإِنَّمَا يُعْرَفُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَرَقٍ ثُمَّ أَلْقَاهُ وَالْوَهْمُ فِيهِ مِنْ هَمَامٍ وَلَمْ يَرَوْهُ إِلَّا هَمَامٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ

نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی مبارکہ کو اتار دیتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث منکر ہے اور یہ معروف از ابن جریج، از زیاد بن سعد، از زہری، از حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ہے۔

نبی کریم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی پھر اس کو پھینک دیا۔

اور اس روایت میں ہمام کو وہم ہوا ہے اور اس کو ہمام کے علاوہ کسی سے روایت کردہ نہیں دیکھا گیا۔

(سنن ابن ماجہ: جز: ۱، ص: ۳۶۹، المستدرک: جز: ۱، ص: ۲۹۸، سنن البیہقی الصغریٰ: جز: ۱، ص: ۶۹، سنن ترمذی: جز: ۶، ص: ۳۶۵)

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس انگوٹھی یا کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام مبارک کنندہ ہو اس کو بیت الخلاء میں نہ لے جایا جائے اگر کسی چیز میں لپٹے ہوئے ہوں مثلاً کپڑے، چمڑے وغیرہ باہر نظر نہ آتے ہوں جیسے تعویذ بند ہوتا ہے یا جیب میں چھپا کر رکھے ہوں تو اس میں بے ادبی نہیں لہذا ساتھ لے جانے میں کراہت نہیں ہوگی۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ

امام ابوداؤد کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث ہمام منکر ہے اور اس سے اگلی حدیث مبارکہ ابن جریج صحیح ہے۔

ان کے نزدیک منکر ہونے کی دو وجہ ہیں۔

1- پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ہمام نے ابن جریج اور زہری رحمہما اللہ کے درمیان واسطہ ذکر نہیں کیا اور دوسری سند میں زیاد بن سعد کا واسطہ ہے جو درست ہے۔

2- دوسری وجہ ہمام سے متن میں غلطی ہو گئی ہے۔

وہ فرمایا رہے ہیں کہ

انگوٹھی صرف بیت الخلاء جاتے وقت اتار دیتے تھے حالانکہ آپ ﷺ نے انگوٹھی ہمیشہ کے لئے اتار دی تھی۔

جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔

اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَرَقٍ ثُمَّ أَلْقَاهُ

اور امام ابوداؤد کا حدیث ہمام کو منکر کہنا درست نہیں کیونکہ اصطلاح محدثین میں منکر اس حدیث کو کہا جاتا ہے جہاں ضعیف

راوی ثقہ کی مخالفت کرے یا کم از کم راوی ضعیف ہو اگرچہ مخالفت کسی کی بھی نہ کرے۔ حضرت ہمام تو ثقہ راوی ہیں صحیحین کی رواۃ میں سے ہیں ان کی روایت منکر نہیں ہو سکتی اور متن میں بھی غلطی نہیں کر رہے کیونکہ یہ دونوں متن مستقل ہیں جو انگوٹھی آپ ﷺ نے پھینک دی تھی وہ سونے کی انگوٹھی تھی اور جو صرف بیت الخلاء میں جاتے وقت اتارتے تھے وہ چاندی کی انگوٹھی تھی و ہمیشہ آپ ﷺ کے پاس رہی۔ آپ ﷺ کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس تھی پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھی پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں برار بن مالک کنویں میں گر گئی بہت تلاش کی گئی مگر نہ مل سکی۔ پھر اس کنویں کا نام بر خاتم ہو گیا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح حسن غریب فرمایا ہے یعنی قبول کیا ان کے نزدیک یہ منکر نہیں ہے کیونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک دو متن علیحدہ علیحدہ ہیں لہذا ایک متن سے دوسرے متن کو منکر قرار دینا درست نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

امام ہمام کا متابع یحییٰ بن متوکل موجود ہے متابعت کی بناء پر حدیث میں قوت آ جاتی ہے وہ ضعف سے خارج ہو جاتی ہے۔
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَابُ الْاِسْتِبْرَاءِ مِنَ الْبَوْلِ

پیشاب کے چھینٹوں سے بچنا

اس باب میں پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

استبراء کی تعریف

پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد مثانہ یا پیشاب کی نالی میں جو قطرہ رہ جاتا ہے اس کے اثر سے اچھی طرح برأت اور اطمینان حاصل کرنا۔

یہ تعریف فقہاء کرام کے نزدیک ہے۔

یہاں پر استبراء سے عام معنی مراد ہیں۔

یعنی پیشاب سے احتیاط کرنا کہ اس کے چھینٹے جسم تک نہ پہنچیں۔

19 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا هَذَا فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبُؤْلِ وَأَمَّا هَذَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ دَعَا بِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ ثُمَّ غَرَسَ عَلَى هَذَا وَاحِدًا وَعَلَى هَذَا وَاحِدًا وَقَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسَا قَالَ هَذَا يَسْتَتِرُ مَكَانَ يَسْتَنْزِهُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ كَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ يَسْتَنْزِهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا دو قبروں کے قریب سے گزر رہا تھا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑے گناہ پر عذاب نہیں دیئے جا رہے۔ بہر حال یہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور وہ چغل خوری کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک سبز ٹہنی طلب فرمائی اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑا اس قبر پر گاڑا اور دوسرا دوسری قبر پر گاڑا۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے کہ جب تک یہ سوکھے گی نہیں۔ اور ہنار نے یستتر کی جگہ یستند فرمایا: (یعنی پیشاب سے بچنے کی بجائے پیشاب کرتے ہوئے سر نہیں ڈھانپتا تھا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے اس معنی سے روایت کرتے ہوئے فرمایا اپنے پیشاب سے ستر نہیں ڈھانکتا تھا۔ اور ابو معاویہ نے فرمایا: وہ (پیشاب کے چھینٹوں سے) بچتا نہ تھا۔

(سنن للبیہقی الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۱۰۴، السنن الکبریٰ للمسائی: ج: ۱، ص: ۶۹، تہذیب الآثار: ج: ۲، ص: ۳۸۲، سنن ابن ماجہ: ج: ۱، ص: ۴۱۶)

20 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ وَمَعَهُ دَرَقَةٌ ثُمَّ اسْتَتَرَبَهَا ثُمَّ بَالَ فَقُلْنَا انْظُرُوا إِلَيْهِ يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ فَسَمِعَ ذَلِكَ فَقَالَ أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا لَقِيَ صَاحِبُ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَطَعُوا مَا أَصَابَهُ الْبَوْلُ مِنْهُمْ فَهَاهُمْ فَعَذِبَ فِي قَبْرِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ مَنْصُورٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ جَلِدَ أَحَدَهُمْ وَقَالَ عَاصِمٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَسَدِ أَحَدِهِمْ

حضرت عبدالرحمن بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ

میں اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ ڈھال لے کر باہر تشریف لائے پھر اسی کے ساتھ پردہ کر کے پیشاب کیا۔

ہم نے کہا: ان کی جانب ملاحظہ کیجئے ایسے پیشاب کرتے ہیں۔ جیسے عورت چھپ کر پیشاب کرتی ہے۔

آپ نے اس بات کو سن کر ارشاد فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تھا؟ جب ان میں سے کسی کو کسی مقام پر پیشاب لگتا تو اس مقام کو کاٹ دیتے تھے۔ اس نے ان کو اس طرح کرنے سے منع فرمایا تو اس کو قبر میں عذاب دیا گیا۔

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ

اس حدیث میں منصور نے از ابو داؤد اکل، از ابو موسیٰ فرمایا: ان میں سے کوئی ایک اپنی جلد کو۔

اور عاصم نے از ابو داؤد اکل از ابو موسیٰ فرمایا کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان میں سے کوئی ایک جسم کے حصہ کو۔

(سنن ابن ماجہ: ج ۱، ص ۱۱۵؛ سنن الکبریٰ للبخاری: ج ۱، ص ۶۹؛ المسند رک: ج ۱، ص ۲۹۲؛ سنن الکبریٰ للبخاری: ج ۱، ص ۱۰۱)

تشریح:

اس روایت میں نبی کریم ﷺ کا دو قبروں کے پاس سے گزرنا ذکر کیا گیا ہے جن کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ آیا یہ دو قبریں مسلم کی تھیں یا غیر مسلم کی تھیں۔ اس میں دونوں قول ہیں۔

ابو موسیٰ المدینی کی رائے بالجزم یہ ہے کہ یہ غیر مسلم تھے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ ”هلکانی الجاہلیۃ“ مگر یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابن لہیعہ راوی ہے اور ابن العطار کی رائے یہ ہے کہ قبریں مسلم کی تھیں اور بعض روایات سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے۔

چنانچہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے: مر علی قبرین جدیدین

اور مسند احمد کی روایت میں ہے۔

مر بالبقیع

نیز آپ نے سوال فرمایا: دلتتم الیوم؟

ان روایات کا تقاضا یہی ہے کہ مسلمانوں کی قبریں تھیں۔

قبر پر تر شاخ اور پھول ڈالنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے موقف

نبی کریم ﷺ نے ایک تر شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے فرمائے اور ان دو ٹکڑوں کو ان قبروں پر گاڑ دیا۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہوں گی ان پر عذاب کی تخفیف ہوتی رہے گی۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے فرمایا ہے کہ عذاب میں تخفیف کی وجہ ہو سکتا ہے رسول اللہ ﷺ کے شاخ گاڑنے کی بناء پر ہو اور اس کی وجہ شاخ کے تر ہونے کی خصوصیت نہ ہو۔

علامہ نووی نے فرمایا: یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے تخفیف عذاب کی شفاعت کی تھی اور ان شاخوں کے سبز رہنے تک آپ ﷺ کی شفاعت قبول کر لی گئی۔

ایک قول یہ ہے کہ

جب تک شاخ تر رہتی ہے تسبیح کرتی ہے اور جب خشک ہو جاتی ہے تو تسبیح نہیں کرتی۔

اور قرآن مجید میں ہے: ان من شیء الا یسبح بحمدہ

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

اس کا معنی ہے: ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے۔ اور شاخ کی حیات اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ سرسبز اور تر و تازہ ہو اور پتھر کی حیات اس وقت تک ہے جب تک اس کو توڑا نہ جائے۔

مگر محققین کا مذہب یہ ہے کہ

یہ حمد اور تسبیح اپنے عموم پر ہے اور ہر چیز ہقیقۃً تسبیح کرتی ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ

ہر چیز کی یہ تسبیح ہے کہ اس کا وجود صانع کے وجود پر دلالت کرتا ہے اسی حدیث کی وجہ سے علماء نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف عذاب متوقع ہے تو تلاوت قرآن کی وجہ سے تخفیف عذاب کی زیادہ توقع ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ

جب ہر چیز کا تسبیح کرنا اپنے عموم پر ہے تو اس حدیث میں تخفیف عذاب کو شاخ کے تر رہنے تک کیوں موقوف کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جیسے جہنم کے فرشتوں کی تعداد کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

(عمدة القاری: ج: 3، ص: 117)

علامہ سید احمد بن محمد طحاوی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں:

درخت کی شاخ کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو۔

مشکوٰۃ شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ

ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض آئمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے۔ (حاشیہ الطحاوی علی مرآۃ الفلاح: ص: 378)

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی 1352ھ لکھتے ہیں:

عذاب میں تخفیف کی وجہ اس شاخ کی تسبیح کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کی برکت کی وجہ سے ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں مطالب المؤمنین سے نقل کیا ہے کہ

قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (فیض الباری: ج: 1، ص: 311)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ

بے شک یہ بھی ایک قول ہے کہ شاخ جب تک تر ہوگی تسبیح کرتی رہے گی اور تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی اس وجہ سے یہ حکم ہر اس چیز میں جاری ہوگا جس میں تری ہو اگرچہ وہ درخت ہو یا غیر۔ اس طرح جس چیز میں برکت ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآن مجید اور ان سے بہ طریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی۔ (فتح الباری: ج: 1، ص: 320)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

اس وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض آئمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ درخت کی شاخوں اور پھولوں کو (قبر پر) رکھنے کا معمول اسی حدیث کی وجہ سے سنت ہے۔ (مرقات: ج: 1، ص: 351)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے بیان فرمایا ہے کہ

بعض شہروں میں یہ عرف کہ قبروں پر کھجور کے پتے بچھاتے ہیں ان کا یہ عمل اس حدیث کی وجہ سے ہے اور حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں ان کا یہ عمل نبی کریم ﷺ کے فعل اور اس حدیث کی اتباع پر مبنی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 73)

امام محمد بن ابیہامیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں گاڑی جائیں۔ (صحیح البخاری: ج: 1، ص: 181)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا باسٹھ ہجری میں مرو میں انتقال ہوا

تھا۔

اس میں حکمت یہ تھی کہ

کھجور کے درخت کی برکت حاصل کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شجرہ طیبہ فرمایا ہے اور نبی کریم ﷺ کی اقتداء کی

آجائے کیونکہ آپ ﷺ نے درخت کی شاخ کے دو ٹکڑے قبر پر رکھے تھے۔ (عمدة القاری: ج: 8، ص: 182)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کے شروع میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو کہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے دست اقدس سے ان شاخوں کو قبر پر رکھا تھا بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے ان شاخوں کے رکھنے کا امر کیا ہو اور حضرت بریدہ بن حصیب صحابی نے آپ کی پیروی کی ہے اور اپنی قبر پر شاخوں کے رکھنے کی وصیت کی اور لوگوں کی بجائے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنا زیادہ مناسب ہے۔

(فتح الباری: ج: 1، ص: 320)

مزید راقم ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا اور اس عمل کو ان دو قبروں والے کے ساتھ مخصوص قرار نہیں دیا۔

(فتح الباری: ج: 3، ص: 223)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ

قبر پر خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے نیز فقہاء شافعیہ حنبلیہ اور حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ قبر پر پانی کے چھینٹے ڈالنا مستحب

ہے اور قبر پر سبز شاخ، پھول اور کسی تر چیز کو رکھنا سنت ہے۔ (فقہ اسلامی وادلتہ: ج: 1، ص: 530)

علامہ محمد شربیانی شافعی لکھتے ہیں:

قبر پر شاخ کار کھنا سنت ہے اسی طرح پھولوں اور ہر تر چیز کار کھنا سنت ہے۔ (معنی المحتاج: ج: 1، ص: 364)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں: جو لوگ زندہ چیز کی تسبیح کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے قبروں پر

سبزہ اور پھولوں کے ڈالنے پر استدلال کرتے ہیں۔ (الوجہ للمعات: ج: 1، ص: 200)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی صنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک شاخ کے یہ ٹکڑے

خشک نہیں ہوں گے ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ جب تک شاخ کے یہ ٹکڑے تر

رہیں گے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہیں گے اور خشک شاخ نشیب نہیں کرتی۔ اور قرآن مجید میں جو ہے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے

ساتھ شیخ کرتی ہے یا اس کا اپنے خالق اور صانع پر دلالت کرنا یہی اس کی تسبیح ہے۔

محققین یہ کہتے ہیں کہ

ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے کیونکہ عقل کے نزدیک یہ محال نہیں ہے اور قرآن مجید اور احادیث میں اس کی تصریح ہے اس لیے

اس کو ماننا ضروری ہے اور اس حدیث کی وجہ سے علماء نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب

درخت کی شاخ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف متوقع ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے بہ طریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

جب ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے تو پھر شاخ کی تخصیص کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

بعض چیزوں کی وجہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ہی معلوم ہوتی ہے جیسے دوزخ کے فرشتوں کی تعداد انیس ہے۔ اس سے کم یا زیادہ نہیں اس کی وجہ کا صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو ہی علم ہے۔

رسل ملائکہ میں سے صرف جبرائیل علیہ السلام کو وحی نازل کرنے کے ساتھ کیوں خاص کیا حضرت عزرائیل علیہ السلام کو روح قبض کرنے کے ساتھ کیوں خاص کیا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کو تقسیم رزق کے ساتھ کیوں خاص کیا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کے ساتھ کیوں خاص کیا ان کی وجوہات کو صرف اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اسی لیے تر شاخ کے تسبیح کرنے اور خشک شاخ کے تسبیح نہ کرنے کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے جبکہ تحقیق یہ ہے کہ ہر چیز حقیقتاً حمد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ (عمدة القاری: ج: 3، ص: 117)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

قبرستان سے سرسبز گھاس کا ٹٹا مکروہ ہے اور سوکھی ہوئی گھاس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ البحر الرائق درر غرر اور شرح المنیہ میں ہے۔

امداد میں اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ

تروتازہ گھاس اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

قاضی خان میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں (یعنی علامہ شامی رحمہ اللہ)

اس کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں مذکور ہے نبی کریم ﷺ نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیئے جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے اور اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے۔

ہمارے زمانہ میں آس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں وہ اسی قیاس پر ہیں۔ فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی صراحت کی ہے اور یہ بعض مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ عذاب میں تخفیف نبی کریم ﷺ کی برکت اور آپ ﷺ کی دعا سے حاصل ہوئی۔ (رد المحتار: ج: 1، ص: 848، 847)

قبر پر قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف ہونا

جس طرح ثابت ہو چکا کہ قبر پر سبزی یا تر شاخ رکھنے سے قبر میں عذاب تخفیف ہوتا ہے اسی طرح قبر پر قرآن مجید پڑھنے سے بھی عذاب قبر میں تخفیف ہوتی ہے۔ اس بارے میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کو رکھو بلکہ جلدی قبر کی طرف لے جاؤ اور اس کے سرہانے سورہ فاتحہ پڑھو اور

اس کے پیروں کی جانب سورہ البقرہ کی آخری آیات پڑھو۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 13613)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورہ یسین پڑھی اللہ تعالیٰ اس قبرستان کے مردوں کے عذاب میں تخفیف کر دیتا

ہے اور جتنے مردے ہوں اتنی نیکیاں اس شخص کو عطا کرتا ہے۔

اور حضرت مقعل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے مردوں کے پاس سورہ یسین پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3105، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1448)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبدالرحمان بن اعلاء بن للحاج سے روایت ہے کہ

مجھ سے میرے والد نے فرمایا: اے میرے بیٹے! جب میں مرجاؤں تو میری لحد بنانا اور مجھے قبر میں رکھتے وقت بسم اللہ

و علی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا پھر میری قبر پر مٹی ڈال دینا اور میرے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا

کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اس کی وصیت کرتے تھے۔

(معجم الکبیر: ج: 19، ص: 320)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر اس قبرستان

کے مردوں کو بخش دیا تو اس کو قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر قل ھو اللہ احد پڑھنے کا اجر ملے گا۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 42596)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قبر میں مردہ اس طرح ہوتا ہے جس طرح کوئی شخص غرق ہو رہا ہو اور اس کی مدد کی جارہی ہو

اور وہ اپنے باپ، بھائی اور دوست کی دعاؤں کا منتظر ہوتا ہے۔ جب ان کی دعائیں اسے ملتی ہیں تو وہ اس کو دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہیں اور مردوں کے لئے زندوں کے تحفے دعا اور استغفار ہیں۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 42971)

عذاب قبر حق ہے؟

حدیث مبارکہ میں دو اشخاص پر عذاب کا ذکر فرمایا گیا جس سے ثابت ہوا کہ گناہوں کے عوض قبر میں عذاب پہنچنا حق ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وستانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے اس کے برخلاف خوارج جمہور معتزلہ بعض مرجعہ عذاب قبر کے قائل نہیں ہیں۔ اہل حق کے نزدیک بعینہ جسم کو عذاب ہوتا ہے یا جسم کے کسی جز میں روح کو لوٹانے کے بعد عذاب ہوتا ہے۔ محمد بن جریر اور عبد اللہ بن کرام اس کے خلاف ہیں۔

انہوں نے کہا ہے کہ

میت کو عذاب دینے کے لئے روح کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔
یہ رائے فاسد ہے کیونکہ درد کا احساس صرف زندہ کے لئے مقصود ہے۔
اگر یہ اعتراض ہو کہ

میت کا جسم اسی طرح بغیر کسی تغیر کے بڑا ہوتا ہے اور اس پر عذاب دیئے جانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا؟
اس کا جواب یہ ہے کہ

اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص خواب میں دیکھ رہا ہے کہ اس کو مار پڑ رہی ہے اور وہ خواب میں درد اور تکلیف بھی محسوس کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھے ہوئے بیدار شخص کو کوئی علم نہیں ہوتا کہ وہ اس وقت کیا محسوس کر رہا ہے اسی طرح ایک بیدار شخص کسی خیال کی وجہ سے لذت یا تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو علم ہی نہیں ہوتا کہ وہ لذت یا تکلیف کے کسی عالم میں ہے اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہم کلام ہوتے تھے اور حاضرین کو اس کا کوئی ادراک نہیں ہوتا تھا۔

مزید راقم ہیں کہ

منکرین عذاب قبر کی دلیل یہ ہے کہ

میت سے سوال کرنا اور اس کو عذاب دیا جانا عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو قتل کیا گیا یا سولی پر چڑھایا گیا اور ایک مدت تک اس کی لاش پڑی رہتی ہے حتیٰ کہ اس کے اجزاء پھٹ جاتے ہیں اور ہم اس پر سوال و جواب

یا عذاب دیئے جانے کے کوئی آثار نہیں دیکھتے اسی طرح جس شخص کو درندے یا پرندے (مثلاً گدھ) کھا جاتے ہیں اور اس کے اجزاء ان کے پیٹ یا پوٹوں میں ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ واضح یہ ہے کہ جو شخص جل کر راکھ ہو جاتا ہے تو ان کے متعلق سوال اور عذاب کا دعویٰ کرنا عقل کے خلاف ہے۔

ابن الباقلائی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ

یہ مستبعد نہیں ہے کہ جس شخص کو سولی پر چڑھایا گیا ہو اس میں دوبارہ روح لوٹا دی جائے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور حاضرین اس کا مشاہدہ نہیں کر پاتے تھے اسی طرح جو شخص درندے کے پیٹ یا پرندے کے پوٹے میں ہو یا جل گیا ہو اس کے کسی ایک جز میں روح لوٹا دی جائے تو یہ ممکن ہے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ

یہ خرق عادت ہے اور تمام امور اخروی ایسے ہی ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج 9: ص 318)

علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ نے (قبر میں) روح لوٹانے میں تردد کیا ہے۔ انہوں نے کہا: حیات کے لئے روح لازم نہیں یہ صرف امر عادی ہے۔ بعض احناف میں سے جو معاد جسمانی کے قائل ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ

جسم میں روح رکھی جاتی ہے وہ لذت اور الم کا ادراک کرتی ہے۔

اور جن کا قول یہ ہے کہ

جب بدن مٹی ہو جاتا ہے تو روح اس مٹی کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے اور روح اور مٹی دونوں کا الم ہوتا ہے۔

اس قول میں یہ احتمال ہے کہ

روح ایک جسم ہے اور بدن سے مجرد ہے۔

اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ

بعض احناف مثلاً امام ماتریدی اور ان کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ

روح (جسم سے) مجرد ہے۔

لیکن امام تریدی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قبر میں گوشت کو روح کے بغیر کس طرح درد پہنچایا جائے گا۔

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی 881ھ لکھتے ہیں: علامہ قونوی نے فرمایا ہے کہ

تصل ہوتا ہے جیسے سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور زمین پر ہے۔ (شرح المسائر مع السامعہ: ص: 243)

(شرح الصدور: ص: 75، 76)

بھی قادر ہے۔ (مرقاۃ: ج: 1، ص: 203)

عذاب قبر کے ثبوت میں کئی احادیث مبارکہ ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ یہ دعا فرماتے تھے کہ

اے اللہ عزوجل! میں عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری

پناہ میں آتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6367)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کافر پر اس کی قبر میں نانوے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں جو اس کو کاٹتے ہیں اور

بھنبھوڑتے رہیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہوگی اگر ان میں سے ایک سانپ زمین میں پھونک مارے تو زمین سبز نہیں اگائے

گی۔ (مسند احمد: ج: 17، ص: 434، رقم الحدیث: 11334)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ پانچ کلمات پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور ان کلمات کو نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے۔

1- اے اللہ عزوجل! میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

2- اے اللہ عزوجل! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

3- اے اللہ عزوجل! میں ناکارہ حیات سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

4- اے اللہ عزوجل! میں دنیا کے فتنہ یعنی فتنہ دجال سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

5- اے اللہ عزوجل! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2365)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم مردوں کو دفن کرنا نہ چھوڑ دو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ تمہیں عذاب قبر

سنائے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2828)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مردوں کو قبر میں عذاب دیا جائے گا حتیٰ کہ جانور بھی ان کی آوازیں سنیں گے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 10459)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے سنا کہ

نبی کریم ﷺ عذاب قبر سے پناہ طلب کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6344)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کی قبر میں ضرور سرسبز باغ ہوتا ہے اس کی قبر میں ستر ہاتھ وسعت کر دی جاتی ہے اور اس کی قبر کو چودھویں رات کے چاند کی طرح منور کر دیا جاتا ہے کیا تمہیں علم ہے کہ یہ آیت کریمہ کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

ترجمہ:- ”اور جو میری یاد سے اعراض کرے گا اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی اور اسے ہم قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔“

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو تنگی میں گزارنے سے کیا مراد ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی کو علم ہے۔

آپ ﷺ نے (پھر) ارشاد فرمایا: اس سے مراد کافر کا عذاب قبر ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس (کافر) کے اوپر ننانوے تنین مسلط کیے جائیں گے تمہیں معلوم ہے کہ تنین کیا چیز ہیں۔ وہ ستر (70) سانپ ہیں، ہر سانپ کے سات سر ہیں وہ اس کو قیامت تک کاٹتے اور ڈنک مارتے رہیں گے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 3122)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہودی بوڑھی عورتوں میں سے دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں۔ وہ کہنے لگیں کہ

قبر والوں کو ان قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے۔ میں نے ان کی تکذیب کی اور ان کی تصدیق کرنے کو اچھا نہیں جانا وہ چلی گئیں اور نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔

میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) اور ان دو بوڑھی عورتوں کے آنے اور عذاب قبر کی خبر دینے کا تذکرہ کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں نے سچ کہا۔ قبر والوں کو اتنا عذاب دیا جائے گا کہ اس کو تمام جانوریں گے پھر میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ جب بھی نماز پڑھتے تو عذاب قبر سے پناہ طلب کرتے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1048)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ روئیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ کہیں گے کہ

تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے۔

پس وہ شخص کہے گا: جو وہ زندگی میں کہتا تھا۔

وہ کہے گا: وہ اللہ عزوجل کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

وہ فرشتے کہیں گے کہ

ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر میں ستر (70) ہاتھ در ستر (70) ہاتھ وسعت کر دی جائے گی پھر اس کی قبر

منور کر دی جائے گی۔

پھر اس سے کہا جائے گا: سو جاؤ۔

وہ کہے گا: میں اپنے گھر جا کر گھر والوں کو اس کی خبر دوں۔

فرشتے کہیں گے: تم اس دلہن کی طرح سو جاؤ جس کو وہی شخص بیدار کرتا ہے جو اس کو گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب

ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا اور اگر وہ منافق ہو تو

وہ کہے گا کہ

میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی اس کی مثل کہہ دیا مجھے کچھ پتا نہیں۔

فرشتے کہیں گے۔

ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے۔

پھر زمین سے کہا جائے گا کہ

اس کو دھاؤ، زمین اس کو دھائے گی تو اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف کھل جائیں گی۔ پھر اس کو مسلسل عذاب

ہوتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1071)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے ہم قبر تک پہنچے جب لحد ہنائی گئی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ

گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پردے ہیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے

ساتھ آپ ﷺ زمین کرید رہے تھے۔

آپ ﷺ نے اپنا سرا قدس اٹھا کر دو یا تین بار ارشاد فرمایا: عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا۔

جب اس سے یہ کہا جائے گا کہ

اے شخص! تیرا رب کون ہے؟

اور تیرا دین کیا ہے؟

اور تیرا نبی کون ہے؟

ہنا نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھادیں گے۔
اور اس سے کہیں گے۔

تیرا رب کون ہے؟

وہ کہے گا: میرا رب اللہ عزوجل ہے۔

پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے۔

وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے۔

پھر وہ کہیں گے: وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟

وہ کہے گا: وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

پھر وہ کہیں گے: تمہیں کیسے علم ہوا؟

وہ کہے گا: میں نے کتاب پڑھی میں اس پر ایمان لے آیا اور میں نے اس کی تصدیق کی اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے۔

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (ابراہیم: 27)

پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ

میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لئے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی اور اس کی منجھائے بھرتک اس کی قبر کھول دی جائے گی۔ پھر آپ ﷺ نے کافر کی موت کا تذکرہ کیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھائیں گے۔

اور اس سے کہیں گے کہ

تیرا رب کون ہے؟

وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔

پھر وہ اس سے کہیں گے۔

تیرا دین کیا ہے؟

وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔

پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا۔

وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔

پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ

اس نے جھوٹ بولا۔ اس کے لئے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری جانب نکل جائیں گی پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کیا جائے گا اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا جن کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ کافر چیخ مارے گا جس کو جن وانس کے سوا سب سینس گے اور وہ کافر مٹی ہو جائے گا اور اس میں پھر دوبارہ روح ڈال دی جائے گی۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 6737)

اور یہی حدیث مبارکہ حضرت براء بن عازت رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں طوالت کے ساتھ اس طرح ذکر ہے۔

جب بندہ مومن کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھاتے ہیں۔

اور اس سے پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟

وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ عزوجل ہے۔

پھر پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟

وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے۔

پھر پوچھتے ہیں: وہ کون سی مقدس ذات ہے جو تم میں مبعوث کیے گئے تھے۔

وہ کہتا ہے: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

فرشتے پوچھیں گے: تمہیں ان کے متعلق رسول ہونے کا علم کس طرح ہوا۔

وہ کہے گا: میں نے کتاب اللہ کو پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔

پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ

میرے بندہ نے سچ کہا، اس کے لئے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف کھڑکی کھول دو پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو آئے گی اور منتہائے بھرتیک اس کی قبر کو وسیع کر دیا جائے گا پھر اس کے پاس ایک حسین و جمیل شخص آئے گا جس کا لباس بہت خوب صورت ہوگا اور اس کی خوشبو بہت پاکیزہ ہوگی۔

اور وہ کہے گا: تم جس سے خوش ہو تم کو وہ مبارک ہو یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

وہ مومن کہے گا: تم کون ہو؟

وہ شخص کہے گا: میں تمہارا نیک عمل ہوں۔

پس وہ شخص کہے گا: اے میرے رب عزوجل اقیامت کو قائم کر دے تاکہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں۔
اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور کافر کی روح کو بھی اس کے جسم میں لوٹایا جائے گا اور اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھائیں گے۔

اور اس سے پوچھیں گے: تیرا رب کون ہے؟

وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔

پھر وہ اس سے پوچھیں گے: تیرا دین کیا ہے؟

وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔

وہ پھر پوچھیں گے: وہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا۔

وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔

پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا۔

یہ جھوٹا ہے اس کے لئے دوزخ سے فرش بچھا دو اور دوزخ کی طرف کھڑکی کھول دو۔ پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور گرم ہوائیں آئیں گی اور اس کی قبر اس قدر ٹھک کر دی جائے گی کہ اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی اور اس کے پاس ایک بہت بد صورت شخص آئے گا جس کے کپڑے بہت خراب ہوں گے اس سے سخت بدبو آ رہی ہوگی۔
وہ اس سے کہے گا: تمہیں وہ چیز مہارک ہو جو تم کو غم ناک کرے گی یہ تمہارا وہ دن ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا۔
وہ کافر پوچھے گا: تم کون ہو؟

وہ آلے والا کہے گا: میں تمہارا غبیث عمل ہوں۔

وہ کافر کہے گا: اے میرے رب عزوجل اقیامت قائم نہ کرنا۔ (مسند احمد: ج 30، ص 503، رقم الحدیث: 18534)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہانی سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی آنسو سے بھیک جاتی۔
آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ

آپ رضی اللہ عنہ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نہیں روتے اور قبر کو یاد کرتے ہیں تو اس قدر روتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل قبر ہے اگر انسان کو اس منزل سے نجات مل جائے تو اس کے بعد منازل زیادہ آسان ہوتی ہیں اور اگر اس منزل میں نجات نہ ہو تو بعد کی منازل زیادہ دشوار ہوتی ہیں۔

اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ
میں نے قبر سے زیادہ ڈراؤنا اور وحشت ناک منظر اور کوئی نہیں دیکھا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2309)
ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب کوئی مسلمان فوت ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔
اور اس سے کہا جاتا ہے کہ

تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟
پس اللہ تعالیٰ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے۔
پس وہ کہتا ہے کہ

میرا رب عز وجل اللہ ہے۔
اور میرا دین اسلام ہے۔

اور میرے نبی (سیدنا) محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے اور اس کے لئے اس میں کشادگی کی جاتی ہے۔

پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

يُكَلِّمُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُخَوِّلُ اللَّهُ الظَّالِمِينَ

(ابراہیم: 27) (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9145)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ اپنے منبر پر سوار ہو کر بنو نجار کے باغ میں جا رہے تھے ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک جگہ پر منبر پر
تھک کر کھائی قریب تھا کہ آپ ﷺ کو گرا دیں وہاں پر پانچ (5) یا چھ (6) یا چار (4) قبریں تھیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟

ایک شخص نے عرض کیا: میں پہچانتا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ کب مرے تھے؟

اس نے عرض کیا: یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس امت کو اپنی قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم مردوں کو
نہ کرنا چھوڑ دو گے تو میں تم کو عذاب قبر سنواتا جس کو میں سن رہا ہوں۔

پھر آپ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔
ہم نے عرض کیا: ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔
ہم نے عرض کیا: ہم عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا: ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔
ہم نے عرض کیا: ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔
ہم نے عرض کیا: ہم دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2867)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب انسان اپنی قبر میں داخل ہوتا ہے تو اگر وہ مومن ہو تو اس کے نیک اعمال اس کا احاطہ لیتے ہیں، نماز اور روزہ وغیرہ۔

پھر فرشتہ نماز کی طرف سے آتا ہے تو نماز اس کو لوٹا دیتی ہے پھر وہ روزہ کی طرف سے آتا ہے تو روزہ اسے لوٹا دیتا ہے
پھر فرشتہ اس کو پکار کر کہتا ہے کہ

بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ جاتا ہے۔

پھر وہ فرشتہ کہتا ہے کہ

تم اس شخص یعنی نبی کریم ﷺ کے متعلق کیا کہتے تھے۔

وہ کہے گا: کون؟

فرشتہ کہے گا: محمد مصطفیٰ ﷺ۔

وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ میں اسی عقیدے پر زندہ رہا اسی پر مرا اور اسی عقیدہ پر اٹھایا جائے گا اور اگر وہ انسان کا فریاد ہو تو جب فرشتہ اس کے پاس آئے گا تو اس کے پاس کوئی ایسا نیک عمل نہیں ہوگا جو اس کو لوٹائے
فرشتہ اس کو بٹھا کر اس سے سوال کرے گا کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے۔

وہ کہے گا: کس شخص کے بارے میں؟

وہ فرشتہ کہے گا: محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے بارے میں۔

وہ کافر کہے گا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کچھ نہیں جانتا میں ان کے متعلق وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔

پھر فرشتہ کہے گا: تم اسی عقیدے پر زندہ رہے اسی پر مرے اور اسی پر اٹھائے جاؤ گے پھر اس کی قبر پر ایک جانور مسلط کیا جائے گا جس کے پاس ڈول کی طرح ایک آگ کا کوڑا ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اس کو اس کوڑے سے مارے گا اور اس کی آواز کوئی نہیں سنے گا جس کو اس پر ترس آئے۔ (معجم الکبیر: ج: 24، ص: 105، رقم الحدیث: 281)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سخت گرم دن میں نبی کریم ﷺ بقیع الغرقہ کے پاس سے گزرے اور لوگ آپ ﷺ کے پیچھے چل رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نے ان کی جوتیوں کی آہٹ سنی تو آپ ﷺ ٹھہر گئے حتیٰ کہ لوگوں کو اپنے آگے کر دیا تاکہ آپ کے دل میں تکبر کا کوئی نہ آئے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہاں پر دو آدمیوں کی قبریں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم نے آج کن لوگوں کو دفن کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا نبی اللہ (ﷺ)! فلاں فلاں ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو اس وقت ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ایک شخص چغلی کھاتا تھا اور دوسرا شخص پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک شاخ کے دو ٹکڑے کر کے ان کو ان کی قبروں پر گاڑ دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے اس طرح کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تاکہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا نبی اللہ (ﷺ)! ان کو کب سے عذاب دیا جا رہا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ غیب ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اگر تمہارے دلوں میں وحشت نہ ہوتی تو تمہیں وہ آوازیں سنا دیتا جن کو میں سن رہا ہوں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7869)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص بنونجار کے محلہ میں گیا۔ وہاں اس نے بنونجار کے کچھ لوگوں کی آوازیں سنیں جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے اور ان کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ گھبرائے ہوئے باہر آئے اور آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ طلب کریں۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 6742)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک (بعض) مردوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے حتیٰ کہ جانور ان کی

آوازیں سنتے ہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 10459)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کافر پر (قبر میں) دو سانپ بھیجے جائیں گے۔ ایک اس کے سر کی جانب اور دوسرا اس پیروں کی جانب وہ اس کو کاٹتے رہیں گے جب وہ اس کو کاٹ چکیں گے تو پھر دوبارہ کاٹیں گے قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا۔ (مسند احمد: ج: 42، ص: 106، رقم الحدیث: 25189)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں اس وقت بنو نجار کے باغات میں سے ایک باغ میں تھی۔ اس زمانہ کی قبریں تھیں جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے ان پر عذاب دیئے جانے کی آوازیں سنیں تو آپ ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر آئے عذاب قبر سے پناہ طلب کرو۔

میں نے پوچھا: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا ان کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اس عذاب کو وحشی جانور سن رہے ہیں۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 3125)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ کے باغات میں سے کسی باغ میں گزرے۔ آپ ﷺ نے دو انسانوں کی آوازیں سنیں ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بہت دشوار کام کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک شخص پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چھوٹا کھاتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک شاخ منگوا کر اس کے دو ٹکڑے کیے پھر آپ ﷺ نے ان قبروں میں سے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 216)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو لوگوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھا دیتے ہیں۔ اور اس سے کہتے ہیں کہ

تم اس شخص (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟
وہ کہتا ہے کہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔
پھر اس سے کہا جاتا ہے۔

دیکھو! اپنے دوزخ کے ٹھکانے کو، اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لیے جنت کے ٹھکانے سے تبدیل کر دیا ہے۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا اور رہا کا فریا منافع تو وہ کہتا ہے۔
میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔
اس سے کہا جائے گا۔

تم نے نہ کچھ جاننا نہ کہا پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی جاتی ہے جس سے وہ چیخ مارتا ہے اور جن والے کے علاوہ سب اس کی چیخ کو سنتے ہیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1338)
ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ کھجوروں کے باغ میں تھے۔ وہ باغ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ آپ ﷺ قضاء حاجت کے لئے گئے اور
حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے چل رہے تھے وہ آپ ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے آپ ﷺ کے پہلو پہ پہلو نہیں چل رہے
تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک کنارے کی جانب ہو
گئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پر افسوس ہے اے بلال (رضی اللہ عنہ)! کیا تم سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں۔
حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کچھ نہیں سن رہا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے پھر اس قبر والے کے متعلق تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ
یہودی ہے۔ (مسند احمد: ج: 20، ص: 10، 11 مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمرو بن شریک سے روایت ہے کہ
ایک شخص فوت ہو گیا اس کے پاس فرشتے آئے۔

اور کہا: ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے سو کوڑے ماریں گے پھر اس کی نماز، روزے اور جہاد کا ذکر کیا گیا۔
پھر کہا: اس کے عذاب میں تخفیف کر کے دس کوڑے مارو۔
پھر ان سے تخفیف کا سوال کیا حتیٰ کہ ایک کوڑا رہ گیا۔

فرشتوں نے کہا: ہم تمہیں ایک کوڑا ماریں گے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ پھر اس کو ایک کوڑا مارا جس سے اس کی قبر جلنے لگی اور وہ شخص بے ہوش ہو گیا۔ جب وہ شخص ہوش میں آیا۔

تو اس نے پوچھا: تم نے مجھے کس گناہ کی وجہ سے کوڑا مارا ہے؟

فرشتوں نے کہا: تم نے ایک دن پیشاب کیا پھر وضو کیے بغیر نماز پڑھ لی اور تم نے ایک شخص کو فریاد کرتے ہوئے سنا اور اس کی فریاد سنی نہیں کی۔ (مصنف عبدالرزاق: ج: 3، ص: 394، رقم الحدیث: 1850)

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ عذاب قبر برحق ہے جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اس کو عذاب دیا جائے گا ہاں مگر جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم و فضل ہو۔

عذاب قبر سے نجات کے اسباب

بے شک عذاب قبر برحق ہے مگر جو شخص اس کی تیاری کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ عذاب قبر سے محفوظ فرماتا ہے اس بارے میں کئی احادیث مبارکہ ہیں چند درج ذیل ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے مر گیا اس کو فتنہ قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کو قیامت کی دہشت سے مامون رکھا جائے گا اور اس کو صبح و شام جنت سے رزق دیا جائے گا اور قیامت تک اس کے صحیفہ اعمال میں سرحد کی حفاظت کرنے کا اجر لکھا جاتا رہے گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 9895)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جو شخص ہر رات کو سورۃ تسبارک الہی بیدہ الملک پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے عذاب قبر کو روک لیتا ہے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اس سورت کو مانعہ کہتے تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2896)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بیماری میں مرا وہ شہادت کی موت مرا اس کو فتنہ قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کو صبح اور شام جنت سے رزق دیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1815)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت فضالہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

ہر مرنے والے کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوا اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحد کی حفاظت کرنے والا ہو اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہے گا اور وہ فتنہ (عذاب) قبر سے محفوظ رہے گا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 4824)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مقدم بن معدی کرب الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس شہید کے لئے چھ انعام ہیں۔

1- اس کا جب پہلی بار خون نکلے گا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

2- وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لے گا۔

3- اور اس کو ایمان کامل پہنایا جائے گا۔

4- اور بڑی آنکھوں والی حور سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا۔

5- اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جائے گا۔

6- اس کو قیامت کی بڑی دہشت سے مامون رکھا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 2799)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے رات کو سونے سے پہلے النہم تنزیل السجدہ کو پڑھا وہ عذاب قبر سے

نجات پالے گا اور قبر کے سوال و جواب کرنے والوں سے محفوظ رہے گا۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 2684)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگرچہ عذاب قبر برحق ہے مگر عذاب قبر سے حفاظت کے بھی بہت سے اسباب ہیں

اسی لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی میں عافیت ہے اور ایمان کی حفاظت ہے۔

1- قال ہناد یستتر مکان یستنزہ .

اس مقام پر مصنف کے دو استاد ہیں۔

1- زہیر 2- ہناد

دونوں کے لفظوں میں جو فرق ہے اس کو بیان کر رہے ہیں۔

زہیر کی روایت میں یستنزہ وارد ہوا ہے۔

اور ہناد کی روایت میں یستتر وارد ہوا ہے۔

2- حدثنا عثمان بن ابی شیبہ

اس سند کا مدار حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ پر ہے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کے دو شاگرد ہیں۔

پہلی روایت میں اعمش تھے اور اس روایت میں منصور ہیں۔

دونوں کی روایت میں فرق یہ ہے کہ

اعمش کی روایت میں حضرت مجاہد اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان طاؤس کا واسطہ موجود ہے اور منصور کی روایت

بلا واسطہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ

کون سا راستہ درست ہے؟ بالواسطہ یا بلاواسطہ؟

امام ابن حبان رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ

دونوں راستے درست ہیں اور ظاہراً حضرت مصنف رحمہ اللہ کی بھی یہی روایت معلوم ہوتی ہے۔

اس کی صورت یہ ہوگی کہ

حضرت مجاہد رحمہ اللہ کو اولاً بواسطہ طاؤس روایت پہنچی ہوگی بعد میں علوسند حاصل ہو گیا ہوگا کہ براہ راست حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سن یا اس کے برعکس ہے۔ اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی دونوں طریق سے تخریج فرمائی ہے اس پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں تحریر کیا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں سندیں واسطہ و بلاواسطہ صحیح ہیں۔

3- قال ابو داود قال منصور.....

یہاں سے حضرت مصنف رحمہ اللہ بعض روایات کو تعلیقاً ذکر فرما رہے ہیں اور اس سے اصل مقصد روایات کے الفاظ محکمہ کو بیان کرنا ہے ان تعلیقات کے ذکر کرنے سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ یہ روایت جس طرح حضرت عبدالرحمن بن حنبلہ سے روایت ہے اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

پھر اس میں اختلاف ہے۔

بعض نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے اور بعض نے اس کو موقوفاً نقل کیا ہے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل وصلى الله عليه وسلم

بَابُ الْبَوْلِ قَائِمًا

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

اس باب میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے

21 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ وَمُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ

حَدَّثَنَا أَبُو عَوَالَةَ وَهَذَا لَفْظُ حَفْصٍ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُدَيْفَةَ قَالَ أَتَى رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ مُسَدَّدٌ قَالَ فَلَمَّحْتُ أَتْبَاعَهُ فَلَمَّحُوا حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قوم کے کوڑے پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا پھر پانی طلب فرما کر اپنے موزوں پر مسح کیا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسدود نے فرمایا کہ میں پیچھے ہونے لگا تو مجھے بلا لیا حتیٰ کہ میں آپ کی پشت کے پیچھے تھا۔

(سنن النسائي بشرح السيوطي وحاشية السند: ج ۱، ص ۳۰، سنن الکبریٰ للبیہقی، جز ۱ ص ۱۰۰، مستدرک جز ۱ ص ۲۹۰، معجم الاوسط، جز ۹ ص ۱۴۶)

تشریح:

یہ مسئلہ اختلافی ہے۔

خفیفہ اور شافعیہ کے نزدیک کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مطلقاً مکروہ ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر چھینٹے پڑنے کا اندیشہ ہے تو ناجائز اگر چھینٹے پڑنے کا اندیشہ نہیں تو جائز ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مطلقاً بلا کراہت جائز ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جو کھڑے ہو کر پیشاب کیا اس میں چند توجیہات ہیں۔

پہلی توجیہ یہ ہے کہ

آپ ﷺ کی کمر مبارک میں درد تھا علاج کے لئے کھڑے ہو کر پیشاب کیا کیونکہ اہل عرب کے ہاں یہ علاج مجرب تھا اس سے درد ختم ہو جاتا تھا۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ

آپ ﷺ کے گھٹنے میں درد تھا بیٹھ نہیں سکتے تھے جس طرح کہ بیہتی اور ابوداؤد میں وارد ہوا ہے۔

ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائما من جرح بما بضہ

تیسری توجیہ یہ ہے کہ

بیٹھ کر پیشاب میں چھینٹے پڑنے کا خطرہ تھا اسی لیے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

چوتھی توجیہ یہ ہے کہ

جس جگہ پیشاب کیا وہ کوڑے کا ڈھیر تھا اگر بیٹھ کر پیشاب کرتے تو قوی امکان تھا کہ کپڑے خراب ہو جاتے۔ اسی لیے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

اس روایت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا مگر ترمذی کی حدیث مبارکہ ہے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ فرماتی ہیں جو تمہیں یہ بیان کرے کہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اس کی تصدیق نہ کی جائے۔ ان دونوں احادیث مبارکہ میں تعارض واقع ہو رہا ہے۔

اس کے چند جواب ہیں۔

- 1- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر کے متعلق فرمایا کہ آپ ﷺ نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا یہ واقعہ سفر کا ہے۔
- 2- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے علم کے مطابق کہہ رہی ہیں آپ ﷺ کو اس واقعہ کا علم نہ تھا کیونکہ یہ گھر سے باہر کا واقعہ ہے۔
- 3- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں کان کا لفظ ہے جو عادت پر دلالت کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عادت کی نفی فرما رہی ہیں یعنی کوئی شخص اگر یہ کہے کہ آپ ﷺ کی عادت کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی تھی اس کی تصدیق نہ کرنا۔ ایک آدھ واقعہ سے عادت نہیں بن جاتی اس کی نفی نہیں فرمائی جس طرح کہ سر کے بال رکھنا سنت ہے مگر آپ ﷺ نے ایک دو بار بال بھی منڈوائے یہ سنت نہیں ہے صرف جواز ہے کہ بال منڈوانا ستر کرنا بھی جائز ہے۔

بہر حال ایک جگہ مداومت اور دوسری جگہ وقتی مجبوری لہذا ایک پختہ عادت اور کہاں عذر مجبوری پر مبنی ایک خصوصی واقعہ ایسے واقعات اصول نہیں بنتے نہ مسکوں کی بنیاد ہوتے ہیں البتہ یہ امر مجبوری و عذر رخصت و اجازت کا ایک طریقہ بن جاتے ہیں اس لیے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے اور طریقہ کفار ہے جاہلیت کے لوگ گدھے پیل کی طرح کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے اگر اس میں بے پردگی یا کپڑوں پر چھینٹے پڑیں یا مشابہت کفار فیشن کے لئے ہو تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی، مجبوری کی حالت میں بلا کراہت جائز۔ (مراق المناجیح: ج 1، ص 252)

قوله ح و حدثنا مسدد

ابوداؤد کی احادیث مبارکہ میں یہ ”ح“ پہلی بار آئی یہ ”ح“ محدثین کی اصطلاح ہے جب کسی حدیث کی دو یا دو سے زیادہ سندیں ہوتی ہیں جو شروع میں مختلف ہوں اور آگے چل کر ایک ہو جاتی ہیں تو وہاں پر مصنفین اختصار کے لئے اس طرح کرتے ہیں کہ پہلی سند کا جو حصہ غیر مشترک ہے صرف اسی کو لکھتے ہیں اور اس کے بعد حاء لکھ کر دوسری سند شروع کر کے اس کو اخیر تک لکھ دیتے ہیں جس میں دونوں سندوں کا مشترک حصہ بھی آ جاتا ہے۔ اس صورت میں اختصار اس طور پر ہوا کہ جو حصہ مشترک تھا وہ صرف ایک بار ہی ذکر کرنا پڑا ہر ایک سند کو اگر پورا لکھا جاتا تو پھر ظاہر ہے کہ اس میں تکرار اور طوالت ہو جاتی اب یہاں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ سند ثانی میں سند کا مشترک حصہ کس راوی سے شروع ہو رہا ہے اس میں بعض مرتبہ غلطی بھی ہو جاتی ہے اور اس راوی کو ملحق السندین کہتے ہیں۔

اب اس میں اختلاف ہے کہ

یہ لفظ حاء مہملہ ہے یا خاء معجمہ ہے۔

اس میں دو قول ہیں۔

اگر خاء معجمہ ہے تو پھر اس میں دو قول ہیں۔

اول یہ کہ

یہ مخفف ہے الی آخرہ کا یعنی الی آخر السند

دوسرا قول یہ ہے کہ

یہ مخفف ہے و بسند آخر کا۔

اور اگر حاء مہملہ ہو تو یہ کس کا مخفف ہے اس میں چار قول ہیں۔

1- مخفف ہے اصح کا 2- مخفف ہے الحدیث کا 3- مخفف ہے الحائل کا

4- مخفف ہے التحویل کا۔

پھر ایک دوسرا اختلاف یہاں پر ہے وہ یہ ہے کہ اس لفظ کو پڑھا کس طرح جائے۔

جواب یہ ہے کہ

مغاربہ جب یہاں پہنچتے ہیں تو اس کو التحویل پڑھتے اور مشارقہ جس میں ہم لوگ بھی داخل ہیں اس کو حروف تہجی کی طرح پڑھتے ہیں۔

یہاں پر دونوں سندیں سلیمان پر آکر مل رہی ہیں یعنی شعبہ اور ابو عوانہ دونوں اس حدیث کو سلیمان سے روایت کرتے ہیں۔

سلیمان سے سند کا مشترک حصہ شروع ہو رہا ہے تو سلیمان ملتقی السندیں ہوئے۔ سلیمان یہ سلیمان بن مہران ہیں مشہور اعمش سے ہیں۔

ابو عوانہ یہ کنیت ہے نام کا ان کا وضاح بن عبد اللہ ہے۔ ابو وائل ان کا نام شقیق بن سلمہ ہے۔

واللہ و سولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يَبُولُ بِاللَّيْلِ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ يَضَعُهُ عِنْدَهُ

رات کو پیشاب کرنے کے لئے برتن اپنے ساتھ رکھنا

22 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ حُكَيْمَةَ بِنْتِ أُمِّمَةَ

بِنْتِ رُقَيْقَةَ عَنْ أُمِّهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَحٌ مِّنْ عِيدَانٍ تَحْتَ

سَرِيرِهِ يَبُولُ فِيهِ بِاللَّيْلِ

امیمہ بنت رقیقہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ ﷺ کے تحت

کے نیچے رکھا رہتا تھا جس میں آپ ﷺ رات کو پیشاب کرتے تھے۔

(مستدرک: ج: ۱، ص: ۲۷۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۱، ص: ۹۹، معجم الکبیر: ج: ۲۳، ص: ۱۸۹، سنن نسائی: ج: ۱، ص: ۶۱)

تشریح:

قوله قدح من عیدان

یہ لفظ عیدان بفتح العین بکسر العین دونوں طرح ہے اگر بالفتح ہے تو جمع ہے عیدانہ کی اور عیدانہ کہا جاتا ہے کھجور کے تنے کو۔

مطلب یہ ہوا کہ

آپ ﷺ کے پاس لکڑی کا پیالہ تھا۔

ابوداؤد میں تو صرف اتنی ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں آپ ﷺ پیشاب کرتے تھے مگر دارقطنی، بیہقی، مستدرک حاکم وغیرہ میں اس حدیث کے الفاظ زائد ہیں وہ اس طرح ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ اس پیالہ میں جو کچھ ہے اس کو باہر پھینک دو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ تو میں نے پی لیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہیں پیٹ کی بیماری کبھی لاحق نہ ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کے فضلات کریمہ طاہر ہیں۔

نسیم الریاض میں ہے: علامہ نووی نے کہا: پیشاب پینے والی حدیث صحیح حسن ہے اور یہ طہارت پر استدلال کے لئے کافی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس فعل پر انکار نہیں کیا نہ منہ دھونے کا حکم دیا اور نہ دوبارہ پینے سے منع کیا۔ قاضی حسین نے کہا: تمام فضلات کی طہارت کا قول زیادہ صحیح ہے اور یہی کثیر متاخرین کا مختار ہے۔

(نسیم الریاض: ج: ۱، ص: ۳۵۴)

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں: حاکم اور دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے رات کو ایک جانب رکھے ہوئے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی میں نے اس کو پی لیا درآں حالیکہ مجھے پتا نہیں تھا۔

جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام ایمن (رضی اللہ عنہا) اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو پھینک دو۔

میں نے عرض کیا: اس میں جو کچھ تھا وہ میں نے پی لیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بخدا تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا۔

اور امام عبدالرزاق کی روایت میں ہے۔

ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے خبر دی گئی کہ نبی کریم ﷺ لکڑی کے پیالے میں پیشاب کرتے تھے جس کو آپ ﷺ کے

تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا ایک دن آپ ﷺ نے وہ پیالہ دیکھا تو اس میں کچھ نہیں تھا۔ ایک عورت جس کا نام برکہ تھا جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں اور ان کے ساتھ حبشہ سے آئی تھی۔

آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: اس پیالہ میں جو پیشاب تھا وہ کہاں ہے؟
اس نے کہا: اس کو میں نے پی لیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام یوسف! تم صحت مند رہو گی۔

ابن وحیہ نے کہا: یہ دو مختلف عورتوں کے دو مختلف واقعے ہیں۔ پہلی عورت برکہ ام ایمن ہیں اور دوسری عورت برکہ ام

یوسف ہیں۔ (تیسرے الریاض: ج: 1، ص: 363)

پیشاب کا تو بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشاہدہ کیا۔

آپ ﷺ کی خادمہ برکہ ام ایمن نے آپ ﷺ کا پیشاب پیا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ برکہ ام یوسف نے

آپ ﷺ کا پیشاب پیا۔ آپ ﷺ کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ ﷺ کے تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا۔ آپ ﷺ اسی میں پیشاب کرتے تھے اور دوسری برکہ نے اس کو پی لیا۔

تو آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: اے ام یوسف تم تندرست ہو گئیں اور وہ مرض موت کے سوا پھر کبھی بیمار نہیں

ہو گئیں۔

اور پہلی برکہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے گھر کی ایک جانب رکھے ہوئے ٹھیکرے میں پیشاب کیا۔

وہ کہتی ہیں کہ

میں رات کو پیاس سے اٹھی اور جو کچھ اس ٹھیکرے میں موجود تھا میں نے اس کو پی لیا اور مجھے پتا نہیں چلا۔

صبح کو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام ایمن جو کچھ اس ٹھیکرے میں ہے اس کو پھینک دو۔

میں نے عرض کیا: بخدا! جو کچھ اس میں تھا میں نے پی لیا پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتایا کہ آپ ﷺ کی داڑھیں مبارکہ ظاہر

ہو گئیں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو! اللہ تعالیٰ کی قسم! تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: ہمارے آئمہ مجتہدین اور دوسرے آئمہ کی ایک جماعت نے ان احادیث مبارکہ سے یہ

استدلال کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فضلات ظاہر ہیں اور متاخرین کی ایک جماعت کا بھی یہی مختار ہے اور طہارت فضلات پر

بکثرت دلائل ہیں اور آئمہ نے اس کو آپ ﷺ کی خصوصیت میں سے شمار کیا ہے۔ (فتح الباری: ج: 1، ص: 272)

قولہ امیمہ بنت رقیقہ امیمہ بنت رقیقہ صحابیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والد محترم کا نام عبداللہ اور ماں کا نام رقیقہ ہے یا

حضور ﷺ کی پھوپھی ہیں یعنی آپ ﷺ کے والد کی ماں شریکی ہمشیرہ یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن اور ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں رشتے ہی ہوں۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْمَوَاضِعِ الَّتِي نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبُولِ فِيهَا
جن جگہوں پر نبی کریم ﷺ نے پیشاب کرنے سے روکا

اس باب میں ان احادیث مبارکہ کو ذکر کیا گیا ہے جس سے خاص جگہوں پر پیشاب کرنے سے روکا گیا ہے۔

23 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا اللَّاعِنِينَ قَالُوا وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ ظِلِّهِمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لعنت کے دو کاموں سے بچو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ لعنت کے دو کام کون سے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے راستوں یا سایہ دار مقامات سے رفع حاجت سے فراغت پانا۔

(سنن البیہقی الصغری: ج ۱، ص ۶۳، سنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۱، ص ۹۷، معریۃ السنن والآثار للبیہقی: ج ۱، ص ۲۷۳)

24 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَبُو حَفْصٍ وَحَدِيثُهُ أَتَمُّ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ حَدَّثَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنِي حَيُّوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْجُمَيْرِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَةَ الْبَرَّازَ فِي الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةَ الطَّرِيقِ وَالظِّلَّ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لعنت کے تین کاموں سے بچو۔ دریاؤں کے گھاٹ لوگوں کے راستے اور سائے میں رفع حاجت کرنے سے۔

(معجم الکبیر: ج ۲۰، ص ۱۳۳، سنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۱، ص ۹۷، مستدرک: ج ۱، ص ۲۷۳)

تشریح:

پہلی حدیث مبارکہ میں لعنت کے دو اسباب ذکر کیے گئے ہیں۔

1- لوگوں کے راستے میں پیشاب کرنا

2- سایہ دار مقامات پر پیشاب کرنا

دوسری حدیث مبارکہ میں لعنت کے تین اسباب ذکر کیے گئے ہیں۔

1- دریاؤں کی گھاٹ میں بول و براز کرنا

2- لوگوں کے راستے میں بول و براز کرنا

3- سائے میں بول و براز کرنا۔

لوگوں کے راستے میں بول و براز کرنے سے اس لیے روکا گیا کیونکہ یہ لوگوں کی آمد و رفت کی جگہ ہے تاکہ لوگوں کو اس بول و براز کی وجہ سے اذیت نہ پہنچے۔ اور سائے میں بول و براز کرنے سے اس لیے روکا گیا کیونکہ وہ جانور اور انسانوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور دریاؤں کے گھاٹ میں پیشاب کرنے سے اس لیے روکا گیا کیونکہ یہاں سے لوگ دریا میں اترتے ہیں اور ان کو اذیت ہوگی۔

لعنت کے متعلق ایک طویل بحث ہے اس لیے چند چیدہ چیدہ مسائل ضروری عرض کرتا ہوں۔

لعنت کی تعریف

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

لعنت کا معنی ہے کسی شخص کو رو کرنا از روئے غضب کسی شخص کو دھتکارنا آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا معنی ہے اس کو سزا اور عذاب دینا اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا معنی ہے اس پر رحمت نہ فرمانا اور اس کو نیکی کی توفیق نہ دینا اور جب انسان کسی پر لعنت کرے تو اس کا معنی ہے اس کو بدو عا دینا۔ (المفردات: ص: 451)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

لعنت کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا ہے اور یہ صرف کافر پر کی جاتی ہے اس لیے جس معین شخص کی کفر پر موت کا دلیل سے علم نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مشہور ہو فاسق ہو جس طرح کہ یزید ہے معتمد قول پر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اس کے برخلاف ابلیس، ابولہب اور ابو جہل پر لعنت کرنا جائز ہے اور غیر معین شخص پر بہ طور وصف لعنت کرنا جائز ہے جیسے جھوٹوں پر لعنت ہو اور ظالموں پر لعنت ہو یعنی یہ کافروں کا وصف ہے اس سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہئے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اس وصف پر لعنت کی جائے جو گناہ کبیرہ ہو کیونکہ گناہ کبیرہ کے علاوہ گناہ صغیرہ اور مکروہ تنزیہی پر بھی لعنت کی گئی ہے جیسے تصویر بنانے والوں پر اور اس شخص پر جو لوگوں کی کراہت کے باوجود ان کی امامت کرے اور جو شخص راستے میں قضاء حاجت کرے اور جو عورت اپنے ہاتھوں پر مہندی نہ لگائے اور جو عورت خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے اور مشت زن پر وغیرہ۔

لیکن جو کہتے ہیں کہ معین شخص پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے ان پر یہ اشکال وارد ہوگا کہ قرآن مجید میں ہے کہ جو شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے پاس اپنے علاوہ اور کوئی گواہ نہ ہو وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ بچوں میں سے ہے۔

اور پانچویں باریہ کہے: اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَذِبِيْنَ ۝ (النور: 7)

اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

یہ لعنت مشروع کی گئی ہے اور یہ معین شخص پر لعنت ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ

یہ اس کے جھوٹے ہونے کی صورت میں اس پر لعنت ہے لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ بہر حال یہ معین شخص پر لعنت ہے پھر میں نے علامہ قہستانی کی بحث لعان میں دیکھا کہ لعن کا معنی لغت میں دور کرنا ہے اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے کفار کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا اور مومنین کے حق میں اس کا معنی ہے درجہ برابر سے ان کو ساقط کرنا۔

البحر الرائق کی بحث میں مذکور ہے۔

اگر تم یہ پوچھو کہ آیا کاذب معین پر لعنت کرنا مشروع ہے۔

تو میں کہوں گا کہ

غایۃ البیان کی عدت کی بحث میں لکھا ہے کہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں جس سے چاہوں مباہلہ کر سکتا ہوں۔

اور مباہلہ کا معنی ہے: ایک دوسرے پر لعنت کرنا اور ان کا جب کسی سے اختلاف ہوتا تھا تو وہ کہتے تھے۔

ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

اور انہوں نے کہا: یہ ہمارے زمانہ میں بھی جائز ہے۔

اور اس بحث میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ

ایسی صورتوں میں لعنت سے مراد ہے۔

ابرار یعنی نیک لوگوں کے درجہ سے دور کرنا نہ کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے دور کرنا۔ (رد المحتار: ج: 5، ص: 42)

لاعن میں احتمال

1- قوله اتقوا للاعين

لاعن میں دو احتمال ہیں۔

یا یہ اسم فاعل اپنے معنی میں ہے یا بمعنی ملعون ہے اس سے کہ بعض دفعہ فاعل مفعول کے معنی میں آتا ہے۔

جس طرح کہا جاتا ہے۔

لشرکاتم

یعنی مکثوم

یہاں لاعن بمعنی ملعون ہے اور بہر حال مضاف مقدر ہے یعنی اتقوا فعل اللاعنین اس لیے ذات لاعن سے بچنا مقصود نہیں بلکہ اس فعل سے بچنا ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ

اے لوگو! ان دو کاموں سے بچو جن کے کرنے والے ملعون ہیں۔

لوگ ان پر لعنت بھیجتے ہیں اور بددعا کیں دیتے ہیں اور اگر لاعن کو اپنے معنی میں لیا جائے تو وہ اس لحاظ سے کہ یہ دو شخص چونکہ اپنے اختیار سے ایسا کام کر رہے ہیں جس پر لعنت مرتب ہوتی ہے تو گویا وہ خود ہی اپنے اوپر لعنت بھیجنے والے ہیں۔

2- اتقوا الملاعن الثلاثة

ملاعن یا جمع ہے ملعن کی یا ملعنہ کی اور دونوں صورتوں میں مصدر میسی ہے یا ظرف مکان ہے بمعنی مواضع اللعن۔ نیز ملعنہ سبب لعن کے معنی میں بھی آتا ہے ایک صورت میں مطلب ہوگا کہ لعنتوں سے بچو اور ایک صورت میں مطلب ہوگا مواضع لعن سے بچو اور ایک صورت میں مطلب ہوگا اسباب لعن سے بچو جو تین ہیں۔

1- البراز فی الموارد

2- البراز فی قارعة الطريق

3- البراز فی الظل

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي الْبَوْلِ فِي الْمُسْتَحَمِّ

غسل خانہ میں پیشاب کرنا

مستم حیم سے نکلا جس کے معنی گرم پانی کے ہیں لہذا مستم کے معنی ماء حیم کے استعمال کی جگہ ہوئے اس کے بعد اس کا طلاق غسل خانہ پر ہونے لگا اگرچہ اس میں ماء حیم استعمال ہو یا ماء باردا استعمال ہو۔

25- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ وَقَالَ الْحَسَنُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَغْفَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ قَالَ أَحْمَدُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فِيهِ فَإِنَّ الْعَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی ایک شخص بھی غسل خانے میں پیشاب نہ کرے کیونکہ پھر وہ اس میں غسل کرے گا۔ اور امام احمد نے فرمایا: پھر وہ اس میں وضو

کرے گا کیونکہ اس سے عام دوسو سے ہوتے ہیں۔

(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۳۶۸، السنن الصغیر للبیہقی: ج: ۱، ص: ۵۵، سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۱، ص: ۹۸، مستدرک: ج: ۱، ص: ۲۷۳)

26 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ حُمَيْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ لَقِيتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا صَحِبَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ لَهِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَمْتَشِطَ أَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ أَوْ يُوَلَّ فِي مُغْتَسِلِهِ

حمید حمیری اور وہ ابن عبد الرحمن ہیں سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے اس صحبت یافتہ سے ملا جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو صحبت میسر تھی۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر روز کنگھا کرنے اور اپنے غسل کرنے کے مقام پر پیشاب کرنے سے روکا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۱، ص: ۹۸، مستدرک: ج: ۱، ص: ۲۷۳، سنن اللسان: ج: ۱، ص: ۸۷، مسند احمد: ج: ۳۶، ص: ۴۳۵)

تشریح:

قوله ثم يغتسل فيه

یہاں پر ثم استبعاد کے لئے ہے یعنی یہ بات عقل مند سے بعید ہے کہ جہاں نہائے وہیں پیشاب کرے۔ کون سے غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

جمہور کے نزدیک یہ ہے کہ

اس سے ارض رخوہ مراد ہے یعنی وہ غسل خانہ جس کی زمین کچی ہو کیونکہ اس میں ناپاک اور گندہ پانی جمع ہوگا اور اگر غسل خانہ میں پختہ فرش یا پتھر رکھا ہوا ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

ممانعت اس صورت میں ہے جب غسل خانہ میں پختہ فرش ہو اور اگر نرم زمین ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اس لیے کہ نرم زمین پانی اور پیشاب کو جذب کر لے گی وہ اندر اترتا جائے گا بخلاف پتھر اور پختہ فرش کے اس پر جب پانی پڑے گا تو اچھلے گا جس سے دساؤں پیدا ہوں گے۔

اور مراۃ المناجیح میں ہے۔

اگر غسل خانہ کی زمین پختہ ہو اور اس میں پانی خارج ہونے کی نال بھی ہو تو وہاں پیشاب کرنے میں حرج نہیں اگرچہ بہتر ہے کہ نہ کرے لیکن اگر زمین کچی ہو اور پانی نکلنے کا راستہ بھی نہ ہو تو پیشاب کرنا سخت برا ہے کہ زمین نجس ہو جائے گی اور غسل یا وضو میں گندہ پانی جسم پر پڑے گا یہاں دوسری صورت ہی مراد ہے اسی لیے تاکید ممانعت فرمائی گئی۔ یعنی اس سے دوسو اور

وہم کی بیماری پیدا ہوتی ہے جیسا کہ تجربہ ہے یا گندی پھینکیں پڑنے کا دوسرہ رہے گا پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

(مراۃ المناجیح: ج: 1، ص: 249)

اور رہا یہ کہ آپ ﷺ نے ہر روز کنگھا کرنے سے منع فرمایا اس سے مراد تعم و ترفہ سے منع کرنا ہے کیونکہ مرد مجاہد ہوتا ہے جہاد اور دیگر کاموں میں اپنا وقت صرف کرتا ہے عورتوں کی طرح ہر وقت سنورنے میں نہیں لگتا۔

سوال

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ شامک ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر دهن راسه و تسريح لحيته ان دونوں احادیث مبارکہ میں پھر تو تعارض ہوا کہ یہاں ہر روز کنگھی کرنے سے منع فرمایا اور اس میں اکثر کنگھا کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تعارض نہیں کیونکہ ہفتے میں دو یا تین دن کنگھا کرنا یا ضرورت کے مطابق کنگھا کرنے پر کثرت کا اطلاق ہوتا ہے اور یہ ہر روز کنگھا کرنا نہیں بنتا۔

قوله قال احمد.....

اس سند میں مصنف رحمہ اللہ کے دو استاد ہیں۔

1- احمد 2- حسن بن علی

دونوں کی بیان کردہ سند میں فرق ہے لہذا مصنف رحمہ اللہ یہاں پر اس فرق کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کس نے کس طرح سند بیان کی۔

چنانچہ فرمایا کہ

عبدالرزاق سے آگے جو سند ہے اس کو احمد نے اس طرح بیان کیا۔

قال حدثنا معمر قال اخبرني اشعث

اور مصنف رحمہ اللہ کے دوسرے استاد یعنی حسن بن علی نے اس طرح کہا۔

عن اشعث بن عبد الله

اب اس میں دو فرق ہوئے۔

ایک یہ کہ

احمد کی روایت میں اخبار کی صراحت ہے اور حسن نے روایت کو بطریق عنعنہ بیان کیا جائے اخبرنی کے عن اشعث کہا۔

دوسرا فرق یہ کہ

احمد کے کلام میں اشعث غیر منسوب واقع ہوا ہے اور حسن کے کلام میں نسبت کے ساتھ۔
چنانچہ انہوں نے کہا: اشعث بن عبد اللہ

2- حدثنا احمد بن يونس قوله لقيت رجلاً

یہ رجل مبہم صحابی ہیں اور صحابی کے مجہول ہونے سے روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لیے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدول ہیں۔

اس رجل مبہم کی تعیین میں تین احتمال لکھے گئے ہیں۔

1- عبد اللہ بن سر جس 2- حکم بن عمرو الغفاری 3- عبد اللہ بن مغفل

سند کے یہ الفاظ اسی طرح آگے باب الوضوء بفضل طہور المرأة سے اگلے باب میں آرہے ہیں۔

سوال

امام احمد اور حسن دونوں امام داؤد رحمہ اللہ کے استاد ہیں۔

ان دونوں کے استاد حضرت معمر ہیں امام ابو داؤد نے احمد کے بعد معمر کا ذکر کیا حسن کے بعد نہیں کیا۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ حسن معمر کے شاگرد نہیں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

مقعدان کی سند میں کچھ فرق بیان کرنا ہے اس واسطے اس کو واضح کر دیا کہ امام احمد نے خبرنی کے ساتھ روایت کیا ہے اور اشعث کی ولایت بیان نہیں کی اور حسن سے عن سے روایت کیا ہے اور اشعث کی ولایت بیان کی ہے اور حضرت معمر کے احمد اور حسن دونوں شاگرد ہیں۔ یہ بات مشہور ہے لہذا بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ

سورخ میں پیشاب کرنے کا منع ہونا

اس باب میں سورخ میں پیشاب سے منع کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

27 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَوْجَسَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُبَالَ فِي الْجُحْرِ قَالُوا

لِقِتَادَةِ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ قَالَ كَانَ يُقَالُ إِنَّهَا مَسَاكِنُ الْجِنَّ

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے روکا ہے۔ حضرت قتادہ سے استفسار کیا گیا۔ سوراخ میں پیشاب کرنا کیوں مکروہ ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ جنات کی رہائش گاہ ہے۔

(سنن البیہقی الصغری: ج: ۱، ص: ۶۷، مستدرک: ج: ۱، ص: ۲۹۷، سنن نسائی: ج: ۱، ص: ۶۵، شرح السنۃ للبیہقی ج: ۱، ص: ۱۶۲)

تشریح:

اکثر سوراخوں میں زہریلے جانور چیونٹیاں وغیرہ کمزور جانور رہتے ہیں۔ چیونٹیاں پیشاب یا پانی سے تکلیف پائیں گی یا سانپ و جن نکل کر ہمیں تکلیف دیں گے اس لیے وہاں پیشاب کرنا منع فرمایا گیا۔ چنانچہ سعد بن عبادہ انصاری کی وفات اس سے ہوئی کہ آپ نے ایک سوراخ میں پیشاب کیا جن نے نکل کر آپ کو ہلاک کر دیا۔
لوگوں نے اس سوراخ سے یہ آواز سنی۔

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ

فرمیناہ بسہم فلم یخطئی فوادہ (مرآۃ المناجیح: ج: ۱، ص: ۲۴۹، ۲۵۰)

قوله قال قالو القتادہ .

قال کی ضمیر راجع ہے قتادہ کے شاگرد کی طرف جو اس سند میں ہشام ہیں ہشام نے کہا کہ قتادہ کے شاگردوں نے قتادہ سے پوچھا کہ سوراخ میں پیشاب کرنے کی کراہیت کیا ہے۔ تو پھر انہوں نے جواب دیا کہ سوراخ میں جنات ہوتے ہیں۔ اور عبداللہ بن سرجس قبیلہ مزینہ یا قبیلہ بنی مخزوم سے ہیں بصرہ کے رہنے والے ہیں آپ کے والد کا نام سرجس ہے یا سرجس ہے۔

جنات کا انسانوں پر کوئی تصرف نہیں

اس حدیث مبارکہ میں سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ اس میں جنات ہوتے ہیں، کیا ان جنات کا انسانوں پر تصرف چلتا ہے۔

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: اگر جنات اور شیاطین لوگوں کو مجبوظ کرنے اور ان کی عقل کو ضائع کرنے پر قادر ہوں تو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ انسان کے بہت بڑے دشمن ہیں تو وہ اکثر انسانوں کی عقلوں کو ضائع کیوں نہیں کرتے خصوصاً علماء، فضلاء اور عبادت گزار زاہدوں کی کیونکہ جنات کی علماء اور زاہدوں کے ساتھ عداوت بہت زیادہ ہے اور جب کہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ جنات اور شیاطین کو انسانوں پر کسی وجہ سے قدرت حاصل نہیں ہے اور اس نظریہ کے بطلان پر قرآن مجید کی یہ آیت واضح دلیل ہے۔

جن کی دو اقسام

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوسف بن ابوبردہ کے والد کو بتایا کہ جب نبی کریم ﷺ بیت الخلاء سے تشریف لاتے۔ تو ارشاد فرماتے: مغفرت تیری جانب سے ہے۔

(الادب المفرد: ج: ۱، ص: ۲۲۰، السنن الصغیر: ج: ۱، ص: ۶۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ج: ۶، ص: ۲۲، مستدرک: ج: ۱، ص: ۲۶۱)

تشریح:

نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو غفرانک پڑھتے جبکہ دوسری احادیث میں اس کے علاوہ اور بھی دعائیں آئی ہیں۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے۔

الحمد لله الذي اذهب عني الاذى وعافاني

اور ایک روایت میں ہے۔

الحمد لله الذي اذهب عني ما يؤذيني وابقامي ما ينفعني

اس میں بہتر یہ ہے کہ دونوں دعاؤں کو پڑھا جائے۔

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس دعا کو اس جگہ پر پڑھنے سے کیا مناسبت ہے۔

اس کی مختلف توجیہات ہیں۔

1- غفرانک بمعنی شکرانک کے ہے۔

جس طرح کہ

الحمد لله الذي اذهب عني الاذى وعافني کی دعا سے مقصد شکر ادا کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے جسم سے

تکلیف شدہ چیز کو باہر نکالا۔

2- بیت الخلاء میں بھی ذکر قلبی جاری رہتا تھا مگر یہ حالت گھٹیا ہے اس پر مغفرت فرماتے تھے۔

3- بیت الخلاء میں ذکر لسانی نہ کر سکنے پر مغفرت طلب فرماتے کہ اتنا وقت بغیر ذکر لسانی کے گزرا۔

4- بیت الخلاء میں خبث جنوں کے رہنے کی جگہ ہے وہ وساوس ڈالتے ہیں اور شرارتیں کرتے ہیں تو اس موقع پر برے

برے خیالات آسکتے ہیں اس پر استغفار کی تعلیم ارشاد فرمائی۔

5- حضرت آدم علیہ السلام کی سنت پر عمل فرماتے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر اتارے گئے تو ان کو پہلی بار حاجت پیش

آئی جو جنت میں پیش نہ آتی تھی تو ان کو اپنی لغزش کا احساس ہوا کہ میرے بدن سے تو عجیب چیزیں خارج ہونے لگی ہیں تو اس

وقت استغفار فرمایا اور آپ ﷺ بھی اسی سنت پر عمل کر کے غفرانک فرماتے تھے۔

اور مراۃ السنانج میں ہے۔

پاخانہ سے فارغ ہو کر مغفرت مانگنے کی دو وجہ ہیں۔

ایک یہ کہ

فراغت کا وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزرا کیونکہ حضور ﷺ سوائے اس حالت کے تمام حالات میں ذکر اللہ کرتے تھے خداوند اس کو تا ہی کو معاف کر۔

دوسرے یہ کہ

یہ خیریت سے پاخانہ ہو جانا خدا عزوجل کی بڑی نعمت ہے جس کے شکر یہ سے زبان قاصر ہے خدایا (عزوجل) اس قصور کو معاف کر۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ کی استغفارہ امت کی تعلیم کے لئے ہے۔ (مراۃ المناجیح: ج: 1، ص: 251)

غفرانک میں دو احتمال

غفرانک میں دو احتمال ہیں۔

1- مفعول مطلق ہونے کا

2- مفعول بہ ہونے کا

تقدیر عبارت ہوگی۔

اغفر غفرانک یا اسألك غفرانک

اے اللہ عزوجل میں تیری مغفرت چاہتا ہوں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلى اللہ علیہ وسلم

بَابُ كَرَاهِيَةِ مَنْسِ الدَّكْرِ بِالْيَمِينِ فِي الْاِسْتِبْرَاءِ

استنجاء کے دوران سیدھا ہاتھ استعمال کرنے کی کراہیت

اس باب میں استنجاء کے دوران سیدھا ہاتھ استعمال کرنے کی کراہیت کو ثابت کیا گیا ہے۔

29 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمَسْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَتَمَسَّحُ بِيَمِينِهِ وَإِذَا شَرِبَ فَلَا يَشْرِبُ نَفْسًا وَاحِدًا

یحییٰ بن عبد اللہ بن ابوقتادہ نے اپنے والد محترم سے روایت فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ کو سیدھے ہاتھ سے چھوئے اور جب بیت الخلاء میں آئے تو سیدھے

ہاتھ سے استنجاء نہ کرے اور جب پئے تو ایک ہی سانس میں نہ پئے۔

(سنن الدارمی: ج: ۲، ص: ۲۶۹، سنن نسائی: ج: ۱، ص: ۹۰، شرح السنۃ للبخاری: ج: ۱، ص: ۱۵۵، صحیح ابن خزمہ: ج: ۱، ص: ۴۳)

30 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ الْمِصْبِصِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ يَعْنِي الْإِفْرِيقِيَّ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ وَمَعْبُدٍ عَنْ جَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي حَفْصَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ يَمِينَهُ لَطْعَامِهِ وَشَرَابِهِ وَثِيَابِهِ وَيَجْعَلُ شِمَالَهُ لِمَا سِوَى ذَلِكَ جَارِثَةُ بْنُ وَهْبٍ خُزَاعِيٌّ نَبِيُّ كَرِيمٍ ﷺ كِي زَوْجَهُ مَبَارَكَةٌ حَضْرَتِ حَفْصَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَے رَوَايَت فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ کھانے اور پینے اور کپڑے پہننے کے لئے سیدھا ہاتھ اقدس استعمال فرماتے تھے اور ان کے علاوہ الٹا استعمال فرماتے تھے۔

(معجم الکبیر: ج: ۲۳، ص: ۲۰۳، شرح السنۃ للبخاری: ج: ۱، ص: ۱۵۶، مسند احمد: ج: ۲۳، ص: ۲۳۹، شعب الایمان: ج: ۵، ص: ۷۷)

31 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنِي عَيْسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى لَطْهُورِهِ وَطَعَامِهِ وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى لِخَلَائِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَذَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ بُزَيْعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سیدھا ہاتھ اقدس طہارت اور کھانے کے لئے اور الٹا ہاتھ اقدس بیت الخلاء اور نجاست دور کرنے کے لئے استعمال فرماتے تھے۔ اور محمد بن حاتم بن بزیع، عبد الوہاب بن عطاء، سعید، ابو معشر ابراہیم، اسود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ سے اس کے ہم معنی روایت فرمائی ہے۔

(سنن للبیہقی الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۱۱۳)

تشریح:

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ استنجاء کے دوران سیدھا ہاتھ استعمال کرنے میں کراہیت ہے لہذا سیدھا ہاتھ استعمال کرنا منع ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ

جو چیز باب زینت اور تشریف سے ہو اس میں داہنا ہاتھ استعمال کیا جائے اور جو امور اس کے خلاف ہیں وہاں بائیں ہاتھ استعمال کیا جائے۔

حدثنا محمد بن حاتم قوله بمعناه

یعنی مضمون وہی ہے جو پہلی حدیث مبارکہ کا ہے مگر سند بدل گئی اب جب کہ مضمون ایک ہی ہے تو اس حدیث کو لائے کیوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

پہلی حدیث کی تائید کے لئے، نیز ایک دوسرے فائدہ کے لئے وہ یہ کہ اس سند سے معلوم ہوا کہ پہلی سند میں ابراہیم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ترک واسطہ کی وجہ سے انقطاع ہے اور اس سند میں وہ واسطہ موجود ہے تو اس دوسری سند سے پہلی سند کا انقطاع معلوم ہو گیا۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ الْإِسْتِثَارِ فِي الْخَلَاءِ

قَضَاءِ حَاجَتِ كَ دَوْرَانِ سِتْرِ چھپانا

اس باب میں قضاے حاجت کے دوران ستر چھپانے کی حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

32 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ ثَوْرِ بْنِ الْخُصَّيْنِ الْخُبَرَاءِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اِكْتَحَلَ فَلْيُوتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ وَمَنْ اسْتَجَمَرَ فَلْيُوتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ وَمَنْ أَكَلَ فَمَا تَخَلَّلَ فَلْيَلْفِظْ وَمَا لَكَ بِلِسَانِهِ فَلْيَتْلَعْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ وَمَنْ أَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ إِلَّا أَنْ يَجْمَعَ كَثِيبًا مِنْ رَمْلِ فَلْيَسْتَدْبِرْهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَلْعَبُ بِمَقَاعِدِ بَنِي آدَمَ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ثَوْرِ قَالَ خُصَّيْنُ الْحَمِيرِيُّ وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ ثَوْرِ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخَيْرُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ أَبُو سَعِيدٍ الْخَيْرُ هُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو سرمہ لگائے تو چاہئے کہ وہ طاق بار

لگائے جس نے اس طرح کیا تحقیق اچھا کیا اور جس نے اس طرح نہ کیا تو کوئی حرج نہیں جو استنجاء کرے تو طاق ڈھیلے استعمال کرے جس نے اس طرح کیا تحقیق اچھا کیا اور جس نے اس طرح نہ کیا تو کوئی حرج نہیں جو کھانا کھائے تو خلال کرنے کے دوران جو نکلے اس کو باہر پھینک دے اور جو زبان سے لگا رہے اس کو نگل لے جس نے اس طرح کیا تحقیق اچھا کیا اور اس طرح نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔ جو رفع حاجت کے لئے جائے تو ستر چھپائے اگر اس کو کوئی پردے کی جگہ نہ ملے تو ریت کا ڈھیر بنا لے اور اس کی آڑ لے کر بیٹھے اس لیے شیطان بنی آدم کی شرم گاہ سے کھیلتا ہے جس نے اس طرح کیا تحقیق اچھا کیا اور جس نے اس طرح نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ج: ۱، ص: ۲۰۴، سنن دارمی: جز: ۱، ص: ۷۷، شرح السنۃ للبخاری: جز: ۲، ص: ۹۶، شرح معانی الآثار: جز: ۱، ص: ۱۲۱)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ سے چند مسائل کا استنباط ہوا۔

سرمہ طاق بار استعمال کرنا چاہئے کہ تین تین سلائی ہر آنکھ میں استعمال کرنی چاہئے۔ آپ ﷺ دائیں طرف ہر کام کو شروع کرنا پسند فرماتے تھے اس لیے پہلے دائیں آنکھ میں تین سلائی ڈال لے پھر بائیں میں تین سلائی ڈال لے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ

پہلے دائیں میں تین سلائیاں ڈال لے پھر بائیں میں دو ڈال دے تو یہ طاق ہو جائیں گی۔

تیسرا طریقہ یہ ہے۔

پہلے ایک دائیں میں پھر ایک بائیں پھر ایک دائیں میں پھر دو بائیں میں آخر میں ایک دائیں میں ڈالے تاکہ ابتداء بھی دائیں سے کرے اور ختم بھی دائیں پر کرے۔

اگر ڈھیلوں سے استنجاء کرے تو تین، پانچ، سات ڈھیلے استعمال کرے۔

اور مرأۃ المناجیح میں ہے۔

ہر آنکھ میں تین سلائیاں اس طرح کہ پہلے داہنی آنکھ میں تین بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ پہلے داہنی میں دو پھر بائیں میں تین پھر دائیں میں ایک تاکہ داہنی پر ابتداء اور انتہاء ہو اس میں بھی حرج نہیں۔ نبی کریم ﷺ رات کو سوتے وقت تین تین سلائیاں لگایا کرتے تھے اس پر پابندی کرنے والا انشاء اللہ اندھا نہ ہوگا۔

(اور) یعنی یہ امر وجوب کے لئے بلکہ استحباب کے لئے ہے اس سے معلوم ہوا کہ مطلق امر وجوب کے لئے ہوتا ہے ورنہ

حضور ﷺ کو امر کے بعد اس فرمان کی ضرورت نہ ہوتی۔

اور بڑے استنجے کے لئے تین یا پانچ یا سات حسب ضرورت ڈھیلے لے اگر چار یا چھ لئے جب بھی مضائقہ نہیں کیونکہ مقصود

صفائی ہے۔ خیال صفائی ہے۔

خیال رہے کہ

سرے کی تین ہی سلاخیاں لگائے پانچ یا سات نہیں کہ یہی سنت ہے۔

(اور) خلال سے نکالے ہوئے میں خون سے مخلوط ہونے کا احتمال ہے لہذا احتیاطاً نہ کھائے اور زبان سے نکالے ہوئے میں یہ احتمال نہیں وہاں اس احتیاط کی ضرورت نہیں۔

یہ اس صورت میں ہے کہ

خون سے مخلوط ہونے کا صرف احتمال ہو یقین نہ ہو اگر یقین ہو تو ننگنا حرام ہے کیونکہ بہتا ہوا خون حرام بھی ہے اور نجس بھی اگرچہ دوسرے کا۔

اس سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ

بہتا ہوا خون جسم میں داخل کرنا ناجائز ہے جیسے پیشاب یا پاخانہ داخل کرنا کہ یہ سب نجس ہیں۔

(اور) لوگوں کے سامنے تو آڑ کرنا فرض ہے تنہائی میں آڑ مستحب کیونکہ یہ حیا کا ایک شعبہ ہے اسی لیے تنہائی میں ننگا رہنا ممنوع ہے ڈھیر کی طرف پیٹھ کرنا اس واسطے ہے کہ آگے تو کپڑے وغیرہ سے بھی آڑ کی جاسکتی ہے ورنہ دونوں طرفیں ستر کے لائق ہیں۔

(اور) تنہائی میں یہ پردہ مستحب ہے واجب نہیں، شیطان کے کھیلنے سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ننگا دیکھ کر ہنستا ہے و سو سے ڈالتا ہے وغیرہ۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 1، ص: 248، 249)

سند

قال ابو داؤد ابو سعید الخیر

اس عبارت سے امام ابو داؤد تین اختلاف کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔

1- یہ راوی ابو سعید ہے یا ابو سعد ہے۔

ابن ماجہ میں ابو سعد آیا ہے امام ابو داؤد رحمہ اللہ ابو سعید کو ترجیح دیتے ہیں اس لیے بار بار ابو سعید فرمایا ہے۔

2- صحابی ہے یا غیر صحابی۔ اس کا فیصلہ فرمایا کہ یہ صحابی نہیں حمرانی ہے ابو الخیر صحابی ہے۔

3- اس راوی کی نسبت حمرانی ہے یا القتب ابو الخیر ہے۔

اس کا فیصلہ یہ فرمایا کہ

یہ الحمرانی ہے کیونکہ ابو الخیر تو صحابی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يُنْهَى عَنْهُ أَنْ يُسْتَنْجَى بِهِ

جن اشیاء سے استنجاء کرنا منع فرمایا گیا

اس باب میں ان اشیاء کا ذکر کیا گیا ہے جن سے استنجاء کرنا منع ہے۔

33 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ فَضَالَةَ الْمِصْرِيَّ عَنْ عِيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ الْقُتَيْبَانِيِّ أَنَّ شَيْمَ بْنَ بَيْتَانَ أَخْبَرَهُ عَنْ شَيْبَانَ الْقُتَيْبَانِيِّ قَالَ إِنَّ مُسْلِمَةَ بْنَ مُخَلَّدٍ اسْتَعْمَلَ رُوَيْفِعَ بْنَ ثَابِتٍ عَلَى اسْفَلِ الْأَرْضِ قَالَ شَيْبَانُ فِسرْنَا مَعَهُ مِنْ كَوْمِ شَرِيكِ إِلَى عُلُقَمَاءَ أَوْ مِنْ عُلُقَمَاءَ إِلَى كَوْمِ شَرِيكِ يُرِيدُ عُلُقَمَاءَ فَقَالَ رُوَيْفِعُ إِنْ كَانَ أَحَدُنَا فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْخُذُ نَضْرَ أَخِيهِ عَلَى أَنْ لَهُ النِّصْفُ مِمَّا يَغْنَمُ وَلَنَا النِّصْفُ وَإِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَطِيرُ لَهُ النَّصْلُ وَالرِّيشُ وَالْآخِرُ الْقُدْحُ ثُمَّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحَيْتِهِ أَوْ ثَقَلَدَ وَتَرَا أَوْ اسْتَنْجَى بِرَجِيعِ دَابَّةٍ أَوْ عَظْمٍ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ هَرِيءٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ عَنْ عِيَّاشِ بْنِ شَيْمِ بْنِ بَيْتَانَ أَخْبَرَهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَيْضًا عَنْ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو يَذْكُرُ ذَلِكَ وَهُوَ مَعَهُ مُرَابِطٌ بِحِصْنِ بَابِ الْيُونِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ حِصْنُ الْيُونِ بِالْفِسْطَاطِ عَلَى جَبَلٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ شَيْبَانُ بْنُ أُمَيَّةَ يُكْنَى أَبَا حَذِيفَةَ

شیبان قتیبانی سے روایت ہے کہ مسلمہ بن مخلد نے چلی زمین میں کام کرنے کی خاطر رُوئیفع بن ثابت کو رکھا۔ شیبان نے فرمایا: میں ان کی معیت علقام جانے کے واسطے کوم شریک سے علقما تک یا علقما سے کوم شریک کی جانب چلا۔ حضرت رُوئیفع رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے دور میں ہم میں سے کوئی بھی دوسرے بھائی سے اونٹ یوں لے لیتا تھا تا کہ جو نفع ہوگا وہ آدھا تمہارا اور آدھا ہمارا ہوگا اور ہمارے ایک طرف سے نصل اور ریش ہوتا اور دوسری طرف سے لکڑی ہوتی۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا: اے رُوئیفع! شاید تم لمبی عمر والے ہو اور میرے بعد بھی رہو پس لوگوں کو خبر دے دینا کہ جس نے اپنی داڑھی میں گرہ لگائی یا گھوڑے کی گردن میں وتر ڈالا یا جانور کے گوبر یا ہڈی سے استنجاء کیا تو بے شک محمد مصطفیٰ ﷺ اس سے بڑی الذمہ ہیں۔ یزید بن خالد مفضل

عیاش شمیم بن بیتان اس حدیث کو بھی ویسے ہی روایت کیا یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما۔ یہ اس وقت ذکر کیا جب قلع کے محاصرہ میں باب العیون پر تھے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: العیون قلعہ فساط پہاڑ پر ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ ذیان بن امیہ ہیں جن کی کنیت ابو حذیفہ ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۱، ص: ۱۱۰، معجم الکبیر: ج: ۵، ص: ۲۸)

34 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَتَمَسَّحَ بِعَظْمٍ أَوْ بَعْرِ

ابو الزبیر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گوبر یا میتھنیوں کے ساتھ استنجاء سے روکا۔

(مسند احمد: ج: ۲۹، ص: ۲۲۱، سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۱، ص: ۱۱۰)

35 - حَدَّثَنَا حَيَّوَةُ بْنُ شَرِيحٍ الْحِمَصِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عِيَّاشٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيَّاسِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَدِمَ وَفَدُ الْجِنُّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُ أَمَّتْكَ أَنْ يَسْتَنْجُوا بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثَةٍ أَوْ حُمَمَةٍ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَ لَنَا فِيهَا رِزْقًا قَالَ فَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں جنوں کا ایک وفد حاضر ہوا۔ اور انہوں نے عرض کیا: یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہڈی، گوبر اور کونکے سے استنجاء کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمارا رزق رکھا ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۱، ص: ۱۰۹، شرح السنۃ للبیہقی: ج: ۱، ص: ۱۵۵)

تشریح:

داڑھی میں گرہ لگانے کے کئی معانی ہیں۔

ایک یہ کہ

داڑھی کو چڑھانا اور اس کو کھنکھریالہ بنانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ یہ خلاف سنت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر داڑھی میں کنگھی فرماتے تھے جس سے بال سیدھے رہتے تھے۔

قوله كان يكثرهن دهن راسه وتسريح لحيته

اور بعض نے کہا: زمانہ جاہلیت میں متکبرین کفار جب جنگ کے لئے جاتے تھے تو داڑھی میں گرہ لگایا کرتے تھے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

اور بعض نے فرمایا کہ

اس میں تشبہ بالنساء ہے۔

اور بعض نے کہا: یہ عجمیوں کی عادت تھی اور چونکہ اس میں تغیر خلقت ہے اس لیے منع فرمایا۔

اور بعض نے کہا کہ

کفار عرب کی یہ عادت تھی کہ جس کے ایک بیوی ہوتی وہ اپنی داڑھی میں ایک گرہ لگاتا اور اگر دو بیویاں ہوتیں تو وہ دو گرہ لگاتا لہذا اس سے منع فرمایا گیا۔

قوله تقلد وترا

وتر کہتے ہیں تانت کو جو تیر کمان میں باندھتے ہیں۔ جاہلیت کے زمانے میں لوگ اپنے بچوں اور گھوڑوں کے گلے میں نظر بند سے بچنے اور دفع آفات کے لئے تانت میں تعویذ، گنڈے اور منکے باندھ کر ڈالتے تھے۔

قوله او استنجی ہر جیع.....

جو ہڈی یا گوبر کے ساتھ استنجاء کرے نبی کریم ﷺ اس سے بیزاری کا اظہار فرما رہے ہیں یہ مبالغہ فی الوعید زبرد تو بیخ کے لئے ہے حقیقت مراد نہیں اس لیے کہ برأت کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں اور یہ نہایت سخت وعید ہے کیونکہ یہ جنات کی خوراک ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابِ الْإِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

پتھروں سے استنجاء کرنا

یہ باب پتھروں کے ساتھ استنجاء کرنے کے متعلق ہے۔

36 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ قُرْطٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ يَسْتَطِيبُ بِهِنَّ فَإِنَّهَا تُجْزِي عَنْهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی قضاے حاجت کے

لئے جائے تو وہ پاکیزگی کے لئے تین پتھر ساتھ لے جائے بے شک وہ اس کو کافی ہیں۔

(سنن الدارمی: ج ۱: ص ۱۸۰، مسند احمد: ج ۵: ص ۱۹)

37 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ خُزَيْمَةَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِسْطِطَابَةِ فَقَالَ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ لَيْسَ فِيهَا رَجِيْعٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ كَذَا رَوَاهُ أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ يَعْنِي ابْنَ عُرْوَةَ
حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے استنجاء کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے تین پتھروں سے (استنجاء کرو) جن میں گوبر نہ ہو۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: ابو اسامہ اور ابن نمیر نے ہشام سے ایسے ہی روایت فرمایا ہے۔ یعنی ابن عروہ (سے)۔

(معجم الکبیر: ج ۴: ص ۸۶، سنن ابن ماجہ: ج ۱: ص ۳۷۶، سنن الترمذی الکبریٰ: ج ۱: ص ۱۰۳، سنن دارمی: ج ۱: ص ۱۸۰)

تشریح:

ان احادیث مبارکہ میں تین پتھروں کے ساتھ استنجاء کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے مگر شیعہ استنجاء بالبحر کا انکار کرتے ہیں۔ شافعیہ حنابلہ کے نزدیک تین پتھروں کا ہونا ضروری ہے جبکہ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک مقصود انقاء ہے تین کے عدد کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْإِسْتِجْرَاءِ

پاکی کا بیان

اس باب میں پاکی کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

38 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَخَلْفُ بْنُ هِشَامٍ الْمُقَرِّيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَحْيَى التَّوَّامُ ح وَحَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو يَعْقُوبَ التَّوَّامُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَامَ عُمَرُ خَلْفَهُ بِكُوْزٍ مِنْ مَاءٍ فَقَالَ مَا هَذَا يَا عُمَرُ فَقَالَ هَذَا مَاءٌ تَتَوَضَّأُ بِهِ قَالَ مَا أَمَرْتُ كَلِمًا بُلْتُ أَنْ اتَوَضَّأَ وَلَوْ لَعَلْتُ لَكَانَتْ سُنَّةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیشاب کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوزے میں پانی لے کر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ) یہ کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وضو کے لئے پانی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم نہیں فرمایا گیا کہ جس وقت بھی پیشاب کروں تو وضو کیا کروں اور اگر میں اس طرح کرتا تو یہ ضرور سنت ہو جاتی۔

(مسند ابی یعلیٰ: ج: ۸، ص: ۲۶۲، سنن دارقطنی: ج: ۱، ص: ۲۰۱، مسند احمد: ج: ۵۰، ص: ۱۵۸، مسند اسحاق بن راہویہ: ج: ۳، ص: ۶۶۷)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ کی سند میں حاء تحویل آئی ہے پہلی سند میں مصنف رحمہ اللہ کے استاد قتیبہ ہیں اور دوسری میں عمرو بن عون اور ان کے دونوں سندوں میں ایک ہی ہیں۔ یعنی ابویعقوب جن کا نام عبداللہ بن یحییٰ ہے لہذا دونوں سندوں میں مشائخ اور روایات کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں دونوں سندیں رجال کے اعتبار سے بالکل ایک ہیں لہذا تحویل کا کوئی موقعہ نہیں مگر چونکہ دونوں کی سند میں تعبیر کا فرق موجود ہے صرف اس فرق کی وجہ سے تحویل میں لے آئے۔

اور وہ تعبیر کا فرق یہ ہے کہ

پہلی سند میں قتیبہ وغیرہ نے اپنے استاد کا نام عبداللہ بن یحییٰ ذکر کیا اور عمرو بن عون نے بجائے نام کے کنیت ابویعقوب ذکر کیا۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ

پہلی سند میں حدیث عبداللہ بن یحییٰ اور یہاں اخیر ناپس اسی فرق کو ظاہر کرنے کے لئے مصنف رحمہ اللہ حاء تحویل کو لے کر آئے۔ اس حدیث مبارکہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

1- سنت مامور بہا ہوتی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں اس طرح کرتا تو سنت بن جاتی کرتا کب ہوں جب امر الہی عزوجل ہوتا ہے۔

2- آپ ﷺ کبھی کبھی بیان جواز کے لئے اولیٰ کام چھوڑ بھی دیتے تھے۔

3- دین کا مدار آسانی پر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي الاسْتِجَاءِ بِالْمَاءِ

پانی سے استنجاء کرنا

اس باب میں قضائے حاجت کے بعد پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کی احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

— ❦ — ❦ — ❦ — ❦ — ❦ —

39 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِیَّةٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَاسِطِ عَنْ خَالِدِ بْنِ یَعْنَى الْحَدَّاءِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مِمْوْنَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَمَعَهُ غُلَامٌ مَعَهُ مِضَاةٌ وَهُوَ أَصْغَرُنَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ السِّدْرَةِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدْ اسْتَنْجَى بِالْمَاءِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ لڑکا لوٹا لے کر گیا ہوا تھا اور وہ ہم میں سے کم سن تھا اس نے پانی کو بیری کے درخت کے ساتھ رکھ دیا پس آپ ﷺ قضائے حاجت سے فراغت پا کر ہماری جانب تشریف لائے اور آپ ﷺ نے پانی سے استنجاء فرمایا۔

(صحیح مسلم: جز: ۲، ص: ۹۳، مسند ابی حواریہ: جز: ۱، ص: ۱۶۷)

40 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي مِمْوْنَةَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي أَهْلِ قُبَاءٍ (فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا) قَالَ كَانُوا يَسْتَنْجُونَ بِالْمَاءِ فَنَزَلَتْ فِيهِمْ هَذِهِ الْآيَةُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ آیت کریمہ اہل قبا کے لئے نازل ہوئی: فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ارشاد فرمایا: وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے اسی وجہ سے یہ ان کے متعلق نازل ہوئی۔

(سنن الکبریٰ للبخاری: جز: ۱، ص: ۱۰۵، سنن ابن ماجہ: جز: ۱، ص: ۲۲۸، سنن ترمذی: جز: ۱، ص: ۶۶)

تشریح:

عن انس بن مالك قوله و معه غلام معه مِضَاةُ الخ
غلام کا اطلاق نظام سے لے کر سات سال تک ہوتا ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ

پیدائش سے لے کر بلوغ تک ہوتا ہے۔

اور علامہ زحشری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

حد التحاء یعنی داڑھی نکلنے تک ہے۔

بعض روایات میں ہے۔

غلامنا

اور بعض روایت ہے۔

غلام من الانصار۔

اس غلام کی تعیین میں اختلاف ہے۔

امام بخاری کا سیاق اس طرح اشارہ کرتا ہے کہ یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں مگر آگے روایت میں آ رہا ہے وہو اصغرنا تو

اس صورت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مراد لینا مشکل ہے وہ تو بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ جو

راوی حدیث ہیں ان سے بہت بڑے ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

اس سے مراد حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں جس طرح کہ مسلم کی روایت کے سیاق سے مترشح ہوتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہوں۔

بہر حال یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ

ان تینوں کے علاوہ کوئی اور انصاری صحابی ہوں۔

عن ابی ہریرہ نزلت هذه الآية الخ

جن کے بارے میں آیت نازل ہوئی وہ اہل قباء ہیں جو مدینہ منورہ کے قریب ایک مشہور آبادی ہے پہلے وہ الحراف مدینہ

منورہ میں سے تھی مگر اب مدینہ منورہ کی آبادی وہاں تک پہنچ گئی ہے۔ بہر حال اہل قباء کے متعلق نازل ہوئی۔

ایک روایت میں ہے کہ

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قباء تشریف لے گئے۔

اور ان سے پوچھا: وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے طہارت کے بارے میں تمہاری تعریف کی ہے۔

تو انہوں نے عرض کیا: ہم نے اہل کتاب کو دیکھا کہ وہ استنجاء کے بعد پانی سے اپنے مقعد کو دھوتے ہیں تو ان کی پیروی

کرتے ہوئے ہم بھی اسی طرح کرنے لگے۔

اور مسند بزار کی ایک روایت میں ہے۔

جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے۔

انا تتبع الحجارة الماء .

ہم استنجاء بالحجر کے بعد استنجاء بالماء کرتے ہیں۔

اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اسی پر تمہاری تعریف کی گئی ہے لہذا اس کو لازم پکڑ لو۔ واللہ ورسولہ اعلم
عز وجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الرَّجُلِ يَدْلُكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ إِذَا اسْتَنْجَى

جب استنجاء کر لے تو اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑنا

اس باب میں استنجاء کے بعد ہاتھ کو زمین سے رگڑنے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

41 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ وَهَذَا لَفْظُهُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَغْنِي الْمَخْرَمِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى الْخَلَاءَ أَتَيْتُهُ بِمَاءٍ فِي ثَوْبٍ أَوْ رَكْوَةٍ فَاسْتَنْجَى

قَالَ أَبُو دَاوُدَ فِي حَدِيثٍ وَكِيعٍ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِإِنَاءٍ آخَرَ فَتَوَضَّأَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدِيثُ الْأَسْوَدِ بْنِ عَامِرٍ أَتَمُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو میں پیالے (پیتل یا پتھر کا بھاری برتن) یا چھانگل (چمڑے کا برتن) میں پانی لے کر حاضر ہو جاتا تو آپ ﷺ استنجاء فرماتے۔ ابو داؤد نے وکیع کی حدیث میں فرمایا پھر اپنے ہاتھ مقدس کو زمین پر رگڑتے پھر دوسرے برتن میں آپ ﷺ کے پاس پانی لاتا اور آپ ﷺ اس سے وضو فرماتے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اسود بن عامر کی حدیث اتم ہے۔

(صحیح ابن حبان: ج ۳: ص ۲۵۱: سنن ابی نعیم: ج ۱: ص ۱۰۶: شرح السنۃ للہیو: ج ۱: ص ۵۷: ص ۲۵۱: صحیح ابن حبان: ج ۴: ص ۴۰۰)

تشریح:

استنجاء کے بعد ہاتھ زمین پر رگڑنے سے رانچہ کر یہہ اور آثار نجاست بالکل زائل ہو جاتے ہیں اس لیے استنجاء کے بعد ہاتھ زمین سے رگڑے۔

حصول طہارت کے لئے ازالہ بوضوری ہے یا نہیں اس میں احناف کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ ازالہ رتخ کو ضروری سمجھتا ہے۔

ان کی تحقیق یہ ہے کہ

جب تک بو آتی ہے طہارت نہیں ہوتی کیونکہ وہاں نجاست کے ذرات موجود ہیں اس لیے بو آرہی ہے اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ازالہ رتخ کے لئے استنجاء کے بعد ہاتھ زمین پر رگڑے تاکہ ازالہ رتخ ہو اور طہارت ہو جائے۔ دوسرے گروہ نے کہا ہے کہ

نجاست غیر مریہ کے ازالہ کے لیے تین بار پانی بہانا کافی ہے اور نجاست مریہ کے لئے ازالہ جرم ضروری ہے ازالہ رتخ ضروری نہیں اور بو کا آنا نجاست کے ذرات موجود ہونے کی دلیل نہیں کیونکہ بدبودار چیز کا اثر ہوا پر پڑتا ہے تو ہوا اس سے متکلیف ہو کر ناک میں جاتی ہے تو بوجسوس ہوتی ہے اس میں اجزاء نجاست نہیں ہوتے اور یہی قول رائج ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ

کسی نے گیلی شلوار پہنی ہو اور اس کی ہوا خارج ہو جائے تو شلوار بالاتفاق پلید نہیں ہوتی اگر بو میں نجاست کے ذرات ہوتے تو وہ گیلے کپڑے میں جا کر جم جاتے اور کپڑا ناپاک ہو جاتا اس کا قائل کوئی نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے جو استنجاء کے بعد زمین سے ہاتھ رگڑے یہ آپ ﷺ کا فعل تنظیف تھا تطہر انہیں تھا ورنہ آپ ﷺ دوسرے لوگوں کو بھی اس کا حکم فرماتے جبکہ آپ ﷺ نے حکم نہیں دیا۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ استنجاء کے بعد اگر کوئی زمین سے ہاتھ رگڑے تو اچھا فعل ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وعلی اللہ علیہ وسلم

باب السَّوَاكِ مسواک کے متعلق

یہ باب مسواک کے متعلق ہے۔

قَالَ لَوْلَا أَنَّ أَشَقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ وَبِالسَّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میری امت پر شاق نہ گزرتا تو میں ان کو عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنے کا حکم عطا فرماتا اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم عطا فرماتا۔

(المجم الاوسط: ج ۷، ص ۲۵۳؛ السنن الصغیر للبیہقی: ج ۱، ص ۶۲؛ السنن الکبریٰ للنسائی: ج ۲، ص ۱۹۷؛ الترمذی: ج ۲، ص ۶۶)

43 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْلَا أَنَّ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ فَرَأَيْتُ زَيْدًا يَجْلِسُ فِي الْمَسْجِدِ وَإِنَّ السَّوَاكَ مِنْ أُذُنِهِ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ أُذُنِ الْكَاتِبِ فَكُلَّمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ اسْتَاكَ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر میں اپنی امت پر تنگی کا نہ سوچتا تو میں ان کو ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم عطا فرماتا۔ حضرت ابو سلمہ نے فرمایا: میں نے حضرت زید کو مسجد میں بیٹھے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ مسواک ان کے کان پر اسی طرح نسب ہوتی جس طرح کاتب اپنے کان پر قلم نسب کرتا ہے اور جس وقت نماز کے لئے قیام فرماتے تو مسواک ضرور کرتے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۱، ص ۳۷؛ المجم الکبیر: ج ۵، ص ۲۴۴؛ سنن ترمذی: ج ۱، ص ۳۲؛ السنن الکبریٰ: ج ۲، ص ۱۹۷)

44 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ تَوَضَّؤَ ابْنِ عُمَرَ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا وَغَيْرَ طَاهِرٍ عَمَّ ذَاكَ فَقَالَ حَدَّثَنِيهِ أَسْمَاءُ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حَنْظَلَةَ بْنَ أَبِي عَامِرٍ حَدَّثَهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِالْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا وَغَيْرَ طَاهِرٍ فَلَمَّا شَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ أَمَرَ بِالسَّوَاكِ لِكُلِّ صَلَاةٍ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَى أَنَّ بِهِ قُوَّةً لَكَانَ لَا يَدْعُ الْوُضُوءَ لِكُلِّ صَلَاةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ رَوَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

محمد بن یحییٰ بن حبان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عبد اللہ بن عمر کو عرض کیا: ابن عمر کا وضو ہویا نہ ہو وہ ہر نماز کے واسطے وضو فرماتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ ارشاد فرمایا: مجھ سے اسماء بنت زید بن خطاب اور ان سے حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن ابوعامر نے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز کے لئے وضو کرنے کا حکم ارشاد فرمایا چاہے وضو ہویا نہ ہو جب اس پر شاق ہوا تو ہر نماز کے لئے مسواک کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ لہذا

حضرت ابن عمرؓ نے ملاحظہ فرمایا کہ میرے ساتھ یہ قوت ہے تو انہوں نے ہر نماز کے لئے وضو کا اعادہ فرمایا۔
امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: ابراہیم بن سعد نے اس کو محمد بن اسحاق سے روایت فرما کر عبید اللہ بن عبد اللہ فرمایا
ہے۔

(سنن الدارمی: ج: ۱، ص: ۱۷۵)

تشریح: مسواک کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: آئمہ لغت نے فرمایا ہے کہ
لکڑی سے دانتوں کے صاف کرنے کے فعل کو مسواک کہتے ہیں اور مسواک اس لکڑی کو بھی کہا جاتا ہے اور علماء کی
اصطلاح میں لکڑی یا اس کی مثل کسی چیز سے دانت صاف کرنے کو مسواک کہتے ہیں جس سے دانتوں کا میل یا پیلا پن دور ہو
جائے۔ (شرح للنووی: ج: ۱، ص: ۱۲۷)

کیا مسواک کرنا واجب ہے؟

مسواک کرنا کسی صورت میں واجب نہیں ہے بلکہ یہ سنت ہے۔
علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: مسواک کرنا سنت ہے اور کسی حال میں بھی واجب نہیں ہے نماز میں ہو
یا غیر نماز میں اس پر علماء کا اجماع ہے۔

علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ

داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ

مسواک کرنا واجب ہے لیکن اس کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

اور امام اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ

مسواک کرنا واجب ہے اور اس کو عمد ترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔

ہمارے فقہاء میں سے ابو حامد نے کہا ہے کہ

داؤد ظاہری سے یہ نقل صحیح نہیں ہے اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اور امام اسحاق سے جو وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ مسواک کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے لیکن حسب

ذیل پانچ اوقات میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے۔

۱- نماز کے پڑھنے کے وقت اگرچہ پانی سے طہارت حاصل کی ہو یا تیمم سے

۲- وضو کرنے کے وقت

۳- قرآن مجید کی تلاوت کے وقت

4- نیند سے بیدار ہونے کے وقت

5- جب منہ کی متغیر ہوا گر چہ کھانے پینے سے یا کسی بدبودار چیز کے کھانے سے زیادہ دیر خاموش رہنے کی وجہ سے یا زیادہ باتیں کرنے کی وجہ سے

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ

روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے تاکہ روزہ دار کے منہ کی بدبو جو مستحب ہے وہ زائل نہ ہو جائے پیلو کے درخت کی لکڑی سے مسواک کرنا مستحب ہے اور ہر وہ چیز جس کے استعمال کرنے سے منہ صاف ہو جائے اس سے منہ صاف کرنا مستحب ہے اگرچہ سخت کپڑا ہو، کوئی جڑی بوٹی ہو یا انگلی سے صاف کرے۔

اور مستحب یہ ہے کہ

متوسط لکڑی سے مسواک کی جائے جو بہت سخت ہو نہ بہت نرم۔

اور مستحب یہ ہے کہ

دانتوں میں عرضاً مسواک کی جائے طولاً مسواک نہ کی جائے تاکہ دانتوں پر لگے ہوئے گوشت سے خون نہ نکلے اور اگر اس کے برخلاف طولاً مسواک کی تو ہر چند کہ یہ مکروہ ہے لیکن مسواک کے حکم پر عمل ہو جائے گا۔

نیز مستحب یہ ہے کہ

دانتوں کی اطراف اور داڑھوں پر مسواک کی جائے اور حلق کی چھت پر بھی مسواک کی جائے۔

اور یہ بھی مستحب ہے کہ

پہلے دائیں جانب مسواک کی جائے۔

اور یہ بھی مستحب ہے کہ

بچوں کو مسواک کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ (شرح مطنوادی: ج: 1، ص: 127)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ دن اور رات مسواک کرنے پر دائمی عمل کرتے تھے اور مسواک کے استحباب پر اجماع ہے۔

حتیٰ کہ امام اوزاعی نے کہا ہے کہ

مسواک کرنا وضو کا جزء ہے اور بہ کثرت احادیث مبارکہ اس پر دلالت ہے کہ مسواک کرنے پر نبی کریم ﷺ کا دائمی عمل تھا اس سلسلہ میں سب سے قوی اور سب سے صحیح حدیث یہ ہے کہ

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ ﷺ میرے سینہ سے ٹیک

لگائے ہوئے تھے۔ حضرت عبدالرحمن کے پاس ایک تازہ مسواک تھی جس کے ساتھ وہ دانت صاف کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کو مشکلی باندھ کر دیکھ رہے تھے میں نے ان سے مسواک لی اس کو کاٹا اس کو صاف کیا پھر وہ مسواک رسول اللہ ﷺ کو دی اور آپ ﷺ نے مسواک فرمائی۔

مسواک میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: مسواک کرنا وضو کی سنت ہے۔

اور بعض نے کہا: یہ نماز کی سنت ہے۔

اور بعض نے کہا: یہ سنت دین ہے۔

یہی قول زیادہ قوی ہے۔

اور امام اعظم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ

ہدایہ میں مذکور ہے کہ

صحیح یہ ہے کہ مسواک کرنا مستحب ہے۔

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔

ابن حزم نے کہا: یہ سنت ہے اور اگر نماز کے لئے مسواک کرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے اور جمعہ کے دن مسواک کرنا فرض لازم

ہے۔

علامہ ابو حامد اسفرائینی اور علامہ باوردی نے اہل ظاہر سے نقل کیا ہے کہ

مسواک کرنا واجب ہے۔

اور امام اسحاق کا قول ہے کہ

اگر عہد مسواک کرنے کو ترک کیا تو نماز باطل ہو جائے گی۔

علامہ نووی نے کہا: امام اسحاق سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔ (عمدة القاری: ج 3، ص 185)

قوله قال لولا ان اشق اور امرأة المنانجج میں ہے۔

(میں) ان پر فرض کر دیتا کہ نماز عشاء تہائی رات پر پڑھیں اور ہر نماز کے لئے وضو کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ

حضور ﷺ باذن الہی عزوجل احکام کے مالک ہیں جو چاہیں فرض کریں جو چاہیں حرام کر دیں۔

فرماتے ہیں: میں فرض کر دیتا۔

خیال رہے کہ

یہ حدیث امام شافعی کے نزدیک اپنے ظاہر پر ہے مگر ہمارے ہاں ہر نماز سے مراد اس کا وضو ہے یعنی وضو پوشیدہ ہے کیونکہ ابن خزیمہ، حاکم، بخاری شریف نے کتاب الصوم میں انہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث روایت کی مگر اس میں بجائے وضو کے عند کل وضوء ہے۔

اور احمد وغیرہ کی روایت ہے۔

عند کل طہور

وہ حدیثیں اس کی تفسیر ہیں۔

خیال رہے کہ

وضو میں مسواک کی زیادہ تاکید ہے ورنہ وضو کے علاوہ پانچ جگہ اور بھی مسواک سنت ہے جیسا کہ عرض کیا گیا۔

امام احمد کی روایت میں ہے کہ

مسواک نماز بغیر مسواک کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔ (مرآۃ الناجی: ج: 1، ص: 257، 258)

مسواک کے سلسلہ چار اقسام کی روایات ہیں۔

1- عند کل وضوء 2- مع کل وضوء 3- عند کل صلاة 4- مع کل صلاة

حاصل یہ کہ صلوٰۃ اور وضو دونوں کے ساتھ احادیث میں مسواک کا ذکر آیا ہے اور پھر دونوں میں دو صورتیں ہلفظ عند اور ہلفظ مع۔

مع کا مدلول اتصال اور معیت ہے بخلاف عند کے کہ وہ اتصال اور قرب دونوں پر صادق آتا ہے اتصال اس کے لئے ضروری نہیں۔

اور شیخ ابن الہمام نے لکھا ہے کہ

پانچ اوقات میں مسواک مستحب ہے۔

1- عند اصفرار الاسنان 2- عند تغير الرائحة 3- عند القيام من النوم

4- عند القيام الى الصلوٰۃ 5- عند الوضوء .

لہذا اس قول کی وجہ سے ہمارے اور شافعیہ کے درمیان فرق یہ ہوگا کہ ہمارے یہاں مؤکد یعنی سنت ہے۔ عند الوضوء اور غیر مؤکد یعنی مستحب ہے عند الصلوٰۃ اور شافعیہ کے نزدیک عند الصلوٰۃ بھی مؤکد ہے اور کتب مالکیہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے یہاں بھی وہ سنن وضوء سے ہے لیکن ان کے یہاں تھوڑی سی تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر وضو اور نماز کے درمیان زیادہ فصل ہو گیا تو پھر اسی صورت میں عند الصلوٰۃ بھی سنت ہے اس باب میں تینوں روایتیں جو ذکر کی گئی ہیں وہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی دلیل ہیں۔ پہلی روایت میں عند کل صلوٰۃ کے الفاظ ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ حذف مضاف کے ساتھ ہے اصل میں عند وضوء کل صلوٰۃ ہے اس پر امام بخاری اور مسند احمد کی روایات دلالت کرتی
ہیں۔

دوسری حدیث میں حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عمل ہے کہ وہ مسواک کان پر رکھتے
جب نماز پڑھنے کے لئے اٹھتے تو مسواک کر لیتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے اور ہر مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل ضروری ہے ایک کا اجتہاد دوسرے مجتہد پر لازم نہیں بلکہ ناجائز ہے۔
تیسری روایت میں امر بالسواک عند کل صلوٰۃ کے الفاظ ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ
ہر نماز کو مسواک کے ساتھ پڑھنے کا جو حکم ہے اس کا مطلب ہے جس وضوء کے ساتھ نماز پڑھنی ہے اس میں مسواک کیا ہو
کیونکہ مسواک کے ساتھ وضوء سے نماز پڑھنا بھی مسواک کے ساتھ نماز پڑھنا ہے۔

اور احناف کی دلیل یہ ہے کہ
بخاری میں مرفوعاً و تعلیقاً روایت ہے جس میں روایت ابو داؤد کے الفاظ ہیں مگر اس میں عند کل صلوٰۃ کی جگہ عند کل وضوء آیا
ہے اور مسند احمد میں عند کل طہور آیا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ
احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک وضوء سے کئی نمازیں پڑھی ہیں جس طرح کہ فتح خیبر اور فتح مکہ کے موقع
پر مگر یہ کہیں نہیں ملتا کہ آپ پہلے وضوء سے ہوں صرف مسواک کر کے نماز پڑھی ہو اگر مسواک نماز کی سنت ہوتی تو اس پر بھی عمل
کرتے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ کَيْفَ يَسْتَاكُ

مسواک کیسے کرے؟

اس باب میں مسواک کے کرنے کی کیفیت ذکر کی گئی ہے۔

45 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غِيْلَانَ بْنِ جَسْرِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مُسَدَّدٌ قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحِمُّهُ فَرَأَيْنَهُ يَسْتَاكُ عَلَى لِسَانِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ سُلَيْمَانُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْتَاكُ وَقَدْ وَضَعَ السِّوَاكَ عَلَى طَرَفِ لِسَانِهِ وَهُوَ يَقُولُ إِهْ إِهْ يَعْنِي يَتَهَوَّعُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ مُسَدَّدٌ لَكَانَ حَدِيثًا طَوِيلًا وَلَكِنِّي اخْتَصَرْتُهُ

ابو بردہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ مسدد نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سواریاں لینے کے لئے حاضر ہوئے اور آپ ﷺ زبان مقدس پر مسواک کر رہے تھے۔

امام ابو داؤد نے فرمایا کہ سلیمان نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ ﷺ مسواک فرما رہے تھے اور اپنی زبان مقدسہ پر مسواک کو ایک طرف فرما کر اہ فرما رہے تھے یعنی جس طرح تے کی جاتی ہے۔

امام ابو داؤد نے فرمایا: مسدد نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث طویل ہے لیکن میں نے اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے۔

(سنن الکبریٰ للبخاری: ج ۱۱: ص ۳۵)

تشریح:

مسواک صرف دانتوں پر نہیں بلکہ زبان پر بھی کرنا چاہئے۔

یہاں پر بیان ہوا ہے کہ ہم نے سواری مانگی اور آپ ﷺ مسواک فرما رہے تھے۔ سواری مانگنا اور مسواک کی حالت کو جمع کرنا امام ابو داؤد کی خصوصیت ہے اور یہ کہیں دونوں مضمون اکٹھے نہیں ملتے بلکہ الگ الگ ملتے ہیں۔ امام ابو داؤد کی اس روایت میں وہم اور خلط واقع ہو گیا ہے جس طرح کہ دوسری کتب حدیث کو ملاحظہ کرنے سے پتہ چلتا ہے اور وہ اس طرح کہ بخاری اور مسلم اور نسائی میں بھی موجود ہے مگر اس میں ذکر مسواک کے ساتھ سواری مانگنے کا ذکر نہیں ہاں البتہ صحیحین اور اسی طرح نسائی کی ایک دوسری روایت جو نسائی کے شروع ہی میں ہے جس میں مسواک کے ساتھ سواری مانگنے کا ذکر بھی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک بار نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں جا رہا تھا تو میرے ساتھ قبیلہ اشعر کے دو شخص اور چل پڑے اور وہ میرے ساتھ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں پہنچے جب ہم پہنچے تو ہم نے نبی کریم ﷺ کو مسواک کرتے دیکھا تو جو شخص میرے ساتھ پہنچے تھے انہوں نے آپ ﷺ سے عمل کی فرمائش کی یعنی یہ کہ ان دونوں کو کسی جگہ کا حامل بنا کر سرکاری ملازمت عطا فرمائی جائے۔ یہ روایت نسائی کے بالکل شروع ہی میں ہے اور وہ روایت جس میں سواری مانگنے کا ذکر ہے اس میں مسواک کا ذکر نہیں اور سواری کی حدیث مہار کہ یہ ہے کہ جو صحیحین میں موجود ہے کہ آپ ﷺ غزوہ

تبوک کے سفر میں جب تشریف لے جا رہے تھے تو راستہ میں کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے سواری کی حاجت کا اظہار کیا کہ ہمیں سواری کی ضرورت ہے مگر اس وقت آپ ﷺ کو ان کے سوال پر ناگواری ہوئی اور آپ ﷺ نے ناراض ہو کر ارشاد فرمایا: بخدا میں تمہیں سواری نہیں دوں گا۔

راوی نے کہا ہے کہ

لیکن پھر بعد میں آپ ﷺ نے ان کو بلا کر سواری عطا فرمادی۔
جس پر انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ تو قسم کھا چکے تھے۔
مطلب یہ تھا کہ

ہماری رعایت میں آپ ﷺ حاضری ہوں۔

اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا اَنَا حَمَلْتُكُمْ وَلٰكِنْ اَللّٰهُ حَمَلَكُمْ
سواری دینے والا میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے۔

تو مطلب یہ ہے کہ اس مضمون میں کہیں مسواک کا ذکر نہیں۔

تو اشکال وارد ہوا کہ احتمال والی روایت میں دوسری کتابوں میں مسواک کا تذکرہ نہیں لہذا ابوداؤد کی روایت میں مسواک کے ساتھ احتمال یعنی سواری مانگنے کا ذکر خلط بین روایتین ہے۔

تو میں کہوں گا کہ

یہ وہم مصنف رحمہ اللہ کا نہیں بلکہ اگر ہے تو مسدود کا ہے کیونکہ مصنف رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے مسدود کی روایت کے الفاظ یہ ہیں سلیمان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں جس طرح معلوم ہوتا ہے کہ مصنف رحمہ اللہ کو تو سب کچھ اچھی طرح محفوظ ہے جس طرح استاد سے ان کو جس طرح روایت پہنچی انہوں نے اسی طرح نقل کر دیا۔

.. فَاَلْعَهْدُ قَاضِي هَذَا الْوَهْمِ عَلَى مَسَدَدٍ لَا عَلَى الْمُصَنِّفِ

مسواک کی مقدار و طریقہ

مسواک طول میں ایک بالشت اور موٹائی میں انگلی کے بقدر ہو۔

مثلاً ثلثا ثلثا ہو یعنی تین ہار تین پانی سے الگ الگ کی جائے۔

اور مسواک عرضاً کی جائے طولاً نہ کی جائے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مسواک کا طریقہ یہ ہے کہ

مسواک عرضاً کی جائے طولاً نہ کی جائے۔

معنی میں مذکور ہے کہ

مسواک دانتوں اور زبان پر کی جائے۔ مسواک کرنے کی کوئی مقدار معین نہیں ہے جب دل مطمئن ہو جائے کہ منہ کی بدبو اور دانتوں کی پیلاہٹ دور ہو گئی ہے تو بس کر دے، مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑے مسواک کرتے وقت تین بار پانی لینا مستحب ہے۔ مسواک کی لمبائی ایک بالشت اور موٹائی ایک چھنگلی کے برابر ہونی چاہئے۔

مستحب یہ ہے کہ

پیلو کے درخت کی مسواک بنانی چاہئے اور اگر وہ خشک ہو تو اس کو پانی میں بھگو کر نرم کر لیا جائے۔

محیط میں مذکور ہے کہ

عورت کے لئے دنداسہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے اور جب کسی کو مسواک میسر نہ ہو تو وہ انگلی سے دانت صاف کر

لے۔ (عمدة القاری: ج 3، ص 185)

سند

قال ابو داؤد قال سليمان الخ.....

اس سند میں مصنف رحمہ اللہ کے دو اساتذہ ہیں۔

1- مسدد 2- سليمان

پہلے الفاظ مسدد کے تھے اب یہاں سے سليمان کے الفاظ بیان کیے جا رہے ہیں۔ ان دونوں روایات میں واضح فرق یہ ہے کہ مسدد کی روایت میں سواری مانگنے کا ذکر ہے اور سليمان کی روایت اس زیادتی سے خالی ہے اور دوسری روایت میں ایک اور زیادتی یہ ہے کہ مسواک کرتے وقت آہ آہ کے الفاظ ہیں۔

اور بخاری میں جو روایت ہے اس میں أَعْ أَعْ کے الفاظ ہیں اور نسائی کی روایت میں ہے۔

وهو يقول عا عا

یہاں پر مقصود آواز ہے اگرچہ الفاظ الگ الگ ہیں مگر متقارب الحرج ہیں لہذا اس پر کوئی تعارض نہ ہوا۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يَسْتَاكُ بِسَوَاكِ غَيْرِهِ

دوسرے کی مسواک استعمال کرنے کے متعلق

اس باب میں دوسرے شخص کی مسواک استعمال کرنے یا نہ کرنے کے متعلق حدیث ذکر کی گئی ہے۔

46 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنُّ وَعِنْدَهُ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ فِي فَضْلِ السَّوَاكِ أَنْ كَبَّرَ أَعْطَى السَّوَاكَ أَكْبَرَهُمَا قَالَ أَحْمَدُ هُوَ ابْنُ حَزْمٍ قَالَ لَنَا أَبُو سَعِيدٍ هُوَ ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ هَذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسواک فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں دو اشخاص حاضر تھے ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا تو آپ ﷺ پر مسواک کی فضیلت میں وحی کی گئی تو ان دونوں میں سے جو بڑا تھا ان کو مسواک عطا فرمانے کا حکم عطا فرمایا گیا۔

امام احمد نے فرمایا: وہ ابن حزم ہے۔ اور ہمیں ابوسعید نے فرمایا: وہ ابن الاعرابی ہے۔ اس روایت کے تمام راوی اہل مدینہ ہیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۴۶)

47 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ أَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ بَايَ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ بِالسَّوَاكِ

مقدم بن شریح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ جب گھر میں تشریف لاتے تو پہلے کیا کام کرتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مسواک (کیا کرتے تھے)۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۱، ص: ۳۳، سنن الترمذی: ج: ۱، ص: ۱۷، شرح السنن للبخاری: ج: ۱، ص: ۱۶۸، صحیح ابن حبان: ج: ۳، ص: ۳۵۶)

تشریح:

یستن وعنده رجلان.....

آپ ﷺ مسواک کر کے اپنے پاس بیٹھے ہوئے دو شخصوں میں سے ایک شخص کو دینے لگے تو وحی فرمائی گئی کہ بڑے کو عطا فرمائیں۔ یہ واقعہ بیداری کا ہے جبکہ صحیح مسلم میں خواب کا واقعہ ہے۔

اس میں ہے: ارانی فی المنام

توان دونوں حدیثوں میں تعارض ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

اصل واقعہ خواب کا ہے، اس خواب کے بعد ایک بار آپ ﷺ بیداری میں مسواک کر رہے تھے تو ایسی صورت پیش آگئی اور آپ ﷺ کو وحی یاد آگئی تو ابوداؤد میں وحی کے تذکرہ کا بیان ہے نہ کہ حقیقت وحی کا بیان ہے۔

سوال

آپ ﷺ نے چھوٹے کو مسواک دینے کا کیوں ارادہ نہ فرمایا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس کی کوئی وجہ ظاہری ہوگی مثلاً یا تو وہ قریب بیٹھا ہوگا یا آپ ﷺ کے دائیں جانب ہوگا مگر یہاں بڑے چھوٹے معاملہ نہیں بلکہ مسواک کی فضیلت بتانا ہی مقصود ہے۔

هذا مما تفرد به اهل المدينة

یہ عبارت سنن ابوداؤد کے بعض نسخوں میں نہیں ہے جبکہ میرے پاس جو بیروت کا نسخہ ہے اس میں یہ عبارت موجود ہے۔

اصل میں اس نکتہ کو بیان کرنے والے ابن الاعرابی ہیں اور ان کی کتاب کے متن میں یہ عبارت آئی ہے۔

حضرت شریح رحمہ اللہ مجتہدین تابعین سے ہیں اور آپ رحمہ اللہ کے والد ہانی ابن یزید صحابی ہیں۔ حضرت شریح رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں پیدا ہو چکے تھے۔

حضور ﷺ نے ہانی رحمہ اللہ سے پوچھا: تمہارے کتنے بچے ہیں؟

عرض کیا:

1- شریح

2- عبداللہ

3- اذرملہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری کنیت ابو شریح ہے۔

آپ رحمہ اللہ سیدنا علی مرتضیٰ رحمہ اللہ کے مخصوص ساتھی ہیں بلکہ آپ رحمہ اللہ قاضی رہے ہیں جنگ جمل و صفین میں آپ کے ساتھ تھے 78ھ میں شہید کئے گئے۔ (مراۃ المناجیح: ج: 1، ص: 258) واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ غَسْلِ السَّوَاكِ

مسواک کو دھونا

اس باب میں مسواک کو دھو کر استعمال کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

48 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ الْكُوفِيُّ الْحَمَّاسِيُّ حَدَّثَنَا عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْكَافَّةِ قَالَتْ كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ لِيُعْطِيَنِي السَّوَاكَ لِأَغْسِلَهُ فَأَبْدَأُ بِهِ فَأَسْتَاكُ ثُمَّ أَغْسِلُهُ وَأَذْفَعُهُ إِلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مسواک فرماتے اور مجھے دھونے کے لئے عطا فرماتے تو میں اس کو لے کر مسواک کرنے لگ جاتی پھر اس کو دھوتی اور آپ ﷺ کو واپس کر دیتی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 139، شرح السنۃ للہفوی ج: 1، ص: ۱۶۹)

تشریح:

اس میں دو احتمال ہیں۔

ایک یہ کہ یا تو یہ ماقبل کے بارے میں ہے اور اس کا تکرار ہے تب تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ انسان کو چاہئے کہ جنب دوسرے کا مسواک کرے تو پہلے اس کو دھو لے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

یہ باب مستقل ہے ماقبل سے متعلق نہیں تو اس صورت میں ترجمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ انسان کو چاہئے کہ جب مسواک کرے تو پہلے اس کو دھو لے اسی طرح درمیان میں بھی دھوئے بلکہ آخر میں جب مسواک کر کے فارغ ہو تو پھر بھی دھوئے اور رکھ دے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو بغیر دھوئے استعمال کر لیتیں پھر دھو دیتیں تو اس میں تبرک کا حصول ہے اور یہ محبت کی نشانی ہے اور صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی نہ تبرک حاصل کرتیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آقا ﷺ کے ہاتھ، بالوں اور پسینوں سے تبرک حاصل کرتے تھے۔

جس طرح کہ روایات میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے دیکھا کہ حجام آپ ﷺ کا سر مونڈ رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے گرد گھوم رہے تھے۔

وہ چاہتے تھے کہ

آپ ﷺ کا کوئی بال بھی زمین پر گرنے کی بجائے ان کے ہاتھ میں گرے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5923)

ایک اور روایت میں ہے: ابن سیرین کہتے ہیں:

میں نے عبیدہ سے کہا: ہمارے پاس نبی کریم ﷺ کا ایک بال ہے جو مجھے حضرت انس یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے ملا تھا۔

ابن سیرین نے کہا: اگر میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک بال بھی ہو تو وہ مجھے دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

(صحیح بخاری: ج: 1، ص: 29)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے جب سرمنڈوایا تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آپ ﷺ کے بال لیے۔

(صحیح البخاری: ج: 1، ص: 29)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کے سامنے عرب کی ایک عورت کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے ابوسعید کو پیغام دینے کا حکم دیا، حضرت ابواسید نے اس کو پیغام دیا وہ عورت آ کر بنو ساعدہ کے قلعوں میں ٹھہری رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے جب آپ ﷺ اس کے پاس گئے تو وہ عورت سر جھکائے بیٹھی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس سے کلام فرمایا: تو وہ عورت کہنے لگی: میں آپ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتی ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اپنے آپ کو مجھ سے محفوظ کر لیا۔

لوگوں نے اس سے کہا: کیا تم جانتی ہو کہ یہ کون ہیں؟

اس نے کہا: نہیں۔

لوگوں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ اور تمہیں نکاح کا پیغام دینے تمہارے پاس آئے تھے۔

اس نے کہا: تب تو میں بہت بد نصیب رہی۔

سہل نے کہا کہ

پھر رسول اللہ ﷺ اسی وقت تشریف لے آئے حتیٰ کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بنو ساعدہ کے چبوترہ میں بیٹھ گئے۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے پلاؤ! پھر میں نے آپ کے لئے یہ پیالہ نکالا پھر میں نے آپ کو اس میں پلایا۔

ابو حازم نے کہا: سہل نے ہمارے لیے وہ پیالہ نکالا اور ہم نے بھی اس میں سے پی لیا۔ پھر عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سہل سے وہ پیالہ مانگ لیا۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے وہ پیالہ ان کو دے دیا۔

ابوبکر اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ: اے سہل! ہم کو پلاؤ۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5119)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر آپ ﷺ اپنے گھر کی طرف گئے میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ گیا۔

جانے سے کچھ بچے آئے۔ آپ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر ہاتھ پھیرا اور میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا میں نے آپ ﷺ کے دست اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی جیسے آپ ﷺ نے عطار کے ڈبہ سے ہاتھ باہر نکالا ہو۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5931)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور دن میں سو گئے۔ آپ ﷺ کو پسینہ آیا میری والدہ ایک شیشی لے کر آئیں اور آپ ﷺ کا پسینہ پونچھ پونچھ کر اس میں ڈالنے لگیں نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے کہا: یہ آپ ﷺ کا پسینہ ہے جس کو ہم اپنی خوشبو میں ڈالیں گے اور یہ سب سے اچھی خوشبو ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5936)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے بستر پر سو گئے وہ آئیں تو ان کو بتایا گیا کہ نبی کریم ﷺ تمہارے گھر میں تمہارے بستر پر آرام فرما ہیں وہ آئیں اس حال میں کہ آپ ﷺ کو پسینہ آ رہا تھا اور چڑے کے بستر پر آپ ﷺ کا پسینہ اکٹھا ہو گیا تھا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنا ڈبہ کھولا اور پسینہ پونچھ پونچھ کر اپنی شیشیوں میں بھرنے لگیں۔ نبی کریم ﷺ گھبرا کر اٹھ گئے اور فرمانے لگے: اے ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہے؟

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم اس میں اپنے بچوں کے لئے برکت کی امید رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری امید درست ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5935)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے ہاں نبی کریم ﷺ آتے تھے اور وہاں قیلولہ فرماتے وہ ان کے لئے چڑے کا ایک ٹکڑا بچھا دیتی تھیں آپ ﷺ کو پسینہ بہت آتا تھا وہ اس پسینہ کو جمع کر کے خوشبو میں ملا تیں اور شیشیوں میں بھر دیتیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے سلیم! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ آپ ﷺ کا پسینہ ہے جس کو میں اپنی خوشبو میں ملاتی ہوں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5936)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی 55ھ لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا بال اس کی پاکیزگی اور نظافت کی وجہ سے بطور تبرک اپنی ٹوپی میں رکھا ہوا

تھا وہ جہاد میں اس ٹوپی کو پہن کر جاتے اور اس کی برکت سے مدد طلب کرتے تھے جنگ یرامہ میں وہ ٹوپی گر گئی تو انہوں نے اس کو بہت شدید سمجھا (اور حالت جہاد میں ٹوپی اٹھائی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر حیرت ہوئی۔

تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے ایسا نہیں کیا بلکہ میں نے اس کو ناپسند کیا کہ یہ ٹوپی مشرکین کے ہاتھوں میں پڑ جائے حالانکہ اس میں نبی کریم ﷺ کا بال مبارک ہے۔ (عمدة القاری: ج: 3، ص: 37)

علامہ عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہ طور تبرک آپ ﷺ کے بال مبارک کو حاصل کرتے تھے اور اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 6، ص: 124)

مزید راقم ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے دست مبارک کے لمس سے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے برتنوں میں رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ لگواتے تھے۔ اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے حسن خلق کا بیان ہے آپ ﷺ سب لوگوں سے مل کر رہتے تھے اور ہر چھوٹے اور بڑے کے بلانے پر چلے آتے تھے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (قلم: 4)

بے شک آپ ضرور بڑی شان والے خلق پر فائز ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 6، ص: 124)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ سے ہمیشہ بہت پاکیزہ خوشبو آتی تھی اور آپ ﷺ خارجی خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے کسی پھول، مشک، عنبر کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوشبودار نہیں پایا۔ اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ کوئی عطر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوشبودار نہیں تھا۔

امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ جو شخص اپنی بیٹی کو رخصت کرتا نبی کریم ﷺ اپنی انگلیوں سے اپنا پسینہ پونچھ کر ایک شیشی میں ڈال کر اس کو دے دیتے۔ اور اس شخص سے فرماتے: اپنی لڑکی کو کہو کہ اس خوشبو کو لگائے جب وہ لڑکی اس پسینہ کو لگاتی تو اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھتے اور لوگ ان کے گھر کو خوشبودار کہتے۔

امام داری، امام بیہقی اور امام ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جس راستہ سے گزر جاتے تو بعد میں جو بھی اس راستہ سے گزرتا اس کو آپ ﷺ کے پسینہ کی خوشبو آتی اور وہ آپ ﷺ کو پہچان لیتا اور آپ ﷺ جس پتھر سے گزرتے وہ آپ ﷺ کو سجدہ کرتا تھا۔ اور امام ابو یعلیٰ اور امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ جس راستہ سے گزر جاتے تھے وہاں سے بہت پاکیزہ خوشبو آتی تھی اور خوشبو سونگھ کر لوگ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس راستہ سے گزرے ہیں۔ (شرح اشمال: ج: 2، ص: 2)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

آپ ﷺ کے بالوں مبارکہ اور پسینہ مبارکہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تبرک حاصل کرتے تھے۔

بَابُ السَّوَاكِ مِنَ الْفِطْرَةِ

مسواک فطری سنت ہے

فطرہ کے چار معانی ہیں۔

1- سنت جمیع انبیاء کرام علیہم السلام 2- سنت ابراہیم علیہ السلام 3- پورا دین اسلام

4- طبیعت سلیمہ کا تقاضا

اس باب میں مسواک کو فطری طور پر سنت قرار دیا گیا ہے۔

49 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرِ: قَصُّ الشَّارِبِ وَاعْفَاءُ اللَّحْيَةِ وَالسَّوَاكِ وَالِاسْتِنْشَاقُ بِالْمَاءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَتَغْفُّ الْإِبْطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِي الْاسْتِنْجَاءَ بِالْمَاءِ قَالَ زَكَرِيَّا قَالَ مُصْعَبٌ وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةُ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ وَدَاوُدُ بْنُ شَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَادٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ مُوسَى عَنْ أَبِيهِ وَ قَالَ دَاوُدُ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الْفِطْرِ الْمَضْمَضَةَ وَالِاسْتِنْشَاقَ فَلَمْ يَذْكُرْ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ اعْفَاءَ اللَّحْيَةِ وَزَادَ وَالْخِتَانُ قَالَ وَالِانْتِضَاحَ وَلَمْ يَذْكُرْ انْتِقَاصَ الْمَاءِ يَعْنِي الْاسْتِنْجَاءَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى نَحْوَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَالَ خُمْسٌ كُلُّهَا فِي الرَّأْسِ وَذَكَرَ فِيهَا الْفَرْقَ وَلَمْ يَذْكُرْ اعْفَاءَ اللَّحْيَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى نَحْوَ حَدِيثِ حَمَادٍ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ وَمُجَاهِدٍ وَعَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ

اللّٰهُ الْمُزْنِي قَوْلُهُمْ وَلَمْ يَذْكُرُوا اِغْفَاءَ اللّٰحِيَةِ وَفِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي مَرْيَمَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ وَاِغْفَاءُ اللّٰحِيَةِ وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ نَحْوُهُ وَذَكَرَ اِغْفَاءَ اللّٰحِيَةِ وَالْخِتَانِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت سے ہیں۔

- 1- مونچھ کٹانا 2- داڑھی بڑھانا 3- مسواک کرنا 4- ناک میں پانی ڈالنا 5- ناخن کٹوانا 6- پورے دھونا 7- بغل کے بال اکھیڑنا 8- زیر ناف کے بال مونڈنا 9- پانی کے ساتھ استنجاء کرنا رک۔ ایفرماتے ہیں کہ

مصعب بن شیبہ نے فرمایا: میں دسویں بات کو بھول گیا مگر ہو سکتا ہے کہ وہ کلی کرنا ہو۔

اور عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فطری سنتوں میں سے کلی کرنا

اور ناک صاف کرنا ہے۔

پھر اس کی مثل روایت کیا مگر داڑھی بڑھانے کا تذکرہ نہ فرمایا اور ختنہ اور ازار پر پانی کے چھڑکنے کو زیادہ بیان کیا اور پانی سے استنجاء کرنے کا تذکرہ نہ کیا۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: اسی کی مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

اور انہوں نے فرمایا: وہ تمام پانچ ہیں اور سر کے بارے میں ہیں جن میں سے مانگ نکالنے کو تو ذکر کیا مگر داڑھی بڑھانے کا ذکر نہ کیا۔

اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اسی کی مثل حماد، طلق بن حبیب، مجاہد اور بکر بن عبد اللہ نے روایت کیا ہے اور انہوں نے داڑھی بڑھانے کا تذکرہ نہ کیا اور حدیث محمد بن عبد اللہ بن ابن مریم، ابی سلمہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا فرمان روایت کیا اس میں داڑھی بڑھانے کا ذکر ہے۔

اور ابراہیم نخعی نے داڑھی بڑھانے اور ختنہ کا تذکرہ کیا ہے۔

(شعب الایمان: ج ۳، ص ۲۳؛ السنن الصغیر للبیہقی: ج ۱، ص ۶۸؛ سنن ابن ماجہ: ج ۱، ص ۳۳۶؛ سنن ترمذی: ج ۲، ص ۴۲۰)

تشریح:

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں چیزیں وضو میں واجب ہیں کیونکہ منہ اور ناک چہرہ میں داخل ہیں اور سب کے نزدیک چہرہ کو دھونا واجب ہے۔ ابن المبارک، ابن ابی لیلیٰ

اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔

عطاء سے بھی یہی منقول ہے۔ اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص وضو کرے وہ ناک میں پانی ڈالے یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور یہ امر وجوب کا تقاضہ کرتا ہے کیونکہ ناک ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور اس کو بند کرنے کے لئے کوئی خلاف نہیں ہے جیسا کہ منہ ہونٹوں سے بند رہتا ہے۔

امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں واجب ہیں اور وضو میں دونوں سنت ہیں۔ فقہاء احناف اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ غسل میں ہر اس چیز کو دھونا واجب ہے جس کو دھونا ممکن ہو مثلاً گھنے بالوں کی جڑوں کو دھونا واجب ہے اس کے برخلاف وضو میں اس طرح واجب نہیں ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ غسل اور وضو دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے واجب نہیں۔
حسن حکم حماد قتادہ ربیعہ یحییٰ انصاری لیث
اور اوزاعی کا بھی یہی مسلک ہے۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عشر من الفطرة .

دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔

اور ان میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر کیا اور فطرت سنت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے۔

نیز ناک اور منہ باطنی عضو ہیں اس لیے ان کا دھونا واجب نہیں ہے جس طرح داڑھی کے باطنی اور آنکھ کے اندرونی حصہ کو دھونا واجب نہیں ہے نیز چہرہ اس کو کہتے ہیں جو مواجہ ہو اور منہ اور ناک کا باطن مخاطب کے مواجہ نہیں ہوتا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

سنن دارقطنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنے بغیر چارہ نہیں۔

نیز جس شخص نے بھی رسول اللہ ﷺ کے وضو کا بیان کیا اس نے آپ کے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا بھی بیان کیا اور آپ کا کسی فعل پر مداومت کرنا اس کے وجوب کا موید ہے اور کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا فطرت میں سے ہونا اس

کے وجوب کے منافی نہیں ہے کیونکہ فطرت واجب اور مستحب کو بھی شامل ہے اسی وجہ سے ختنہ کو بھی فطرت میں شامل کیا گیا ہے حالانکہ ختنہ کرنا واجب ہے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 83)

اور موچھیں منڈانے کے متعلق اقوال درج ذیل ہیں:

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام طحاوی نے کہا ہے کہ بعض اہل مدینہ کے نزدیک موچھیں ترشوانا احفاء سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

حسن بصری، محمد بن سیرین، عطاء بن ابی رباح اور امام مالک کا یہی مذہب ہے۔ امام مالک موچھیں منڈوانے کو مکروہ کہتے ہیں۔

اور جمہور علماء مکحول، محمد بن عجلان، نافع اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ موچھوں کا احفاء مستحب ہے اور وہ موچھیں ترشوانے سے افضل ہے۔

حضرت ابن عمر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت رافع بن خدیج، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت جابر بن عبد اللہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے یہ تمام آثار اسانید کے ساتھ روایت کیے ہیں اور موچھیں منڈانے کو احادیث میں خارجیوں کی علامت قرار دیا ہے۔

حدیث میں ہے: یسما ہم

یہاں پر سنت غیر موکدہ لغوی معنی میں ہے۔

اس کا مخصوص فقہی اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے کیونکہ اس کو مستحب بھی کہا گیا ہے ان کی علامت موچھیں منڈانا اور موچھوں

کو جڑ سے صاف کرنا ہے۔ (جمعة القاری: ج: 22، ص: 44)

علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

موچھیں منڈانا بدعت ہے۔ (در مختار علی ہامش الدر المختار: ج: 5، ص: 358)

داڑھی کی مقدار کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ اس میں شوافع حضرات کا موقف کچھ اس طرح ہے۔

امام محمد غزالی شافعی متوفی 505ھ لکھتے ہیں: لمبی داڑھی میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر اور تابعین کی ایک جماعت نے ایسا ہی کیا ہے۔

اور شعبی اور ابن سیرین نے اس کو مستحسن کہا ہے۔

اور حسن اور قتادہ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ

داڑھی کو چھوڑ دینا مستحب ہے۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”داڑھی بڑھاؤ“ اور اقرب بالحق داڑھی کو کم کرنا ہے بشرطیکہ بہت زیادہ نہ کاٹا جائے کیونکہ بہت لمبی داڑھی سے شکل بدنما ہو جاتی ہے اور لوگوں کی غیبت کرنے کا موقع ملتا ہے لہذا اس نیت سے اس کے طول سے احتراز کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نخعی کہتے ہیں کہ

جو شخص عقل مند ہو اور لمبی داڑھی رکھتا ہو مجھے اس پر تعجب ہوتا ہے وہ اپنی داڑھی کم کر کے اس کو دو جڑوں کے درمیان کیوں نہیں کرتا کیونکہ ہر چیز میں میانہ روی مستحسن ہے۔

اس لیے کہا گیا ہے کہ

جب کسی شخص کی داڑھی لمبی ہوتی ہے تو اس کی عقل کم ہوتی ہے۔ (احیاء العلوم: ج 2، ص: 419 تا 420)

اور فقہاء حنبلیہ کا موقف یہ ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: فقہاء حنبلیہ اور مالکیہ نے داڑھی مونڈنے کو حرام قرار دیا ہے اور قبضہ سے داڑھی کا ٹنا مکروہ نہیں ہے اور حلق کے نیچے کے بالوں کو کاٹنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بال کاٹے تھے۔ (الفقه الاسلامی وادلہ: ج 1، ص: 308)

فقہاء مالکیہ کا موقف یہ ہے۔

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی 664ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک داڑھی اور مونچھوں کو اتنی مقدار تک کاٹنا مستحب ہے جس سے ان کا پیدائشی جمال متغیر نہ ہو اور داڑھی اور مونچھوں کو بالکل کاٹ دینا مثلاً ہے جیسے عورت کے سر کے بال کاٹنا مثلاً ہے۔

اس لیے داڑھی اور مونچھوں کو بالکل کاٹنے سے منع کیا جائے گا۔

اسی طرح داڑھی اور مونچھوں میں ایسے کام سے منع کیا جائے گا جس سے ان کی خلقت متغیر ہو اور مثلاً کا ارتکاب لازم آئے اور اگر داڑھی اتنی زیادہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ خوب صورتی کی حد سے نکل جائے اور بکھری ہوئی اور منتشر ہونے کی حد کو پہنچ جائے اور اتنی لمبی داڑھی کو باقی رکھنا مثلاً ہو تو اس کو کم کرنا مشروع ہے۔ (المفتی: ج 3، ص: 32)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

داڑھی منڈوانا اور کٹوانا مکروہ ہے حدیث میں اس کی مذمت ہے اور لمبی داڑھی رکھنا بھی اس طرح مکروہ ہے جس طرح داڑھی کٹوانا مکروہ ہے اور داڑھی کو طولاً اور عرضاً کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے۔ بعض متقدمین نے داڑھی کم کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔

اور یہ کہا ہے کہ

داڑھی کی حد تمسخر تک نہ چھوڑا جائے۔

اور بعض علماء نے قبضہ کو حد مقرر کیا۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ

حج اور عمرہ کے سوا داڑھی کو کم نہ کیا جائے۔

علامہ ابی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ

حدیث مبارکہ میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو داڑھی کے ساتھ مزین کیا ہے اور جب داڑھی زینت ہے اور اس کو طولاً اور عرضاً کم کر کے حسین بنانا مستحسن ہے۔

اور کاٹنے کی حد یہ ہے کہ

قبضہ سے زائد داڑھی کو کاٹ دیا جائے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قبضہ سے زائد کاٹ دیا تھا یہ اس شخص کے متعلق ہے جس کی داڑھی زیادہ ہو لیکن جس کی داڑھی زیادہ نہ ہو تو وہ اتنی مقدار کے بعد داڑھی کو طولاً اور عرضاً کاٹ دے جس سے داڑھی میں حسن ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اگر یہ اعتراض ہو کہ داڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ کر حسین بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے۔

داڑھی چھوڑ دو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

داڑھی چھوڑنے یا بڑھانے کا حکم مشرکین کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ داڑھی منڈاتے تھے اور ان سے مخالفت اس طرح ہوگی کہ یا تو داڑھی بالکل نہ کاٹی جائے یا تحسین کے لئے تھوڑی سی کاٹ لی جائے اس لیے صحیح وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 39)

اور فقہاء احناف کا موقف یہ ہے۔

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ کاکی نے کہا ہے کہ

ہمارے نزدیک داڑھی کا طول ایک قبضہ کی مقدار ہے اور اس سے زیادہ داڑھی کو کاٹنا واجب ہے۔

ابو موسیٰ اسحاق نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو طول سے کاٹ کر کم کرتے تھے۔

اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ داڑھی کو طول اور عرض سے کاٹ کر کم کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ

یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ نبی کریم ﷺ داڑھی کو قبضہ کے بعد کاٹتے تھے۔

امام بخاری نے بھی اس کو تعلیقا ذکر کیا ہے۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد داڑھی کاٹتے تھے۔

البتہ یہ آثار اس حدیث کے معارض ہیں جس میں ہے مونچھوں کو ترشواؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

اس کا یہ جواب ممکن ہے کہ

داڑھی بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ ساری داڑھی کو منڈایا نہ جائے جس طرح مجوس منڈاتے ہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

مونچھیں ترشواؤ، داڑھیاں بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو کیونکہ مجوس داڑھیاں منڈاتے تھے اور مونچھیں بالکل نہیں کاٹتے

تھے۔

محیط میں ہے۔

داڑھی بڑھانے میں اختلاف ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ

داڑھی کو چھوڑ دے حتیٰ کہ داڑھی گھنی اور بڑی ہو جائے اور کاٹ کر کم کرنا سنت ہے جو داڑھی قبضہ سے زائد ہو اس کو کاٹ

وے۔ (بیان: ج: 1، ص: 1345)

علامہ زبیدی حسینی حنفی متونی 1205 ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں (داڑھیاں بڑھاؤ) سے جمہور نے یہ استدلال کیا ہے

کہ

اولیٰ یہ ہے کہ

داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس کو بالکل نہ کاٹا جائے۔

امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے۔

اور قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ

داڑھی کو مونڈنا اور کاٹنا مکروہ ہے۔

علامہ قرطبی نے مفہم میں کہا ہے کہ

داڑھی کو مونڈنا، نوچنا اس کا زیادہ حصہ کاٹنا جائز نہیں ہے۔

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

داڑھی کا طولاً کاٹنا مستحسن ہے اور اس کو حد تمسخر تک لمبا کرنا مکروہ ہے اسی طرح اس کو کاٹنا بھی مکروہ ہے۔ متقدمین کا اس میں اختلاف ہے کہ داڑھی کاٹنے کی کوئی حد ہے یا نہیں۔

بعض نے کہا: اس کی کوئی حد نہیں ہے البتہ اس کو اتنا لمبائے کرے کہ یہ حد تمسخر کو پہنچ جائے اور اس سے کچھ قدر کاٹ لے۔

امام مالک نے اس کے بہت زیادہ طول کو مکروہ کہا ہے۔ بعض نے اس کی حد قبضہ مقرر کی ہے۔

اور کہا ہے کہ

جب دائرہ قبضہ سے زیادہ ہو تو اس کو کاٹ دیا جائے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ

حج اور عمرہ کے موقع کے سوا داڑھی کو کاٹنا مکروہ ہے۔ (اتحاف السادة المتقين: ج: 2، ص: 419)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

داڑھی کو لمبا کرنے کے قصد سے تیل نہ لگایا جائے جبکہ داڑھی قدر مسنون کے مطابق ہو اور وہ قبضہ ہے۔

(ہدایہ اولین: ص: 201)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: داڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔ (فتح القدیر: ج 2، ص: 270)

علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: داڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔ (درعی علی ہامش الرد المحتار: ج: 2، ص: 155)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: دارمعی میں سنت قبضہ ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ

مرد اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر قبضہ سے زائد کاٹ دے۔ (ردالمحتار ج: 5، ص: 359)

علامہ سید احمد بن محمد طحاوی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ

قبضہ سے زائد دارمھی کا کاٹنا سنت ہے۔ (حافظہ الطحاوی علی مراقی الفلاح: ص: 318)

ملائظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: دارمعی میں کاٹا سنت ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ

مرد اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے اور مٹھی سے زائد کاٹ دے۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ سے اسی طرح نقل

کیا ہے۔

اور کہا ہے کہ

ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں اسی طرح محیط سرخی میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج: 5، ص: 358)

حدیث مبارکہ میں زیر ناف بال موٹہ نے اور بغل کے بالوں کو اکھاڑنے کو سنت انبیاء کرام علیہم السلام فرمایا گیا ہے۔

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: زیر ناف بالوں کو موٹہ نا مستحب ہے کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء کرام علیہم السلام) ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے اس لیے ان بالوں کو زائل کرنا مستحب ہے اور جس چیز سے بھی ان بالوں کو زائل کیا جائے جائز ہے کیونکہ ان بالوں کو زائل کرنا ہے۔

ابو عبد اللہ سے پوچھا گیا۔

اگر کوئی شخص نچلے بالوں کو قینچی سے کاٹ دے۔

کہا: انشاء اللہ اس کو عمل کافی ہوگا۔

پوچھا گیا: اگر کوئی شخص یہ بال نوچ لے۔

کہا: اس کی طاقت کون رکھتا ہے۔

اگر کوئی شخص چونے سے ان بالوں کو صاف کر لے تو جائز ہے البتہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا لونڈی کے سوا کسی اور شخص کو اپنی شرم گاہ پر مطلع ہونے دے۔

مروزی نے کہا ہے کہ

ابو عبد اللہ میں زیر ناف چونے سے صاف کرتے تھے اس کے بعد حمام میں غسل کرنے جاتے تھے، بالوں کو موٹہ نا چونے کے ساتھ صاف کرنے سے افضل ہے کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: چونے سے بال صاف کرنا بدعت ہے بغل کے بالوں کو نوچنا سنت ہے کیونکہ یہ سنت الانبیاء ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے اگر ان بالوں کو موٹہ لیا یا چونے سے صاف کر لیا پھر بھی جائز ہے اور بالوں کو نوچنا افضل ہے کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے۔ (المختصر: ج: 1، ص: 64)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: فتاویٰ ہند یہ میں مذکور ہے ناف کے نیچے سے بال موٹہ نا شروع کرے اور اگر چونے کے ساتھ بال صاف کیے تو یہ بھی جائز ہے۔

اسی طرح فتاویٰ غرائب میں ہے۔

اشباہ میں مذکور ہے کہ

عورتوں کے لئے زیر ناف بالوں کو نوچنا سنت ہے۔ بغل کے بالوں کو زائل کرنا بھی مستحب ہے ان کو موٹہ نا بھی جائز ہے اور نوچنا افضل ہے۔ حلق کے بالوں کو نہ موٹہ نہ۔

امام ابو یوسف نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور مضمرات میں ہے۔

بھنوں کے بال اور چہرے کے بال مونڈنے میں بھی کوئی حرج نہیں بہ شرطیکہ مونٹ کے مشابہ نہ ہو۔ چالیس دن سے زیادہ تک زیر ناف بال کو نہ کاٹنا مکروہ تحریمی ہے اور وہ شخص وعید کا مستحق ہے۔

علامہ ابوالسعود نے ابن ملک کی شرح المشارق سے نقل کیا ہے کہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے لیے ناخن تراشنے، مونچھیں کاٹنے اور بغل کے بال نوچنے کی یہ مدت مقرر کی گئی ہے کہ ہم ان کو چالیس راتوں سے زیادہ ترک نہ کریں یہ ان مقدرات شرعیہ میں سے ہے جس میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے لہذا یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ (رد المحتار: ج: 5، ص: 385)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

زیر ناف بالوں کو مونڈنا اور غسل کر کے پورے بدن کو صاف کرنا ہفتہ میں ایک بار مستحب ہے اور افضل جمعہ کے دن ہے ہر پندرہ دن کے بعد بھی جائز ہے اور چالیس دن کے بعد تک ترک کرنا مکروہ ہے۔ (در مختار: ج: 1، ص: 64)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: علامہ ہرودی نے کہا ہے کہ

استحدا کا معنی ہے استرے سے زیر ناف بالوں کو مونڈنا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

اگر زیر ناف بالوں کو نوچ لیا جائے اور بغل کے بالوں کو مونڈ لیا جائے تو یہ کافی ہے کیونکہ مقصود نظافت ہے۔

مونڈنے سے بال زیادہ ہوتے ہیں اور بالوں کی کثرت سے میل زیادہ ہوتا ہے جس سے بدبو آتی ہے اور زیر ناف بدبو کا محل نہیں ہے اس لیے زیر ناف بالوں کو مونڈ لیا جائے اور بغل کے بالوں کو نوچ لیا جائے۔

علامہ نیشاپوری نے کہا ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لئے زیر ناف بال مونڈنے کی مدت چالیس دن مقرر کی ہے اور بغل کے بال جب بڑھ جائیں تو ان کو نوچ لے اور مونچھوں کو لمبا نہ ہونے دے اور ہر جمعہ کو ناخن تراشے۔

اس حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ

جب بال یا ناخن بڑھ جائیں تو ان کو کاٹ دیا جائے۔ (اکمال اکمال المعجم: ج: 2، ص: 38، 39)

حدیث مبارکہ میں ختنہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اس بارے میں مختلف مذاہب ہیں۔

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: مردوں پر ختنہ کرنا واجب ہے اور عورتوں پر ختنہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کی عزت کا سبب ہے۔

امام احمد نے فرمایا: مردوں پر یہ حکم شدید ہے کیونکہ مرد جب ختنہ نہیں کرے گا تو اس کی کھال حشفہ پر لٹکی رہے گی اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس کی صفائی نہیں ہو سکے گی اور عورت کا معاملہ آسان ہے۔

ابو عبداللہ نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرد کے معاملہ میں سختی کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے۔

جو مرد ختنہ نہ کرائے اس کا حج ہے نہ نماز ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ یہ رخصت دیتے تھے کہ

جو شخص اسلام لائے وہ اگر ختنہ نہ کرائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

وہ کہتے تھے کہ

کئی سیاہ فام اسلام لائے اور ان میں سے کسی کی تفتیش نہیں کی گئی اور نہ ان کا ختنہ کرایا گیا۔

اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ

شرمگاہ کا چھپانا واجب ہے تو اگر ختنہ کرنا واجب نہ ہوتا تو ختنہ کرنے کے لئے مخنوں کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہ ہوتا نیز یہ مسلمانوں کے شعار میں سے ہے اس لیے دیگر شعائر کی طرح یہ بھی واجب ہوگا اور اگر کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو اور ختنہ کرنے سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس سے ختنہ کا حکم ساقط ہو جائے گا جیسا کہ غسل، وضو وغیرہ کا حکم جان کے خطرہ سے ساقط ہو جاتا ہے ہاں اگر اس کو خطرہ نہ ہو تو پھر ختنہ کرنا لازم ہے۔

امام حنبلی نے کہا: میں نے ابو عبداللہ سے ذمی کے متعلق سوال کیا جب وہ مسلمان ہو تو آیا اس کا ختنہ کیا جائے گا؟

انہوں نے کہا: اس کے لئے ختنہ ضروری ہے۔

میں نے پوچھا: اگر وہ بوڑھا یا بوڑھی ہو؟

انہوں نے کہا: ان کے لئے ختنہ کرنا مستحب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کرایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مِلَّةَ اَبِيكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ط (ج: 78)

(تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)

اور عورتوں کے حق میں بھی ختنہ مشروع ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مرد اور عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور مرد کی ختنہ کی جگہ عورت کی ختنہ کی جگہ کو چھو لے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ بیان ہے کہ عورتیں بھی ختنہ کراتی تھیں۔

اور فلاں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت شداد بن اوس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ختنہ مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے مکرم ہے۔ (المصنوع: ج: 1، ص: 63) علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: عرب عورتوں کا ختنہ بھی کرتے تھے۔

بھاص نے کتاب ادب القضاء میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ختنہ کرنا مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے مکرم ہے۔

(عمدة القاری: ج: 5، ص: 357)

ملائم الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: ختنہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ختنہ کرنا سنت ہے۔

غرائب میں مذکور ہے۔

یہی قول صحیح ہے۔

ختنہ کرنے کے لئے مستحب وقت سات سال سے لے کر بارہ سال کی عمر ہے۔

سراجیہ میں ہے۔

یہی مختار قول ہے۔

بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ

ولادت سے لے کر سات سال کی عمر تک ختنہ کرنا جائز ہے۔

اسی طرح جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

عورتوں کے ختنہ کے متعلق روایات مختلف ہیں۔

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ

یہ سنت ہے۔

شمس المومنین علیہ السلام نے خفاف کی ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ

عورتوں کا ختنہ کرنا مکرمات ہے کسی لڑکے کا ختنہ کیا گیا اور پوری کھال نہیں کٹی تو اگر نصف سے زیادہ کھال کٹ گئی ہے تو یہ ختنہ ہے اور اگر نصف یا نصف سے کم کھال کٹی ہے تو یہ ختنہ نہیں ہے۔

صلوٰۃ النوازل میں مذکور ہے۔

ایک بچہ کا ختنہ نہیں کیا گیا اور اب شدت سے کھینچنے کے سوا اس کی کھال کو کاٹا نہیں جاسکتا اور اس کا ختنہ ظاہر ہو اور دیکھنے میں وہ مختون لگتا ہو تو ختنہ کے ماہرین کو دکھایا جائے۔

اگر وہ کہیں کہ

اس کا ختنہ کرنا مشکل ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا بوڑھا اور کمزور شخص اسلام لایا تو اگر ماہرین نے کہا کہ یہ ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ عذر کی وجہ سے واجب کو بھی ترک کر دیا جاتا ہے تو سنت کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

جب بوڑھا شخص خود ختنہ کر سکتا ہو تو کر لے ورنہ چھوڑ دے ہاں اگر اس کے لئے ممکن ہو تو وہ شادی کر لے یا ختنہ کرنے والی باندی کو خرید لے اور وہ اس کا ختنہ کر دے بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر کھال بڑھ گئی اگر اس کی کھال نے ختنہ کو ڈھانپ لیا ہے تو اس کا دوبارہ ختنہ کیا جائے ورنہ نہیں۔ (عالمگیری: ج: 5، ص: 357)

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: زیر ناف بالوں کو مونڈنا اور غسل کر کے پورے بدن کو صاف کرنا ہفتہ میں ایک بار مستحب ہے اور افضل جمعہ کے دن ہے ہر پندرہ دن کے بعد بھی جائز ہے اور چالیس دن کے بعد تک ترک کرنا مکروہ ہے۔ (در مختار: ج: 1، ص: 64)

امام بخاری نے اس حدیث کو کیوں نہ لیا؟

یہ حدیث مبارکہ اسی طرح بلفظ عشرہ من الفطرۃ مسلم میں بھی ہے مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نہیں لیا امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو لیا ہے جس میں الفطرۃ خمس الختان والاستحداد وقص الشارب وتقليم الاظفار ونسف الابط: لیکن ظاہر ہے کہ اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی افادیت زائد ہے اس میں بجائے پانچ خصلتوں کے دس خصلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نہیں لیا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

اس حدیث میں دو علتیں ہیں۔

ایک یہ کہ

اس کی سند میں مصعب بن شیبہ راوی ہے جو متکلم فیہ ہے۔

دوسری یہ ہے کہ

اس کی سند میں اضطراب ہے اس لیے کہ اس حدیث مبارکہ کو مصعب طلق بن حبیب سے سنداً نقل کر رہے ہیں اور سلیمان تیمی نے اس کو طلق بن حبیب سے مرسل نقل کیا ہے ان ہی دو علتوں کی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تخریج نہیں فرمائی طلق کی یہ حدیث مرسل نسائی میں ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو دونوں طرح ذکر کیا ہے مسنداً بھی اور مرسل بھی اور اسی طرح امام ابوداؤد نے آگے چل کر طلق کی اس حدیث مرسل کو تعلیقاً ذکر کیا ہے جس طرح کہ اگلے باب کے اخیر میں آرہا ہے۔

سوال

یہاں پر ایک سوال یہ پیدا ہو گیا کہ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

خمس من لفطرة

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے۔

عشر من لفطرة

اور بعض روایات میں تین کا ذکر ہے چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں صرف تین کا ذکر ہے۔

حلق العالة

تقليم الاظفار

وقص الشارب

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ

ذكر القصيل لا ينافي الكثير

دوسرے لفظوں میں یوں کہیے۔

مفهوم العدد ليس بحجة

یعنی جہاں سے دس سے کم بیان کی گئی ہیں بلکہ خود دس میں بھی انحصار مقصود نہیں ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ

من جملہ خصال فطرت کے اتنی ہیں ہر جگہ من جملہ ہی مراد ہے اگرچہ اس کے ساتھ دس کا عدد ذکر کیا گیا ہو یا پانچ یا تین کا لفظ الفطرة سے پہلے جو من ہے وہ اسی طرف مشیر ہے ہاں اگر ہر جگہ حصر مقصود ہوتا تب یقیناً تعارض تھا باقی آپ علیہ السلام نے حسب موقعہ اور حسب حاجت ان خصال کو بیان فرمایا جہاں صرف تین کا ذکر کرنا مناسب خیال فرمایا وہاں تین اور جہاں اس سے زیادہ

مناسب سمجھا وہاں اس سے زیادہ بیان فرمایا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

مقصود اگرچہ حصر ہے لیکن شروع میں آپ ﷺ کو تین کا علم دیا گیا تو آپ ﷺ نے تین بیان فرمادیں پھر آپ ﷺ کو مزید دو کا علم دیا گیا تو آپ ﷺ نے پانچ بیان فرمادیں پھر آپ ﷺ کو زیادہ عطا فرمادی گئیں تو دس بیان فرمادیں لہذا سوال کی حاجت ہی نہ رہی۔

قولہ عمار

عمار کا ذکر تو دونوں کی سند میں ہے لیکن عن ابیہ کا اضافہ صرف حضرت موسیٰ کی روایت میں ہے داؤد کی روایت میں نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ کی سند میں اس طرح ہے۔

عن سلمة بن محمد عن ابیہ عن عمار

اور امام ابوداؤد کی سند میں اس طرح ہے۔

عن مسلمة بن محمد عن عمار

اس تشریح کے مطابق موسیٰ کی روایت میں کوئی اشکال نہ ہوگا وہ مرفوع متصل ہوگی مرسل نہ ہوگی اور داؤد کی روایت البتہ حسب سابق منقطع رہے گی۔

قال ابو داؤد روی نحوه عن ابن عباس.....

یہاں سے مصنف رحمہ اللہ بعض روایات تعلیقاً بیان کرتے ہیں اور مقصود ان تعلیقات کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ خصال فطرۃ کی تعیین میں روایات میں جو اختلاف ہے وہ سامنے آجائے۔

قال ابو داؤد روی نحو حدیث حماد.....

یہاں پر حماد سے مراد وہ حماد مراد ہیں جو حدیث عمار کی سند میں اوپر مذکور ہے۔

یہ تین تعلیقات ہیں:

1- مطلق بن حبیب کی

2- مجاہد کی

3- بکر بن عبداللہ مزنی کی۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ السَّوَاكِ لِمَنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ

رات کو بیدار ہونے کی صورت میں مسواک کرنا

اس باب میں رات کو بیدار ہونے پر مسواک کرنے کی احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

— — — — —

50 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ وَحُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاَهُ بِالسَّوَاكِ
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ رات کو بیدار ہوتے تو اپنے منہ مبارک کو مسواک کے ذریعے صاف فرماتے تھے۔

(معجم الاوسط: جز: ۳، ص: ۲۰۳، سنن الکبریٰ للبخاری: جز: ۱، ص: ۶۶، سنن ابن ماجہ: جز: ۱، ص: ۳۲۸)

51 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا بِهِزُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوضِعُ لَهُ وَضُوئَهُ وَسَوَاكُهُ فَإِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ تَخَلَّى ثُمَّ اسْتَاكَ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لئے وضو کا پانی اور مسواک رکھ دیا جاتا آپ ﷺ جب بھی بیدار ہوتے تو استنجاء کے بعد مسواک فرماتے۔

(سنن الکبریٰ للبخاری: جز: ۱، ص: ۳۹، معجم الاوسط: جز: ۳، ص: ۲۰۰، مسند احمد: جز: ۵۰، ص: ۴۰۹، مسند اسحاق بن راہویہ: جز: ۳، ص: ۷۷۶)

52 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أُمِّ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُقُّدُ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ فَيَسْتَقِظُ إِلَّا تَسَوَّكَ قَبْلَ أَنْ يَتَوَضَّأَ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ چاہے رات ہو یا دن ہو بیدار ہوتے ہی وضو سے قبل مسواک فرماتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبخاری: جز: ۱، ص: ۳۹)

53 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَشَّ لَيْلَةً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَقِظَ مِنْ مَنَامِهِ أَتَى طَهُورَهُ فَأَخَذَ سَوَاكُهُ فَاسْتَاكَ ثُمَّ تَلَا هَلِذِهِ الْآيَاتِ (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالاختلافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ

لَاُولَى الْاَلْبَابِ) حَتَّى قَارَبَ اَنْ يَخْتِمَ السُّورَةَ اَوْ خَتَمَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ فَاتَى مُصَلَّاهُ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى فِرَاشِهِ فَنَامَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى فِرَاشِهِ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ كُلِّ ذَلِكَ يَسْتَاكُ وَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ ابْنُ فَضِيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ قَالَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُولُ (اِنَّ فِى خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ

حضرت محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس گزاری جب آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوئے اور طہارت حاصل کرنا چاہی تو مسواک فرمائی۔ پھر ان آیات کو تلاوت فرمایا: ان فی خلق السموات والارض و اختلاف الليل والنهار لایت لا ولی الا للہ حتی کہ سورہ کے اختتام کے قریب پہنچے یا سورہ ختم فرمادی پھر وضو فرمایا اور مصلیٰ کی طرف آکر دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر اپنے بستر کی طرف تشریف لائے پھر سو گئے جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر بیدار ہوئے اور اسی طرح کیا پھر بستر کی طرف تشریف لائے اور سو گئے پھر بیدار ہوئے اور اسی طرح کیا ہر بار مسواک فرماتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر وتر ادا فرماتے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: ابن فضل نے کہا ہے کہ صحیحین سے روایت ہے کہ پس مسواک فرمایا اور وضو فرمایا۔ اور آپ ﷺ فرماتے: ان فی خلق السموات والارض حتی کہ سورت ختم فرمائی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۵۳)

تشریح:

نبی کریم ﷺ جب بھی بیدار ہوتے تو مسواک کرتے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیدار ہونے پر مسواک کرنا مستحب ہے جس طرح عند القيام من النوم سے ثابت ہو گیا ہے۔

عن علی بن زید عن ام محمد.....

علی بن زید ام محمد کے ربیب ہیں وہ اپنی سوتیلی ماں ام محمد سے روایت کر رہے ہیں۔

عن جدہ عبد اللہ بن عباس قال بت لیلة

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے ایک رات حضور ﷺ کے پاس گزاری یہ اس رات کا واقعہ جبکہ آپ

ﷺ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے یہاں پر روایات میں آتا ہے۔

بت عند خالتی میمونة

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ یوں جا کر بنتی ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ اما فضل بنت الحارث حضرت میمونہ بنت الحارث کی بہن ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کے پاس رات اس وجہ سے گزاری تا کہ رات کے معمولات اور عبادات معلوم ہو جائیں اور چونکہ دن میں تو پاس حاضر رہتے تھے اور دن کے معمولات معلوم تھے مگر رات کے معلوم نہ تھے اس لیے رات آپ ﷺ کے پاس شب بیداری کر کے گزاری۔

قال ابو داؤد زواہ ابن فضیل عن حصین.....

مصنف رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ اس روایت کو حصین سے جس طرح ہشیم روایت کرتے ہیں اسی طرح محمد بن فضیل بھی روایت کرتے ہیں۔

اور دونوں کی روایت میں فرق یہ ہے کہ

ہشیم کی روایت میں شک کے ساتھ آیا تھا۔

حتی قارب ان یختم السورۃ او ختمها

یہاں ابن فضیل کی روایت میں بغیر شک کے ہے۔

حتی ختم السورۃ . والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فَرَضِ الْوُضُوءِ

وضو فرض ہے

اس باب میں وضو کی اہمیت کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

54 - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِیحِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ وَلَا صَلَوةً بِغَيْرِ طَهُورٍ ابوالملیح اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ چوری کے مال والا صدقہ قبول نہیں فرماتا اور نہ بغیر طہارت کے نماز قبول فرماتا ہے۔

(مجموع الصغیر: ج 1: ص 78)

55 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَوةً أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ

حَتَّى يَتَوَضَّأَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی ایک کی نماز کو قبول نہیں فرماتا جب تک بغیر وضو کے ہو حتیٰ کہ وضو کر لے۔

(سنن ترمذی: ج: ۱، ص: ۱۲۸)

56 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ ابْنِ عَقِيلٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کی چابی طہارت ہے اور اس کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل سلام پھیرنا ہے۔

(سنن الصغیر للبیہقی: ج: ۱، ص: ۳۰۱، تہذیب الآثار: ج: ۱، ص: ۲۵۵، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۲، ص: ۲۵۳، سنن ترمذی: ج: ۱، ص: ۷۰)

تشریح:

یہاں پر فرض الوضو کے لفظوں کے اعتبار سے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

1- وضو کی فرضیت کا اثبات اور یہی مقصود ہے۔ 2- فرض الوضو بمعنی فرائض الوضو۔

یعنی وضو میں کتنی چیزیں فرض ہیں مگر یہاں پر یہ معنی مراد نہیں ہیں۔

فرض کے لغوی معنی تقدیر اور تعین کے ہیں یعنی کسی چیز کی مقدار وغیرہ متعین کرنا۔

اصطلاح فقہاء میں

فرض اس حکم کو کہتے ہیں جس کا لزوم دلیل قطعی سے ثابت ہو یہ نہیں کہ جس کا نفس ثبوت دلیل قطعی سے ہو اس لیے بہت سی مستحب بلکہ چیزیں ایسی ہیں جن کا نفس ثبوت دلیل قطعی سے ہے۔

جیسے کہ

وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا (المائدہ: ۲)

یہاں پر تین بحثیں ہیں:

1- وضو کا ماخذ اشتقاق 2- ابتدائیہ مشروعیہ 3- سبب وجوب

وضو مشتق ہے وضاء سے وضاء کے معنی حسن و نظافت کے ہیں۔

امنت کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنا حرام ہے خواہ وضو سے طہارت حاصل کی جائے یا تیمم سے اگرچہ نماز فرض ہو یا نفل ہو سجدہ تلاوت ادا کرنا ہو یا سجدہ شکر یا نماز جنازہ پڑھنی ہو۔ اگر کسی شخص نے بلا عذر بغیر وضو کے نماز پڑھی تو وہ

گنہگار ہوگا مگر اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

جمہور کا یہی مذہب ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جو شخص بلا عذر محمد ابغیر طہارت کے نماز پڑھے تو نوادر میں

اس کی تکفیر کی ہے۔

اور ظاہر الروایہ میں ہے۔

وہ کافر نہیں ہے۔

یہ اختلاف اس وقت ہے جب وہ بلا استخفاف بغیر طہارت کے نماز پڑھے تو وہ سب کے نزدیک کافر ہے اور اگر اس کی نیت استہزاء اور تحریہ کی نہ ہو اور اس نے یہ سمجھا ہو کہ اس میں اتنا حرج نہیں ہے بلکہ محض سستی یا حکم شرعی سے جہالت کی وجہ سے ہے بلا وضو نماز پڑھی تو یہ کسی کے نزدیک کافر نہیں ہونا چاہئے اور جب کسی چیز کے کفر ہونے یا کفر نہ ہونے میں اختلاف ہو تو ظاہر مذہب عدم تکفیر ہے۔

بلکہ فقہاء نے کہا ہے کہ

اگر مومن کی تکفیر پر ستر روایات متفق ہوں اور ایک ضعیف روایت عدم تکفیر کی ہو تو مفتی اور قاضی پر لازم ہے کہ اس کی تکفیر نہ

کرے۔ (رد المحتار: ج 1، ص 60)

اور اگر کوئی شخص پانی نہ پائے تو پھر کیا کرے تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ تیمم کر لے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر اس چیز سے تیمم کرنا جائز ہے جو زمین کی نجس سے ہو مثلاً مٹی، ریت، چونا، پتھر وغیرہ سے تیمم کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ اس پر غبار بھی ہو۔

تیمم کرنے والا جب طہارت یا نماز کی نیت کرے تو جائز ہے تیمم کے ساتھ فرائض اور نوافل جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے اور جب تک اس کا عذر قائم رہے وہ ایک تیمم کے ساتھ کئی فرائض پڑھ سکتا ہے اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اور نماز کے دوران اس نے پانی دیکھ لیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ (ہدایہ اولین: ص 38)

اب رہی بات یہ کہ وضو کی فرض کا حکم کب ہوا تھا۔

اس بارے میں چند اقوال ہیں کہ آیا جب تیمم کے متعلق آیت نازل ہوئی اس وقت فرض ہوا یا بعد میں۔

علامہ علاء الدین حصکلی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: آیت وضو اجماعاً مدنی ہے اور تمام اہل سیرت کا اس پر اجماع ہے کہ وضو اور غسل مکہ میں نماز کے ساتھ فرض ہو گئے تھے اور نبی کریم ﷺ نے کبھی بغیر وضو کے نماز نہیں پڑھی بلکہ ہم سے پہلی شریعت میں بھی وضو فرض تھا۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا وضو ہے اور اصول فقہ میں یہ مقرر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بغیر انکار کے کوئی قصہ بیان کریں اور اس کا نسخ ظاہر نہ ہو تو وہ بھی ہماری شریعت ہے اور اس آیت کے نزول کا یہ فائدہ ہے کہ جو حکم پہلے ثابت ہو چکا تھا اس کو مقرر اور ثابت کیا جائے۔

(الدر المختار مع رد المحتار: ج: ۱، ص: ۶۱، ۶۲)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: علامہ سفاقی نے اس مسئلہ پر طویل بحث کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

وضو کرنا ان پر لازم تھا اور تیمم کی آیت سورہ المائدہ میں ہے اور سورہ النساء میں ہے اور یہ دونوں مدنی سورتیں ہیں اور اس سے پہلے کوئی نماز بغیر وضو کے مشروع نہیں تھی اس لیے جب تیمم کی آیت نازل ہوئی تو وضو کا ذکر نہیں کیا کیونکہ تیمم کا حکم وضو کے حکم کی فرع ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

پہلے اس آیت کا وہ حصہ نازل ہوا جس میں وضو کا ذکر ہے اور پھر اس آیت کا دوسرا حصہ نازل ہوا جس میں تیمم کا ذکر ہے۔ پھر یہ آیت پوری ہو گئی۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ

وضو کا حکم پہلے سنت سے مشروع ہوا نہ کہ قرآن سے پھر بعد میں ان دونوں کا حکم اکٹھے نازل ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو تیمم سے اس لیے تعبیر کیا کہ اس موقع پر یہی مقصود تھا۔

میں کہتا ہوں کہ

اگر یہ لوگ امام حمیدی کی اس روایت پر مطلع ہو جاتے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی:

يا ايها الذين امنوا اذا قمتم الى الصلوة فاغسلوا وجوهكم وايديكم

تو ان تاویلات میں نہ پڑتے۔ (عمدة القاری: ج: ۴، ص: ۵)

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمادی۔

اس سے مراد وہ آیت وضو ہے جو سورہ المائدہ میں ہے یا وہ آیت ہے جو سورہ النساء میں ہے ان دو آیتوں کے سوا اور کسی آیت میں تیمم کا ذکر نہیں ہے اور یہ دونوں مدنی سورتیں ہیں۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ

غسل جنابت وضو سے پہلے فرض نہیں ہوا تھا۔ پس جس طرح مصتفین سیرت کے نزدیک یہ امر متحقق ہے کہ نبی کریم ﷺ پر مکہ میں نماز فرض ہوئی ہے اور غسل جنابت بھی مکہ میں فرض ہوا ہے اور یہ کہ آپ نے مکہ میں کوئی نماز بھی بغیر وضو کے نہیں پڑھی اور آپ اسی طرح وضو کرتے تھے جس طرح مدینہ میں آپ نے وضو کیا یا جس طرح اب ہم وضو کرتے ہیں۔ اور یہ وہ امر ہے کہ

اس سے کوئی عالم بھی ناواقف نہیں ہے اور سوائے ہٹ دھرم کے اس کی کوئی بھی مخالفت نہیں کرے گا۔

(الاستاذ کا رج: 3، ص: 155)

اور یہ حدیث مبارکہ وضو مکہ مکرمہ میں فرضیت پر دال ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ ﷺ کو وضو سکھایا اور جب وضو سے فارغ ہوئے تو چلو میں پانی لے کر اپنی شرم گاہ پر چھڑکا۔

اس حدیث کی بناء پر وضو مکہ مکرمہ میں فرض ہوا اور اس کی تلاوت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ (الروض الانف: ج: 1، ص: 163)

سوال

کیا وضو پہلی شریعتوں میں بھی فرض تھا۔

جواب

وضو پہلی شریعتوں میں بھی فرض تھا جس کے متعلق یہ روایات دلالت کرتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے جب انہیں باطل خداؤں کی طرف بلایا گیا۔

تو انہوں نے کہا: الٰہی مسقیم

میں بیمار ہوں۔

اور انہوں نے کہا: فعلہ کبیر ہم ہذا

ان کے اس بڑے نے یہ کام کیا ہے۔

اور انہوں نے حضرت سارہ کے متعلق کہا۔

یہ میری بہن ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بستی میں گئے جس میں ایک جابر بادشاہ تھا اس کو بتایا گیا کہ آج رات ابراہیم (علیہ السلام) سب سے حسین عورت کے ساتھ اس شہر میں داخل ہوئے ہیں۔ اس بادشاہ نے ان کے پاس اپنا خادم بھیجا۔

اور پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: یہ میری (دینی) بہن ہے۔

اس نے کہا: اس کو بھیج دو۔

آپ علیہ السلام نے ان کو اس کے ساتھ روانہ کیا۔

اور ارشاد فرمایا: میری بات کو جھٹلانا نہیں میں نے اس کو یہ خبر دی ہے کہ تم میری بہن ہو اور اس سرزمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔ حضرت سارہ علیہا السلام اس کے پاس پہنچیں تو وہ آپ کی طرف اٹھا حضرت سارہ نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

اے اللہ عز و جل! بے شک تجھے علم ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے سوا ہر کسی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا ہے سو تو مجھ کو اس کافر کے تسلط سے بچا سو اس کے منہ سے خرخر کی آواز آنے لگی اور اس کی ٹانگ زمین میں دھنس گئی۔

حضرت سارہ (علیہا السلام) نے کہا: یا اللہ عز و جل! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اس نے مار دیا پھر اس کو زمین نے چھوڑ دیا وہ پھر حضرت سارہ (علیہا السلام) کی طرف بڑھا، حضرت سارہ (علیہا السلام) نے وضو کیا نماز پڑھی اور دعا کی۔

اے اللہ عز و جل! بے شک تو جانتا ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے سوا ہر کسی سے خود کو محفوظ رکھا ہے سو تو مجھ کو اس کافر کے تسلط سے بچا پس اس کے منہ سے خرخر کی آواز آنے لگی اور اس کی ٹانگ زمین میں دھنس گئی۔

پھر حضرت سارہ (علیہا السلام) نے کہا: یا اللہ عز و جل! اگر یہ مر گیا تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے اس کو قتل کر دیا پھر اس کو چھوڑ دیا گیا۔ پھر تیسری یا چوتھی بار بادشاہ نے کہا: تم نے میرے پاس کس جانی کو بھیجا ہے اسے ابراہیم کو واپس کر دو اور اس عورت کو ہاجرہ دے دو وہ واپس گئیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔

کیا آپ علیہ السلام کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کافر کے مکر کو باطل کر دیا اور خدمت کے لئے ایک باندی دے دی۔

(مسند احمد: ج 2، ص 403، 404 طبع قدیم، بیروت)

اس حدیث میں حضرت سارہ (علیہا السلام) کے وضو کرنے کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں

بھی وضو فرض تھا۔

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنو اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کو جرتج کہا جاتا تھا وہ نماز پڑھ رہا تھا اس کی ماں نے آ کر اس کو بلایا وہ اس کے بلانے پر نہیں گیا۔

اور کہا: کیا نماز کی حالت میں اس کو جواب دوں۔

اس کی ماں اور اس نے کہا: اے اللہ عزوجل! اس پر اس وقت تک موت طاری نہ کرنا جب تک یہ بدکار عورت کو نہ دیکھ لے۔ جرتج اپنے گرجا میں عبادت کرتا تھا۔

ایک عورت نے کہا: میں جرتج کو فتنہ میں ڈالوں گی۔ اس عورت نے اس کو گناہ کی دعوت دی۔ جرتج نے انکار کیا۔ اس نے ایک چرواہے سے اپنی خواہش پوری کر لی۔ اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا۔

اس نے لوگوں سے کہا: یہ جرتج کا بچہ ہے لوگ آئے اور انہوں نے اس کا گر جاتا توڑ دیا اور اس کو گر جا سے نکال دیا اور اس کو برا بھلا کہا۔ جرتج نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

پھر اس نوزائیدہ بچہ سے کہا: اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟

اس نے کہا: چرواہا۔

لوگوں نے کہا: ہم تمہارا گر جا سونے کا بنادیں۔

اس نے کہا: نہیں صرف مٹی کا بنادوں۔ (صحیح البخاری: ج: 3، رقم الحدیث: 2482)

اس حدیث مبارکہ میں جرتج کے وضو کرنے کا ذکر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے بنی اسرائیل میں وضو فرض تھا۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا اور ایک ایک مرتبہ اعضاء وضو کو دھویا۔

پھر ارشاد فرمایا: یہ وضو کا وہ طریقہ ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں کرتا آپ ﷺ نے پھر پانی منگوایا اور دو مرتبہ اعضاء وضو کو دھویا۔

پھر ارشاد فرمایا: جس نے اس طرح وضو کیا اس کے لئے دگنا اجر ہے۔ آپ ﷺ نے تھوڑی دیر کے بعد پانی منگوایا اور اس سے اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا۔

اور ارشاد فرمایا: یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا وضو ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 420)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ وضو پہلی شریعتوں میں بھی فرض تھا۔

عن علی قال قال مفتاح الصلوۃ الطہور

اس حدیث میں تین جملے ہیں پہلے میں طہارت کا ذکر ہے دوسرے میں تکبیر تحریمہ کا تیسرے میں تسلیم صلوۃ کا مگر مقصود مصنف رحمہ اللہ کا صرف پہلا جز ہے۔ اس جملہ میں تشبیہ واستعارہ کو استعمال کیا گیا ہے وہ اس طرح کہ حدیث کو قفل کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور اس کی ضد یعنی طہارت کو مفتاح کے ساتھ گویا حدیث آدمی کے حق میں دخول فی الصلوۃ کے لئے اس طرح مانع ہے جس طرح مکان میں داخل ہونے سے قفل مانع ہوتا ہے اور جس طرح مقفل مکان میں بغیر مفتاح کے داخل ہونا ممکن نہیں اسی طرح نماز میں بغیر طہارت کے داخل ہونا صحیح نہیں ہے۔

عن سفیان..... یہ سفیان ثوری ہیں۔

اور بعض نے کہا: یا تو یہ سفیان ثوری ہیں یا ابن عیینہ ابن عقیل

محمد بن الحنفیہ.....

یہ محمد بن علی ہیں اور حنفیہ ان کی والدہ ہیں جن کا نام خولہ ہے قبیلہ بنو حنیفہ سے ہیں بنو حنیفہ یمامہ کا ایک قبیلہ ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يُجَدِّدُ الْوُضُوءَ مِنْ غَيْرِ حَدِّثٍ

بغیر حدیث کے نیا وضو کرنا

یہ باب وضو ہونے کے باوجود نیا وضو کرنے کے متعلق ہے۔

57 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقَرِّيُّ ح وَحَدَّثَنَا

مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَأَنَا لِحَدِيثِ ابْنِ يَحْيَى أَتَقْنُ عَنْ غُطَيْفٍ وَقَالَ مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي غُطَيْفٍ

الْهَدَلِي قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فَلَمَّا نُودِيَ بِالظُّهْرِ تَوَضَّأَ فَصَلَّى فَلَمَّا نُودِيَ

بِالْعَصْرِ تَوَضَّأَ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَوَضَّأَ عَلَى

طَهْرٍ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا حَدِيثُ مُسَدَّدٍ وَهُوَ أَتَمُّ

امام ابو داؤد نے فرمایا: اس کے بعد ابن یحییٰ کی حدیث میں مجھے اس طرح حفظ ہے غطیف، محمد اور ابو غطیف ہدلی

سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر تھا جس وقت ظہر کی اذان ہوئی تو انہوں نے وضو فرمایا اور نماز ادا فرمائی پھر جب عصر کی اذان ہوئی تو انہوں نے وضو فرمایا میں نے انہیں اس بات کا بتایا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جو شخص وضو کے ہوتے ہوئے وضو کرے اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: یہ حدیث مسند اتم ہے۔ (سنن اللیثی الکبریٰ ج: 1، ص: 162)

تشریح:

جمہور کے نزدیک تجدید وضو مستحب ہے۔ مگر استحباب کس صورت میں ہے اور کیا ہے اس میں تھوڑی تفصیل ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شافعیہ حضرات کے یہاں استحباب تجدید میں چار قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

تجدید اس شخص کے حق میں مستحب ہے جس نے پہلے وضو سے کوئی نماز پڑھی ہو فرض یا نفل ہو۔

دوسرا قول یہ ہے۔

فرض نماز پڑھی ہو۔

تیسرا قول یہ ہے۔

پہلے وضو سے کوئی ایسا کام کیا ہو جو بغیر طہارت کے جائز نہیں۔

مثال کے طور پر

مصحف کو چھونا اور سجدہ تلاوت وغیرہ۔

چوتھا قول یہ ہے۔

تخلل بالزمان ہو یعنی پہلے وضو اور دوسرے وضو کے درمیان زمانہ حائل ہو کچھ فصل ہو چکا ہو۔ ایک وضو کے بعد دوسرا وضو

کرنا بے کار ہے۔

نیز انہوں نے لکھا ہے کہ

غسل کی تجدید مستحب نہیں ہے اور یتیم میں دونوں روایتیں لکھی ہیں۔

اصح یہ ہے کہ

مستحب نہیں ہے۔

اور احناف کے نزدیک تجدید وضو کا استحباب اس صورت میں ہے کہ یا تو اختلاف مجلس ہو یا توسط العبادت بین الوضوین

ہو یعنی پہلے وضو سے کوئی عبادت کر چکا ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

بغیر حدیث کے نیا وضو کرنا مستحب ہے جس طرح کہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہو چکا۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و

صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يُنَجِّسُ الْمَاءَ

پانی ناپاک نہیں ہوتا

اس باب میں پانی کے کب پاک ہونے یا نہ ہونے کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

58 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَغَيْرُهُمْ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا يَتَوَبَّهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسَّبَاعِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الْمَاءُ قَلْتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ الْعَلَاءِ وَقَالَ عُثْمَانُ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ الصَّوَابُ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَبُو كَامِلٍ ابْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ عَنِ الْمَاءِ يَكُونُ فِي الْفَلَاةِ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

عبداللہ بن عبداللہ بن عمر کے والد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس پانی کے بارے میں سوال کیا گیا جس میں جنگلی جانور اور درندے پھرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب پانی دو قلتین ہو تو ناپاک نہیں ہوا کرتا۔ یہ الفاظ ابن العلاء کے ہیں اور یہی عثمان حسن بن علی نے اس کو محمد بن عباد بن جعفر سے بھی بیان کیا ہے۔

اور امام ابوداؤد نے فرمایا: صحیح یہ ہے: اور ابو کامل بن زبیر نے فرمایا عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر اپنے والد ماجد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جنگل کے پانی کے متعلق سوال کیا گیا پس اسی طرح کا معنی ذکر کیا۔

(سنن الصغیر للبیہقی: جز: ۱، ص: ۱۶۳، مستدرک: جز: ۱، ص: ۲۲۲، تہذیب الآثار للطبری: جز: ۷، ص: ۱۹۰، سنن ابن ماجہ: جز: ۲، ص: ۱۳۳، سنن ابن ماجہ: جز: ۲، ص: ۱۳۵)

تشریح:

اس میں اختلاف ہے پانی کے ناپاک ہونے میں قلت و کثرت کا فرق ہے یا نہیں یا صرف دو قلتین ہو تو ناپاک نہیں ہوتا

بہر حال امام مالک کے نزدیک فرق نہیں ہے قلیل و کثیر کا ایک ہی حکم ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک فرق ہے وہ یہ ہے کہ ماء قلیل تھوڑی سی نجاست گرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے اور ماء کثیر اس وقت ناپاک ہوتا ہے جب اس کی تین صفات میں سے کوئی ایک صفت بدل جائے اور تین صفات ہو، رنگ اور ذائقہ ہیں۔

59 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ الْمَاءُ قَلَّتَيْنِ فَإِنَّهُ لَا يَنْجُسُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَقَفَّه عَنْ عَاصِمٍ

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے والد ماجد نے حدیث مبارکہ بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب پانی دو گھڑوں کے برابر ہو تو ناپاک نہیں ہوتا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: حماد بن یزید نے عاصم سے موقوفاً روایت کیا۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۱: ص ۲۶۱: مستدرک: ج ۱: ص ۲۲۵: تہذیب الآثار: ج ۷: ص ۱۸۸)

اس کی بحث پیچھے کر دی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا جَاءَ فِي بَثْرِ بُضَاعَةٍ

بضاعة کنویں کے متعلق

اس باب میں بضاعة کنویں کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

60 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ خَدِيجٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَتَوَضَّأُ مِنْ بَثْرِ بُضَاعَةٍ وَهِيَ بَثْرٌ يُطْرَحُ فِيهَا الْحَيْضُ وَلَحْمُ الْكِلَابِ وَالتَّنُّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاءُ طَهُورٌ لَا يَنْجُسُهُ شَيْءٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ رَافِعٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا گیا کہ ہم بضاعة کنویں سے وضو کرتے ہیں اس حال میں کہ اس میں حیض کے کپڑے، کتوں کا گوشت اور گندی چیزیں ڈالی جاتی ہیں۔ تو

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانی طاہر و مطہر ہے کوئی چیز اس کو ناپاک نہیں کرتی ہے۔
امام ابو داؤد نے فرمایا: بعض نے عبدالرحمن بن رافع کہا ہے۔

(سنن الدار قطنی: جز: ۱، ص: ۲۹، تہذیب الآثار مسند ابن عباس: جز: ۲، ص: ۷۱۰، سنن ترمذی: جز: ۱، ص: ۱۱، سنن نسائی: جز: ۲، ص: ۳۳)

61 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ سَلِيطِ بْنِ أَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعِ الْأَنْصَارِيِّ ثُمَّ الْعَدَوِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُقَالُ لَهُ إِنَّهُ يُسْتَقَى لَكَ مِنْ بَشَرٍ بَضَاعَةٌ وَهِيَ بَشَرٌ يُلْقَى فِيهَا لُحُومُ الْكِلَابِ وَالْمَحَابِضُ وَعَذِرُ النَّاسِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَ سَمِعْتُ قُتَيْبَةَ بْنَ سَعِيدٍ قَالَ سَأَلْتُ قَيْمَ بَشَرٍ بَضَاعَةً عَنْ عُمُقِهَا قَالَ أَكْثَرُ مَا يَكُونُ فِيهَا الْمَاءُ إِلَى الْعَايَةِ قُلْتُ فَإِذَا نَقَصَ قَالَ دُونَ الْعَوْرَةِ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَدَرْتُ أَنَا بَشَرٍ بَضَاعَةً بِرِدَائِي مَدَدْتُهُ عَلَيْهَا ثُمَّ ذَرَعْتُهَا فَإِذَا عَرَضُهَا سِتَّةُ أَذْرُعٍ وَسَأَلْتُ الَّذِي فَتَحَ لِي بَابَ الْبُسْتَانِ فَأَدْخَلَنِي إِلَيْهِ هَلْ غَيْرَ بِنَاوُهَا عَمَّا كَانَتْ عَلَيْهِ قَالَ لَا وَرَأَيْتُ فِيهَا مَاءً مُتَغَيِّرَ اللَّوْنِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا حالانکہ آپ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں یہ عرض کی گئی کہ آپ ﷺ کو بضاعہ کنویں کا پانی پلایا جاتا ہے اور وہ تو ایسا کنواں ہے کہ جس کے اندر کتوں کا گوشت، حیض کے چیتھرے اور لوگوں کی گندی چیزیں پھینکی جاتی ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانی طاہر و مطہر ہوتا ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

امام ابو داؤد نے فرمایا کہ میں نے قتیبہ بن سعید کو بیان کرتے ہوئے سماعت کیا کہ میں نے بضاعہ کنویں کے مالک سے اس کے عمق (یعنی گہرائی) کے بارے میں پوچھا: تو انہوں نے کہا: اس کا زیادہ پانی ناف کے برابر تک ہوتا ہے۔ میں نے کہا: جب تھوڑا ہو تو انہوں نے کہا: ستر سے نیچے تک۔

امام ابو داؤد نے فرمایا: میں نے تخمینہ لگانے کے لئے اپنی چادر سے پیائش کی تو وہ ماپ کرنے پر چوڑائی چھ ذراع ہوئی۔ میں نے اس سے پوچھا جس نے میرے لیے باغیچے کا دروازہ کھولا تھا اور مجھے اس تک پہنچنے دیا تھا کہ کیا اس کی بنیاد تبدیل ہوئی ہے جس پر یہ پہلے بنا تھا۔ اس نے کہا: نہیں اور میں نے اس کا پانی متغیر دیکھا ہے۔

(شرح معانی الآثار: جز: ۱، ص: ۱۱، تہذیب الآثار لطبری: جز: ۷، ص: ۱۲۳، تہذیب الآثار مسند ابن عباس: جز: ۲، ص: ۷۰۳، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: ۱، ص: ۲۵۷)

تشریح:

یہ حدیث بئر بضاعہ سنن اربعہ کی روایت ہے صحیحین میں نہیں ہے۔ امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے اور امام احمد نے اس کی تصحیح کی ہے البتہ ابن القطان نے راوی مذکور کی بناء اس حدیث کو معطل قرار دیا ہے اس حدیث میں دارقطنی کی ایک روایت میں الا ما غلب علی ریح او طعمہ کی زیادتی ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ یہ زیادتی ضعیف ہے کیونکہ اس میں اشدین بن سعد ہے جو متروک ہے۔

حدثنا احمد بن ابی شعيب: قوله عن عبيد الله بن عبد الله .
اس حدیث کی سند میں یہ راوی ہے اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ مجہول ہے۔
بعض نے کہا: مستور ہے اور ان کے نام میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: عبید اللہ
اور بعض نے کہا: عبد اللہ
پھر باپ کے نام میں بھی دو قول ہیں۔

ایک عبد اللہ
دوسرا عبد الرحمن
اس طرح چار قول ہو گئے۔

1- عبید اللہ بن عبد اللہ 2- عبید اللہ بن عبد الرحمن 3- عبد اللہ بن عبد اللہ 4- عبد اللہ بن عبد الرحمن
اور پانچواں قول یہ ہے کہ
ان کا نام عبد الرحمن بن رافع ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْمَاءِ لَا يُجْنَبُ

پانی جنبی نہیں ہوتا

62 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا سِمَاكٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
اغتسل بفض أزواج النبي صلى الله عليه وسلم في جفنة فبعاء النبي صلى الله عليه
وسلم ليتوضأ منها أو يغتسل فقالت له يا رسول الله إني كنت جنباً فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم إن الماء لا يجنب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ نے جفنہ میں غسل کیا تو نبی کریم ﷺ اس وضو یا غسل کرنے کے لئے تشریف لائے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں جنبیہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانی جنبی نہیں ہوتا۔ (جو بچ جاتا ہے)

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: ۱، ص: ۱۸۹، معجم الکبیر: جز: ۱۱، ص: ۲۷۴، تہذیب الآثار للطبری: جز: ۷، ص: ۱۰۳، سنن ابن ماجہ: جز: ۱، ص: ۴۴۶)

تشریح:

امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ ماء مستعمل طاہر و مطہر ہے۔ امام شافعی کا رائج قول یہ ہے کہ طاہر ہے مطہر نہیں ہے اور احناف کے نزدیک مشہور اور رائج یہی ہے کہ طاہر ہے مطہر نہیں ہے۔

عن ابن عباس قال اغتسل بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بعض سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ہیں جس طرح کہ دارقطنی وغیرہ کی روایت میں ہے۔
اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ

ایک بار حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک برتن کے پانی سے غسل فرمایا اس کے بعد اسی پانی سے وضو یا غسل کے لئے نبی کریم ﷺ تشریف لائے اس پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یہ میرے غسل کا بچا ہوا پانی ہے اور میں نے اس سے غسل جنابت کیا ہے مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ اس کو استعمال نہ فرمائیں اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان الماء لا یجنب یعنی اگر جنبی کسی پانی کو استعمال کرے تو جو پانی باقی رہ گیا ہے اس کو جنبی نہیں کہا جائے گا وہ تو اپنے حال یعنی طہارت پر قائم ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ

ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنا

یہ باب ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کی ممانعت کے متعلق ہے۔

63 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ فِي حَدِيثِ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَوْلَنَ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے کہ پھر اسی سے غسل کرنا پڑ جائے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: ۱، ص: ۲۳۸، سنن ابن ماجہ: جز: ۱، ص: ۴۱۲، سنن ترمذی: جز: ۱، ص: ۱۲۰، سنن نسائی: جز: ۱، ص: ۱۰۴)

64 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَلَا يَغْتَسِلُ فِيهِ مِنَ الْجَنَابَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی (شخص) ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے اور نہ اس میں جنابت کا غسل کرے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 238)

تشریح:

قوله ثم يغتسل منه

اس حدیث سے معلوم ہوا ممانعت جمع بین الغسل والبول سے ہے یعنی پہلے ماء دائم میں پیشاب کرے اور پھر اس سے غسل کرے منفرداً ہر ایک کی ممانعت نہیں ہے چنانچہ ماء دائم سے غسل کرنے میں کچھ حرج نہیں اور دوسری حدیث جو آگے آئی ہے اس میں بجائے ثم کے واؤ کے ساتھ ہے اور منہ کے بجائے فیہ ہے۔

ولا يغتسل فيه

اس دوسری حدیث میں نہیں کا تعلق بول فی الماء الدائم اور اغتسال فی الماء الدائم ہر ایک سے ہے یعنی ماء دائم میں نہ پیشاب کرے اور نہ اس میں داخل ہو کر غسل کرے دونوں صورتوں میں پانی گندہ ہوگا۔

قوله فی حدیث ہشام

یہ اس سند میں ایک نیا لفظ آیا ہے جو عام طور پر نہیں آتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ

زائدہ کے اس حدیث میں بہت سے شیوخ ہیں جن سے زائدہ کو یہ حدیث پہنچی ان میں ہشام بھی ہیں اور زائدہ نے کہا ہے کہ میں یہاں جو حدیث بیان کرنا چاہ رہا ہوں وہ اپنے شیخ ہشام سے بیان کر رہا ہوں اگرچہ یہ حدیث مجھے دوسروں سے بھی پہنچی ہے۔

مراۃ المناجیح میں اس حدیث کی شرح میں ہے۔

(اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ) یعنی ٹھہرے ہوئے تھوڑے پانی میں پیشاب کرنا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے پانی نجس ہو کر غسل و وضو وغیرہ کے قابل نہ رہے گا جس سے اسے تکلیف ہوگی اور دوسروں کو بھی اور بہت سے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا مناسب نہیں کہ اگرچہ وہ ناپاک تو نہ ہوگا لیکن اس کے پینے یا وضو کرنے سے دل کراہت کرے گا پہلی صورت میں کراہت تحریمی ہے اور دوسری صورت میں حتر ہی ہے۔

یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے کہ دو قلعے پانی نجاست پڑنے سے ناپاک ہو جاتا ہے اگر ناپاک نہ ہوتا تو یہ ممانعت اس تاکید سے نہ فرمائی جاتی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: ۱، ص: ۲۹۶)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوءِ بِسُورِ الْكَلْبِ

کتے کے جوٹھے برتن کو دھونا

اس باب میں کتے کے جوٹھے برتن کو دھونے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

65 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ فِي حَدِيثِ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طُهِّرُوا إِنَاءَ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ أَنْ يُغْسَلَ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَوْ لَا هُنَّ بِتُرَابٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَلِكَ قَالَ أَيُّوبُ وَحَبِيبُ بْنُ الشَّهِيدِ عَنْ مُحَمَّدٍ ح حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَرْفَعَاهُ وَزَادَ إِذَا وَلَغَ الْهَرُّ غُسْلَ مَرَّةٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈالے (کچھ) پی جائے تو اس کو سات بار دھو کر پاک کر لے پہلی بار مٹی کے ساتھ صاف کرے۔

امام ابو داؤد نے فرمایا: اسی طرح ایوب، حبیب بن شہید نے محمد سے بھی روایت کیا ہے۔ مسدد، معتمر بن سلیمان، محمد بن عبید، حماد بن زید، ایوب اور محمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس معنی کے ساتھ روایت کیا ہے اور دونوں مرفوع نہیں ہیں اور یہ بھی زیادتی کی کہ جب بلی پی جائے تو ایک بار دھوئے۔

(المسند رک: ج: ۱، ص: ۲۶۵، السنن الصغیر للبیہقی: ج: ۱، ص: ۱۳۰، معجم الاوسط: ج: ۱، ص: ۲۹۰، سنن الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۲۴۱)

66 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا ابْنُ حَزْمٍ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَأَغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ السَّابِعَةُ بِالتُّرَابِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَأَمَّا أَبُو صَالِحٍ وَأَبُو رَزِينٍ وَالْأَعْرَجُ وَثَابِتُ الْأَحْنَفِ وَهَمَّامُ بْنُ مُنْبِهٍ وَأَبُو السُّدِّيَّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ رَوَوْهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَلَمْ يَذْكُرُوا التُّرَابَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات بار دھولیا کرو، ساتویں بار مٹی کے ساتھ صاف کیا کرو۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: ابوصالح، ابوزرین، اعرج، ثابت اخف، ہمام بن منہ اور ابوسدی، عبدالرحمن نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور انہوں نے اس میں مٹی کا ذکر نہیں کیا۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۱، ص: ۲۴۰)

67 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ ابْنِ مَغْفَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ مَا لَهُمْ وَلَهَا فَرَّخَصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ وَفِي كَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَالثَّامِنَةَ عَقِّرُوهُ بِالتَّرَابِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَكَذَا قَالَ ابْنُ مَغْفَلٍ

حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو مارنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: وہ تمہارا کیا کرتے ہیں۔ پھر شکاری کتے اور بکریوں کے رکھوالے کتے میں رخصت عطا فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا: جب کتا کسی کے برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات بار دھولیا کرو اور آٹھویں بار مٹی سے صاف کیا کرو۔ امام ابوداؤد نے فرمایا: اسی طرح ابن مغفل نے روایت کیا ہے۔

(سنن اللیثی الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۲۵۱، سنن دارقطنی: ج: ۱، ص: ۲۲۲، سنن الداری: ج: ۱، ص: ۲۰۴، مستدرک: ج: ۳، ص: ۱۳۷)

تشریح:

سور کلب جمہور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ناپاک ہے مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے۔

مشہور قول یہ ہے کہ

سور کلب و خنزیر بلکہ تمام سباع کا سور پاک ہے۔

فیض الباری میں لکھا ہے کہ

گویا مالکیہ کے یہاں نجاست سور کا باب بھی نہیں ہے ویسے مالکیہ کے اس میں تین قول ہیں۔

1- مطلقاً ناپاک مثل جمہور کے

2- مطلقاً پاک ہے

3- کلب ماذون الاتخاذ جس کا پالنا جائز ہو۔

کا سور پاک ہے اور غیر ماذون کا ناپاک ہے اور چوتھا وہ ہے جو ابن لما حیثون مالکی کی طرف منسوب ہے وہ کلب بدوی و حضری یعنی دیہاتی و شہری کتے میں فرق کرتے ہیں کلب بدوی کا سور طاہر ہے اور حضری کا غیر طاہر ہے۔

اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ احناف کے نزدیک تو اس برتن کے پاک کرنے کا وہی طریقہ ہے جو دوسری نجاسات سے پاک کرنے کا ہے اور جمہور علماء آئمہ ثلاثہ اس باب کی روایات کے پیش نظر یہ فرماتے ہیں کہ اس میں سات بار دھونا ہے اور حنابلہ کے نزدیک آٹھ بار دھونا ضروری ہے پھر چونکہ مالکیہ کے نزدیک سور کلب پاک ہے اس لیے ان کے نزدیک غسل اناہ کا حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں ہے باقی آئمہ کے نزدیک وجوبی ہے نیز شافعیہ اور حنابلہ تریب یعنی ایک بار مٹی سے مانجنے کے قائل ہیں اور مالکیہ اس کے قائل نہیں ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کتے اور خنزیر کا جوٹھا برتن بھی تین بار دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اور سات بار کی روایت استحباب پر محمول ہے اور پھر اس دھونے کی روایات میں اضطراب ہے بعض میں سات کا ذکر ہے اور بعض میں آٹھ کا ذکر ہے یہ دونوں روایتیں صحاح ستہ میں موجود ہیں اور دارقطنی کی جو روایت ہے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تخیر کے بارے میں مذکور ہے اسی طرح بغسل ثلاثا او خمساً او سبعا نیز بعض روایات میں تریب کو ذکر فرمایا ہے اور بعض میں نہیں اور بعض میں ہے او لہن بالتراب اور بعض میں اخرهن بالتراب اور بعض میں ہے احدهن غرضیکہ ان روایات میں اضطراب ہے لہذا اس سات بار دھونے کو استحباب پر محمول کیا جائے۔

سوال

اس حدیث مبارکہ میں شکاری کتے اور بکریوں کی رکھوالی کرنے والے کتوں کی اجازت عطا فرمائی کہ ان کو رکھ سکتے ہیں تو گھر کی رکھوالی کے لئے بھی کتے رکھنے کی اجازت ہے یا نہیں۔

جواب

گھر کے کتے رکھنے کے لئے چاروں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک اس مسئلہ کی تشریح اس طرح ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں:

گھروں کی چوکیداری کے لئے کتوں کو رکھنے میں اختلاف ہے سو کھیت کی حفاظت کے لئے کتا رکھنے پر قیاس کرتے ہوئے اس کو بھی جائز کہا گیا ہے۔

اور بعض فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ

کھیت کی حفاظت کے لئے کتا رکھنے میں اس پر دلیل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قوت منفعت کی وجہ سے اس پر متنبہ کیا ہے کہ ہر جس چیز میں کتا رکھنے سے فائدہ ہو اس میں کتا رکھنا جائز ہے اور جہاں کتا رکھنے سے کوئی منفعت نہ ہو وہاں

نا جائز ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 4، ص: 253)

اور فقہاء حنبلیہ کے نزدیک اس مسئلہ کی تشریح یوں ہے۔

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

گھر کی حفاظت کے لئے کتار رکھنا حدیث مبارکہ کی ممانعت کی وجہ سے جائز نہیں ہے اور اباحت کا بھی احتمال ہے فقہاء شافعیہ کا بھی یہی قول ہے کیونکہ گھر کی حفاظت بھی حدیث میں مذکور تین چیزوں کے حکم میں ہے سو اس پر قیاس کیا جائے گا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ کسی اور چیز کو ان تین چیزوں پر قیاس کرنا اس چیز کی اباحت کو مستلزم ہے جس کو حدیث نے حرام کیا ہے۔ (المغنی: ج: 4، ص: 173)

اور فقہاء شافعیہ کے اس مسئلہ میں یوں تشریح ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ محلہ کی حفاظت کے لئے کتار رکھنا جائز ہے اور اس کی وجہ اشتراک علت کی بناء پر حدیث میں مذکور تین صورتوں پر قیاس ہے۔

جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری: ج: 5، ص: 7)

اور فقہاء احناف کے نزدیک دشمن یا چور کے خطرہ سے گھر کی حفاظت کے لئے کتار رکھنا جائز ہے۔

ملا نظام الدین حنفی متوفی 1157ھ لکھتے ہیں:

اجناس میں ہے کہ

کتا نہیں رکھنا چاہئے البتہ اگر چوروں وغیرہ کا خوف ہو تو پھر جائز ہے۔ (عالمگیری: ج: 5، ص: 381)

اور علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

شکار کے لئے مویشیوں، گھروں اور کھیتوں کی حفاظت کے لئے کتار رکھنا بالاجماع جائز ہے لیکن گھر کے اندر کتا نہیں رکھنا

چاہئے البتہ چوروں اور دشمنوں کا خوف ہو پھر جائز ہے۔ (فتح القدیر: ج: 6، ص: 348)

قال ابو داؤد و کذا لک قال ایوب الخ

اس حدیث کا مدار محمد بن سیرین پر ہے پھر ان کے تلامذہ مختلف ہیں شروع میں ہشام آئے تھے اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ

اور کا ذکر فرما رہے ہیں۔

1- ایوب 2- اور حبیب

کہ جس طرح ہشام نے فرمایا اسی طرح ان دونوں نے بھی فرمایا۔

اب سوال یہ ہے کہ

تشبیہ کس بات میں ہے کیونکہ یہاں روایت کے دو اختلاف ہیں ایک حدیث کے موقوف و مرفوع ہونے کا دوسرے

اولهن بالترااب کا۔

اس لیے کہ بعض نے کہا ہے کہ

السابعة بالترااب ۔

جس طرح کہ قنادہ کی روایت میں آگے آرہا ہے۔ میرے نزدیک یہاں پر تشبیہ اس ثانی اختلاف میں ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ

محمد بن سیرین کے تلامذہ میں جس طرح ہشام نے اولهن بالترااب نقل کیا ہے اسی طرح ایوب اور حبیب نے بھی

اولهن بالترااب نقل کیا۔

☆ حدثنا مسدد و قوله وحدثنا محمد بن عبيد الخ

یہاں دو سندیں ہیں پہلی سند میں مصنف رحمہ اللہ کے شیخ الشیخ معتمر ہیں اور دوسری سند میں حماد بن یزید اور پھر یہ دونوں

روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی سے لہذا ایوب مجتمع السندین ہوئے۔

☆ ولم يرفعه.....

یہ ہے وہ دوسرا اختلاف یعنی معتمر اور حماد نے ایوب سختیانی سے اس حدیث کو بجائے مرفوعاً کے موقوفاً نقل کیا اور یہ ایوب محمد

بن سیرین کے تیسرے شاگرد ہیں گویا ایوب اور ہشام اس بات میں تو متفق ہیں کہ انہوں نے حدیث میں اولهن بالترااب ذکر

کیا لیکن ہشام اور ایوب میں باعتبار رفع اور وقف کے اختلاف ہے۔ ہشام نے اس روایت کو مرفوعاً اور ایوب نے موقوفاً ذکر کیا۔

☆ و ابو السدی ۔

اس سے مراد والد سدی ہیں جن کا نام عبدالرحمن ہے اور خود سدی کا نام اسماعیل ہے۔

قال ابو داؤد و هكذا قال ابن مغفل

بظاہر مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن مغفل جو اس کے راوی ہیں جس میں آٹھ کا ذکر ہے وہ خود بھی اس کے قائل ہیں یعنی ان کا

اسی پر عمل ہے کہ آٹھ مرتبہ پاک کیا جائے بخلاف ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے وہ سات کے راوی ہیں مگر ان کا ایسا عمل نہیں تھا۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ سُورِ الْهَرَّةِ

بلی کے جوٹھا ہونے کے متعلق

اس باب میں بلی کے جوٹھا ہونے کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

68 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ حُمَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ كُبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَتْ تَحْتَ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ فَسَكَبَتْ لَهُ وَضُوءًا فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَأَصْغَى لَهَا الْإِنَاءَ حَتَّى شَرِبَتْ قَالَتْ كُبْشَةُ فَرَأَى أَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ اتَّعَجِبِينَ يَا ابْنَةَ أَخِي فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ إِنَّهَا مِنَ الطَّوَافِينِ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَافَاتِ

حضرت کبشہ بنت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ جو حضرت ابن قتادہ کی منکوحہ تھیں کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اندر آئے تو میں نے ان کے سامنے وضو کا پانی رکھا تو ایک بلی آئی اور وہ اس سے پانی پینے لگ گئی تو انہوں نے اس کے لئے برتن جھکا دیا حتیٰ کہ وہ پانی پی گئی۔ کبشہ کہتی ہیں کہ میں یہ نظارہ دیکھتی رہی۔ ارشاد فرمایا: اے بھتیجی! کیا تم اس پر متعجب ہو رہی ہو۔ میں نے کہا: ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ نجس نہیں ہے کیونکہ یہ تم پر طوافین و طوافات کی چیزوں سے ہے (یعنی پھرنے پھرانے والی)

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۱: ص ۲۳۵: السنن الصغیر للبیہقی: ج ۱: ص ۱۳۸: مستدرک: ج ۱: ص ۲۶۳: المؤطا: ج ۱: ص ۲۲)

69 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحٍ بْنِ دِينَارٍ التَّمَارِ عَنْ أُمِّهِ أَنَّ مَوْلَاتَهَا أَرْسَلَتْهَا بِهَرِيرِيَّةٍ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَوَجَدَتْهَا تُصَلِّي فَأَشَارَتْ إِلَيْهَا أَنْ ضَعِيهَا فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَكَكَلَتْ مِنْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَتْ أَكَلَتْ مِنْ حَيْثُ أَكَلَتِ الْهِرَّةُ فَقَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَافِينِ عَلَيْكُمْ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا

صالح بن دینار التمار کی والدہ محترمہ نے اپنی آزاد کردہ لونڈیہ کو ہریرہ دے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس روانہ کیا تو اس نے آپ رضی اللہ عنہا کو نماز ادا کرتے ہوئے پایا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ان کو رکھ دینے کا اشارہ فرمایا تو ایک بلی آئی اور اس سے کھانے لگ گئی۔ جب پھر میں تو اسی مقام سے تناول فرمانے لگ گئیں جہاں سے بلی نے کھایا تھا۔ اور ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ نجس نہیں ہے بے شک یہ تو تم پر طواف کرنے والیوں میں سے ہے (یعنی پھرنے پھرانے والیوں سے) اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ ﷺ بلی کے بچے ہوئے پانی سے وضو فرمایا کرتے تھے۔

(مشکل لاہار الطحاوی: ج ۶: ص ۱۳۲: المؤطا: ج ۱: ص ۱۶۰)

تشریح:

سورہ ہرہ میں اختلاف ہے اور اختلاف یہ ہے کہ آئمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک طاہر بلا کراہت اور طرفین کے نزدیک طاہر مع الکراہت ہے رائج قول کی بناء پر کراہت تنزیہی ہے تیسرا مسلک بعض تابعین جیسے عطاء طاؤس مجاہد کا ہے کہ یہ نجس ہے امام طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں امام محمد رحمہ اللہ کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ساتھ شمار کیا ہے اور مشکل الآثار میں ان کو امام صاحب کے ساتھ قرار دیا اور یہی صحیح ہے کہ مشکل الآثار بعد کی تالیف ہے کہ اس کی نقل زیادہ صحیح ہے۔

اور مرآۃ المناجیح میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث مبارکہ سے بعض علماء نے اس پر دلیل پکڑی کہ بلی کا جو ٹھانہ تو ناپاک ہے نہ مکروہ اس سے بلا کراہت وضو جائز ہے ہمارے امام صاحب کے ہاں اگر بلی چوہا یا نجاست کھا کر بغیر منہ صاف کیے برتن میں ڈال دے تو پانی بھی نجس اور برتن بھی گندہ اور اگر منہ صاف کر کے پانی پی جائے تو وہ پانی مکروہ ہے اور اس سے وضو کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ امام صاحب کا قول قوی ہے اور ان علماء کا استنباط ضعیف کیونکہ یہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے۔ حضور ﷺ نے صرف یہ فرمایا کہ نجس نہیں یعنی اس کا جسم ناپاک نہیں اس میں یہ کہاں ہے کہ اس کا لعاب اور جوٹھا بھی بالکل پاک ہے دیکھتے کہ سوکھا جسم نجس نہیں مگر اس کا جوٹھا نجس ہے۔ طحاوی شریف نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں جب بلی برتن چاٹ جائے تو اسے ایک یا دو بار دھوؤ نیز اسی طحاوی میں ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے، بلی اور گدے کے جوٹھے سے وضو نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے منع فرماتے تھے اس کے متعلق اور بہت سی روایات طحاوی میں منقول ہیں نیز جس کا گوشت ناپاک اور حرام ہو اس کا جوٹھا بھی پاک نہ ہوگا۔ بلی کا گوشت ناپاک اور حرام ہے لہذا اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے تھا مگر چونکہ یہ گھروں میں آتی جاتی ہے نیز نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتی لہذا جوٹھا مکروہ ہے جسے چھوٹے بچے جو نجاست سے پرہیز نہ کر سکیں اگر وہ پانی میں ہاتھ ڈال دیں تو پانی مکروہ ہوتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح: ج: ۱، ص: 301)

☆ عن حمیدہ

یہ اسحاق بن عبداللہ راوی کی زوجہ ہیں۔

☆ عن کبشۃ

یہ حمیدہ کی خالہ اور صحابیہ ہیں آپ کے والد کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں جن کی توبہ کا مشہور واقعہ جن کے بارے میں سورہ توبہ کی آیات اتری ہیں عبداللہ ابن ابی قتادہ کی زوجہ ہیں۔

یہ حدیث مبارکہ سنن اربعہ کی روایت ہے اور اس کے علاوہ صحیح ابن خزیمہ صحیح ابن حبان میں بھی موجود ہے بہر حال صحیحین میں سے کسی ایک میں نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو حسن صحیح کہا ہے امام بخاری اور دارقطنی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوءِ بِفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ

عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کے متعلق

اس باب میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

— — — — —

70 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَعْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَنَحْنُ جُنُبَانِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور رسول اللہ ﷺ جنہی ہونے کی حالت میں ایک ہی برتن سے غسل کر لیا کرتے تھے۔

(معجم الاوسط: ج ۶، ص ۳۳۱، المؤطا: ج ۱، ص ۱۵۷، مسند احمد: ج ۵۲، ص ۶۳، مسند اسحاق بن راہویہ: ج ۳، ص ۶۳۲)

71 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ خَرَبُودٍ عَنْ أُمِّ صَبِيَّةَ الْجُهَنِيَّةِ قَالَتْ اخْتَلَفَتْ يَدَيَّ وَيَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْوُضُوءِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ

ام صبیہ جہنیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: میرا اور رسول اللہ ﷺ کا وضو کے دوران برتن میں ہاتھ ٹکراتا تھا۔

(معجم الکبیر: ج ۲۴، ص ۲۳۵، مسند اسحاق بن راہویہ: ج ۵، ص ۲۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۳۵)

72 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ الرَّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّئُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُسَدَّدٌ مِنَ الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ جَمِيعًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں مرد اور عورتیں وضو کر لیا کرتے تھے۔ مسدد نے کہا: تمام ایک ہی برتن سے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۱، ص ۱۹۰)

73 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا لَتَوَضَّأُ لَحْنُ وَالنِّسَاءُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ نُدْلِي فِيهِ أَيْدِينَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں ہم اور عورتیں ایک برتن سے وضو کر لیا کرتے، ہم اسی میں ہاتھ ڈالتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 190، الموطا: ج: 1، ص: ۸۳)

تشریح:

مطلق فضل طہور کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں کہ

ایک یہ کہ

مرد و عورت دونوں ایک برتن میں پانی لے کر ایک ساتھ وضو یا غسل کریں۔

دوسری یہ ہے کہ

تہا مرد کے طہارت حاصل کرنے کے بعد باقی پانی کو عورت استعمال کرے۔

تیسری یہ ہے کہ

عورت کے استعمال کے بعد باقی پانی کو مرد استعمال کرے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

پہلی دو صورتیں بالاجماع جائز ہیں ان میں اختلاف نہیں ہے۔

اختلاف صرف تیسری صورت میں ہے۔

امام احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک ناجائز ہے۔

جمہور علماء ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام نووی رحمہ اللہ کے اجماع نقل کرنے پر اشکال کیا ہے اور انہوں نے امام طحاوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے

پہلی دو صورتوں میں بھی اختلاف نقل کیا ہے اور یہ کہ پہلی دو صورتوں کا اختلاف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور امام احمد رحمہ اللہ کی طرف

منسوب ہے ایک قول یہاں پر شععی اور اوزاعی کا ہے وہ کہتے ہیں کہ صرف حائض اور جب کا فضل طہور مرد کے لئے ناجائز ہے

غیر حائض کے فضل کا یہ حکم نہیں ہے۔

☆ عن ام صبیۃ الجہینۃ قالت ۔

ام صبیۃ فرماتی ہیں کہ میرے اور حضور ﷺ دونوں کے ہاتھ ایک برتن سے وضو کرتے ہوئے ٹکراتے تھے۔

اس حدیث پر اشکال ہوتا ہے کہ ام صبیۃ کو حضور ﷺ سے کوئی محرمیت کا علاقہ نہیں تھا پھر بیک وقت ایک سات وضو کرنے

کی نوبت کس طرح ہوئی؟

بعض نے کہا: ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ قبل الحجاب کا ہو۔

لیکن بعض نے کہا: حجاب سے پہلے عورت کے لئے مرد کے سامنے صرف کشف وجہ ہی تو جائز ہوگا باقی بدن جو وضو میں کھل جاتا ہے اس کا کشف تو دوسرے کے سامنے جائز نہ تھا لہذا بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اگرچہ یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد ہی کا ہو لیکن آپ ﷺ اور ام حبیبہ کے درمیان ہو سکتا ہے حجاب حائل ہو گیا وضو ایک برتن سے کر رہے ہوں یا حجاب بھی حائل نہ ہو صرف رخ پھرا ہوا ہو آٹمنے سامنے نہ بیٹھے ہوں۔

یا یوں کہا جائے کہ یہ ایک برتن سے وضو کرنا اور اختلاف ایدی وقت واحد میں نہ تھا بلکہ الگ الگ وقت میں تھا پہلے ایک نے وضو کیا اس کے فارغ ہونے کے بعد دوسرے نے کیا اس لیے کہ وحدت اثناء وحدت زمان کو مستلزم نہیں ہے اور ایسے پانی پر بھی یہ بات صادق آتی ہے کہ اس پر اختلاف ایدی ہوا ہے یہ مطلب اختلاف ایدی کے خلاف نہیں۔

اور اگلی حدیث مبارکہ میں جو آیا ہے ہم سب مرد اور عورتیں ایک برتن سے وضو کرتے تھے۔ اس عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جو مردوں کی محرم اور قریبی رشتہ دار ہوں۔

اور یا یہ کہا جائے کہ یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے یا اس کو معاقبت پر محمول کیا جائے یعنی یکے بعد دیگرے اور آگے پیچھے لیکن آگے لفظ جمیعاً آرہا ہے تو اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس اجتماع سے اجتماع فی الوقت نہیں بلکہ اجتماع فی الاناء مراد ہے۔

☆ قوله مسدد من الاناء الواحد.....

مصنف کے اس حدیث مبارکہ میں دو اساتذہ ہیں۔

1- عبد اللہ بن مسلمہ 2- اور مسدد

عبد اللہ بن مسلمہ کے الفاظ ہیں۔

كان الرجال والنساء يتوضون في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم جميعا
اور مسدد کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

من الاناء الواحد

پس لفظ جمیعاً کا تعلق دونوں کی روایت سے ہے اور من الاناء الواحد صرف مسدد کی روایت میں ہے۔

☆ عن ابن خربوذ

ان کا نام سالم ہے یعنی سالم بن خربوذ

خربوذ پالان یا زین کو کہتے ہیں اس لیے ان کو سالم بن السرج بھی کہا جاتا ہے۔

☆ قوله ام صبية

ان کا نام خولہ بنت سعد ہے۔

☆ قوله ح و حدثنا مسدد

یہاں پر دوسندیں ہیں پہلی سند مالک پر ختم ہوئی اور دوسری سند ایوب پر اور مالک و ایوب دونوں روایت کرتے ہیں نافع سے لہذا نافع ملتقی السندین ہوئے۔ ملتقی السندین کو کبھی صرف سند ثانی میں ذکر کرتے ہیں اور کبھی دونوں جگہ ذکر کرتے ہیں جس طرح کہ یہاں پر ہے عبد اللہ بن مسلمہ والی سند عالی ہے اور دوسری سند مسدد والی سافل ہے اس میں ایک واسطہ زائد ہے۔
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ النَّهْيِ عَنْ ذَلِكَ

اس کا منع ہونا

اس باب میں عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی کے ساتھ وضو کرنے کی ممانعت پر احادیث مبارکہ ہیں۔

74 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ حُمَيْدِ الرَّحْمِيرِيِّ قَالَ لَقِيتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ سِنِينَ كَمَا صَحِبَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ أَوْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ زَادَ مُسَدَّدٌ وَلَيَغْتَرِفَا جَمِيعًا

حمید الحمیری سے روایت ہے کہ میں اس شخص کو ملا جو نبی کریم ﷺ کی صحبت میں چار (4) سال رہا تھا جیسے آپ ﷺ کی صحبت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو میسر ہوئی۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت، مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے یا مرد، عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے سے منع فرمایا۔ اور مسدد نے یہ زیادتی کی کہ چاہئے کہ اکٹھے پانی حاصل کر لیتا چاہئے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 190)

75 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ يَعْنِي الطَّيَالِسِيَّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي حَاجِبٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ الْأَقْرَعُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طَهُورِ الْمَرْأَةِ

حضرت حکم بن عمرو واقرع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مرد کو عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے سے منع فرمایا۔

(معجم الکبیر: جز: 3، ص: 210)

تشریح:

اس باب میں مصنف رحمہ اللہ نے دو احادیث مبارکہ ذکر کی ہیں جن میں سے پہلی حدیث مبارکہ میں مرد و عورت ہر ایک کے بچے ہوئے پانی سے دوسرے کو منع فرمایا گیا ہے اور دوسری حدیث مبارکہ میں صرف ایک شق مذکور ہے۔ اب یہاں پر تعارض ہو گیا جواز و عدم جواز دونوں طرح کی روایات جمع ہو گئیں۔ تطبیق کی تین صورتیں ہیں:

1- ترجیح 2- جمع بین الروایات 3- اور نسخ

جمہور کہتے ہیں جواز کی روایات زیادہ صحیح ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ صحیح مسلم وغیرہ میں بھی موجود ہیں اور جواز کی روایات کی صحت کی بہت سے محدثین نے تصریح کی ہے۔ جس طرح کہ

امام بخاری، بیہقی، ابن العربی وغیرہ اور منع کی روایت یعنی حکم بن عمرو کی روایت کو امام بخاری اور امام بیہقی نے ضعیف قرار دیا ہے لہذا جواز کی روایات راجح اور منع کی روایات مرجوح و ضعیف ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ

ممانعت کی روایات ممانعت تنزیہہ پر محمول ہیں اور اثبات کی روایات جواز پر یعنی نہ کرنا اولیٰ ہے اور کرنا جائز ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ

فضل سے مراد الماء المتساقط من الاغضاء ہے یعنی عورت کا مستعمل پانی اور اس سے جمہور کے نزدیک وضو صحیح نہیں ہے۔

ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ

یہ محمول ہے اجتہاد پر خوف فتنہ کی وجہ سے

اور آخری جواب یہ ہے کہ

منع کی روایات منسوخ ہیں اور نسخ کی علامت یہاں موجود ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ نے جس وقت میمونہ رضی اللہ عنہا کے فضل غسل سے وضو کا ارادہ فرمایا تھا تو اس پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ میرا بچا ہوا پانی ہے جس پر حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔

ان الماء لا یجب

تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا یہ عرض کرنا کہ یہ میرے مستعمل پانی کا بقیہ ہے علامت ہے اس سے یہ بات آئی کہ ان کے پاس

اس ممانعت کی کوئی دلیل ہوگی تب ہی تو انہوں نے حضور ﷺ کو روکا۔

توابع حاصل یہ ہوا کہ

منع کی روایات مقدم ہونیں اور جواز کی موخر اور موخر مقدم کے لئے ناسخ ہوتا ہے لہذا یہ مکروہ تنزیہی ہوا۔ جس طرح کہ اس کی تائید مرآۃ المناجیح سے ملتی ہے۔

مرآة المناجیح میں اس حدیث کی شرح میں ہے۔

یہ ممانعت تنزیہی ہے یعنی ایسا کرنا بہتر نہیں اگر کرے تو حرج بھی نہیں۔

اور حکم بن عمر کی حدیث کی شرح میں فرمایا:

یہ ممانعت تنزیہی ہے یعنی عورت کے غسل یا وضو سے بچے ہوئے پانی سے مرد کا غسل یا وضو کرنا بہتر نہیں۔

(مرآة السناجح: ج 1، ص: 295)

☆ عن الحكم بن عمرو -

آپ ﷺ صحابی ہیں غفاری ہیں بصرہ میں قیام رہا زیاد نے پہلے آپ ﷺ کو بصرہ کا پھر خراسان کا حاکم بنایا 51ھ مقام مرہ میں آپ ﷺ کا انتقال ہوا۔

☆ عن حميد الخميري.....

آپ ﷺ حمید بن عبد الرحمن ہیں بصرہ کے باشندے قبیلہ حمیر سے ہیں جلیل القدر تابعی ہیں اپنے زمانہ میں بڑے عالم

☆ قال لقيت رجلاً.....

نا معلوم صحابی یا حکم بن عمرو ہیں یا عبداللہ ابن سرجس اور یا عبداللہ ابن مغفل چونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں اس لیے صحابی کا نام معلوم نہ ہونا مضرب نہیں۔

کما صحبہ ابوہریرہ

۲۱ اس میں تشبیہ مدت صحبت میں ہے جو کہ چار سال ہے۔

عن الحكم بن عمرو هو الاقرع

یہاں پر یہ ضمیر راوی حدیث حکم بن عمر کی طرف راجع نہیں ہے بلکہ خلاف معمول عمرو کی طرف راجع ہے اس لیے کہ اقرب عمرو کا لقب ہے نہ کہ حکم کا لقب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوءِ بِمَاءِ الْبَحْرِ

سمندر کے پانی سے وضو کرنا

اس باب میں سمندر کے پانی سے وضو کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

— — — — —

76 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَلَمَةَ مِنْ
الْإِبْنِ الْأَزْرَقِ أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ
يَقُولُ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَرَكِبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ
مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا افْتَوَضَّأْنَا بِمَاءِ الْبَحْرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الطَّهُّورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مِيتُهُ

سعید بن سلمہ آل ابن ازرق والے ان کو مغیرہ بن ابو بردہ جو بنو عبد دار والے تھے۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم سمندر کا سفر کرتے رہتے ہیں اور ہمارے پاس قلیل پانی ہوتا ہے ہم اس پانی سے وضو کرتے ہیں تو پیاسا رہنا پڑتا ہے تو کیا ہم سمندری پانی سے وضو بنا لیا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کا پانی طاہر اور اس کا مردار حلال ہے۔

(السنن الصغیر: ج ۱: ص ۱۶۳، مستدرک: ج ۱: ص ۲۳۷، المؤطا: ج ۱: ص ۹۹، سنن ابن ماجہ: ج ۲: ص ۳)

تشریح:

اس باب کو الگ سے محقق کرنے کی کیا حاجت تھی حالانکہ پانی کے جواز اور عدم جواز کے متعلق پیچھے احکام ذکر کر دیے گئے ہیں اور سمندر اور نہر کے پانی سے جواز وضو سب ہی جانتے ہیں۔
تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ

اس کے جواز میں ایک شبہ ہو سکتا تھا وہ یہ کہ نہروں اور سمندروں میں بڑی بڑی نجاستیں جا کر گرتی ہیں خصوصاً ساحل سمندر پر تو اس سے عدم جواز کا شبہ ہو سکتا تھا یا اس لیے نہروں اور سمندروں میں بے شمار جانور ہوتے ہیں اور اسی میں مرتے ہیں تو اس سے بھی شبہ ہو سکتا تھا کہ اس کو دفع کرنے کے لئے مستقل باندھا۔

اس کے علاوہ یہ بھی بات ہے کہ

سمندر کے ساتھ وضو کرنے میں بعض سلف کا اختلاف رہ چکا ہے۔

جس طرح کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔ یہ حضرات ماء البحر سے وضو کو مکروہ کہتے تھے جیسا کہ امام ترمذی نے بیان فرمایا ہے لہذا ان تمام اشکال کو دفع کرنے کے لئے اس باب کو باندھا گیا اور اس میں یہ حدیث جواز پر پیش کی گئی۔

☆ هو الطهور ماء ہ

اس میں مسند اور مسند الیہ دونوں معارف ہیں اور تعریف الحاشین مفید حصر ہوتی ہے پھر حصر کبھی تو مسند کا مسند الیہ میں ہوتا ہے اور کبھی اس کا عکس یہاں پر مسند الیہ کا حصر مسند میں ہو رہا ہے یعنی ماء البحر منحصر ہے طہوریت میں۔ ماء البحر طہور ہی ہے غیر طہور نہیں اور اس کا عکس مراد نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ ماء البحر کے علاوہ کوئی اور پانی مطہر نہ ہو طہوریت منحصر ہو جائے گی ماء البحر میں۔

سوال: یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ سوال ایک چیز کے بارے میں کیا گیا ہے اور جواب دو چیزوں کے بارے میں ہے یہ سوال جواب کے مطابق نہیں ضرورت سے زائد ہونے کی وجہ سے لغو ہوا تو پھر دو جواب کیوں عطا فرمائے گئے۔

جواب: یہ جواب علی اسلوب الحکیم ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے سوال کا جواب بھی عطا فرمادیا اور ان کی ضرورت کے پیش نظر ایک اور مفید چیز بھی بتلا دی کہ مسافر کا خرچہ کم ہو جاتا ہے اور کھانے پینے کی ضرورت ہوتی ہے تو فرمادیا کہ سمندر کا شکار حلال ہے اس سے فائدہ اٹھالیا کرو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

دو جواب اس وجہ سے عطا فرمائے کہ یہاں بھی دو ہیں سوال مذکور دوسرے سوال کو متضمن ہے سمندر کا پانی پاک ہے یہ مسئلہ مشہور ہے لیکن سائل کو اس کا علم نہیں اس سے معلوم ہو گیا اس کو سمندر کے شکار کا حلال ہونا بطریق اولیٰ معلوم نہیں اس وجہ سے اس کا جواب بھی دے دیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

یہاں دو جواب نہیں بلکہ دوسرا جملہ جواب کی علت اور دلیل ہے کیونکہ سوال کا منشاء یہ تھا کہ سمندر میں جانور رہتے ہیں وہ مرتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے پانی ناپاک ہو جاتا ہوگا تو آپ ﷺ نے جواب دیا یہ شبہ نہ کیا جائے سمندر کا شکار حلال ہے یعنی طاہر ہے۔

عبارت اس طرح بن جائے گی۔

الطهور ماء ہ لانه الحل مباح

مراۃ المناجیح میں اس حدیث مبارکہ کی شرح یوں بیان فرمائی گئی ہے۔

سائل کو یہ شبہ تھا کہ سمندر کا پانی سخت کڑوا ہے پینے کے قابل نہیں لہذا اس آیت کے تحت نہیں آتا وانزلنا من السماء

ماء طہور کیونکہ بارش کا پانی میٹھا اور مطہر ہے اور سمندر کا پانی میٹھا نہیں تو چاہئے کہ مطہر بھی نہ ہو۔

(حضور ﷺ نے فرمایا سمندر کا پانی پاک ہے کی شرح میں فرمایا)

یعنی سمندر کے پانی کا یہ مزہ اصلی ہے زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے کسی نجاست نے اس کا مزہ نہیں بدلا لہذا پاک بھی ہے مطہر بھی۔

خیال رہے کہ اگر کنویں کا پانی بہت ٹھہرا رہنے کی وجہ سے بد مزہ یا بدبودار ہو جائے تو پاک رہے گا۔

(”اور اس کا مردار حلال“ کی شرح میں فرمایا)

احناف کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ مچھلی کو ذبح کرنا ضروری نہیں اگر ہمارے پاس آکر مر جائے یا سمندر کی موت اُسے کنارے پر پھینک جائے جس سے وہ مر جائے تو حلال لیکن اگر اپنی بیماری سے پانی پر تیر جائے تو حرام کیونکہ اب وہ سمندر کا مردار نہیں بلکہ بیماری کا مردار ہے۔

بعض آئمہ نے اس کے معنی یہ سمجھے کہ

پانی کا ہر جانور حلال حتیٰ کہ مینڈک، کچھوا وغیرہ بھی مگر یہ معنی درست نہیں کیونکہ دریائی انسان اور دریائی سور کو وہ بھی حرام جانتے ہیں تو انہیں بھی حدیث میں قید لگانی پڑے گی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 1، ص: 299)

سوال: سمندری جانوروں کے حلال ہونے کے متعلق کیا مذاہب ہیں۔

جواب: اس بارے میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کا موقف

مگر چھ اور مینڈک حرام ہیں باقی سب سمندری جانور حلال ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ

حدیث پاک میں الحل مینہ

اور دوسری حدیث مبارکہ میں ہے جس میں مینڈک کے متعلق فرمایا گیا۔

الخبیثۃ من الخبائث

تو معلوم ہو گیا سمندر کے سب جانور حلال ہیں صرف مینڈک خبیث چیز ہے وہ حرام ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کا موقف

خنزیر حرام ہے باقی تمام سمندری جانور حلال ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ

الحل مینہ

اور قرآن پاک میں ہے۔

حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر
انہوں نے فرمایا بہر قسم کا خنزیر حرام ہے خشکی ہو یا سمندر کا ہو۔

احناف کا موقف

مچھلی اپنی تمام اقسام کے ساتھ حلال ہے باقی تمام سمندری جانور حرام ہیں۔
دلیل یہ ہے کہ

حرمت علیکم المیتۃ
تم پر میتہ حرام کی گئی ہے۔

میتہ حرام ہے سمندر کے تمام جانور میتہ کے حکم میں ہیں کیونکہ پانی سے باہر آئیں تو فوراً مر جاتے ہیں میتہ بن جاتے ہیں
لیکن مچھلی اجماع اور نص کی وجہ سے اس حکم سے مستثنیٰ ہے وہ حلال ہے۔

شافعیہ کا موقف

شافعیہ کی سمندری جانوروں کے متعلق تین روایتیں ہیں۔

- 1- مچھلی کے سوا تمام سمندری جانور حرام کما قال الاحناف
- 2- مینڈک حرام ہے باقی تمام سمندری جانور حلال ہیں کما قال احمد
- 3- جو جانور خشکی میں حلال ہیں ان کی نظیریں سمندر میں بھی حلال ہیں جو خشکی میں حرام ہیں ان کی نظیریں سمندر میں بھی حرام ہیں۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:
جو جانور پانی کے بغیر زندہ نہیں رہتے جیسے مچھلی اور اس کے مشابہ دیگر جانور ان کو بغیر ذبح کیے ہوئے کھانا جائز ہے ہم کو اس
میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں ہے۔

اور روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے لیے دو جانور اور دو خون حلال کئے گئے ہیں رہے دو مردہ جانور تو وہ مچھلی اور مڈی
ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3218)

اور صحیح حدیث میں ہے کہ

حضرت ابو عبیدہ اور ان کے اصحاب نے ساحل سمندر پر ایک براہو جانور پڑھا دیکھا جس کو عنبر کہا جاتا تھا وہ ایک ماہ تک
اس مچھلی کو کھاتے رہے حتیٰ کہ خوب موٹے ہو گئے اور جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے اور اس واقعہ کا ذکر کیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا رزق تھا جو اس نے تمہیں دیا تھا۔ تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہے تو تم ہمیں وہ کھلاؤ۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5494)

امام شافعی کے نزدیک مینڈک کے سوا سمندر کے تمام جانوروں کا شکار حلال ہے۔
اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سمندر میں جتنے جانور ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کر دیا۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ترجمہ: تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا۔ (المائدہ: 96)

سمندر کے تمام جانوروں کے حلال ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔

عطاء اور عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ

ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لئے سمندر میں ہر چیز کو ذبح کر دیا ہے رہا مینڈک تو امام نسائی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے سو یہ حدیث مبارکہ مینڈک کی تحریم پر دلالت کرتی ہے اور رہا مگر مچھ تو آپ سے ایسی حدیث منقول ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کو نہ کھایا جائے۔

اور امام اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ

جس شخص کو مگر مچھ کھانے کی خواہش ہو وہ اس کو کھا سکتا ہے۔

اور ابن حامد نے یہ کہا ہے کہ

مگر مچھ اور شارک مچھلی کو نہیں کھایا جائے گا کیونکہ وہ انسانوں کو کھا جاتے ہیں۔

اور ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ

سمندری درندوں کو کھانا مکروہ تحریمی ہے جس طرح خشکی کے درندوں کو کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہر کچلیوں سے پھاڑنے والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اور ابو علی النجار نے کہا ہے کہ

جس جانور کی نظیر خشکی میں حرام ہے اس کی نظیر سمندر میں بھی حرام ہے جیسے سمندری کتا، سمندری خنزیر اور سمندری انسان۔

اور امام ابو حنیفہ نے کہا: مچھلی کے سوا کوئی سمندری جانور حلال نہیں ہے۔

اور امام مالک نے کہا کہ

سمندر کا ہر جانور حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے۔

تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا۔

ہم اس آیت کے عموم اور حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

عبداللہ نے کہا: میں نے اپنے والد سے سمندری کتے کے متعلق پوچھا:

تو انہوں نے عمرو بن دینار اور ابی الزبیر سے روایت کیا کہ

ایک شخص نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سمندر کی ہر چیز ذبح کی ہوئی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا عطا سے ذکر کیا۔

تو انہوں نے کہا: پرندے تو ہم ان کو ذبح کرتے ہیں۔

ابو عبداللہ نے کہا: ہم سمندری کتے کو ذبح کریں گے۔ (المغنی: ج: ۹، ص: ۲۳۸، ۲۳۹)

امام علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کا سانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: حیوان کی اصل میں دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے کہ

جو سمندر میں زندہ رہتی ہے۔

اور ایک وہ قسم ہے کہ

جو خشکی میں زندہ رہتی ہے۔

رہے وہ جانور جو سمندر میں زندہ رہتے ہیں تو مچھلی کے سوا سمندر کے تمام جانوروں کا کھانا حرام ہے۔ مچھلی کا کھانا حلال

ہے البتہ جو مچھلی طبعی موت مر کر سطح آب پر ابھر آئے اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے۔

اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ

مچھلی کے علاوہ مینڈک، کیکڑے، سمندری سانپ، سمندری کتے اور سمندری خنزیر وغیرہ کو بھی کھانا جائز ہے لیکن ذبح کر

کے اور لیٹ بن سعد کا بھی یہی قول ہے۔

لیکن انہوں نے کہا کہ

سمندری انسان اور سمندری خنزیر کا کھانا جائز نہیں ہے۔

اور امام شافعی نے کہا: یہ تمام جانور بغیر ذبح کے حلال ہیں ان کو پکڑنا ہی ان کو ذبح کرنا ہے اور جو مچھلی مر کر سطح آب پر آ

جائے وہ بھی حلال ہے۔ آئمہ ثلاثہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ

تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے۔ (المائدہ: ۹۶)

اور شکار کا اطلاق مچھلی کے علاوہ سمندر کے دوسرے جانوروں پر بھی ہوتا ہے۔

اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ

سمندر کے تمام جانور حلال ہوں اور جب نبی کریم ﷺ سے سمندر کے متعلق پوچھا گیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: ۶۹)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے مطلقاً سمندر کے مردار کو حلال فرمایا ہے خواہ وہ مچھلی ہو یا کوئی اور جانور ہو۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ترجمہ:- تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا گیا ہے۔ اس آیت میں مطلقاً مردہ جانور کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے خواہ خشکی کا مردہ جانور ہو یا سمندر کا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ترجمہ:- وہ (نبی) ان پر خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔ (الاعراف: 157) اور مینڈک، کیڑا، سانپ وغیرہ خبیث جانور ہیں۔

اور روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ مینڈک کی چربی کو دوا میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ خبائث میں سے ایک جانور ہے۔

اور انہوں نے جو اس آیت سے استدلال کیا ہے۔
أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ (المائدہ: 96)

اس آیت میں صید سے مراد مصید ہے یعنی شکار کیا ہوا اور یہ اطلاق مجازی ہے اور شکار اس کو کہتے ہیں جو جانور گھبرا کر بھاگ رہا ہو اور بغیر حیلہ کے اس کو پکڑا نہ جاسکتا ہو۔ یا تو وہ اڑ جائے یا بھاگ جائے اور یہ حالت شکار کے وقت ہوتی ہے پکڑنے کے بعد نہیں ہوتی کیونکہ اس کے بعد تو وہ گوشت ہو جاتا ہے۔ اور حقیقتاً شکار نہیں رہتا۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس کا عطف اس آیت پر ہے۔

ترجمہ:- اور تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے جب تک محرم ہو۔ (المائدہ: 96)

اور اس سے مراد محرم کا شکار کرنا ہے نہ کہ اس کا کھانا کیونکہ محرم اگر خود شکار نہ کرے اور نہ شکار کا حکم دے تو اس کے لیے غیر محرم کا کیا ہوا شکار کھانا جائز ہے۔

اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ

اس آیت میں کھانے کی اباحت نہیں ہے بلکہ یہ آیت کریمہ اس لیے ذکر کی گئی ہے تاکہ محرم کو بتایا جائے کہ خشکی کے شکار اور سمندر کے شکار میں فرق ہے۔

اول الذکر محرم کے لئے ہے۔

ثانی الذکر جائز ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا ہے: ”اور سمندر کا مردار حلال ہے۔“

اس سے مراد آپ ﷺ کی خصوصیت کے ساتھ مچھلی ہے۔

کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔

دو مردار

مچھلی اور ٹڈی

دو خون

جگر اور تلی ہیں۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے مردار کی تفسیر مچھلی اور ٹڈی سے کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ سمندری مردار سے آپ ﷺ کی مراد مچھلی ہے۔

رہا دوسرا مسئلہ کہ مچھلی طبعی موت سے مر کر پانی پر ابھر آئے تو وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہے۔ انہوں نے اس پر

”و طعامہ“ سے استدلال کیا ہے یعنی تمہارے لیے سمندر کا شکار کیا ہوا جانور بھی حلال ہے اور جس کا شکار نہ کیا گیا ہو وہ بھی

حلال ہے اور جو مچھلی طبعی موت سے مر کر پانی کے اوپر آجائے وہ شکار نہیں کی گئی اور وہ ”طعامہ“ میں داخل ہے۔

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندری مردار حلال ہے اور اس میں آپ ﷺ نے اس مچھلی کا استثناء نہیں کیا جو مر کر سطح آب پر آجائے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

سمندری مردار حلال ہے اس سے آپ ﷺ کی مراد اس مچھلی کا غیر ہے جو طبعی موت سے مر کر سطح آب پر آجائے۔

(بدائع الصنائع: ج: 6، ص: 173، 178)

☆ عن سعید بن سلمة.....

اس راوی کے نام میں اختلاف ہے بعض نے اس کا عکس یعنی سلمہ بن سعید کہا ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ

ان کا نام عبد اللہ بن سعید ہے۔

☆ ان المغيرة بن ابی بردہ

اس کے نام میں بھی اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: مغیرہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ

بعض نے کہا: عبد اللہ بن مغیرہ بن ابی بردہ

قوله سال رجل.....

اس رجل سال کے نام میں بھی اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: عبد اللہ

عبد

حمید بن صخر

اور سمعانی ہے۔

امام لغت والحدیث نے لکھا ہے کہ

ان کا نام العرکی ہے۔

لیکن اس میں اشکال ہے وہ یہ کہ عرکی تو ملایح کو کہتے ہیں یہ نام کس طرح ہو گیا یہ تو لقب اور وصف ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ نبیز سے وضو کے متعلق

اس باب میں نبیز سے وضو کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

II - حَدَّثَنَا هَنَادٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي لَزَاوَةَ عَنْ أَبِي زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةُ الْجِنِّ مَا فِي إِذَاوَتِكَ قَالَ نَبِيذٌ قَالَ تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَنْ أَبِي زَيْدٍ أَوْ زَيْدٍ كَذَا قَالَ شَرِيكٌ وَلَمْ يَذْكُرْ هَنَادٌ لَيْلَةَ الْجِنِّ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جنات والی رات ارشاد فرمایا: تمہاری چھاگل میں کیا چیز ہے؟ عرض کیا: نبیز ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کھجور طیب ہے اور پانی مطہر ہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: سلیمان بن داؤد نے ابوزید یا زید سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ شریک نے کہا: ہناد نے جنات والی رات کا تذکرہ نہیں فرمایا۔

(مجم الکبیر: ج ۱: ص ۶۵، سنن ابن ماجہ: ج ۱: ص ۳۶۴، سنن دارقطنی: ج ۱: ص ۲۸۵)

78 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجَنِّ فَقَالَ مَا كَانَ مَعَهُ مِنَّا أَحَدٌ

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں جنات والی رات کو حاضر تھا۔ ارشاد فرمایا: ہم میں سے کوئی حاضر نہیں تھا۔

(مسند احمد بن حنبل: جز: 1، ص: 436)

79 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَرِهَ الْوُضُوءَ بِاللَّيْلِ وَالنَّيِّدِ وَقَالَ إِنَّ التَّيَمُّمَ أَعْجَبُ إِلَيَّ مِنْهُ

ابن جریج نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دودھ اور نبیذ سے وضو کرنے کو ناپسند فرمایا تھا۔ اور ارشاد فرمایا: میں تیمم کرنا اس سے اچھا سمجھتا ہوں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 9)

80 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنْ رَجُلٍ أَصَابَتْهُ جَنَابَةٌ وَلَيْسَ عِنْدَهُ مَاءٌ وَعِنْدَهُ لَبِيدٌ أَيَغْتَسِلُ بِهِ قَالَ لَا

ابوخلدہ نے ابو العالیہ سے اس شخص کے بارے میں استفسار کیا جو جنبی ہو اور اس کے پاس پانی بھی نہ ہو صرف نبیذ ہو تو وہ اس سے غسل کرے؟ ارشاد فرمایا: نہیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 9)

81 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ أَنَّهُ خَرَجَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا وَمَعَهُ النَّاسُ وَهُوَ يَوْمُهُمْ فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ أَقَامَ الصَّلَاةَ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ قَالَ لِيَتَقَدَّمُ أَحَدُكُمْ وَذَهَبَ إِلَى الْخَلَاءِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَذْهَبَ الْخَلَاءَ وَقَامَتِ الصَّلَاةُ فَلْيَبْدَأْ بِالْخَلَاءِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى وَهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ وَأَبُو ضَمْرَةَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَجُلٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ وَالْأَكْثَرُ الْدِّينَ رَوَاهُ عَنْ هِشَامٍ قَالُوا كَمَا قَالَ زُهَيْرٌ

حضرت عبداللہ بن ارقم سے روایت ہے کہ وہ (میں) حج یا عمرہ کے لئے خروج فرمایا اور ان کی معیت میں کافی لوگ بھی تھے اور وہ ان کے امام تھے۔ ایک دن صبح کی نماز ادا کرتے وقت انہوں نے فرمایا کہ اپنے اندر سے کسی کو کھڑا

کرو اور آپ خود رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے پس بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو بیت الخلاء میں جانے کی حاجت ہو اور نماز کھڑی ہو جائے تو اولاً بیت الخلاء جائے۔

امام ابو داؤد نے فرمایا: وہیب بن خالد اور شعیب بن اسحاق اور ابو ضمیرہ نے اس حدیث کو ہشام بن عمرہ، ان کے والد محترم دوسرے شخص نے جس نے حضرت عبداللہ بن ارقم سے روایت کیا ہے اور اکثر نے یہ ہشام سے روایت کیا ہے اور اسی طرح کہا جس طرح زہیر نے کہا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 3، ص: 72، مستدرک: ج: 1، ص: 243)

82 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُسَدَّدُ بْنُ عِيسَى الْمَعْنِي قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي حَزْرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ابْنُ عِيسَى فِي حَدِيثِهِ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ اتَّفَقُوا أَخُو الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ فَجِئَ بِطَعَامِهَا فَقَامَ الْقَاسِمُ يُصَلِّي فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يُصَلِّي بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ

احمد بن محمد بن حنبل اور مسدد اور محمد بن عیسیٰ نے بطور معنا انہوں نے یحییٰ بن سعید، ابی حرزہ، عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ نے اپنی حدیث میں ابن ابوبکر فرمایا پھر تمام نے قاسم بن محمد کے بھائی پر اتفاق کیا۔ فرمایا: ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر تھے کہ آپ رضی اللہ عنہا کو کھانا پیش کیا گیا اور قاسم بن محمد کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنے لگ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کھانا آجائے تو نماز نہ ادا کی جائے اور نہ اس دوران ادا کی جائے جب بول و براز کی ضرورت پیش ہو۔

(المستدرک: ج: 1، ص: 274)

83 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا ابْنُ عِيَّاشٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ أَبِي حَتَّى الْمُؤَدِّي عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَفْعَلَهُنَّ لَا يَوْمٌ رَجُلٌ قَوْمًا فَيُخْصُ نَفْسَهُ بِالِدُعَاءِ دُونَهُمْ فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَالَاهُمْ وَلَا يَنْظُرُ فِي قَعْرِ بَيْتٍ قَبْلَ أَنْ يَسْتَأْذِنَ فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ دَخَلَ وَلَا يُصَلِّي وَهُوَ حَقِيقٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ثَوْرٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ أَبِي حَتَّى الْمُؤَدِّي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُصَلِّيَ وَهُوَ حَقِيقٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ ثُمَّ

سَاقِ نَحْوَهُ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ قَالَ وَلَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُؤْمَ قَوْمًا إِلَّا بِإِذْنِهِمْ وَلَا يَخْتَصُّ نَفْسَهُ بِدَعْوَةٍ دُونَهُمْ فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا مِنْ سُنَنِ أَهْلِ الشَّامِ لَمْ يُشْرِكْهُمْ فِيهَا أَحَدٌ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں کرنا کسی کے لئے حلال نہیں۔ وہ آدمی لوگوں کا امام نہ بنے جو لوگوں کو ترک کر کے فقط اپنے واسطے دعا کرے پس اگر اس نے اس طرح کیا تو ان کی خیانت کی۔ اور اجازت سے قبل کسی دوسرے کے گھر میں نظر نہ کرے پس اگر اس نے اس طرح کیا تو تحقیق داخل ہو گیا اور بول و براز کی ضرورت کے دوران نماز ادا نہ کرے حتیٰ کہ خود کو خفیف کر لے یعنی (بول و براز کر آئے) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والے کے لئے حلال نہیں کہ بول و براز کی حاجت کے دوران نماز ادا کرے حتیٰ کہ خود کو ہلکا کر لے (یعنی بول و براز کر لے) پھر اسی مثل کے لفظ کی زیادتی کے ساتھ فرمایا: اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والے کے لئے حلال نہیں کہ لوگوں کا امام بنے لیکن ان سے اجازت لے کر اور ان کو ترک کر کے اپنی ذات کے لئے دعا نہ کرے۔ پس اگر اس نے اس طرح کیا تو ان کی خیانت کی۔

امام ابو داؤد نے فرمایا: یہ اہل شام کی حدیث ہے اور اس کے اندر کوئی شریک نہیں۔

(سنن ترمذی: ج: 2، ص: 125، شرح السنۃ للبغوی: ج: 1، ص: 415، شعب الایمان: ج: 2، ص: 518، مسند البراز: ج: 3، ص: 122)

تشریح:

نبیذ کے متعلق چند باتیں ہیں۔

1- نبیذ کی تعریف 2- اس کی اقسام 3- ان اقسام کے احکام

4- نبیذ مختلف کی تعیین 5- حدیث الوضو بالنبیذ کا ثبوت۔

اس بحث میں نبیذ کی تعریف اور نبیذ کے ساتھ وضو کرنے کا حکم بیان کیا جائے گا۔

نبیذ کی تعریف

نبیذ بند سے ہے جس کے معنی ڈالنے کے ہیں فعلیل کا صیغہ ہے مفعول کے معنی میں منبوذ ہے۔

علامہ ابن عابد بن شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: نبیذ چھواروں، کشمش، شہد اور گرم وغیرہ سے بنایا جاتا ہے اس حال میں کہ ان کو پانی میں ڈال کر آگ پر معمولی جوش دے لیا جائے۔ جوش دینے کی قید اس لیے لگائی ہے کہ جس کو آگ پر پکایا نہ جائے وہ اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حرام ہے یعنی کشمش یا چھواروں کو پانی میں ڈال دیا جائے اور وہ گاڑھا ہو کر جھاگ چھوڑ دے، چھواروں کی نبیذ کی حرمت اور حلت دونوں کے متعلق احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں اور جب حرمت کی احادیث مبارکہ کو

کچے نبیذ پر اور حلت کی احادیث مبارکہ کو پکائے ہوئے نبیذ پر محمول کیا جائے تو ان میں تطبیق ہو جاتی ہے اور تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ (رد المحتار: ج: 5، ص: 400)

نبیذ کی تین اقسام ہیں: پہلی یہ کہ

کھجوریں تھوڑی دیر کے لئے پانی میں بھگو دی جائیں اور پھر نکال لی جائیں کہ ابھی تک مٹھاس کا اثر بھی پانی میں نہ آیا ہو۔ دوسری قسم یہ ہے کہ

اتنی دیر پانی میں رکھی جائیں کہ اس پانی میں تغیر آجائے جدت اور تیزی جھاگ اور نشہ پیدا ہو جائے۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ

اتنی دیر بھگوئی جائیں کہ پانی میں صرف مٹھاس پیدا ہو اور کسی قسم کا تغیر، تیزی یا جھاگ پیدا نہ ہو۔

پہلی قسم سے وضو بالاتفاق جائز ہے اس لیے کہ فی الواقع عرفاً وہ نبیذ ہی نہیں ہے صرف لغت نبیذ ہے اور دوسری قسم جس میں سکر پیدا ہو جائے اس سے وضو بالاتفاق جائز نہیں ہے اور تیسری قسم جو درمیانی ہوتی ہے اس میں اختلاف ہو رہا ہے۔ آئمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے وضو جائز نہیں ہے۔

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ

اس سے وضو جائز ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مسلک یہ ہے کہ

ایسی نبیذ سے بھی کیا جائے اور تیمم بھی کیا جائے۔

تھر کے علاوہ دوسری چیزوں سے جو نبیذ بنائی جائے اس سے وضو بالاتفاق جائز نہیں ہے۔

نبیذ کی حدیث مبارکہ کی شرح کے متعلق مراۃ المناجیح میں ہے۔

(فرمایا کھجور پاک ہے اور "پاک کرنے والا" کی شرح میں ہے)

یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سے وضو فرمایا جس طرح کہ مصابیح کی روایت میں ہے یہ حدیث مبارکہ امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل ہے کہ کھجور کے شربت سے وضو جائز ہے بشرطیکہ گاڑھانہ پڑا ہو بلکہ پتلا ہو۔

(درمیان میں کچھ تشریح فرما کر تحریر فرمایا)

خیال رہے کہ

کھجور کے نبیذ سے وضو جائز ہونا خلاف قیاس ہے کیونکہ نبیذ مطلق پانی نہیں اور وضو صرف مطلق پانی سے ہی ہو سکتا ہے مگر چونکہ حدیث پاک میں وارد ہو گیا لہذا اسواء کھجور کی نبیذ کے اور کسی نبیذ سے وضو جائز نہیں ہے جیسے کشمش وغیرہ کا نبیذ۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ امام اعظم حدیث کے مقابل قیاس پر عمل کرتے ہیں نعوذ باللہ۔

یہ بھی خیال رہے کہ

کھجور کے نبیز سے وضو جب ہی درست ہے جبکہ گاڑھانہ ہو پانی کے اجزاء غالب ہوں اگر کھجور کے اجزاء غالب ہو گئے ہوں اور پانی گاڑھا پڑ گیا ہو تو وضو جائز نہیں تیمم کیا جائے اگر اس غلبہ میں شک ہو تو وضو بھی کر لے اور تیمم بھی لہذا امام صاحب سے جو مروی ہے کہ آپ نے کبھی تو نبیز سے وضو کا حکم دیا کبھی وضو سے منع فرمایا تیمم کا حکم دیا اور کبھی دونوں کا یہ مختلف حالات ہیں۔ (مراۃ المناجیح: ج: 1، ص: 300)

اس حدیث مبارکہ سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ اگر نبیز گاڑھی نہ ہو تو وضو کر سکتے ہیں اور وہ بھی صرف کھجور کی نبیز سے۔

سوال

یہ تو مسئلہ ثابت ہو چکا کہ کھجور کی نبیز اگر گاڑھی نہ ہو تو اس سے وضو کر سکتے ہیں مگر دو چیزوں کو ملا کر نبیز بنانے اور پینے کا کیا حکم ہے؟

جواب

دو چیزوں کو ملا کر بنانے اور پینے کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ مگر احناف کا مسلک اس طرح ہے۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ پر احادیث صحیحہ کے ترک کرنے کا الزام غلط کیونکہ امام ابوحنیفہ نے جو دو چیزوں کو ملا کر نبیز بنانے کو جائز کہا ہے تو یہ محض اپنی رائے سے نہیں کہا بلکہ امام ابوحنیفہ نے احادیث مبارکہ کی بناء پر اس کو جائز کہا ہے۔

وہ احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں: امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے لئے کشمش اور چھواروں کو پانی میں ڈال کر نبیز تیار کیا جاتا تھا۔

امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت صفیہ بنت عطیہ قبیلہ عبد القیس کی عورتوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے چھواروں اور کشمش کے متعلق سوال کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں ایک مٹھی میں چھوارے لیتی اور ایک مٹھی میں کشمش لیتی اور ان کو پانی میں ڈال کر نبیز بناتی پھر نبی کریم ﷺ کو پلاتی۔

امام محمد بن حسن اپنی سند کے ساتھ کتاب الآثار میں روایت کرتے ہیں کہ

ایک دن ابن زیاد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس روزہ افطار کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو ایک مشروب

پلایا۔

دوسرے روز ابن زیاد نے کہا: آپ نے مجھے کیا پلایا تھا لگتا تھا کہ مجھے اپنے گھر کا رستہ بھی نہیں ملے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم نے تم کو صرف عجوہ اور کشمش کا نبیذ پلایا تھا۔

شیخ ابن حزم نے ان احادیث کی اسانید پر جرح کی ہے لیکن تعداد اسانید کی وجہ سے یہ احادیث مبارکہ ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے اس کی حکمت میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

جب شروع میں تنگی تھی اس وقت آپ نے دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

جب ایک چیز سے نبیذ بن سکتا ہے تو دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا اسراف ہے اور آپ کا منع فرمانا اسراف کی جہت سے ہے۔

(عمدة القاری: ج: 21، ص: 104)

علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی بھصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں: حضرت ابو بردہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: برتنوں میں پیو اور نشہ نہ کرو۔

آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ برتنوں میں پیو ان مشروبات کے پینے کی طرف راجع ہے جن کا پینا پہلے ممنوع تھا آپ ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں ان کے پینے کو مباح کر دیا اور یہ معلوم اور مقرر تھا کہ اس سے آپ ﷺ کی مراد ان مشروبات کا پینا تھا جن کی کثیر مقدار نشہ آور ہوتی ہے کیونکہ یہ کہنا تو صحیح نہیں ہے کہ پانی پیو اور نشہ نہ کرو کیونکہ پانی کسی حال میں نشہ آور نہیں ہے سو اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار پینا جائز ہے بہ کثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نبیذ شدید کو پینا ثابت ہے۔

بعض آثار یہ ہیں: علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ

ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ہم کو نبیذ شدید پلایا۔

نعیم بن حماد سے روایت ہے کہ

ہم یحییٰ بن سعید قطان کے پاس کوفہ میں بیٹھے ہوئے تھے وہ ہمیں نبیذ کی تحریم کے متعلق حدیث بیان کر رہے تھے اتنے میں

ابو بکر بن عیاش آ گئے۔

انہوں نے یہ سن کر کہا: اے لڑکے خاموش ہو۔

اور کہا: اعمش از ابراہیم نے علقمہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود نے ہم کو سخت تیز نبیذ پلایا جس کا آخر نشہ آور تھا۔

علقمہ سے روایت ہے کہ

ایک اعرابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشروب سے کچھ پی لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کوڑے لگائے۔
اعرابی نے کہا: میں نے تو آپ کے مشروب سے پیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مشروب کو منگایا اور پانی ملا کر اس کی تیزی کو توڑا پھر اس سے پیا۔

اور ارشاد فرمایا: جس شخص کو اپنے مشروب کی تیزی سے (نشہ دینے) کا خدشہ ہو وہ اس میں پانی ملا لے۔
ابراہیم نخعی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

اور اس روایت میں ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی کو مارنے کے بعد اس مشروب کو پیا۔

عطاء بن ابی میمونہ سے روایت ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ام سلیم اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کشمش اور چھواروں کو ملا کر ان کا نبیذ پیتے تھے۔
ان سے کہا گیا کہ

اے ابو طلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ میں تنگی کی بناء پر اس سے منع فرمایا تھا۔

مزید راقم ہیں: اس سلسلہ میں بکثرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات ہیں جن کو ہم نے کتاب الاشریہ میں بیان کیا ہے اور یہاں دوبارہ اس کی تطویل سے ہم نے اجتناب کیا ہے۔ ہمارے فقہاء احناف نے جن مشروبات کو حلال قرار دیا ہے ہمارے علم میں صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ان کو حرام نہیں کہا۔ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین رضی اللہ عنہم سے صرف نسیج الزبیب (کچے پانی میں کشمش کو ڈال دیا جائے وہ پانی سڑ کر جھاگ چھوڑ دے اور اس کی مٹھاس چلی جائے) کو حرام کہا ہے اور انگور کے پکے ہوئے اس شیرہ کو حرام کہا ہے جو پکنے کے بعد دو ثلث سے کم اڑ جائے اور نشہ آور ہو۔ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے بعد ایک قوم نے نبیذ کے معاملہ میں تشدید کی اور اس کو حرام قرار دیا حالانکہ اگر نبیذ حرام ہوتا تو اس کی حرمت تو اتر سے منقول ہوتی جیسا کہ خمر کی تحریم منقول ہے کیونکہ اس کے پینے میں عام لوگ مبتلا تھے کیونکہ عام لوگوں کا مشروب کچی کھجوروں اور چھواروں کا مشروب تھا اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو لوگ نبیذ کو حرام کہتے ہیں ان کا قول باطل ہے۔

(احکام القرآن: ج: 2، ص: 464 تا 465)

علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: نبیذ چھواروں، کشمش، شہد اور گندم وغیرہ سے بنایا جاتا ہے بایں طور کہ ان کو پانی میں ڈال کر آگ پر معمولی جوش دے لیا جائے جوش دینے کی قید اس لیے لگائی ہے کہ جس کو آگ پر پکایا نہ جائے وہ اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حرام ہے یعنی کشمش یا چھواروں کو پانی میں ڈال دیا جائے اور وہ گاڑھا ہو کر جھاگ چھوڑ دے۔ چھواروں کی نبیذ کی حرمت اور حلت دونوں کے متعلق احادیث مبارکہ آئی ہیں اور جب حرمت کی احادیث کو کچے نبیذ پر اور

حلت کی احادیث کو پکائے ہوئے نبیذ پر محمول کیا جائے تو ان میں تطبیق ہو جاتی ہے اور تعارض اٹھ جاتا ہے۔

(رد المحتار: ج: 5، ص: 400)

جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر امام ابو یوسف اور علامہ سرخسی کے دلائل ملاحظہ ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خمر کو بے عینہ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ

محرم کسی مشروب کا وہ آخری گھونٹ ہے جس سے نشہ پیدا ہو اور خمر بے عینہ حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور مثلث (انگور کے شیر کو آگ پر پکایا جائے حتیٰ کہ دو مثلث اڑ جائے اور ایک مثلث باقی رہ جائے۔ اس کی کثیر مقدار نشہ آور ہوتی ہے) اور کشمش اور چھواروں کے پکے ہوئے پانی یعنی نبیذ میں قلیل اور کثیر کا فرق ہے اس کی قلیل مقدار حلال ہے اور جس گھونٹ کے بعد نشہ پیدا ہو وہ حرام ہے اور وہ کثیر مقدار کا آخری گھونٹ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو پیالہ نشہ آور ہو صرف وہ حرام ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کی مثال کپڑے میں خون کی طرح ہے اگر کپڑے میں قلیل خون ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے اور اس کی مثال نفقہ کی طرح ہے اگر انسان اپنی کمائی سے اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے تو جائز ہے اور اگر خرچ میں اسراف کر لے تو یہ ناجائز ہے اسی طرح نبیذ ہے اگر اس کو کھانے کے بعد پیا تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس کو بہ قدر نشہ پیا تو ناجائز ہے کیونکہ یہ اسراف ہے اس لیے نبیذ پیتے ہوئے جب نشہ ہونے لگے تو اس کو چھوڑ دے۔

دیکھئے: مثلاً دودھ حلال ہے لیکن اگر کسی کو زیادہ دودھ پینے سے نشہ ہونے لگے تو وہ زیادتی ناجائز ہوگی۔

نیز غور کیجئے کہ

بھنگ سے علاج کرنا جائز ہے لیکن اگر بھنگ سے کسی شخص کی عقل مآؤف ہونے لگے تو وہ زیادتی ناجائز ہوگی اور اس تمام تفصیل سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حرمت کا مدار نشہ لانے والے جز پر ہے البتہ خمر مطلقاً حرام ہے نیز خمر کو تھوڑی مقدار میں پینا زیادہ پینے کا محرک ہوتا ہے اس لیے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے اس کے برخلاف مثلث کی قلیل مقدار کثیر کی محرک نہیں ہوتی بلکہ اس کی قلیل مقدار کھانے کو مضم کرتی ہے اور عبادت کرنے کی قوت دیتی ہے اور اس کی کثیر مقدار سر میں درد کر دیتی ہے کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ جو لوگ نشہ آور مشروبات کو پیتے ہیں وہ مثلث ہیں بالکل رغبت نہیں کرتے۔ (المسند: ج: 24، ص: 8، 9) کہار صحابہ کرام اور فقہاء تابعین سے نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار کے جواز ہونے کے متعلق اس طرح ہے۔

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابن ابی شیبہ نے عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم یہ تیز نبیذ اس لیے پیتے ہیں کہ ہمارے پیٹ میں جو اونٹ کا گوشت ہے وہ گل جائے اور ہم کو ایذا نہ دے جس شخص کو اپنے نبیذ کے بارے میں شک ہو وہ اس میں پانی ملا لے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ

داؤد بن ابی ہند نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کس مشروب کی اجازت دی تھی؟

انہوں نے کہا: طلاء کی یعنی انگور کے شیرہ کو پکایا جائے جس کا دو ٹکٹا اڑ جائے اور ایک ٹکٹا باقی رہ جائے۔

علی بن مسیر اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہم طلاء پیتے تھے۔

انس بن سیرین روایت کرتے ہیں کہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں کوئی بیماری تھی۔

انہوں نے مجھے حکم دیا کہ

میں ان کے لئے طلاء تیار کروں اور وہ کھانے کے بعد طلاء پیتے تھے۔

شرح بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

وہ شام میں طلاء پیتے تھے۔

صاحب الاستدکار نے کہا ہے کہ

ہمارے علم میں طلاء پینے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے سوان آثار سے معلوم ہوا کہ جس حدیث میں یہ ہے کہ جس

کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں قلیل سے وہ قلیل مراد ہے جو نشہ آور ہوتا کہ ان آثار

میں تضاد نہ ہو۔

پس آپ نے ملاحظہ کیا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

مثلاً حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اور دیگر اہل بدر سب نبیذ پینے کو جائز کہتے تھے اسی طرح بعد کے کبار تابعین بھی نبیذ کو

جائز کہتے تھے مثلاً شعی اور ان کی مثل، ابراہیم نخعی اور ان کی مثل، علقمہ، اسود، ابن ابی لیلیٰ، عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود اور سفیان

ثوری یہ اپنے زہد و تقویٰ کے باوجود تیز نبیذ پیتے تھے حتیٰ کہ ان کے رخسار سرخ ہو جاتے تھے اور کعب رمضان کی راتوں میں

عبادت پر طاقت حاصل کرنے کے لئے نبیذ پیتے تھے۔

مزید راقم ہیں: بعض جاہل لوگ تیز نبیذ کو خمر کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں

نے خمر کو حلال کر دیا درحقیقت یہ اعتراض امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب پر نہیں ہے بلکہ یہ اعتراض کبار صحابہ کرام اور فقہاء

تابعین رضی اللہ عنہم پر ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس مسئلہ میں کسی قول کو ایجاد نہیں کیا۔

بلکہ انہوں نے وہی کہا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام اور زہاد تابعین نے کہا ہے۔

حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس

اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

اور علقمہ، اسود اور ابراہیم نخعی کے متعلق کیا کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ یہ فقہاء اور زہاد خمر پینے والے تھے اور نشہ کرنے والے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ

امام زاہد نجم الدین عمر نسفی نے یہ کہا ہے کہ

چھواروں اور کشمش کے نبیز کی حلت کا اعتقاد رکھنا واجب ہے تاکہ صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کو فاسق قرار دینا لازم نہ آئے۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اہلسنت وجماعت کی علامت یہ ہے کہ چھواروں کے نبیز کو حرام نہ کہا جائے۔

(ہناہ: ج: 4، ص: 344، 345)

اور حضرت عمر، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے نشہ آور شراب کی قلیل مقدار پینے کا جواز اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک اعرابی لایا گیا جو نشہ میں تھا اس کے پاس مثلث کا ایک مشکیزہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے چھٹکارے کی کسی سبیل کا ارادہ کیا مگر وہ شخص بالکل مدہوش تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو قید کرنے کا حکم دیا۔ جب اس کے ہوش و حواس درست ہو گئے تو آپ نے اس کے مشکیزے کو منگایا اس میں نبیز تھا اس کو چکھا۔

اور فرمایا: اوہ! اس نے یہ کام کیا۔ پھر اس نبیز کو ایک برتن میں ڈالا اور اس میں پانی ملا کر خود پیا اور اپنے اصحاب کو پلایا۔

اور فرمایا: جب تم کو کسی نبیز کے بارے میں شک ہو تو اس میں پانی ملا کر اس کی تیزی کو توڑ لو۔

اس امر میں یہ دلیل ہے کہ

پکے ہوئے نبیز کو پینے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ وہ تیز ہو کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو خود پیا اور اصحاب کو پلایا۔

نیز روایت ہے کہ

اس اعرابی نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے نبیز پینے پر حد لگائی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تم کو صرف نشہ کی بناء پر حد لگائی ہے۔

حضرت حماد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس گیا وہ صبح کے وقت ناشتہ کر رہے تھے انہوں نے نبیذ منگا کر پیا اور مجھے پلایا۔ جب انہوں نے میرے چہرے پر کراہت کے آثار دیکھے۔

تو فرمایا: مجھے علقمہ نے یہ حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے اور ان کے پاس ناشتہ کرتے اور ان کے پاس گھڑے میں رکھا ہوا نبیذ پیتے تھے۔

اور روایت ہے کہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نبیذ کی عادت تھی حتیٰ کہ

ابو عبیدہ نے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے وہ سبز گھڑا دکھایا جس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے لئے نبیذ بنایا جاتا تھا اسی طرح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تیز نبیذ پیتے تھے اور نبیذ پینے کے عادی تھے۔

حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ

مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبیذ پلایا اور جب انہوں نے مجھ میں تغیر کے آثار دیکھے تو انہوں نے میری رہنمائی کے لئے میرے ساتھ قنبر کو بھیجا۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک قوم حلال مشروب پر جمع ہوتی ہے اور اس کو اس حد تک پیتی ہے کہ وہ ان پر حرام ہو جاتا ہے یعنی جب وہ نشہ کی حد تک پیتی ہے کہ وہ ان پر حرام ہو جاتا ہے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ مثلث پیتے تھے اور لوگوں کو مثلث بنانے کا حکم دیتے تھے اور لوگوں کو تیز مثلث پلاتے تھے اور چونکہ مثلث پینے کی اباحت میں بہ کثرت آثار مروی ہیں اسی لیے امام ابو حنیفہ نے مذہب اہل سنت کی خصوصیت میں سے یہ شمار کیا ہے کہ گھڑے میں بنائے ہوئے نبیذ کو حرام نہ کہا جائے۔

اور بعض سلف سے مروی ہے کہ

اگر آسمان سے گر کر میرے دو ٹکڑے ہو جائیں تو میرے نزدیک یہ نبیذ کو حرام کہنے سے بہتر ہے کیونکہ نبیذ کو حرام کہنے سے ان آثار مشہور کو رد کرنا لازم آتا ہے اور بڑے بڑے اولوالعزم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کو برا کہنا لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے اور نبیذ کو حلال کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر شخص اس کو پے نبیذ پینے کی رخصت تحریم کے بعد دی گئی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

نبیذ کی تحریم کے وقت میں بھی اسی طرح موجود تھا جس طرح تم موجود تھے پھر میں اس کو حلال قرار دیے جانے کے وقت بھی حاضر تھا اور میں نے اس کی تحلیل کو یاد رکھا اور تم بھول گئے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے ارشاد سے واضح ہو گیا کہ

نبیذ کی حرمت کے متعلق جس قدر آثار مروی ہیں وہ سب اس کی رخصت کے حکم کے بعد منسوخ ہو گئے۔

(المسود ط: ج: ۲۴، ص: ۱۱، ۱۲)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

لوگوں کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے۔ صرف وہ گھونٹ حرام ہے جس سے

نشہ ہو۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک میں گئے وہاں آپ ﷺ کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو کشتی پر رال لگا رہے تھے۔

آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟

عرض کیا گیا: یہ اپنی شراب پینے سے بیمار ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کو گدو کے بنے ہوئے برتن، سبز گھڑوں اور

تارکول لگے ہوئے برتنوں کے استعمال سے منع کر دیا۔ جب آپ اس غزوہ سے واپس تشریف لائے تو ان لوگوں نے بدبھمی کی

شکایت کی۔ آپ ﷺ نے ان کو ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی اور نشہ آور سے منع فرمایا۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ

نبیذ پینے کی ممانعت پہلے تھی اور رخصت بعد میں دی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ابتداء میں نشہ آور نبیذ سے مطلقاً منع فرمایا

تھا اور بعد میں اس کی قلیل مقدار پینے کی اجازت دی بہ شرطیکہ اس کو نشہ آور حد تک نہ پیا جائے۔ (المسود ط: ج: ۲۴، ص: ۱۲، ۱۳)

شمس الائمہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں: چھواروں اور کچی کھجوروں کو ملا کر نبیذ بنانے یا ان میں سے کسی ایک کا نبیذ

بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے بہ شرطیکہ ان کو پکا لیا جائے کیونکہ کچی کھجور بھی چھواروں کی ایک قسم ہے۔

اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ

چھواروں کا پکا ہوا نبیذ حلال ہے اور اس کی جو مقدار نشہ آور ہو حرام ہے اس طرح چھواروں اور کشمش کو ملا کر نبیذ بنانا یا کچی

کھجوروں اور کشمش کو ملا کر نبیذ بنانا حلال ہے اس نبیذ کو خلیطین کہتے ہیں اور ہم اس کے جواز پر دلائل بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح

شہد، جوار، گندم، جو، کشمش اور چھواروں میں سے ہر ایک کا نبیذ بنانا جائز ہے ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ نبیذ بنانا بھی جائز

ہے اور ان کو ملا کر نبیذ بنانا بھی جائز ہے خواہ کچا ہو یا پکا ہو۔

اور نوادر میں هشام نے امام محمد رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ

گاڑھا ہو جانے کے بعد کچا نبیذ پینا جائز نہیں ہے۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خمر پانچ چیزوں سے بنائی جاتی ہے۔

5- اور جوار

4- جو

3- گندم

2- انگور

1- کھجور

اس حدیث مبارکہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان چیزوں سے حقیقتاً خمر بنی ہے اس سے ان چیزوں کو خمر سے تشبیہ دینا مراد ہے یعنی ان چیزوں کی شراب کا پینا بھی خمر کی طرح حرام ہے۔

اور یہ بات دلیل سے ثابت ہو چکی ہے کہ

چھواروں اور کشمش کا کچا پانی اگر گاڑھا ہو تو اس کا پینا حلال نہیں ہے اسی طرح باقی چیزوں کا کچا پانی بھی اگر گاڑھا ہو تو حرام ہے۔

ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ

شہد، جوار اور جو حلال ہیں خواہ وہ پک کر متغیر ہوں یا غیر متغیر سو اگر ان کو پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ پانی بھی حلال ہونا چاہئے خواہ اس کو پکا کر متغیر کیا جائے یا نہیں کیونکہ طعام کا تغیر اور گاڑھا ہونا حرمت میں موثر نہیں ہے۔

(المسند: ج: 24، ص: 17، 18)

مثلث اور نبیذ شدید کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

علامہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

جابر بن حصین اسدی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکتوب آیا جس میں انہوں نے یہ حکم دیا کہ وہ کھانے کو ہضم کرنے کے لئے مشروب مثلث پیا کریں۔

اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ

میں اس کے پینے کو ترک نہیں کروں گا۔

کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی مثلث پیتے تھے اور لوگوں کو بھی پلاتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خمر کی تحریم کا خود سوال کیا تھا اس لیے ان کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ جس چیز کی تحریم کو نص قرآن شامل ہے اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی پیتے تھے اور لوگوں کو بھی پلاتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ میٹھا مثلث پیتے تھے اور ایسا مثلث نہیں پیتے تھے جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو۔

کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ

پکانے سے شیطان کا حصہ اور جنون ختم ہو جاتا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھانا ہضم کرنے کے لئے مثلث پیتے تھے اور مثلث اس وقت ہاضم ہوتا ہے جبکہ وہ تلخ اور تیز ہونہ کہ بیٹھا ہو۔

اس کی دلیل وہ آثار ہیں جن کو امام محمد نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔

ان میں سے بعض یہ ہیں۔

زیاد نے کہا ہے کہ

مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا مشروب پلایا کہ قریب تھا کہ مجھے اپنے گھر کا راستہ نہ ملتا۔ میں نے صبح ان سے واقعہ کا ذکر کیا۔

انہوں نے کہا: ہم نے تمہیں عجوہ اور کشمش کے نبیذ کے سوا اور کوئی چیز نہیں پلائی۔

دیکھئے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا زہد اور تفقہ معروف اور مسلم ہے۔

ان کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ

وہ ایسی چیز پیتے یا پلاتے ہوں گے جس کے بارے میں تحریم نازل ہو چکی ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے زیاد کو تیز نبیذ پلایا تھا جس کا ان کے ذہن پر ایسا اثر ہوا کہ ان کو گھر کا راستہ ملنا مشکل ہو گیا۔ اس واقعہ کو اس طرح تعبیر کرنا ان کا مبالغہ تھا یہ نشہ نہیں تھا۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ

کشمش اور کھجور کا معمولی جوش دیا ہوا تیز قسم کا نبیذ پینا جائز ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ

کشمش اور کھجور کا مخلوط نبیذ پینا بھی جائز ہے اس کے برخلاف بعض تشدد لوگ یہ کہتے ہیں کہ مخلوط مشروب کو پینا جائز نہیں ہے خواہ وہ بیٹھا کیوں نہ ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مخلوط مشروب پینے سے منع فرمایا ہے۔

ہمارے نزدیک اس کی تاویل یہ ہے کہ

یہ ممانعت تنگی اور قحط کے زمانہ پر محمول ہے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے اغنیاء کے لئے ان دو نعمتوں کے جمع کرنے کو ناپسند فرمایا تھا۔

اور بعض احادیث مبارکہ میں دو نعمتوں کے ملانے کی ممانعت کی تصریح بھی ہے اور خوش حالی کے زمانہ میں مخلوط مشروب پینے کے جواز پر دلیل یہ ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے چھواریں کا نبیذ بنایا آپ ﷺ کو وہ اچھا نہیں لگا تو آپ ﷺ نے مجھے اس میں کشمش

والے کا حکم دیا۔ نیز جب ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ نبیذ بنانا جائز ہے تو ان کو ملا کر نبیذ بنانا بھی جائز ہوگا۔

نیز مزید راقم ہیں: محمد بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رقیق مشروب کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا۔

ایک عیسائی نے کہا: ہم اپنے گرجے میں ایک مشروب تیار کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس میں سے کچھ میرے پاس لاؤ۔

وہ اس کی کچھ مقدار لے کر آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم اس کو کس طرح تیار کرتے ہو۔

اس نے کہا: ہم انگور کے شیرے کو پکاتے ہیں حتیٰ کہ اس کا دو تہائی اڑ جاتا ہے اور ایک تہائی رہ جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے اس پر پانی ڈال کر پی لیا۔ پھر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو وہ مشروب پینے کے لئے دیا۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے خیال میں آگ کسی چیز کو حلال نہیں کرتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ خمر سرکہ بن جاتی ہے اور پھر ہم اس کو پیتے ہیں۔ اس حدیث مبارکہ میں

مثلث کو پینے کے جواز کی دلیل ہے خواہ وہ تیز کیوں نہ ہو کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلخ مثلث کے متعلق مشورہ کیا تھا نہ کہ شیریں

مثلث کے لئے۔ یہ کھانے کو ہضم کرتا ہے اور رمضان کی راتوں میں عبادت کرنے کی طاقت دیتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کے معاملات میں غور و فکر کرتے رہتے تھے اور دینی معاملات میں مشورہ کرتے رہتے تھے۔

اس حدیث مبارکہ میں دلیل بھی ہے کہ

اگر مثلث گاڑھا ہو تو اس میں پانی ملانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور اس کی دلیل یہ روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پانی مانگا وہ آپ کے پاس ایک مشروب لے کر آئے

جب آپ اس کو منہ کے پاس لے گئے تو آپ کے چہرے پر ناگواری کا اثر ظاہر ہوا پھر آپ نے پانی منگا کر اس میں ڈالا اور اس

کو پی لیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب ان مشروبات سے کسی کے متعلق (نشہ آور ہونے کا) شک ہو تو پانی ملا کر اس کی طاقت

کو توڑ دیا کرو۔ (المسید ط: ج: 24، ص: 84)

علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

معراج میں ہے کہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر مجھے تمام روئے زمین کی دولت دی جائے تو میں پھر بھی گھرے میں بنائے ہوئے نبیذ

کی حرمت کا فتویٰ نہیں دوں گا کیونکہ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فاسق کہنا لازم آتا ہے اور اگر مجھے روئے زمین کی تمام دولت دی جائے پھر بھی میں اس کو پیوں گا نہیں کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (رد المحتار ج: 5، ص: 400)

☆ قوله حاجا اور معتمراً..... الخ

تین چیزیں حلال نہیں۔

1- امام صاحب صرف اپنے لیے دعا کرے اور مقتدیوں کو چھوڑ دے یہ خیانت ہے اولیٰ تو یہ ہے کہ سب دعاؤں میں مقتدیوں کو شریک کرے مگر خیانت سے نکلنے کے لئے ایک دعا میں شریک کرنا بھی کفایت کرے گا۔
2- اجازت سے قبل کسی کے گھر میں نظر ڈالنا حرام ہے کیونکہ اس استیذان کا فائدہ نہیں رہتا اور نظر حرام کا ارتکاب ہو جاتا ہے جو شیطان کا زہر آلود تیر ہے۔

3- حاقن کو نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

حاقن کہتے ہیں حابس البول کو یعنی جس کو پیشاب کی سخت حاجت ہو لیکن اس نے روک رکھا ہو اور اس کے بالمقابل لفظ حاقب ہے یعنی حابس الفائط جس کو بڑے استنجے کی حاجت ہو اور اس نے روک کر رکھا ہوا ہے تو اس صورت میں نماز شروع کرنا بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے بلکہ مالکیہ کے نزدیک تو بعض صورتوں میں نماز کا اعادہ واجب ہے۔
دوسری صورت یہ ہے کہ

نماز شروع کرنے کے وقت تو مدافعت یعنی استنجاء کی حاجت نہیں تھی مگر نماز شروع ہونے کے بعد سخت حاجت ہوئی تو اس صورت کا بھی یہی حکم ہے اس کو نماز قطع کر دینی چاہئے۔

اس حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ

بعض کے نزدیک علت منع شغل بال ہے یعنی قلب کی توجہ اور دھیان سارا استنجاء ہی کی طرف لگا رہے گا اس لیے کراہت ہے۔
اور امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ

وہ فرماتے ہیں کہ علت منع انتقال حدث ہے یعنی پیشاب پاخانہ کا اپنے مستقر و معدن سے منتقل ہونا ہے اگرچہ خروج نہیں ہوا ہے لیکن اپنی جگہ سے انتقال ہو چکا گویا شخص مذکور حال نجاست ہو اور محل نجاست مفسد صلوة ہے۔
در مختار میں ہے۔

شدت کا پاخانہ پیشاب معلوم ہوتے وقت یا غلبہ ریح کے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(در مختار: کتاب الصلاة، مصلیٰ فی الخروج: ج: 2، ص: 492)

اور رد المحتار میں ہے: نماز شروع کرنے سے پیشتر اگر ان چیزوں کا غلبہ ہو تو وقت میں وسعت ہوتے ہوئے شروع ہی ممنوع گناہ ہے قضائے حاجت مقدم ہے اگرچہ جماعت جاتی رہنے کا اندیشہ ہو اور اگر دیکھتا ہے کہ قضائے حاجت اور وضو کے

بعد وقت جاتا رہے گا تو وقت کی رعایت مقدم ہے نماز پڑھ لے اور اگر اثنائے نماز میں یہ حالت پیدا ہو جائے اور وقت میں گنجائش ہو تو توڑ دینا واجب اور اگر اسی طرح پڑھ لی تو گناہ گار ہوا۔ (رواۃ البخاری: کتاب الصلاۃ: باب ما یفسد الصلاۃ: ج: ۲، ص: ۴۹۲)

☆ قال ابو داؤد رواہ وہیب بن خالد

مصنف رحمہ اللہ کی غرض ہشام کے تلامذہ کا اختلاف بیان کرنا ہے۔

وہ اختلاف یہ ہے کہ

عروہ اس واقعہ کو عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے براہ راست بیان کر رہے ہیں یا درمیان میں کسی کا واسطہ ہے؟ سوز ہیر کی روایت جو شروع میں آئی وہ بلا واسطہ ہے اور جن روایات کا مصنف رحمہ اللہ کا حوالہ دے رہے ہیں یعنی وہب، شعیب اور ابو ضمیر ان تینوں کی روایت میں عروہ اور صحابی کے درمیان ایک رجل مبہم کا واسطہ ہے۔

اس اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

ہشام کے اکثر تلامذہ نے اسی طرح روایت کیا جس طرح زہیر نے یعنی بلا واسطہ لہذا وہی رائج ہے۔

☆ قوله قال ابن عیسیٰ فی حدیثہ ابن ابی بکر.....

اس حدیث مبارکہ میں مصنف رحمہ اللہ کے تین اساتذہ ہیں جن میں سے ایک استاذ یعنی ابن عیسیٰ نے عبد اللہ بن محمد جو سند میں مذکور ہیں ان کی صفت ابن ابی بکر بیان کے بخلاف دوسرے دو اساتذہ احمد بن حنبل و مسدد کے کہ انہوں نے صرف عبد اللہ بن محمد کہا۔ البتہ عبد اللہ بن محمد کی دوسری صفت الغوا القاسم بن محمد سب نے بیان کیا۔

اور عبد اللہ بن محمد دو ہیں۔

1- عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر 2- عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن بن ابی بکر قاسم۔

قال ابو داؤد ہذا من سنن اہل الشام

یہاں سے مصنف رحمہ اللہ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ حدیث ثوبان اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں کی سند کے راوی سب کے سب شامی ہیں غیر شامی کوئی بھی نہیں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يُجْزَى مِنَ الْمَاءِ فِي الْوُضُوءِ

وضو کے لئے کتنا پانی کفایت کرے گا

اس باب میں وضو کے لئے پانی کی مقدار کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

84 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ ابَانُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ صَفِيَّةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک صاع پانی سے غسل فرماتے تھے اور ایک مد پانی سے وضو فرما لیتے تھے۔

امام ابو داؤد نے فرمایا: ابان نے قتادہ سے اس کو روایت کیا۔ فرمایا کہ میں نے صفیہ سے سنا ہے۔

(السنن اللصغیر للبیہقی: ج: ۱، ص: ۱۲۳، سنن ابن ماجہ: ج: ۱، ص: ۳۱۴، سنن الترمذی: ج: ۲، ص: ۶۶، شرح معانی الآثار: ج: ۲، ص: ۲۹)

85 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَبَلٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صاع پانی سے غسل فرما لیتے تھے اور ایک مد پانی سے وضو فرما لیتے تھے۔

(المعجم الاوسط: ج: ۲، ص: ۲۷۳، شرح معانی الآثار: ج: ۲، ص: ۵۰)

86 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبَادَ بْنَ تَمِيمٍ عَنْ جَدِّهِ وَهِيَ أُمُّ عُمَارَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَاتَى يَأْنَاءَ فِيهِ مَاءٌ قَدْرُ ثَلَاثِي الْمُدِّ

حضرت عباد بن تمیم نے اپنی دادی حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وضو کے لئے ایک برتن میں وضو کے لئے پانی حاضر کیا گیا جو ایک مد کا دو تہائی کی مقدار ہوگا۔

(السنن الکبری للبیہقی: ج: ۱، ص: ۱۹۶، سنن الترمذی: ج: ۱، ص: ۱۳۳)

87 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ يَأْنَاءَ يَسْعُ رَطْلَيْنِ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ شَرِيكٍ قَالَ عَنِ ابْنِ جَبْرِ بْنِ عَتِيكَ قَالَ وَرَوَاهُ سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى حَدَّثَنِي جَبْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ سَمِعْتُ أَنَسًا إِذَا قَالَ يَتَوَضَّأُ بِمَكُوكٍ وَلَمْ يَذْكُرْ رَطْلَيْنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ الصَّاعُ خَمْسَةُ أَرْطَالٍ وَهُوَ صَاعُ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ وَهُوَ صَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو رطل والے پانی کے برتن سے وضو فرمایا کرتے تھے اور ایک صاع سے غسل فرمایا کرتے تھے۔

امام ابو داؤد نے فرمایا: اس کو یحییٰ بن آدم، شریک، بن جبر بن عتیک، عبد اللہ بن عیسیٰ اور سفیان عبد اللہ بن عیسیٰ، جبر بن عبد اللہ نے روایت کیا۔

اور امام ابو داؤد نے فرمایا: شعبہ، عبد اللہ بن عبد اللہ بن جبر نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا مگر اس میں ہے کہ ایک مکوک سے وضو فرمایا کرتے اور دو رطل کا تذکرہ نہ فرمایا۔

اور امام ابو داؤد نے فرمایا: میں نے امام احمد بن حنبل کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صاع پانچ رطل کا ہوا کرتا ہے اور وہ صاع ابن ابی ذئب والا ہی نبی کریم ﷺ کا صاع ہے۔

(مسند احمد: ج 25، ص: 424)

تشریح:

جمہور کے نزدیک وضو یا غسل کے لئے پانی کی مقدار حتمی طور پر متعین نہیں ہے کہ اس میں کمی اور زیادتی جائز نہ ہو بلکہ اس کا مدار دراصل اس پر ہے کہ جتنا پانی تمام بدن کو تر کرنے کے لئے اور وضو میں اعضاء وضو کو تر کرنے کے لئے کافی ہو جائے بس وہی مقدار ضروری ہے ابتداء اس کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، غسل کی حقیقت اسالتہ الماء ہے یعنی اتنا پانی بہانا جس سے تقاطر ہو اس حقیقت غسل کا پایا جانا ضروری ہے اور یہی اس کا معیار ہے مگر اسراف و تقطیر کرنا مکروہ ہے۔

صاع اور مد کی مقدار

یہاں پر صاع اور مد کی مقدار بیان کرنا ضروری ہے۔

اس پر تمام کا اتفاق ہے کہ ایک صاع چار مد کے برابر ہوتا ہے لیکن من حیث الوزن مقدار مد میں اختلاف ہے۔

آئمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ایک رطل ثلث رطل کا ہوتا ہے لہذا ایک صاع پانچ رطل و ثلث رطل کا ہوا۔ طرفین کے نزدیک ایک مد کی مقدار دو رطل ہے لہذا صاع آٹھ رطل کا ہوا۔ جمہور کا صاع صاع حجازی اور ہمارا صاع صاع عراقی کہلاتا ہے اور صاع عراقی صاع حجازی بھی کہلاتا ہے۔

جمہور کا دعویٰ یہ ہے کہ

صاع حجازی حضور ﷺ کے صاع کے موافق ہے۔

☆ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي عَتَاةٍ قَالَ سَمِعْتُ صَفِيَةَ:

یعنی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے دو ہیں۔

1- ایک ہام جو اوپر سند میں آئے

2- دوسرے ابان۔

دونوں کے لفظ میں فرق ہے۔

ہام کی روایت میں قتادہ عن صفیہ

اور ابان کی روایت میں بجائے عن صفیہ کے سمعت صفیہ ہے۔

☆ حدثنا محمد بن بشار الخ قوله عباد بن تميم عن جرقه .

عن جدته میں ضمیر عباد کی طرف راجع ہے اس صورت میں جدہ عباد مراد ہوں گی۔

☆ قوله يتوضا بمكوك

مکوک صاع ونصف صاع یعنی ڈیڑھ صاع کو کہتے ہیں مگر یہاں پر مکوک سے مراد مد ہے۔

☆ حدثنا محمد بن الصباح الخ قوله يتوضا بالاء يسع رطلين

اس سے بظاہر حنفیہ کی تائید ہو رہی ہے اس لیے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی دوسری روایت میں ہے آپ ﷺ سے وضو فرماتے تھے اور اس میں یہ ہے کہ رطلین سے وضو فرماتے تھے۔

قال ورواه سفیان..... حدثني جبر بن عبد الله

سفیان کی یہ روایت شعبہ اور شریک کی روایت کے خلاف ہے ان دونوں کی روایت میں عبد اللہ بن جبر تھا۔ سفیان نے بجائے اس کے جبر بن عبد اللہ کہا یہ مقلوب الاسماء میں سے ہے صحیح عبد اللہ بن جبر ہے۔ دراصل یہ راوی عبد اللہ بن عبد اللہ بن جبر ہے۔ بعض نے نسبت الی الجبر کے اعتبار سے عبد اللہ بن جبر کہہ دیا۔ اور بعض نے جبر کے جابر کہا ہے جس طرح کہ صحیح مسلم کی بعض روایات میں ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ دونوں صحیح ہیں جابر اور جبر دونوں کہا جاتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْإِسْرَافِ فِي الْمَاءِ

پانی میں اسراف کے متعلق

یہ باب وضو میں پانی کے اسراف کے متعلق ہے۔

88 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي نَعَامَةَ أَنَّ

عَبْدَ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ سَمِعَ ابْنَهُ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلْتُهَا فَقَالَ أَيُّ بَنِي سَلِ اللَّهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذْ بِهِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الطُّهُورِ وَالِدُعَاءِ

ابونعمانہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو اس طرح دعا کرتے ہوئے سنا۔ اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے جنت کے دائیں جانب محل کا سوال کرتا ہوں جس میں میں داخل ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹے اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور جہنم سے پناہ طلب کرو بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب کچھ لوگ اس امت میں طہارت اور دعا میں تجاوز کرنے والے ہوں گے۔

(اسنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 196)

تشریح:

اسراف فی الوضو کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں یا تکثیر ماء کی بناء پر زیادہ پانی بلا ضرورت بہا لیا جائے یا تثلیث پر زیادتی یعنی اعضاء کو تین بار سے زائد دھویا جائے بہر حال جو بھی بصورت ہو اسراف مکروہ ہے اگرچہ نہر جاری ہی پر وضو کر رہا ہو تب بھی یہ اسراف ہے چنانچہ ابن ماجہ کی ایک روایت ہے جس کی تخریج امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر ہوا جو وضو میں زیادہ پانی استعمال کر رہے تھے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ما هذا السرف یا سعد

اے سعد! یہ اسراف کیسا؟

انہوں نے عرض کیا:

اھی الوضوء سرف یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)!

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نعم وان كنت علی نھر جار .

سنن ابوداؤد کی اس حدیث مبارکہ میں دو جز ہیں۔

پہلا جز

اعتذار فی الطہور

دوسرا جز

اعتذار فی الدعا

صحابی کی غرض جز ثانی ہے اور مصنف کی غرض جز اول ہے بہر حال اس حدیث مبارکہ میں اعتذار فی الطہور سے منع کیا گیا

ہے جس سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اسراف فی الوضو کی کراہت مستنبط فرمائی جس طرح کہ ظاہر ہے۔

اب رہا یہ کہ

اعتذار فی الدعاء سے کیا مراد ہے یعنی دعا میں تجاوز عن الحد سے کیا مراد ہے۔

جواب یہ ہے کہ

علماء کرام نے اس کی کئی صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

ایک صورت یہ ہے کہ

باعتبار جہر بلیغ کے یعنی زیادہ زور سے دعا مانگنا اور چلانا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ

باعتبار قیود زائدہ کے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات کا سوال کرتے وقت اس میں طرح طرح کی شرطیں لگانا اس لیے یہ

حاجت مند سائل کی شان کے خلاف ہے۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ

دعا کے الفاظ و کلمات میں جمع کی رعایت کی جائے مسجع عبارتوں سے دعا مانگی جائے ظاہر ہے کہ یہ چیز خشوع کے منافی

ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس سے مراد غیر ماثور دعائیں مانگنا ہے۔

دعا کرنے کی چند شرائط اور آداب ہیں جن سے دعا جلد مقبول ہوتی ہے لہذا یہ بحث بھی ضروری ہے۔

1- دعا کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور حاضر کر کے دعا کرے

قلب غافل سے دعا نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرو کہ تمہیں دعا کے قبول ہونے کا یقین ہو۔

یاد رکھو کہ!

اللہ تعالیٰ اس دل کی دعا قبول نہیں فرماتا جو غافل ہو اور اس کا دھیان لہو و لعب میں ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3479)

2- دعا کے قبول ہونے میں جلدی نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت قبول کی جاتی ہے جب وہ دعا کی قبولیت میں جلدی نہ

کرے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6340)

3- گڑگڑا کر عاجزی سے ڈرتے ہوئے اور مسکین بن کر دعا کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو اور ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھو پھر گڑگڑاؤ، عاجزی کرو، مسکین بنو۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اللہ عزوجل کی طرف اس طرح اٹھا کر دعا کرو کہ: ہتھیلیاں تمہاری طرف ہوں۔ اور کہو کہ

اے میرے رب عزوجل!

اے میرے رب عزوجل!

اور جو اس طرح نہیں کرے گا اس کی نماز ناقص ہوگی۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 385)

4- دعا کرنے والے کا کھانا پینا اور لباس رزق حلال سے ہونا چاہئے اگر اس کا رزق حرام ہو تو پھر اس کی دعا قبول نہیں ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ طیب ہے وہ طیب کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص لباس سفر کرتا ہے اس کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود ہیں وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے۔

اور کہتا ہے کہ

اے میرے رب عزوجل!

اے میرے رب عزوجل!

حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور اس کی غذا حرام ہوتی ہے اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1015)

5- دعا کرنے والا راحت کے ایام میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو اس سے خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ مشکلات اور مصائب میں اس کی دعا قبول کر لے اس کو چاہئے کہ وہ آسانی اور راحت کے ایام میں اس سے زیادہ دعا کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2382)

6- کسی گناہ کے حصول یا رشتہ منقطع کرنے کی دعا نہ کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کا سوال عطا کر دیتا ہے یا اس سے کسی مصیبت کو ٹال دیتا ہے یہ شرطیکہ وہ کسی گناہ کی دعا نہ کرے یا رشتہ منقطع کرنے کی دعا نہ کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3381)

7- دعا میں سب سے پہلے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کرے پھر ہمارے نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے پھر اس کے بعد اپنے لیے دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء کرے جو اس کے شایان شان ہے پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے پھر دعا کرے تو اس کا قبول ہونا اور کامیاب ہونا زیادہ متوقع ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8782)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی وہیں تشریف فرما تھے جب میں (نماز پڑھ کر) بیٹھا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا پھر اپنے لیے دعا کی۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا۔

سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 583)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دعا آسمان اور زمین کے درمیان موقوف رہتی ہے اور اس کا کوئی لفظ اوپر نہیں چڑھتا حتیٰ کہ تم اپنے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھ لو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 486)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر دعا کے اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھا جائے اور جب نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا لیا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو وہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 725)

8- اپنے مسلمان بھائی کے لئے پس پشت دعا کرے تو جو دعا وہ اس مسلمان بھائی کے لئے کرے گا وہ اس کے حق میں بھی قبول ہو جائے گی۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان شخص اپنے بھائی کے پس پشت اس کے لئے دعا کرتا ہے۔

تو فرشتہ کہتا ہے کہ

اے اللہ عزوجل! اس کو بھی اس کی عطا فرما۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2732)

9- دنیا میں کسی مصیبت کے نزول کی دعا نہ کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کی عیادت کی جو چوڑے کی طرح بہت کم زور ہو چکا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا:

کیا تم اللہ تعالیٰ سے کوئی دعایا کوئی سوال کرتے تھے؟

اس نے عرض کیا: جی ہاں۔

میں یہ دعا کرتا تھا کہ

اے اللہ عزوجل! اگر تو مجھے آخرت میں کوئی سزا دینے والا ہے تو تو مجھے دنیا میں ہی سزا دے دے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ عزوجل! تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

تم یہ دعا کیوں نہیں کرتے۔

اے اللہ عزوجل! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

پھر آپ ﷺ نے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2688)

10- دعا کی ابتداء میں اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کرے تو اس کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جس شخص نے یہ پانچ کلمات پڑھ کر دعا کی وہ اللہ عزوجل سے جس چیز کا بھی سوال کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا فرما دے گا۔

(وہ یہ ہیں) لا الہ الا اللہ واللہ اکبر

لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له

لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدير

لا الہ الا اللہ

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 8634)

11- روزہ دار، امام عادل اور مظلوم کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین اشخاص کی دعا رد نہیں کی جاتی۔
روزہ دار جب روزہ افطار کرتا ہے

اور امام عادل

اور مظلوم کی دعا

اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو بادلوں کے اوپر اٹھا لیتا ہے اور ان کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔
اور رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میں تیری ضرورت مند کروں گا خواہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2526)

12- دعا کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ وہ شخص دعا کرے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرتا ہو۔
قرآن مجید میں ہے۔

ترجمہ:- جب کوئی دعا کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو بھی چاہئے کہ یہ بھی
میرا کہنا مانا کریں۔ (البقرہ: 186)

اور ارشاد فرمایا: ترجمہ:- تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ (البقرہ: 156)

اور ارشاد فرمایا: تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ (البقرہ: 40)

13- مسافر کی دعا اور والد کی اپنی اولاد کے لئے دعا بھی رد نہیں کی جاتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آدمیوں کی دعا قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

1- مظلوم کی دعا

2- مسافر کی دعا

3- اور والد کی اپنی اولاد کے لئے دعا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2462)

14- جس کے آخر میں آمین کہا جائے اس کی قبولیت پر مہر لگ جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باہر نکلے ہم ایک شخص کے پاس آئے جو بہت گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا۔ نبی ﷺ
کھڑے ہو کر اس کی دعا سننے لگے۔

پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اس نے دعا پر مہر لگا دی تو اس کی قبولیت واجب ہو جائے گی۔

ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ (ﷺ)! کس چیز سے مہر لگے گی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آمین سے اگر اس نے دعا کو آمین پر ختم کیا تو اس کی قبولیت واجب ہو جائے گی۔ پھر وہ آدمی چلا گیا جس نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تھا پھر آپ ﷺ اس شخص کے پاس تشریف لائے جو دعا کر رہا تھا۔

پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے فلاں! دعا کو آمین پر ختم کرو اور بشارت لو۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 938)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: بہل بن عبد اللہ تستری نے کہا: دعا کی سات شرائط ہیں۔

1- گڑ گڑانا 2- خوف 3- امید 4- دوام یعنی ہمیشہ دعا کرنا

5- خشوع 6- عموم یعنی عموم کے صیفوں سے دعا کرنا 7- حلال رزق کھانا۔

ابن عطاء نے کہا: دعا کے ارکان ہیں یا پر ہیں اور اسباب ہیں اور اوقات ہیں اگر دعا اپنے ارکان کے موافق ہو تو وہ قوی ہوتی اور اگر اپنے پروں کے موافق ہو تو آسمان پر اڑ کر پہنچتی ہے۔ اگر اپنے وقت کے موافق ہو تو کامیاب ہوتی ہے اور اگر اپنے سبب کے موافق ہو تو ظفریاب ہوتی ہے۔

دعا کے یہ ارکان ہیں:

حضور قلب

توضیع

اور انکسار

اور خشوع

اور اس کے پر صدق ہیں اور اس کا وقت رات کا پچھلا پہر ہے اور اس کا سبب سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

دعا کی چار شرائط ہیں۔

1- تنہائی میں دل کی حفاظت کرنا۔

2- لوگوں کے سامنے زبان کی حفاظت کرنا۔

3- نظر کی محارم سے حفاظت کرنا۔

4- پیٹ کی لقمہ حرام سے حفاظت کرنا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ سے پوچھا گیا۔

کیا وجہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔

انہوں نے کہا: کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہو پھر اس کی اطاعت نہیں کرتے اور تم رسول اللہ ﷺ کو جانتے ہو پھر آپ کی

اتباع نہیں کرتے اور تم قرآن مجید کو پڑھتے ہو پھر اس پر عمل نہیں کرتے اور تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حاصل کرتے ہو اور ان کا شکر ادا نہیں کرتے اور تمہیں جنت کا علم ہے اور تم اس کو طلب نہیں کرتے اور تمہیں دوزخ کی معرفت ہے اور تم اس سے نہیں بھاگتے اور تم شیطان کو جانتے ہو پھر بھی تم اس سے جنگ کرنے کے بجائے اس کی موافقت کرتے ہو اور تمہیں موت پر یقین ہے پھر بھی تم اس کی تیاری نہیں کرتے اور تم مردوں کو دفن کرتے ہو پھر بھی تم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور تم اپنے عیوب کو نظر انداز کرتے ہو اور لوگوں کے عیوب میں مشغول رہتے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نوف البکالی سے کہا۔

اے نوف! اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائی کہ آپ بنی اسرائیل سے فرمائیے! میرے گھر میں صرف پاک دل، خائف نظر اور صاف ہاتھوں کے ساتھ داخل ہوں اور جب تک کوئی شخص میری مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم کرنے سے بری نہ ہو میں اس کی دعا قبول نہیں کرتا اور نوف تم شاعر نہ بنو اور نہ گری پڑی چیز کا اعلان کرنے والا اور نہ سپاہی (ظالم) اور نہ (ظالم) فیکس وصول کرنے والا اور نہ (ظالم) عشر وصول کرنے والا کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام رات کی ایک ساعت میں کھڑے ہوئے۔

اور کہا: اس ساعت میں اللہ تعالیٰ ہر بندے کی دعا قبول فرماتا ہے سو اس کے جو اعلان کرنے والا ہو یا سپاہی ہو یا فیکس وصول کرنے والا ہو یا عشر وصول کرنے والا ہو یا ڈھول بجانے والا ہو یعنی موسیقار۔

موظا امام مالک میں ہے: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو پورے عزم سے دعا کرے۔

یہ نہ کہے کہ

اے اللہ عزوجل! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اور اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما۔ (موظا امام مالک: رقم الحدیث: 494)

ہمارے علماء نے کہا ہے کہ

آپ نے جو فرمایا ہے کہ پورے عزم سے سوال کرے اس میں یہ دلیل ہے کہ مومن کو دعا میں خوب کوشش کرنی چاہئے اور اس کو دعا کے قبول ہونے کی امید رکھنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ کریم سے دعا کر رہا ہے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا: انسان اپنی کسی جائز خواہش کی دعا کرنے سے باز نہ رہے کیونکہ بدترین خلایق ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے حشر تک ملت دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو ان میں سے ہے جن کو مہلت دی گئی ہے اور دعا کے لئے ایسے اوقات اور احوال کرتے ہوتے ہیں جن میں دعا کے قبول ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے۔

اور وہ اوقات یہ ہیں۔

وقت سحر

وقت افطار

اذان اور اقامت کے درمیان کا وقت

بدھ کے دن ظہر اور عصر کا درمیانی وقت

اضطرار کا وقت

حالت سفر

حالت مرض

بارش نازل ہونے کا وقت

جہاد کے وقت

اور ان تمام اوقات کے متعلق آثار وارد ہیں۔

شہر بن حوشب نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے کہا: اے شہر! کبھی خوف خدا عزوجل سے تمہارے رونگٹے کھڑے ہوئے ہیں۔

میں نے کہا: ہاں۔

انہوں نے کہا: اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج: 2، ص: 290 تا 291)

نبی کریم ﷺ کے فرض نماز کے بعد دعائے مانگنے اور قبولیت کے درجہ پانے پر کئی فرامین ہیں اور فقہاء کرام کی کثیر آراء ہیں اس لیے چند عرض کرتا ہوں۔

حضرت مسلم بن ابی بکرہ سے روایت ہے کہ

میرے والد ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔

اے اللہ عزوجل! میں کفر، فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

میں بھی یہ دعا کرنے لگا۔

میرے والد نے پوچھا: اے بیٹے! یہ دعا کہاں سے حاصل کی۔

میں نے عرض کیا: آپ سے۔

انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔ (سنن نسائی: ج: 1، ص: 136)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عرض کیا گیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ (جامع ترمذی: ص: 504)

حضرت ابو بکر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میرے گناہ کو بخش دے،

میرے معاملے کو آسان فرما۔

اور میرے رزق میں برکت دے۔ (المصنف: ج: 10، ص: 229)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے تھے۔

اے اللہ عزوجل! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں

میں اردل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں

اور دنیا کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں

اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (جامع ترمذی: ص: 513)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کو پڑھا اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت

کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔ (سنن کبریٰ: ج: 6، ص: 30)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ سے ملا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! میں تم سے محبت کرتا ہوں تم کسی نماز کے بعد یہ

دعا نہ چھوڑو۔

اللهم اعننی علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک (ممل الیوم واللیلة: ص: 41)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے پاس ایک یہودی عورت آئی اور کہنے لگی۔

پیشاب کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے۔

میں نے کہا: تم جھوٹی ہو۔

اس نے کہا: کیوں نہیں؟ ہم کھال اور کپڑے کو پیشاب کی وجہ سے کاٹ دیتے تھے۔ ہماری آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے تشریف لے کر جا رہے تھے۔

آپ ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہے؟

تو میں نے سارا واقعہ عرض کیا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ سچی ہے۔ اس دن کے بعد آپ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔

اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم السلام) کے رب عزوجل مجھے آگ کی گرمی اور عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھ۔ (سنن کبریٰ: ج: 1، ص: 400)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے۔

لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على کل شیء قدير .
اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطى لما منعت ولا ینفع ذالجد منك الجدد .

(المصنف: ج: 10، ص: 231)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد فرماتے تھے۔

اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والا کرام (المصنف: ج: 10، ص: 232)
زا ان کہتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد سومرتبہ دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میری مغفرت فرما،

میری توبہ قبول فرما

بے شک توبہ قبول فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے۔ (المصنف: ج: 10، ص: 235)

خیال رہے کہ یہ دعا مانگنا تعلیم امت کے لئے تھا۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب نماز ادا کر لیتے تو اپنا دایاں ہاتھ پیشانی پر پھیلتے۔

پھر پڑھتے: اشہد ان لا الہ الا الرحمن الرحیم

اس کے بعد دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! مجھ سے غم اور فکر دور کر دے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص: 39)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے جب بھی ہم کو فرض نماز پڑھائی اس کے بعد ہماری طرف منہ کر کے یہ دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! میں ہر اس عمل سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے شرمندہ کرے۔ میں ہر اس شخص سے تیری پناہ میں آتا

ہوں جو مجھے ہلاک کرے اور ہر اس امید سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے غافل کر دے میں ہر اس فقر سے تیری پناہ میں آتا

ہوں جو تجھے بھلا دے اور ہر اس غنی سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے سرکش بنادے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص: 42)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز پڑھائے اور دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں

کی مغفرت کر دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد: ج: 10، ص: 111)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے جب بھی تمہارے نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے نماز کے بعد یہ دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! میری کل خطاؤں اور ذنوب کو بخش دے۔ اے اللہ عزوجل! مجھے ہلاکت سے بچا۔ میرے ٹوٹے ہوئے

کام جوڑ دے اور مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت دے۔ تیرے سوا نیک اعمال کی ہدایت دینے والا اور برے اعمال سے

بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد: ج: 10، ص: 111)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے علم نافع، پاک رزق اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں۔ (المصنف: ج: 10، ص: 234)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ فرض نماز کے بعد یہ دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میری آخری زندگی کو خیر کر دے اور میرے سب سے اچھے عمل پر میرا خاتمہ کر اور میرا سب سے اچھا دن

وہ بنادے جس دن تجھ سے ملاقات ہو۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص: 42)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذات (خلق، الناس) کو پڑھا کروں۔

(ممل الیوم واللیلۃ: ص: 42)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ سفر میں صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تین بار بلند آواز سے یہ دعا فرماتے۔

اے اللہ عز و جل! میرے دین کی اصلاح فرما جس کو تو نے میرے امر کی حفاظت بنایا ہے۔

اے اللہ عز و جل! میری دنیا کی حفاظت فرما جس کو تو نے میری معاش بنایا ہے۔

اور تین بار یہ دعا فرماتے: اے اللہ عز و جل! میری آخرت کی اصلاح فرما جس کو تو نے میرا مرجع بنایا ہے۔

اور تین بار فرماتے: اے اللہ عز و جل! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں۔

اے اللہ عز و جل! میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو روک دے اس

کا کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلہ میں کسی کی کوشش نفع نہیں دے سکتی۔ (مجمع الزوائد: ج: 10، ص: 111)

اب فقہاء کرام کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

علامہ علاء الدین حصکلی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: امام کے لئے مستحب ہے کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد تین بار استغفار

کرے آیۃ الکرسی اور معوذات پڑھے اور سو (100) تسبیحات پڑھے اور دعا کرے۔

اور ”سبحان ربك رب العزة عما يصفون“ پر ختم کرے۔ (در مختار علی ہاشم مافیہ الطحاوی: ج: 1، ص: 232)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نماز کے بعد صرف ”اللهم انت السلام و منك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاكرام“ کی

مقدار بیٹھتے تھے۔

اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ

آپ ﷺ بعینہ یہی کلمات فرماتے تھے یا بس اتنی ہی دیر بیٹھتے تھے اس سے تحدید مراد نہیں ہے اس لیے یہ حدیث صحیح

بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث کے منافی نہیں ہے جس میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے طویل ذکر مروی ہے۔

(فتیۃ المستملی: ص: 342)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: نماز کے بعد کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا سنت ہے اس سلسلہ

میں بہت احادیث ہیں اور سلام پھیرنے کے بعد آہستہ دعا کرنا مسنون ہے مگر یہ کہ کوئی شخص امام ہو اور وہ حاضرین کو دعا پر مطلع

کرنے کا ارادہ کرے تو وہ بلند آواز سے دعا کرے۔ (روضة الطالبین: ج: 1، ص: 374)

علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ فرض کے بعد متصل سنت پڑھنا اولیٰ ہے یا دعا

اور وظائف پڑھنے کے بعد سنتیں پڑھنا اولیٰ ہے۔

امام حلوزی نے کہا ہے کہ فرائض اور سنتوں کے درمیان وظائف اور اوراد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نماز کے بعد کم مقدار میں بھی ذکر کیا ہے اور زیادہ مقدار میں بھی۔

اور اس وقت سنت یہ ہے کہ اتنی مقدار میں تاخیر کے بعد سنتیں پڑھی جائیں۔ (فتح القدیر: ج: 1، ص: 384)

علامہ خطاب مالکی طرابلسی مغربی 954ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ امام مقتدیوں کو بھی اپنی دعا میں شریک کرے۔

روایت ہے کہ

جس نے ان کو نہیں شریک کیا اس نے ان سے خیانت کی۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نماز کے بعد دعا کرنا جائز ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدھی رات اور فرض نمازوں کے بعد دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ امام حاکم نے امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث روایت کی ہے جب بھی مسلمان جمع ہوں بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ (موابہ الجلیل: ج: 1، ص: 127)

علامہ شہر بھالی لکھتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد آئمہ اپنے لیے اور مسلمانوں کے لئے دعا کریں کیونکہ جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کس وقت دعا مقبول ہوتی ہے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد۔

اور آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بہ خدا آمین تم سے محبت کرتا ہوں اور تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد یہ دعا ترک نہ کرنا۔

اللهم اعننی علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک (مراقی الفلاح: ص: 189)

علامہ طحاوی حنفی لکھتے ہیں:

ہر فرض نماز کے بعد تین بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ (ماہیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح: ص: 188)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور دعا کرنا مستحب ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نماز پڑھنے کے بعد پھر جاتے اور تین بار استغفر اللہ کہتے اور "اللهم انت السلام و منك السلام

تبارکت یا ذا الجلال والاكرام" پڑھتے۔

حضرت سعد کہتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں،

بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں

میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں

میں دنیا کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں

اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (المعنی: ج: 1، ص: 327)

اور دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کا بھی ایک طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو کہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہے اور اسی میں زیادہ

مقبولیت اور ادب ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا رب عزوجل حیا والا کریم ہے۔ جب اس کا کوئی بندہ اس کی طرف اپنے دونوں

ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ج: 1، ص: 209)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ دعا میں ہاتھ بلند فرماتے اور ہاتھوں کو نیچے نہ گراتے حتیٰ کہ ان کو چہرے پر ٹل لیتے۔

(جامع ترمذی: ص: 488)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی

پشت سے سوال نہ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ج: 1، ص: 209)

ایک اور روایت میں ہے: ابو محرز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔

(المصنف: ج: 1، ص: 286)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

سوال کا طریقہ یہ ہے کہ

اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاؤ۔

اور استغفار کا طریقہ یہ ہے کہ

ایک انگلی سے اشارہ کرو۔

اور گڑگڑا کر سوال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ

اپنے دونوں ہاتھ پھیلاؤ۔ (سنن ابوداؤد: ج: ۱، ص: ۲۰۹)

سنن ابوداؤد کی حدیث مبارکہ نمبر ۸۸ میں جنت کے دائیں جانب محل کے سوال کا ذکر ہوا مگر حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو فرمایا کہ اے بیٹے جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی دعا مانگنے اور دوزخ سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دعا سکھائی۔

اے اللہ عز و جل! میں تجھ سے دنیا اور آخرت کی ہر اس خیر کا سوال کرتی ہوں جو تجھے معلوم ہے اور مجھے معلوم نہیں اور میں تجھ سے ہر اس شر سے پناہ طلب کرتی ہوں جو تجھے معلوم ہے اور مجھے معلوم نہیں۔

اے اللہ عز و جل! میں تجھ سے اس خیر کا سوال کرتی ہوں جس کا تیرے بندے اور تیرے نبی نے سوال کیا اور ہر اس شر سے تیری پناہ طلب کرتی ہوں جس سے تیرے بندے اور نبی نے پناہ طلب کی۔

اے اللہ عز و جل! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتی ہوں اور اس قول اور عمل کا سوال کرتی ہوں جو جنت کے قریب کر دے۔
اے اللہ عز و جل! میں تجھ سے دوزخ سے پناہ طلب کرتی ہوں اور اس قول اور عمل سے پناہ طلب کرتی ہوں جو دوزخ کے قریب کر دے۔

اے اللہ عز و جل! میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تو میرے لیے جو چیز مقدر کرے تو اچھی مقدر کر۔

(المصنف: ج: ۱۰، ص: ۲۸۴)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کیا۔

جنت کہتی ہے: اے اللہ عز و جل! اس کو جنت میں داخل کر دے۔

اور جس نے تین بار جہنم سے پناہ طلب کی۔

جہنم کہتی ہے: اے اللہ عز و جل! اس کو جہنم سے پناہ میں رکھ۔ (جامع ترمذی: ص: ۳۸۸)

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بیٹے کو جنت کے سوال کرنے کی دعا سکھائی وہ روایت یوں ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو یہ دعا سکھائی۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور اس قول یا عمل کا جو جنت کے قریب کر دے اور تجھ سے جہنم میں پناہ طلب کرتا ہوں اور اس قول یا عمل سے جو جہنم کے قریب کر دے۔ (مسند احمد: ج: 1، ص: 172)

اور نبی کریم ﷺ نے جنت الفردوس کے طلب کرنے کا حکم فرمایا جس طرح کہ روایت میں ہے۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اس سے فردوس کا سوال کرو۔ (جامع ترمذی: ص: 383)

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ انسان بار بار سوال کرتا ہے تو قبول نہیں ہوتی تو پھر کیا کرے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اگر کوئی انسان برابر دعا کرتا ہے اور وہ دعا قبول نہیں ہوتی تو اس کو صبر کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے متعلق بہتر جانتا ہے یا تو اس سے کوئی مصیبت ٹال دی جاتی ہے یا اس کو آخرت کے لئے مؤخر کر دیا جاتا ہے جس طرح کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

تم میں سے جو شخص دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا سوال اس کو عطا فرماتا ہے یا اس کی مثل اس سے کوئی مصیبت دور کر دیتا ہے بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3392)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص لباس فرما رہا تھا اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے۔

یا رب عزوجل!

یا رب عزوجل!

اس کا کھانا پینا حرام اس کا لباس حرام ہو اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 326)

ایک اور روایت میں ہے: ابراہیم بن نصر کرمانی یکے از ابدال ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ

دس وجوہات سے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

1- اللہ تعالیٰ کا اقرار رکھتے ہیں اور اس کا حکم نہیں مانتے۔

2- رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی سنت کی اتباع نہیں کرتے۔

3- قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے۔

4- جنت کو پسند کرتے ہیں اور اس کے راستے پر نہیں چلتے۔

- 5- جہنم کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کے راستہ پر دھکم پیل کرتے ہیں۔
- 6- ابلیس کو اپنا دشمن کہتے ہیں اور اس کی موافقت کرتے ہیں۔
- 7- لوگوں کو دفن کرتے ہیں اور اپنی موت کو یاد نہیں کرتے۔
- 8- اپنے بھائیوں کے عیوب تلاش کرتے ہیں اور اپنے عیوب نہیں دیکھتے۔
- 9- مال جمع کرتے ہیں اور حساب کے دن کو یاد نہیں رکھتے۔
- 10- قبریں کھودتے ہیں پھر بھی عالیشان مکان بناتے ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج: 4، ص: 169)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرو کہ تمہیں دعا کے قبول ہونے کا یقین ہو۔ یاد رکھو کہ

اللہ تعالیٰ اس دل کی دعا قبول نہیں فرماتا جو غافل ہو اور اس کا دھیان ابھولے میں ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3479)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

تم میں سے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کا سوال عطا کر دیتا ہے یا اس سے کسی مصیبت کو نال دیتا ہے یہ شرطیکہ وہ کسی گناہ کی دعا نہ کرے یا رشتہ منقطع کرنے کی دعا نہ کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3381)

میں نے موقع مناسبت سے دعا کے متعلق طویل بحث اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کا حسن طریقہ کیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کس طرح دعا کرے اور اگر قبول نہ ہو تو خود دیکھے کہ میرا کوئی گناہ تو نہیں جس کے سبب میری دعا قبول نہیں ہوتی یا دعا قبول نہ ہونے پر صبر کرے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے وقت تجاوز اختیار نہیں کرنا چاہئے یا ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہئے جس میں بے ادبی کے الفاظ ہوں۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِی اسْبَاغِ الْوُضُوءِ

وضو کے پورا کرنے کے متعلق

یہ باب اعضاء وضو کو پورا دھونے کے متعلق ہے۔

88 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ هِلالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ أَبِي

يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى قَوْمًا وَأَعْقَابُهُمْ
تَلُوحُ فَقَالَ وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ اسْبِغُوا الْوُضُوءَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اشخاص کی ایڑیوں کو خشک دیکھا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایڑیوں کے لئے آگ میں خرابی ہے وضو پورا کیا کرو۔

(سنن ابن ماجہ: جز: ۲، ص: ۲۸، سنن الصغیر للبیہقی: جز: ۱، ص: ۸۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: ۱، ص: ۸۹، شعب الایمان: جز: ۳، ص: ۶)

تشریح:

اسباغ کے معنی اکمال کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً (لقمان: 20)

اور اکمال وضو یہ ہے کہ وضو کو اس کے آداب و مستحبات کی رعایت کے ساتھ کیا جائے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسباغ کی تفسیر انقاء کے ساتھ روایت ہے یعنی اعضاء کو اچھی طرح رگڑ کر دھونا۔ بہر حال اختلاف اس میں ہے کہ وضو میں پاؤں کا دھونا ہے یا مسح کرنا ہے۔ شیعہوں کے نزدیک پاؤں کو مسح کرنا ہے اور اہل سنت کے نزدیک ٹخنوں تک دھونا ہے اور دھونا بھی اس طرح کہ کوئی عضو خشک نہ رہ جائے ورنہ وضو نہیں ہوگا اگر نماز پڑھی تو لوٹنا واجب ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں اختلاف ہے اہل فتویٰ فقہاء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ پیروں کو ٹخنوں تک دھونا واجب ہے اور پیروں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور پیر دھونے کے ساتھ مسح کرنا واجب نہیں ہے اور جن لوگوں کا اجماع معتبر ہے ان میں سے کسی کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف منقول نہیں ہے۔

اور شیعہ نے کہا ہے کہ

پیروں پر مسح کرنا واجب ہے۔

اور محمد بن جریر اور رئیس معتزلہ جبائی نے کہا ہے کہ

پیروں پر مسح کرنے اور ان کو دھونے میں اختیار ہے۔

اور بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ

مسح کرنے اور دھونے کو جمع کرنا واجب ہے۔

نیز مزید ان کے دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جو لوگ پیروں پر مسح کرنے کے قائل ہیں انہوں نے قرآن مجید میں جر

(زیر) کی قرأت سے استدلال کیا ہے۔

وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ

اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

اس آیت میں مسح کا مسح پر عطف ہے وضو کے چار اعضاء ہیں۔ دو اعضاء کو دھویا جاتا ہے اور دو پر مسح کیا جاتا ہے۔ مسح کے قائلین حسب ذیل روایات سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ روایت پہنچی کہ حجاج نے خطبہ میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چہروں، ہاتھوں اور پیروں کو دھونے کا حکم فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسح فرمایا ہے اور حجاج نے جھوٹ بولا۔

پھر انہوں نے پڑھا: **وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ**

اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مسح کرنے کا حکم فرمایا ہے اور لوگ اس کا انکار کر کے دھوتے ہیں۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی۔

تو نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: جب تک تم میں سے کوئی شخص اس طرح مکمل وضو نہیں کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اس وقت اس کی نماز قبول مکمل نہیں ہوگی وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھوئے اور اپنے سر اور پیروں پر مسح کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے وضو کیا تو انہوں نے ایک چلو میں پانی لے کر اپنے دائیں پیر پر چھڑکا جس میں ان کی جوتی تھی پھر انہوں نے اس پر مسح کیا پھر دوسرے پیر پر یہی عمل کیا۔ قرآن مجید کی آیت مذکورہ میں جر کی قرأت اور احادیث مذکورہ کے علاوہ شیعہ علماء ایک عقلی دلیل سے بھی استدلال کرتے ہیں جو اعضاء وضو میں دھوئے جاتے ہیں تیمم میں ان پر مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء پر وضو میں مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے اگر وضو میں پیروں کا دھونا اصل ہوتا تو تیمم میں پیروں پر مسح کیا ہوتا اور جب تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں پر مسح کرنا اصل ہے۔ (المجموع شرح المہذب: ج: ۱، ص: ۴۱۸)

شیعوں کی آیت وضو سے استدلال کا رد

شیعوں نے **وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ** آیت سے استدلال کیا۔

1- بالبحر 2- بالنصب

1۔ موزے میں ملبوس
2۔ اور موزے سے خالی یعنی ننگے

معلوم ہوا پاؤں کا اصل حکم دھونا ہے اگر موزوں میں بلبوس ہو جائیں تو مسح ہوگا۔

یہ آیت محاورہ عرب پر ہے۔

وہ محاورہ یہ ہے کہ

جیسا کہ

”علفتها تبناً وماءً بارداً“

یہ اصل میں اس طرح تھا۔ /

علفتها تبناً واشربتها ماء بارداً

دوسری مثال

متقلداً سيفاً ورمحاً

جو اصل میں تھا

مَتَقَلِّدًا سَيْفًا وَآخِذًا رِمْحًا

اسی طرح آیت بھی اصل میں اس طرح تھی۔

وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَغْسِلُوا وَأَرْجُلَكُمْ

چونکہ مسح اور غسل قریب المعنیٰ ہیں تو وہاں غسل کو حذف کر کے اس کے متعلق اَرَّجُلُکُمْ کو وَاَمْسَحُوا کے متعلق کے

ساتھ ملا دیا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

یہاں جر جوارہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ

ایک اسم منصوب ہوتا ہے اور اس کا مقارن اسم مجرور ہوتا ہے پڑوس اور مقارنت کا لحاظ رکھ کر اس منصوب کے نصب کو جر سے بدل دیتے ہیں اور معنی نصب والا باقی رہتا ہے۔

جیسا کہ

من ملک ذا رحم محرم

۱۰ میں محرم ہے کیونکہ ذا کی صفت ہے وہ منصوب ہے لیکن پڑوسی رحم کی وجہ سے مجرور پڑھا جاتا ہے آیت میں بھی
أَرْجُلُكُمْ مَنْصُوبٌ تَهَابُؤُكُمْ کی مقارنت سے اس پر جر پڑھی جاتی ہے معنی منصوب والا ہوگا۔ لہذا اس سے یہ ثابت ہوا
کہ پاؤں کو دھونا ہوگا نہ کہ مسح کرنا ہوگا۔

شیعہ علماء نے جن احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے ان کے رد میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:
حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف پر اس لیے رد کیا تھا کہ اس نے آیت وضو سے پیروں کے دھونے پر استدلال کیا تھا
جبکہ اس آیت میں جر کی قرأت بھی ہے ان کے نزدیک پیروں کے دھونے پر صحیح استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہے لہذا
حضرت انس رضی اللہ عنہ پیروں کے دھونے میں حجاج کے موافق ہیں اور اس آیت سے پیروں کے دھونے پر استدلال میں اس کے
مخالف ہیں۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پیروں کے دھونے کے بارے میں بہ کثرت احادیث مبارکہ مروی ہیں اور وہ خود بھی اپنے پیروں کو
دھوتے تھے۔

علماء شیعہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ
وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو چیزوں پر مسح کرنا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے معروف ہے اس کی سند ضعیف ہے۔
اور صحیح اور ثابت یہ ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آرز جُلسَکُمْ قرأت کرتے تھے نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے پیروں کو دھوتے تھے اور
دھونے کی حدیث مبارکہ روایت کرتے تھے اس لیے اس کے خلاف جو روایات ان سے مروی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ اور حضرت

رفاعہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو پیروں کے مسح کرنے کا ذکر ہے وہ اس حال پر محمول ہے جب اس نے موزے پہنے ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو پیروں پر پانی چھڑکنے کی روایت ہے وہ ضعیف ہے۔ امام بخاری نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے برعکس بہ کثرت صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کرتے ہوئے نعلین میں پیروں کو دھویا۔ (المجموع شرح المہذب: ج: 1، ص: 421)

اور پاؤں کو دھونے کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں۔

محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ

لوگ برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے۔ اس وقت وہاں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گزرے۔

تو انہوں نے فرمایا: مکمل وضو کرو کیونکہ ابوالقاسم رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے خشک ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 125)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی منگوایا اور وضو کرنا شروع کیا تین بار ہتھیلیوں کو دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا پھر اپنے دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا۔ پھر بائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا پھر سر کا مسح کیا پھر دایاں پیر ٹخنوں تک تین بار دھویا پھر اسی طرح بائیں پیر دھویا۔

پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 120)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو پایا اس حال میں کہ ہم نے عصر کو مؤخر کر دیا تھا۔ ہم اس وقت وضو کر رہے تھے اور اپنے پیروں پر مسح کر رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار بلند آواز سے فرمایا: خشک ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔ (صحیح بخاری: ج: 1، ص: 28)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمرو بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے پیر میں ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو دیکھ لیا۔

اور ارشاد فرمایا: جاؤ اچھی طرح اپنا وضو کرو وہ لوٹ گیا اور پھر نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری: ج: 1، ص: 28)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ مسلم وضو کرتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے

جس کی طرف اس نے دیکھا ہو۔ اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کو اس

نے اپنے ہاتھ سے پکڑا ہو اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس میں وہ اپنے پیروں

ایک اور روایت میں ہے: حارث سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوتے تھے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 26)
ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ پاؤں کو دھونا فرض ہے۔
اور شیعوں کا مسح پر استدلال کرنا غلط ہے۔

اور رہا شیعہ علماء کا یہ کہنا کہ

قاعدہ یہ ہے کہ وضو میں جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے ان پر تیمم میں مسح کیا جاتا ہے اور وضو میں جن اعضاء پر مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے سوا کہ وضو میں پیروں کے دھونے کا حکم ہوتا تو تیمم میں ان پر مسح ہوتا اور جب کہ تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں کا حکم مسح کرنا ہے۔
اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ

یہ قاعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے نہ کسی حدیث مبارکہ، یہ محض ان کی ذہنی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضو میں جن اعضاء کو دھونے کا حکم دیا ہے اور وہ چہرہ، ہاتھ اور پیر ہیں تو ان کو دھویا جائے گا اور جس عضو پر مسح کا حکم دیا ہے وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کے لئے قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ حدیث مبارکہ میں صریح حکم ہے کہ چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ قیاس اور قاعدہ غسل سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ تیمم جس طرح وضو کی فرع ہے اس طرح غسل کی فرع ہے اور جب تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقاعدہ بدن کو ترک کیا جاتا ہے تو چاہئے کہ غسل میں صرف چہرے اور ہاتھوں کو دھولیا جائے اور باقی بدن پر مسح کر لیا جائے اور جبکہ بالاتفاق غسل میں ایسا نہیں کیا جاتا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اور قیاس فاسد ہے۔

فائدہ جلیلہ

شیعہ تو وہ حضرات ہیں جنہوں نے تین لاکھ حدیثیں گھڑیں جس طرح کہ اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

روافض نے فضائل امیر المومنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع (گھڑیں) کیں۔ جس طرح اس پر حافظ ابو یعلیٰ اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 5، ص: 461)

پھر شیعہ تو وہ حضرات ہیں جنہوں نے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر اور منافق کہا ہے۔

خاص طور پر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

1- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

2- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

4- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

3- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

5- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

کو بہت سب و شتم، یعنی گالیاں دیتے ہیں۔

ملا باقر مجلسی متوفی 1110ھ لکھتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں۔

ایک دروازے سے داخل ہونے والے فرعون، ہامان اور قارون ہیں۔

یہ ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) سے کنایہ ہے اور دوسرے دروازے سے بنو امیہ داخل ہوں گے جو ان کے ساتھ مخصوص ہے۔ (حق یقین: ص: 500)

برأت میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ

ان چار بتوں سے بیزاری طلب کرتے ہیں یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ (رضی اللہ عنہم) سے۔ اور چار عورتوں سے یعنی

عائشہ (رضی اللہ عنہا)، حفصہ (رضی اللہ عنہا)، ام الحکم ہند اور ام الحکم سے۔

اور ان کے معتقدوں اور پیروکاروں سے اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بدتر ہیں اور اللہ، رسول (عز وجل و صلی اللہ علیہ وسلم) اور آئمہ سے کیا ہوا عہد اس وقت تک پورا نہیں ہوگا جب تک کہ ان کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار نہ کیا جائے۔ (حق یقین: ص: 519)

علل الشرائع میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ

جب امام مہدی کا ظہور ہوگا تو وہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو زندہ کر کے ان پر حد جاری کریں گے (نعوذ باللہ) اور ان سے فاطمہ کا انتقام لیں گے۔ (حق یقین: ص: 347)

امام مہدی ہر دو (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو قبر سے باہر نکالیں گے (نعوذ باللہ) وہ اپنی اسی صورت پر تروتازہ قبر سے نکالے جائیں گے۔ پھر فرمائیں گے۔

ان کا کفن اتارو سو ان کا کفن حلق سے اتارا جائے گا وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ کریں گے اور تمام مخلوق کو جمع ہونے کا حکم دیں گے پھر ابتداء عالم سے لے کر اخیر عالم تک جتنے ظلم اور کفر ہوئے ہیں ان کا گناہ ان دونوں پر لازم کریں گے۔ اور وہ یہ اعتراف کریں گے کہ

اگر وہ روز اول خلیفہ کا حق غصب نہ کرتے تو یہ گناہ نہ ہوتے پھر ان کو درخت پر چڑھانے کا حکم دیں گے اور آگ کو حکم دیں

گے کہ زمین سے باہر آئے اور ان کو درخت کے ساتھ جلا دے اور ہوا کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھ کو اڑا کر دریا میں بہا دے۔

(حیات القلوب: ج: 2، ص: 610، 611)

عیاش نے سند معتبر کے ساتھ حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ

جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو چار کے سوا تمام لوگ مرتد ہو گئے۔

1- علی بن ابی طالب 2- مقداد 3- سلمان 4- اور ابوذر (رضی اللہ عنہ)

(حق الیقین: ص: 361، 362 مطبوعہ تہران)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ان شیعوں کے متعلق راقم ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں یہ فرقہ نہایت گستاخ ہے یہاں تک کہ ان پر سب و شتم ان کا عام شیوہ ہے بلکہ باستثنائے چند سب کو معاذ اللہ کافر و منافق قرار دیتا ہے۔ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت راشدہ کو خلافت غاصبہ کہتا ہے اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے جو ان حضرات کی خلافتیں تسلیم کیں اور ان کے مدائح و فضائل بیان کیے اس کو تقیہ و بز دلی پر محمول کرتا ہے۔ کیا معاذ اللہ منافقین و کافرین کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور عمر بھر ان کی مدح و ستائش سے اطلب احسان رہنا شیر خدا کی شان ہو سکتی ہے.....؟ سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن مجید ان کو ایسے جلیل و مقدس خطابات سے یاد فرماتا ہے وہ تو ان کے اتباع کرنے والوں کی نسبت فرماتا ہے کہ اللہ ان سے راضی وہ اللہ تعالیٰ سے راضی کیا کافروں منافقوں کے لئے اللہ عز و جل کے ایسے ارشادات ہو سکتے ہیں.....؟ پھر نہایت شرم کی بات ہے کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تو اپنی صاحبزادی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں اور یہ فرقہ کہے تھیہ ایسا کیا۔ کیا جان بوجھ کر کوئی مسلمان اپنی بیٹی کا فر کو دے سکتا ہے.....؟ نہ کہ وہ مقدس حضرات جنہوں نے اسلام کے لئے اپنی جانیں وقف کر دیں اور حق گوئی اور اتباع حق میں ”لایخافون لومة لائم“ کے سچے مصداق تھے پھر خود حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی دو شاہزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی صاحبزادیاں شرف زوجیت سے مشرف ہوئیں کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے تعلقات جن سے ہوں ان کی نسبت وہ ملعون الفاظ کوئی ادنیٰ عقل والا ایک لمحہ کے لئے جائز رکھ سکتا ہے.....؟ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں۔ (ہرگز نہیں)

اسی فرقہ کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ

اللہ عز و جل پر صلح واجب ہے یعنی جو کام بندے کے حق میں نافع ہو۔ اللہ عز و جل پر واجب ہے کہ وہی کرے اسے کرنا پڑے گا۔

ایک عقیدہ یہ ہے کہ

آئمہ اطہار (رضی اللہ عنہم) انبیاء کرام صلی اللہ علیہم وسلم سے افضل ہیں۔ اور یہ بالا جماع کفر ہے کہ غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا ہے۔

(اور) ایک عقیدہ یہ ہے کہ

قرآن مجید محفوظ نہیں۔ بلکہ اس میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں یا الفاظ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہما دیکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نکال دیئے۔ مگر تعجب ہے کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے بھی اسے ناقص سے چھوڑا..... اور یہ عقیدہ بھی بالاجماع کفر ہے کہ قرآن مجید کا انکار ہے۔

(اور) ایک عقیدہ یہ ہے کہ

اللہ عزوجل کوئی حکم دیتا ہے پھر یہ معلوم کر کے کہ مصلحت اس کے غیر میں ہے۔ چھٹاتا ہے اور یہ بھی یقینی کفر ہے کہ خدا کو جاہل بتانا ہے۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 205 تا 213)

اس بحث سے ثابت ہوا کہ شیعہ جھوٹے ہیں اور انہوں نے اپنے دین میں بدعات و خرافات گھڑی ہیں حتیٰ کہ انہوں نے پاؤں کو دھونے کے بجائے ٹخنے پر قیاس کر لیا جو کہ دین میں بگاڑ ڈالنا ہے۔

☆ قوله ويل للاعقاب من النار

اس میں دو قول ہیں:

ایک یہ کہ

اعقاب سے اصحاب الاعقاب مراد ہیں۔

دوسرا قول یہ کہ

اعقاب ہی مراد ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ تکلیف صرف اعقاب ہی کو پہنچائی جائے گی جس کی وجہ وہ ہے جو ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اعضاء وضو کو آگ نہیں چھوئے گی اور چونکہ ان اعقاب کو وضو کا پانی نہیں پہنچا ہے اس لیے ان کو آگ مس کرے گی۔

ویل.....

ویل کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔

کہا گیا ہے کہ

اس کے معنی رسوائی کے ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

ہلاکت کے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس کے معنی خسران یعنی خسارہ کے ہیں۔

اور صحیح ابن حبان میں ایک مرفوع روایت ہے کہ جس میں ہے۔

ویل واد فی جہنم

یعنی ویل جہنم کے ایک طبقے کا نام ہے۔

اور دوزخ کے سات طبقات ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

دوزخ کے سات طبقات ہیں:

پہلا طبقہ جہنم ہے دوسرا لظی ہے تیسرا الحطمہ ہے چوتھا السعیر
پانچواں سقر ہے چھٹا جحیم ہے
اور ساتواں ہادیہ ہے۔

اور کبھی ان تمام طبقات پر جہنم کا اطلاق بھی کر دیا جاتا ہے ان طبقات کو درکات اس لیے کہتے ہیں کہ یہ تہہ در تہہ ہیں۔

(روح المعانی: ج: 5، ص: 177)

اور جہنم کی تپش اور گرمی بہت سخت ہے جس کو کوئی بھی برداشت نہیں کر سکے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنو آدم جس آگ کو جلاتے ہیں وہ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ

ہے۔ (موطا امام مالک: رقم الحدیث: 839)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک ہزار سال تک دوزخ کی آگ کو بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سرخ ہو گئی پھر اس کو ایک ہزار

سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سفید ہو گئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ ہو گئی اس طرح وہ سیاہ تاریک

ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2591)

جہنمی کے جسم کو جہنم جلا کر رکھ کر دے گی حتیٰ کہ ان کے جسم سے پیپ نکلے گی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے کالمہل (الکف: 29) کی تفسیر میں فرمایا:

وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا جب دوزخی اس کو پینے کے لئے اپنے چہرے کی طرف لے جائے گا تو اس کے چہرے

کی کھال جھڑ جائے گی۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2581)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گرم پانی ان کے سروں کے اوپر اندھا دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا حتیٰ

کہ ان کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس کو کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ وہ ان کے پیروں تک میں گھس کر پکھلا دے گا پھر ان کو پہلے کی طرح لوٹا دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3582)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

وَيُسْقَىٰ مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ، يَتَجَرَّعُهُ النَّحْلُ (ابراہیم: 16، 17)

اس کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا وہ اس کو ایک ایک گھونٹ کر کے پئے گا اس پیپ کو اس کے منہ کے قریب کیا جائے گا وہ اس کو ناپسند کرے گا اور جب وہ اس کے زیادہ قریب کیا جائے گا تو وہ اس کے منہ کو جلا دے گا اور اس کے سر کی کھال گر پڑے گی اور جب وہ اس کو پئے گا تو وہ اس کی انتڑیاں کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ وہ پانی اس کی مقعد سے نکل جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۝ (محمد: 15)

انہیں گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیاں کاٹ ڈالے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَإِنْ يَسْتَفِئُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهُ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۚ

(الکہف: 29)

اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری ہوگی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا وہ کیسا برا پانی ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2583)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے امام مسلم نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں مذکور ہے کہ

پھر دوزخ کے اوپر ایک پل بچھایا جائے گا اور شفاعت کی اجازت مل جائے گی۔

اور انبیاء کرام علیہم السلام کہیں گے کہ

اے اللہ عزوجل! سلامت رکھ

اے اللہ عزوجل! سلامت رکھ

آپ ﷺ سے پوچھا گیا۔

یا رسول اللہ (ﷺ) اوہ پل کیا چیز ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ ایک پھسلواں جگہ ہوگی اور اس میں دندائے دار کانٹے ہوں گے وہ لوہے کے کانٹے سعدان نامی جھاڑی کے کانٹوں کی طرح ہوں گے بعض مسلمان اس پل سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح بعض آندھی کی طرح، بعض پرندوں کی طرح، بعض چیز رفتارِ اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح یہ سب صحیح سلامت

پار ہو جائیں گے اور بعض مسلمان کانٹوں سے الجھتے ہوئے پار پہنچیں گے اور بعض مسلمان کانٹوں سے زخمی ہو کر جہنم میں گر جائیں گے۔

اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں پڑے ہوں گے جہنم سے چھڑانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے ایسا جھگڑا کریں گے جیسے کوئی شخص اپنا حق مانگنے کے لئے بھی کسی سے جھگڑا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے۔

اے ہمارے رب عزوجل!

یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے۔

ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے۔

ہمارے ساتھ حج کرتے تھے۔

ان سے کہا جائے گا۔

جن لوگوں کو تم پہنچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو۔ ان لوگوں پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی پھر جنتی مسلمان کثیر
تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے جن میں بعض کی نصف پنڈلیوں کو بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا
ڈالا تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4581 صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1831)

اس جہنم کی آگ بہت شدید ہوگی اور دنیا کی آگ سے انہتر درجہ زیادہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری آگ جہنم کی آگ کا ستر واں حصہ ہے۔

عرض کیا گیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ آگ بھی کافی تھی۔

کتاب التعلیم نے ارشاد فرمایا: جہنم کی آگ تمہاری آگ پر نہتر درجہ زیادہ ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3265)

اور روزِخ میں شقی لوگ داخل ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دوزخ میں صرف شقی داخل ہوگا۔

یو چھا گیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! شتی کون ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لئے کوئی طاعت نہ کرے اور اللہ تعالیٰ (کے خوف سے) کوئی گناہ

ترک نہ کرنے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 4298)

دوزخ کی آگ کا عالم بہت سخت ہوگا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک دوزخ والوں میں سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو آگ کی دو جوتیاں اور دو تسمے پہنائے جائیں گے اس سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جس طرح چولہے پر رکھی ہوئی دیگچی کھولتی ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6561)

دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا ستر واں حصہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری (دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کا ستر واں حصہ ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3265)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خود فرمایا کہ اے میرے رب عزوجل! تیری عزت کی قسم! جو بھی دوزخ کے متعلق سنے گا وہ اس میں داخل نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا۔

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا: جاؤ جنت کو دیکھو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جنت کو دیکھا اور نعمتوں کو دیکھا جو اہل جنت کے لئے بنائی ہیں۔

پھر آکر کہا: اے میرے رب عزوجل! تیری عزت کی قسم! جو شخص بھی جنت کے متعلق سنے گا وہ اس میں داخل ہوگا۔

پھر جنت کو مشقت والی چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا۔

پھر ارشاد فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام)! اب جا کر جنت کو دیکھو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور انہوں نے جا کر جنت کو دیکھا۔

پھر آکر کہا: اے میرے رب عزوجل! تیری عزت کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اب اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہوگا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا فرمایا۔

تو ارشاد فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام)! جاؤ دوزخ کو دیکھو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور دوزخ کو دیکھا۔

پھر آکر کہا: اے میرے رب عزوجل! تیری عزت کی قسم! جو بھی دوزخ کے متعلق سنے گا وہ اس میں داخل نہیں ہوگا پھر

دوزخ کو شہوات سے ڈھانپ دیا گیا۔

پھر ارشاد فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام)! جاؤ دوزخ کو دیکھو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور دوزخ کو دیکھا۔

پھر کہا: اے اللہ عزوجل! تیری عزت کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ کوئی شخص بھی اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2560)

اس طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ

خشک ایڑیاں رکھنے والوں کے لئے آگ میں خرابی ہے اور وہ آگ جہنم کی شدت کی آگ ہے جس کو کوئی بھی برداشت نہیں کر سکے گا۔ لہذا پاؤں کو دھونے میں ہی عافیت ہے۔

ویل للأعقاب من النار

اس میں ایک اشکال رفع ہو گیا وہ یہ کہ یہاں ویل ترکیب میں مبتدا واقع ہو رہا ہے حالانکہ نکرہ ہے۔ تو اشکال یوں رفع ہو گیا کہ روایت مرفوعہ سے معلوم ہوا کہ یہ تو جہنم کے ایک خاص طبقہ کا نام ہے لہذا بنا پر علمیت کے معرفہ ہوا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوءِ فِي اِنْيَةِ الصُّفْرِ

پیتل کے برتن سے وضو کرنے کے متعلق

یہ باب پیتل کے برتن سے وضو کرنے کے احکام کے متعلق ہے۔

90 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنِي صَاحِبٌ لِي عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَعْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَوْرٍ مِنْ شَبِيهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَّ إِسْحَقَ بْنَ مَنْصُورٍ حَدَّثَهُمْ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنَحْوِهِ

حضرت ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اور رسول اللہ ﷺ کالسی کے ایک ہی برتن سے غسل فرمایا کرتے تھے۔ اور ہشام بن عروہ سے دوسری روایت اسی طرح ہے۔

(اسنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 31)

91 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ وَسَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ جَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَنَا لَهُ مَاءً فِي تَوْرٍ مِنْ صُفْرِ فَتَوَضَّأَ

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس جلوہ فرما ہوئے تو ہم نے پیتل کے ایک برتن میں آپ ﷺ کے لئے پانی نکالا پس آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔

(اسنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۱، ص: ۳۰)

تشریح:

☆ محدثین کا عشق رسول ﷺ انتہاء پر تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے برتنوں سے وضو کرنے کے متعلق دو باب باندھے ہیں جن میں آپ ﷺ نے آپ ﷺ کی پیاری اداؤں کو بیان فرمایا۔ اسی طرح امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی طرح ایک باب باندھا ہے۔

تو اب سوال یہ ہے کہ

پیتل کے برتنوں سے وضو کرنا کیسا ہے جبکہ آپ ﷺ نے پیتل کے برتن سے وضو فرمایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیتل کے برتن سے وضو کر سکتے ہیں۔ مگر صحاح ستہ کے علاوہ کی احادیث مبارکہ سے پیتل کے برتن سے وضو کرنے کی کراہت معلوم ہوتی ہے جس طرح مصنف ابن ابی شیبہ ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ ﷺ پیتل کے برتن سے نہ پانی پیتے تھے اور نہ وضو فرماتے تھے اسی طرح ابن ارسلان نے امام غزالی رحمہ اللہ سے کراہیت نقل کی ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے۔

اللہ علیہ السلام کرہہ

تو ان روایات میں تطبیق کس طرح ہوگی۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ کراہیت کی روایات کو زہد اور ترک منعم پر محمول کیا جائے۔ اور جواز کو جواز پر محمول کیا جائے۔ بعض نے کہا: کراہت اس لیے ہے کہ اس طرح کے قیمتی برتنوں کے استعمال کرنے میں فقراء اور ناداروں کی دل شکنی ہے۔

بعض نے کہا: تانبے پیتل کے برتن میں پانی اگر دیر تک رکھا رہے تو اس میں تغیر آ جاتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

پیتل چونکہ رنگ میں سونے کے ساتھ مشابہ ہے اس لیے کراہت ہے ویسے مسئلہ وہی ہے جس کو علامہ ابن قدامہ نے مغنی

میں تحریر کیا ہے کہ

سونے، چاندی کے علاوہ تانبے، پیتل وغیرہ اور اسی طرح یا قوت اور قیمتی پتھروں کے برتنوں کا استعمال جائز ہے۔

اور در مختار میں ہے۔

استعمال سب سے بہتر ہے کہ

حدیث مبارکہ میں ہے۔

چاہئے بغیر قلعی ان کے برتن استعمال کرنا مکروہ ہے۔ (در مختار و رد المحتار: ج: 9، ص: 566)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ فِي التَّسْمِيَةِ عَلَى الْوُضُوءِ

وضو سے قبل بسم اللہ پڑھنے کے متعلق

یہ باب وضو سے قبل بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے شرعی حکم کے متعلق ہے۔

92 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں اور اس کا وضو نہیں ہے جس پر وہ اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے۔

(السنن الكبرى للبيهقي: ج: 1، ص: 41)

93 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الشَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ الدِّرَاورِدِيِّ قَالَ وَذَكَرَ رِبْعَةُ أَنَّ تَفْسِيرَ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وُضوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ الَّذِي يَتَوَضَّأُ وَيَغْتَسِلُ وَلَا يُنَوِّي وَضُوئًا لِلصَّلَاةِ وَلَا غُسْلًا لِلجَنَابَةِ

در اور دی سے روایت ہے کہ ربیعہ نے حدیث نبوی ﷺ ”اس کا وضو نہیں ہے جس پر وہ اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے“ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جو وضو اور غسل کرے اور وضو کی نیت نہ کرے تو نماز کا وضو، غسل جنابت نہیں ہوگا۔

(اسنن الکبریٰ للشیخ: ج: 1، ص: 41)

تشریح:

☆ وضو نے قبل تسمیہ پڑھنے میں اختلاف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک سنت یا مستحب دونوں قول بیان کیے گئے ہیں اکثر نے سنت لکھا ہے اور صاحب ہدایہ نے استحباب لکھا ہے۔ علامہ عینی نے ایک روایت امام صاحب سے عدم استحباب کی بھی نقل کی ہے۔ مگر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فقہاء وغیرہ نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ اور حنفیہ میں سے ابن الہمام وجوب تسمیہ کے قائل ہیں مگر یہ ان کی تحقیق ہے جس کا اعتبار نہیں۔ امام شافعیہ کے نزدیک عند الوضوء سنت ہے۔ مالکیہ کے نزدیک مشہور اور تحقیقی قول جس طرح علامہ دسوقی نے تحریر کیا ہے تسمیہ علی الوضوء فضائل یعنی مستحب میں سے ہے غیر مشروع یا مکروہ ہونے کی انہوں نے تردید کی ہے۔ امام احمد کے نزدیک تسمیہ علی الوضوء واجب عند التذکر ہے یعنی نسیانا معاف ہے یہی مذہب اسحاق بن راہویہ کا ہے لہذا اگر کوئی عدا تسمیہ ترک کرے گا تو وضو صحیح نہ ہوگا۔ نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو، غسل اور تیمم تینوں میں تسمیہ واجب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

اس میں چار قول ہیں:

1- حنفیہ کے نزدیک سنت یا مستحب 2- شافعیہ کے نزدیک سنت

3- مالکیہ کے نزدیک مستحب رائج اور مشہور قول کی وجہ سے

4- حنابلہ کے نزدیک واجب عند التذکر بغیر اس کے وضو درست نہیں۔

سوال: اب سوال یہ کہ تسمیہ علی الوضوء کے الفاظ کیا ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ شیخ ابن الہمام نے تحریر کیا ہے کہ

اس کے الفاظ وہی ہیں جو سلف سے منقول ہیں۔

اور بعض نے کہا: جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

وہ یہ ہیں: بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام

اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے طبرانی کے حوالہ سے مرفوعاً

بسم اللہ والحمد للہ تحریر کیے ہیں۔

جمہور کے نزدیک عدم وجوب تسمیہ عند الوضوء ہے۔

ان کا استدلال دارقطنی اور بیہقی وغیرہ میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ

جو بسم اللہ پڑھ کر وضو کرے اس سے تمام بدن کی طہارت حاصل ہوتی ہے اور جو بغیر بسم اللہ پڑھے وضو کرے اس سے

صرف اعضاء وضو پاک ہوتے ہیں۔

یہاں پر طہارت سے مراد طہارت عن الذنوب ہے، طہارت عن الحدث نہیں ہے اس لیے کہ حدیث متجری نہیں ہوتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا بغیر تسمیہ کے وضو تو ہو جاتا ہے مگر ثواب کم ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلى اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يَدْخُلُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا

ہاتھ دھونے سے قبل برتن میں ڈالنے کے متعلق

اس باب میں ہاتھوں کو دھونے سے قبل برتن میں ڈالنے کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔

94 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي رَزِينٍ وَأَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَا يَغْسِلُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا رَزِينٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی رات میں سو کر اٹھے تو اپنے ہاتھ کو برتن میں نہ ڈالے حتیٰ کہ تین بار دھو لے اس لیے وہ جانتا نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح دوسری حدیث روایت ہے کہ ارشاد فرمایا: دو بار دھوئے یا تین بار دھوئے اور ابو رزین کا تذکرہ نہ کیا۔

(معجم الاوسط: ج 4، ص 94)

95 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَدْخُلُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنْ أَحَدُكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ أَوْ أَيْنَ كَانَتْ تَطُوفُ يَدُهُ

ابو مریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی نیند سے جاگے تو اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل نہ کرے حتیٰ کہ اس کو تین بار دھوئے کیونکہ تم میں کوئی شخص جانتا نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے یا کہاں پھرتا رہا ہے۔

(سنن الترمذی: ج 1، ص 44)

تشریح:

اگر کوئی شخص قبل غسل ہاتھوں کو پانی میں داخل کر دے آیا یہ طاہر ہے یا نجس یا یہ نہی تنزیہ ہے یا تحریم کے لئے ہے۔ اس بارے میں یہ ہے کہ

جمہور اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ نہی تنزیہ کے لئے ہے اگرچہ جاگنا دن میں ہو یا رات میں اور امام احمد داؤد ظاہری کے نزدیک نوم اللیل میں تحریم کے لئے ہے اور نوم النہار میں تنزیہ کے لئے ہے۔ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مطلق تحریم کے لئے ہے اگرچہ دن میں ہو یا رات میں ہو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا استناد حدیث اول سے ہے جس میں من الیٰ ان قبلہ موجود ہے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا استناد اس روایت سے ہے جس میں مطلق جاگنا من النوم ذکر ہے رات کی قید نہیں ہے۔

دوسری بحث کہ

اگر قبل غسل ہاتھ داخل کر دے تو آئمہ ثلاثہ اور جمہور علماء کے نزدیک پانی ناپاک نہیں ہوتا مطلقاً اور اسحاق بن راہویہ، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نوم اللیل میں ناپاک ہو جائے گا اور یہی ایک روایت امام احمد سے ہے چنانچہ ابن قدامہ نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

اعجب الی ان یہرقہ ۔

اسحاق بن راہویہ وغیرہ کا استدلال اس روایت سے ہے جس میں اداۃ ماء کا حکم ہے جس کو ابن عدی نے روایت کیا ہے مگر وہ خود یہ کہتے ہیں کہ یہ روایت منکر اور غیر محفوظ ہے۔

اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ

جو حکم احتمال پر مبنی ہو وہ وجوب کے لئے نہیں ہوسکتا لہذا غسل یدین کو وجوبی نہیں کہا جاسکتا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ

قاعدہ ہے۔

الیقین لایزول الا بمثلہ

اور یہاں پانی کا پہلے سے طاہر ہونا یقینی تھا اور یدین کی نجاست صرف محتمل اور مشکوک ہے لہذا شک سے یقینی چیز زائل نہیں ہوگی۔

جمہور کے نزدیک سبب نجاست ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اہل حجاز کی عادت استنجاء بالبحر پر اکتفاء کرنے کی تھی اور ان لوگوں کے مزاج اور ملک حار ہوتے ہیں سونے کے بعد پسینہ آتا ہے اور اس کی وجہ سے محل استنجاء تر ہو جاتا ہے جس سے نجاست کے عود آنے کا احتمال ہے اور ہو سکتا ہے کہ سونے والے کا ہاتھ حالت نوم میں مقام استنجاء تک پہنچا ہو۔ نیز چونکہ عند الحمور یہ حکم احتمال نجاست کی بنا پر ہے اس لیے حکم اسی علت پر دائر رہے گا لہذا جب بھی ہاتھوں میں نجاست کا احتمال ہو خواہ سوکراٹھا ہو یا نہیں تب بھی یہی حکم ہوگا کہ بغیر دھوئے ہاتھ پانی میں نہ ڈالے جائیں۔

اب سوال یہ ہے کہ

اس حدیث میں ادخال یدین فی الاناء سے قبل جو غسل یدین کا حکم دیا گیا ہے آیا یہ وہی غسل یدین ہے جو ابتداء وضو میں ہوتا ہے جس کو فقہاء سنن وضو میں شمار کرتے ہیں یا اس کے علاوہ ہے؟

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دونوں قول ہیں۔ فقہاء کے طرز بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی غسل یدین ہے جو ابتداء وضو میں مسنون ہے۔

حدثنا مسدد الخ قوله قال مرتین او ثلاثا

مصنف رحمہ اللہ اعمش کے شاگردوں کا اختلاف بیان فرما رہے ہیں پہلی روایت میں شاگرد ابو معاویہ تھے۔ اس میں عیسیٰ بن یونس ہیں۔ پہلی روایت میں ثلاث مرات ہے بغیر شک کے اور دوسری روایت میں مرتین اور ثلاثا شک کے ساتھ ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صِفَةِ وَضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم ﷺ کے وضو کی صفت کے متعلق

اس باب میں نبی کریم ﷺ کے وضو کا طریقہ بیان فرمایا گیا ہے۔

96 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلَوَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ حُمْرَانَ بْنِ أَبَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ تَوَضَّأَ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا فَعَسَلَهُمَا ثُمَّ تَمَضَّمَصَ وَاسْتَشَرَّتْ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَغَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ

مِثْلَ وَضُوءِي هَذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ وَضُوءِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ وَرْدَانَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنِي حُمْرَانُ قَالَ رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ تَوَضَّأَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَضْمَضَةَ وَالِاسْتِنْشَاقَ وَقَالَ فِيهِ وَمَسَحَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ هَكَذَا وَقَالَ مَنْ تَوَضَّأَ دُونَ هَذَا كَفَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الصَّلَاةِ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران بن ابان سے روایت ہے کہ جس نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو فرماتے ہوئے ملاحظہ فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین بار پانی سے دھویا پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے منہ کو تین بار دھویا اور اپنے دائیں ہاتھ کو کہنیوں سمیت تین بار دھویا پھر اسی طرح اگلے ہاتھ کو دھویا پھر اپنے سر کا مسح فرمایا پھر اپنے سیدھے پاؤں کو تین بار دھویا پھر اسی طرح اگلے پاؤں کو دھویا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے وضو کی مانند وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: جو میرے اس وضو کی مانند وضو کرے پھر دو رکعت ادا کرے اور اس میں اپنے نفس سے کلام نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف فرمادے گا۔ اور حمران سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا پھر اسی کی مثل حدیث بیان کی۔ اور اس میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا تذکرہ نہیں کیا۔ اور اس میں فرمایا: تین بار سر کا مسح کیا۔ پھر تین بار اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ پھر ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا: جو اس سے کم وضو کرے گا وہ اس کو کافی ہوگا اور نماز کے متعلق تذکرہ نہ فرمایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: ۱: ص: ۲۸۸: السنن الصغیر للبیہقی: جز: ۱: ص: ۷۵: سنن دارقطنی: جز: ۱: ص: ۳۰۹)

97 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ زِيَادٍ الْمُؤَدِّبُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّيْمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْوُضُوءِ فَقَالَ رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ سَمِعَ عَنِ الْوُضُوءِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاتَى بِمِضَاةٍ فَأَصْغَاهَا عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى ثُمَّ أَدْخَلَهَا فِي الْمَاءِ فَتَمَضَّمَصَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَرَ ثَلَاثًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا وَغَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاخَذَ مَاءً فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأَذْنَيْهِ فَغَسَلَ بَطُونَهُمَا وَظُهُورَهُمَا مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالَ آيْنَ السَّائِلُونَ عَنِ الْوُضُوءِ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ أَحَادِيثُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ الصَّحَاحُ كُلُّهَا تَدُلُّ عَلَى مَسْحِ الرَّأْسِ اللَّهُ مَرَّةً فَإِنَّهُمْ ذَكَرُوا الْوُضُوءَ ثَلَاثًا وَقَالُوا فِيهَا وَمَسَحَ رَأْسَهُ وَلَمْ يَذْكُرُوا عَدَدًا كَمَا ذَكَرُوا فِي غَيْرِهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عِيسَى أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي عُلْقَمَةَ أَنَّ عُثْمَانَ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ فَافْرَغَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى ثُمَّ غَسَلَ هُمَا إِلَى الْكُوعَيْنِ قَالَ ثُمَّ مَضَمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَذَكَرَ الْوُضُوءَ ثَلَاثًا قَالَ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ وَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ مَا رَأَيْتُمُونِي تَوَضَّأْتُ ثُمَّ سَاقَ لَحْوَ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ وَأَتَمَّ

حضرت عثمان بن عبد الرحمن تمبی سے روایت ہے کہ ابن ابی ملیکہ سے وضو کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو فرمایا کہ میں نے ملاحظہ کیا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے وضو کے متعلق پوچھا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا تو لوٹے میں پیش کیا گیا جس کو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے سیدھے ہاتھ پر ڈالا پھر اس کو پانی میں داخل کیا اور تین بار کلی فرمائی اور تین بار ناک میں ڈالا اور تین بار چہرے کو دھویا پھر تین بار سیدھے ہاتھ کو دھویا اور تین بار لٹے ہاتھ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو داخل فرما کر پانی لے کر سر اور دونوں کانوں کا مسح فرمایا اور ان کے ظاہری اور باطنی اعضاء کو ایک بار دھویا۔ پھر ارشاد فرمایا: وضو کے بارے میں استفسار کرنے والے کدھر گئے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو فرماتے ہوئے ملاحظہ فرمایا ہے۔

امام داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے صحیح احادیث مبارکہ جو روایت ہیں وہ سر کا مسح ایک بار کرنے پر دلالت کرتی ہے چونکہ تین بار دھونا بیان فرمایا۔ اور انہوں نے اس میں فرمایا: اپنے سر کا مسح کرے اور تعداد کا ذکر نہ فرمایا جس طرح اس کے علاوہ ذکر کیا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عبید بن عمیر نے ابو علقمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا تو پہلے سیدھے ہاتھ سے لٹے ہاتھ پر پانی ڈالا اور دونوں کو پہنچوں تک دھویا پھر کلی فرمائی اور ناک میں تین تین بار پانی ڈالا اور تین تین بار دھونا بیان فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی وضو فرماتے ہوئے ملاحظہ فرمایا جیسے تم مجھے وضو کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو پھر آگے زہری کی حدیث کی طرح بیان کیا۔

(اسنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 47)

98 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِيقٍ بْنِ جَمْرَةَ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَانَ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَمَسَحَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ هَذَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ قَالَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا فَقَطَّ

شقیق بن سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو تین تین بار اپنی کلاہیاں دھوتے ہوئے ملاحظہ فرمایا اور تین بار سر کا مسح کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو وکیع نے اسرائیل سے بھی روایت کیا ہے اور فقط تین بار دھونے کا فرمایا۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج: ۱، ص: 76، سنن الدار قطنی: ج: ۱، ص: 347)

99 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ أَتَانَا عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَقَدْ صَلَّى فِدْعًا بِطَهُورٍ فَقُلْنَا مَا يَصْنَعُ بِالطَّهُورِ وَقَدْ صَلَّى مَا يُرِيدُ إِلَّا لِيُعَلِّمَنَا فَأَتَى بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ وَطَسْتٍ فَأَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلَى يَمِينِهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضَّمْضَمَّ وَاسْتَنْشَرَ ثَلَاثًا فَمَضْمَضَ وَنَثَرَ مِنَ الْكَفِّ الَّذِي يَأْخُذُ فِيهِ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا وَغَسَلَ يَدَهُ الشِّمَالِ ثَلَاثًا ثُمَّ جَعَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا وَرِجْلَهُ الشِّمَالِ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَعْلَمَ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ هَذَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلَوَانِيُّ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَلْقَمَةَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ صَلَّى عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ الْغَدَاةَ ثُمَّ دَخَلَ الرَّحْبَةَ فِدْعًا بِمَاءٍ فَأَتَاهُ الْغُلَامُ بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ وَطَسْتٍ قَالَ فَأَخَذَ الْإِنَاءَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى فَأَفْرَغَ عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى وَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا ثُمَّ سَاقَ قَرِيبًا مِنْ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ مُقَدِّمَةً وَمُؤَخَّرَةً مَرَّةً ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ نَحْوَهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ عُرْفُطَةَ سَمِعْتُ عَبْدَ خَيْرٍ رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَتَى بِكُرْسِيِّ فَقَعَدَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَتَى بِكُوزٍ مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضَّمْضَمَّ مَعَ الْإِسْتِنْشَاقِ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا رَبِيعَةُ الْكِنَانِيُّ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ حُبَيْشٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَسَنِلَ عَنْ وَضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا ذَكَرَ الْحَدِيثَ وَقَالَ وَمَسَحَ عَلَى رَأْسِهِ حَتَّى لَمَّا يَقْطُرُ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ هَكَذَا كَانَ

وُضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خالد بن علقمہ نے عبد خیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور انہوں نے نماز ادا کر لی تھی تو انہوں نے وضو کے لئے پانی طلب کیا۔ ہم نے کہا: طہارت کے لئے کیا کریں گے حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما چکے ہیں مگر ہمیں تعلیم دینا چاہتے ہیں تو ایک برتن میں پانی لائے اور ایک تھال بھی حاضر خدمت کر دیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے سیدھے ہاتھ پر پانی کو ڈالا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا پھر تین بار کلی فرمائی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے اسی ہتھیلی میں پانی لیا آپ نے تین بار اپنا چہرہ دھویا پھر تین بار سیدھا ہاتھ دھویا اور تین بار الٹا ہاتھ دھویا پھر برتن میں ہاتھ داخل فرما کر ایک بار اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر سیدھا پاؤں تین بار دھویا اور الٹا پاؤں تین بار دھویا۔ پھر ارشاد فرمایا: جس کو رسول اللہ ﷺ کا وضو جانے میں خوشی ہو تو وہ اسی طرح ہی ہے۔ عبد خیر سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما کر رجبہ میں گئے اور پانی طلب فرمایا تو ایک بچے نے برتن میں پانی لے کر تھالی کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر کیا۔ کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے سیدھے ہاتھ سے برتن کو لیا اور اپنے الٹے ہاتھ پر پانی ڈالا اور تین بار اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دھویا پھر سیدھا ہاتھ ڈالا اور تین بار کلی فرمائی پھر تین بار ناک میں ڈالا۔ پھر ابو عوانہ کی حدیث کے قریب قریب بیان فرمایا اور آگے اور پیچھے سے سر کا مسح فرمایا پھر اسی کی مثل حدیث بیان فرمائی۔ مالک بن عرفطہ نے عبد خیر سے سنا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملاحظہ کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے کرسی حاضر خدمت کی گئی اور آپ رضی اللہ عنہ اس پر بیٹھے پھر پانی کا ایک کوزہ پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے تین بار اپنے ہاتھوں کو دھویا پھر کلی فرمائی اور ایک چلو سے ناک میں پانی ڈالا اور آگے اسی طرح حدیث ذکر کی۔ زر بن حبیش نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا اور آپ سے رسول اللہ ﷺ کے وضو کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حدیث کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے سر کا مسح فرمایا حتیٰ کہ پانی ٹپکنے لگ گیا پاؤں کو تین تین بار دھوتا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ ایسے ہی وضو فرماتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، ج: ۱، ص: ۶۸)

100 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الطُّوسِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا فِطْرٌ عَنْ أَبِي قُرَّةٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَاحِدَةً ثُمَّ قَالَ هَكَذَا تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے چہرے کو تین تین بار دھویا اور اپنی دونوں کلائیوں کو تین تین بار دھویا اور اپنے سر کا ایک بار مسح فرمایا۔ پھر

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ اسی طرح وضو فرماتے تھے۔

101 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَأَبُو تَوْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي حَيَّةَ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ تَوَضَّأَ فَذَكَرَ وَضُوئَهُ كُلَّهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا قَالَ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا أَحْبَبْتُ أَنْ أُرِيَكُمْ طُهُورَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو آپ ﷺ کا تمام وضو کرنا بیان کیا کہ آپ ﷺ کا وضو تین تین بار تھا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھویا۔ پھر ارشاد فرمایا: میں نے محبوب جانا کہ آپ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا وضو کرنا دکھاؤں۔

(سنن ابن ماجہ: ج ۱: ص ۵۴ سنن ترمذی: ج ۱: ص ۸۳ السنن الکبریٰ للشیخ: ج ۵: ص ۷۵)

102 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزُ بْنُ يَحْيَى الْحَرَانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ ابْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَقَدْ أَهْرَاقَ الْمَاءَ فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَأَتَيْنَاهُ بِتَوْرٍ فِيهِ مَاءٌ حَتَّى وَضَعْنَاهُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَلَا أُرِيكَ كَيْفَ كَانَ يَتَوَضَّأُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَأَصْغَى الْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ فغَسَلَهَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى فَأَفْرَغَ بِهَا عَلَى الْأُخْرَى ثُمَّ غَسَلَ كَفَّيْهِ ثُمَّ تَمَضَّمْضَ وَاسْتَنْشَرَّ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي الْإِنَاءِ جَمِيعًا فَأَخَذَ بِهِمَا حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى وَجْهِهِ ثُمَّ الْقَمَّ ابْهَامَيْهِ مَا أَقْبَلَ مِنْ أُذُنَيْهِ ثُمَّ الشَّابِيَةَ ثُمَّ الثَّالِثَةَ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ أَخَذَ بِكَفِّهِ الْيُمْنَى قَبْضَةً مِنْ مَاءٍ فَصَبَّهَا عَلَى نَاصِيَتِهِ فَتَرَكَهَا تَسْتَنُّ عَلَى وَجْهِهِ ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ وَظَهْرَهُ أَدْنَاهُ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَيْهِ جَمِيعًا فَأَخَذَ حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى رِجْلَيْهِ وَفِيهَا النَّعْلُ فَفَتَلَهَا بِهَا ثُمَّ الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ قُلْتُ وَفِي النَّعْلَيْنِ قَالَ قُلْتُ وَفِي النَّعْلَيْنِ قَالَ وَفِي النَّعْلَيْنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ شَيْبَةَ يُشَبِّهُ حَدِيثَ عَلِيٍّ لِأَنَّهُ قَالَ فِيهِ حَبَّاجُ ابْنُ مُحَمَّدٍ بَنِ جُرَيْجٍ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ فِيهِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثَلَاثًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ رضی اللہ عنہ پانی سے استنجاء فرما چکے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا تو ہم نے ایک برتن میں پانی لا کر آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر کر دیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! کیا میں تمہیں یہ نہ دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو فرماتے تھے۔ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ پر برتن سے پانی کو ڈالا اور اس کو دھویا پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دھویا۔ پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی لیا۔ پھر دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر کے برتن میں ڈال دیا اور چلو میں پانی لے کر اپنے چہرے پر ڈالا پھر اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے ارد گرد پھیرا۔ پھر دوسری اور تیسری بار اسی طرح کیا پھر اپنے سیدھے چلو میں پانی لیا اور پیشانی پر ڈالا اور پانی چہرے پر بہنے لگ گیا۔ پھر اپنی کلائیوں کو کہنیوں سمیت تین تین بار دھویا پھر سر کا مسح فرمایا اور کانوں کے باہر والی جگہ کا مسح فرمایا اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر کے برتن میں ڈالا اور چلو پانی کا لیا اور اپنے پاؤں پر ڈالا جو کہ جوتا پہنے ہوئے تھے اور پانی کے ساتھ رگڑا۔ پھر دوسرے پاؤں کے ساتھ اسی طرح فرمایا۔ میں نے عرض کیا: جوتوں میں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جوتوں میں ہی۔ امام ابو داؤد نے فرمایا: حدیث ابن جریج حدیث علی کی طرح ہے کیونکہ اس میں حجاج ابن محمد بن جریج نے روایت کیا ہے کہ سر کا مسح ایک بار فرمایا اور ابن وہب اس میں ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ مسح تین بار کیا۔

(اسنن الکبریٰ للبخاری: جز ۱ ص ۷۳)

103 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبِيعٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عَصِمٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِينِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَبِيعٍ نَعَمْ فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَأَفْرَعَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ تَمَضَّمْضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَذْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدِّمِ رَأْسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِحَالِهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبِيعٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عَصِمٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ لَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفِّ وَاحِدَةٍ يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهُ

عمرو بن یحییٰ مازنی کے والد محترم نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم سے عرض کیا اور وہ عمرو بن یحییٰ مازنی کے دادا تھے کہ کیا آپ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا وضو کر کے دکھا سکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے

فرمایا: ہاں۔ آپ ﷺ نے پانی وضو کے لئے منگوایا اور پہلے اپنے ہاتھوں پر ڈالا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر تین بار کلی فرمائی اور تین بار ناک میں پانی داخل فرمایا پھر تین بار اپنے چہرے کو دھویا پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دو دو بار دھوئے پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح اس طرح فرمایا کہ ان کو آگے کی طرف لے گئے اور پیچھے سے پیشانی تک لے آئے پھر ان کو گدی تک لے گئے اور واپس اسی مقام تک لے آئے جہاں سے شروع فرمایا پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ عمرو بن یحییٰ مازنی کے والد محترم نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث اسی طرح بیان کر کے فرمایا۔ پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی داخل فرمایا اور وہ بھی ایک چلو پانی سے اسی طرح تین بار فرمایا پھر اسی کی مثل روایت بیان فرمائی۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: ۱ ص: ۵۹ سنن ابن ماجہ: جز: ۲ ص: ۱۸)

104 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ حَبَّانَ بْنَ وَاسِعٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيَّ يَذْكُرُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ وَضُوئَهُ وَقَالَ وَمَسَحَ رَأْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلٍ يَدَيْهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى انْقَاهُمَا

حبان بن واسع کے والد محترم نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کو ملاحظہ فرمایا اور آپ ﷺ کے وضو کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: آپ ﷺ نے سر کا مسح فرمایا اور نئے پانی کو لے کر کیا اس کے ساتھ نہ فرمایا جو ہاتھوں سے لگا ہوا تھا اور اپنے دونوں پاؤں اقدس دھوئے حتیٰ کہ ان کو صاف فرمایا۔

(صحیح مسلم: جز: ۱ ص: ۱۴۶ مسند احمد: جز: ۳ ص: ۲۸)

105 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا حَرِيزٌ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَيْسَرَةَ الْحَضْرَمِيُّ سَمِعْتُ الْمِقْدَامَ بْنَ مَعْدِي كَرِبَ الْكِنْدِيَّ قَالَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ فَعَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضَّمَصَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأَذْنَيْهِ ظَاهِرِهِمَا وَبَاطِنِهِمَا

عبدالرحمن بن میسرہ حضرمی سے روایت ہے کہ میں نے مقدم بن معدیکرب کندی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں وضو کے لئے پانی حاضر کیا گیا اور آپ ﷺ وضو فرمانے لگے تو تین بار دونوں ہاتھوں کو دھویا اور تین بار اپنے مقدس چہرہ انور کو دھویا پھر تین تین بار اپنی دونوں کلائیوں کو دھویا پھر تین بار کلی

فرمائی اور تین بار ناک میں پانی لیا پھر اپنے سر کا مسح فرمایا اور کانوں کے ظاہر اور باطن کا مسح فرمایا۔

(معجم الکبیر: جز: ۲۰ ص ۲۷۶ مسند احمد: جز: ۳۷ ص ۱۲۱)

106 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْطَاكِيُّ لَفْظُهُ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَلَمَّا بَلَغَ مَسْحَ رَأْسِهِ وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى مُقَدِّمِ رَأْسِهِ فَأَمَرَهُمَا حَتَّى بَلَغَ الْقَفَا ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي حَرِيزٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ وَهَشَامُ بْنُ خَالِدٍ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ وَمَسَحَ بِأُذُنَيْهِ ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا زَادَ هَشَامٌ وَأَدْخَلَ أَصَابِعَهُ فِي صِمَاحِ أُذُنَيْهِ

حضرت مقدم بن معد کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا پس جب آپ ﷺ سر کے مسح تک پہنچ گئے تو اپنی ہتھیلی مبارکوں کو سر کے اگلی جانب رکھ کر ان کی پچھلی جانب لے گئے حتیٰ کہ گدی تک پہنچ گئے پھر وہاں تک واپس لے آئے جہاں سے شروع فرمایا تھا۔ محمود نے کہا: مجھے حریر نے خبر دی ہے۔ محمود بن خالد اور ہشام بن خالد نے اس اسناد کے ساتھ ولید سے اس کے معنی روایت فرماتے ہوئے فرمایا اور اپنے دونوں کانوں کا مسح کیا ظاہر اور باطن۔ ہشام نے زیادہ بیان کیا کہ اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں کے سوراخ میں داخل فرمایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: ۱ ص ۵۹ معجم الکبیر: جز: ۲۰ ص ۲۷۷ شرح معانی الآثار: جز: ۱ ص ۳۲)

107 - حَدَّثَنَا مُوَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْخَرَانِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَزْهَرِ الْمُغِيرَةُ ابْنُ قُرُوءَةَ وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ أَنَّ مُعَاوِيَةَ تَوَضَّأَ لِلنَّاسِ كَمَا رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَلَمَّا بَلَغَ رَأْسَهُ غَرَفَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَتَلَقَّاهَا بِشِمَالِهِ حَتَّى وَضَعَهَا عَلَى وَسْطِ رَأْسِهِ حَتَّى قَطَرَ الْمَاءُ أَوْ كَادَ يَقْطُرُ ثُمَّ مَسَحَ مِنْ مُقَدِّمِهِ إِلَى مُؤَخَّرِهِ وَمِنْ مُؤَخَّرِهِ إِلَى مُقَدِّمِهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ فَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ بِغَيْرِ عَدَدٍ

یزید بن ابومالک سے روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے واسطے اس طرح وضو کیا جس طرح کہ آپ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تھا جب آپ ﷺ سر تک پہنچے تو اگلے ہاتھ میں چلو میں پانی لیا اور سر کے درمیان ڈال دیا جو کہ ٹپکنے لگ گیا یا ٹپکنے کے قریب پہنچ گیا پھر سر کی اگلی جانب سے پچھلی

جانب تک مسح فرمایا اور اس طرح کچھلی جانب سے اگلی جانب تک لے گئے۔ محمود بن خالد نے ولید سے اس اسناد کے ساتھ روایت کر کے فرمایا پس تین تین بار دھویا اور اپنے دونوں پاؤں کو کسی گنتی کے بغیر دھویا۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج: ١ ص: ٥٩)

108 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ عَقِيلٍ عَنِ الرَّبِيعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينَا فَحَدَّثَنَا أَنَّهُ قَالَ اسْكُبِي لِي وَضُوءًا لَذَكْرَتِ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فِيهِ لَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا وَوَضَا وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مَرَّةً وَوَضَا يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ بِمُؤَخَّرِ رَأْسِهِ ثُمَّ بِمُقَدِّمِهِ وَبِأُذُنَيْهِ كَلْتَيْهِمَا ظُهُورَهُمَا وَبُطُونَهُمَا وَوَضَا رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا مَعْنَى حَدِيثِ مُسَدَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ يُغَيِّرُ بَعْضُ مَعَانِي بِشْرٍ قَالَ فِيهِ وَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَرَّ ثَلَاثًا

عبداللہ بن عقیل نے بیان کیا کہ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لاتے رہتے تھے۔ پس ہمیں ارشاد فرمایا کہ میری خاطر وضو کے لئے پانی لے آؤ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا اور اپنے مقدس چہرہ انور کو تین بار دھویا اور ایک ہار کلی فرمائی اور ناک میں پانی لیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا اور دو ہار سر کا مسح فرمایا سر کے پیچھے سے شروع کیا پھر آگے اور اندر سے دونوں کانوں کا مسح فرمایا اور تین تین بار دونوں پاؤں کو دھویا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہی حدیث مسدد کے معنی ہیں۔ اسحاق بن اسماعیل، سفیان نے ابن عقیل سے اس حدیث کو روایت کیا اور بعض معانی میں تفسیر کر کے فرمایا۔ اور تین ہار کلی اور تین ہار ناک میں پانی داخل کرنے کا فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ: ج: ١ ص: ٢٤٢، معجم الکبیر: ج: ٢ ص: ٢٤٠، معراج السنن: ج: ٢ ص: ٢٢٢)

109 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَبُرَيْدُ بْنُ خَالِدٍ أَلْهَمَدَانِي قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجَلَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الرَّبِيعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ عِنْدَهَا لَمَسَحَ الرَّأْسَ كُلَّهُ مِنْ قَرْنِ الشَّعْرِ كُلِّ نَاحِيَةٍ لِمُنْصَبِ الشَّعْرِ لَا يُحَرِّكُ الشَّعْرَ عَنْ هَيْئَتِهِ

Marfat.com

وَاحِدَةً حَتَّى بَلَغَ الْقَدَالَ وَهُوَ أَوَّلُ الْقَفَا وَقَالَ مُسَدَّدٌ مَسَحَ رَأْسَهُ مِنْ مُقَدَّمِهِ إِلَى مُؤَخَّرِهِ حَتَّى أَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ أُذُنَيْهِ قَالَ مُسَدَّدٌ فَحَدَّثْتُ بِهِ يَحْيَى فَأَنْكَرَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ يَقُولُ إِنَّ ابْنَ عُيَيْنَةَ زَعَمُوا أَنَّهُ كَانَ يُنْكِرُهُ وَيَقُولُ إِيْشُ هَذَا طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ

طلحہ بن مصرف کے والد محترم نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سر کا مسح ایک بار کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے حتیٰ کہ گردن کے شروع ہونے تک پہنچتے۔ اور مسدد نے فرمایا: اپنے سر کا مسح فرمایا اس طرح کہ اس کی اگلی جانب سے پچھلی جانب تک فرمایا حتیٰ کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کانوں کے نیچے سے نکال لیا۔ مسدد نے فرمایا: میں نے اس حدیث مبارکہ کو یحییٰ کو سنایا تو انہوں نے اس کو منکر فرمایا۔

امام ابو داؤد نے فرمایا: میں نے امام احمد کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک ابن عیینہ اس کو منکر ٹھہراتے۔ اور وہ فرماتے۔ یہ کیا ہے طلحہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے۔ (معجم الکبیر: ج: ۱۹ ص: ۱۸۰ سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۱ ص: ۶۰)

114 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عِكْرَمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَلَذَكَرَ الْحَدِيثَ كُلَّهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا قَالَ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ مَسْحَةً وَاحِدَةً

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کو وضو فرماتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ پھر تمام کی تمام حدیث میں تین تین کا تذکرہ کیا۔ ارشاد فرمایا کہ سر اور کانوں کا مسح صرف ایک بار فرمایا۔

(سنن ابو داؤد: رقم الحدیث: ۱۱۴)

115 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَمَادُحٌ وَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَقُتَيْبَةُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ وَذَكَرَ وَضُوءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ الْمَاقِئِينَ قَالَ وَقَالَ الْأُدُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ يَقُولُهَا أَبُو أُمَامَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ قَالَ حَمَّادٌ لَا أَدْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مِنْ أَبِي أُمَامَةَ يَعْنِي قِصَّةَ الْأُذُنَيْنِ قَالَ قُتَيْبَةُ عَنْ سِنَانِ أَبِي رَبِيعَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ ابْنُ رَبِيعَةَ كُنْيَتُهُ أَبُو رَبِيعَةَ

شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے وضو کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ آنکھ کے ڈھیلوں کو ملتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دونوں کان سر

کے جزو سے ہیں۔ سلیمان بن حرب نے کہا: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ اس طرح فرماتے۔ حضرت قتیبہ کا بیان ہے کہ حضرت حماد نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ کانوں کے بارے میں اس بات کو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے یا حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت قتیبہ بن سنان نے حضرت سنان ابی ربیعہ سے روایت کیا ہے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا کہ ابن ربیعہ وہی ہیں جن کی کنیت ابو ربیعہ ہے۔

(مسند احمد: ج: ۳۶ ص: ۲۸ سنن دارقطنی: ج: ۱ ص: ۱۰۳ سنن ابن ماجہ: ج: ۲ ص: ۲۰ سنن ابی یوسف: ج: ۱ ص: ۶۷)

تشریح:

وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق اختلاف ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں چیزیں وضو میں واجب ہیں کیونکہ منہ اور ناک چہرہ میں داخل ہیں اور سب کے نزدیک چہرہ کو دھونا واجب ہے۔ ابن المبارک اور ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ عطاء سے بھی یہی منقول ہے۔

اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ

صرف ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص وضو کرے وہ ناک میں پانی ڈالے یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور یہ حکم وجوب کا تقاضہ کرتا ہے کیونکہ ناک ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور اس کو بند کرنے کے لئے کوئی غلاف نہیں ہے جیسا کہ منہ ہونٹوں سے بند رہتا ہے۔

امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ

غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں واجب ہیں اور وضو میں دونوں سنت ہیں، فقہاء احناف اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ غسل میں ہر اس چیز کو دھونا واجب ہے جس کو دھونا ممکن ہو مثلاً گھنے بالوں کی جڑوں کو دھونا واجب ہے اس کے برخلاف وضو میں اس طرح واجب نہیں ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ

غسل اور وضو دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے واجب نہیں ہے۔ حسن، حکم، حماد، قتادہ، ربیعہ، یحییٰ انصاری، لیث اور اوزاعی کا بھی یہی مسلک ہے۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عشر من الفطرة۔

دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔

اور ان میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر کیا اور فطرت سنت ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے نیز ناک اور منہ باطنی عضو ہیں اس لیے ان کا دھونا واجب نہیں ہے جس طرح داڑھی کے باطن اور آنکھ کے اندرونی حصہ کا دھونا واجب نہیں ہے نیز چہرہ اس کو کہتے ہیں جو مواجہ ہو اور منہ اور ناک کا باطن مخاطب کے مواجہ نہیں ہوتا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

سنن دارقطنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

وضو میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالے بغیر چارہ نہیں، نیز جس شخص نے بھی رسول اللہ ﷺ کے وضو کا بیان کیا اس نے آپ ﷺ کے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا بھی بیان کیا۔ اور آپ ﷺ کا کسی فعل پر مداومت کرنا اس کے وجوب کا موید ہے اور کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا فطرت میں سے ہونا اس کے وجوب کے منافی نہیں ہے کیونکہ فطرت واجب اور مستحب کو بھی شامل ہے۔ اسی وجہ سے ختنہ کو بھی فطرت میں شامل کیا گیا ہے حالانکہ ختنہ کرنا واجب ہے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 83)

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جو یہ کہا ہے کہ

ناک اور منہ چہرے میں داخل ہیں اور چہرہ کا دھونا واجب ہے یہ اس لیے مخدوش ہے کہ ناک اور منہ کا ظاہر حصہ چہرہ میں داخل ہے اور اس کو دھونا بالاتفاق واجب ہے اور بحث ناک اور منہ کے اندرونی حصہ میں ہے اور وہ چہرہ میں داخل نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ کا امر استحباب کے لئے ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں علامہ نووی نے لکھا ہے کہ

یہ راویوں کے اعتبار سے ضعیف ہے اور منقطع ہے۔ (شرح المہذب: ج: 1، ص: 385)

اور جس فعل کو نبی کریم ﷺ نے داعما کیا ہو اس کا واجب ہونا لازم نہیں ہے اور نہ یہ وجوب کو ثابت کرنے کا قاعدہ ہے کیونکہ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک بھی دائیں عضو کو ہاتھیں سے پہلے دھونا واجب نہیں ہے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 93)

اور اب بحث یہ ہے کہ کتنے چلوؤں سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے اس میں اختلاف ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متونی 676ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں مذہب صحیح مختار پر دلیل ہے کہ تین چلوؤں سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے اور ہر چلو سے کلی بھی کرے اور ناک میں بھی پانی ڈالے۔

اور علامہ ابن قدامہ متونی 620ھ لکھتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر اسی سے کلی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے۔

اثر م کہتے ہیں کہ

میں نے ابو عبد اللہ سے سوال کیا۔ آپ کے نزدیک کون سا عمل مستحب ہے ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یا ہر ایک کے لئے الگ الگ پانی لینا۔
انہوں نے کہا: ایک چلو سے۔

کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت ہے اور حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ ایک برتن میں ڈالے۔ پھر تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ان کے لئے ایک چلو میں پانی لیا۔ یہ امام بخاری کی روایت ہے کہ اور امام بخاری اور امام مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ آپ نے ایک چلو میں پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ یہ عمل آپ نے تین بار کیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔

آپ نے ایک ہاتھ سے پانی لے کر تین بار کلی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔
اس حدیث کو اثرم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ لہذا اگر وضو کرنے والا چاہے تو تین چلوؤں سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اگر چاہے تو ایک چلو پانی سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔ جیسا کہ ہم نے احادیث بیان کی ہیں اور اگر تین بار چلو میں پانی لے کر کلی کرے پھر الگ تین بار چلو میں پانی لے کر ناک میں ڈالے تو یہ بھی جائز ہے۔
کیونکہ امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے الگ الگ پانی لیا۔

(المشقی مع الشرح الکبیر: ج: ۱، ص: ۱۳۵، ۱۳۶)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: فقہاء شافعیہ کے اس مسئلہ میں پانچ قول ہیں:

- ۱- ایک چلو میں پانی لے کر اس سے تین مرتبہ کلی کرے اور تین بار ناک میں پانی ڈالے۔
 - ۲- ایک چلو میں پانی لے اور اس سے پہلے کلی کرے پھر ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار اسی چلو سے کرے۔
 - ۳- تین چلو سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار کرے۔
 - ۴- پہلے ایک چلو پانی سے تین بار کلی کرے پھر ایک چلو پانی سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔
 - ۵- چھ چلو پانی سے پہلے تین چلو سے تین بار کلی کرے پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔
- علامہ کرمانی نے کہا: چوتھا طریقہ افضل ہے۔
اور علامہ نووی نے کہا: تیسرا طریقہ افضل ہے۔
الجواہر میں ابن سابق نے دو قول لکھے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

منہ اور ناک کے لئے ایک چلو پانی لے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

ایک چلو پانی لے کر تین بار کلی کرے پھر ایک چلو پانی لے کر تین بار ناک میں ڈالے۔

اور فقہاء حنابلہ کی المغنی میں لکھا ہے کہ

اس کو اختیار ہے ایک چلو سے تین بار کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یا تین چلوؤں سے اور اگر ہر عضو کے لئے الگ الگ تین چلو لیے تو یہ بھی جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

ہمارے اصحاب حنفیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ ابو حنیہ سے روایت کرتے ہیں کہ

میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر ہاتھ دھوئے حتیٰ کہ ان کو صاف کر لیا پھر تین بار کلیاں کیں پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار چہرہ دھویا پھر تین بار کلیاں دھوئیں پھر ایک بار سر پر مسح کیا۔ پھر اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھویا۔ پھر انہوں نے کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی لیا۔

پھر فرمایا: میں نے یہ پسند کیا کہ تم کو دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح وضو کرتے تھے۔

اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ

آپ نے تین بار کلی کی اور ہر بار کلی کے لئے الگ پانی لیا اسی طرح تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار کے لئے الگ پانی لیا تاہم ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ الگ الگ پانی لیا جائے۔

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے الگ الگ پانی لینے پر ہماری دلیل امام طبرانی کی یہ روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا آپ نے تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار نیا پانی لیا۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور ان کا سکوت اس حدیث کی صحت پر ان کے

راضی ہونے کی دلیل ہے۔ (عمدة القاری: ج 2، ص 264، 265)

☆ قوله و مسح راسه ۔

سر کے مسح کی تکرار میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ

تین بار سر کا مسح کرنا مستحب ہے جیسا کہ باقی اعضاء کو تین بار دھونا مستحب ہے اور امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد اور اکثر فقہاء کرام کا مسلک یہ ہے کہ سر کا مسح ایک بار سے زیادہ نہ کیا جائے۔ اور احادیث صحیحہ میں صرف ایک بار مسح کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں مطلقاً مسح کرنے کا ذکر ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے تین تین بار وضو کیا۔

اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین بار سر کا مسح کیا اور سر کے مسح کو باقی اعضاء کے تین بار دھونے پر قیاس کیا اور جن احادیث میں ایک بار سر کے مسح کا ذکر ہے ان کو بیان جواز پر محمول کیا ہے۔

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ

سر کے مسح میں تکرار سنت نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر، سالم، نخعی، مجاہد، طلحہ بن مصرف اور حکم سے بھی اسی طرح روایت ہے کہ

امام ترمذی نے فرمایا کہ

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے اور بعد کے لوگوں کا بھی اسی پر عمل ہے۔

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ: تکرار سنت ہے۔

خرثی نے کہا: تین بار مسح کرنا افضل ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا: سب کا قول یہ ہے کہ

سر کا مسح صرف ایک بار ہے۔

اور امام شافعی نے کہا: سر کا مسح تین بار کیا جائے گا کیونکہ ابو داؤد نے شقیق بن سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے تین بار کلاہیاں دھوئیں اور تین بار سر کا مسح کیا۔

پھر کہا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اس کی مثل رسول اللہ ﷺ کے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سے مروی ہے اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن اوفی، حضرت ابو مالک،

حضرت ربیع اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین تین بار وضو کیا۔

اور حضرت ابی کی حدیث میں ہے۔

یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے رسولوں کا وضو ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ

اس لیے کہ طہارت میں اصل سر پہ تو چہرے کی طرح اس میں بھی تکرار مسنون ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

صحیح بخاری و مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کا بیان کیا۔

اور فرمایا کہ

آپ ﷺ نے سر کا مسح ایک بار کیا۔

اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور ایک بار سر کا مسح کیا۔

اور فرمایا کہ

یہ نبی کریم ﷺ کا وضو ہے جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا وضو دیکھے وہ اس وضو کو دیکھے۔

اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن ابی اونی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت ربیع رضی اللہ عنہ سب نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے سر کا مسح ایک بار کیا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وضو کی حکایت کرنا دائمی عمل کی خبر دینا ہے اور دائمی عمل وہی ہوتا ہے جو افضل اور اکمل ہو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رات کو خلوت کے وقت رسول اللہ ﷺ کے وضو کی حکایت کی ہے اور اس وقت میں افضل عمل ہی کیا جاتا ہے نیز تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور زخم پر پٹی کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کی کسی نوع میں تکرار نہیں ہے تو پھر سر کے مسح میں بھی تکرار نہیں ہوگی اور تکرار کے قائلین نے جو احادیث مبارکہ بیان کی ہیں ان میں سے کسی میں بھی تکرار مسح کی تصریح نہیں ہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام صحیح روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک بار ہے کیونکہ انہوں نے اعضاء وضو کو تین تین بار دھونے کا ذکر کیا اور ان احادیث میں یہ مذکور ہے اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے سر کا مسح تین بار کیا اس کو یحییٰ بن آدم نے روایت کیا ہے اور اس کی وکیع نے مخالفت کی ہے۔

اس نے کہا: فقط تین بار وضو کیا۔

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت یہ ہے کہ

انہوں نے تین تین بار اعضاء وضو کو دھویا اور سر کا مسح کیا اور اس کے عدد کا ذکر نہیں کیا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے اسی

طرح روایت کیا ہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: یہی صحیح ہے۔

ہم نے جو احادیث مبارکہ بیان کی ہیں وہ صحاح کی روایات ہیں اس سے لازم آیا کہ اس کی مخالف روایت ضعیف ہے اور جن احادیث مبارکہ میں یہ ذکر ہے نبی کریم ﷺ نے تین تین بار وضو کیا اس سے مسح کا ماسوئیٰ مراد ہے کیونکہ اس حدیث مبارکہ کے راوی جب مسح کا الگ ذکر کرتے ہیں۔

تو فرماتے ہیں کہ

آپ ﷺ نے سر کا مسح ایک بار کیا اور تفصیل اجمال کی حاکم اور تفسیر ہوئی ہے اور اجمال تفصیل کا معارض نہیں ہوتا جس طرح خاص عام کا معارض نہیں ہوتا اور امام شافعی کا سر کے مسح کو باقی اعضاء پر قیاس کرنا تیمم سے منقوض ہے یعنی ہم اسی کے مقابلہ میں سر کے مسح کو دھونے پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اسی طرح سر کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کو مسح پر قیاس کرنا مسح کو دھونے پر قیاس کرنے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے نیز جب سر پر تین بار مسح کیا جائے گا تو پھر وہ مسح نہیں رہے گا بلکہ وہ دھونے کے مترادف ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سر پر ایک بار مسح بیان جواز کے لئے کیا ہو اور تین بار مسح افضل امر کے بیان کے لئے کیا ہو اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر راویوں نے ایک بار مسح کر کے فرمایا:

یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے۔

اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ دائماً اسی طرح وضو فرماتے تھے نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کا طریقہ اس لیے بیان کیا کہ سائلین اور حاضرین کو رسول اللہ ﷺ کے دائمی وضو کا طریقہ اور کیفیت معلوم ہو جائے۔ اگر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی اور طریقہ سے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہوتا تو مطلقاً یہ نہ کہتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ

شقیق بن سلمہ کی روایت میں جو تین بار سر کے مسح کا ذکر ہے وہ راوی کی خطا ہے کیونکہ جب تمام راوی ایک شخص سے ایک ہی حدیث کی روایت کریں اور تمام راوی ایک صفت کو بیان کریں اور ایک راوی اس کی مخالف صفت کو بیان کرے تو اس ایک راوی پر خطا اور غلط کا حکم لگایا جائے گا خواہ وہ ثقہ اور حافظ ہو اور جب اس کی ثقاہت اور حافظہ معروف نہ ہو تو پھر اس کی روایت میں خطا کا واقع ہونا اور زیادہ یقینی ہوگا۔ (المغنی مع الشرح الکبیر: ج: 1، ص: 145، 146)

اب رہا یہ سوال کہ سر پر مسح کی کتنی مقدار فرض ہے تو اس میں بھی اختلاف ہے۔

علامہ ابوالحسن المرغینانی حنفی متونی 593 ھ لکھتے ہیں: سر پر پیشانی کی مقدار میں مسح کرنا فرض ہے اور وہ چوتھائی سر ہے

کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ قوم کے کوڑا کرکٹ پر آئے وہاں پیشاب کیا پھر وضو کیا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا اور قرآن مجید میں مسح کی مقدار مجمل ہے اور یہ حدیث اس کا بیان ہے یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے کیونکہ وہ تین بالوں کا اندازہ کرتے ہیں اور امام مالک کے خلاف بھی حجت ہے کیونکہ وہ پورے سر کا مسح فرض قرار دیتے ہیں۔ (ہدایہ اولین: ص: 4، 5) علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں اجمال اس وجہ سے ہے کہ وَامْسَحُوا بِوُضُوئِكُمْ میں با محل پر داخل ہے اور یہ تبعیض پر دلالت کرتی ہے اور اس بعض کی تعیین نہیں ہے اور حضرت مغیرہ کی روایت میں ہے۔

فمسح بनावیہ

یہاں بھی با محل پر داخل ہے لہذا یہ حدیث بھی اس آیت کی طرح مجمل ہے۔

اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ

امام ابوداؤد کی اس روایت سے استدلال کیا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے سرخ رنگ کا منقش عمامہ باندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے عمامہ کے نیچے سے ہاتھ داخل فرمایا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ پر سکوت فرمایا ہے اس لیے یہ حدیث بظاہر حجت ہے۔

اور اس حدیث مبارکہ کا مفاد یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے سر کے پورے اگلے حصہ پر مسح کیا اور یہ سر کا چوتھائی حصہ ہے جس کو ناصیہ کہتے ہیں۔

اسی طرح امام بیہقی نے عطا سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے وضو کیا اور عمامہ کو ہٹایا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا۔

یہ حدیث مرسل ہے اور ہمارے نزدیک حدیث مرسل حجت ہوتی ہے خصوصاً اس صورت میں جب کہ یہ حدیث متصل سے

مؤید ہو۔

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ

ان احادیث مبارکہ میں سر کے اگلے حصہ پر مسح کرنے کے فعل کا ذکر ہے اس لیے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس سے کم مقدار

پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اگر چوتھائی سر کی مقدار سے کم پر بھی مسح کرنا جائز ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس سے کم مقدار پر بھی مسح کرتے تاکہ امت کو معلوم ہوتا کہ یہ بھی جائز ہے آیت وضو میں بالصاق کے لئے ہے اور جب آلہ (ہاتھ) کا سر سے الصاق ہو تو وہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے اس لیے اگر کسی شخص نے سر پر ہاتھ رکھے اور پورے سر پر مسح نہیں کیا تب بھی الصاق ہو جائے گا اور جب سر پر ہاتھ رکھے جائیں گے تو چوتھائی سر پر مسح ہو جائے گا کیونکہ عموماً ہاتھ چوتھائی سر کے برابر ہوتے ہیں اس لیے چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے۔ (فتح القدیر: ج: 1، ص: 18)

سوال: اب رہا یہ سوال کہ عمامہ پر مسح کرنے کا کیا حکم ہے تو اس میں بھی اختلاف ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متونی 855ھ لکھتے ہیں: عمامہ پر مسح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام احمد یہ کہتے ہیں کہ

اگر کامل وضو کر کے عمامہ پہنا ہو تو عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے جس طرح موزوں پر مسح کرنا جائز ہے جو فقہاء عمامہ پر مسح کرنے

کا انکار کرتے ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ

وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ (مائدہ: 6)

اپنے سروں پر مسح کرو۔

اور جو شخص عمامہ پر مسح کرے گا وہ سر پر مسح نہیں کرے گا۔

اس کا مفاد یہ ہے کہ

جس عضو پر مسح کرنا ہے اس عضو پر پکڑا رکھ کر مسح کیا جائے تو وہ کافی نہیں ہوگا اسی طرح سر پر عمامہ رکھ کر عمامہ پر مسح کیا

جائے تو وہ سر کے مسح سے کفایت نہیں کرے گا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کو فرض کیا ہے اور عمامہ پر مسح کرنے والی حدیث تاویل کی محتمل ہے تو محتمل چیز کی وجہ سے یقینی

چیز کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن منذر نے کہا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عمامہ پر مسح کیا، حضرت عمر، حضرت انس اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم کا بھی

یہی قول ہے۔

حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابو داؤد سے بھی یہی روایت ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت حسن، حضرت قتادہ، حضرت مکحول، حضرت اوزاعی اور حضرت ابو ثور کا بھی یہی نظریہ ہے

اور عروہ نخعی، شعبی، قاسم، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) نے کہا: عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

ٹوپی پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

اور عورت کے لئے دوپٹہ پر مسح کرنے میں دو روایتیں ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ

یہ جائز ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے۔

یہ جائز نہیں ہے۔ (عمدة القاری: ج: 3، ص: 98)

سوال: اب رہا سوال یہ کہ سر کے مسح کے لئے نیا پانی لینا ضروری ہے یا نہیں تو اس میں بھی اختلاف ہے۔ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نیا پانی لینا ضروری ہے اور احناف کے نزدیک نیا پانی لینا ضروری نہیں بلکہ سنت ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ اس نئے پانی والی روایت سے اس بات پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ بقیہ تری سے سر کا مسح جائز نہیں اس لیے اس حدیث سے سر کے مسح کے لئے نیا پانی کا صرف ثبوت ہو رہا ہے اور اس کا ضروری و شرط ہونا معلوم نہیں ہو رہا نفس فعل لزوم پر دلالت نہیں کرتا۔

امام نووی رحمہ اللہ کی یہ بات قاعدہ اور انصاف کی ہے۔

آپ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ

نئے پانی والی روایت احناف کے خلاف نہیں ہے۔

قوله ومسح راسه

سر کے مسح کی مقدار کے متعلق مزید دلائل یہ ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متونی 450ھ لکھتے ہیں: امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ

کم از کم تین بالوں یا ان سے زائد پر مسح کیا جائے یہ مقدار فرض ہے کیونکہ

”وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ“ میں با کا معنی تبعیض ہے۔

اور آیت کا معنی ہے کہ

اپنے سر کے بعض حصہ پر مسح کرو۔

اور حدیث میں اس کی دلیل یہ ہے کہ

ابن سیرین نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی پر یا سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا۔ اور ابو معقل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے کہ

رسول اللہ ﷺ وضو کر رہے تھے اور آپ ﷺ کے سر پر قطری عمامہ تھا آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور عمامہ کو نہیں کھولا۔

البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا مستحب ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے پورے سر کا مسح کیا تھا۔ (الحاوی الکبیر: ج: 1، ص: 138)

امام شافعی کی اس دلیل پر دو وجہ سے نقض ہے۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ

باء کا متفق علیہ معنی الصاق ہے تبعیض نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

اگر تین بالوں پر مسح کرنا فرض ہوتا تو نبی کریم ﷺ بیان جواز کے لئے کبھی تو صرف تین بالوں پر مسح کرتے یا پھر اس مقدار کا صراحتاً بیان فرماتے۔

امام مالک کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

علامہ ابو بکر محمد بن عبداللہ ابن العربی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

چہرہ اس عضو کا نام ہے جس پر آنکھیں، ناک اور منہ اسی طرح سر اس عضو کا نام جس پر بال ہیں سو جس طرح چہرہ دھونے کا معنی یہ ہے اس تمام عضو کو دھویا جائے جس پر آنکھیں، ناک اور منہ ہے۔ اسی طرح سر پر مسح کرنے کا معنی ہے کہ اس کے تمام بالوں پر مسح کیا جائے۔

امام مالک سے کسی نے پوچھا کہ

اگر کوئی شخص وضو کرے اور سر کے بعض حصہ پر مسح کرے اور بعض کو ترک کر دے تو آیا یہ صحیح ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا۔

اگر کوئی شخص وضو کرے اور چہرے کے بعض حصہ کو دھوئے اور بعض کو ترک کر دے تو آیا یہ جائز ہوگا۔

(احکام القرآن: ج: 2، ص: 60)

علامہ ابن العربی نے امام مالک رحمہ اللہ کے موقف پر حسب ذیل احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا۔ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کو سر کے ابتدائی حصہ سے پیچھے اپنی گدی

کی طرف لے گئے اور پھر گدی سے سر کے اگلے حصے تک لائے جہاں سے آپ ﷺ نے ابتداء کی تھی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 185)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا جب آپ ﷺ سر کے مسح پر پہنچے تو آپ ﷺ نے سر کے اگلے حصہ پر دونوں ہتھیلیاں رکھیں پھر آپ ﷺ ان ہتھیلیوں سے مسح کرتے ہوئے ان کو گدی تک لائے پھر ان سے مسح کرتے ہوئے ان کو واپس اسی جگہ لے گئے جہاں سے ابتداء کی تھی۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 123)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں کہ

سر کے مسح کے متعلق امام احمد کے تین قول ہیں۔

1- پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے

2- پیشانی کے برابر یعنی چوتھائی سر کا مسح فرض ہے

3- سر کے اکثر حصے کا مسح کرنا فرض ہے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 87)

پورے سر کا مسح کرنے یا اکثر حصہ کا مسح کرنے کا قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سر پر پیشانی کی مقدار کے برابر بھی مسح کیا ہے جس طرح کہ صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد کے حوالوں سے گزر چکا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور بعض مشائخ احناف کے نزدیک تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا فرض ہے۔

علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: پیشانی کی مقدار چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ لوگوں کے کوڑا ڈالنے کی جگہ پر آئے پھر پیشاب کیا اور پیشانی کی مقدار مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا اور قرآن مجید میں مسح کی مقدار مجمل ہے اور یہ حدیث مبارکہ کا بیان ہے اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف دلیل ہے جو تین بالوں کی مقدار کا قول کرتے ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ پر بھی حجت ہے جو پورے سر کے مسح کو فرض کہتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ

ہمارے بعض اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے ہاتھ کی تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنے کو فرض کہا ہے کیونکہ مسح کرنے کا آلہ ہاتھ ہے اور اس کی اکثر مقدار تین انگلیاں ہیں۔ (ہدایہ اولین: ص: 17)

☆ قوله ومسح براسه واذلیه مسح واحدہ.....

یہاں پر چار بحثیں ہیں:

- 1- کانوں کا مسح کرنا ہے یا دھونا ہے
 2- کانوں کا مسح کرنا واجب ہے یا سنت ہے
 3- کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی مسنون ہے یا نہیں
 4- کان مستقل ہیں یا سر کے جز ہیں۔

پہلی بحث

آئمہ اربعہ کے نزدیک کانوں کا مسح کرنا ہے۔
 داؤد ظاہری اور امام زہری کے نزدیک کانوں کو دھونا ہے۔
 اور شععی اور حسن بن صالح کے نزدیک کانوں کا حکم دھونا اور مسح دونوں ہے یعنی دونوں کانوں کا وہ حصہ جو چہرہ کی جانب ہے اس کو دھونا ہوگا چہرہ کے دھونے کے ساتھ اور مااد بر من الاذنین کا مسح ہوگا کانوں کے ساتھ ہوگا۔

دوسری بحث

جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کے نزدیک کانوں کا مسح سنت ہے۔
 اور امام احمد کے نزدیک واجب ہے۔

تیسری بحث

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی سنت ہے۔
 اور احناف کے نزدیک کانوں کا مسح سر کے پانی کے ساتھ سنت ہے۔
 حافظ ابن القیم نے فرمایا کہ
 نبی کریم ﷺ سے کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی ثابت نہیں ہے۔
 اسی طرح باب کی آخری حدیث

الاذنان من الراس

ہماری دلیل ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ

احناف کے نزدیک نیا پانی مستحب ہے یا نہیں۔

تو جواب یہ ہے کہ

اس میں ہمارے فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

مراقی الفلاح میں لکھا ہے: یہ مستحب ہے۔

اور فتح القدیر میں لکھا ہے: لا يستحب

اور اسی طرح علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے۔

چوتھی بحث

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک کان سر کا جز ہیں۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مستقل عضو ہیں۔

اور داؤد ظاہری اور امام زہری کے نزدیک کان چہرہ کا جز ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ دلیل میں یہ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لیا لہذا وہ مستقل عضو ہوئے اور حدیث الاذان من الراس کو مرفوعاً ثابت نہیں مانتے۔

کہتے ہیں کہ موقوف ہے۔

امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں: اگرچہ وہ جز راس ہیں مگر نیا پانی کانوں کے مسح کے لئے اس وجہ سے ہے کہ آپ ﷺ سے ثابت ہے۔

اور داؤد ظاہر اور امام زہری دلیل میں یہ فرماتے ہیں کہ

آپ ﷺ سے سجدہ میں یہ دعا ثابت ہے۔

سجدو جہی للذی خلقہ و شق سمعہ و بصرہ

اس حدیث مبارکہ میں سمع اور بصر دونوں کی اضافت وجہ کی طرف کی گئی ہے لہذا سمع و بصر چہرہ کا جز ہوئے۔

☆ قوله ثم القم ابهامیہ ما اقبل من اذنیہ.....

یہاں پر ایک نئی بات آئی ہے وہ یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ چہرہ کے دھونے کے ساتھ اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کا لقمہ بنایا یعنی جس طرح لقمہ کو منہ میں داخل کرتے ہیں اسی طرح انگوٹھوں کو کانوں میں داخل کیا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ما قبل من الاذنین کا مسح چہرے دھونے کے ساتھ کیا جس طرح کہ اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے جمہور کی جانب سے اس کا جواب یہی ہوگا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے احیاناً بیان جواز کے لئے اس طرح کیا ورنہ مسنون طریقہ تو وہی ہے جو روایات کثیرہ مشہورہ میں آیا ہے۔

سوال

اب سوال یہ ہے کہ فرائض وضو کی تعداد کیا ہے۔

جواب

اس میں اختلاف ہے کہ فرائض وضو کی تعداد کیا ہے۔

صادی حاشیہ جلالین میں آیت وضو کے تحت لکھا ہے کہ فرائض وضو احناف کے نزدیک صرف چار ہیں جو آیت میں مذکور

ہیں۔

یعنی تین اعضاء کو دھونا اور سر کا مسح کرنا۔

اور شافعیہ کے نزدیک فرائض وضو کل چھ ہیں۔

چار تو وہی فرائض قرآنیہ ہیں اور دو اس کے علاوہ نیت اور ترتیب ہے۔

مالکیہ کے نزدیک فرائض وضو سات ہیں۔

چار تو وہی فرائض قرآنیہ، پانچواں نیت، چھٹا مولاۃ اور سات دلک ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وضو سے پہلے وضو کی نیت کرنا بھی فرض ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

غسل اور وضو سے اس وقت تک طہارت حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ نیت نہ کرے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دار و مدار صرف نیت پر ہے۔

نیز تیمم بغیر نیت کے جائز نہیں ہے اور یہ دونوں طہارتیں ہیں تو دونوں کا حکم مختلف کیسے ہوگا۔

امام احمد اور امام مالک کے نزدیک نیت طہارت کی شرط ہے۔ (مغنی: ج: 1، ص: 78) (الحاوی الکبیر: ج: 1، ص: 100)

اعمال کا دار و مدار صرف نیت پر ہے۔

اس حدیث مبارکہ کا یہ معنی نہیں ہے کہ

تمام اعمال کی صحت کا دار و مدار نیت پر ہے ورنہ لازم آئے گا کہ بیع، شراء، نکاح، طلاق، ردّ اور قبول کوئی چیز بھی نیت کے بغیر صحیح

نہ ہو اس لیے حدیث کا معنی یہ ہے کہ تمام اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے لہذا اگر طہارت کے قصد کے بغیر کوئی شخص بارش میں

نہا لیا تو اس کا غسل اور وضو صحیح ہوگا اور اس سے نماز صحیح ہوگی اگرچہ طہارت کا ثواب اس کی نیت سے ملے گا۔

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ

وضو میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

وضو، غسل اور تیمم سب میں پہلے بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔

کیونکہ امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص وضو نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوگی اور جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوگا۔

پہلی روایت کی وجہ یہ ہے کہ

وضو طہارت ہے اور باقی طہارتوں کی طرح اس میں بھی بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے اور اس حدیث میں وضو کی نفی نفی کمال پر محمول ہے جیسے آپ نے فرمایا: مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی اور دوسری روایت اس حدیث کے ظاہر معنی پر محمول ہے اگر اس نے عہد بسم اللہ کو ترک کیا تو وضو نہیں ہوگا اگر بھول گیا تو وضو ہو جائے گا۔ (المغنی: ج: ۱، ص: ۷۴)

امام شافعی کے نزدیک اعضاء وضو میں وہ ترتیب بھی فرض ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہے یعنی پہلے چہرہ دھوئے پھر ہاتھ پھر سر کا مسح کرے اور پھر پیروں کو دھوئے۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متونی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں: ہماری دلیل اس آیت میں ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: فَاغْسِلُوا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اور فاتعقیب اور تاخیر کا تقاضا کرتی ہے۔

امام احمد کا بھی یہی موقف ہے۔ (الحادی الکبیر: ج: ۱، ص: ۱۶۸)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک وضو میں ترتیب وضو نہیں ہے کیونکہ ان کے درمیان حرف واؤ کے ساتھ عطف کیا گیا ہے اور واؤ مطلقاً جمع کے لئے آتی ہے۔

نیز حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں خواہ کسی عضو کے ساتھ وضو کی ابتداء کروں۔ (سنن کبریٰ للبیہقی: ج: ۱، ص: ۸۷)

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم وضو میں ہاتھوں سے پہلے پیروں کو دھوؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج: ۱، ص: ۳۹)

نیز جب بے وضو کی نیت سے نہر یا دریا میں غسل کرے تو ترتیب ساقط ہو جائے گی اور بالا اتفاق اس کا وضو ہو جائے گا۔

امام مالک کے نزدیک موالات فرض ہے بشرطیکہ اس کو یاد ہو اور کوئی عذر نہ ہو اور امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک موالات فرض نہیں ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کا استدلال اس آیت میں لفظ فاء سے ہے کیونکہ فاء ترتیب علی الفور کے لئے آتی ہے۔

(بدلیۃ المجتہد: ج: ۱، ص: ۱۲)

اور جمہور کا استدلال لفظ واؤ سے ہے کیونکہ واؤ مطلقاً جمع کے لئے آتی ہے اور ان اعضاء کے درمیان واؤ کے ساتھ عطف

کیا گیا ہے۔

دوسری دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے اس طرح وضو کیا جس طرح نماز کے لئے وضو کرتے ہیں مگر پیروں کو نہیں دھویا۔ آپ ﷺ نے استنجاء کیا اور جونا گوار چیز لگی تھی اس کو صاف کیا پھر تمام جسم پر پانی ڈالا اس کے بعد ایک طرف ہو کر اپنے پیروں کو دھویا یہ آپ کا غسل جنابت تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 249)

اس حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے پیروں کے دھونے کو باقی اعضاء سے موخر کر دیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ وضو میں موالات فرض نہیں ہے۔

☆ قوله عن حمran بن ابان مولى عثمان بن عفان قال رايت عثمان بن عفان رضي الله عنه سب سے مقدم مصنف رحمہ اللہ نے اس حوالہ سے مسند عثمان رضی اللہ عنہ کو بیان فرمایا ہے اس کے بعد مسند حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیان فرمایا۔ ان دونوں کی روایت کو مصنف رحمہ اللہ نے مفصلاً ذکر کیا ہے۔ وضو کے اکثر مسائل اور اختلافات آئمہ انہی دو روایات میں آگئے ہیں۔

☆ حدثنا محمد بن مثنى

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کا طریق ثانی ہے۔

پہلی سند میں حمران سے روایت کرنے والے عطاء تھے اور اس میں ان سے روایت کرنے والے ابوسلمہ بن عبدالرحمن ہیں۔

☆ قوله فذكر نحوه

ذکر کی ضمیر ابوسلمہ کی طرف راجع ہے جو طریق ثانی کے راوی ہیں اور نحوه کی ضمیر عطاء کی طرف راجع ہے جو طریق اول میں مذکور ہیں۔

مصنف رحمہ اللہ کی غرض ابوسلمہ اور عطاء دونوں کی روایت کے الفاظ میں جو کمی اور زیادتی ہے اس کو بیان کرنا ہے۔

☆ قال ابو داؤد رواه وكيع عن اسرايل قال توضا ثلاثا قط

مصنف رحمہ اللہ کی غرض اس سے لفظ مذکور یعنی مسح راسہ ثلاثا کی تضعیف ہے اور وہ یوں کہ لفظ مذکورہ کو اسرایل سے نقل کرنے والے اس سند میں یحییٰ بن آدم ہیں۔ اصل میں مصنف رحمہ اللہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ اسی حدیث مبارکہ کو وکیع نے اسرایل سے یحییٰ بن آدم کے خلاف نقل کیا ہے۔ وکیع کی روای میں لفظ مذکور نہیں ہے بلکہ وہ روایت مجمل ہے اس میں صرف توضا ثلاثا ہے اور وکیع کی روایت یحییٰ کی روایت سے راجح ہے کیونکہ وکیع یحییٰ سے اقویٰ ہیں اور دوسرے اس وجہ سے بھی کہ یحییٰ روایت

عثمان کی احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ جس طرح کہ مصنف رحمہ اللہ پہلے فرما چکے ہیں۔ اس تشریح سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ لفظ متن میں قط سکون طاء کے ساتھ ہے بمعنی فقط اور تشدید طاء کے ساتھ نہیں ہے۔

☆ حدثنا مسدد

پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روایات کا سلسلہ چل رہا تھا اب یہاں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ

اس باب میں مصنف رحمہ اللہ سے نو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کی تخریج کی ہے۔

- 1- حضرت عثمان غنی
- 2- حضرت علی
- 3- عبداللہ بن زید بن عاصم
- 4- مقدم بن معدیکرب
- 5- معاویہ بن ابی سفیان
- 6- ربیع بنت معوذ بن عفراء
- 7- جد طلحہ
- 8- عبداللہ بن عباس
- 9- اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ

☆ حدثنا الحسن بن علی الخ قوله ثم ساق قريبا من حديث ابی عوانه

یہاں پر ساق کی ضمیر زائدہ کی طرف راجع ہے دراصل اس حدیث کا مدار خالد بن علقمہ پر ہے پھر علقمہ کے متعدد تلامذہ ہیں پہلے ابو عوانہ آئے تھے اور یہاں پر ان کے شاگرد زائدہ ہیں۔

اصل میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ زائدہ راوی نے حدیث اسی طرح بیان فرمائی جس طرح ابو عوانہ نے بیان فرمائی تھی۔

☆ حدثنا محمد بن المثنی الخ قوله قال ناشبة قال سمعت مالک بن عوفطة

شعبہ خالد کے تیسرے شاگرد ہیں مگر ان سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے اپنے استاذ کے نام کی بجائے خالد بن علقمہ کے مالک بن عوفطہ بیان کیا۔

شعبہ کی روایت نسائی میں بھی ایسے ہی ہے۔

امام نسائی نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق فرمایا:

☆ قال ابو عبد الرحمن هذا خطأ والصواب خالد بن علقمه

قال ابو داؤد و حديث ابن جريج عن شعبة الخ

حجاج بن محمد کے طریق میں ابن جریج کے استاذ اور ہیں اور ابن وہب کے طریق میں ابن جریج کے استاذ دوسرے ہیں۔ حجاج بن محمد کی سند اس طرح ہے۔

عن حجاج بن محمد عن ابن جريج عن شعبة عن ابی جعفر

عن ابیہ عن جدہ عن علی
اور ابن وہب کی اس طرح ہے۔

عن ابن وہب عن ابن جریج عن محمد بن علی بن حسین عن ابیہ عن جدہ عن علی۔
حجاج کی روایت کو امام نسائی رحمہ اللہ نے تخریج کیا ہے۔

☆ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ

یہاں سے عبد اللہ بن زید بن عاصم رحمہ اللہ کی مسانید کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

حدثنا احمد بن محمد بن حنبل

اب یہاں سے مصنف رحمہ اللہ مسند ام بن معدیکرب کی مسانید کو ذکر کر رہے ہیں۔

حدثنا مؤمل بن الفضل الخ قوله فلما بلغ رأسه غرف غرفة.....

یہاں سے پانچویں صحابی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ذکر فرما رہے ہیں۔

حدثنا مسدد الخ قوله عن الربیع بنت معوذ بن عفراء

یہاں سے ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا کی روایات کو بیان فرما رہے ہیں۔

حضرت ربیع کے والد محترم معوذ بھی صحابی ہیں اور عفراء معوذ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہے یہ نسبت الی الام ہے یہ بھی صحابیہ ہیں

اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حارث بن رفاعہ ہے حضرت معوذ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں ابو جہل کو قتل کرنے والوں میں آپ
رضی اللہ عنہ کا شمار ہے۔

جنگ بدر میں شہادت نوش فرما گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی جن کا نام معاذ ہے وہ بھی ابو جہل کے قتل میں اپنے بھائی کے
ساتھ تھے۔

یہ عفراء بہت مبارک خاتون ہیں۔

کہا گیا ہے کہ

یہ پہلے حارث بن رفاعہ کے نکاح میں تھیں۔

حارث سے ان کے تین لڑکے پیدا ہوئے۔

1- حضرت معاذ 2- حضرت معوذ 3- اور عوف رضی اللہ عنہ

پھر حارث کے بعد انہوں نے بکیر بن یلیل سے شادی کی تو چار لڑکے پیدا ہوئے۔

1- ایاس 2- عاقل 3- خالد 4- اور عامر رضی اللہ عنہ

یوں کل سات بیٹے ہو گئے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

یہ ساتوں جنگ بدر میں شریک ہوئے یہ خصوصیت کسی اور صحابی یا صحابیہ کو حاصل نہیں ہے۔

قوله حدثنا اسحاق بن اسماعیل الخ قوله یغیر بعض معانی بشر

یغیر کی ضمیر سفیان کی طرف راجع ہے یعنی سفیان نے حدیث کے مضمون میں تغیر کر دیا یعنی وہ مضمون نہیں ذکر کیا جو بشر نے کیا تھا۔ حدیث ربیع کو امام داؤد رحمہ اللہ نے متعدد طرق سے ذکر فرمایا ہے اور سب کا مدار عبداللہ بن محمد بن عقیل پر ہے چنانچہ پہلی سند میں ان کے شاگرد بشر بن المفضل تھے اور اس دوسری سند میں سفیان ہیں اور آگے تیسری سند میں ان کے شاگرد ابن عجلان آ رہے ہیں۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ کا مقصد ابن عقیل کے تلامذہ کی روایات میں جو فرق ہے اس کو بیان کرنا ہے۔

☆ حدثنا محمد بن عیسیٰ الخ قوله عن جدہ

یہاں سے ساتویں صحابی جد طلحہ کی حدیث ذکر فرمائی جا رہی ہے۔

☆ حدثنا سلیمان بن حرب الخ قوله من ابی امامہ

یہ اس باب کی آخری حدیث ہے جس کے راوی کا نام حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ ہے۔ اس میں اختلاف آرہا ہے کہ یہ ابو امامہ کون سے ہیں۔ کیونکہ ابو امامہ دو ہیں۔

1- ایک ابو امامہ الباہلی جن کا نام صدی بن عجلان ہے جو بالاتفاق صحابی ہیں۔

2- دوسرے ابو امامہ الانصاری ہیں جن کا نام سعد بن حنیف ہے۔

ان کا صحابی ہونا مختلف فیہ ہے بعض ان کو تابعی کہتے ہیں اور بعض صحابی کہتے ہیں یہ حدیث مبارکہ مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے، اور صاحب مشکوٰۃ نے ان کو ابو امامۃ الانصاری کہا ہے۔ یعنی سعد بن حنیف۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے صاحب مشکوٰۃ کی رائے لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ابو امامۃ الباہلی مراد ہوں۔

☆ قوله قال قتیبہ عن سنان ابی ربیعہ

سنان ترکیب میں مبدل منہ ہے اور ابی ربیعہ اس سے بدل واقع ہے سنان راوی کا نام ہے اور ابوربیعہ کنیت ہے۔ لہذا

سنان اور ابوربیعہ دونوں کا مصداق ایک ہی آدمی ہو۔ اور مزید یہ کہ سنان کے والد کا نام ربیعہ ہے لہذا ان کو سنان بن ربیعہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے اس سند میں دو استاد ہیں:

1- سلیمان بن حرب 2- قتیبہ بن سعید

امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ

میرے استاد سلیمان نے روایت کرتے وقت عن سنان بن ربیعہ کہا۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

تین تین پارہ ہونے کے متعلق

— — — — —

عمر و بن شعیب والد محترم اور وہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اور عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! وضو کیسے کریں؟ تو نبی کریم ﷺ نے برتن میں پانی طلب فرمایا اور دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا پھر تین بار اپنے مقدس چہرہ کو دھویا، پھر تین بار اپنی کلائیوں کو دھویا پھر اپنے سر اقدس کا مسح فرمایا اور اپنی انگلیوں کو کانوں کے سوراخوں میں داخل فرمایا اور دونوں انگوٹھوں کے ساتھ کانوں کے ظاہری جانب اور شہادت کی دونوں انگلیوں سے کانوں کے باطنی جانب کا مسح فرمایا پھر تین تین بار اپنے دونوں پاؤں اقدس کو دھویا۔ پھر ارشاد فرمایا: یہی وضو ہے جس نے اس پر زیادتی کی یا کمی کی تو اس نے برا کیا اور ظلم کیا یا ظلم کیا اور برا کیا۔

تشریح:

اس حدیث مبارکہ سے واضح معلوم ہوا کہ اعضاء کا تین تین بار دھونا سنت ہے مگر مسح صرف ایک بار ہے۔

یہ حدیث مبارکہ احناف کی قوی دلیل ہے۔

ان حدیث مبارکہ سے وضو میں تین تین بار اعضاء کو دھونا سنت قرار دیا گیا ہے۔

سب سے پہلے سنت کی تعریف اور اقسام اور شرعی حکم بیان کرتا ہوں۔

علامہ راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: سنت کا معنی یہ ہے کہ

طریقہ اور سنت النبی کا معنی ہے نبی کریم ﷺ کا طریقہ۔ (المفردات: ص: 245)

علامہ ابن اثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں: سنت کا لغوی معنی ہے۔

طریقہ اور سیرت

اور اس کا شرعی معنی ہے۔

جس کام کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہو یا اس سے منع کیا ہو یا اس کو قولاً یا فعلاً مستحب قرار دیا ہو۔ (نہایہ: ج: 2، ص: 402)

علامہ میر سید شریف متوفی 816ھ لکھتے ہیں: سنت کا شرعی معنی ہے۔

بغیر فرضیت اور وجوب کے جو طریقہ دین میں رائج کیا گیا ہو جس کام کو نبی کریم ﷺ نے دائماً کیا ہو اور کبھی ترک بھی

کیا ہو وہ سنت ہے اگر یہ دوام بہ طور عبادت ہو تو یہ سنن الہدیٰ ہیں اور اگر یہ دوام بہ طور عادت ہو تو یہ سنن الزوائد ہیں۔

سنت الہدیٰ وہ ہیں جس کو قائم کرنا دین کی تکمیل کے لئے ہو اور اس کا ترک کرنا کراہت یا اساءت ہے۔

اور سنن الزوائد وہ ہیں۔

جن پر عمل کرنا مستحسن ہے اور ان کا ترک کراہت نہیں ہے اور نہ اساءت ہے جیسے اٹھنے بیٹھنے، کھانے، پینے اور لباس میں

نبی کریم ﷺ کی سیرت، سنن ہدیٰ کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔

جس طرح کہ

اذان اور اقامت، سنت مؤکدہ کا مطالبہ واجب کی طرح ہے مگر واجب کے ترک پر سزا کا استحقاق ہے اور اس کے ترک پر

عقاب نہیں ہے۔ (کتاب التعریقات: ص: 54)

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں: بغیر لزوم کے دین میں جو طریقہ دائماً رائج کیا گیا ہو وہ سنت ہے۔

اور اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ

اس کے کرنے میں ثواب ہے اور اس کے ترک کرنے پر عتاب اور ملامت ہے اور سزا نہیں ہے۔

نیز علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے جس فعل کو دائماً کیا ہو اور کبھی ترک نہ کیا ہو وہ سنت مؤکدہ کی دلیل اور علامت ہے جیسے رمضان کے

آخری عشرہ کا اعتکاف ہے آپ ﷺ نے اس کو کبھی ترک نہیں کیا اور جس فعل کو آپ ﷺ نے کبھی ترک فرمایا وہ سنت غیر

مؤکدہ کی دلیل اور علامت ہے اور جس فعل کو آپ ﷺ نے دائماً کیا ہو کبھی ترک نہ فرمایا ہو اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو وہ

وجوب کی دلیل اور علامت ہے۔ (البحر الرائق: ج: 1، ص: 17)

سنت کی حجت پر یہ دلائل واضح ہیں کہ جو احکام رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہیں ان کی اصل یہ آیات کریمہ ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (الحشر: 7)
اور رسول تم کو جو (احکام دیں) ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو۔
اور ارشاد فرمایا: مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء: 80)
جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور ارشاد فرمایا: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ط (آل عمران: 31)
آپ فرمادیتے ہیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم کو اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ سنت کے تارک کا کیا حکم ہے۔

تو اس کے جواب میں علماء کرام کے اقوال ہیں۔

علامہ سید طحطاوی لکھتے ہیں: قنیه میں مذکور ہے کہ

سنت (موکدہ) کا تارک فاسق ہے اور اس کا منکر بدعتی ہے۔

اور تلوح میں مذکور ہے کہ

سنت موکدہ کو ترک کرنا حرام کے قریب ہے اور اس کا تارک شفاعت سے محروم ہونے کا مستحق ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ میری شفاعت کو نہیں پائے گا۔

اور شیخ زین نے شرح المنار میں لکھا ہے کہ

سنت موکدہ کے ترک سے گناہ گار ہوگا مگر یہ گناہ ترک واجب کے گناہ سے کم ہوگا۔ (حاشیہ مراقی الفلاح: ص: 39)

علامہ طحطاوی نے تلوح کے حوالہ سے اس حدیث مبارکہ کو ذکر کیا ہے۔

جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ میری شفاعت کو نہیں پائے گا۔

یہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے اور یہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جن میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لئے میری شفاعت ہے۔ (جامع ترمذی: ص: 351)

اور سنت کا ترک گناہ کبیرہ نہیں ہے فرض کا ترک یا حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے اور سنت کے ترک کا گناہ ترک واجب کے گناہ سے بھی کم درجہ کا ہے۔ اگر بالفرض یہ حدیث مبارکہ ہو تو

اس کی توجیہ یہ ہے کہ جو سنت مؤکدہ کو بہ طور اصرار ترک کرے وہ ملامت کئے جانے اور عذاب کا مستحق ہوگا لیکن سنت مؤکدہ کے ترک کا گناہ ترک واجب کے گناہ سے کم ہے۔ (ردالمحتار: ج: 1، ص: 252)

یہ تو سنت کا مقام و مرتبہ بتانے کے لئے تمہیداً کلام کیا ہے۔

ہمارا مقصود وضو کی سنتوں کے متعلق ہے کہ تین بار اعضاء وضو کو دھونا سنت ہے۔ سب سے پہلے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین بار ہاتھ دھو لینے چاہئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو دھو لے کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔ صحیح مسلم کی روایت میں تین بار دھونے کا ذکر ہے اسی طرح سنن ترمذی اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں بھی ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 162، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2781، سنن ابوداؤد: 103، سنن ترمذی: 24)

تین بار کلی کرنا، تین بار ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے اور پورے سر کا ایک بار مسح کرنا سنت ہے۔

عمرو بن ابی حسن نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے پانی کا ایک برتن منگوا لیا اور انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وضو کر کے دکھایا۔ انہوں نے اس برتن سے پانی انڈیل کر تین بار ہاتھ دھوئے پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر تین بار کلی فرمائی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا، پھر ہاتھ سے پانی لے کر تین بار چہرہ دھویا پھر اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دو مرتبہ دھویا پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر سر کا مسح کیا، ایک بار ہاتھوں کو سر کے اگلے حصہ سے پچھلے حصہ تک اور ایک بار پچھلے حصہ سے اگلے حصہ تک پھیرا۔ پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 186، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 235)

اور کانوں کا مسح کرنا سنت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کانوں کا مسح فرمایا، کانوں کے اندر اپنی انگلیاں ڈالیں اور کانوں کی پشت پر اپنے انگوٹھے رکھے اور کانوں کے ظاہر اور باطن پر مسح کیا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 439)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اعضاء وضو کو دھونا تین بار سنت ہے اور کان کا مسح کرنا سنت ہے۔

قوله فمن زاد علی هذا او نقص فقد اساء وظلم..... الخ

اس حدیث مبارکہ میں دو فعل اور دو حکم ہیں۔

اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت

وہ یہ ہے کہ یہاں تقسیم ہے کہ زاد کے ساتھ ظلم اور نقص کے ساتھ اساء کا حکم لگتا ہے۔

دوسری صورت

وہ یہ ہے کہ مجموعہ حکم مجموعہ فعل پر مرتب ہو رہا ہے یعنی جس نے وضو میں زیادتی اور کمی کی مثلاً منہ چار بار دھوئے اور پاؤں دو بار دھوئے تو اس نے ظلم کیا اور برائی کی۔

تیسری صورت

ہر فعل کے ساتھ مجموعہ حکم لگتا ہے یعنی جس نے زیادتی کی اس نے ظلم بھی کیا اور برائی بھی کی اور جس نے کمی کی اس نے ظلم بھی کیا اور برائی بھی کیا۔

لہذا کمی کی صورت میں سنت پر عمل نہ کر کے سنت کے ثواب سے نفس کو محروم کر کے برا کیا اور نفس اس کو اس واسطے دیا گیا تھا کہ اس کے ساتھ نیکیاں کرے لیکن اس نے نیکی نہ کر کے نفس پر ظلم کیا کیونکہ اس پر ظلم کی تعریف صادق آگئی وہ وضع الشی فی غیر محلہ ہے نیکی کرنی تھی برائی کر لی یا کہ کمی کو سنت کے اعتقاد کے ساتھ کیا تو یہ بدعت ہے اور بدعت بری بھی ہے ظلم بھی ہے اور دیکھنے والوں پر ظلم ہے وہ اس کو دیکھ کر وضو میں کمی کرنے لگ جائیں گے سنت کے ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔ بدعت کا ارتکاب کریں گے۔

یہ تھی وہ دو توجیہات جو کمی کرنے پر تھیں اب تین سے زیادتی کی توجیہات ملاحظہ ہوں۔

زیادتی کی پہلی توجیہ یہ ہے کہ

التعاب نفس بلا ثواب ہے یعنی تین سے زیادہ بار دھو کر اپنے آپ کو تھکا دیا اور ثواب بھی نہ پایا۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ

پانی زیادہ استعمال کر کے اسراف کا گناہ کیا اور وقت ضائع کر کے قیمتی سامان ضائع کیا یعنی پانی اور وقت ضائع کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا حالانکہ ایک منٹ بھی تقرب کا ذریعہ ہے۔

یا اس حدیث مبارکہ کی توجیہ یہ ہے کہ

جس نے تین بار دھونے کو طہارت کے لئے ناکافی جان کر زیادتی کی اس نے ظلم کیا ورنہ اگر مزید صفائی کے قصد سے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے تین بار سے زیادہ دھویا تو وہ مباح ہے اور یا جس نے تین بار دھونے کو طہارت کے لئے زائد جان کر کمی کی اس نے ظلم کیا ورنہ ایک یا دو بار دھونا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے۔

حدثنا مسدد الخ قوله عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده

اس میں سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

عمرو بن شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

یہ تو متعین ہے کہ

ابیہ کی ضمیر عمرو کی طرف راجع ہے مگر عن جدہ میں اختلاف ہے کہ اس کی ضمیر بھی عمرو ہی کی طرف راجع ہے یا شعیب کی طرف راجع ہے۔

جد عمرو کا نام محمد ہے۔

اور جد شعیب کا نام عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہے۔

محمد تابعی ہیں اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں اگر ضمیر عمرو کی جانب راجع مانیں تو روایت مرسل ہوگی کیونکہ جد عمرو یعنی محمد تابعی ہیں اور اگر جدہ کی ضمیر شعیب کی طرف راجع مانیں تو اس صورت میں روایت مسند ہوگی صحابی مذکور ہونے کی وجہ سے۔

اور مطلب یہ ہوگا کہ

شعیب روایت کرتے ہیں اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے۔

بعض محدثین جیسے کہ ابن حبان اور ابن عدی وغیرہما کو اس سند پر اشکال ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ

یہ سند ایک صورت میں مرسل ہے اور ایک صورت میں منقطع ہے۔ منقطع اس لیے کہ ان کے نزدیک شعیب کا سماع اپنے دادا سے ثابت نہیں ہے مگر اکثر محدثین جس طرح کہ حضرت محدثین جس طرح کہ حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت علی بن مدینی، حضرت اسحاق بن راہویہ، حضرت امام بخاری اور حضرت امام نووی رحمہم اللہ اس سند کو حجت مانتے ہیں۔

اور انہوں نے کہا ہے کہ

جدہ کی ضمیر شعیب کی طرف راجع ہے اور شعیب کا سماع اپنے دادا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے لہذا سند منقطع نہیں ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں ثبوت سماع کی تصریح کی ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں: و شعیب قد سمع من جدہ عبد اللہ بن عمرو۔

نیز امام ترمذی فرماتے ہیں کہ

ومن ضعفہ لما ضعفہ من قبل الہ یحدث من صحیفۃ جدہ

یعنی جن لوگوں نے عمرو بن شعیب کی تضعیف کی ہے وہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ فی نفسہ ضعیف ہے کہ تضعیف کرنے والے اس لیے تضعیف کرتے ہیں کہ وہ جو حدیث اس سند سے بیان کرتے ہیں یعنی عن ابیہ عن جدہ وہ از قبیل وجاہہ ہے یعنی وہ اپنے

دادا کے صحیفہ سے روایت کرتے ہیں بغیر ثبوت سماع کے۔

مگر جمہور نے یہ کہا ہے کہ

ان کا اپنے دادا سے سماع ثابت ہے لہذا صحیفہ سے بھی نقل کرنے میں کوئی اشکال نہیں۔

در اصل بات یہ ہے کہ وجادہ کے متعلق مشہور یہ ہے کہ

وہ از قبیل مرسل یعنی منقطع ہے مگر جب آئمہ فن ثبوت سماع کی تصریح کر رہے ہیں فاین الانقطاع تو انقطاع کہاں سے رہ

گیا۔

تیسرا قول امام دارقطنی کا ہے وہ یہ ہے کہ

اگر سند کے اندر جدہ کا مصداق عبداللہ بن عمرو بن العاص صراحۃً مذکور ہو جس طرح کہ بعض مذکور ہے تب تو یہ سند معتبر ہے

ورنہ معتبر نہیں۔

لہذا اس سند کے متعلق تین قول ہوئے۔

ایک قول ابن عدی و ابن حبان اور یحییٰ القطان وغیرہ کا کہ حجت نہیں۔

دوسرا قول جمہور علماء کا جس میں امام بخاری اور ان کے مشائخ ہیں کہ مطلقاً حجت ہے۔

تیسرا قول دارقطنی کا کہ ایک صورت میں حجت ہے اور ایک صورت میں نہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّتَيْنِ

دو بار دھونے کے متعلق

اس باب میں دو دو بار وضو کرنے کے متعلق احادیث ذکر کی گئی ہیں۔

117 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا زَيْدُ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ

قُوتَبَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْفَضْلِ الْهَاشِمِيُّ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي مُرَّةٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو دو بار وضو فرمایا۔

(صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۳۷۳ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۵۴ سنن ابی نعیم ج ۱ ص ۷۹ سنن ترمذی ج ۱ ص ۷۵)

118 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا زَيْدٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَتُحِبُّونَ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَدَعَا يَانَاءَ فِيهِ مَاءً فَاعْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ الْيُمْنَى فَتَضَمَّضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ أَخَذَ أُخْرَى فَجَمَعَ بِهَا يَدَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ أَخَذَ أُخْرَى فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنَى ثُمَّ أَخَذَ أُخْرَى فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرَى ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ نَفَضَ يَدَهُ ثُمَّ مَسَحَ بِهَا رَأْسَهُ وَأَذْنَيْهِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً أُخْرَى مِنَ الْمَاءِ فَرَشَّ عَلَى رِجْلَيْهِ الْيُمْنَى وَفِيهَا النَّعْلُ ثُمَّ مَسَحَهَا بِيَدَيْهِ يَدٍ فَوْقَ الْقَدَمِ وَيَدٍ تَحْتَ النَّعْلِ ثُمَّ صَنَعَ بِالْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں آپ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا طریقہ وضو دکھاؤں کہ آپ ﷺ کیسے وضو فرماتے تھے۔ لہذا آپ ﷺ نے برتن میں پانی طلب کیا اور اپنے الٹے ہاتھ میں چلو پانی کا لے کر کلی فرمائی اور ناک میں پانی داخل فرمایا پھر دوسری بار پانی لیا اور دونوں ہاتھ اکٹھے فرمائے اور چہرہ اقدس کو دھویا۔ پھر دوبارہ پانی لیا اور سیدھے ہاتھ کو دھویا۔ پھر دوبارہ پانی لیا تو اس سے الٹے ہاتھ کو دھویا۔ پھر پانی کا چلو لے کر چھڑک دیا اور اس تری سے سر اور دونوں کانوں کا مسح فرمایا پھر دوسرا پانی کا چلو لے کر اپنے سیدھے ہاتھ پر گرایا اور اس پاؤں کے اندر جوتا مبارک تھا آپ نے اس پر ہاتھوں سے مسح فرمایا وہ اس طرح کہ ایک ہاتھ اور پاؤں پر اور دوسرا جوتے کے نیچے رکھا تو ایسے ہی الٹے پاؤں کا مسح فرمایا۔

(المجم الکبیر جزء ۱ ص ۸۰)

تشریح:

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ

ایک ہاتھ پاؤں کے اوپر تھا اور دوسرا ہاتھ جوتے کے نیچے تھا دوسرا ہاتھ اگر قدم کے نیچے ہوتا تب تو اشکال نہیں تھا کہ ایک چلو پانی پاؤں پر ڈالا اور جلدی سے پاؤں کو اوپر نیچے سے دونوں ہاتھوں سے مسل لیا مگر جب دوسرا ہاتھ بجائے پاؤں کے نیچے کے جوتے کے نیچے ہوگا تو پاؤں کے نیچے کا حصہ کس طرح تر ہوگا؟

اس کے شروحات میں کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔

علامہ شوکانی نے کہا ہے کہ

تحت النعل میں نعل سے مراد قدم ہی ہے لہذا ایک ہاتھ قدم کے اوپر اور دوسرا ہاتھ قدم کے نیچے تھا۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے دوسرا جواب اختیار فرمایا ہے۔

وہ یہ ہے کہ

اس صورت میں جو روایت میں مذکور ہے غسل قدم کا تو تحقق ہوگا نہیں لہذا انہوں نے اس حدیث کو مسح علی الخف پر محمول کیا یعنی اگرچہ اس حدیث مبارکہ میں موزے کا ذکر نہیں مگر نفی بھی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ

ایک چلو پانی پاؤں پر ڈالا اور جلدی جلدی دائیں ہاتھ سے پاؤں کو اوپر نیچے سے ملا اس طور پر کہ دوسرے ہاتھ سے پاؤں کو جوتے کے ساتھ سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلى اللہ علیہ وسلم .

بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً ایک ایک بار دھونے کے متعلق

119 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا أُخْبِرُكُمْ بِوُضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوْضَأَ مَرَّةً مَرَّةً
حضرت عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں آپ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے وضو کی خبر نہ دوں تو آپ ﷺ نے ایک ایک بار وضو کیا۔ (سنن ابی نعیم الکبریٰ جزء ۱ ص ۸۰)

تشریح:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے پہلے تین تین بار دھونے کا باب قائم فرمایا پھر دو دو بار دھونے کا باب قائم فرمایا اور اب ایک بار دھونے کا باب قائم فرمایا۔

اسی طرح تین باب امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی قائم فرمائے ہیں لیکن آپ نے چوتھا بھی قائم فرمایا یعنی

باب فی الوضوء مرة و مرتین و ثلاث

یعنی تین صورتوں کو ایک ترجمہ میں جمع فرمادیا۔

پھر امام ترمذی رحمہ اللہ نے پانچواں باب بھی قائم فرمایا کہ

باب فی من توضع بعض وضوئہ مرتین و بعضہ ثلاثا

یعنی ایک ہی وضو میں بعض کو دو بار اور بعض کو تین بار دھونا ثابت ہے۔

مگر امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے صرف تین باب ترتیب کے ساتھ بیان کیے یعنی پہلے تین تین بار دھونے کا باب، پھر دو دو بار دھونے کا باب پھر ایک ایک بار دھونے کا باب۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

باب فی الفرقِ بَیْنِ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے فرق کرنے کے متعلق

اس باب میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں فرق کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

120 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ لَيْثًا يَذْكُرُ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ دَخَلْتُ يَغْنَى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ وَالْمَاءُ يَسِيلُ مِنْ وَجْهِهِ وَلِخَدَيْهِ عَلَى صَدْرِهِ فَرَأَيْتُهُ يَفْصِلُ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ

طلحہ اپنے والد محترم، دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے اور پانی چہرہ انور اور داڑھی مبارکہ سے سینہ مقدسہ پر بہہ رہا تھا تو میں نے ملاحظہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی فرمانے اور ناک میں پانی داخل فرمانے میں فرق رکھا۔ (اسنن الکبریٰ للبخاری ج ۱ ص ۱۵۱ المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۱۸۱)

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں فرق کرنے کے متعلق باب صفة وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کلام ہو چکا ہے۔

وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

باب فی الاستنشاقِ

ناک کو سکھنے کے متعلق

یہ باب ناک کو سکھنے کے متعلق ہے۔

صَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ وَافِدِ بْنِ الْمُتَفِقِ أَنَّهُ أَتَى عَائِشَةَ فَلَذَكَرَ مَعْنَاهُ قَالَ فَلَمْ يَنْشَبْ أَنْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَلَّعُ يَتَكَفَّأُ وَقَالَ عَصِيدَةُ مَكَانَ خَزِيرَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فِيهِ إِذَا تَوَضَّأْتَ لَمْ تُضِمَّضْ

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بنو متفق کا وفد بن کر یا بنو متفق میں ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس کی طرف چلا۔ پس جب ہم رسول اللہ ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ اپنے مقدس گھر میں تشریف فرما نہیں تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے ہمارے لیے حریرہ کا حکم فرمایا تو وہ ہمارے واسطے تیار کیا گیا اور پلیٹ بھی لائی گئی۔ قتیہ نے پلیٹ اور کھجوروں کا تذکرہ نہ کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ لوگوں کو کچھ کھلایا گیا یا کسی چیز کا حکم فرمایا گیا ہے۔ ہم نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم آپ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر تھے کہ ایک چرواہا بکریوں کو لے کر وہاں سے گزرا جو چراگاہ کی جانب لے کر جا رہا تھا اس کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ بھی تھا جو پی رہا تھا۔ ارشاد فرمایا: اے فلاں! کیا بچہ جنا ہے۔ اس نے عرض کیا: چرنے والا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ایک بکری ہمیں اس کے عوض ذبح کر دیجئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس کو خود کے لئے نہ سمجھ لینا بلکہ اس کو ہمارے واسطے ذبح کرنا ہے۔ ریوڑ میں سو بکریاں ہیں اور ہم ان کے اندر زیادتی نہیں کرنا چاہتے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی جگہ ہم بکری کو ذبح کروا دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میری زوجہ فحش گو ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس کو طلاق دے دو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم نے کافی عرصہ اس کے گزر بسر کی ہے اور اس سے میرے بچے بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تم اس کو نصیحت کرو پس اگر اس کے اندر کچھ خیر ہوگی تو وہ سمجھ جائے گی اور اپنی زوجہ کو باندی جیسا نہ مارنا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے وضو کے بارے میں ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وضو کو پورا کیا کرو اور انگلیوں کے درمیان خلل کیا کرو اور ناک کو مبالغے کے ساتھ پانی کے ساتھ دھویا کرو مگر یہ کہ تمہیں روزہ ہو (یعنی روزہ میں اس طرح نہ کرنا)

عاصم بن لقیط بن صبرہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ آپ بنی متفق کا وفد لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آگے اسی معنی کی روایت نقل کر کے فرمایا کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ آگے کی جانب جھک کر تشریف لائے اور خزیرہ کی جگہ عسیدہ فرمایا۔ ابن جریر نے اس طرح روایت بیان کر کے فرمایا کہ جب وضو کرو تو کلی کیا کرو۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز ۱ ص ۳۰۳ مستدرک: جز ۲ ص ۱۲۳ صحیح ابن حبان جز ۳ ص ۳۳۲ شرح السنۃ: جز ۱ ص ۶۱)

تشریح:

☆ قوله واخلل بین الاصابع

انگلیوں میں خلال کرنے کا مسئلہ اختلافی ہے۔

مالکیہ کے نزدیک ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کرنا واجب ہے اور پاؤں کی انگلیوں کا مستحب ہے اور احناف اور شوافع کے نزدیک ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال سنت ہے الا اذا كانت الاصابع مضمضة فحينئذ يجب التخليل

اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک دو قول ہیں۔

ایک مثل جمہور کے اور یہی ان کے نزدیک اصح ہے جس طرح کہ معنی میں لکھا ہوا ہے۔

اور دوسری روایت امام احمد سے یہ ہے کہ

انگلیوں کا خلال مطلقاً ہاتھوں اور پاؤں دونوں کا واجب ہے۔

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: انگلیوں کے جوڑ دھونا مستقل سنت ہے یہ وضو کے ساتھ مختص نہیں، کانوں کے سوراخ میں جو میل ہوتا ہے اس کو نکال کر کان صاف کرنا بھی اس کے ساتھ لاحق ہے اس طرح ناک کے اندر جو میل ہوتا ہے پسینہ اور گردوغبار کی وجہ سے جسم کے جس حصہ پر بھی میل ہو اس کو صاف کرنے کا یہی حکم ہے۔

اور ترمذی میں خلال کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ وارد ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں خلال کرو۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 39)

قوله حدثنا عقبہ بن عکرم الخ قوله فلم ينشب.....

یہ لقیط بن صبرہ کی حدیث مبارکہ کا دوسرا طریق ہے۔ پہلے طریق میں اسماعیل بن کثیر سے روایت کرنے والے یحییٰ بن سلیم تھے اور یہاں ان سے روایت کرنے والے ابن جریج ہیں۔ یہ زیادتی ابن جریج کے طریق میں ہے طریق سابق میں نہیں ہے یعنی راوی کہتا ہے کہ کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ ہمیں مکان پر پہنچے ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلد ہی تشریف لے آئے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَخْلِيلِ اللَّحْيَةِ

خلال داڑھی کے متعلق

یہ باب داڑھی کے خلال کرنے کے متعلق ہے۔



124 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ يَعْنِي الزَّيْعَ بْنَ لَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِیحِ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ زُورَانَ عَنْ
أَنَسٍ يَعْنِي ابْنَ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ
فَأَذْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَخَلَّلَ بِهِ لِحْيَتَهُ وَقَالَ هَكَذَا أَمَرَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَالْوَلِيدُ بْنُ زُورَانَ رَوَى عَنْهُ حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ وَأَبُو الْمَلِیحِ الرَّقِّيُّ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ وضو فرماتے تو چلو پانی کالے کر ٹھوڑی کے نیچے
لگا کر داڑھی مقدسہ کا خلال فرماتے۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے رب عزوجل نے مجھے اسی طرح حکم فرمایا
ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: ولید بن زوران نے حجاج بن حجاج اور ابوالملیح الرقی سے روایت کیا ہے۔

(اسنن الکبریٰ للبخاری: جز ۱ ص ۵۴، معجم الاوسط: جز ۳ ص ۲۲۱، شرح السنن: جز ۱ ص ۶۶)

تشریح:

یہاں پر دو مسئلے ہیں۔

ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ وضو میں داڑھی کا حکم مسح ہے یا دھونا اور دوسرا مسئلہ داڑھی کے خلال کا ہے۔

پہلا مسئلہ

داڑھی کی دو قسمیں ہیں:

۱- حلیہ ۲- کثہ

حلیہ وہ ہے جس میں سے چہرہ کی کمال نظر آئے۔

اس کا حکم ہے۔

بجب غسل مانع تھا

یعنی ایسی صورت میں چہرہ کی کمال کو تر کرنا ضروری ہے۔

داڑھی کو تر کرنا کافی نہیں ہے۔

اور جب (کثہ) یعنی کثیر داڑھی یعنی گھنی داڑھی تو اس میں دھونا فرض ہے۔ مگر اس لیے وہ داڑھی مراد ہے جو خدین اور

دین کے محاذات میں ہو۔ مسترسل حصہ اس میں داخل نہیں اس کا دھونا ضروری ہے نہ کہ مسح کرنا یہی امام نووی، جمہور علماء، آئمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔

تشریح:

رہا دوسرا مسئلہ کہ داڑھی کا خلال کرنا تو اس میں بھی اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وضو میں سنت خلال سنت ہے اور غسل جنابت میں خلال واجب ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک کسی میں فرض نہیں بلکہ مستحب ہے اور حسن بن صالح اور ابو ثور اس کے قائل ہیں کہ داڑھی کا خلال وضو اور غسل دونوں میں فرض ہے۔ ابو ثور اور حسن بن صالح کی دلیل یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے سے داڑھی میں ڈال کر خلال کیا۔

فَخَلَلَ بِهِ لِحْيَتَهُ وَقَالَ هَكَذَا أَمْرِي رَبِّي ۔

امام مالک رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ

فاطہروا کا تعلق اعضاء ظاہرہ سے اور داڑھی کا اندرونی حصہ اعضاء باطنہ سے ہے۔

اور احناف کی دلیل وہی ہے جو مضمضہ اور استنشاق کے وجوب کی ہے کہ صغیر مبالغہ کا ہے اور داڑھی کے دو اعتبار ہیں۔ بال ادھر ادھر کریں تو کھال دکھائی دیتی ہے نہ کریں تو نظر نہیں آتی لہذا مبالغہ کے پیش نظر غسل میں خلال واجب ہے اور وضو میں سنت ہے۔

اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ داڑھی میں خلال کرتے تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 39)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ

عمامہ پر مسح کرنے کے متعلق

اس باب میں عمامہ پر مسح کرنے کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

125 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَأَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا

قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرُهُمْ أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ
وَالْتَسَاخِينِ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ بھیجا پس ان کو ٹھنڈک پہنچی۔ تو جب وہ رسول اللہ ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ان کو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ پگڑیوں اور موزوں پر مسح کر لیا کرو۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز ۱ ص ۶۲، شرح السنہ جز ۱ ص ۶۶، مسند احمد جز ۲ ص ۲۶۲)

126 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ
بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي مَعْقِلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَوَضَّأَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قَطْرِيَّةٌ فَأَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ وَلَمْ يَنْقُضِ
الْعِمَامَةَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے ملاحظہ کیا اور آپ ﷺ کے سراقس پر قطری عمامہ تھا تو آپ ﷺ نے اپنے مقدس ہاتھ کو عمامہ کے نیچے داخل فرما کر مقدس سر کے اگلے حصہ پر مسح فرمایا اور عمامہ مقدسہ کے بندھن کو نہ ٹوٹنے دیا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز ۱ ص ۶۰، مستدرک جز ۱ ص ۲۷۵، سنن ابن ماجہ جز ۲ ص ۱۹۵، معرفۃ السنن جز ۱ ص ۱۹۷)

تشریح:

عمامہ کے اوپر مسح کرنے میں اختلاف ہے۔

حنابلہ اور ابو ثور کے نزدیک سر پر مسح کرنا جائز ہے۔

اور جمہور علماء، آئمہ ثلاثہ کے نزدیک صرف عمامہ پر مسح کرنا کافی نہیں اور نہ اس سے فرض مسح ادا ہوگا۔

امام احمد کی دلیل یہ ہے کہ

أَمْرُهُمْ أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ

یعنی ان کو حکم دیا کہ پگڑیوں پر مسح کیا کرو۔

لہذا عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے۔

جمہور علماء کی دلیل یہ ہے کہ

قرآن مجید میں سر کا ذکر ہے وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ اور پگڑی سر کا غیر ہے اس لیے صرف پگڑی پر مسح کرنا کافی نہیں

کیونکہ مسح علی العمامہ مسح رأس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

نیز اگر عمامہ کا مسح ہوتا تو سر کے مسح کا نائب ہوتا اور نائب اور اصل جمع نہیں ہو سکتے۔

عمامہ پر مسح کی روایات کے جمہور کی جانب سے متعدد جواب دیئے گئے ہیں۔
1- یہ احادیث معطل ہیں۔

فرمایا: قالہ مولنا عبدالحی قلت لکن ابن العربی صحیحۃ لا غبار علیہا۔
2- امام محمد رحمہ اللہ موطا میں فرماتے ہیں۔

بلغنا ان المسح علی العمامۃ کان ثم ترک

3- حدیث مبارکہ میں راوی کی طرف سے اختصار ہوا ہے۔

بعض صحیح روایات میں مسح علی العمامہ کے ساتھ مسح علی الناصیہ بھی مذکور ہے جس طرح کہ مغیرہ بن شعبہ کی حدیث مبارکہ میں جو اسی کتاب میں باب المسح علی الخفین میں آئے گی۔
جس کے لفظ یہ ہیں۔

کان یمسح علی الخفین وعلی ناصیۃ وعلی عمامتہ
نیز مسلم میں بھی یہی الفاظ موجود ہیں۔

4- عمامہ سے مراد ماتحت العمامہ ہے، حال بول کر محل مراد لیا گیا ہے۔ اطلاق اسم الحال علی المحل کے قبیل سے ہے چنانچہ
اسی باب کی دوسری حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آرہا ہے۔

فادخل یدہ من تحت العمامۃ

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر عمامہ اتارے ہوئے عمامہ کے نیچے ہاتھ داخل کر کے سر کا مسح فرمایا۔

5- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے مسح کے بعد عمامہ کو درست فرمایا ہوگا لفظن التسویۃ مسحاً

تو اس سے دیکھنے والے نے دور سے یہ سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسح فرما رہے ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی

اللہ علیہ وسلم

بَابُ غَسْلِ الرَّجُلَيْنِ

پاؤں کو دھونے کے متعلق

اس باب میں پاؤں کو دھونے کے متعلق حدیث بیان فرمائی گئی ہے۔

127 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبَلِيِّ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَادٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ

يَذُلُّكَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخُصْرِهِ

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ملاحظہ فرمایا کہ جب آپ ﷺ وضو فرماتے تو دونوں پاؤں اقدس کی انگلی کو چھٹکی مقدسہ سے ملتے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز ۱ ص ۱۷۶ المعجم الکبیر: جز ۲ ص ۲۰۶ سنن ابن ماجہ: جز ۲ ص ۲۳ سنن ترمذی: جز ۱ ص ۶۹ مسند احمد: جز ۳ ص ۳۶۸ شرح السنن

للبخاری: جز ۱ ص ۱۷۶)

تشریح:

پاؤں کو دھونے میں چار مذاہب مشہور ہیں۔

۱- آئمہ اربعہ کے نزدیک پاؤں کو دھونے کا حکم ہے۔

۲- فرقہ امامیہ کے نزدیک پاؤں کا مسح کرنا ہے بلکہ انہوں نے تو یہاں تک بھی کہا ہے کہ غسل جائز نہیں۔

۳- حسن بصری محمد بن جریر اور ابوعلی برہانی کے نزدیک تخییر بین الغسل والمسح ہے۔

۴- ظاہریہ کے نزدیک جمع بین الغسل والمسح ضروری ہے۔

یہاں یہ یاد رہے کہ محمد بن جریر طبری دو ہیں۔

۱- ایک تو وہی ہیں جن کی تفسیر مشہور و معروف ہے یہ تو ہیں اہل سنت و جماعت سے۔

۲- ایک ابن جریر طبری اہل تشیع میں سے ہیں اور یہ دونوں صاحب تفسیر ہیں۔

حافظ ابن القیم کی رائے یہ ہے کہ

ابن جریر طبری جو پاؤں کے مسح کے قائلین میں سے ہیں یہ سنی نہیں ہے بلکہ ابن جریر شیعہ ہے۔ بہر حال ہمارا مقصود اس

میں یہ ہے کہ شیعوں کے نزدیک پاؤں کا مسح کرنا ہے اور آئمہ اربعہ کے نزدیک دھونا ہے۔ اب ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

جو لوگ پیروں پر مسح کرنے کے قائل ہیں انہوں نے قرآن مجید میں جر (زیر) کی قرأت سے استدلال کیا ہے۔

وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ

اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

اس آیت میں مسح کا مسح پر عطف ہے۔

وضو کے چار اعضاء ہیں۔

دو اعضاء کو دھویا جاتا ہے اور دو پر مسح کیا جاتا ہے۔ مسح کے قائلین درج ذیل روایات سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ روایت پہنچی کہ حجاج نے خطبہ میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چیزوں، ہاتھوں اور پیروں کو دھونے کا حکم

دیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور حجاج نے جھوٹ بولا۔

پھر انہوں نے پڑھا:

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ

اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مسح کرنے کا حکم دیا ہے اور لوگ اس کا انکار کر کے دھوتے ہیں۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی۔

تو نبی کریم ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: جب تک تم میں سے کوئی شخص اس طرح مکمل وضو نہیں کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اس وقت تک اس کی نماز مکمل نہیں ہوگی وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھوئے اور اپنے سر اور پیروں پر مسح کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے وضو کیا تو انہوں نے ایک چلو میں پانی لے کر اپنے دائیں پاؤں پر چھڑکا جس میں ان کی جوتی تھی پھر انہوں نے اس پر مسح کیا پھر دوسرے پاؤں پر اسی طرح عمل فرمایا۔

قرآن مجید کی آیت مذکورہ میں جر کی قرأت اور احادیث مذکورہ کے علاوہ شیعہ علماء ایک عقلی دلیل سے بھی استدلال کرتے ہیں جو اعضاء وضو میں دھوئے جاتے ہیں تیمم میں ان پر مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء پر وضو میں مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے اگر وضو میں پاؤں کا دھونا اصل ہوتا تو تیمم میں پاؤں پر مسح کیا جاتا اور جب کہ تیمم میں پاؤں کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وضو میں پاؤں پر مسح کرنا ہی اصل ہے۔ (المجوع شرح المہذب ج: 1، ص: 418)

شیعوں کے قرآنی آیت سے استدلال کا جواب یہ ہے۔

اصل میں اَرْجُلُكُمْ میں دو قرأتیں ہیں۔

1- بالجرجر 2- بالنصب

دو قرأتیں دو آیات کے حکم میں ہوتی ہیں۔ دونوں کا الگ معنی اور محل ہوتا ہے یہاں بھی دو معنی ہیں جس طرح کہ دو

قرأتیں ہیں۔ پاؤں کی حالتیں بھی دو ہیں۔

جروالی قرأت کا عطف رؤس پر ہے۔

پاؤں کی بھی دو حالتیں ہیں۔

موزے میں ملبوس اور موزے سے خالی یعنی ننگے، جب پاؤں ننگے ہوں تو نصب والی قرأت پر عمل کر کے پاؤں کو دھونا ضروری ہوگا جب موزے پہنے ہوئے ہوں تو جروالی قرأت پر عمل کر کے پاؤں پر مسح کریں گے۔

معلوم ہوا کہ

پاؤں کا اصل حکم دھونا ہے اگر موزوں میں ملبوس ہو جائیں تو مسح کرنا ہوگا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ آیت محاورہ عرب پر ہے۔

وہ محاورہ یہ ہے کہ

دو فعل قریب المعنی ہوں، ہر ایک متعلق بھی ہو تو ایک فعل کو حذف کر کے اس کے متعلق کو دوسرے فعل کے ساتھ ذکر کر دینے سے معنی آسانی سے سمجھ آ جاتا ہے اور اختصار بھی ہو جاتا ہے۔

جس طرح کہ

عَلَفْتَهَا تَبْنًا وَمَاءً بَارِدًا

جو اصل میں اس طرح تھا۔

عَلَفْتَهَا تَبْنًا وَاشْرَبْتُهَا مَاءً بَارِدًا

میں نے اس کو بھوسہ کھلایا اور ٹھنڈا پانی پلایا۔

دوسری مثال

مَتَقَلَّدًا سَيْفًا وَرِمْحًا

جو اصل میں

مَتَقَلَّدًا سَيْفًا وَاخْتَذَا رِمْحًا ہے۔

تو اسی طرح آیت بھی اصل میں وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَاغْسِلُوا وَاَرْجُلَكُمْ تھی۔ چونکہ مسح اور غسل قریب المعنی ہیں تو وَاغْسِلُوا کو حذف کر کے اس کے متعلق کو اَرْجُلَكُمْ کے متعلق کے ساتھ ملا دیا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

اس پر جر جوار کی بناء پر ہے۔

اس کی مثال یہ ہے۔

اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ۝ (ہود: 26)

بے شک میں تم پر دردناک عذاب کے دن کا خوف رکھتا ہوں۔

اس آیت کریمہ میں الیم عذاب کی صفت ہے اس اعتبار سے اس پر نصب (زبر) ہونی چاہئے تھی لیکن چونکہ اس کے جوار میں عذاب پر جر ہے اس لیے اس کو بھی جردی گئی اس کو جر جوار کہتے ہیں۔

اس جر جوار کی دوسری مثال یہ ہے۔

ایک اسم منصوب ہوتا ہے اور اس کا مقارن اسم مجرور ہوتا ہے پڑوس اور مقارنت کا لحاظ رکھ کر اس منصوب کے نصب کو جر سے بدل دیتے ہیں اور معنی نصب والا باقی رہتا ہے جس طرح کہ

من ملک ذا رحم محرم ۔

اصل میں محرم ہے کیونکہ ذا کی صفت ہے وہ منصوب ہے مگر پڑوسی رحم کی وجہ سے مجرور پڑھا جاتا ہے آیت میں بھی اَرْجُلُکُمْ منصوب تھا بِرُءُوسِکُمْ کی مقارنت سے اس پر جر پڑھی جاتی ہے معنی منصوب والا ہوگا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

اَرْجُلُکُمْ کا عطف بِرُءُوسِکُمْ پر ہے اور اس سے پہلے وَاَمْسَحُوا مَقْدِرَہِ مگر وَاَمْسَحُوا بِرُءُوسِکُمْ مسح کا معنی حقیقی مراد ہے یعنی گیلیا ہاتھ پھیرنا اور وَاَمْسَحُوا بارجلکم میں مسح کا مجازی معنی مراد یعنی دھونا۔

اہل عرب کہتے ہیں کہ

مسح المطر الارض

بارش نے زمین کو دھو ڈالا۔

سوح مجاز دھونے کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔

معطوف علیہ میں حقیقت اور معطوف میں مجاز مراد ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید میں اس کی نظیر یہ آیت ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا ط (نساء: 43)

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی

حالت میں مسجد کے قریب جاؤ حتیٰ کہ تم غسل کر لو مگر یہ کہ تم نے رستہ عبور کرنا ہو۔

اس آیت کریمہ میں وَلَا جُنُبًا کا عطف لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ پر ہے اور اس سے پہلے بھی لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ مقدر ہے

مگر معطوف علیہ میں الصَّلٰوۃ کا معنی حقیقہ مراد ہے یعنی نماز اور معطوف میں الصَّلٰوۃ کا معنی مراد ہے اور وَاَمْسَحُوا
بِارْجُلَيْكُمْ میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا۔ لہذا اس کی قرآنی آیت سے استدلال کرنا باطل ہے اور پاؤں کو اصل دھونا
ہی ہے اور یہ نص سے ثابت ہے۔ اور نص کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

اور یہ اجماع سے ثابت ہے۔

اب رہا ان کا روایات مسح کے متعلق پیش کرنا تو ان کا جواب روایات سے ثابت کرتا ہوں کہ خود نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود علی رضی اللہ عنہ بھی پاؤں کو دھوتے تھے نہ کہ مسح کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک سفر میں نبی کریم ﷺ پیچھے رہ گئے تھے پھر آپ ﷺ نے ہم کو پایا اس حال میں کہ ہم نے عصر کو موخر کر دیا تھا ہم اس وقت وضو کر رہے تھے اور اپنے پیروں پر مسح کر رہے تھے۔

آپ ﷺ نے دو یا تین بار بلند آواز سے ارشاد فرمایا: خشک ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

(صحیح بخاری: ج: 1، ص: 28)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے پیر میں ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو دیکھ لیا۔

اور ارشاد فرمایا: اچھی طرح اپنا وضو کرو وہ لوٹ گیا اور پھر نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 125)

ایک اور روایت میں ہے: محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ

لوگ برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے اس وقت وہاں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔

تو انہوں نے فرمایا: مکمل وضو کرو کیونکہ ابوالقاسم علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ

خشک ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔ (صحیح بخاری: ج: 1، ص: 128)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی منگوایا اور وضو کرنا شروع فرما دیا۔ تین بار ہتھیلیوں کو دھویا، پھر کلی فرمائی

اور ناک میں پانی لیا پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا پھر بائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا پھر سر کا مسح کیا پھر دایاں پاؤں ٹخنوں تک تین بار دھویا پھر اسی طرح بائیں پاؤں دھویا۔

پھر ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 120)

ایک اور روایت میں ہے: محمد بن محمود سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ایک نابینا شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھا اس نے چہرہ اور ہاتھ دھوئے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے پیروں کے نچلے حصے کو دھوؤ تو وہ اپنے پیروں کے نچلے حصہ کو دھونے لگا۔

(المعنف: ج: 1، ص: 27)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ مسلم وضو کرتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف اس نے دیکھا ہو اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے پکڑا ہو اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس میں وہ اپنے پیروں سے چلا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 125)

ایک اور روایت میں ہے: ابن غرباء سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے پیروں کے ظاہری حصہ کو دھویا اور باطنی کو چھوڑ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے ان پیروں کو آگ کے لئے کیوں چھوڑ دیا۔ (المعنف: ج: 1، ص: 26)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سلمہ کے غلام یزید سے روایت ہے کہ

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ پیروں کو دھوتے تھے۔ (المعنف: ج: 1، ص: 27)

حضرت فکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرأت کی وَاَزْجُلُکُمْ یعنی انہوں نے پیر دھونے کی طرف رجوع کر لیا۔

(المعنف: ج: 1، ص: 26)

ایک اور روایت میں ہے: حارث سے روایت ہے کہ

حضرت علی پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوتے تھے۔ (المعنف: ج: 1، ص: 28)

ایک اور روایت میں ہے: عبدالملک عطا سے بیان کرتے ہیں کہ

میں نے ان سے کہا: ایک شخص ان میں سے پیروں پر مسح کرتا ہے۔

انہوں نے فرمایا: وہ بدعتی ہے۔ (المعنف: ج: 1، ص: 27)

ایک اور روایت میں ہے: ابراہیم نے کہا ہے کہ

میں نے اسود سے سوال کیا کہ

کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیروں کو دھوتے تھے۔

انہوں نے کہا: ہاں، وہ پیروں کو دھوتے تھے۔ (المعنف: ج: 1، ص: 28)

ایک اور روایت میں ہے: ربیع سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لاتے تھے۔ آپ ﷺ وضو فرماتے تھے اور تین بار پیروں کو دھوتے تھے۔

(المعنف: ج: 1، ص: 27)

ایک اور روایت میں ہے: البوجیہ سے روایت ہے کہ

میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو فرمایا اور پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا۔

اور فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا کہ تم کو تمہارے نبی کریم ﷺ کے وضو کا طریقہ دکھاؤں۔ (المعنف: ج: 1، ص: 26)

اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف پر اس لیے رڈ کیا تھا کہ اس نے آیت وضو سے پاؤں کے دھونے پر استدلال کیا تھا جبکہ اس آیت میں جر کی قرأت بھی ہے ان کے نزدیک پیروں کے دھونے پر صحیح استدلال رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ہے لہذا حضرت انس رضی اللہ عنہ پیروں کے دھونے میں حجاج کے موافق ہیں اور اس آیت سے پیروں کے دھونے کے متعلق بہ کثرت احادیث مبارکہ مروی ہیں اور وہ خود بھی اپنے پیروں کو دھوتے تھے۔

علماء شیعہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ

وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو چیزوں پر مسح کرنا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے معروف ہے اس کی سند ضعیف ہے۔

اور صحیح اور ثابت یہ ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آرزو جُعلکم قرأت کرتے تھے۔

مزید یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود اپنے پیروں کو دھوتے تھے اور دھونے کی احادیث روایت کرتے تھے اس لیے اس کے خلاف جو روایات ان سے مروی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ اور حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو پیروں کے مسح کرنے کا ذکر ہے وہ اس پر محمول ہے جب اس نے موزے پہنے ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو پیروں پر پانی چھڑکنے کی روایت ہے وہ ضعیف ہے۔ امام بخاری نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے برعکس بہ کثرت صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کرتے ہوئے نعلین میں پیروں کو دھویا۔ (المجموع شرح المہذب: ج: 1، ص: 421)

باقی رہا علماء شیعہ کا یہ کہنا کہ

قاعدہ یہ ہے کہ وضو میں جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے ان پر یتیم میں مسح کیا جاتا ہے اور وضو میں جن اعضاء پر مسح کیا جاتا ہے یتیم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے سوا اگر وضو میں پیروں کے دھونے کا حکم ہوتا تو یتیم میں ان پر مسح ہوتا اور حالانکہ یتیم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں کا حکم مسح کرنا ہے۔

اس دلیل کا ایک جواب یہ ہے کہ

یہ قاعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے نہ کسی حدیث مبارکہ میں یہ محض ان کی ذہنی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضو میں جن اعضاء کو دھونے کا حکم دیا ہے اور وہ چہرہ، ہاتھ اور پیر ہیں تو ان کو دھویا جائے گا اور جس عضو پر مسح کا حکم دیا ہے وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کے لئے قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ احادیث میں صریح حکم ہے کہ چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس اور قاعدہ غسل سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ تیمم جس طرح وضو کی فرع ہے اسی طرح غسل کی فرع ہے اور جب تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقاعدہ بدن کو ترک کیا جاتا ہے تو چاہئے کہ غسل میں صرف چہرے اور ہاتھوں کو دھولیا جائے اور باقی بدن پر مسح کر لیا جائے اور جب کہ بالاتفاق غسل میں ایسا نہیں کیا جاتا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اور قیاس فاسد ہے اور یہ ان کی ذہنی اختراع ہے جو کسی صورت میں قابل قبول نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

پاؤں کو دھونے کے سلسلہ میں احادیث مشہور و متواتر ہیں۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں۔

اجمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی غسل الرجلین

اور امام طحاوی و ابن حزم ظاہر نے یہ کہا ہے کہ

جن احادیث سے پاؤں کا مسح مستقار ہوتا ہے وہ منسوخ ہیں۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ویل للاحقاب من النار کی

حدیث سے وجوب غسل رجلین پر استدلال کیا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح کرنے کے متعلق

یہ باب موزوں پر مسح کرنے کے متعلق ہے۔

128 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ

شِهَابٍ حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ زَيْدٍ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ الْمُغِيرَةَ

يَقُولُ عَدَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ فِي عُرْوَةَ تَبَوَّكَ قَبْلَ الْفَجْرِ لَعَدَلْتُ

مَعَهُ فَأَنَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَرَّرَ ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبَتْ عَلَى يَدِهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ حَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ كَمَا جُتِبَ فَأَذْخَلَ يَدَيْهِ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَهُمَا إِلَى الْمِرْفَقِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ تَوَضَّأَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ رَكِبَ فَأَقْبَلْنَا نَسِيرُ حَتَّى نَجِدَ النَّاسَ فِي الصَّلَاةِ قَدْ قَدَّمُوا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ فَصَلَّى بِهِمْ حِينَ كَانَ وَقْتُ الصَّلَاةِ وَوَجَدْنَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ وَقَدْ رَكِعَ بِهِمْ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَفَّ مَعَ الْمُسْلِمِينَ فَصَلَّى وَرَاءَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ الرَّكْعَةَ الثَّانِيَةَ ثُمَّ سَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ فَفَرَعَ الْمُسْلِمُونَ فَكَثَرُوا التَّسْبِيحَ لِأَنَّهُمْ سَبَقُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُمْ قَدْ أَصَبْتُمْ أَوْ قَدْ أَحْسَنْتُمْ

حضرت عروہ بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک میں فجر کی نماز سے قبل راستے کو ترک کر کے لوگوں سے ایک طرف ہو گئے تو میں بھی راستہ چھوڑ کر آپ ﷺ کے ساتھ ہولیا۔ نبی کریم ﷺ نے اونٹ کو بٹھا دیا اور رفع حاجت کے لئے چلے گئے۔ پھر واپس تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کے مقدس ہاتھوں پر ادواۃ سے پانی ڈال دیا تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں مبارکہ کو دھویا پھر اپنے چہرہ انور کو دھویا پھر اپنی کلائیوں مبارکہ سے کپڑا ہٹانے لگے تو قمیض مقدسہ کی دونوں آستینیں تنگ تھیں آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو داخل فرمایا اور ان کو جبہ کے نیچے سے باہر نکال لیا۔ پھر ان دونوں کو کہنیوں سمیت دھویا اور اپنے مقدس سر کو دھویا پھر اپنے دونوں موزوں پر مسح فرمایا اور سواری پر تشریف فرما ہوئے تو ہم سفر کرتے کرتے آگے چل پڑے حتیٰ کہ جب لوگوں کو ملے تو وہ نماز ادا کر رہے تھے اور انہوں نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو امام بنایا ہوا تھا اور وہ وقت نماز کی بناء پر لوگوں کو نماز پڑھانے لگ گئے تھے۔ ہم حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو اس وقت ملے جب وہ مسلمانوں کو ایک رکعت نماز فجر پڑھا چکے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے ساتھ صف کے اندر شمولیت اختیار فرمائی اور آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں دوسری رکعت ادا فرمائی پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا تا کہ بقیہ نماز ادا فرمائیں اور مسلمان فارغ ہو گئے تھے تو انہوں نے کثرت سے تسبیح کرنا شروع فرمادی اس لیے کہ نبی کریم ﷺ سے وہ پہلے نماز ادا کر چکے تھے پس جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیر دیا۔ تو ان کو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے ٹھیک کیا یا تم لوگوں نے اچھا کیا ہے۔

129 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ ح وَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنِ التَّيْمِيِّ حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ نَاصِيَتَهُ وَذَكَرَ فَوْقَ الْعِمَامَةِ قَالَ عَنِ الْمُعْتَمِرِ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَعَلَى نَاصِيَتِهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ قَالَ بَكْرٌ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ ابْنِ الْمُغِيرَةِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور اپنی مقدس پیشانی پر مسح فرمایا اور عمامہ کے اوپر کا ذکر کیا۔ ابن مغیرہ بن شعبہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ موزوں پر، اپنی پیشانی مقدسہ پر اور اپنے عمامہ پر مسح فرماتے تھے۔ بکر نے فرمایا کہ میں نے اس کو ابن مغیرہ سے سماعت کیا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱: ص ۲۸۷، المعجم الکبیر: ج ۲۰: ص ۴۲۸)

130 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يَذْكُرُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْبِهِ وَمَعِيَ إِدَاوَةٌ فَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ فَتَلَقَّيْتُهُ بِالْإِدَاوَةِ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ فَعَسَلَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ إِدَاعِيهِ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ مِنْ جَبَابِ الرُّومِ ضَيِّقَةُ الْكُمَيْنِ فَضَاكْتُ فَأَذْرَعُهُمَا إِذْ رَأَعَا ثُمَّ أَهْوَيْتُ إِلَى الْخُفَّيْنِ لَأَنْزَعَهُمَا فَقَالَ لِي دَعْ الْخُفَّيْنِ فَإِنِّي أَذْخُلُكَ الْقَدَمَيْنِ الْخُفَّيْنِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا قَالَ أَبِي قَالَ الشَّعْبِيُّ شَهِدَ لِي عُرْوَةُ عَلَى أَبِيهِ وَشَهِدَ أَبُوهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ وَعَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ قَالَ تَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَذَكَرَ هَذِهِ الْقِصَّةَ قَالَ فَأَتَيْنَا النَّاسَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ يُصَلِّي بِهِمُ الصُّبْحَ فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنْ يَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ يَمْضِيَ قَالَ فَصَلَّيْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهُ رُكْعَةً فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى الرُّكْعَةَ الَّتِي سَبَقَ بِهَا وَلَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ عُمَرَ يَقُولُونَ مَنْ أَدْرَكَ الْفَرْدَ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ سَجْدَتَا الشَّهْرِ

حضرت عروہ بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار تھے اور میرے پاس ایک چھانگل بھی تھی۔ آپ ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے پھر واپس تشریف لائے تو میں چھانگل کو لے کر پاس ہوا تو میں آپ ﷺ کے لئے پانی ڈالنے لگ گیا اور آپ ﷺ نے اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو دھویا اور اپنے چہرہ انور کو بھی دھویا۔ پھر اپنی کلائیوں مبارکہ کو نکالنے کا قصد فرمایا اور آپ ﷺ نے روم کے جہوں میں سے ایک صدف کا جہ زیب تن فرمایا ہوا تھا جن کی آستینیں بہت تنگ والی تھیں آپ ﷺ نے ان کو نیچے کی طرف سے باہر نکال لیا پھر میں موزے مبارکہ کو اتارنے کے لئے جھکنے لگا۔ تو آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: موزوں کو اسی طرح رہنے دو اس لیے کہ میں نے ان کو طہارت کے وقت پہنا تھا۔ تو آپ ﷺ نے ان پر مسح کیا۔ میرے والد محترم سے شععی نے فرمایا کہ عروہ نے اپنے والد محترم کی گواہی دی اور ان کے والد محترم نے رسول اللہ ﷺ کی گواہی دی۔ زرارہ بن اوفی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیچھے رہ گئے تھے تو آگے اسی طرح قصہ ذکر فرماتے ارشاد فرمایا: ہم لوگوں کے پاس اس وقت پہنچے جب حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے پس جب آپ ﷺ نے نبی کریم ﷺ کو ملاحظہ فرمایا تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ان کو اس طرح پڑھانے کا اشارہ فرمایا پس آپ ﷺ کے پیچھے میں اور نبی کریم ﷺ نے ایک رکعت ادا فرمائی جب سلام پھیرا تو نبی کریم ﷺ نے قیام فرما کر بقیہ رہی ہوئی نماز ادا فرمائی اور اس پر کوئی اضافہ بھی نہ فرمایا۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابن زبیر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے تھے کہ جو نماز کی طاق رکعتیں پائے تو اس پر سہو کے دو سجدے ہیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۲، ص ۴۱۹)

131 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ يَعْنِي ابْنَ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ أَنَّهُ شَهِدَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ يَسْأَلُ بِكَلَامٍ عَنْ وَضُوءٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يَخْرُجُ يَقْضِي حَاجَتَهُ فَيَأْتِيهِ بِالْمَاءِ فَيَتَوَضَّأُ وَيَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَمَوْقِيهِ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ هُوَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى بَنِي تَمِيمٍ بِنِ مَرْوَةَ

عبدالرحمن بن اسلمی سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے تو وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا وضو (کا طریقہ) پوچھ رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپ ﷺ قضاے حاجت کے لئے جاتے تو آپ ﷺ کی مقدس ہارگاہ میں پانی حاضر کرتے تو آپ ﷺ وضو فرماتے اور اپنے عمامہ پر اور موزوں پر

مح فرماتے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: یہ ابو عبد اللہ بنی تمیم بنی مرہ کے مولیٰ ہیں۔ (متدرک جز ۱ ص ۲۷۶)

132 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الدَّرَهَمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ دَاوُدَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ أَنَّ جَرِيرًا بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَقَالَ مَا يَمْنَعُنِي أَنْ أَمْسَحَ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ قَالُوا إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ قَبْلَ نَزُولِ الْمَائِدَةِ قَالَ مَا أَسْلَمْتُ إِلَّا بَعْدَ نَزُولِ الْمَائِدَةِ

ابوزرعہ بن عمرو بن جریر سے روایت ہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کے بعد وضو فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے موزوں پر مسح فرمایا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: مجھے مسح کرنے میں کیا چیز روکتی ہے حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا ہے۔ عرض کیا: (کیا) یہ نزول مائدہ سے قبل تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نزول مائدہ کے بعد اسلام لایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی جز ۱ ص ۲۷۰ متدرک جز ۱ ص ۲۷۵)

133 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَأَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا دَلْهَمُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ اسْوَدَّيْنِ سَادَجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا قَالَ مُسَدَّدٌ عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ الْبَصْرَةِ

ابن بریدہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے واسطے نجاشی نے دو کالے اور سادے موزے تحفہ بھیجے تاکہ آپ ﷺ ان کو فیض عطا فرمائیں (یعنی پہنیں) تو آپ ﷺ نے ان کو پہن لیا پھر وضو کیا اور ان دونوں پر مسح فرمایا۔ مسدد نے دلہم بن صالح فرمایا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو اہل بصرہ روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(شرح السنہ جز ۱ ص ۲۳۹ مسند احمد جز ۲ ص ۲۶۶ سنن ابی داؤد جز ۲ ص ۲۸۲ سنن ابی ماجہ جز ۲ ص ۱۷۵ سنن ترمذی جز ۱ ص ۲۳)

134 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ حَيٍّ هُوَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَامِرٍ الْبَجَلِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نَعْمٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَتْ قَالَتْ بَلْ أَنتَ نَسِيتَ بِهَذَا أَمْرَيْنِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ بھول گئے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلکہ تو بھول گیا ہے میرے رب عزوجل نے مجھے اسی طرح حکم ارشاد فرمایا ہے۔

(معجم الکبیر ج ۲۰ ص ۲۱۶)

تشریح:

علماء کرام نے لکھا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا اس امت کے خصائص میں ہے جس طرح کہ نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے۔

صلو انی خلفکم فان الیہود لا یصلون فی خلفہم موزوں پر مسح کی مشروعیت ۹ ہجری غزوہ تبوک میں ہوئی۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اجماع میں جن لوگوں کا قول معتبر ہو سکتا ہے ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ موزوں پر مسح مطلقاً جائز ہے اگرچہ سفر میں یا حضر میں ہو۔ کسی ضرورت کی بنا پر ہو یا بغیر ضرورت کے ہو اور اس میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں مگر شیعہ اور خوارج نے اس کا انکار کیا ہے مگر ان کا اختلاف قابل شمار نہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ان احادیث مبارکہ سے موزوں پر مسح کرنے کا جواز معلوم ہوا اور سوا گمراہ بدعتی کے اور کوئی آدمی اس کا انکار نہیں کرتا۔

خارجیوں نے کہا: موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

اور صاحب الہدایع نے فرمایا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک جائز ہے مگر یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

اور یہ روایت کا قول ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ہدیری ہیں ان کو دیکھا ہے کہ وہ سب موزوں پر مسح کرنے کے معتقد تھے۔

اسی وجہ سے امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل سنت و جماعت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ ہم شیخین کو فضیلت دیتے ہیں اور دامادوں سے محبت کرتے ہیں اور موزوں پر مسح کرنے کو جائز کہتے ہیں۔ اور گھڑے میں تیار کردہ نبیذ کو حرام نہیں کہتے۔

یزامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کرنے کا قول نہیں کیا جب تک یہ مجھ پر نصف النہار

کی طرح روشن نہیں ہو گیا اور موزوں پر مسح کا انکار کرنا کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رد کرنا اور ان کو خطا پر قرار دینا ہے لہذا موزوں پر مسح کا انکار کرنا بدعت ہے۔

اسی وجہ سے علامہ کرنی نے فرمایا کہ

موزوں پر مسح کے جواز کے منکر پر میں کفر کا خدشہ کرتا ہوں اور امت کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اس کی کراہت منقول ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کراہت کا جواب یہ ہے کہ

سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے اور کراہت کی روایت اس درجہ کی نہیں ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا جواب یہ ہے کہ

انہوں نے اس مسئلہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب لے کر دیا تھا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت مکروہ کہا جب ان کے نزدیک سورہ مائدہ کے نزول کے بعد موزوں پر مسح ثابت نہیں ہوا تھا۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا۔

تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔

امام جوزقانی نے کتاب الموضوعات میں لکھا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار کرنا ثابت نہیں ہے۔

اور علامہ کاشانی نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے انکار کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا مدار عکرمہ پر ہے اور جب

اعطاء کے پاس یہ روایت پہنچی۔

تو اس نے کہا: عکرمہ نے جھوٹ بولا۔

اور عطاء سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما موزوں پر مسح میں لوگوں کی مخالفت کرتے تھے اور موت سے پہلے انہوں نے اس مسئلہ میں رجوع

کر لیا۔

اور علامہ ابن قدامہ نے مغنی میں لکھا ہے کہ

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: موزوں پر مسح کے متعلق میرے دل میں کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ اس مسئلہ میں چالیس صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع احادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

نیز امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: پیردھونے سے موزوں پر مسح کرنا افضل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب افضل عمل کیا کرتے تھے۔

یہ امام شعبی، حکم اور اسحاق کا مذہب ہے۔

اور علامہ مرغینانی نے ہدایہ میں لکھا ہے کہ

موزوں پر مسح کے متعلق احادیث مشہور ہیں اور جو شخص اس کو جائز نہ کہے وہ بدعتی ہے لیکن جس نے موزوں پر مسح کو جائز کہا اور مسح کے بجائے پیروں کو دھویا اس نے عزیمت پر عمل کیا اور اس کو اجر ملے گا۔
علامہ قرطبی نے امام مالک رحمہ اللہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔
امام مالک رحمہ اللہ سے اور بھی کئی قول روایت ہیں۔

1- موزوں پر مسح کرنا اصلاً جائز نہیں ہے۔

2- موزوں پر مسح کرنا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

3- موزوں پر مسح کرنا بلا تعین مدت کے ہمیشہ جائز ہے۔

4- تعین مدت کے ساتھ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

5- مسافر کے لئے جائز ہے اور مقیم کے لئے جائز نہیں ہے۔

6- اس کے برعکس قول ہے۔

اسحاق، حکم اور حماد نے فرمایا ہے کہ

پیردھونے سے مسح کرنا افضل ہے۔

یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

حضرت ابن منذر نے کہا: دونوں مساوی ہیں۔

امام احمد سے یہ بھی ایک روایت ہے۔

اصحاب شوافع نے کہا: پیروں کو دھونا مسح کرنے سے افضل ہے بہ شرطیکہ سنت سے اعراض کی وجہ سے مسح کو ترک نہ کرے اور اس کے جواز میں شک نہ کرے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا: امام کے سوا میرے علم میں اور کوئی فقیہ نہیں ہے جس نے مسح کا انکار کیا ہو اور امام مالک سے صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔

علامہ ابن عبد البر کے اس کلام پر یہ اعتراض ہے کہ

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ

مجاہد، سعید بن جبیر اور عکرمہ نے موزوں پر مسح کو مکروہ کہا اور محمد بن علی بن الحسین، ابواسحاق السبئی اور قیس ابن الربیع سے بھی یہی منقول ہے اور ابوبکر بن ابی داؤد، خوارج اور روافض کا بھی یہی قول ہے۔

امام احمد نے کہا کہ

سینتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے۔ حسن بن محمد نے چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے۔ امام بزار نے اپنی مسند میں بھی یہی ذکر کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے اکتالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے۔

اشراف بن حسن کی روایت سے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا: تمام اہل بدر اور اصحاب حدیبیہ اور دیگر مہاجرین و انصار اور باقی مہاجرین اور انصار اور تابعین و فقہاء مسلمین موزوں پر مسح کے جواز کے قائل تھے۔

ہم نے شرح معانی الآثار کی شرح میں موزوں پر مسح کے متعلق چھتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کا بیان کیا ہے۔ موزوں پر مسح کے منسوخ نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ

سورہ مائدہ جس میں آیت وضو ہے وہ مدنی ہے اور سورہ مائدہ نازل ہونے کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ موزوں پر مسح فرماتے رہے ہیں کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا اور سورہ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی روایت بہت پسند تھی۔

علامہ نووی نے فرمایا ہے کہ

جبکہ حضرت جریر کا اسلام لا تا م تاخر ہے تو معلوم ہوا ان کی حدیث معمول بسہ ہے اور ان کی حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ آیت وضو میں پیر دھونے کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو موزہ پہنے ہوئے نہ ہو اس لیے یہ حدیث اس آیت کی مخصص ہے۔

علامہ خطابی نے فرمایا کہ

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ موقف تھا کہ سنت سے قرآن کا نسخ ہو سکتا ہے۔ (عمدة القاری: ج 3: ص 97-98)

سنن ابوداؤد کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تسبیح پڑھنا نماز سے فراغت پانے کے بعد ہوا اور موطا کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تسبیح پڑھنا اس وقت ہوا جب حضور انور ﷺ وہاں پہنچے اور ظاہر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نمازیوں نے حضور انور ﷺ کے پہنچنے پر اپنے امام کو متوجہ کرنے کے لئے نماز ہی میں یہ تسبیح پڑھی تاکہ وہ پیچھے ہٹ جائے۔

چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پیچھے آنے کا قصد کر لیا تھا مگر حضور ﷺ کے اشارے پر انہوں نے اپنا قصد ترک کر دیا اور نماز بدستور پڑھاتے رہے۔ یہاں پر جمع بین الرداتین بھی ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ

دونوں وقت میں تسبیح پڑھی ہو، شروع میں تو امام کو آگاہ کرنے کے لئے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اظہار افسوس کے طور پر پڑھی ہو۔

سوال

یہاں پر سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ پیچھے ہٹنے لگے آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو تو آپ ﷺ نماز بدستور پڑھاتے رہے اور مکمل کرادی۔ اور حضور انور ﷺ نے پیچھے نماز پڑھی اور باب التصفیق فی الصلوٰۃ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ پیچھے ہٹ آئے حالانکہ ان کو بھی آپ ﷺ نے نماز پڑھاتے رہنے کا ارشاد فرمایا تھا۔

فاشار الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امکت مکانک

تو ایک کا بدستور نماز پڑھاتے رہنا اور ایک کا واپس لوٹ آنا اس میں فرق کی وجہ کیا ہے؟

جواب

اس کی درج ذیل توجیہات ہیں۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ دوسری رکعت پڑھا رہے تھے اگر پیچھے ہٹتے تو نبی کریم ﷺ ایک رکعت پڑھاتے قوم کی نماز مکمل ہو جاتی تو آپ پیچھے آجاتے اور سلام پھیرنے کے لئے دوسرا امام بنانا پڑتا اس میں کافی تکلف تھا اس وجہ سے انہوں نے نماز مکمل کرادی برخلاف امامت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آپ پہلی رکعت پڑھا رہے تھے ان کے پیچھے آنے میں تکلف نہیں تھا آپ پیچھے آگئے۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ادب کا اتنا زیادہ غلبہ ہوا کہ قرأت نہ کر سکے مجبوراً ہٹنا پڑا حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ پر اس طرح غلبہ نہیں ہوا انہوں نے نماز مکمل کرادی۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے الامرفوق الادب کے تحت نماز پڑھا دی جبکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تحقیق یہ تھی کہ اگر امر وجوبی ہو تو ادب پر فائق ہوتا ہے اگر امر استحبابی ہو تو ادب امر پر فائق ہوتا ہے۔ یہ امر استحبابی تھا اس وجہ سے ادب پر عمل کرنا اولیٰ سمجھا واپس پلٹ آئے۔

☆ قال ابو داؤد ابو سعید خدری و ابن زبیر -

حضرت ابو سعید خدری، عبد اللہ بن زبیر اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ کسی امام کے ساتھ صرف ایک رکعت ملے تو وہ اپنی نماز مکمل کر کے سجدہ سہو بھی کرے۔

اور جمہور نے کہا ہے کہ

سجدہ سہو نہ کرے۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ

روایت مغیرہ جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ایک رکعت جماعت کے ساتھ ملی تو آپ ﷺ نے اپنی رکعت مکمل کر کے سجدہ سہو نہ کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدہ سہو یہاں نہیں ہے۔

☆ قوله و يمسح على عمامته.....

حدیث میں عمامہ پر مسح کرنے کے الفاظ آئے ہیں۔

علامہ بدر الدین حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

عمامہ پر مسح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ

اگر کامل وضو کر کے عمامہ پہنا ہو تو عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے جس طرح موزوں پر مسح کرنا جائز ہے جو فقہاء عمامہ پر مسح کرنے کا انکار کرتے ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ

قرآن مجید میں ہے: **وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ** (مائدہ: 6)

اور اپنے سروں پر مسح کرو۔

اور جو شخص عمامہ پر مسح کرے گا وہ سر پر مسح نہیں کرے گا۔

اور اس پر اجماع ہے کہ

چہرے پر کوئی کپڑا پیٹ کر اگر اس کپڑے پر مسح کیا جائے تو تیمم میں کافی نہیں ہوگا۔

اس کا مفاد یہ ہے کہ

جس عضو پر مسح کرنا ہے اس عضو پر کپڑا رکھ کر مسح کیا جائے تو وہ کافی نہیں ہوگا اسی طرح سر پر عمامہ رکھ کر عمامہ پر مسح کیا جائے تو وہ سر کے مسح سے کفایت نہیں کرے گا۔

علامہ خطابی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کو فرض کیا ہے اور عمامہ پر مسح کرنے والی حدیث تاویل کی محتمل ہے تو

محمل چیز کی وجہ سے یقینی چیز کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن منذر نے کہا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمامہ پر مسح کیا، حضرت انس، حضرت عمر اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز حضرت حسن حضرت قتادہ حضرت مکحول حضرت اوزاعی اور حضرت ابو ذر کا بھی یہی نظریہ ہے۔

اور حضرت عروہ حضرت نخعی حضرت شعبی حضرت قاسم حضرت امام مالک حضرت امام شافعی

اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) نے کہا: عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

ٹوپی پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

اور عورت کے لئے دوپٹہ پر مسح کرنے میں دو روایتیں ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ جائز ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ

یہ جائز نہیں ہے۔ (عمدة القاری: ج: 3، ص: 101)

☆ حدثنا مسدد الخ قوله ان النجاشی اهدی

نجاشی تخفیف جیم کے ساتھ اور یاء مشدود مخفف دونوں طرح منقول ہے ان کا نام ہے۔

احمہ بن بحر

اور نجاشی لقب ہے۔

اور ہر شاہ حبشہ کا لقب نجاشی ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر

شاہ فارس کا کسریٰ

شاہ روم کا قیصر

یہ نجاشی نبی کریم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں اسلام لے آئے تھے مگر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری نہ دے سکا اور

وقت اسلام انہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا جس طرح کہ سنن ابوداؤد کی کتاب الجناز میں ہے۔

ولولا ما انا فيه من الملك لاتيته حتى احمل نعليه

یعنی اگر میں اپنے امور سلطنت میں مشغول نہ ہوتا تو البتہ ضرور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کے نعلین شریفین مطہرین اٹھا کر فخر حاصل کرتا۔

قوله ح و حدثنا مسدد

اس حدیث مبارکہ میں امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے دو استاذ دونوں سندوں میں مسدد ہیں۔
اور مسدد کے دو استاد ہیں:

1- یحییٰ بن سعید 2- معتمر بن سلیمان

اور یحییٰ اور معتمر دونوں کے استاد ایک ہی ہیں۔

اور وہ سلیمان تمیمی ہیں۔

مگر فرق یہ ہے کہ

یحییٰ نے جب اس حدیث کو اپنے استاد سے نقل کیا تو کہا۔

عن التیمی

جس سے مراد سلیمان تمیمی ہے۔

اور معتمر نے جب اس روایت کو نقل کیا تھا تو بجائے عن التیمی کے سمعت ابی کہا۔ ابی کا مصداق بھی وہی سلیمان تمیمی ہیں۔
سلیمان تمیمی چونکہ معتمر کے والد تھے اس لیے انہوں نے اس طرح تعبیر کیا پھر آگے اخیر تک سند ایک ہی ہے۔

قوله قال ابی قال شعبی شہدلی عدوہ

یہ عیسیٰ بن یونس کا مقولہ ہے کہ مجھ سے میرے باپ یونس نے بیان کیا۔

وہ کہتے ہیں کہ

مجھ سے میرے استاد شعبی نے بیان کیا کہ یہ حدیث مجھ سے میرے استاد عدوہ نے بلفظ شہادت بیان کی تھی اور آگے عروہ بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث میرے استاد مغیرہ بن شعبہ نے بلفظ شہادت بیان کی تھی۔

قال ابو داؤد هذا مما تفرد به اهل البصرة

یعنی اس حدیث کے تمام روایات بصری ہیں مگر یہ باعتبار اکثر کے صحیح ہے ورنہ بعض روایات اس میں غیر بصری بھی ہیں۔
جس طرح کہ دہم بن صالح کو فی ہیں۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ التَّوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ مسح کی مدت کے متعلق

یہ باب مسح کی مدت کے متعلق ہے۔



135 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ وَحَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيِّ عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ بِإِسْنَادِهِ قَالَ فِيهِ وَلَوْ اسْتَرَدَدْنَاهُ لَزَادَنَا

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے واسطے تین روز اور مقیم کے واسطے ایک دن اور رات ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: منصور بن معتمر نے ابراہیم تیمی کی سند سے روایت کیا ہے اس میں فرمایا ہے کہ اگر ہم زیادہ مدت طلب کرتے تو عطا فرمائی جاتی۔

(معجم الاوسط، ج ۷، ص ۱۵۳، معجم الصغیر، ج ۲، ص ۲۷۳، معجم الکبیر، ج ۳، ص ۹۲)

136 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ طَارِقٍ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَزِينَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ قَطَنِ عَنْ أَبِي بِنِ عِمَارَةَ قَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَكَانَ قَدْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْقِبْلَتَيْنِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَوْمًا قَالَ يَوْمًا قَالَ وَيَوْمَيْنِ قَالَ وَيَوْمَيْنِ قَالَ وَثَلَاثَةً قَالَ نَعَمْ وَمَا شِئْتَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ الْمِصْرِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَزِينَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ لَيْسٍ عَنْ أَبِي بِنِ عِمَارَةَ قَالَ فِيهِ حَتَّى بَلَغَ سَبْعًا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَمَا بَدَا لَكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَدْ اخْتَلَفَ فِي إِسْنَادِهِ وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيٍّ وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ وَيَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ السَّيْلِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ وَقَدْ اخْتَلَفَ فِي إِسْنَادِهِ

حضرت یحییٰ بن ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں قبلتین کی طرف نماز ادا کی تھی۔ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا میں موزوں پر مسح کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ عرض کیا کہ ایک روز۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو روز۔ عرض کیا: تین روز۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اور جو تو چاہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: ابن ابی مریم مصری، یحییٰ بن ایوب، عبدالرحمن بن رزین، محمد بن یزید بن ابوزیاد، عبادہ بن نسی نے ابو بن عمارہ سے جس کو روایت کیا ہے۔ اس میں فرمایا: حتیٰ کہ سات تک پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! جو تیرا دل پسند کرے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: ان کی اسناد میں اختلاف کیا گیا لہذا قوی نہیں۔ اس کو یحییٰ بن اسحاق سلیحینی نے یحییٰ بن ایوب سے روایت فرمایا ہے اور ان کی اسناد میں (بھی) اختلاف فرمایا گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جز ۱ ص ۱۷۸)

تشریح:

امام بخاری رحمہ اللہ نے مسح کی مدت کے متعلق کوئی روایت نہیں فرمائی مگر امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ذکر فرمائی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

صفوان بن عسال کی حدیث مرفوع میں بھی مسح کی مدت بیان ہوئی ہے۔

بہر حال خزیمہ بن ثابت کی حدیث جس کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے باب کے شروع میں ذکر کیا ہے اس کی تصحیح و تضعیف میں محدثین کا شدید اختلاف ہے ایک جماعت نے جس میں ابن حبان، ابن معین اور ابن دقیق العبد ہیں اس کی مطلقاً تصحیح کی ہے اور ایک جماعت نے جس میں امام بخاری، امام بیہقی اور امام نووی رحمہم اللہ ہیں اس کی مطلقاً تضعیف فرمائی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ

اتفقوا علی ضعفہ

مگر حافظ ابن حجر نے اس پر اشکال وارد کیا ہے کہ یہ اتفاق نقل کرنا صحیح نہیں ہے اور تیسری رائے اس میں امام ترمذی رحمہ اللہ کی ہے۔ انہوں نے اس حدیث مبارکہ کو دو طریق سے روایت کیا ہے۔ ایک طریق نخعی سے اور دوسرا طریق تیمی سے، طریق اول سے تضعیف کی اور تضعیف ثانی سے امام ترمذی رحمہ اللہ کا منشاء یہ ہے کہ ابراہیم نخعی کے طریق میں انقطاع ہے اس لیے کہ وہ براہ راست ابو عبد اللہ جدلی سے روایت کرتے ہیں، حالانکہ ان کا ان سے سماع ثابت نہیں اور ابراہیم تیمی نے اس حدیث کو ابو عبد اللہ الحجدلی سے بواسطہ عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے اس لیے وہ طریق انقطاع سے محفوظ ہے اس لیے امام ترمذی رحمہ اللہ

نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے جو اس کی مطلقاً تضعیف کی ہے خواہ بطریق تیمی ہو یا بطریق نخعی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

ان دونوں طریق میں اس حدیث کو ابو عبد اللہ جدلی، خزیمہ بن ثابت سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ

جدلی کا سماع خزیمہ سے ثابت نہیں لہذا امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حدیث دونوں طریق کے اعتبار سے ضعیف ہوئی۔ اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ کو اگرچہ دو طریق سے ذکر کیا ہے مگر ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ طریق نخعی و تیمی دونوں میں کوئی فرق نہیں دونوں کی سند ایک ہی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ

حدیث خزیمہ کس کی دلیل ہے؟

حدیث خزیمہ بطریق نخعی تو یقیناً مسح کی مدت میں جمہور کے مسلک کے مطابق ہے مگر حدیث خزیمہ بطریق تیمی میں ایک خلجان کی بات پیدا ہو گئی ہے۔

وہ یہ ہے کہ

اس میں ایک کا اضافہ ہے اور وہ یہ ہے۔

ولو استزدناہ لزادنا

یعنی راوی یہ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے اگرچہ مسح کی مدت موقت فرمائی مگر اگر ہم اس مدت میں زیادتی طلب کرتے تو آپ ﷺ ضرور اضافہ فرماتے اس جملہ کی بناء پر یہ حدیث فی الجملہ مسلک جمہور کے خلاف ہو رہی ہے۔ تو اس کے تین جواب ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ

طریق تیمی میں یہ اضافہ جو ابو داؤد رحمہ اللہ کی روایت میں ہے سنن ترمذی میں نہیں ہے وہاں دونوں روایتوں کے الفاظ ایک ہیں لہذا اس کے ثبوت میں تردد ہو گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

حرف لو تو نفی ہی کے لئے آتا ہے۔

لو جشنتی لا کرمتک

اس میں مجھی اور اکرام کی سراسر نفی ہے۔

اس طرح یہاں یہ بھی ہے کہ
اگر ہم زیادتی طلب کرتے تو آپ ﷺ زیادہ فرمادیتے۔

واذا لیس فلیس

تیسرا جواب یہ ہے کہ

ظن راوی ہے جواز قبیل حسان و تحمین ہے فلا يعتبر

اب رہا مسح کی مدت میں اختلاف تو اس بارے میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ سفر میں تین دن اور تین رات اور حضر میں ایک دن اور ایک رات مسح کی مدت ہے۔ اور یہی صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا نظریہ ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ مسح کرنے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے۔

انہوں نے ابو عمارہ کی اس حدیث سے مدت ترک کرنے پر استدلال کیا ہے جو کہ روایت کی گئی ہے۔ مگر یہ حدیث ابی بن عمارہ ہا لا تقاق ضعیف ہے خود امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ کی سند میں شدید اختلاف واضطراب ثابت کیا ہے۔ امام بیہقی اور دارقطنی اور حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ

اسنادہ غیر قائم

بلکہ امام نووی رحمہ اللہ نے تو لکھا ہے کہ

اللقوا علی ضعفہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

و بالغ الجوز قانی فذكره فی الموضوعات

اور اس حدیث مبارکہ ابی بن عمارہ کی جس میں یہ ہے کہ

جب تک چاہے مسح کرتے رہو کوئی تحدید نہیں۔ اس کی ایک توجیہ اور تاویل بھی کی گئی ہے۔

وہ یہ کہ مطلب یہ ہے کہ

موزوں پر مسح حسب قاعدہ و ضابطہ جب تک چاہے کرتے رہو۔

اور وہ ضابطہ و قاعدہ یہ ہے کہ

مقیم ایک دن اور ایک رات اور مسافر تین دن اور تین رات کے بعد موزے اتار کر پاؤں دھوئے اور پہن لے اور پھر ہمیشہ اسی طرح کرتا رہے اتار تار رہے اور پہنتا رہے۔

جس طرح کہ دوسری حدیث میں ہے۔

الصید الطیب وضوء المسلم و لوالی عشر سنتین

یعنی پاک مٹی مسلمان شخص کے لئے وضو ہے اگرچہ دس سال تک ہو یعنی دس سال تک حسب ضابطہ وقاعدہ عند الحاجات تیمم کرتا رہے۔

یہ مطلب نہیں کہ

ایک ہی تیمم دس سال تک چلتا رہے گا۔

اب رہا یہ سوال کہ

موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کی شرط ہے یا نہیں۔

تو اس میں اختلاف ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ

موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ ہونا شرط نہیں ہے۔

بلکہ شرط یہ ہے کہ

حدث لاحق ہونے سے پہلے طہارت کاملہ ہو اور یہی ہمارا مذہب ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے پیر دھوئے اور موزے پہن

لے اور پھر باقی وضو کیا اور اس کے بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا تو اس کے لئے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

موزے پیروں میں حدث کے حلول کرنے سے مانع ہیں اس لیے ممانعت کے وقت کامل طہارت ہونی چاہئے اور وہ

حدث کا وقت ہے حتیٰ کہ اس وقت اگر طہارت ناقص ہو تو موزے حدیث کے لئے رافع بن جائیں گے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں کہ)

طہارت کاملہ کے وقت موزے پہننے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

اختلاف اس میں ہے کہ

موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا شرط ہے یا حدث کے وقت، سو ہمارے نزدیک حدث کے وقت شرط ہے۔ اور

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک پہننے کے وقت شرط ہے۔ اور اختلاف کا ثمرہ اس وقت ظاہر ہوگا جب کوئی شخص پہلے پیروں کو دھوئے

اور موزے پہن لے پھر حدث لاحق ہونے سے پہلے باقی وضو کر لے پھر اس کے بعد جب اس کو حدث لاحق ہو تو اس کے لئے

موزوں پر مسح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (عمدة القاری: ج: 3، ص: 102)

جن موزوں پر مسح کیا جائے علامہ حسن بن عمار بن علی شربیلی حنفی متوفی 1069ھ چند شرائط لکھتے ہیں:

1- موزوں نے ٹخنوں کو تمام جانبوں سے چھپایا ہوا ہو۔

2- موزوں کو پہن کر (مثلاً تین چار میل تک) چلنا ممکن ہو۔

- 3- کوئی موزہ قدم کے سامنے کی جانب سے تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہوا نہ ہو۔
 4- کسی چیز سے باندھے بغیر وہ موزہ ٹانگوں سے چمٹا رہے۔
 5- جب موزوں پر مسح کیا جائے تو اس کی تری موزے کے جرم تک پہنچے۔ (مرآۃ الفلاح علی ہاشم الطحاوی: ص: 77)
 واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرِبَيْنِ

جراہوں پر مسح کرنا

اس باب میں جراہوں پر مسح کے متعلق روایات ذکر کی گئی ہیں۔

137 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ وَكِيعٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي قَيْسٍ الْأَوْدِيِّ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَرْوَانَ عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرْحَبِيلَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرِبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ لَا يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ لِأَنَّ الْمَعْرُوفَ عَنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى هَذَا أَيْضًا عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْجَوْرِبَيْنِ وَلَيْسَ بِالْمُتَّصِلِ وَلَا بِالْقَوِي قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرِبَيْنِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَابْنُ مَسْعُودٍ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَأَبُو أَمَامَةَ وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَعَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ وَرَوَى ذَلِكَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جراہوں مبارکہ اور نعلین مبارکہ پر مسح فرمایا۔

امام ابو داؤد نے فرمایا کہ عبدالرحمن بن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے اس لیے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہی معروف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسی طرح موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جراہوں پر مسح

فرمایا۔ یہ نہ متصل ہے اور نہ قوی ہے۔

امام ابو داؤد نے فرمایا: ان بزرگوں نے جرابوں پر مسح فرمایا۔

حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت براء بن عازب حضرت انس بن مالک
حضرت ابو امامہ حضرت ہبل بن سعد حضرت عمرو بن حریث یہ حضرت عمر بن خطاب
اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

(سنن الترمذی ج ۱ ص ۱۶۷ سنن النسائی ج ۱ ص ۲۲۳ السنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۹۲ سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۸۹)

138 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَعَبَادُ بْنُ مُوسَى قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ
عَبَادُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَوْسُ بْنُ أَبِي أَوْسٍ الثَّقَفِيُّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ
وَمَسَحَ عَلَى نَعْلَيْهِ وَقَدَمَيْهِ وَقَالَ عَبَادُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى كِظَامَةَ
قَوْمٍ يَمْنَى الْمِيضَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ الْمِيضَةَ وَالْكِظَامَةَ ثُمَّ اتَّفَقَا فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى
نَعْلَيْهِ وَقَدَمَيْهِ

حضرت عباد نے فرمایا کہ مجھے حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنے
جوتوں مبارکہ اور پاؤں مبارکہ پر مسح فرمایا۔ حضرت عباد نے فرمایا کہ میں نے ملاحظہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ قوم کی
ایک میضۃ پر جلوہ افروز ہوئے۔ مسدد نے میضۃ کا ذکر نہیں فرمایا پھر دونوں کا اس پر اتفاق ہو گیا اور اپنے دونوں
جوتوں مبارکہ اور دونوں پاؤں مبارکہ پر مسح فرمایا۔

(معجم الکبیر ج ۱ ص ۲۲۱ مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۳)

تشریح:

نخین کہا جاتا ہے چڑے کے موزوں کو، جو رہیں کہا جاتا ہے ادنیٰ یا سوتی موزوں کو۔ ان پر مسح تین صورتوں میں جائز
ہے۔

ایک صورت یہ ہے کہ

اس کے صرف تلے میں چڑا سلا ہو جس کو معطل کہتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ

بہت موٹے ہوں کہ بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھہر جائیں چلنے پھرنے سے ڈھلک نہ جائیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ

اس کے ظاہری قدم پر بھی چڑا سلا ہو جسے مجلد کہتے ہیں۔

یہاں پہلی صورت کی جرابیں مراد ہیں یعنی موٹی نعلین سوتی پاتا بے کہلاتے ہیں جو جرابوں پر ان کی حفاظت کے لئے پہنے جاتے ہیں اگر یہ باریک ہوں کہ مسح کی تری جراب تک پہنچ جائے تو ان پر مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔ (مراۃ المناجیح: ج: 1، ص: 317)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: اگر بغیر جوتوں کے اون کے موزے پہن کر تین یا چار میل سفر کرنا ممکن ہو تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔ ناکون کے موزے پہن کر بھی اگر بغیر جوتوں کے تین چار میل سفر کیا جاسکے تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہوگا لیکن بظاہر یہ مشکل ہے اور اس شرط کے اعتبار سے صرف چمڑے کے موزوں پر ہی مسح ہو سکتا ہے۔ (رد المحتار: ج: 1، ص: 242)

☆ قوله حدثنا مسدد الخ قال عباد قال اخبرني

اس حدیث مبارکہ میں مصنف کے دو استاذ ہیں:

1- مسدد 2- عباد

عن يعلى بن عطاء عن ابيه تك دونوں کی سند مشترک اور موافق ہے۔ عن ابيه کے بعد سند کے الفاظ کیا ہیں اس میں مسدد اور عباد کا اختلاف ہو گیا۔

عباد کے الفاظ تو یہ ہیں۔

قال اخبرني اوس بن ابی اوس الثقفي -

قال کی ضمیر عطاء کی طرف راجع ہے یعنی کہا عطاء نے اخبرنی اوس بن ابی اوس الثقفی عباد کا مقولہ الثقفی پر آ کر ختم ہو گیا۔

رہی یہ بات کہ

مسدد کے الفاظ کیا ہیں۔

انہوں نے عن يعلى بن عطاء عن ابيه کے بعد سند کس طرح بیان کی؟

اس سے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے یہاں تعرض نہیں کیا۔

ہو سکتا ہے کہ

مسدد کی روایت میں اخبرنی اوس کے بجائے حدثنی اوس ہو یا عن اوس بن ابی اوس ہو۔

قوله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم

یہ متن حدیث ہے اور یہ مسدد کے الفاظ ہیں، عباد کے الفاظ آگے آرہے ہیں چنانچہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وقال عباد رایت رسول الله صلى الله عليه وسلم قوله ولم يذكر مسدد الميضة والكظامة .

اب مسدد کی روایت کے یہ الفاظ ہوئے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توحا و مسح علی نعلیہ و قدمیہ
اور عباد کی روایت کے یہ الفاظ ہوئے۔

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی علی کظامۃ قوم فتوحا و مسح علی نعلیہ و قدمیہ
حاصل یہ ہوا کہ

مسد کی روایت میں کظامۃ اور میضاۃ کا ذکر نہیں بلکہ وہ صرف عباد کی روایت میں ہے اور مسح علی النعلین
والقدمین دونوں کی روایت میں مشترک ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ کَيْفِ الْمَسْحِ

مسح کس طرح کرے؟

یہ باب مسح کی کیفیت کے متعلق ہے۔

139 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ قَالَ ذَكَرَهُ أَبِي
عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمُفِيزَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يَمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَقَالَ غَيْرُ مُحَمَّدٍ عَلَى ظَهْرِ الْخُفَّيْنِ
حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح فرماتے تھے۔
اور محمد کے علاوہ والوں نے کہا: موزوں کی پشت پر مسح فرماتے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی جزء ۱ ص ۹۱، معجم الاوسط جزء ۳ ص ۶۴)

140 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي
إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلُ
الْخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسْحُ عَلَى
ظَاهِرِ خُفِّهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ
الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ مَا كُنْتُ أَرَى بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ إِلَّا أَحَقَّ بِالْفَسْلِ حَتَّى
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسْحُ عَلَى ظَهْرِ خُفِّهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ
حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ بَاطِنُ

الْقَدَمَيْنِ أَحَقَّ بِالْمَسْحِ مِنْ ظَاهِرِهِمَا وَقَدْ مَسَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ظَهْرِ خُفَّيْهِ وَرَوَاهُ وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ كُنْتُ أَرَى أَنَّ بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ أَحَقُّ بِالْمَسْحِ مِنْ ظَاهِرِهِمَا حَتَّى رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِهِمَا قَالَ وَكِيعٌ يَعْنِي الْخُفَّيْنِ وَرَوَاهُ عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ كَمَا رَوَاهُ وَكِيعٌ وَرَوَاهُ أَبُو السَّوْدَاءِ عَنِ ابْنِ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ ظَاهِرَ قَدَمَيْهِ وَقَالَ لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ وَسَاقَ الْحَدِيثُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر دین میں رائے ہوتی تو ضرور اوپر جانب کی بدولت نچلی جانب کا مسح کرنا اولیٰ ہوتا جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ملاحظہ کیا کہ آپ ﷺ دونوں کے ظاہر پر مسح کرتے۔ اس حدیث کو یزید بن عبدالعزیز نے اعمش کے طریق سے اپنی اسناد سے روایت کر کے فرمایا۔ میں پاؤں کے باطن حصے کو دھونے کو مقدم گردانتا تھا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے موزوں کے ظاہری جانب مسح فرماتے ملاحظہ کیا۔ اسی حدیث کو اعمش نے روایت کر کے فرمایا کہ اگر دین رائے کے ساتھ ہوتا تو پاؤں کا باطن مسح کے ظاہری جانب کے زیادہ مستحق تھے جبکہ نبی کریم ﷺ نے موزوں کے ظاہری جانب پر مسح فرمایا۔ اعمش سے وکیع نے اپنی اسناد سے روایت کر کے فرمایا کہ میری رائے تھی کہ مسح کرنے میں ظاہری جانب سے باطنی جانب والے مقدم ہیں حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے ظاہری جانب پر مسح کرتے ہوئے ملاحظہ کیا۔ وکیع نے فرمایا کہ موزوں پر عیسیٰ بن یونس نے اعمش سے وکیع کی مانند روایت کیا ہے۔ ابوالسوداء نے ابن عبدخیر کے والد سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ملاحظہ کیا تو آپ ﷺ نے دونوں قدموں کے ظاہری جانب کو دھویا۔ اور ارشاد فرمایا: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے نہ دیکھا ہوتا۔ اور بقیہ حدیث ذکر کی۔

(اسنن الصغیر للبیہقی ج ۱ ص ۱۰۸ سنن البیہقی الکبریٰ ج ۱ ص ۲۹۲ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۳۷۲ شرح النبی للبیہقی ج ۱ ص ۱۹۵)

141 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ وَمَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ الْمَعْنِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ مَحْمُودٌ أَخْبَرَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيَّوَةَ عَنْ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَمَسَحَ أَعْلَى الْخُفَّيْنِ وَأَسْفَلَهُمَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَبَلَغَنِي أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ ثَوْرٌ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَجَاءِ

رجاء بن حیوۃ سے روایت ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کاتب سے ارشاد فرمایا: نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک میں وضو کیا تو موزوں پر اوپر دونوں کے نیچے مسح فرمایا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے پتہ چلا ہے کہ اس حدیث کو ثور نے رجاء سے نہیں سنا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۱۴۱)

تشریح:

موزوں پر مسح کی کیفیت میں اختلاف ہے۔

احناف اور حنابلہ کے نزدیک صرف بالائی حصہ پر ہوگا۔

امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اعلیٰ واسفل دونوں حصوں پر ہوگا۔ اعلیٰ پر بطریق وجوب اور اسفل پر بطریق سنت ہوگا۔

اور امام زہری نے کہا: مسح علی الاسفل کافی ہو جائے گا۔

پھر دوسرا اختلاف یہ ہے کہ

مسح علی الخفین کی مقدار واجب کیا ہے؟

احناف کے نزدیک تین انگلیوں کی مقدار واجب ہے۔

شوافع کے نزدیک ادنیٰ ما یطلق علیہ اسم المسح

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اعلیٰ الخف کا استیعاب اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقدم الخف کا اکثر حصہ واجب ہے۔

☆ قوله عن علی لو کان الدین .

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

ایک یہ کہ

موزوں کے صرف ظاہر مسح ہوگا نہ کہ تلے پر جس طرح کہ ہمارے امام صاحب کا قول ہے۔

دوسرے یہ کہ

اگر عقل حکم شرعی کے خلاف ہو تو عقل مردود ہے اور حکم شرع مقبول۔

دیکھو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عقل کہتی تھی کہ

موزے کے نیچے مسح ہونا چاہئے کیونکہ زمین سے وہی لگتا ہے اور گندگی سے وہی قریب رہتا ہے مگر حکم شرعی مقابل آپ نے

اپنی رائے چھوڑ دی۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر دین رائے سے ہوتا تو میں پیشاب سے غسل واجب کرتا اور منی سے وضو کیونکہ پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور منی بعض

علماء کے ہاں پاک بھی ہے اور میں لڑکی کو لڑکے سے دگنی میراث دیتا کیونکہ لڑکی کمزور ہے۔ (مراۃ المناجیح: ج: ۱، ص: 318)

قوله عن ثور عن رجاء..... الخ

اس میں صحابی یعنی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مذکور نہیں۔ نیز اس حدیث مبارکہ میں ایک اور جرح ہے وہ یہ ہے کہ کاتب مغیرہ مجہول ہیں مگر ابن ماجہ کی روایت میں کاتب مغیرہ تعین کے ساتھ مذکور ہے۔

اس طرح عن وراہ کاتب المغیرۃ

لہذا یہ اشکال تو رفع ہو جائے گا اور دوسرے اشکالات علیٰ حالہا باقی ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلى اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي الْإِنْتِضَاحِ

پانی کے چھینٹے مارنا

142 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ هُوَ الثَّوْرِيُّ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ الْحَكَمِ الثَّقَفِيِّ أَوْ الْحَكَمِ بْنِ سُفْيَانَ الثَّقَفِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ يَتَوَضَّأُ وَيَنْتَضِحُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَافَقَ سُفْيَانَ جَمَاعَةً عَلَى هَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْحَكَمُ أَوْ ابْنُ الْحَكَمِ حضرت سفیان بن حکم ثقفی یا حضرت حکم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کرتے تو وضو فرماتے اور پانی کے چھینٹے شرم گاہ کے مقابل کپڑے پر مارتے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: ایک جماعت نے اس اسناد کی سفیان کے لئے موافقت کی۔ بعض نے حکم یا ابن حکم کہا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز ۱ ص ۱۶۱)

143 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ هُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيفٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ نَضَحَ فَرَجَهُ

مجاہد نے ثقیف کے مرد سے انہوں نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا پھر اپنی شرم گاہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔

(المستدرک: جز ۱ ص ۷۷، مسند احمد: جز ۳ ص ۳۰۱)

144 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ الْحَكَمِ أَوْ ابْنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَنَضَحَ فَرْجَهُ

مجاہد نے حکم یا ابن حکم سے انہوں نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور اپنی شرم گاہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔

(مجم الکبیر ج ۳ ص ۲۹۶ سنن البیہقی الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۱ مسند احمد ج ۲ ص ۲۰ ص ۴۰۰)

تشریح:

انتصاع کے کئی معنی ہیں۔

1- ارسلان نے کہا ہے کہ

الانتصاع عند الجمهور رش الفرج بالماء بعد الوضوء
یعنی وضو سے فارغ ہونے کے بعد دفع وساوس کے لئے شرم گاہ کے مقابل کپڑے پر پانی کا چھینٹا دینا۔
2- امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قال لمحققون هو الاستنجاء بالماء

3- صب الماء على الاعضاء

4- استنجاء بالماء کے وقت شرم گاہ پر پانی پکڑنا تاکہ تقاطر بالکلیہ انقطاع ہو جائے۔

اس باب میں تین احادیث مبارکہ ذکر فرمائی گئی ہیں۔

پہلی صورت اور تیسری صورت میں نضح کے ان معانی ذکر کردہ ہیں سے بظاہر اول معنی مراد ہیں اور دوسری حدیث میں ظاہر یہ ہے کہ دوسرے معنی مراد ہیں اور تاویل کے بعد اس کو بھی اول معنی پر محمول کر سکتے ہیں۔

اور ترمذی کی روایت میں من حدیث ابی ہریرہ مرفوعاً اس طرح ہے۔

جاءنی جبرائیل فقال یا محمد اذا توضأت فانتضح

یہاں پر انتصاع کے تینوں معنی بلا تکلف مراد ہو سکتے ہیں۔

1- اے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ! جب آپ ﷺ وضو سے فراغت حاصل کر لیں تو کپڑے پر چھینٹے دے لیا کریں۔

2- جب آپ ﷺ وضو کا ارادہ فرمائیں تو اس سے پہلے استنجاء بالماء فرمایا کریں۔

3- جب آپ ﷺ وضو فرمائیں تو اعضا پر اچھی طرح پانی بہائیں اور صرف مسح اعضا پر اکتفاء نہ کریں۔

حدثنا محمد بن کثیر الخ قوله عن عن سفیان بن الحکم الثقفی:

اس راوی کے نام میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: سفیان بن حکم ہیں۔

اور بعض نے کہا: حکم بن سفیان ہیں۔

امام ابو حاتم رازی علی بن مدینی اور امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ

یہ حکم بن سفیان صحیح ہے۔

قال ابو داؤد وافق سفیان جماعة

اسی حدیث کو سند میں روایت کا جو اختلاف ہے اس پر مصنف رحمہ اللہ تنبیہ فرما رہے ہیں وہ یہ کہ سند کے جو آخری راوی ہیں یعنی سفیان بن حکم یا حکم بن سفیان بعض روایت نے اس کے بعد سند میں عن ابیہ کا اضافہ فرمایا ہے جس طرح کہ بعد کی دونوں سندوں میں آ رہا ہے اور بعض نے عن ابیہ نہیں ذکر کیا۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جس طرح سفیان سے اس سند میں عن ابیہ ذکر نہیں کیا اسی طرح ایک جماعت نے اس بات میں سفیان کی موافقت کی

ہے۔

حدثنا اسحاق بن اسمعیل الخ قوله ثنا سفیان

پہلی سند میں سفیان سے سفیان ثوری مراد ہیں اور دوسری سند میں سفیان جو ابن ابی نجیح سے روایت کر رہے ہیں اس سے

مراد سفیان بن عیینہ ہیں۔

والله ورسوله اعلم عز وجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا تَوَضَّأَ

جب وضو کر لے تو کیا کہے؟

اس باب میں وضو کے بعد دعا پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

145 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَعْنِي ابْنَ

صَالِحٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي عَثْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نَفِيرٍ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُدَّامَ أَنْفُسِنَا نَتَنَاقَبُ الرَّعَايَةَ رَعَايَةَ إِبِلِنَا فَكَانَتْ عَلَيَّ رَعَايَةُ الْإِبِلِ

فَرَوَّحْتُهَا بِالْعَشِيِّ فَأَدْرَكْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَخْطُبُ النَّاسَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ

يَتَوَضَّأُ فَيُحَسِّنُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُومُ فَيَرْكَعُ رَكَعَتَيْنِ يُقْبِلُ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ إِلَّا قَدْ أُوجِبَ
فَقُلْتُ بَخٍ بَخٍ مَا أَجُودَ هَذِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيَّ الَّتِي قَبْلَهَا يَا عُقْبَةُ أَجُودُ مِنْهَا فَتَنَظَرْتُ
فَإِذَا هُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ مَا هِيَ يَا أَبَا حَفْصٍ قَالَ إِنَّهُ قَالَ إِنَّمَا قَبْلَ أَنْ تَجِيءَ مَا
مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحَسِّنُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَقْرَعُ مِنْ وَضُوئِهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ
يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ قَالَ مُعَاوِيَةُ وَحَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ
حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَيْسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقَرِّيُّ عَنْ حَيَّوَةَ وَهُوَ ابْنُ شُرَيْحٍ عَنْ
أَبِي عَقِيلٍ عَنْ ابْنِ عَمِيهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ
وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الرَّعَايَةِ قَالَ عِنْدَ قَوْلِهِ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ رَفَعَ بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ
وَسَاقُ الْحَدِيثِ بِمَعْنَى حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تھے اور باری کے لحاظ سے اپنے
رفقاء کی خدمت کرتے اور اونٹوں کو چراتے۔ ایک دن اونٹ چرانے کی میری باری آگئی تو میں سہ پہر کو لے کر
چرانے کے لئے گیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے پایا۔ میں نے آپ ﷺ کو
فرماتے ہوئے سنا۔ تم میں سے کوئی نہیں جو وضو کرے تو احسن انداز سے کرے پھر دو رکعات ادا کرنے کے لئے
قیام کرے تو ان دونوں کے اندر اپنے دل اور نظر سے توجہ کے ساتھ رہے مگر جنت واجب ہو جائے۔ میں نے
کہا: واہ واہ! یہ کس قدر اچھی بات ہے۔ میرے روبرو کھڑے آدمی نے کہا: اے عقبہ! تمہارے (آنے سے) پہلے
جو فرمائی گئی وہ اس سے زیادہ اچھی تھی۔ پس میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے عرض
کیا: اے ابو حفص! (ﷺ) وہ کیا (بات) ہے۔ پھر ارشاد فرمانے لگے کہ تمہارے آنے سے قبل ابھی ارشاد فرمایا کہ
تمہارے اندر کوئی (شخص) بھی اس طرح نہیں کہ وضو کرے تو احسن انداز سے کرے۔ پھر جب وضو سے فارغ ہو
جائے تو کہے:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ -

مگر اس واسطے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جائیں گے وہ جس دروازے سے جانا چاہے چلا جائے۔

معاویہ نے فرمایا: مجھے ربیع بن یزید، ابی ادريس، عقبہ بن عامر نے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ حسین بن عیسیٰ، عبد اللہ
بن یزید مقری، حیوۃ اور وہ شریح ہیں۔ ابو عقیل، ان کے چچا زاد بھائی، حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم

مُتَّفِقٌ سَے یہی حدیث اسی طرح بیان کی ہے۔ اور اونٹ چرانے کا ذکر نہیں کیا۔ بیان کرتے ہوئے فرمایا: احسن طریقے سے وضو کرو پھر اپنی نگاہ آسمان کی جانب اٹھا کر کہے۔ بقیہ حدیث کو معاویہ کے معنی کے ساتھ روایت کیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث ۱۳۵)

تشریح:

یہاں پر باب میں تو ضا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

تو ضا تین معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

۱- اراد الوضوء 2- شرع فی الوضوء 3- فرغ عن الوضوء

یہاں پر آخری معنی مراد ہیں۔

اصل میں بیان یہ کرنا چاہتے ہیں کہ وضو کے بعد جو دعا منقول ہے اس کو پڑھنا چاہئے۔

اب وضو کی دعائیں دو طرح کی ہیں:

۱- جو بعد الفراغ پڑھی جائیں۔ 2- جو اثنا وضو میں پڑھی جائیں اور ہر عضو پر پڑھی جائیں۔

بعد الفراغ کی دعا یعنی شہادتین احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

سنن ابوداؤد اور ترمذی کے علاوہ صحیح مسلم میں بھی موجود ہے اور ترمذی کی دعائیں یہ زیادتی ہے۔

اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین

دوسری وہ دعائیں جو وضو کرتے وقت پڑھی جائیں ان کو مفتی امجد علی اعظمی نے بھی تحریر فرمایا ہے۔

وہ یہ ہیں:

کلی کے وقت:

اللهم اعنی علی تلاوة القرآن و ذکرک و شکرک و حسن عبادتک

ناک میں پانی ڈالتے وقت:

اللهم ارحنی رائحة الجنة ولا ترحنی رائحة النار

منہ دھوتے وقت:

اللهم بیض وجهی يوم تبیض وجوه و تسود وجوه

دھونا ہاتھ دھوتے وقت:

اللهم اعطنی کتابی بيمينی و حاسبنی حسابا يسیرا

: پایاں ہاتھ دھوتے وقت:

اللهم لا تعطني كتابي بشمالی ولا من وراء ظهري
سرکاسح کرتے وقت:

اللهم اظلني تحت عرشك يوم لا ظل الا ظلك
کانوں کاسح کرتے وقت:

اللهم اجعلني من الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه
گردن کاسح کرتے وقت:

اللهم اعتق رقبتی من النار
داهنا پاؤں دھوتے وقت:

اللهم ثبت قدمی علی الصراط يوم تزل الاقدام
بایاں پاؤں دھوتے وقت:

اللهم اجعل ذنبي مغفورا وسیعی مشكورا و تجارتی لن تبور (بہار شریعت: ج: 1، ص: 299)
بعض کتب احناف و شوافع میں اعضاء کے وقت کی دعائیں ہر ہر عضو کی الگ الگ لکھی ہیں۔

☆ قوله فتحت له ابواب الجنة الثمانية

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں حالانکہ دوسری حدیث میں جنت کے دروازوں کی تعداد اس سے
بہت زائد آئی ہے۔

اس کے دو جواب ہیں:

ایک جواب یہ ہے کہ یہاں پر من مقدر ہے۔

ای من ابواب الجنة الثمانية

جس طرح کہ ترمذی میں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ دروازے دو طرح کے ہوتے ہیں۔

1- ایک داخلی و اندرونی

2- بیرونی

یعنی صدر دروازے اور پھاٹک تو یہاں پر صدر دروازے مراد ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ

وہ صرف آٹھ ہی ہوں۔

علماء کرام نے ان آٹھ دروازوں کے نام بھی تحریر کیے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

- 1- باب الایمان
2- باب الصلوٰۃ
3- باب الصیام، اس کو باب الریان بھی کہا جاتا ہے
4- باب الصدقہ
5- باب الکاظمین
6- باب الراضین
7- باب الجہاد
8- باب التوبہ

مطلب یہ ہے کہ

ان اعمال میں سے جو عمل کرے گا اس میں داخل ہوگا۔

فضائل میں آیا ہے کہ

جو شخص تحیۃ الوضو کی دو رکعت خشوع و خضوع سے پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

اور فقہاء کرام نے تحیۃ الوضو پڑھنے کی تلقین فرمائی جب وضو کر لیا۔

غنیۃ المستملیٰ میں ہے۔

مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز نفل پڑھے اس کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں۔ (غنیۃ المستملیٰ ص: 37)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

باب الرَّجُلُ یُصَلِّی الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ

ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے کے متعلق

یہ باب ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے کے متعلق ہے۔

146 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ الْبَجَلِيِّ قَالَ مُحَمَّدٌ

هُوَ أَبُو أَسَدٍ بْنُ عَمْرِو قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْوُضُوءِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَكُنَّا نُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ

محمد وہ ابو اسد بن عمرو ہیں سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے وضو کے بارے میں پوچھا: تو

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وضو کے واسطے نیا وضو فرماتے تھے اور ہم ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھتے

تھے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۲۳ مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۲ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۵)

147 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ

بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ

بِوُضوءٍ وَاحِدٍ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ إِنِّي رَأَيْتُكَ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ قَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهُ

حضرت سلیمان بن برید کے والد محترم سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے پانچ نمازوں کو ایک وضو سے پڑھا اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا کہ میں نے آج آپ کو ایک ایسا کام کرتے ملاحظہ کیا جو پہلے نہیں کرتے تھے۔ فرمایا: میں نے اس کو خود کیا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ جز ۱ ص ۱۱۸ سنن داری جز ۱ ص ۱۷۶ شرح السنہ جز ۱ ص ۶۵ شرح معانی الآثار جز ۱ ص ۴۱)

تشریح:

بعض صحابہ کرام اور تابعین جس طرح کہ

عبداللہ بن عمر، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، عبیدہ سلیمانی اور سعید بن المسیب سے منقول ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرنا مطلقاً واجب ہے۔

ظاہریہ و شیعہ نے کہا ہے کہ

ہر نماز کے لئے وضو کرنا صرف مقیم حضرات کے لئے واجب ہے۔

اور ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ

ایک وضو سے صرف پانچ نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔

اس کے بعد اعادہ وضو ضروری ہے۔

اور جمہوری علماء آئمہ اربعہ فرماتے ہیں۔

ایک وضو سے جتنی چاہیں نمازیں پڑھ سکتے ہیں جب تک حدیث لاحق نہ ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: جب تک انسان بے وضو نہ ہو وہ متعدد فرائض اور نوافل ایک وضو کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔

بعض علماء کرام نے آیت وضو سے استدلال کیا ہے کہ

ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا ضروری ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو چہرہ، ہاتھ اور پیر دھوؤ اور سر کا مسح کرو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہاں بے وضو ہونے کی قید مراد ہے یعنی جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو درآں حالیکہ تم بے وضو ہو تو چہرہ، ہاتھ اور پیر دھوؤ

اور سر کا مسح کرو۔

اس باب کی حدیث کے علاوہ جمہور فقہاء کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی شخص جب تک بے وضو نہ ہو اس کو وضو کافی ہوتا تھا۔

امام بخاری نے سوید بن نعمان سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی پھر وضو کے بغیر مغرب کی نماز پڑھی اسی طرح جن احادیث میں عرفہ اور مزدلفہ میں دو

نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے اور یوم خندق میں قضا نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کی احادیث

ہیں اور سفر کے موقع پر نمازیں جمع کر کے پڑھنے کی احادیث ہیں۔

تاہم نیا وضو کر کے نماز پڑھنا بالاتفاق مستحب ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ

نبی کریم ﷺ افضل طریقہ پر عمل کرنے کے لئے ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے اور بیان جواز کے لئے فتح مکہ کے موقع پر

ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں۔

اور امام مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن کئی نمازیں ایک وضو کے ساتھ پڑھیں اور موزوں پر مسح فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج آپ ﷺ نے ایک ایسا کام کیا ہے جو آپ ﷺ نہیں کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے عدا کیا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 277)

اور ترمذی کی روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے جس سال فتح مکہ ہو۔ آپ ﷺ نے کئی نمازیں ایک وضو سے پڑھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ﷺ نے ایسا کام کیا ہے جو آپ ﷺ پہلے نہیں کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے عدا کیا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 61)

یہاں پر ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ

آپ ﷺ اس سے پہلے ہر نماز کے لئے وضو فرماتے تھے۔

وہ وجوہات کیا استنباط تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں دونوں احتمال ہیں۔

ایک احتمال یہ ہے کہ

آپ ﷺ وضو لکل صلوٰۃ بطریق وجوب فرماتے ہوں اور پھر یہ وجوب فتح مکہ کے دن منسوخ ہو گیا۔

اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ

آپ ﷺ وضو لکل استحباباً فرماتے ہوں اور پھر فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے بیان جواز کے لئے اس کو ترک فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احتمال ثانی اقرب الی الصواب ہے۔

اس پر علامہ شوکانی نے اضافہ فرمایا کہ

عبداللہ حظلہ کی حدیث جو ابوداؤد میں باب السواک میں گزر چکی ہے اس سے احتمال اول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں آپ ﷺ پر وضو لکل صلوٰۃ واجب تھی۔ مگر امام طحاوی رحمہ اللہ کا یہ کہنا اس کا نسخ فتح کے روز ہوا صحیح نہیں بلکہ نسخ اس سے پہلے غزوہ خیبر کے سفر میں ماننا پڑے گا جس طرح کہ سوید بن نعمان کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

جو کہ یہ ہے: سوید بن نعمان سے روایت ہے کہ

ہم غزوہ خیبر کے سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے جب آپ ﷺ مقام صہباء پر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی پھر آپ ﷺ نے جب طعام منگوایا تو صرف ستولائے گئے ہم نے ان کو کھایا اور پیا پھر نبی کریم ﷺ مغرب کے لئے اٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کی اور ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 215)

غزوہ خیبر، غزوہ فتح مکہ سے قبل سات ہجری میں ہوا ہے۔

قوله حدثنا محمد بن عيسى النخ قوله عن عمرو بن عامر البجلي

عمرو بن عامر دو ہیں۔

2- الانصاری

1- البجلي

یہاں پر البجلي کی تصریح ہے اور اس کے بالمقابل ترمذی میں الانصاری کی تصریح ہے مگر یہاں ابوداؤد میں آگے آ رہا ہے۔

هو ابو اسد بن عمرو

مطلب یہ ہے کہ

یہ عمرو بن عامر وہ ہیں جن کے بیٹے کا نام اسد ہے۔

اس کا تقاضہ تو یہی ہے کہ

یہ بجلی ہوں کیونکہ اسد بن عمرو بن عامر بجلی ہی کے بیٹے ہیں نہ انصاری کے بیٹے ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و

صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَفْرِيقِ الْوُضُوءِ

وضو میں کمی بیشی ہو جانا

اس باب میں وضو میں کمی بیشی رہ جائے تو دوبارہ دھونے کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

148 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ قَتَادَةَ بْنَ دِعَامَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَوَضَّأَ وَتَرَكَ عَلَى قَدَمِهِ مِثْلَ مَوْضِعِ الظُّفْرِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وَضُوءَكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِمَعْرُوفٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ وَلَمْ يَرَوْهُ إِلَّا ابْنُ وَهْبٍ وَخَلَدٌ وَقَدْ رَوَى عَنْ مَعْقِلِ بْنِ عُبَيْدٍ اللَّهُ الْجَزَرِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وَضُوءَكَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَادٌ أَخْبَرَنَا يُونُسُ وَحُمَيْدٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى قَتَادَةَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص وضو کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت مقدسہ میں حاضر ہوا اور ناخن کے برابر جگہ خشک رکھی ہوئی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: لوٹ جاؤ! احسن وضو کرو۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: یہ حدیث مبارکہ جریر بن حازم سے معروف نہیں اور اس کو روایت کرنے والے ابن وہب کے سوا کوئی نہیں اور معقل بن عبید اللہ جزری، ابوزبیر، جابر، عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: لوٹ جاؤ اپنے وضو کو اچھے طریقے سے کرو۔ موسیٰ بن اسماعیل، حماد، یونس، حمید، حسن رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے معنی قنادہ جیسا روایت کیا ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۸۴ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۳۱ سنن البیہقی الکبریٰ ج ۱ ص ۸۳ سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۴۵)

149 - حَدَّثَنَا حَيُّوَةُ بْنُ شَرِيحٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي

وَفِي ظَهْرِ قَدَمِهِ لُمْعَةٌ قَدَرُ الدِّرْهَمِ لَمْ يُصِبْهَا الْمَاءُ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعِيدَ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ

خالد نے اصحاب نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو نماز ادا کرتے ملاحظہ فرمایا اور اس کے قدم پر درہم کی مقدار کے برابر پانی نہیں پہنچا تھا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم فرمایا کہ وضو کا اعادہ کرے اور نماز پڑھے۔

(السنن الصغیر للبیہقی، جز ۱، ص ۹۱، سنن الکبریٰ للبیہقی، جز ۱، ص ۸۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، جز ۱، ص ۲۳۰، مسند احمد، جز ۳۱، ص ۶۲)

تشریح:

اعضاء وضو کو تفریق سے دھونا جائز ہے اس مقصد کی خاطر امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے دو طرح کی احادیث نقل فرمائی ہیں پہلی روایت میں تفریق کا جواز ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے وضو کیا مگر تھوڑی جگہ خشک رہ گئی ہے آپ ﷺ نے اس کو صرف وہی جگہ دھونے کا حکم فرمایا حالانکہ اس نے وضو پہلے کیا ہوا تھا تو معلوم ہوا تفریق جائز ہے اور آخری حدیث میں ہے کہ ایک نے وضو کیا ایک درہم کے برابر جگہ خشک تھی تو آپ ﷺ نے اس کو دوبارہ وضو کرنے کا حکم فرمایا تو پتہ چلا کہ موالات اولیٰ ہے یا کہ آپ ﷺ کو کسی قرینے سے معلوم ہو گیا کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے اس وجہ سے اس کو دوبارہ وضو کرنے کا حکم فرمایا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی توجیہ رائج ہے۔

مگر علامہ یحییٰ شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے ان میں سے اگر تھوڑی سی جگہ بھی رہ گئی تو وہ وضو صحیح نہیں ہوگا اس پر سب کا اتفاق ہے اور اگر تیمم میں تھوڑی سی جگہ رہ گئی تو اس میں اختلاف ہے۔

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ

یہ تیمم بھی وضو کی طرح صحیح نہیں ہے۔

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس مسئلہ میں تین روایات ہیں:

۱- اگر نصف سے کم عضو پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔ ۲- اگر ایک درہم سے کم مقدار پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔

۳- اگر چوتھائی یا اس سے کم عضو کو ترک کر دیا تو جائز ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ

اگر کسی شخص نے مسئلہ سے ناواقفیت کی بناء پر طہارت کی جگہ طہارت نہیں کی تو اس کی طہارت صحیح ہوگی اور یہ کہ جس مسئلہ کا علم نہ ہو اس کو ملائمت سے مسئلہ کی تیمم دینی چاہئے۔ علماء کرام کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ وضو میں ہیروں کو دھونا فرض ہے اور مسح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جس شخص کا وضو میں ایک ناخن کے برابر خشک رہ گیا تھا اس کو نبی

کریم ﷺ نے دوبارہ وضو کرنے کا حکم دیا۔

جن اعضاء کا دھونا فرض ہے ان پر پانی بہہ جانا شرط ہے یہ ضروری نہیں کہ قصد پانی بہائے اگرچہ بلا قصد و اختیار بھی ان پر پانی بہہ جائے۔ (بہار شریعت: ج: 1 ص: 292) واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ إِذَا شَكَّ فِي الْحَدَثِ

جب حدث کا شک ہو

اس باب میں وضو میں رتخ خارج ہونے کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

150 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي بَنْ خَلْفٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ شَكِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى يُخَيَّلَ إِلَيْهِ فَقَالَ لَا يَنْفِتِلُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا

سعید بن مسیب اور عباد بن تمیم کے چچا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کی کہ کسی شخص کو نماز میں رتخ نکلنے کا شک ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز کو نہ توڑے حتیٰ کہ آواز سن لے یا رتخ پائے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۰)

151 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ أَخْبَرَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَوَجَدَ حَرَكَةً فِي ذُبُرِهِ أَحَدَتْ أَوْ لَمْ يُحْدِثْ فَاشْكَلْ عَلَيْهِ فَلَا يَنْصَرِفْ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز میں ہو اور اپنی دبر میں حرکت پائے تو اس پر یہ اشکال ہو کہ حدت لاحق ہو یا نہیں تو نماز سے نہ پھرے حتیٰ کہ آواز سن لے یا رتخ پائے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۱ ص: ۱۱۷ سنن دارمی: ج: ۱ ص: ۱۹۸ صحیح ابن خزیمہ: ج: ۱ ص: ۱۶ مسند احمد: ج: ۱۹ ص: ۳۰)

تشریح:

جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ

اگر کسی شخص کو پہلے سے بالیقین طہارت حاصل ہے اور اس کے بعد زوال طہارت میں تردد اور شک واقع ہو رہا تو یہ کچھ مضر نہیں کیونکہ

اليقين لا يزول الا بمثله

اليقين لا يزول بالشك بل يزول باليقين

امام مالک رحمہ اللہ کی اس میں مختلف روایات ہیں۔

ایک مثل جمہور کے روایت ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ

شك في الحدث مطلقاً ناقض ہے۔

تیسری روایت یہ ہے کہ

اگر خارج صلوٰۃ شک واقع ہو تب تو ناقض ہے لہذا بغیر وضو کے نماز نہ شروع کرے اور اگر داخل صلوٰۃ شک ہو تو پھر ناقض

نہیں اور یہی مذہب حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا ہے۔

نماز میں اور خارج نماز میں فرق کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں فی الصلوٰۃ کی قید مذکور ہے۔

اور دوسری وجہ اس کی یہ ہے کہ

اگر داخل نماز شک فی الحدث کو ناقض قرار دیا جائے تو اس سے ابطال عمل کا لزوم ہے اور یہ لا یشطلوا اعمالکم کے خلاف ہے

اور خارج نماز میں یہ خرابی لازم نہیں آتی لہذا وہاں شک فی الحدث کو ناقض قرار دیا جائے گا مگر حافظ ابن حجر مالکی رحمہ اللہ نے مالکیہ

کے اس استدلال پر اعتراض کیا ہے کہ ابطال عمل تو اس وقت لازم آئے گا جب شک فی الحدث کی حالت میں صحت نماز کو مان لیا

جائے اور صحت نماز اس وقت ہو سکتی ہے جب شک فی الحدث ناقض وضو نہ ہو لہذا اگر شک فی الحدث فی الواقع ناقض نہیں تو

خارج بھی ناقض نہ ہونا چاہئے اور اگر فی الواقع ناقض وضو ہے تو ابطال عمل کہاں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ میں اسلام کے اصول اور قواعد میں سے ایک عظیم

اصل اور قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اشیاء کو ان کی اصل پر باقی رکھنے کا حکم کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے خلاف یقین حاصل ہو جائے

اور اگر اس کی اصلی حالت کے خلاف شک پیدا ہو تو وہ شک اس میں کوئی ضرر نہیں دے گا۔ جمہور صحابہ کرام، تابعین عظام اور

فقہاء کرام کا یہی مسلک ہے۔

البتہ امام مالک کا قول یہ ہے کہ

اگر اس کو خارج از نماز شک واقع ہوا تو وضو کرے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

اس پر ہر حال میں وضو لازم ہے۔

اب رہا مسئلہ یہ کہ ریح القبل ناقض وضو ہے یا نہیں تو اس میں اختلاف ہے۔

شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ناقض ہے اور مالکیہ کے نزدیک نہیں اور احناف کے نزدیک دو روایتیں ہیں اگر شک ہے تو ناقض وضو نہیں اگر یقین ہے تو ناقض وضو ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ناقض ہے۔

اور امام کرخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ناقض نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر کوئی شخص بوجہ نہ محسوس کرے آواز بھی نہ سنے مگر اس کو کامل یقین ہو گیا ہے کہ ہوا خارج ہوئی ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔

☆ حدثنا قتیبہ بن سعید الخ قوله عن عمه

یعنی سعید بن مسیب اور عبادہ بن تمیم دونوں اپنے چچا عبد اللہ بن زید بن عامر سے روایت کرتے ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلى اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الْقُبْلَةِ

بوسہ دینے سے وضو کے متعلق حکم

اس باب میں بیوی کو بوسہ دینے سے وضو کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

152 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي

رَوْقٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ كَذَا رَوَاهُ الْفَرِيَابِيُّ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ مُرْسَلٌ إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ

عَائِشَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ وَلَمْ يَلْغُ أَرْبَعِينَ سَنَةً وَكَانَ يُكْنَى أَبَا أَسْمَاءَ

ابراہیم تیمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کو بوسہ دیا اور وضو نہ فرمایا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ مرسل ہے اور ابراہیم تیمی کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: ایسے ہی اس کو فریابی نے روایت کیا۔

امام ابو داود رحمہ اللہ نے فرمایا: ابراہیم چالیس ہجری تک نہ پہنچ سکا اور وہ فوت ہو گیا۔

(سنن ابو داود رقم الحدیث: ۱۵۳)

153 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ عُرْوَةُ مَنْ هِيَ إِلَّا أَنْتِ فَضَحِكَتْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَكَذَا رَوَاهُ زَائِدَةُ وَعَبْدُ الْحَمِيدِ الْحِمَازِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُخَلَّدٍ الطَّالِقَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَفْرَاءَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ أَخْبَرَنَا أَصْحَابُ لَنَا عَنْ عُرْوَةَ الْمُزَنِيِّ عَنْ عَائِشَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ لِرَجُلٍ أَحْك عَنِّي أَنَّ هَذَيْنِ يَعْنِي حَدِيثِ الْأَعْمَشِ هَذَا عَنْ حَبِيبٍ وَحَدِيثُهُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ أَنَّهَا تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ قَالَ يَحْيَى أَحْك عَنِّي أَنَّهُمَا شَبَهُ لَا شَيْءَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى عَنِ الثَّوْرِيِّ قَالَ مَا حَدَّثَنَا حَبِيبٌ إِلَّا عَنْ عُرْوَةَ الْمُزَنِيِّ يَعْنِي لَمْ يُحَدِّثْهُمْ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ بِشَيْءٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَدْ رَوَى حَمْزَةُ الزِّيَّاتُ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ حَدِيثًا صَحِيحًا

حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی ایک کو بوسہ دیا پھر نماز کے لئے تشریف لے گئے اور وضو نہ کیا۔ عروہ نے کہا کہ میں نے ان کو کہا: وہ آپ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی نہیں ہوگا؟ تو آپ رضی اللہ عنہا ہنس دیں۔

امام ابو داود نے فرمایا: زائدہ، عبد الحمید حمانی نے سلیمان اعمش سے ایسے ہی روایت کیا۔ ابراہیم بن مخلد طالقانی، عبد الرحمن بن مفرأ، اعمش ان کے رفقاء عروہ مزی نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

امام ابو داود رحمہ اللہ نے فرمایا: یحییٰ بن سعید قطان نے ایک شخص کو فرمایا کہ ان دونوں احادیث کو مجھ سے حکایت کرو یعنی حدیث اعمش حبیب سے اور ان کی حدیث کہ مستحاضہ ہر نماز کے لئے وضو کرے۔ یحییٰ نے فرمایا کہ مجھ سے حکایت کرنے میں شبہ ہو گیا ہے۔

امام ابو داود رحمہ اللہ نے فرمایا: سفیان ثوری سے روایت ہے کہ ہم سے حبیب نے روایت نہیں کیا لیکن عروہ مزی سے روایت کیا ہے یعنی انہوں نے عروہ بن زبیر سے حدیث روایت نہیں کی۔

(سنن ابن ماجہ: جز ۱ ص ۱۱۳، معنف ابن ابی شیبہ: جز ۱ ص ۲۲، مسند اسحاق بن راہویہ: جز ۲ ص ۹۹، سنن دارقطنی: جز ۲ ص ۶۲)

Marfat.com

معنی پر محمول کیا ہے اس میں زائد افادیت ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حدیث اصغر میں تیمم مشروع ہے اسی طرح حدیث اکبر میں بھی مشروع ہے برخلاف شوافع کی تفسیر کے کہ اس سے تیمم جب کا حکم معلوم نہیں ہوتا نیز احناف کی تائید حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کیونکہ ان احادیث مبارکہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو چھونا وضو کو نہیں توڑتا۔ احناف کے مسلک میں حدیث مبارکہ اور آیت مبارکہ کے درمیان تعارض سے سلامتی ہے اور شوافع کی تفسیر حدیث کے معارض پر رہی ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ نے اس آیت اور احادیث کے تعارض کو دور کرنے کے لئے ایک دوسری شکل اختیار فرمائی وہ یہ کہ عورت کو چھونا اگر شہوت کی وجہ سے ہے تب تو ناقض ہے اگر نہیں تو نہیں۔ لہذا آیت مبارکہ میں لمس سے شہوت کے ساتھ چھونا مراد ہے۔ اسی لیے اس کو ناقض وضو قرار دیا ہے اور حدیث میں مس سے مس بلا شہوت مراد ہے اسی لیے وہ ناقض وضو نہیں ہوا۔

سوال

اس حدیث کی اہم ترین سند حبیب عن عروہ عن عائشہ ہے۔

عروہ دو ہیں۔

ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ تم عروہ بن زبیر مراد لیتے ہو یا عروہ مزنی، جو بھی مراد لور وایت ضعیف ہے۔ اگر عروہ مزنی مراد ہو تو وہ ضعیف ہے اور اس کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں۔ منقطع اور ضعیف روایت قابل استدلال نہیں ہوتی۔ اگر عروہ بن زبیر مراد ہو تو حبیب کا سماع عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں تو پھر روایت منقطع ہو جائے گی۔ اس روایت کے آخر میں ہے۔

روی عن ثوری انه قال ما حدثنا حبیب الا عن عروہ المزنی

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حبیب عروہ بن زبیر سے روایت نقل نہیں کرتے ان سے سماع ثابت نہیں ہے۔

جواب

یہاں عروہ بن زبیر مراد ہیں کیونکہ دارقطنی و مسند احمد و ابن ماجہ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تصریح موجود ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

محدثین کا اصول ہے کہ ایک نام کے دو راوی ہوں ایک مشہور اور دوسرا غیر مشہور ہو کسی موقع پر یہ نام آجائے اور ان میں سے کسی کی تعیین پر کوئی اشارہ کنایہ بھی نہ ہو تو وہاں مشہور راوی مراد ہوتا ہے اس حدیث میں بھی ایسے ہی آیا ہے۔ اس اصول کے مطابق یہاں عروہ بن زبیر مراد ہوگا کیونکہ وہ مشہور ہیں تعیین غیر پر اشارہ نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں بالمشافہ گفتگو منقول ہے، عروہ مزنی کا سماع تو ثابت نہیں لامحالہ عروہ بن زبیر مراد ہیں۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ

حدیث میں گفتگو اس انداز میں ہے کہ اگر محرم کرے تو خوش طبعی شمار ہوتی ہے، غیر محرم کرے تو گستاخی شمار ہوتی ہے، عروہ بن زبیر بھانجے ہیں وہی مراد ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

چار دلائل سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں عروہ مزنی نہیں ہیں۔

قول سفیان ثوری کے جواب میں یہ ہے کہ

محدثین کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ حبیب کا سماع حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور دوسری منکر ہے۔

قائلین سماع فرماتے ہیں کہ

چار روایتوں میں حبیب کا سماع حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

1- یہی زیر بحث روایت ہے۔ 2- باب المستحاضہ میں آئے گی۔ 3- تیسری دعا کے باب میں ہے۔

عافنی فی جسدی

4- چوتھی عمرے کے بارے میں آئی ہے۔

ان دونوں قولوں میں سماع والا قول رائج ہے کیونکہ علم پر مبنی ہے مثبت زیادت ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے تو قول سفیان کی خود تردید کر دی ہے کیونکہ وہ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ

رواہ حمزۃ الزیات من حبیب عن عروۃ الزبیر عن عائشہ حدیثاً صحیحاً

تیسرا جواب یہ ہے کہ

روایت سفیان بغیر سند کے ہے کیونکہ امام ابوداؤد اور سفیان ثوری کے درمیان یقینی طور پر واسطہ ہے جو مذکور نہیں ہے

روایت منقطع ہو گئی اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

اگر روایت مسلم ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ

حضرت سفیان ثوری فرما رہے ہیں کہ

ہمارے پاس حبیب کی روایتیں عروہ مزنی سے آئی ہیں اس سے عروہ بن زبیر سے حبیب کے سماع کی نفی نہیں ہو جاتی

کیونکہ اصل عبارت سے تو نہیں نکلتا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلى اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ

ذکر کو چھونے سے وضو کرنا

اس باب میں ذکر کو چھونے سے وضو کرنے کے متعلق حدیث ذکر کی گئی ہے۔

154 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ يَقُولُ دَخَلْتُ عَلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَلَدَّكَرْنَا مَا يَكُونُ مِنْهُ الْوُضُوءُ فَقَالَ مَرْوَانُ وَمِنْ مَسِّ الذَّكَرِ فَقَالَ عُرْوَةُ مَا عَلِمْتُ ذَلِكَ فَقَالَ مَرْوَانُ أَخْبَرْتَنِي بِسُرَّةِ بِنْتِ صَفْوَانَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ

حضرت عبداللہ بن ابوبکر نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں مروان بن حکم کے پاس گیا ہم نے وضو کے لازم کرنے والی چیزوں کا ذکر کیا مروان نے کہا اور ذکر کو چھونے سے بھی عروہ نے کہا یہ میں نہیں جانتا۔ مروان نے کہا: مجھے بسرہ بنت صفوان نے خبر دی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اپنے ذکر کو چھوئے تو چاہئے کہ وہ وضو کرے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، جز ۱، ص ۱۲۸، معجم اکبیر، جز ۲۴، ص ۱۹۴، الموطا، جز ۱، ص ۴۲، سنن الترمذی، جز ۱، ص ۲۸۳)

تشریح:

ذکر کو چھونے سے ناقض وضو میں اختلاف ہے۔

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مس ذکر ناقض وضو ہے۔

امام احمد کے نزدیک مطلق اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اذا كان المس بهماطن الكف .

اور احناف کے نزدیک مطلقاً ناقض نہیں ہے۔

اس باب میں حدیث بسرہ بنت صفوان ذکر کی گئی ہے جس سے مس ذکر کا ناقض وضو ہونا معلوم ہوتا ہے ہماری طرف سے

اس حدیث کے دو جواب دیئے گئے۔

1- تضعیف

2- تاویل یا ترجیح۔

تضعیف کی وجہ یہ ہے کہ

اس روایت میں عروہ اور بسرہ کے درمیان یا مروان کا واسطہ ہے یا اس کے شرطی کا واسطہ ہے اور مروان غیر ثقہ ہیں ان کی روایت قابل استدلال نہیں۔

جمہور نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

بعض نے یہ کہا کہ

مروان حجت اور قابل استدلال ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی روایت کو اپنی صحیح میں لیا ہے۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ

یہ صحیح ہے کہ مروان حجت نہیں مگر یہ روایت بغیر مروان کے بھی ثابت ہے یعنی عروہ براہ راست بسرہ سے روایت کرتے ہیں۔

چنانچہ ابن حبان فرماتے ہیں کہ

ومعاذ اللہ ان نحتج بمروان لکن لم یقنع عروہ بقول مروان

یعنی عروہ نے مروان کے قول پر قناعت نہیں کی بلکہ انہوں نے براہ راست بسرہ سے جا کر اس مسئلہ کو پوچھا لہذا مروان سند کے درمیان سے نکل گئے۔

ہماری طرف سے پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ

یہ صحیح ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی روایت کو لیا ہے اور یہ رجال بخاری میں سے ہیں مگر بخاری کے ان رجال میں سے ہیں جن پر نقد اور طعن کیا گیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مروان کو مقدمہ فتح الباری میں اس فعل کو ذکر کیا ہے جس میں بخاری کے متکلم فیہ روات کو ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی روایات کو متابعات میں لیا ہے نہ کہ اصول میں۔

اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے مروان کی ان روایات کو لیا ہے جس کو انہوں نے اپنی امارت سے پہلے بیان کیا ہے اور امارت کے بعد کی روایات کو نہیں لیا ہے اور دوسری بات کا جواب وہ ہے جو خود امام بیہقی رحمہ اللہ کے کلام سے مستنبط ہوتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ حدیث بسرہ کی تخریج شیخین نے اس وجہ سے نہیں کی کہ اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ اس روایت کو عروہ براہ راست بسرہ سے روایت کرتے ہیں یا بواسطہ مروان اور اس کے شرطی کے۔

معلوم ہوا کہ مروان کا واسطہ نہ ہونا امر متحقق نہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے مروان کے واسطے والی روایت کو لیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے دونوں طریق کو ذکر کیا ہے اور نسائی میں ایک روایت بلا واسطہ ہے اور ایک بواسطہ مروان اور ایک بواسطہ حری (شرطی) یہ تو تھا تضعیف کا جواب، اب ترجیح یا تاویل کا جواب ملاحظہ ہو۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ

اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک دوسرے باب کی حدیث مبارکہ یعنی حدیث طلق رائج ہے کیونکہ وہ روایت الرجال کے قبیل سے ہے۔

دوسرے اس لیے کہ اس کی سند میں کوئی اختلاف واضطراب نہیں ہے۔
علی بن مدینی نے کہا ہے کہ

هو عندی احسن من حدیث بسرہ

اور اگر تاویل کی جائے تو اس کا دروازہ بھی مفتوح ہے۔

اس کی متعدد تاویلیں ہیں۔

1- حدیث بسرہ استحباب پر محمول ہے۔

2- وضو بغوی پر محمول ہے اور یہ اس لیے تا کہ روایات میں تعارض پیدا نہ ہو۔

3- محمول علی ما اذا خرج من الذكر شی لاجل المس

4- مس ذکر سے مراد مس الذكر بفرج المرأة ہے جس کو مباشرت فاحشہ کہتے ہیں اور یہ ہمارے ہاں بھی ناقض وضو ہے۔

5- مس سے مراد مس عند الاستنجاء ہے لہذا استنجاء ناقض ہوا نہ کہ مس۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلى اللہ علیہ وسلم

بَاب الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

اس میں رخصت

155 - حَدَّثَنَا مُسْلَدٌ حَدَّثَنَا مُكَلِّمُ بْنُ عَمْرٍو الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَدْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَجَاءَ رَجُلٌ كَأَنَّهُ بَدَوِيٌّ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَا تَرَى فِي مَسِّ الرَّجُلِ ذِكْرَهُ بَعْدَ مَا يَتَوَضَّأُ فَقَالَ هَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْهُ أَوْ

قَالَ بَضْعَةُ مِّنْهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَجَرِيرُ الرَّازِيُّ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ
طَلْقٍ عَنْ أَبِيهِ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَقَالَ فِي الصَّلَاةِ

قیس بن طلق نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔
تو ایک بدوی آدمی نے آکر عرض کیا: یا نبی اللہ! وضو کے بعد کوئی اپنے ذکر کو ہاتھ لگا لے تو؟ آپ ﷺ نے ارشاد
فرمایا: وہ بھی جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو ہشام بن حسان، سفیان ثوری، شعبہ، ابن عیینہ حریر رازی اور محمد بن جابر نے
حضرت قیس بن طلق رحمہ اللہ سے روایت کیا۔ مسدد، محمد بن جابر نے حضرت قیس بن طلق سے یہی اسی اسناد کیساتھ معنا
روایت کر کے فرمایا: نماز میں۔

(السنن الکبریٰ للشیخ ابی یوسف، جزء ۱، ص ۱۳۲)

تشریح:

حدیث بسرہ اور حدیث طلق دونوں سنن اربعہ کی روایات ہیں۔

مگر صحیحین میں نہیں ہیں۔ ہاں حدیث بسرہ مؤطا امام مالک، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ میں ہے اور حدیث طلق سنن
اربعة کے علاوہ صحیح ابن حبان، بیہقی اور طحاوی وغیرہ میں ہے۔ جمہور نے حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اول یہ ضعیف ہے کیونکہ اس
میں ایک راوی ہیں قیس بن طلق ان کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قَدْ سَأَلْنَا عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ فَلَمْ نَجِدْ مِنْ يَعْرِفُهُ

ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تو فرما رہے ہیں کہ ہم نے ان کے متعلق معلومات کیں مگر پتہ نہیں چل سکا کہ یہ کون ہیں۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ

جن حضرات محدثین نے اس حدیث کی تصحیح یا تحسین کی ہے ظاہر بات ہے کہ ان کو قیس بن طلق کے متعلق معلومات حاصل

ہوں گی اور من عرف حجت ہوتا ہے من لم يعرف پر۔

دوسرا جواب جمہور نے اس حدیث مبارکہ کا یہ دیا کہ

یہ حدیث طلق منسوخ ہے حدیث ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے جس سے مس ذکر کا ناقض ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ حدیث طلق مقدم

ہے حدیث ابو ہریرہ رحمہ اللہ پر اس لیے قدوم طلق مدینہ منورہ میں ہجرت کے پہلے سال ہوا تھا جس وقت مسجد نبوی کی تاسیس ہو رہی تھی

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اسلام 7ھ میں ہے۔

ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ
دعویٰ نسخ کا ثبوت دو باتوں پر موقوف ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ

مسجد نبوی کی بنیاد نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں صرف ایک ہی بار ہوئی۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ

قدوم طلق صرف ایک بار ہی ہوا جس وقت مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی اس کے بعد پھر دوبارہ مدینہ منورہ آنے کی نوبت نہیں آئی۔

اور حال یہ ہے کہ

یہ دونوں باتیں ثابت نہیں کیونکہ مسجد نبوی کی تعمیر نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں دوبار ہوئی جس طرح کہ وفاء الوفاء میں تصریح ہے۔

۱- پہلی بار 1 ہجری میں۔ ۲- دوسری بار فتح خیبر کے بعد 7 ہجری میں۔

نیز دوسری بات بھی ثابت نہیں اس لیے کہ واقندی اور ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ قدوم طلق وفد بنو حنیفہ میں ہوا تھا اور اس وفد کا قدوم سنة الوفود 9 ہجری میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ قدوم طلق دوبار ہوا۔

۱- 1 ہجری میں ۲- 9 ہجری میں

تو ہو سکتا ہے کہ

سمع طلق دوسری بار میں ہوا ہو لہذا نسخ کا دعویٰ ثابت نہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ

اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کے متعلق

یہ باب اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کے متعلق ہے۔

156 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوُضُوءِ مِنْ لَحْمِ الْإِبِلِ فَقَالَ تَوَضَّؤُوا مِنْهَا وَسُئِلَ عَنْ لَحْمِ الْغَنَمِ فَقَالَ لَا تَوَضَّؤُوا مِنْهَا وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَقَالَ لَا تُصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِينِ وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ فَقَالَ صَلُّوا فِيهَا فَإِنَّهَا بَرَكَةٌ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنے کے متعلق پوچھا گیا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے وضو کیا کرو۔ بکری کے گوشت بارے عرض کیا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے وضو نہ کرو۔ اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ پر نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ پر نماز نہ پڑھو اس لیے کہ یہاں شیطان ہوتا ہے۔ بکریوں کے ریوڑ میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہاں نماز پڑھ لو اس لیے کہ یہاں برکت ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی، جز ۱، ص ۱۵۹، الموطا، جز ۱، ص ۲۷۳، مسند احمد، جز ۳۸، ص ۱۴۱)

تشریح:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں۔

جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

شافعیہ میں سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور اس کی وجہ انہوں نے یہ لکھی ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ

ان اصح حدیث الوضو من لحوم الابل قلت به

یعنی اگر وضو من لحوم الابل کی حدیث ثابت ہو جائے تو پھر میں اس کا قائل ہوں۔

اس پر امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اس مسئلہ میں دو احادیث صحیح اور ثابت ہیں۔

1- ایک حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ جو ابوداؤد اور ترمذی میں ہے۔

2- دوسری حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ جو صحیح مسلم میں ہے۔

ابن العربی اور امام نووی رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ

هذا المذهب اقوى وان كان الجمهور على خلافه

مگر خلفاء اربعہ اور آئمہ ثلاثہ اس کے قائل نہیں۔

یہ حدیث مبارکہ حنابلہ وغیرہ کی دلیل ہے اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ بھی حنبلی ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی جانب ہے۔
جمہور علماء، آئمہ ثلاثہ جواوٹ کے گوشت کھانے سے وضو کے قائل نہیں انہوں نے اس حدیث مبارکہ کے دو جواب دیئے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ

احادیث مبارکہ میں وضو سے وضو شرعی نہیں بلکہ وضو لغوی مراد ہے کیونکہ اونٹ کے گوشت میں دسومہ زائد ہوتی ہے۔
اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

لان اتوضا من الكلمة المنتنة احب الى من ان اتوضا من اللقمة الطيبة .

اس کے علاوہ بھی بعض دوسرے آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کی تخریج امام طحاوی رحمہ اللہ نے کی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

اگر ان احادیث مبارکہ کو وضو شرعی پر محمول کیا جائے تو پھر یہ منسوخ ہیں اس حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے جس کی تخریج اصحاب السنن نے کی ہے۔

جس کے الفاظ ہیں۔

كان اخر الامر من رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك الوضوء مما مست النار

امام نووی رحمہ اللہ نے قول نسخ پر اعتراض کیا ہے کہ

وہ یہ ہے کہ

جس حدیث مبارکہ کو آپ نسخ مان رہے ہیں یعنی ترك الوضوء مما مست النار وہ عام ہے اور اونٹ کے گوشت سے وضو والی حدیث خاص ہے عام خاص کے لئے نسخ نہیں ہو سکتا بلکہ خاص عام پر رائج اور مقدم ہوتا ہے۔

ہماری طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ

ہم اونٹ کے گوشت سے وضو کو منسوخ اس حیثیت سے نہیں مان رہے کہ وہ خاص ہے اور دوسری حدیث عام ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ یہ خاص عام کے افراد میں سے ایک فرد ہے پس جب عام منسوخ ہو گیا تو وہ مجموعہ افراد منسوخ ہوگا۔

☆ قوله لا تصلوا في مبارك الابل..... الخ

امام مالک اور امام احمد کے نزدیک مبارک اونٹ میں نماز نہیں ہوتی اور جمہور کے نزدیک ہو جاتی ہے۔ منشاء اختلاف

لا تصلوا في مبارك الابل والی روایت ہے۔

امام مالک اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بھی تعبدی ہے۔

اور جمہور کے نزدیک یہ حکم معلول بالعلت ہے۔ جمہور کے قول کو ترجیح ہے کیونکہ نبی کے ساتھ علت منصوص ہے۔

فانها من الشیطان

شیطان کی تعریف ہے۔

کل متمرّد من دابة او انسان او جن هو شیطان

اونٹ بھی متمرّد ہے اس کو شیطان فرمایا اس سے نماز میں خشوع نہیں رہتا کیونکہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں کاٹ نہ لے کہیں روند نہ ڈالے اگر یہ ڈرنہ ہو اونٹ مانوس ہے یا کوئی انتظام کر لیا ہے تو نماز جائز ہے بشرطیکہ جگہ بھی پاک ہو۔

قوله فانها بركة

غنم کو برکت اہل کے مقابلہ میں کہا گیا ہے یعنی اہل ایک موذی جانور ہے بخلاف غنم کے کہ اس سے اذیت نہیں پہنچتی۔ اور بعض نے کہا: یہ حقیقت پر محمول ہے اس لیے کہ روایت میں ہے۔

الغنم بركة

اور ایک روایت میں ہے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

مجھ سے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اتخذی غنماً فان فیہا بركة

نیز ایک روایت میں ہے۔

الغنم من ذواب الجنة

والله ورسوله اعلم عز وجل وصلى الله عليه وسلم

بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ اللَّحْمِ النَّيِّءِ وَغَسْلِهِ

کچا گوشت چھونے اور دھونے سے وضو کے متعلق

اس باب میں کچا گوشت چھونے یا دھونے سے وضو کے متعلق حدیث ذکر کی گئی ہے۔

157 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَأَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِيُّ وَعَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمَصِيُّ الْمَعْنِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ أَخْبَرَنَا هِلَالُ بْنُ مَيْمُونٍ الْجُهَنِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ قَالَ هَلَالٌ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَقَالَ أَيُّوبُ وَعَمْرُو أَرَاهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِغَلَامٍ وَهُوَ يَسْلُخُ شَاةً فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَحَّ حَتَّى أُرِيكَ فَأَدْخَلَ يَدَهُ بَيْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ فَدَحَسَ بِهَا حَتَّى تَوَارَتْ إِلَى الْإِبْطِ

ثُمَّ مَضَى فَصَلَّى لِلنَّاسِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ زَادَ عَمْرُو فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي لَمْ يَمَسَّ مَاءً وَقَالَ عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُونٍ الرَّمْلِيِّ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا لَمْ يَذْكُرْ أَبَا سَعِيدٍ

ہلال بن میمون نے عطاء بن یزید لیشی سے روایت کیا ہے کہ ہلال نے فرمایا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے علاوہ
میں اس کو نہیں جانتا۔ ایوب اور عمرو نے اس کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک کے پاس سے گزر ہوا جو کہ بکری کی کھال کو اتار رہا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: ادھر ہو جاؤ
میں اتار کر تمہیں دکھاتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس ہاتھ کو کھال اور گوشت کے درمیان اندر داخل فرمادیا
حتیٰ کہ بغل تک چلا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاتے ہی لوگوں کو نماز پڑھادی اور وضو نہ فرمایا۔ عمرو نے اپنی حدیث
مبارکہ میں فرمایا کہ پانی کو ہاتھ نہ لگایا۔ اور ہلال بن میمون رملی سے روایت کیا۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: اس کو عبد الواحد بن زیاد، ابو معاویہ، ہلال اور عطاء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت فرمایا
ہے اور ابوسعید کا ذکر نہ فرمایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، جز ۱، ص ۲۲، سنن ابن ماجہ، جز ۹، ص ۳۵۴، صحیح ابن حبان، جز ۳، ص ۴۳۸)

تشریح:

کچے گوشت کے چھونے سے جمہور علماء اور آئمہ اربعہ کے نزدیک وضو واجب نہیں۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ

جب وضو جمہور علماء اور آئمہ اربعہ کے نزدیک واجب نہیں تو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کو کیوں قائم فرمایا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

بعض تابعین جیسے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں وضو منقول ہے۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

عن سعید بن مسیب انہ قال من مسہ يتوضا

اور حضرت حسن بصری اور حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

انہ يغسل یدہ

تو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان روایات پر رد کرنے کے لئے اس باب کو قائم فرمایا ہے۔

☆ قال ہلال لا اعلمہ

اس سند میں ہلال کے استاد عطاء اور عطاء کے استاد حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں مگر ہلال نے یوں کہا ہے کہ مجھے اس میں تردد ہے کہ عطاء اس حدیث مبارکہ کو ابوسعید ہی سے روایت کرتے ہیں یا کسی اور صحابی سے باقی ظن غالب یہی ہے کہ وہ اس کو ابوسعید ہی سے روایت کرتے ہیں۔ ہلال کا یہ کلام نقل کرنے میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کے الفاظ مختلف ہیں چنانچہ ایک استاد (ابن الغلاء) نے تو اس طرح نقل کیا۔

لا اعلم الا عن ابی سعید

اور مصنف کے دوسرے دو استاد (ایوب و عمرو) نے اس طرح نقل کیا۔

اراه عن ابی سعید صرف لفظوں کے فرق سے حاصل سب کا یہی ہے کہ ہلال اس میں تردد ظاہر کر رہے ہیں کہ عطاء کے استاد اس میں ابوسعید ہیں یا کوئی اور صحابی ظن غالب یہی ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَرْكِ الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ الْمَيْتَةِ

مردار کو چھونے سے وضو ترک کرنا

158 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوقِ دَاخِلًا مِنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ وَالنَّاسُ كَنَفَتِيهِ فَمَرَّ بِجَدِّي أَسْكَ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ هَذَا لَهُ وَسَاقُ الْحَدِيثِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستیوں میں سے ایک بستی کے بازار سے گزرے جو دونوں اطراف سے تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری کا مردہ بچہ ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کان سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون محبوب جانتا ہے کہ یہ اس کا ہو؟ اور آگے حدیث نقل کی۔

(سنن الکبریٰ للبخاری، جز ۱، ص ۱۳۹، مسند احمد، جز ۲۹، ص ۲۵۱، شعب الایمان، جز ۱۳، ص ۸۰)

تشریح:

جس طرح ذبح کیے ہوئے گوشت کو چھونے سے وضو واجب نہیں ہوتا اسی طرح مردے کو چھونے سے وضو واجب نہیں ہوتا۔

سنن ابوداؤد کی حدیث مبارکہ کے الفاظ تھے وہ تو اوپر گزر چکے مگر صحیح مسلم کی روایت میں ان الفاظ کی زیادتی ہے۔
ایکم ایحب ان هذا له بدرهم

یعنی آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم میں سے کوئی اس کو ایک درہم کے بدلے خریدنا محبوب جانے گا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اس کو تو کوئی مفت میں بھی نہ لے گا چہ جائیکہ قیمت دے کر تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
لو الله للدنيا اهون على الله من هذا عليكم۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جتنا یہ بکری کا بچہ تمہارے نزدیک ذلیل ہے۔
دنیا دنی سے بنی ہے اور دنی کا معنی ذلیل اور گھٹیا ہے اور دنیا آخرت کے مقابلہ میں ذلیل اور گھٹیا ہے۔
دنیا کے گھٹیا ہونے کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ ایک مردار بکری کے پاس سے گزرے جس کو اس کے گھروالوں نے پھینک دیا تھا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا زوال اس سے زیادہ آسان ہے جتنا اس مردار بکری کے گھروالوں کے نزدیک اس کو پھینکنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 13، ص: 245)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کا کوئی گھر نہ ہو دنیا اس کا گھر ہے اور جس کا کوئی مال نہ ہو دنیا اس کا مال ہے اور جس کے پاس عقل نہ ہو وہ دنیا کے مال کو جمع کرتا ہے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 10638)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ
اے داؤد (علیہ السلام)! دنیا کی مثال اس مردار کی طرح ہے جس پر کتے جمع ہو کر اس کو گھسیٹ رہے ہوں!
(اے مخاطب) کیا تو پسند کرتا ہے کہ تو بھی ان کی طرح کتا بن کر دنیا کو ان کے ساتھ گھسیٹے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 6215)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

دنیا پر لعنت کی گئی ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے اس پر بھی لعنت کی گئی ہے سوا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور اس کے جو اس کے ذکر کے قائم مقام ہے یا عالم یا متعلم کے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4112)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

دنیا مردار ہے سو جو شخص دنیا کا ارادہ کر لے اس کو کتوں کے ساتھ مخلوط ہونے پر صبر کرنا چاہئے۔

(الدر المنثور للسيوطی: رقم الحدیث: 242)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی 1162ھ لکھتے ہیں: دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔

ان کا معنی صحیح ہے مگر یہ حدیث مبارکہ نہیں ہے۔

امام بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ہر روز ایک منادی تین بار یہ ندا کرتا ہے۔

دنیا کو اہل دنیا کے لئے چھوڑ دو جس نے ضرورت سے زیادہ دنیا کو لیا اس نے بے خبری میں اپنی موت کو لیا ہے۔

اس معنی میں اور متعدد احادیث مبارکہ ہیں۔

ہمارے امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے اشعار میں دنیا کو مردار کہا ہے۔

اور خوب فرمایا ہے کہ

وسيق الينا عذابها وعذابها

عليها كلاب هممن اجتذابها

وان تجذبها نازعتك كلابها

ومن يامن الدنيا فاني طعمتها

فما هي الا جيفة مستحيلة

فان تجنبها كنت سلما لاهلها

ترجمہ:- اور دنیا سے کون بچے گا میں اس کو چکھ چکا ہوں

اس کی مٹھاس اور اس کا عذاب ہم تک پہنچ چکا ہے

دنیا تو صرف ایک متغیر مردار ہے

جس پر کتے ہیں جو اس کو کھینچنا چاہ رہے ہیں

اگر تم دنیا سے اجتناب کرو گے تو دنیا داروں

اگر تم دنیا کو کھینچو گے تو اس کے کتے تم سے جھگڑا کریں گے۔ (الکشف الحفام: ومزمل الالباس: ج: 1، ص: 410)

دنیا کی کوئی وقعت نہیں مومن اس کو ترجیح نہیں دیتا۔ دنیا کے بے وقعت ہونے پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں چند درج ذیل

ہیں:

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواروں کی ایک جماعت میں جا رہا تھا اچانک آپ ﷺ ایک جگہ سے گزرے جہاں بکری

کا بچہ پڑا ہوا تھا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ جب اس کے مالکوں نے اس کو پھینکا ہوگا تو یہ ان کے نزدیک بے

وقت ہوگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اس کے بے وقت ہونے کی وجہ سے ہی انہوں نے اس کو پھینک دیا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے جس قدر یہ بکری کا مردہ بچہ اپنے مالکوں کے نزدیک بے وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ بے وقت ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2328)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچائے گا اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرے گا وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا سو تم باقی رہنے والی چیز کو فانی ہونے والی چیز پر ترجیح دو۔

(المصدر: ج: 4، ص: 308)

ایک اور روایت میں ہے: محمد بن منکدر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا ملعونہ ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے ماسوا اس کے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے:

ماسوا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور ذکر کرنے والوں کے اور ماسوا عالم یا متعلم کے۔

(ذم الدنیا: رقم الحدیث: 7، سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2329، سنن ابن ماجہ: 4112)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو جس طرح مسافر ہو یا راستہ پار کرنے والے ہو اور اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6416)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2331)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے۔ (ذم الدنیا: رقم الحدیث: 9)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمرو بن عون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ خدا مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں ہے مگر مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا اس طرح کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کر دی گئی تھی تو تم دنیا میں اس طرح رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے رغبت کی اور تم اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح وہ ہلاک ہو گئے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3158)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی وقعت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو اس سے ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2327)

ایک اور روایت میں ہے: مالک بن دینار رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوالحسن! ہمارے لیے دنیا کی حقیقت بیان فرمائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا کی جو چیزیں حلال ہوں گی ان کا حساب لیا جائے گا اور جو چیزیں حرام ہوں گی ان پر دوزخ کا عذاب ہوگا۔ (ذم الدنیا: رقم الحدیث: 17)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمہارے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے تمام تفکرات کو صرف آخرت کا حصہ بنا دیا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے افکار سے کافی ہوگا اور جس شخص کے تمام افکار دنیا کے حالات کے متعلق ہوں اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4106)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کرو جس طرح حیا کرنے کا حق ہے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! الحمد للہ ہم حیا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بات نہیں ہے کہ مگر اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ تم اور اس کے نچلے حصہ کی حفاظت کرو اور پیٹ اور اس کے نچلے حصہ کی حفاظت کرو اور موت اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت کو ترک کر دیتا ہے اور جس نے ایسا کیا اس نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کی جو حیا کرنے کا حق ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2466)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم کو رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور قیامت تک واقع ہونے والی کسی چیز کو نہیں چھوڑا مگر اس کی ہم کو خبر دی۔ اس کو یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور اس کو بھلا دیا جس نے بھلا دیا اور آپ ﷺ کے ارشادات میں یہ بھی تھا کہ دنیا سرسبز اور میٹھی ہے اور اللہ تعالیٰ تم کو دنیا میں خلیفہ بنانے والا ہے پھر وہ دیکھنے والا ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔

تم دنیا سے پرہیز کرو اور عورتوں سے پرہیز کرو۔ کیونکہ بنو اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں برپا ہوا تھا اور آپ ﷺ کے ارشادات میں یہ بھی تھا کہ جس شخص کو حق کا علم ہو جائے تو لوگوں کا دباؤ اس کو حق بیان کرنے سے باز نہ رکھے۔
حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے لگے اور کہا۔

ہم نے کئی چیزوں کو دیکھا اور ہم دباؤ میں آ گئے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2198، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6814)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا مقصود دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کے حالات دگرگوں کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے فقر کر دیتا ہے اور دنیا سے اس کو وہی چیز ملتی ہے جو اس کے لئے مقدر ہوتی ہے اور جس شخص کی نیت آخرت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے حالات مجتمع کر دیتا ہے اور اس کا دل مستغنی کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4105)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت مقدسہ میں حاضر ہو کر عرض کی۔

یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جس کو میں کروں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرے گا اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دنیا میں بے رغبتی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں ان سے بے رغبتی کرو تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4102)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جس کے نشان آپ ﷺ کی جلد پر نقش ہو گئے تھے۔
میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں اگر آپ ﷺ ہم کو اجازت دیں تو ہم چٹائی کے اوپر کوئی چیز بچھا دیں جس سے آپ ﷺ کی جلد محفوظ رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے دنیا سے کیا مطلب ہے! میری اور دنیا کی مثال یہ ہے جس طرح کوئی سوار کسی درخت کے سائے میں بیٹھ پھر سائے کو ترک کر کے سفر شروع کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2384)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا جانے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے اور ان میں ہر ایک کے فرزند ہیں سو تم آخرت کے فرزند بنو دنیا کے فرزند نہ بنو۔ آج عمل ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہوگا اور عمل نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری: کتاب الرقاق)
بسی امید رکھنا نفسیاتی بیماری ہے اور جب یہ بیماری دل میں جگہ پکڑ لے تو اس کا علاج مشکل ہو جاتا ہے بسی امید کی حقیقت

دنیا کی محبت اور اس پر اوندھے منہ گر جانا ہے اور آخرت سے اعراض کرنا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں بد بختی کی علامت ہیں۔

1- آنکھوں کا خشک ہو جانا

2- دل کا سخت ہو جانا

3- لمبی امید رکھنا

4- اور دنیا کی حرص

(مسند ابی داؤد: رقم الحدیث: 3230)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں میں ہمیشہ جوان رہتا ہے۔

1- دنیا کی محبت

2- اور لمبی امید۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6420)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں دو چیزیں بڑھ جاتی ہیں۔

1- مال

2- اور لمبی عمر کی محبت

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6421)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ایک چوکور خط کھینچا اور اس چوکور کے وسط میں ایک خط کھینچا جو اس چوکور سے باہر نکلا ہوا تھا اس کے

وسط میں چھوٹے چھوٹے خطوط کھینچے جو اس متوسط خط کی جانب تھے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جس نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے اور یہ خط جو اس چوکور

سے باہر نکلا ہوا ہے یہ اس کی امیدیں ہیں اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط اس کو عارض ہونے والے مصائب ہیں اگر اس مصیبت

سے بچ نکلا تو یہ مصیبت اس کو ڈس لے گی اور اگر اس سے بچ نکلا تو یہ مصیبت اس کو ڈس لے گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6417)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کی موت ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اپنی گدی پر رکھا پھر اس کو

پھیلا دیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر اس کی امید ہے اور پھر اس کی امید ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2334)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس امت کے پہلے لوگوں کی نیکی اور زہد اور یقین کی وجہ سے تھی اور اس امت کے آخر کی ہلاکت بخل اور امید کی وجہ سے ہوگی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7646)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام الولید بنت عمر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا تم حیا نہیں کرتے۔ مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! کس چیز سے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان چیزوں کو جمع کرتے ہو جن کو کھانہ نہیں سکتے اور ان مکانوں کو بناتے ہو جن میں تم نہیں رہو گے اور تم ان چیزوں کی امید رکھتے ہو جن کو تم پانہیں سکتے۔ کیا تم اس سے حیا نہیں کرتے۔ (معجم الکبیر: ج: 25، ص: 172)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے دونوں کندھوں کو پکڑ کر ارشاد فرمایا:

دنیا میں اس طرح رہو جیسے تم مسافر ہو یا راستہ عبور کرنے والے ہو۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے تھے کہ

جب شام ہو تو تم صبح کا انتظار نہ کرو اور صبح ہو تو تم شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت سے بیماری کا حصہ لو (یعنی صحت کے ایام میں وہ عبادت کرو جو تم بیماری کے ایام میں نہیں کر سکو گے) اور اپنی زندگی سے اپنی موت کا حصہ لو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6418)

انسان اپنی زندگی میں لمبی امیدیں رکھتا ہے اور طویل منصوبے بناتا ہے میں یہ کام کروں گا پھر یہ کام کروں گا یہی دنیا کی محبت ہے اور یہ سب سارے منصوبے اور تمام پروگرام دھڑے کے دھڑے رہ جائیں گے اور موت اچانک آ پکڑے گی بس آخرت کی فکر ہی دنیا سے بچاؤ کا ذریعہ ہے سچ ہے مومن آخرت کی فکر کرتا ہے اور دنیا کو ٹھوکر مارتا ہے۔

دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔

جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دنیا کو حلال طریقہ سے سوال سے بچتے ہوئے طلب کیا اور اپنے اہل و عیال کی کفالت اور اپنے پڑوسی پر شفقت کرنے کے لئے حاصل کیا وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا اور جس نے دنیا کو حرام طریقہ سے طلب کیا تا کہ وہ مال دار ہو اور لوگوں پر فخر کرنے اور ان کو اپنی شان دکھائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے غضب ناک ہوگا۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 10375)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور دنیا کو وہی شخص جمع کرتا ہے جس میں کوئی عقل نہ ہو۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 10638)

جو شخص دنیا سے بے رغبتی کرتا ہے اور آخرت کی طرف رغبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو آسان فرمادیتا ہے جس طرح کہ احادیث میں ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

جو شخص دنیا کی فکر میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو پراگندہ کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے فقر اور تنگ دستی کر دیتا ہے اور اس کو دنیا سے صرف اتنا ہی حصہ ملتا ہے جتنا حصہ اس کے لئے پہلے سے مقدر کر دیا گیا ہے اور جو آخرت کا قصد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو مجتمع کر دیتا ہے اور اس کے دل میں غناء رکھ دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس خاک آلود ہو کر آتی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے ابن آدم! میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرے دل کو غناء سے بھر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو

میں تیرے دل کو مشغولیات سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو دور نہیں کروں گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4107)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے تمہارے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

جس شخص نے اپنے تمام افکار کو صرف ایک فکر بنادیا اور وہ آخرت کی فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا کی فکر کے لئے کافی ہے

اور جس کے افکار دنیا کے احوال میں مشغول رہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہو رہے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4106)

اور جو شخص دنیا سے بے رغبتی کرتا ہے نبی کریم ﷺ نے اس کی تعریف فرمائی ہے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا حکم فرمایا

ہے۔

جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم کسی شخص میں دنیا سے بے رغبتی اور قلت کلام دیکھو تو اس کا قرب حاصل کرو کیونکہ اس کو حکمت عطا فرمائی گئی ہے۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 10552)

تو کلام چلا تھا اس حدیث مبارکہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جتنا یہ بکری کا بچہ تمہارے لیے تمہارے نزدیک ذلیل ہے۔ یہ صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ ہے اور کتاب الزہد میں ذکر کیا گیا ہے۔

قوله قال ایکم یحب ان ھذالہ

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ یہ اس کا ہو اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

ایکم یحب ان ھذالہ بدرہم

یعنی کوئی تم میں سے اس کو ایک درہم کے بدلہ لے لے گا تو اس پر سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا مردار کی بیع جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

مردار کی بیع حرام ہے اس کے متعلق نبی کریم ﷺ کا صراحت فرمان ہے کہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں فتح مکہ کے سال یہ ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خمر، مردار اور بتوں کو حرام کر دیا ہے۔

عرض کیا گیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مردار کی چربی کا کیا حکم ہے کیونکہ اس کو کشتیوں پر ملا جاتا ہے اور وہ کھالوں پر لگائی جاتی ہے اور لوگ اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! وہ حرام ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کر دے جب اللہ تعالیٰ نے ان پر مردار کی چربیوں کو

حرام کیا تو انہوں نے اس کو پگھلا کر بیچ دیا اور اس کی قیمت کھالی۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 3936)

اب سوال یہ ہے کہ

مردار کا گوشت کھانا کیسا اور اس کے اعضاء کو استعمال کیسا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

مردار جانور کو کھانا بالاتفاق حرام ہے البتہ فقہاء احناف کے نزدیک اس کے بال اور اس کی ہڈیاں پاک ہیں اور اس کا

استعمال کرنا جائز ہے جبکہ امام احمد، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک مردار کی ہڈی نجس ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے

ز نزدیک مردار کے پر اور بال بھی نجس ہیں اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک مردار کے پر اور بال پاک ہیں۔

علامہ ابن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں: جو جانور طبعی موت مر جائے نہ اس کو ذبح کیا گیا ہو نہ شکار کیا گیا ہو اس کو مردار

کہتے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں جو جانور بغیر ذبح کے مر جائے اس کو مردار کہتے ہیں۔ اس کو شریعت میں حرام کر دیا گیا ہے

کیونکہ رگوں میں خون کے رک جانے یا کسی بیماری کی وجہ سے جسم میں زہریلے مادے پیدا ہو جاتے ہیں جو انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں اور اگر اس جانور کو ذبح کر لیا جائے تو اس کے جسم سے سارا خون بہہ جاتا ہے اور خون کے ساتھ زہریلے اور نقصان دہ اجزاء جسم سے نکل جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں طبائعِ حلیمہ مردار جانور کا گوشت کھانے سے متفر ہوتی ہیں سو مردار جانور صحت کے اعتبار سے بھی مضر ہے اور دین کے اعتبار سے بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کی جان نہیں نکلی لہذا مردار جانور کو کھانا بالاتفاق حرام ہے۔

البتہ فقہاءِ احناف کے نزدیک اس کے بال اور اس کی ہڈیاں پاک ہیں اور اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ امام احمد، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مردار کی ہڈی نجس ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مردار کے پر اور بال بھی نجس ہیں کیونکہ حیوان کی نشوونما سے وہ بڑھتے ہیں اور باقی اعضاء کی طرح اس کی موت سے نجس ہو جاتے ہیں اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک مردار کے پر اور بال پاک ہیں کیونکہ امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مردار کی مشک میں کوئی حرج نہیں ہے جب اسے رنگ لیا جائے اور اس کے اون اور بالوں میں کوئی حرج نہیں ہے جب انہیں دھولیا جائے۔ نیز! اس پر موت طاری نہیں ہوتی اس لیے جانور کی موت سے نجس نہیں ہوں گے جیسے انڈا نجس نہیں ہوتا۔ (المغنی: ج: 1، ص: 60)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام شافعی اور امام احمد رحمہما کا نظریہ یہ ہے کہ مردار کا گوشت اور اس کے بال، ناخن، کھال اور ہڈی تمام اجزاء نجس ہیں۔

اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما کا نظریہ یہ ہے کہ جن اجزاء میں حیات نہیں ہوتی وہ موت سے نجس نہیں ہوتے۔

مثال کے طور پر

بال ناخن سینگ کھر

اور اس پر دلیل یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے پاس ہاتھی دانت کی کنگھی تھی اور ہاتھی کا دانت اور اس کی ہڈی اور ہاتھی کا گوشت چونکہ کھایا نہیں جاتا اس لیے وہ مردار ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ

مردار کی ہڈی پاک ہوتی ہے۔

نیز سنن دارقطنی میں حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے مردار کے صرف گوشت کو حرام کیا ہے اس کی کھال، بال اور اون میں کوئی حرج نہیں ہے نیز سنن دارقطنی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مردار کی مشک کو جب رنگ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور اس کے اون، بال اور سینگوں کو جب پانی سے دھولیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پہلی روایت کی سند میں ایک راوی عبد الجبار بن مسلم ہے اس کو دارقطنی نے ضعیف کہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

امام ابن حبان نے عبد الجبار کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور دوسری روایت میں ایک راوی یوسف بن اسفر ہے اس کو دارقطنی نے متروک الحدیث کہا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ جرح مبہم ہے جو اصولیین کے نزدیک غیر مقبول ہے۔ (عمدة القاری: ج: ۱۲، ص: ۵۶)

قوله بالسوق داخلا من بعض العالیة

عالیہ عوالی کا مفرد ہے عوالی مدینہ منورہ میں وہ محلے اور بستیاں جو مدینہ منورہ کی مشرقی جانب میں واقع ہیں۔

قوله عن جعفر عن ابیه

یہ جعفر وہی ہیں جو حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشہور ہیں۔ ان کے والد کا نام محمد ہے جن کا لقب باقر ہے اور وہ بیٹے ہیں علی بن حسین کے جن کا لقب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہے جو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

والله ورسوله اعلم عز وجل وصلى الله عليه وسلم .

بَابُ فِي تَرْكِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

آگ کو چھوئی ہوئی چیز سے وضو کو ترک کرنا

159 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَيْفَ شَاءَ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کی دستی تناول فرمائی پھر نماز ادا فرمائی اور وضو نہ کیا۔

(معجم الاوسط: ج: ۶، ص: ۳۷۱، معجم الکبیر: ج: ۱۰، ص: ۳۱۴، سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۱، ص: ۱۵۳، سنن الصغیر للبیہقی: ج: ۱، ص: ۳۲)

160 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُسْعَرٍ عَنْ أَبِي صَخْرَةَ جَامِعٍ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ صَفْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأَمَرَ بِجَنْبِ فَشْوَى وَآخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحُزُّ لِي بِهَا مِنْهُ قَالَ فَجَاءَ بِلَالٌ فَأَذَنَهُ بِالصَّلَاةِ قَالَ فَأَلْقَى الشَّفْرَةَ وَقَالَ مَا لَهُ تَرَبَّتْ يَدَاهُ وَقَامَ يُصَلِّي زَادَ الْأَنْبَارِيُّ وَكَانَ شَارِبِي وَفِي فَقَصَّهُ لِي عَلَى سِوَاكِ أَوْ قَالَ أَقْصَهُ لَكَ عَلَى سِوَاكِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مہمانی کا شرف حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کی ران کا حکم ارشاد فرمایا جس کو بھونا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھری لے کر میرے واسطے کاٹنے لگ گئے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے واسطے بلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری کو پھینک دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے ہاتھ خاک آلود ہوں انہیں کیا ہوا ہے؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کے لئے قیام فرمایا۔ اور الانباری نے (یہ) زیادتی کی۔ میری مونچھیں بڑی تھیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کے اوپر رکھ کر کاٹا۔ یا ارشاد فرمایا: میں تمہارے بالوں کو مسواک کے اوپر رکھ کر کاٹتا ہوں۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۸، معجم الکبیر ج ۲ ص ۲۰۵، شرح النہی للبغوی ج ۱ ص ۷۰۰)

161 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ حَدَّثَنَا سِمَاكٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتِفًا ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِمَسْحٍ كَانَ تَحْتَهُ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے کندھے کا گوشت کھایا پھر اپنے مقدس ہاتھ کو فرش سے صاف فرمایا جو نیچے بچھا ہوا تھا پھر نماز کے لئے قیام فرمایا۔

(معجم الکبیر ج ۱ ص ۲۸۱، سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۶، صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۳۳۸، مسند ابی یعلیٰ ج ۲ ص ۲۳۹)

162 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَهَشَ مِنْ كَتِفٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کی دسی تناول فرمائی پھر نماز ادا فرمائی اور وضو نہ فرمایا۔

(معجم الکبیر ج ۲ ص ۱۶۹)

163 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْخُثَمِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ قَرَّبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ خُبْرًا وَلَحْمًا فَآكَلَ ثُمَّ دَعَا بِوُضُوءٍ فَتَوَضَّأَ بِهِ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ طَعَامِهِ فَآكَلَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأَ

محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں روٹی اور گوشت حاضر کیا۔ تو آپ ﷺ نے کھایا پھر وضو کے واسطے پانی منگوایا اور اس کے ساتھ وضو فرمایا پھر ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر بچا ہوا کھانا طلب فرمایا تو تناول فرمایا پھر نماز کے واسطے قیام فرمایا اور وضو نہ کیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۶۳)

164 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ سَهْلٍ أَبُو عِمْرَانَ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبَّاشٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْكُ الْوُضُوءِ مِمَّا غَيَّرَ النَّارُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا اخْتِصَارٌ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دونوں امروں میں سے آخری امر یہ تھا کہ آگ پر پکی چیز تناول فرما کر وضو نہ فرماتے تھے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: یہ پہلی حدیث کا اختصار ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۶۳)

165 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي كَرِيمَةَ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ بْنُ أَبِي كَرِيمَةَ مِنْ خِيَارِ الْمُسْلِمِينَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ ثَمَامَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا مِصْرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ فِي مَسْجِدِ مِصْرَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ أَوْ سَادِسَ سِتَّةٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَارِ رَجُلٍ فَمَرَّ بِلَالٍ فَنَادَاهُ بِالصَّلَاةِ فَخَرَجْنَا فَمَرَرْنَا بِرَجُلٍ وَبُرْمَتُهُ عَلَى النَّارِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطَابَتْ بُرْمَتُكَ قَالَ نَعَمْ يَا أَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّی فَتَنَاولَ مِنْهَا بَضْعَةً فَلَمْ يَزَلْ يَغْلُكُهَا حَتَّى أَحْرَمَ بِالصَّلَاةِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ

عُبَید بن ثمامہ مرادی سے روایت ہے کہ ہمارے پاس مصر کے اندر اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے ان کو مصر کی مسجد میں حدیث مبارکہ بیان کرتے ہوئے سنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی مقدس بارگاہ میں ایک شخص کے گھر میں سات یا چھ لوگوں کو دیکھا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ نے نماز کی صدا لگائی تو ہم باہر نکل گئے اور ایسے شخص کے پاس

سے گزرے جن کی ہانڈی آگ پر تھی تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا آپ کی ہانڈی تیار ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ﷺ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں۔ تو آپ ﷺ اس سے بوٹی اٹھا کر چبانے لگے حتیٰ کہ نماز کی تکبیر ہوئی اور میں نے آپ ﷺ کی اپنی نظروں سے زیارت کی۔

(سنن ابوداؤد)

تشریح:

آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے ساتھ وضو ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے میں شروع زمانہ میں اختلاف رہا پھر نہ ٹوٹنے پر اتفاق ہو گیا۔ بعض صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم جس طرح کہ

- 1- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
- 2- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
- 3- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
- 4- حضرت عمر بن عبدالعزیز ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ
- 5- حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ

ما مست النار سے وجوب وضو کے قائل تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

صدر اول کے بعد اختلاف مرتفع ہو گیا اور اب علماء کا ترک وضو پر اجماع ہو گیا ہے۔

حدثنا موسى بن سهل الخ قوله عن جابر

كان آخر الامر من رسول الله ﷺ

ترك الوضوء مما غيرت النار.....

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مبارکہ اس بارے میں صریح ہے کہ نبی کریم ﷺ کا آخری فعل ترك الوضوء ممامست النار ہے چنانچہ جمہور علماء کرام نے اس حدیث مبارکہ سے وضو میں ممامست النار کے نسخ پر استدلال کیا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں اس کی تصریح فرمائی۔

حضرت عثمان بن ابی شیبہ الخ قال ضفت النبي صلى الله عليه وسلم

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ایک رات میں حضور ﷺ کا مہمان ہوا۔

یہ روایت شاکل ترمذی میں بھی ہے اور اس کے یہ لفظ ہیں۔

ضفت مع النبي صلى الله عليه وسلم

ان دونوں احادیث میں تعارض ہے۔

ایک میں یہ ہے کہ

ایک رات میں حضور ﷺ کا مہمان ہوا۔

دوسری میں یہ ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مہمان ہوا۔

تو اس کی توجیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ

دراصل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مہمان تو حضور ﷺ کے ہی کے تھے مگر اس دن نبی کریم ﷺ مع اپنے مہمانوں کے دوسری جگہ مدعو تھے لہذا دونوں طرح کہنا صحیح ہے۔

قوله واخذ الشفرة

اس میں ہے کہ چھری سے کاٹنے لگے۔

اور ابوداؤد کی کتاب الاطعمہ میں ایک حدیث ہے۔

لا تقطعوا اللحم بالسكين

ان دونوں احادیث مبارکہ میں تعارض ہے ایک میں کاٹنے کا ذکر اور ایک میں کاٹنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

کتاب الاطعمہ والی حدیث ضعیف ہے بلکہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور اگر اس کو صحیح مانا جائے تو یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کہ گوشت کو چھری سے کاٹ کر پھر اسی سے کھایا جائے اور اگر چھری سے کاٹ کر پھر ہاتھ سے اس کو منہ میں رکھے تو جائز ہے یا یہ کہا جائے کہ اس کا مدار حاجت اور ضرورت پر ہے منع اس صورت میں ہے جب بلا ضرورت تکلفاً استعمال کی جائے۔

قوله وکان شاربى وفاء فقصه لى على سواك الخ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اتفاق سے اس دن میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے میری مونچھوں کے نیچے مسواک رکھ کر اوپر کے بالوں کو کاٹ دیا یا یہ فرمایا کہ میں تمہارے بالوں کو مسواک کے اوپر رکھ کر کاٹا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ

مہمان کے مصالح اور اس کے احوال کو مد نظر رکھنا چاہئے اور اس کی خاطر مدارات کرنی چاہئے ہر لحاظ سے اس کے ساتھ خدمت میں پیش پیش ہو۔

قال ابوداؤد هذا اختصار من الحديث الاول

یہ قال ابوداؤد ذرا مہتمم بالنشان ہے محتاج توضیح ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مبارکہ کوئی مستقل حدیث نہیں بلکہ حدیث سابق کا اختصار ہے، حدیث سابق کے راوی بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

اس کا مضمون یہ ہے کہ

ایک دن میں نے حضور انور ﷺ کی خدمت مقدس میں خیر و لحم پیش کیا آپ ﷺ نے اس کو تھوڑا سا تناول فرمایا اور اس کے بعد وضو فرما کر ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ نماز چونکہ درمیان میں پڑھی تھی اسی لیے نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے باقی کھانا منگوا یا اور اس کو تناول فرمایا اس کے بعد جب دوسری نماز پڑھی تو اس کے لئے آپ ﷺ نے وضو نہیں فرمایا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ

جب اصل حدیث یہ ہے جس کا مضمون ہم نے ابھی بیان کیا ہے تو اس کا اعتبار ہوگا۔ اب اگر اصل حدیث مبارکہ سے وضو مامست النار کے نسخ پر استدلال صحیح ہے تو اس کا انحراف امرین الخ سے بھی صحیح ہے اور اگر اس سے نسخ پر استدلال صحیح نہیں تو اس حدیث سے بھی صحیح نہیں۔ لہذا دیکھنے کی بات یہ ہے کہ حدیث طویل سے نسخ پر استدلال صحیح ہے یا نہیں، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث سابق سے نسخ پر استدلال صحیح نہیں اس لیے آپ ﷺ نے تناول لحم کے بعد ظہر کی نماز کے لئے جو وضو فرمایا۔

اس میں دو احتمال ہیں: ایک یہ ہے کہ

یہ وضو مامست النار کے اکل کی وجہ سے تھی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ: یہ وضو کرنا اس لیے تھا کہ پہلے سے آپ ﷺ کا وضو نہ تھا اور وضو مامست النار کا اس وقت حکم ہی نہیں ہوا تھا وہ اس قصہ کے بعد ہوا لہذا احتمال ثانی کی صورت میں نسخ پر استدلال صحیح نہیں۔ واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ ہاں اگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کما انحراف امرین الخ مستقل حدیث ہوتی تب بے شک اس سے نسخ پر استدلال صحیح تھا یہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے کلام کی تشریح ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی مصنف رحمہ اللہ کے کلام کا یہی مطلب سمجھا اور اسی غرض کو بیان فرمایا ہے۔

دوسرے لفظوں میں اس کی مزید وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ ان دونوں احادیث مبارکہ کا مدار محمد بن المنکدر پر ہے ان کے دو شاگرد ہیں:

1- ابن جریج

2- شعیب بن ابی حمزہ

ابن جریج نے تو محمد بن المنکدر سے اصل حدیث بلا کسی اختصار اور تفسیر کے نقل کی اور شعیب بن ابی حمزہ نے خود اس

حدیث کا ایک مفہوم متعین کر کے اس کو مختصر روایت کیا اور مفہوم سمجھنے میں ان سے غلطی ہوئی۔
اور کہہ دیا کہ

كَانَ آخِرُ الْأَمْرِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ تَرْكُ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ قَوْلَهُ وَانَا أَنْظِرُ إِلَيْهِ
اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

ایک مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور چشم دید واقعہ نقل کر رہا ہوں۔
دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ

یہ گزشتہ واقعہ اس وقت میری نظروں میں پھر گیا اور اس واقعہ کے بیان کے وقت نقشہ بالکل میرے سامنے آ گیا۔
یہ دراصل تعلق و محبت کی بات ہوتی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تو کہنا ہی کیا ان کے عشق کا عالم عروج پر ہوتا تھا ہر وقت جلوہ
محبوب ﷺ میں گم رہتے تھے۔

وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَابُ التَّشْدِيدِ فِي ذَلِكَ

اس بارے میں وضو کرنے کی تاکید

یہ باب گزشتہ باب سے منسلک ہے اور اس میں وضو کرنے کا ذکر ہے۔

—————

166 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوُضُوءُ مِمَّا أَنْضَجَتِ النَّارُ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آگ سے پکی چیز کھا کر وضو ہوتا ہے۔

(الموطا ج ۱ ص ۸۲، مسند ابی یحییٰ ج ۱ ص ۲۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰، مسند طبرانی ج ۲ ص ۲۲۲)

167 - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبَانُ عَنْ يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ
أَنَّ أَبَا سَفْيَانَ بْنَ سَعِيدٍ بِنَ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ فَسَقَتْهُ قَدَحًا مِنْ سَوِيقٍ
فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضَّضَ فَقَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِي أَلَا تَوَضَّأُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
تَوَضَّؤُوا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ أَوْ قَالَ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا حَدِيثُ الزُّهْرِيِّ يَا ابْنَ أُخْتِي

ابوسلمہ نے ابوسفیان بن سعید بن مغیرہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے ان کو پیالہ ستوکا پلایا پس پانی منگوا کر کلی کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! وضو کیوں نہیں کر رہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آگ سے پکی چیز کھا کر وضو کرو۔ آپ نے فرمایا: جس کو آگ چھوئے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: زہری کی حدیث مبارکہ میں یا ابن اخی ہے۔

(معجم الکبیر، جز: ۲۳، ص ۲۳۹)

تشریح:

مصنف رحمہ اللہ پہلے آگ پر چھوئی چیز سے وضو کرنے پر باب باندھ چکے تھے اب اس پر مزید دوبارہ تشدید کی ہے اس پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصنف رحمہ اللہ آگ سے چھوئی ہوئی سے وضو کرنے کے قائل ہیں۔

☆ حدثنا مسلم بن ابراہیم الخ قوله ان ابا سفیان بن سعید بن مغیرہ انه دخل علی ام حبیبہ: یعنی ابوسفیان بن سعید ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ آپ رضی اللہ عنہا رشتہ میں ان کی خالہ محترمہ تھیں۔ اسی وجہ سے یا ابن اخی کا لفظ استعمال فرمایا۔

☆ قال ابوداؤد فی حدیث الزہری یا ابن اخی اس سے مصنف رحمہ اللہ روایت میں اختلاف بیان فرما رہے ہیں۔ اس حدیث مبارکہ کو ابوسلمہ سے روایت کرنے والے دو ہیں۔

1- یحییٰ بن ابی کثیر 2- زہری

یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت میں تھا کہ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ابوسفیان بن سعید کو یا ابن اخی کہہ کر خطاب کیا۔

اور زہری کی روایت میں ہے کہ

بجائے اس کے یا ابن اخی کہہ کر خطاب فرمایا یا ابن اخی کہنا تو واقعہ کے مطابق ہے اس لیے کہ یہ دونوں خالہ بھانجے ہیں اور یا ابن اخی کہنا مجاز ہے۔

طحاوی اور نسائی کی روایت سے معاملہ اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے یعنی اس زہری کی روایت میں یا ابن اخی ہے اور یحییٰ کی روایت میں یا ابن اخی ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلى اللہ علیہ وسلم



بَابُ فِي الْوُضُوءِ مِنَ اللَّبَنِ

دودھ پی کر وضو کرنے کا بیان

اس باب میں دودھ پنی کرو ضو کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

168 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضَّضَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ لَهُ دَسَمًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دودھ نوش فرمانے کے بعد پانی طلب فرما کر کلی فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ چکناہٹ رکھتا ہے۔

(سن ابن ماجہ: ج ۲، ص ۱۰۸، سنن البیہقی الکبریٰ: ج ۱، ص ۱۵۹، سنن ترمذی: ج ۱، ص ۱۴۹، شرح السنۃ للبیہقی)

تشریح:

اگر یہاں وضو سے مراد وضو لغوی ہے پھر تو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس کے استحباب کو ثابت کرنا ہے اور اگر وضو سے وضو شرعی مراد ہو تو اس کی نفی مقصود ہے اس لیے کہ حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا اور اس کے بعد کلی فرمائی۔ دودھ پینے کے بعد نماز سے قبل وضو لغوی یعنی کلی کرنا جمہور علماء کے نزدیک اور آئمہ اربعہ کے نزدیک یہاں مستحب ہے۔

البتہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ

اونٹنی کا دودھ پینے سے وضو شرعی واجب ہے کیونکہ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے۔

توضو من البان الابل

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ دودھ سے وضو شرعی واجب نہیں۔ مگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اس میں اختلاف معلوم ہوتا ہے گویا کہ یہاں تین مذہب ہو سکتے ہیں۔

پہلا مسلک آئمہ اربعہ کا جو کہ پیچھے نقل کر دیا یعنی مستحب کے قابل ہیں جب وضو لغوی مراد ہو۔

دوسرا مسلک بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں یہ بزرگ اس

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ان دونوں سے روایت ہے کہ

لا وضوء الا من اللبن

اور تیسرا مسلک اس میں ابوسلمہ بن عبدالرحمن کا ہے وہ استحباب کے بھی قائل نہیں تھے۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ

جب ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا۔

تو انہوں نے فرمایا: امن شراب سائغ للشاربین

کیا ایسی خوشگوار شراب سے وضو کیا جاتا ہے۔

یہاں پر ایک نئی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔

وہ یہ ہے کہ مویشیوں میں دودھ کا استقراء کہاں ہوتا ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ اس آیت کریمہ

”اور بے شک مویشیوں میں بھی تمہارے لیے غور کا مقام ہم تمہیں اس چیز سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں

گوبر اور خون کے درمیان اور وہ خالص دودھ ہے جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔“ (النحل: 66)

کے تحت فرماتے ہیں کہ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مِمَّا فِي بُطُونِهِ میں مذکر کی ضمیر ہے اور دودھ مذکر میں نہیں

مؤنث میں ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ضمیر مذکور کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی جن مویشیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے بعض کی یہ صفت

ہے کہ ہم تمہیں اس چیز سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں گوبر اور خون کے درمیان ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ جانور گھاس کھاتا ہے وہ گھاس اس کے معدہ میں مستقر رہتی ہے پھر وہ گھاس پکتی ہے

پھر اس کا انچلا حصہ گوبر بن جاتا ہے اور اس کے درمیان دودھ ہوتا ہے اور اس کے اوپر خون ہوتا ہے اور ان اقسام پر جگر مسلط رہتا

ہے وہ خون کو تمیز کر کے رگوں میں جاری کرتا ہے اور دودھ کو تھنوں میں جاری کرتا ہے اور گوبر اسی طرح اوچھڑی میں باقی رہتا

ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج: 10، ص: 112)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ

خون اور دودھ یقینی طور پر اوچھڑی میں نہیں پیدا ہوتے اور اس کی دلیل مشاہدہ ہے کیونکہ ان حیوانات کو تو اتر اور تسلسل کے

ساتھ ذبح کیا جاتا ہے اور ذبح کے بعد جب اوچھڑی کو چیرا جاتا ہے تو کسی شخص نے بھی اس میں خون کا مشاہدہ کیا نہ دودھ کا۔ اگر

خون اور دودھ اوچھڑی میں پیدا ہوتا تو ضروری تھا کہ کسی نہ کسی موقع پر وہ دکھائی دیتا اور جس چیز کے فساد اور بطلان پر مشاہدہ

دلالت کرتا ہے اس سے استدلال کرنا اور اس پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے۔

بلکہ صحیح یہ ہے کہ جب کوئی جان دار غذا کھاتا ہے تو اگر وہ جاندار انسان ہو تو غذا اس کے معدہ میں پہنچ جاتی ہے اور اگر وہ

جاندار مویشتی ہوں تو پھر وہ غذا اس کی اوجھڑی میں پہنچ جاتی ہے اور مویشتیوں میں سے جب مادہ غذا کھاتی ہے اور وہ غذا یا چارہ اس کی اوجھڑی میں پہنچتا ہے اور چارہ وہاں پک جاتا ہے تو ہضم اول حاصل ہوتا ہے پس اس میں سے جو صاف جوہر ہوتا ہے اس کو جگر جذب کر لیتا ہے اور جو کثیف مادہ ہوتا ہے وہ انتڑیوں کی طرف اتر جاتا ہے پھر جس صاف جوہر کو جذب کرتا ہے وہ جگر میں پکتا ہے اور وہ خون بن جاتا ہے اور یہ ہضم ثانی ہے اور یہ خون صفراء اور سوداء سے مخلوط ہوتا ہے اور اس میں پانی کے اجزاء بھی ہوتے ہیں پھر صفراء پتہ کی طرف چلا جاتا ہے اور سوداء تلی کی طرف چلا جاتا ہے اور پانی گردوں کی طرف چلا جاتا ہے اور گردوں سے مثانہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور خون رگوں میں چلا جاتا ہے اور یہ وہ رگیں ہیں جو جگر میں پیدا کی گئی ہیں اور یہاں ہضم ثالث حاصل ہوتا ہے اور جگر اور تھنوں کے درمیان بھی بہت باریک باریک رگیں ہیں جگر سے خون ان رگوں میں آتا ہے اور ان رگوں سے تھنوں میں آ جاتا ہے اور تھنوں میں سفید رنگ کے نرم غدود ہیں اور جب وہ خون رگوں سے تھنوں میں پہنچتا ہے اور ان سفید غدود میں آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے خون کی صورت کو دودھ میں منتقل کر دیتا ہے اور تھنوں میں دودھ کے پیدا ہونے کی صحیح کیفیت یہی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مویشتیوں میں جوڑ ہیں ان کی اوجھڑیوں میں بھی غذا اور چارہ ان ہی مراحل سے گزرتا ہے پھر ان میں دودھ کیوں نہیں پیدا ہوتا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تدابیر اس طرح کی ہے جو اس کے لائق اور مناسب ہو اور جس میں اس کی مصلحت ہو ہر حیوان میں مذکر کا مزاج گرم خشک ہوتا ہے اور مؤنث کا مزاج سرد تر ہوتا ہے۔

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ مؤنث کے بدن کے اندر بچہ تیار ہوتا ہے اور خلقت کے مراحل طے کرتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ مؤنث کے بدن میں زیادہ رطوبات ہوں۔

اور اس کی دودھ جہیں ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ بچہ رطوبتوں میں پیدا ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ مؤنث کے بدن میں زیادہ رطوبات ہوں تاکہ وہ رطوبتیں بچہ کے تولد کا مادہ بن جائیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب بچہ بتدریج بڑا ہوتا ہے تو ماں کے جسم میں پھیلنے اور بڑھنے کی صلاحیت ہوتا کہ بچہ بہ تدریج بڑھتا رہے اور جب کہ ماں کے بدن میں رطوبتیں غالب ہوتی ہیں تو اس کا بدن پھیلنے اور بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہے حتیٰ کہ بچہ بھی بڑھتا رہتا ہے۔

پس ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ

ہر جان دار مؤنث کے جسم میں خصوصیت کے ساتھ رطوبت زیادہ ہوتی ہے۔ پھر یہ رطوبتیں پیٹ کے بچہ کے بدن بڑھنے اور زیادہ ہونے کا مادہ بن جاتی ہیں جب وہ بچہ ماں کے رحم میں ہوتا ہے اور جب بچہ ماں کے رحم سے منفصل ہو کر پیدا ہو جاتا ہے

تو وہ رطوبتیں رحم سے منتقل ہو کر ماں کے پستانوں اور تھنوں میں پہنچ جاتی ہیں تاکہ وہ اس نو مولود بچہ کی غذا کا مادہ بن جائیں اور جب تم نے اس کی تفصیل کو جانا تو تم کو معلوم ہو گیا کہ کس سبب کے خون مادہ اور مونث میں دودھ کی شکل میں متشکل ہوتا ہے اور مذکر اور نر میں خون دودھ کی صورت نہیں اختیار کرتا پس دونوں کا فرق واضح ہو گیا۔

جب تم نے دودھ پیدا ہونے کی اس تصویر کو جان لیا۔

تو مفسرین کہتے ہیں کہ یہ تین چیزیں ایک جگہ سے پیدا ہوتی ہیں گوبر اور جھڑی کے نچلے حصہ میں ہوتا ہے اور خون اوپر کے حصہ میں ہوتا ہے اور دودھ درمیانی حصہ میں ہوتا ہے اور ہم دلائل سے واضح کر چکے ہیں کہ یہ قول مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہے اس لیے کہ اگر خون معدہ کے اوپر کے حصہ میں ہو تو ضروری ہے کہ جب انسان یا حیوان کو قے آئے تو اس کو خون کی قے آئے اور یہ قطعاً باطل ہے۔

اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ خون کے بعض اجزاء سے دودھ پیدا ہوتا ہے اور خون ان لطیف اجزاء سے پیدا ہوتا ہے جو گوبر میں ہوتے ہیں اور یہ وہ کھائی ہوئی اشیاء میں جو او جھڑی میں ہوتی ہیں اور یہ دودھ ان اجزاء لطیفہ سے پیدا ہوتا ہے جو پہلے گوبر میں تھے پھر وہ اجزاء لطیفہ دوسری بار خون میں آئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان اجزاء کثیفہ اور غلیظہ سے خون کو مصفی کر لیا اور اس میں وہ صفات پیدا کر دیں کہ وہ ایسا دودھ بن گیا جو بچہ کے بدن کے موافق تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ گوبر اور خون کے درمیان سے دودھ پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جانور جو غذا کھاتے ہیں اس سے ایک طرف تو خون بنتا ہے اور دوسری طرف گوبر بنتا ہے مگر ان ہی جانوروں کی مادہ صنف میں اسی غذا سے ایک تیسری چیز بھی پیدا ہو جاتی ہے جو خاصیت، رنگ، بو اور مقاصد میں ان دونوں سے بالکل مختلف ہوتی ہیں پھر خصوصاً موشیوں میں اس چیز کی پیداوار اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ وہ ان کے اپنے بچوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے علاوہ انسانوں کے لئے بھی اس چیز کو کثیر مقدار میں فراہم کرتے رہتے ہیں۔

مادہ کے تھنوں اور پستانوں میں جو دودھ پیدا ہوتا ہے وہ ایسی خصوصیات سے متصف ہوتا ہے کہ جن کی وجہ سے وہ دودھ بچہ کی غذا کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کے موافق ہوتا ہے اور اس دودھ کی خلقت ایسی عجیب و غریب حکمتوں اور ایسے دقیق اسرار پر مشتمل ہے جس سے عقل سلیم یہ شہادت دیتی ہے کہ دودھ کی یہ خلقت کسی عظیم مدبر اور زبردست قادر و قیوم کی تدبیر اور اس کے فعل کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی۔ ان اسرار اور حکمتوں میں سے ہم چند کا یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ نے معدہ اور او جھڑی کے نچلے حصہ میں ایک منفذ اور سوراخ پیدا کیا ہے جس سے غذا کا تلچھٹ اور فضلہ دوسری طرف بڑی آہستہ میں نکل جاتا ہے اور جب انسان کوئی چیز کھاتا ہے یا پیتا ہے تو وہ منفذ کلی طور پر بند ہو جاتا ہے کہ اس کھائی ہوئی اور پی ہوئی چیز میں سے کوئی ذرہ یا کوئی قطرہ اس منفذ سے نہیں نکلتا حتیٰ کہ معدہ میں ہضم کے مراحل مکمل ہو جائیں اس وقت اس غذا کے صاف جوہر کو جگر جذب کر لیتا ہے اور تلچھٹ وہاں باقی رہ جاتا ہے پھر اس منفذ کا منہ کھلتا ہے

اور وہ تلچھٹ معدہ سے نکل کر بڑی آنت میں چلا جاتا ہے اور یہ عجیب و غریب کاروائی فاعل حکیم کی تدبیر کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

2- اللہ تعالیٰ نے جگر میں ایسی قوت رکھی ہے جو کھائی ہوئی اور پی ہوئی چیز میں جو اجزاء لطیف ہوتے ہیں ان کو جذب کر لیتا ہے اور اجزاء کثیفہ کو جذب نہیں کرتا اور استریوں میں ایسی قوت رکھی ہے جو کھائی ہوئی یا پی ہوئی چیز میں جو اجزاء کثیفہ ہوتے ہیں ان کو وہ جذب کر لیتی ہے اور وہ اجزاء لطیفہ کو جذب نہیں کرتی اور اگر معاملہ اس کے الٹ اور برعکس ہوتا تو انسان کے بدن کی مصلحت اور اس کے بدن کا نظام فاسد ہو جاتا ہے۔

3- اللہ تعالیٰ نے جگر میں غذا کے لطیف اجزاء کو پکانے اور ان کو ہضم کرنے کی قوت رکھی ہے کہ وہ صفراء کو جذب کر لیتا ہے اور تلی میں یہ قوت رکھی ہے کہ وہ سوداء کو جذب کر لیت ہے اور گردہ میں یہ قوت رکھی ہے کہ وہ ان اجزاء میں سے زائد پانی کو جذب کر لیتا ہے پھر صاف خون باقی رہ جاتا ہے جو بدن کی غذا کے لئے کافی ہے۔

4- جس وقت ماں کے رحم میں بچہ ہوتا ہے تو خون کی وافر مقدار ماں کے رحم میں پہنچتی ہے تاکہ وہ خون بچہ کی نشوونما کے لئے مادہ بن جائے اور بچہ ماں کے رحم میں منتقل ہو جاتا ہے یعنی پیدا ہو جاتا ہے تو خون جو پہلے رحم میں پہنچتا تھا اب وہ خون مادہ کے تھنوں اور پستانوں میں پہنچنے لگتا ہے تاکہ وہ خون دودھ کی صورت اختیار کر لے اور وہ دودھ بچہ کی غذا بن جائے اور جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے اور اس کا دودھ چھوٹ جاتا ہے تو اب خون ماں کے رحم میں جاتا ہے نہ ماں کے پستانوں اور تھنوں میں بلکہ غذا کھانے والی کے بدن میں پہنچتا رہتا ہے پس خون کا کبھی رحم میں پہنچنا کبھی پستانوں میں پہنچنا اور کبھی کسی جگہ نہ پہنچنا اور صرف ماں کے بدن میں رہنا اور جس وقت جس جگہ خون کی ضرورت ہو وہاں خون کا پہنچنا اور مصلحت اور حکمت کے مطابق اپنا رول ادا کرنا کیا کسی حکمت اور قدرت والے فاعل مختار کی تدبیر کے بغیر ہو سکتا ہے۔

5- جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ تھنوں اور پستانوں کے سروں میں باریک باریک سوراخ اور تنگ مسام پیدا کر دیتا ہے اور جب کہ وہ مسام نہایت تنگ اور باریک ہوتے ہیں تو ان سے وہی چیز نکل سکتی ہے جو نہایت صاف اور بہت لطیف ہو اور رہے اجزاء کثیفہ تو ان کا ان تنگ اور باریک منافذ سے نکلنا ممکن نہیں ہے لہذا وہ چیز تھنوں کے اندر ہی رہے گی اس طرح تھنوں سے وہ دودھ نکلے گا جو خالص بچہ کے مزاج کے موافق ہوگا اور پینے والوں کے لئے خوشگوار ہوگا۔

6- اللہ تعالیٰ نے بچہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جب بھی ماں اپنے پستان کا سر بچہ کے منہ میں داخل کرتی ہے وہ اس کو چوسنے لگتا ہے اسی طرح جانور کا بچہ خود اچھل کر اپنی ماں کے تھنوں کے پاس پہنچتا ہے اور ان تھنوں کو چوسنے لگتا ہے پس اگر وہ قادر قیوم بچوں کے دلوں میں یہ عمل مخصوص نہ ڈالتا تو پستانوں اور تھنوں میں دودھ پیدا کرنے کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوتا۔

7- ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے خون کے مصفیٰ جوہر سے دودھ پیدا کیا اور حیوان جو غذا کھاتا ہے اس کے لطیف اجزاء سے خون پیدا کیا پس بکری جو گھاس کھاتی ہے اور پانی پیتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس گھاس اور پانی کے لطیف اجزاء سے خون پیدا کیا پھر اس خون کے بعض اجزاء سے دودھ کو پیدا کیا پھر دودھ میں تین متضاد کیفیات اور تاثیرات پیدا فرمائیں۔ دودھ میں چکنائی ہے وہ گرم تو ہے اور اس میں جو پانی کا عنصر ہے وہ سرد تر ہے اور اس میں جو پنیر کا عنصر ہے وہ گرم خشک ہے اور جس گھاس کو بکری نے کھایا تھا اس میں یہ مختلف اور متضاد تاثیرات نہیں تھیں۔

اس تفصیل سے یہ ظاہر ہوا کہ

یہ اجسام ایک رنگ سے دوسرے رنگ کی طرف اور ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف اور ایک تاثیر سے دوسری تاثیر کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں بکری نے جو گھاس کھائی تھی اس کی صورت اس کا رنگ اور اس کی صفت اور اس کی تاثیر اور تھی پھر اس سے خون، دودھ اور فضلہ بنا ان کی صورت ان کا رنگ ان کی صفت اور ان کی تاثیر اور ہے اور آپس میں مختلف اور الگ الگ ہے ان احوال سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ مختلف صورتیں اور متضاد تاثیرات اس قادر و قیوم اور حکیم مطلق کے پیدا کرنے سے حاصل ہوئی ہیں۔ جو اپنے بندوں کی مصلحتوں کے موافق چیزوں کی تدبیر فرماتا ہے پس سبحان ہے وہ ذات جو ہر عالم کے ہر ذرہ کی خبر رکھتا ہے اور اپنی تمام مخلوق کی ضرورتوں اور ان کی مصلحتوں کو جاننے والا ہے اور ان کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے موافق عالم کے ذرہ ذرہ میں تدبیر اور تصرف فرماتا ہے۔

محققین نے کہا ہے کہ

جس طرح دودھ کے پیدا کرنے کے نظام میں غور و فکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی واحدانیت کا پتا چلتا ہے اسی طرح اس میں غور و فکر کرنے سے حشر و نشر کا امکان بھی معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ گھاس جس کو حیوان کھاتے ہیں یہ زمین اور پانی سے پیدا ہوتی ہیں اس قادر و قیوم اور حکیم مطلق نے اس زمین کی مٹی کو سبزہ اور گھاس بنا دیا پھر جب اس گھاس کو حیوان کھا لیتے ہیں تو اس نے ایک اور تدبیر سے اس گھاس کو خون بنا دیا پھر ایک اور تدبیر سے اس خون کو دودھ بنا دیا پھر اس دودھ میں چکنائی کا عنصر پیدا کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ

وہ قادر و قیوم اور حکیم مطلق اس پر قادر ہے کہ وہ اجسام کو ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف منتقل کرتا رہے اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کرتا رہے اور جب وہ اس پر قادر ہے تو اس پر بھی قادر ہے کہ وہ مردہ بدنوں کے اجزاء میں حیات منتقل کر دے اور ان میں عقل اور شعور کو پیدا کر دے جس طرح موت سے پہلے ان اجزاء میں حیات اور عقل و شعور کو پیدا فرمایا تھا اور ان چیزوں پر غور و فکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کو قائم کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا ایک ممکن امر ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت قائم کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کا جو وقت مقرر ہے اس وقت میں اللہ تعالیٰ قیامت کو قائم فرمائے گا

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ جا رہے تھے تو ہم ایک چرواہے کے پاس سے گزرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس لگی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ دودھ دوھا پھر میں وہ دودھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2439)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عز و جل نے جو بیماری رکھی ہے اس کے لئے شفاء بھی رکھی ہے۔ تم گائے کے دودھ کو لازم رکھو۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 19036)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے اس سے دودھ پیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ میں اس قدر سیر ہو گیا کہ اس کی سیری میرے ناخنوں سے نکلنے لگی۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 82)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں بھوک کی شدت سے اپنے جگر کو زمین سے ٹکائے ہوئے تھا اور میں نے بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ میں اس راستہ پر بیٹھ گیا جس راستے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گزرتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ گزرے میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت پوچھی میں نے صرف اس لیے پوچھا تھا کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں وہ چلے گئے اور انہوں نے کھانا نہیں کھلایا۔ پھر میرے پاس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے میں نے ان سے بھی کتاب اللہ کی ایک آیت پوچھی میں نے ان سے صرف اس لیے سوال کیا تھا کہ وہ مجھے سیر ہو کر کھانا کھلا دیں وہ بھی چلے گئے اور انہوں نے کھانا نہیں کھلایا۔ پھر میرے پاس سے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے دیکھا تو مسکرائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ میرے دل میں کیا ہے اور میرے چہرے میں کیا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اے) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)

میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے ساتھ چلو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلتا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گئے

اور اجازت طلب کی تو میرے لیے اجازت دی گئی۔ آپ ﷺ داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک پیالے میں دودھ دیکھا۔

آپ ﷺ نے پوچھا: یہ دودھ کہاں سے آیا؟

گھر والوں نے کہا: فلاں مرد یا فلاں عورت نے آپ ﷺ کے لئے ہدیہ بھیجا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اباہر! (ﷺ)

میں نے عرض کیا: بلیک یا رسول اللہ (ﷺ)!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہل صفہ کے پاس جاؤ اور ان کو بلا کر لاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اور اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے۔ ان کے بیوی بچے تھے نہ ان کے پاس سامان وغیرہ تھا اور جب بھی آپ ﷺ کے پاس صدقہ آتا تو آپ ﷺ ان کے پاس بھیج دیتے تھے اور اس میں سے خود نہیں کھاتے تھے اور جب آپ ﷺ کے پاس ہدیہ آتا تو آپ ﷺ اس میں سے خود بھی لیتے تھے اور ان کو بھی کھلاتے تھے۔ مجھے آپ ﷺ کی اس بات سے بہت رنج ہوا۔

اور میں نے دل میں کہا: اہل صفہ کے مقابلہ میں اس ایک پیالہ کی کیا حیثیت ہے۔ اس پیالہ کے دودھ پینے کا میں حقدار تھا تا کہ اس سے قوت حاصل کرتا۔ جب وہ لوگ آجائیں گے تو آپ ﷺ مجھے حکم دیں گے کہ میں ان کو وہ دودھ پلاؤں پھر کیا توقع ہے کہ اس دودھ میں سے میرے لیے بھی کچھ بچے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے پھر میں اہل الصفہ کے پاس گیا اور ان کو بلا یا وہ آگئے اور انہوں نے اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی اور وہ گھر میں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یا اباہر! (ﷺ)

میں نے عرض کیا: بلیک یا رسول اللہ ﷺ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان سب کو دودھ کا پیالہ دو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دودھ کا پیالہ لیا اور ان میں سے ایک شخص کو دیا وہ اس پیالے سے دودھ پیتا رہا حتیٰ کہ سیر ہو گیا۔ پھر میں ایک ایک کر کے سب کو اس پیالے سے دودھ پلاتا رہا حتیٰ کہ آخر میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اور اس وقت تمام اصحاب الصفہ سیر ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے پیالہ لیا اور اس کو اپنے مقدس ہاتھ پر رکھا پھر میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔

پھر ارشاد فرمایا: یا اباہر! (ﷺ)

میں نے عرض کیا: بلیک یا رسول اللہ (ﷺ)!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب میں اور تم باقی بیچ گئے ہیں۔

میں نے عرض کیا: آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چلو بیٹھ کر پیو۔ میں نے بیٹھ کر پیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اور) پیو میں نے (اور) پیا۔ آپ ﷺ مسلسل فرماتے رہے (اور) پیو۔

حتیٰ کہ میں نے عرض کیا: نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں اب اس کے

لئے راستہ نہیں پاتا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے پیالہ دکھاؤ میں نے آپ ﷺ کو پیالہ حاضر کیا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی بسم اللہ

پڑھی اور باقی دودھ نوش فرمالیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6452)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے سدرہ کی طرف بلندی پر لے جایا گیا وہاں چار دریا تھے دودر یا ظاہر تھے اور دودر یا

باطن تھے جو دریا ظاہر تھے وہ نیل اور فرات تھے اور جو دریا باطن تھے وہ جنت میں ہیں پھر میرے پاس تین پیالے لائے گئے۔

ایک پیالہ میں دودھ تھا دوسرے پیالہ میں شہد تھا اور تیسرے پیالے میں شراب تھی۔ میں نے وہ پیالہ لے لیا جس میں دودھ تھا

میں نے اس کو پی لیا۔

مجھ سے کہا گیا۔

آپ (ﷺ) نے اور آپ (ﷺ) کی امت نے فطرت کو پالیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5610)

دودھ انسان کے لئے بہترین غذا ہے اور نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ غذاؤں میں سے ہے۔ دودھ میں گوشت، خون اور

ہڈی پیدا کرنے کے تمام اجزاء توازن کے ساتھ موجود ہیں۔

سو گرام گائے کے دودھ میں

پینسٹھ (65) گرام حرارے

3.8 گرام پروٹین

3.8 گرام چکنائی

120 ملی گرام کیمیا

0.05 ملی گرام فولاد

0.04 ملی گرام وٹامن بی

0.04 ملی گرام وٹامن سی

1.5 ملی گرام وٹامن اے

35 ملی گرام فولک ایسڈ

5 مائیکرو گرام

یہ دودھ کے کیمیائی تجزیہ ہیں اور انسان کے لئے بہت فائدہ مند ہیں خاص کر بچوں کی نشوونما میں بہت زیادہ مفید ہیں کیونکہ ان کی ہڈیوں میں جلد سرایت کرتا ہے اور خون بناتا ہے جس سے بچوں میں تقویت پہنچتی ہے اور دماغ قوی ہوتا ہے۔

قوله حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ الخ قوله قال زید دلتی شعبۃ علی ہذا الشیخ اس حدیث کی سند میں زید بن الحباب کے استاد مطیع بن راشد ہیں۔

زید بن حباب نے کہا ہے کہ

سماع حدیث کے لیے مطیع بن راشد کی نشاندہی اور ان کی طرف رہنمائی مجھے شعبہ نے کی تھی غالباً زید کا مقصود اس سے اپنے شیخ کی توثیق ہے۔

اور یہ دو طرح سے ہو رہی ہے۔

ایک صورت یہ ہے کہ

ان کو شیخ سے تعبیر کر رہے ہیں اور شیخ الفاظ توثیق سے ہے گواہی درجہ ہی کی سہی۔

دوسری صورت یہ کہ

شعبہ جیسے بڑے محدث نے جب ان کی طرف رہنمائی کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ راوی ہوں گے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل ﷺ

بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الدَّمِ

خروج خون سے وضو کرنا

اس باب میں خروج خون سے وضو کرنے کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

170 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي صَدَقَةُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ عَقِيلِ بْنِ جَاهِرٍ عَنْ جَاهِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْنَى فِي غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَأَصَابَ رَجُلٌ امْرَأَةً رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَحَلَفَ أَنْ لَا أَتَيْهِ حَتَّى أَهْرِيقَ دَمًا فِي أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ فَخَرَجَ يَتَّبِعُ أَثَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا فَقَالَ مَنْ رَجُلٌ يَكْلُونَا فَانْتَدَبَ رَجُلٌ مِّنْ

الْمُهَاجِرِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ كُونَا بِفِمْ الشَّعْبِ قَالَ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ إِلَى فِمْ الشَّعْبِ اضْطَجَعَ الْمُهَاجِرِيُّ وَقَامَ الْأَنْصَارِيُّ يُصَلِّي وَاتَى الرَّجُلُ فَلَمَّا رَأَى شَخْصَهُ عَرَفَ أَنَّهُ رَبِيبَةٌ لِلْقَوْمِ فَرَمَاهُ بِسَهْمٍ فَوَضَعَهُ فِيهِ فَنَزَعَهُ حَتَّى رَمَاهُ بِثَلَاثَةِ أَسْهُمٍ ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ ثُمَّ انْتَبَهَ صَاحِبُهُ فَلَمَّا عَرَفَ أَنَّهُمْ قَدْ تَذَرَوْا بِهِ هَرَبَ وَلَمَّا رَأَى الْمُهَاجِرِيُّ مَا بِالْأَنْصَارِيِّ مِنَ الدَّمِ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِلَّا أَنْبَهَتَنِي أَوَّلَ مَا رَمَى قَالَ كُنْتُ فِي سُورَةٍ أَقْرَأُهَا فَلَمْ أُحِبَّ أَنْ أَقْطَعَهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خروج کیا یعنی غزوہ ذات الرقاع میں ایک شخص نے مشرکین سے کسی کی بیوی کو مارا پس قسم کھائی اس نے کہ جب تک اصحاب (سیدنا) محمد مصطفیٰ ﷺ میں سے ایک کا نہ خون بہاؤں سکون سے نہیں بیٹھوں گا تو وہ نبی کریم ﷺ کے قدمین شریفین کے نشان دیکھ کر چل پڑا۔ ایک جگہ پر نبی کریم ﷺ اترے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم پر کون پہرہ دے گا۔ تو انصار و مہاجرین میں سے ایک ایک نے ذمہ اٹھالیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھائی کے عین پاس جاؤ جب دونوں مرد گھائی کے عین پاس پہنچے تو مہاجر سو گیا اور انصاری نے قیام کر کے نماز ادا کرنا شروع کر دی۔ پس ایک شخص آیا اس نے پہچان لیا کہ یہی قوم کے پہرے دار ہیں تو اس نے تیر مار جوان کو لگا تو اس نے باہر نکال دیا حتیٰ کہ اس نے تین تیر مارے پھر اس نے رکوع و سجدہ کر کے اپنے صاحب کو خبر دی۔ پس جب اس نے دیکھا کہ جاگ گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا۔ پس جب مہاجر نے انصاری کا خون ملاحظہ کیا۔ تو کہا: مجھے پہلے تیر پر کیوں نہ خبردار کیا۔ کہا: میں ایک سورت میں تھا جن کو قطع کرنا محبوب نہ سمجھتا تھا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۰)

تشریح:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ بدن سے خون نکلنا ناقض وضو کس صورت میں ہے۔ احناف اور حنابلہ کے نزدیک مطلقاً بدن سے دم سائل کا خروج ناقض وضو ہے خواہ سمیلین سے ہو یا غیر سمیلین سے ہو۔ شوافع کے نزدیک جو خون خارج من السمیلین ہو وہ ناقض ہے اور اس کے علاوہ ناقض نہیں ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

سمیلین سے خارج ہونے والا خون اگر بالکل خالص ہو کوئی اور نجاست پیشاب، پائخانہ اس کو لگا ہو انہ ہو تو ناقض نہیں ہے۔ البتہ اگر اس کے ساتھ دوسری نجاست مخلوط ہو تو یہ دوسرا امر ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں ایک باب قائم فرمایا ہے جن کا نام ہے۔

باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین ۔

احناف اور حنابلہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ بدن کے کسی بھی حصے سے نجاست کا خارج ہونا ناقض وضو ہے۔

شوافع اور مالکیہ فرماتے ہیں کہ

اگر نجاست کا خروج غیر سبیلین سے ہو تو وہ ناقض نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

بدن سے اس نجاست کا خروج ناقض ہے جو مخرج معتاد یعنی سبیلین سے ہو اور امام مالک رحمہ اللہ مخرج معتاد کے ساتھ ایک اور بھی قید لگاتے ہیں وہ یہ ہے کہ خروج بھی معتاد ہو لہذا اگر کسی عارض یا بیماری کی وجہ سے سبیلین سے نجاست خارج ہوگی تو وہ ناقض طہارت نہ ہوگی مثلاً کسی شخص کے سبیلین سے خون کا خروج ہو یا کوئی کنکری یا کپڑا وغیرہ خارج ہو تو ان کے نزدیک ناقض وضو نہیں اس لئے کہ ان کا خروج معتاد نہیں بلکہ خلاف عادت مرض کی وجہ سے ہے اس لیے وہ ان کے نزدیک ناقض نہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہاں مخرج معتاد سے کسی شے کا نکلنا ناقض طہارت ہونے کے لئے کافی ہے خروج کا معتاد ہونا ضروری نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا باب میں اسی اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

یاد رہے کہ

شوافع نے اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے کہ

جو خون خارج من غیر السبیلین ہو وہ ناقض وضو نہیں ہوتا اور امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک بھی یہی ہے انہوں نے صحیح بخاری میں اس سلسلہ میں کئی آثار ذکر کیے ہیں۔

احناف کی طرف سے اس کے کئی جواب دیئے گئے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ

ہم نے مانا کہ خروج دم من غیر السبیلین ناقض وضو نہیں مگر فی نفسہ دم کثیر تو بالاتفاق نجس ہے اس کثرت دم کے باوجود نماز کس طرح صحیح ہوگی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ فعل صحابی ہے ہو سکتا ہے کہ ان کا مسلک یہی ہو۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

یہ صحابی مناجات کی حالت میں تھے ہو سکتا ہے کہ ان کو خروج دم کا پتہ ہی نہ چلا ہو۔

احناف کے مسلک کی بہت سی دلیلیں ہیں من جملہ استفاضہ والی روایت ہے جو صحاح ستہ میں موجود ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ
استحاضہ تو خارج من السبیلین ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ
استحاضہ کے ناقض ہونے کی علت یہ نہیں بیان کی گئی کہ وہ خارج من السبیلین ہے۔

بلکہ آپ نے ارشاد فرمایا: فانها دم عرق
معلوم ہوا کہ نقض وضو کا مدار استحاضہ اور خارج من السبیلین ہونے پر نہیں بلکہ صرف دم عرق ہونے پر ہے اور بدن کے
جس حصہ سے بھی خون نکلے گا وہ دم عرق ہی ہوگا۔

احناف نے حدیث الرعاف سے استدلال کیا ہے جو ابن ماجہ اور دارقطنی میں متعدد طرق سے ہے جس کے لفظ یہ ہیں۔
من اصابہ قنّی او رعاف او قلّس فلینصرف ویستوضا ثم لیبن علی صلوٰتہ

اب سوال یہ ہے کہ
(خون) دم کتنی مقدار معاف ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ
احناف کے نزدیک درہم کی مقدار معاف ہے۔
اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دو روایتیں ہیں۔

1- احدهما لا یعفی مطلق
اور مالکیہ کے نزدیک دو روایتیں ہیں۔
2- ثانيهما مادون الکف وهو مذهب احمد

1- قدر الدرهم
2- مادون الدرهم

اب سوال یہ ہے کہ خون ایک نجس چیز ہے کیونکہ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے تو آیا اگر کسی شخص کے کپڑوں پر نجس چیز
لگ جائے تو اس کو زائل کرنے کا کیا حکم ہے اور اگر زائل کریں گے تو عدد کی شرط ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ
نجاست کو زائل کرنے کے لئے عدد کی شرط نہیں ہے بلکہ اس کو صاف کرنا کافی ہے۔ نجاست کو زائل کرنے کے لئے اس
نجاست کو صاف کرنا واجب ہے اگر نجاست حکمی ہو اور نظر نہ آتی ہو جس طرح کہ پیشاب وغیرہ تو اس کو ایک بار دھونا واجب ہے
اور زیادہ دفعہ دھونا واجب نہیں ہے لیکن دوسری اور تیسری بار دھونا مستحب ہے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو تین بار دھونے سے پہلے اپنے ہاتھ کو
برتن میں نہ ڈالے اور اگر وہ نجاست عینیہ ہو اور نظر آتی ہو مثلاً خون وغیرہ تو اس کا بے عینہ ازالہ کرنا ضروری ہے اور اس کو دو اور تین

باردھونا مستحب ہے آیا کپڑے کو دھونے کے بعد اس کو نچوڑنا بھی شرط ہے۔
اس میں دو قول ہیں۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے اگر نجاست عینہ کو دھو دیا اور اس کا رنگ نظر آتا رہا تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ طہارت حاصل ہوگئی اور اگر اس کا ذائقہ باقی رہا تو کپڑا نجس ہے اور ذائقہ کو زائل کرنا ضروری ہے اور اگر نجاست کی بو باقی رہی تو اس میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہیں۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ

وہ طاہر ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

وہ طاہر نہیں ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متونی 593ھ لکھتے ہیں: نجاست کی دو قسمیں ہیں:

1- دکھائی دینے والی

2- نہ دکھائی دینے والی

جو نجاست دکھائی دینے والی ہو اس کی طہارت بعینہ اس نجاست کے زائل ہونے سے ہوگی کیونکہ نجاست کا بعینہ اس چیز میں حلول ہو گیا اس لیے اس کا زوال ضروری ہے۔ ہاں اگر اس کا کچھ اثر باقی رہ جائے جس کا زائل کرنا دشوار ہو تو کوئی حرج نہیں۔
اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک باردھونے سے وہ نجاست زائل ہوگئی تو اس کو مزید دھونا ضروری نہیں ہے۔ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور جو نجاست نہ دکھائی دینے والی ہو اس کو اس وقت تک دھونا چاہئے جب تک دھونے والے کو اس کی طہارت کا ظن غالب نہ ہو جائے۔ اس میں مشائخ نے تین باردھونے کا اندازہ کیا ہے کیونکہ تین باردھونے سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے بیدار ہونے والے شخص کو تین بار ہاتھ دھونے کا حکم فرمایا ہے اور ظاہر الروایہ کے مطابق ہر بار نچوڑنا بھی ضروری ہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 61 تا 62)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ

سونے سے وضو کے متعلق

اس باب میں سونے سے وضو کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

171 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي

نَافِعٌ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخْرَهَا حَتَّى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ لَيْسَ أَحَدٌ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات کو عشاء کی نماز میں اس قدر تاخیر فرمائی کہ ہم مسجد میں سو گئے پھر ہم جاگے پھر سو گئے پھر ہم جاگے پھر سو گئے پھر ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ کے علاوہ کوئی بھی نماز کے انتظار میں نہیں ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ جز ۱ ص ۲۵۰ صحیح ابن حبان جز ۳ ص ۲۸۰ صحیح البخاری جز ۲ ص ۴۱۳)

172 - حَدَّثَنَا شَاذُّ بْنُ فَيَاضٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُونَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ حَتَّى تَخْفِقَ رُءُوسُهُمْ ثُمَّ يُصَلُّونَ وَلَا يَتَوَضَّئُونَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ زَادَ فِيهِ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ كُنَّا نَخْفِقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ بِلَفْظٍ آخَرَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ اس قدر عشاء کی نماز کے منتظر رہتے تھے حتیٰ کہ ان کے سر مبارک جھک جاتے پھر نماز ادا فرماتے اور وضو نہ فرماتے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: شعبہ نے قتادہ کی روایت میں یہ زیادتی کی ہے کہ ہمارے سر رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں جھک جاتے۔ اس کو ابن ابوعروبة نے قتادہ سے دوسرے الفاظ میں روایت کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ جز ۱ ص ۱۱۹ شرح السنۃ للبغوی جز ۱ ص ۱۴۳ معرفۃ السنن والآثار للبیہقی جز ۱ ص ۳۰۴)

173 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ وَدَاوُدُ بْنُ شَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ أُقِيمَتْ صَلَاةُ الْعِشَاءِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي حَاجَةً فَقَامَ يُنَاجِيهِ حَتَّى نَعَسَ الْقَوْمُ أَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ وَضُوءًا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عشاء کی نماز کی اقامت کہی گئی تو ایک شخص نے قیام کر کے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے آپ ﷺ سے ایک حاجت ہے تو آپ ﷺ اس سے قیام فرما کر سرگوشی فرماتے رہے حتیٰ کہ قوم کو اونگھ آنے لگ گئی یا بعض قوم کو (اونگھ آنے لگ گئی) پھر آپ ﷺ نے ان کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ اور وضو کا ذکر نہ فرمایا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۳)

174 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ وَهَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ يَحْيَى عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْجُدُ وَيَنَامُ وَيَنْفُخُ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ صَلَّيْتُ وَلَمْ تَتَوَضَّأْ وَقَدْ نِمْتَ فَقَالَ إِنَّمَا الْوُضُوءُ عَلَى مَنْ لَامَ مُضْطَجِعًا زَادَ عُثْمَانُ وَهَنَادُ فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرَحْتَ مَقَاصِلَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَوْلُهُ الْوُضُوءُ عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا هُوَ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ لَمْ يَرَوْهُ إِلَّا يَزِيدُ أَبُو خَالِدٍ الدَّالَانِيُّ عَنْ قَتَادَةَ وَرَوَى أَوَّلَهُ جَمَاعَةٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَمْ يَذْكُرُوا شَيْئًا مِنْ هَذَا وَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْفُوظًا وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي وَقَالَ شُعْبَةُ إِنَّمَا سَمِعَ قَتَادَةَ مِنْ أَبِي الْعَالِيَةِ أَرْبَعَةَ أَحَادِيثَ حَدِيثُ يُونُسَ بْنِ مَتَّى وَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ فِي الصَّلَاةِ وَحَدِيثُ الْقُضَاةِ ثَلَاثَةٌ وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي رَجُلٌ مَرَضِيٌّ مِنْهُمْ عُمَرُ وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَذَكَرْتُ حَدِيثَ يَزِيدَ الدَّالَانِيِّ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فَانْتَهَرَنِي اسْتِعْظَامًا لَهُ وَقَالَ مَا لِيَزِيدَ الدَّالَانِيِّ يُدْخِلُ عَلَى أَصْحَابِ قَتَادَةَ وَلَمْ يَغْبَأْ بِالْحَدِيثِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ سجدہ فرماتے اور آرام فرماتے اور خراٹے لیتے رہتے پھر قیام فرما کر نماز ادا فرماتے اور وضو نہ فرماتے۔ میں نے عرض کیا: آپ ﷺ نے وضو کیے بغیر نماز پڑھادی اور آپ ﷺ آرام فرما گئے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وضو اس کے لئے ہے جو ٹیک لگا کر سوئے۔ عثمان اور ہناد نے یہ زیادتی کی ہے کہ جب ٹیک لگائے گا تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جائیں گے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اور یہ قول کہ وضو ٹیک لگا کر سونے والے کے لئے ہے یہ منکر حدیث ہے اس لیے کہ اس کو یزید دالانی کے علاوہ قنادہ سے کسی نے روایت نہیں کیا۔ ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پہلے نکلے کو روایت کیا ہے اور انہوں نے اس کو کچھ ذکر نہیں کیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری آنکھیں آرام کرتی ہیں میرا دل نہیں آرام کرتا (یعنی نہیں سوتا) اور حضرت شعبہ نے فرمایا کہ حضرت قنادہ نے ابو العالیہ سے چار احادیث مہار کہ کا سماع فرمایا۔ حدیث یونس بن متی حدیث ابن عمر نماز کے

اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ گہری نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے اور ہلکی نیند کسی حالت میں وضو نہیں توڑتی۔

4- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت داؤد ظاہری

اور حضرت امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ جب انسان کی نماز کی ہیئت مثال کے طور پر

قیام رکوع سجود

اور قعدہ میں نیند آئے تو اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹا خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز میں نہ ہو۔ اور اگر انسان چٹ لیٹا ہو یا کروٹ کے بل لیٹا ہو تو اس حالت سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

5- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف رکوع اور سجود کی حالت میں نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

6- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ

صرف سجدہ کی حالت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔

7- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ضعیف قول یہ ہے کہ

نماز کی کسی حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا اور خارج از نماز نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

8- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ

جب انسان اپنی مقعد کو زمین پر جما کر بیٹھا ہو تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ورنہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ اس کی نیند گہری ہو یا ہلکی اور خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز سے خارج ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نیند فی نفسہ حدیث نہیں ہے البتہ وہ خروج ریح کی علامت ہے اس لیے جب وہ مقعد کو جمائے بغیر بیٹھے گا تو خروج ریح کا ظن غالب نہیں ہوگا اور اصل میں طہارت باقی ہے اس لیے اس حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اس پر اتفاق ہے کہ

جب جنون سے عقل زائل ہو بے ہوشی ہو شراب بھنگ نیند

یا کسی دوا کا نشہ ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا خواہ کم ہو یا زیادہ اور خواہ مقعد زمین پر جمی ہو یا نہیں اور یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نیند سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

حدثنا احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ قوله حتی قلنا فی المسجد

اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہر نیند وضو کو توڑنے والی نہیں جس طرح کہ جمہور کا مسلک ہے اور ظاہر ہے کہ ان کی نیند قاعدہ تھی علی ہیئت الصلوٰۃ اس لیے کہ نماز کا انتظار بیٹھ کر ہی کرنا مستحب ہے اس لیے وضو کو توڑنے والی نہیں ہوگی۔

قوله ليس احد ينتظر الصلاة غيركم

آپ ﷺ کا مقصود اس فرمان سے ان نماز کا انتظار کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تسلی اور ہمت افزائی ہے۔

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ

تمہیں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی نماز کے انتظار کرنے کی بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ وہ نماز پڑھ کر سو گئے یعنی بچے،

عورتیں، معذورین وغیرہ۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ

دوسرے اہل مساجد مراد ہوں کہ دوسری مساجد والے نماز پڑھ کر سو گئے اور تم ہو کہ نماز کے انتظار میں بیٹھے ہو۔

اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ

غیر کم سے مراد دوسرے لوگ اہل کتاب یہود وغیرہ مراد ہوں کیونکہ وہ عشاء کی نماز پڑھتے ہی نہ تھے۔

حدثنا يحيى بن معين قوله عن ابي خالد الدالاني .

ان کا نام یزید بن عبد الرحمن ہے جس طرح کہ آگے مصنف رحمہ اللہ میں آ رہا ہے بہت سے آئمہ رجال نے ان کی تضعیف کی

ہے۔

قوله كان يسجد وينام وينفخ

ترمذی کی روایت میں ہے۔

وهو ساجد حتى غط ونفخ

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے سے مراد نماز میں سجدہ کی حالت میں سونا ہے لہذا اس سے معلوم ہوا کہ نیند نماز کی ہیئت

میں ناقض نہیں۔

قوله ولم تتوضأ وقد نمت فقال انما الوضوء

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کو نماز کے درمیان نیند آگئی تھی آپ ﷺ نے اسی حالت میں نماز کو پورا فرمایا درمیان

میں وضو نہیں فرمایا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا وضو اس شخص پر واجب ہے جس کی نیند مضطرب ہو ہر قسم کی نیند وضو کو نہیں توڑتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا سوال تو ظاہر ہے محتاج تشریح نہیں مگر آپ ﷺ جو یہاں مذکور ہے اس پر ایک اشکال ہے۔

وہ یہ ہے کہ

اس سے بطریق مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی نیند اگر مضطجعا ہوگی تو ناقض وضو ہوگی حالانکہ انبیاء کرام ﷺ کی نیند ناقض نہیں مشہور مسئلہ یہی ہے اس لیے ایک دوسری حدیث مبارکہ کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ ﷺ سے اسی نوع کا سوال کیا تو اس وقت آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا تھا۔

تنام عینای ولا ینام قلبی

جس سے آپ ﷺ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ نبی کی نیند ناقض وضو نہیں ہے تو اب دونوں جوابوں میں تعارض ظاہر ہے اسی اشکال کی بناء پر امام ابو داؤد رحمہ اللہ آگے چل کر اس روایت پر کلام فرما رہے ہیں۔

☆ قال ابو داؤد قوله الوضوء علی من نام مضطجعاً ہو حدیث منکر

اس حدیث مبارکہ کا جو آخری ٹکڑا ہے یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا آپ ﷺ سے سوال کرنا اور پھر اس پر آپ ﷺ کا جواب

انما الوضوء علی من نام مضطجعاً

یہ ثابت نہیں اس کے ساتھ ابو خالد والانی منفرد ہیں جو کہ ضعیف ہیں ابو خالد کے علاوہ دو سے روایت نے اس حدیث کے صرف اول حصہ کو ذکر کیا ہے آخری حصہ کو ذکر نہیں کیا لہذا ایک جواب تو اوپر اشکال کا یہ ہو گیا کہ حدیث ثابت ہی نہیں۔ آگے مصنف رحمہ اللہ اور بھی بعض دلائل حدیث مبارکہ کے اس ٹکڑے کے عدم ثبوت کے پیش کر رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ

وقال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم محفوظاً

یعنی حضور انور ﷺ اس بات سے محفوظ اور بری تھے کہ حالت نیند میں آپ ﷺ کو حدث لاحق ہو اور آپ ﷺ کو اس کا احساس نہ ہو یعنی نیند طبی نفسہ تو ناقض نہیں بلکہ اس وجہ سے ناقض ہے کہ وہ مظننہ خروج ریح ہے اور عام لوگوں کو حالت نیند میں خروج ریح کا پتہ چلتا نہیں اس لیے عام لوگوں کے حق میں نوم ہی کو خروج ریح کے قائم مقام کر دیا گیا اور آپ ﷺ کی یہ شان نہیں کہ آپ ﷺ کو خروج ریح کا پتہ نہ چلے لہذا آپ ﷺ کے حق میں نیند ناقض بھی نہیں خواہ مضطجعا ہو یا کسی اور طرح ہو۔

☆ وقال شعبۃ الماسم قنادۃ

یہ مصنف رحمہ اللہ کے دعویٰ مذکور پر چوتھی دلیل ہے وہ یہ کہ شعبہ فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہ نے ابو العالیہ سے صرف چار احادیث مبارکہ سنی ہیں آگے ان چاروں احادیث مبارکہ کی تعیین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ

حدیث کو قتادہ ابو العالیہ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت قتادہ نے ابو العالیہ سے صرف چار احادیث مبارکہ سنی ہیں اور یہ

احادیث مبارکہ ان چار میں سے نہیں لہذا حدیث منقطع ہوئی۔

سوال

اسی باب میں روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔

حتى تخفق رؤسهم ثم يصلون ولا يتوضون
یعنی جب آپ ﷺ تشریف لائے تو لوگوں کے سر نیند کی وجہ سے حرکت کر رہے تھے پھر انہوں نے نماز پڑھی نیا وضو نہیں کیا تو معلوم ہوا نیند قلیل ناقض وضو نہیں ہے۔

جواب

اس کے دو جواب ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ

اس حدیث میں اونگھ کا ذکر ہے یہ بحث سے خارج ہے کیونکہ اختلاف نیند کے بارے میں ہے اونگھ سے تو ہمارے نزدیک بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ نیند تھی مگر آپ ﷺ نے جو قلت نیند علت نکالی ہے یہ علت مستبط ہے اور ہماری علت منصوصہ ہے تعارض کے وقت ترجیح علت منصوصہ کو ہوتی ہے۔

سوال

تنام عینای ولا ینام قلبی والی حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا دل نہیں سوتا تھا تو پھر لیلتہ التعلیس میں آپ ﷺ کی نماز صبح کیوں قضا ہوئی جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ ایک سفر میں آپ ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی تھی کہ صبح کی نماز کے لئے جگادیں وہ مشرق کی طرف منہ کر کے صبح صادق کے انتظار میں پلان کے سہارے بیٹھ گئے اور نیند آگئی سارے سوئے رہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ سب سے پہلے آپ ﷺ بیدار ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا جگایا کیوں نہیں انہوں نے جواب دیا جس نے سب کی روح قبض کر لی اسی رب عزوجل نے میری روح بھی قبض کر لی۔ نماز بعد میں قضا کی گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کا دل بیدار رہتا ہے تو نماز کیسے قضا ہو گئی۔

جواب

اس کے تین جواب ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ

یہ قاعدہ کلیہ نہیں اکثر یہ ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

قاعدہ تو کلیہ ہے مگر روشنی کا دیکھنا آنکھوں کا کام ہے وہ تو سو جاتی تھی دل سے طلوع آفتاب نہیں دیکھا جاتا نہ طلوع صبح کا پتہ چلتا ہے اس لیے سوئے رہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

امت کے لئے وہ احکام نکالنے تھے کہ میری امت سے بھی اگر نماز قضاء ہو جائے تو وہ پریشان نہ ہوں بلکہ بعد میں سورج کے طلوع ہونے کے 20 منٹ بعد ادا کر لیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلى اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي الرَّجُلِ يَطَأُ الْأَذَى بِرِجْلِهِ گندگی والی چیزوں پر پیدل چلنے والے کے متعلق

176 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَابْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنِي شَرِيكٌ وَجَرِيرٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنَّا لَا نَتَوَضَّأُ مِنْ مَوْطِيٍّ وَلَا نَكْفُ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي مُعَاوِيَةَ فِيهِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ أَوْ حَدَّثَهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَقَالَ هَنَّادُ عَنْ شَقِيقٍ أَوْ حَدَّثَهُ عَنْهُ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم پیدل چلنے کے بعد پاؤں کو دھوتے نہیں تھے اور نہ نماز میں بالوں اور کپڑوں کو سمیٹتے تھے۔

(صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۵ مستدرک ج ۱ ص ۲۷۸)

تشریح:

مَوْطِيٍّ میں دوا احتمال ہیں یا یہ مصدر میسی ہے مَوْطِيٍّ کے معنی میں یعنی روندنا یا اسم مفعول ہے اصل میں منوطوم تھا یعنی وہ چیز جو روندی گئی ہو نجاست وغیرہ یعنی نہیں وضو کرتے تھے ہم روندنے کی بناء پر۔

اس حدیث مبارکہ میں دوا احتمال ہیں:

ایک احتمال تو یہ ہے کہ وہ وضو جس کی نفی کی جا رہی ہے اس سے وضو شرعی مراد ہو یعنی روندنے کی بناء پر باقاعدہ وضو نہیں کرتے تھے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ

وضو سے وضو لغوی مراد یعنی غسل رجليں یعنی ہم وہاں پہنچ کر غسل رجليں نہیں کرتے تھے اگر روندنے سے مراد یہاں راستے کا گارا، کچھڑ اور گھناؤنی چیزوں کا روندنا مراد ہو جیسے تھوک، بلغم وغیرہ تو وضو شرعی و لغوی ہر دو کی نفی کرنا صحیح ہے ایسے ہی اگر نجاست یا لہسہ مراد ہو تب بھی مگر اگر تر نجاست کو روندنا مراد ہو تو اس صورت میں متعین ہے کہ نفی وضو شرعی کی ہوگی وضو لغوی کی نفی اس وقت مراد لینا صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں غسل رجليں ضروری ہے۔

ولا تکف شعراً ولا ثوباً

یعنی نماز میں سجدہ میں جاتے وقت ہم اپنے سر کے بالوں اور کپڑوں کو سمیٹتے نہیں تھے کیونکہ یہ چیز خشوع فی الصلوٰۃ کے خلاف ہے۔

سوال: اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں کپڑا موڑے یا بال سنوارے تو اس کا کیا حکم ہے۔

جواب

نماز کی حالت میں کپڑے موڑنے یا بالوں کو سنوارنے سے منع کیا گیا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما کے نزدیک اس طرح نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس شخص نے کپڑے موڑ کر نماز پڑھی اس کی نماز ہو جائے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث بالوں کا جوڑا بنائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے بالوں کو کھول دیا اور نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ نہی تنزیہی ہے۔ (المفنی ج: ۱ ص: ۶۷۰)

احناف کی کتب میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ فقہاء احناف کا کپڑا موڑنے میں اختلاف ہے بعض فقہاء کے نزدیک اگر نمازی کہنیوں تک آستین چڑھائے تو مکروہ ہے اور اگر کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائے تو مکروہ نہیں ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: خلاصہ میں مذکور ہے کہ نمازی کا کپڑا موڑنا مکروہ نہیں ہے اسی طرح شرح مفتیہ المصطفیٰ میں ہے اور کپڑا موڑنے میں آستینوں کا اڑنا بھی شامل ہے اسی طرح فتح القدیر میں ہے اور یہ بظاہر مطلق ہے مگر خلاصہ اور منیۃ المصطفیٰ میں ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک چڑھایا تو مکروہ ہوگا اور کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائی ہیں تو مکروہ نہیں ہوگا۔

مگر تحقیق یہ ہے کہ

ہر حال میں مکروہ ہوگا کیونکہ کپڑا موڑنے کا اطلاق ہر صورت پر آتا ہے اور مجتبیٰ میں آستین چڑھانے کی کراہت کے بارے میں دو قول ذکر کیے گئے ہیں۔ (البحر الرائق: ج 2، ص: 24)

بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ

جن فقہاء کرام نے نمازی کے کپڑے موڑنے کو مکروہ قرار دیا ہے اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے اور جن فقہاء کرام نے کراہت کی نفی کی ہے اسے نفی سے مراد بھی مکروہ تحریمی کی نفی ہے اور مکروہ تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے اسی طرح کپڑے لٹکانے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی نے تصریح کی ہے کہ

کراہت ثابت کرنے والوں کی مراد کراہت تحریمہ ہے اور نفی کرنے والے بھی کراہت تحریمہ کی نفی کرتے ہیں کراہت تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے۔ (محیط الخلق علی حاشیہ البحر الرائق: ج 2، ص: 24)

کپڑا موڑنے میں آستینوں کو چڑھانا، پائینچوں کو موڑنا اور نیپے کے قریب شلواریا پاجامہ کو اوڑ میں لینا یہ سب شامل ہیں اور یہ فعل مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ

جس شخص نے نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کیا یا کسی مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا اس پر واجب ہے کہ وقت میں نماز کا اعادہ کرے اگر وقت نکل گیا تو وہ گنہگار ہوگا اور وقت نکلنے کے بعد اعادہ کرنا افضل ہے اعادہ کے وجوب میں اختلاف ہے۔

شرح اصول بزودی میں تصریح ہے کہ

اگر کسی غیر فاسد کی وجہ سے خلل ہو تو اعادہ واجب نہیں ہے۔

اور جامع ترمشاشی میں ہے۔

اگر اسی نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی تو نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے۔

اور مسبوط کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ

اعادہ کرنا مستحب ہے۔

تاہم اعادہ کو وجوب پر محمول کرنا چاہئے جس طرح کہ ہدایہ اور دوسری کتب فقہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

(رد المحتار: ج 1، ص: 677)

☆ قال ابراہیم بن ابی معاویہ فیہ

مصنف رحمہ اللہ کے اس حدیث مبارکہ میں تین اساتذہ کرام ہیں۔

1- حضرت ہناد 2- حضرت ابراہیم 3- حضرت عثمان

مصنف رحمہ اللہ نے اپنے اساتذہ کا اختلاف فی السند بیان کر رہے ہیں اصل سند جو شروع میں مصنف رحمہ اللہ نے بیان فرمائی وہ تو الفاظ مصنف رحمہ اللہ کے استاذ عثمان بن ابی شیبہ رحمہ اللہ کے ہیں۔ اب آگے مصنف رحمہ اللہ یہاں سے اپنے باقی دو اساتذہ کے سند کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔

1- ایک حضرت ابراہیم رحمہ اللہ 2- دوسرے ہناد

حضرت عثمان رحمہ اللہ کی سند کے الفاظ جو شروع میں مذکور ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعمش اور شقیق کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے اور ایسے ہی شقیق اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان بھی واسطہ نہیں اور ابراہیم کی روایت میں اعمش اور شقیق کے درمیان تو کوئی واسطہ نہیں ہے مگر شقیق اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان مسروق کا واسطہ ہے۔

☆ قوله او حدثه عنه

اس صورت میں دو واسطے ہو جائیں گے مسروق اور ایک اس کے علاوہ مبہم ہے سند میں مذکور نہیں اور یہ دوسرا مبہم واسطہ شقیق اور مسروق کے درمیان ہوگا۔
تقدیر عبارت یہ ہے۔

او حدث شقیق عن مسروق

یعنی یا تو شقیق براہ راست مسروق سے روایت کرتے ہیں یا کسی راوی کے واسطے سے اور پھر آگے مسروق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

والله ورسوله اعلم عز وجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ يُحَدِّثُ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں حدیث لاحق ہونے کے متعلق

اس باب میں نماز میں حدیث لاحق ہونے کی وجہ سے وضو کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

177 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ عَنْ عِيْسَى بْنِ حِطَّانَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَسَا أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدِّ الصَّلَاةَ

حضرت علی بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کی نماز میں ریح خارج ہو تو اس کو چاہئے کہ لوٹ جائے اور وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے۔

(صحیح ابن حبان 'جز ۶' ص ۸، شرح النبی للبیہقی 'جز ۲' ص ۲۰، سنن دارقطنی 'جز ۲' ص ۱۳۳، السنن الصغیر للبیہقی 'جز ۱' ص ۲۶)

تشریح:

اگر نماز کے درمیان حدث لاحق ہو جائے تو کیا کیا جائے وضو کر کے اسی نماز پر بناء کی جاسکتی ہے یا اعادہ نماز کیا جائے اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اگر حدث عدا ہو تب تو استیناف بالاتفاق ضروری ہے اور اگر بغیر عدا کے ہو تو جمہور علماء اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس وقت بھی استیناف ضروری ہے اور احناف کے نزدیک اس صورت میں بناء بھی جائز ہے مگر اولیٰ استیناف ہے۔ احناف کا استدلال ان متعدد روایات سے ہے جو سنن ابن ماجہ اور دارقطنی میں مروی ہیں۔

روایت کے الفاظ یہ ہیں:

من اصابه قنّی اور عاف او قلّس او مذی فلیتوضا ولین علی صلوٰۃ
یہ حدیث مبارکہ تقریباً انہی الفاظ سے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے ان میں سے یہ بھی بزرگ ہیں۔

1- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

2- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

3- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

4- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہم

عن مسلم بن سلام

یہ سلام تشدید لام کے ساتھ ہے بلکہ تمام جگہ سلام مشدّد ہے سوائے دو جگہ کے۔

1- حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ صحابی

2- حضرت محمد بن سلام رضی اللہ عنہ، امام بخاری رضی اللہ عنہ کے استاد محترم۔

یہی امام نووی رضی اللہ عنہ نے شرح مسلم کے مقدمہ میں فرمایا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وعلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي الْمَذْيِ

مَذْيِ كَيْفَ مَتَعْلَق

اس باب میں مَذْيِ کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

178 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ الْحَدَّاءُ عَنِ الرَّكِيِّ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ قَبِيصَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَجَعَلْتُ اغْتَسِلُ حَتَّى تَشَقَّقَ ظَهْرِي فَلَمْ أَكْرُثْ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ ذَكَرَ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَفْعَلْ إِذَا رَأَيْتَ الْمَذْيَ فَاغْسِلْ ذَكَرَكَ وَتَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ فَإِذَا فَضَخْتَ الْمَاءَ فَاغْتَسِلْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے مذی بہت آتی تھی تو مجھے غسل کرنا پڑ جاتا تھا کہ مجھ پر شاق گزرتا تو میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا یا آپ ﷺ سے ذکر کروایا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس طرح نہ کرو جب تم مذی دیکھو تو اپنے ذکر کو دھو کر وضو کرو جس طرح نماز کے واسطے کرتے ہیں اور جب تم پانی بہاؤ تو غسل کیا کرو۔

(معجم الاوسط، جزء ۷، ص ۲۶۲، سنن البیہقی الکبریٰ، جزء ۱، ص ۱۶۹، سنن النسائی، جزء ۱، ص ۳۲۵، شرح السنۃ للمغوی، جزء ۱، ص ۱۴۰)

179 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ الْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَمَرَهُ أَنْ يَسْأَلَ لَهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ إِذَا دَنَا مِنْ أَهْلِهِ فَخَرَجَ مِنْهُ الْمَذْيُ مَاذَا عَلَيْهِ فَإِنْ عِنْدِي ابْنَتُهُ وَأَنَا أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَهُ قَالَ الْمُقَدَّادُ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ ذَلِكَ فَلْيَنْضَحْ فَرْجَهُ وَلْيَتَوَضَّأْ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ لِلْمُقَدَّادِ وَذَكَرَ نَحْوَ هَذَا قَالَ فَسَأَلَهُ الْمُقَدَّادُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَغْسِلْ ذَكَرَهُ وَانْشِيَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَجَمَاعَةٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِيهِ عَنِ الْمُقَدَّادِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَدِيثِ حَدَّثَهُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ قُلْتُ لِلْمُقَدَّادِ فَلَمْ يَكُنْ مَعْنَاهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ الْمُفَضَّلُ بْنُ قُضَالَةَ وَجَمَاعَةٌ وَالثَّوْرِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَرَوَاهُ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْمُقَدَّادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرْ انْشِيَهُ

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے آدمی کے بارے میں استفسار کیجئے جو کہ اپنی زوجہ کے پاس جائے اور اس کی مذی نکل آئے تو اس پر کیا ہے؟ میری زوجیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی ہے اسی وجہ سے میں حیا کرتا ہوں۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق عرض کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی یہ دیکھے تو چاہئے کہ اپنی فرج کو دھو لے اور ویسے ہی وضو کرے جس طرح نماز کے واسطے کرتے ہیں۔ حضرت ہشام بن عروہ نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ پھر آگے وہی حدیث ذکر کر کے کہا کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے ذکر اور انہیں کو دھولینا چاہئے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: سفیان ثوری اور ایک جماعت حضرت ہشام، حضرت عروہ، حضرت مقداد، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا ہے۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو فرمایا آگے وہی معنی حدیث ذکر فرمایا۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو مفضل بن فضالہ ایک جماعت حضرت ثوری، حضرت ابن عیینہ، حضرت ہشام اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے۔ اور حضرت ابن اسحاق، حضرت ہشام بن عروہ، حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو روایت کیا ہے اور انہیں کا ذکر نہ فرمایا۔

(سنن النسائي، جز ۱، ص ۲۷۰، المؤطا، جز ۱، ص ۲۷۰، المعجم الکبیر، جز ۲۰، ص ۲۳۸)

180 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ إِبرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ بْنُ السَّبَّاقِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ كُنْتُ أَلْقَى مِنَ الْمَذْيِ شِدَّةً وَكُنْتُ أَكْثَرُ مِنَ الْإِغْتِسَالِ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّمَا يُجْزِيكَ مِنْ ذَلِكَ الْوُضُوءُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَكَيْفَ بِمَا يُصِيبُ ثَوْبِي مِنْهُ قَالَ يَكْفِيكَ بِأَنْ تَأْخُذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَتَنْضَحَ بِهَا مِنْ ثَوْبِكَ حَيْثُ تَرَى أَنَّهُ أَصَابَهُ

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شدت سے میری مذی نکلتی تھی جس کی وجہ سے کافی دفعہ غسل کرنا پڑ جاتا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے واسطے آپ کو وضو کفایت کرے گا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو میرے کپڑوں کو لگتی ہے اس کا کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس جگہ آپ کپڑوں پر لگی ہوئی دیکھ لو تو اس کے اوپر ایک پانی کا چلو ڈال دیا کرو یہی تمہیں کفایت کرے گا۔

(معجم ابن حبان، جز ۳، ص ۲۸۷، سنن ترمذی، جز ۱، ص ۱۹۳، سنن ابی نعیم، جز ۲، ص ۲۷۰، المعجم الکبیر، جز ۲۰، ص ۸۷)

181 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَرَامِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا يُوجِبُ الْغُسْلَ وَعَنِ الْمَاءِ يَكُونُ بَعْدَ الْمَاءِ فَقَالَ ذَاكَ الْمَذْيُ وَكُلُّ فَحْلٍ يَمْدِي فَتَغْسِلُ مِنْ ذَلِكَ فَرْجَكَ وَأَنْثِيكَ وَتَوَضَّأَ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ

حضرت علاء بن حارث نے حرام بن حکیم سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عبداللہ بن سعد انصاری نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی مقدس بارگاہ میں عرض کیا کہ اگر غسل کے بعد پانی نکلے تو غسل کا وجوب کن سے ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ مذی ہے اور ہرگز کی مذی نکلتی ہے تو اپنی فرج اور انٹین کو دھو لیا کرو اور نماز جیسا وضو کیا کرو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۱)

182 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ حَرَامِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحِلُّ لِي مِنْ أَمْرَاتِي وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ لَكَ مَا فَوْقَ الْإِزَارِ وَذَكَرَ مُوََاكَلَةَ الْحَائِضِ أَيْضًا وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت علاء بن حارث نے حرام بن حکیم سے روایت کیا ہے کہ آپ کے چچا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میرے لیے اپنی اہلیہ کے ساتھ کیا حلال ہے حالانکہ حائضہ والی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ کے واسطے آزار سے اوپر تمام جائز ہے اور حائضہ کے ساتھ مل کر کھانے کا بھی تذکرہ فرمایا اور آگے حدیث بیان فرمائی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۲)

183 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْيَزَنِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ سَعْدِ الْأَعْطَشِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَائِدٍ الْأَزْدِيِّ قَالَ هِشَامٌ وَهُوَ ابْنُ قُرْطٍ أَمِيرُ حِمَاصَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ مِنْ أَمْرَاتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ فَقَالَ مَا فَوْقَ الْإِزَارِ وَالتَّعَفُّفُ عَنْ ذَلِكَ أَفْضَلُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَلَيْسَ هُوَ يَعْنِي الْحَدِيثَ بِالْقَوِيِّ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ایک شخص کے واسطے اپنی اہلی کے ساتھ کیا کیا حلال ہے حالانکہ حائضہ والی ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آزار سے اوپر حلال اور اس سے بچنا

افضل ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث قوی نہیں ہے۔ (الموطا: جز ۱ ص ۱۳۷)

تشریح:

مندی نجس ہے مگر اس سے غسل واجب نہیں ہوتا صرف وضو واجب ہے۔ پھر کے ساتھ صرف بول و براز میں استنجاء کیا جا سکتا ہے باقی خون، مٹی اور مندی وغیرہ کی نجاست کو پانی سے دھونا ضروری ہے۔ فتویٰ حاصل کرنے کے لئے کسی کو نائب بنانا جائز ہے اور جب یقینی اور قطعی خیر کو حاصل کرنا ممکن ہو تب بھی ظنی چیز پر اعتماد کرنا جائز ہے کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود سوال کرتے تو ان کو قطعی خبر حاصل ہوتی اس کے باوجود انہوں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے معلوم کرایا۔

سسرال والوں کے ساتھ حسن ادب کے ساتھ رہنا چاہئے اور ان کے سامنے بیوی سے استمتاع کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔

یہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

مندی آئمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک نجس ہے بخلاف فرقہ امامیہ کے روافض میں سے کہ وہ اس کو طاهر کہتے ہیں لفظ نفخ سے استدلال کرتے ہوئے۔

مگر ہم کہتے ہیں کہ لفظ نفخ تو دم حیض اور بول صبی کے متعلق بھی آیا ہے حالانکہ دم حیض بالاتفاق نجس ہے۔

☆ قوله قال لك مافوق الازار وذكر مواكلة الحائض ايضا

سوال یہ ہے کہ حائضہ عورت سے مباشرت کب جائز ہے اور کب نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اصل میں حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کرنے یا نہ کرنے کی تین اقسام ہیں۔

پہلی قسم تو یہ ہے کہ

حائضہ عورت کی فرج میں جماع کے ساتھ مباشرت کی جائے یہ قرآن مجید کی نص صریح، سنت صحیحہ اور اجماع مسلمین سے

حرام ہے۔

ہمارے اصحاب کرام نے فرمایا ہے کہ

اگر کوئی شخص حائضہ عورت کی فرج میں جماع کو حلال سمجھے تو وہ کافر مرتد ہو جائے گا اور اگر کوئی انسان اس کو حلال سمجھے بغیر

بھول یا جہالت سے حائضہ سے جماع کرے تو اس کا کوئی گناہ ہے نہ کفارہ ہے۔ اور اگر کسی شخص کو حیض اور مسئلہ کا علم ہو اور وہ عملاً

حائضہ سے فرج میں وطی کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس پر توبہ واجب ہے اور کفارہ کے وجوب کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ کا

زیادہ صحیح قول جدید، امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور جمہور سلف کا یہ قول ہے کہ اس پر کفارہ

واجب نہیں ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے قول ثانی جو قول قدیم اور قول ضعیف ہے کے مطابق اس پر کفارہ واجب ہے۔

حضرت سعید بن جبیر

حضرت حسن بصری

حضرت ابن عباس

حضرت اسحاق

حضرت اوزاعی

حضرت قتادہ

اور امام احمد رحمہ اللہ کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔

کفارہ کی مقدار میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: ایک غلام آزاد کرنا کفارہ ہے۔

اور بعض نے کہا: ایک دینار ہے۔

بعض نے کہا: نصف دینار ہے۔

ان کا استدلال اسی حدیث مبارکہ سے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں مقاربت کی وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔

یہ حدیث مبارکہ آئمہ حفاظ کے اتفاق سے ضعیف ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ

ناف سے اوپر گھٹنوں سے نیچے عورت کے جسم کے ساتھ مباشرت کی جائے اس کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹائے یا بوسہ دے یا

اس کو مس کرے یہ قسم تمام علماء کے اتفاق سے حلال ہے۔

اور شیخ ابو حامد السمرانی اور ایک جماعت کثیرہ نے نقل کیا ہے کہ

اس پر اجماع۔ نبی کریم ﷺ نے تہبند کے اوپر سے مباشرت کی تھی۔

تیسری قسم یہ ہے کہ

قبل اور دبر کے سوا ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ کے ساتھ مباشرت کی جائے ہمارے اصحاب کے اس میں تین قول

ہیں۔

1- یہ حرام ہے۔

2- حرام نہیں ہے مگر وہ تنزیہی ہے۔

3- اگر کسی شخص کو یہ اعتماد ہو کہ وہ فرج تک تجاوز نہیں کرے گا خواہ اس کی وجہ ضعف شہوت ہو یا شدت تقویٰ اس کے لئے

یہ جائز ہے اور جس کو یہ اعتماد نہ ہو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے۔ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور جمہور علماء کے نزدیک یہ مطلقاً حرام

ہے۔

اور حضرت عکرمہ حضرت مجاہد حضرت شعبی حضرت نخعی
 حضرت حکم حضرت ثوری حضرت اوزاعی حضرت امام احمد بن حنبل
 حضرت محمد بن الحسن حضرت اسحاق بن راہویہ حضرت ابو ثور حضرت ابن المنذر

اور داؤد ظاہری کے نزدیک یہ جائز ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جماع کے علاوہ ہر کام کرو اور نبی کریم ﷺ کا صرف تہبند کے اوپر سے مباشرت کرنا استحباب پر محمول ہے۔

اس تمام بحث کو علامہ نووی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

اگر حائض کے ایام مقرر ہیں اور اس سے کم وقت میں حیض منقطع ہو گیا تو اس کے شوہر کے لئے اس سے مباشرت جائز نہیں ہے۔

اگر حیض کم مدت میں منقطع ہو گیا تو شوہر کا اس سے اس وقت تک وطی کرنا جائز نہیں ہے جب تک وہ غسل نہ کرے۔

جو شخص حائضہ عورت سے حلال سمجھ کر مباشرت کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

جب اکثر مدت پوری ہونے کے بعد حیض منقطع ہو (یعنی دس دن کے بعد) تو شوہر کا اس کے ساتھ بغیر اس کے غسل کے

وطی کرنا جائز ہے اور غسل کرنے کے بعد وطی کرنا مستحب ہے۔ (رد المحتار: ج: ۱، ص: ۲۰۰)

قولہ سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عما یوجب الغسل الخ

سوال یہ ہے کہ غسل کب اور کن صورتوں میں واجب ہوتا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

امت کا اس پر اجماع ہے کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کے ساتھ انزال ہو یا نہ ہو۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ قول تھا کہ

غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے پھر ان میں سے بعض نے رجوع کر لیا اور بعد میں سب کا اس پر اجماع ہو گیا کہ

غسل صرف دخول سے واجب ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح احتلام سے بھی غسل واجب ہو جاتا ہے یا اگر کوئی شخص فرج میں دخول

کیے بغیر مباشرت کرے تو صرف انزال کے بعد غسل واجب ہوگا۔ اگر کوئی شخص عورت کی فرج یا دبر یا مرد کی دبر یا کسی جانور کی

فرج میں حشفہ (آلہ تاسل کا سر) غائب کر دے تو اس پر غسل واجب ہوگا خواہ جس میں دخول کیا ہے وہ زندہ ہو یا مردہ چھوٹا ہو یا

بڑا خواہ عدا ہو یا نسیانا اور اختیار ہو یا جبر ان صورتوں میں فاعل اور مفعول پر غسل واجب ہے مگر یہ کہ مفعول بہ غیر مکلف ہو اگر سمجھ دار بچہ یا بچی ہو تو وہ بچی ہوگا اور اس کے دلی کو اسے غسل کرنے کا حکم دینا چاہئے۔ یہ امام نووی رحمہ اللہ کا کلام ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اگر اپنے ظرف سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی مگر اس شخص نے اپنے آلہ کو زور سے پکڑ لیا کہ باہر نہ ہو سکی پھر جب شہوت جاتی رہی چھوڑ دیا اب منی باہر ہوئی تو اگرچہ باہر نکلنا شہوت سے نہ ہوا مگر چونکہ اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی لہذا غسل واجب ہو اسی پر عمل ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۱: ص ۱۰)

در مختار میں ہے: منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو سے نکلنا سبب فرضیت غسل ہے۔

(در مختار ج ۱: ص ۳۲۵)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: احتلام یعنی سوتے سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے منی یا ندی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غسل واجب ہے اگرچہ خواب یا ندہ ہو اور اگر یقین ہے کہ یہ نہ منی ہے نہ ندی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا ودی یا کچھ اور ہے تو اگرچہ احتلام یا ودی ہو اور لذت انزال خیال ہو غسل واجب نہیں اور اگر منی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور ندی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یا ندی نہیں تو غسل نہیں ورنہ ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۱: ص ۱۴، ۱۵)

اور در مختار میں ہے: اگر سونے سے پہلے شہوت تھی آلہ قائم تھا اب جاگا اور اس کا اثر پایا اور ندی ہونا غالب گمان ہے اور احتلام یا ندی نہیں تو غسل واجب نہیں جب تک اس کے منی ہونے کا ظن غالب نہ ہو اور اگر سونے سے پہلے شہوت ہی نہ تھی یا تھی مگر سونے سے قبل دب چکی تھی اور جو خارج ہوا تھا صاف کر چکا تھا تو منی کے ظن غالب کی ضرورت نہیں بلکہ محض احتمال منی سے غسل واجب ہو جائے گا یہ مسئلہ کثیر التوقع ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں اس کا خیال ضروری ہے۔

(در مختار ج ۱: ص ۳۳۱، ۳۳۳)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: کسی کو خواب ہو اور منی باہر نہ نکلی تھی کہ آنکھ کھل گئی اور آلہ کو پکڑ لیا کہ منی باہر نہ ہو پھر جب تنہا جاتی رہی چھوڑ دیا اب نکلی تو غسل واجب ہو گیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱: ص ۵۱۷)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: حشفہ یعنی سر ذکر کا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخل ہونا دونوں پر غسل واجب کرتا ہے۔ شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت، انزال ہو یا نہ ہو بشرطیکہ دونوں مکلف ہوں اور اگر ایک بالغ ہے تو اس بالغ پر فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں مگر غسل کا حکم دیا جائے گا مثلاً مرد بالغ ہے اور لڑکی نابالغ تو مرد پر فرض ہے اور لڑکی نابالغ کو بھی نہانے کا حکم ہے اور لڑکا نابالغ ہے اور عورت بالغ ہے تو عورت پر فرض ہے اور لڑکے کو بھی حکم دیا جائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۱: ص ۱۵)

در مختار میں ہے: عورت نے اپنی فرج میں انگلی یا جانور یا مردے کا ذکر یا کوئی چیز بڑیا مٹی وغیرہ کی مثل ذکر کے بنا کر داخل کی تو جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں اگر جن آدمی کی شکل بن کر آیا اور عورت سے جماع کیا تو حشفہ کے غائب ہونے سے غسل واجب ہو گیا آدمی کی شکل پر نہ ہو تو جب تک عورت کو انزال نہ ہو غسل واجب نہیں یونہی اگر مرد نے پری سے جماع کیا اور

وہ انسانی شکل میں نہیں بغیر انزال و جوب غسل نہ ہوگا اور شکل انسانی میں ہے تو صرف غیبت حشفہ سے واجب ہو جائے گا۔

(درمختار و رد المحتار: ج: 1، ص: 328 تا 335)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: کھڑے یا بیٹھے یا چلتے ہوئے سو گیا آنکھ کھلی تو ندی پانی غسل واجب ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 15)

قوله قال ابوداؤد رواه مفضل بن فضاله

یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ حضرت ہشام کے شاگردوں کا اختلاف بیان فرما رہے ہیں اور حضرت زہیر کی روایت میں ائمہ کا ذکر تھا مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس کو بیان فرما رہے ہیں جس طرح حضرت زہیر نے حضرت ہشام سے اس حدیث کو ائمہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اسی طرح مفضل اور سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ نے بھی ذکر کیا ہے آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں بخلاف محمد بن اسحاق کے کہ انہوں نے بھی ہشام سے اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے مگر انہوں نے ائمہ کا ذکر نہیں کیا۔

قوله قال هشام وهو ابن قوط امير حمص

یہ ضمیر عائد کی طرف راجع ہے یعنی عائد بیٹے ہیں قرط کے اور آگے چل کر امیر حمص میں دونوں احتمال ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ عبدالرحمن کی صفت ہو اور ہو سکتا ہے کہ عائد کی ہو۔

قال ابرداؤد و ليس هو بالقوى

بھومیر اسعد اعطش کی طرف راجع ہے جو سند میں مذکور ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس راوی کی تضعیف ہے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل وصلى الله عليه وسلم

بَابُ فِي الْإِثْسَالِ
دخول کے متعلق

پہلے وضو کے ٹوٹنے کے مسائل ذکر کیے جا رہے تھے اب یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ غسل کے وجوب ذکر فرما رہے ہیں۔

184 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ يَعْنَى ابْنُ الْحَارِثِ عَنِ
ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي بَعْضُ مَنْ أَرْضَى أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبِي بَنَ كَعْبٍ
أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ ذَلِكَ رُحْصَةً لِلنَّاسِ فِي أَوَّلِ
الْإِسْلَامِ لِقِلَّةِ الثِّيَابِ ثُمَّ أَمَرَ بِالْفُسْلِ وَلَهُى عَنْ ذَلِكَ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ يَعْنِي الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے اسلام کی ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کپڑوں کے کم

ہونے کی وجہ سے اس سے (دخول) رخصت مرحمت فرمائی تھی پھر غسل کرنے کا حکم دیا اور اس سے منع فرما دیا۔
امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: پانی سے پانی (یعنی غسل لازم) ہوگا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۴)

185 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الْبَزَازُ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ الْحَلَبِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي غَسَّانٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِي أَبِي بَنْ كَعْبٍ أَنَّ الْفُتَيَّا الَّتِي كَانُوا يَفْتُونَ أَنَّ الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ كَانَتْ رُخْصَةً رَخْصَهَا رَسُولُ اللَّهِ فِي بَدْءِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ أَمَرَ بِالْأَغْتِسَالِ بَعْدُ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو لوگ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ پانی نکلنے سے غسل لازم ہے تو یہ رخصت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی ابتداء رخصت عنایت فرمائی تھی پھر اس کے بعد غسل کا حکم فرما دیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۵)

186 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ الْفَرَاهِيدِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَشُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَعَدَ بَيْنَ شُعْبَيْهَا الْأَرْبَعِ وَالزَّقِ الْخِثَانِ بِالْخِثَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مرد عورتوں کی چاروں شعبوں کے درمیان بیٹھ جائے اور ختنہ سے ختنہ مل جائے تو غسل واجب ہو گیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ جز ۱ ص ۱۶۳ سنن ابن ماجہ جز ۲ ص ۲۶۲ سنن الصغیر للبیہقی جز ۱ ص ۱۱۱ معجم الاوسط جز ۳ ص ۳۶۳)

187 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ وَكَانَ أَبُو سَلَمَةَ يَفْعَلُ ذَلِكَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی نکلنے سے غسل ہے اور ابوسلمہ اس طرح کرتے تھے۔

(الموطا جز ۱ ص ۱۴۰)

تشریح:

اسلام کی ابتداء میں یہ حکم تھا کہ انزال ہونے سے غسل لازم آتا ہے مگر کچھ عرصے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا اور حکم فرما دیا گیا کہ جب مرد اور عورت کے ختنے مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے اگر انزال ہو یا نہ ہو جس طرح کہ اس مسئلہ کی بحث آئے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ

جماع بغیر انزال کے موجب غسل ہے یا نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

جمہور علماء، سلفاً، خلفاً، اربعہ، حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آئمہ اربعہ کے نزدیک موجب غسل ہے۔ اور دواؤد ظاہری کے نزدیک نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں انصار کی ایک جماعت الماء من الماء کے پیش نظر دخول میں غسل کی قائل نہ تھی۔ جیسا کہ

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

مگر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے رجوع ثابت ہے اور مہاجرین کی ایک جماعت نسل کی قائل تھی ان کے پیش نظر اذا لتقی الختان الخ والی حدیث مبارکہ تھی۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں اس مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی یہ دونوں جماعتیں آپس میں اختلاف کر رہی تھیں۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انتم اهل بدر الاختیار فکیف بمن بعدکم تم اتنے بڑے بڑے اہل بدر جب اس مسئلہ میں اختلاف کر رہے ہو تو بعد والوں کا کیا حال ہوگا۔ تو اس پر انہوں نے عرض کیا:

اے امیر المؤمنین! اگر آپ رضی اللہ عنہ اس مسئلہ کی صحیح تحقیق چاہتے ہیں تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا سے معلوم فرمائیں۔ پھر انہوں نے پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک شخص بھیجا مگر انہوں نے لاعلمی کا اظہار فرمایا اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں قاصد بھیجا۔

تو انہوں نے فرمایا: اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل یعنی جب ختنے سے ختنہ مل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کے مطابق فیصلہ فرمادیا اس واقعہ کی تخریج امام طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں کی ہے۔

قوله الماء من الماء الخ

جمہور کی طرف سے الماء من الماء کے کئی جواب دیئے گئے ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ

یہ حدیث منسوخ ہے جس طرح کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آرہا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث محمول ہے مباشرت فی غیر الفرج پر اور اس صورت میں غسل سب کے نزدیک انزال ہی پر موقوف ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

الماء من الماء كوعام رکھا جائے حقیقی یا حکمی پر پس ایلا ج ماء حکمی ہے یعنی انزال کے حکم میں ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی توجیہ جس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث مبارکہ احتلام پر محمول

یعنی جماع کی دو قسمیں ہیں:

1- جماع في اليقظة · 2- جماع في النوم

پہلی صورت میں اذا لتقی الختان الختان والی حدیث پر عمل ہوگا۔

دوسری صورت میں الماء من الماء پر عمل ہوگا۔

لہذا احتلام میں بغیر انزال کے بالا اتفاق غسل واجب نہیں ہوتا یہ ایک بہت اچھی توجیہ ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اس کو اختیار فرمایا ہے اور انہوں نے اس سلسلہ میں یہ باب قائم فرمایا ہے۔

باب الذى يحتلم ولا يزيل الماء

☆ قوله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الماء من الماء.

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الماء الماء فی الاحتلام

یعنی یہ حکم احتلام کے بارے میں ہے۔ لہذا جب احتلام ہو گیا اور تری دیکھی تو غسل واجب ہو جائے گا اور اگر خواب میں احتلام دیکھا اور جاگنے پر اس کا اثر نہ پایا تو اب غسل واجب نہیں۔

فتاویٰ ہند یہ میں ہے: احتلام یعنی سوتے سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے منی یا مزی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غسل واجب ہے اگرچہ خواب یا دنہ ہو اور اگر یقین ہے کہ یہ نہ منی ہے نہ مزی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا ودی یا کچھ اور ہے تو اگرچہ احتلام یا دھواور لذت انزال خیال میں ہو غسل واجب نہیں اور اگر منی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مزی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یا نہیں تو غسل نہیں ورنہ ہے اگر احتلام یا دھواور اس کا کوئی اثر کپڑے وغیرہ پر نہیں غسل واجب نہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 14، 15)

رات کو احتلام ہوا جاگا تو کوئی اثر نہ پایا وضو کر کے نماز پڑھ لی اب اس کے بعد منی نکلی غسل اب واجب ہوا اور وہ نماز ہو

گئی۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 15)

عورت کو خواب ہوا تو جب تک منی فرج داخل سے نہ نکلے غسل واجب نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 15)

مرد و عورت ایک چار پائی پر سوئے بعد بیداری بستر پر منی پائی گئی اور ان میں ہر ایک احتلام کا منکر ہے احتیاط یہ ہے کہ بہر حال دونوں غسل کریں اور یہی صحیح ہے۔ (در مختار و رد المحتار: ج: 1، ص: 333)

قوله قال اذا قعد بين شعبها الاربع والزق الختان بالختان فقد وجب الغسل جب مرد و عورت کی دونوں رانوں اور دونوں پنڈلیوں کے درمیان میں بیٹھ جائے اور ختنہ سے ختنہ مل جائے تو غسل واجب ہو جائے گا۔

اس سے مراد حشفہ داخل کرنا ہے چاہے انزال ہو یا نہ ہو غسل واجب ہو جائے گا۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

حشفہ یعنی سر ذکر کا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخل ہونا دونوں غسل واجب کرتا ہے، شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے ہو انزال ہو یا نہ ہو بشرطیکہ دونوں مکلف ہوں اور اگر ایک بالغ ہے تو اس بالغ پر فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں مگر غسل کا حکم دیا جائے گا مثلاً مرد بالغ ہے اور لڑکی نابالغ ہو تو مرد پر فرض ہے اور لڑکی نابالغہ کو بھی نہانے کا حکم ہے اور لڑکا نابالغ اور عورت بالغہ ہے تو عورت پر فرض ہے اور لڑکے کو بھی حکم دیا جائے گا۔ اگر حشفہ کاٹ ڈالا ہو تو باقی عضو تناسل میں اگر حشفہ کی قدر داخل ہو گیا جب بھی وہی حکم ہے جو حشفہ داخل ہونے کا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 15)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي الْجُنُبِ يَعُودُ

جنبی کے دوبارہ مباشرت کرنے کے متعلق

یہ باب جنبی کے دوبارہ مباشرت کے احکام کے بارے میں ہے۔

188 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُضَلٍ وَاحِدٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَكَذَا رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ وَمَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ وَصَالِحُ بْنُ أَبِي الْأَخْضَرِ عَنِ الزُّهْرِيِّ كُلُّهُمْ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی دن اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ایک ہی غسل

میں ہوا کرتے تھے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہشام بن زید نے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ اور معمر، قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور صالح بن ابی الاخضر نے زہری سے ان تمام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۸۸)

تشریح:

اگر کوئی شخص ایک بار جماع کرنے کے بعد دوبارہ جماع کرنا چاہے تو درمیان میں غسل کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ

بالاتفاق ضروری نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اولیٰ ہے البتہ درمیان میں وضو کرنا جس طرح کہ اگلے باب میں آ رہا ہے اس میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء اربعہ کے نزدیک دوبارہ جماع کرنے پر وضو کرنا یعنی وضو بین الجماعین مستحب ہے۔ داؤد ظاہری ابن حبیب مالکی کے نزدیک واجب ہے اور امام یوسف رحمہ اللہ سے عدم استحباب منقول ہے انہوں نے اس سلسلے میں جو امر وارد کیا ہے اس کو اباحت پر محمول کیا ہے کیونکہ وضو عبادت کے لئے مشروع ہے نہ کہ قضاء شہوت کے لئے مگر ان کی یہ تعلیل حدیث مبارکہ کے خلاف ہے۔

قوله عن انس رضي الله عنده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم طاف ذات يوم على نسائه في غسل واحد

یعنی ایک بار رسول اللہ ﷺ رات میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے گئے تو تمام سے مقاربت فرمائی اور ایک بار غسل فرمایا۔ اور بعض روایات میں ہے۔

وهن تسع

اور بعض روایات میں گیارہ کا ذکر بھی ہے جس طرح کہ بخاری شریف میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

نبی کریم ﷺ رات اور دن کے کسی ایک حصہ میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جاتے تھے اور وہ گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔

راوی نے فرمایا ہے کہ

میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ

کیا رسول اللہ ﷺ اس کی طاقت رکھتے تھے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم یہ کہتے تھے کہ

آپ ﷺ کو تیس مردوں کی قوت عطا فرمائی گئی ہے۔

(صحیح بخاری: ج: ۱، ص: ۴۱)

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے حسب ترتیب نکاح درج ذیل ہیں:

۱- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

۲- حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

۴- حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

۵- حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

۶- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

۷- حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

۸- حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

۹- حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

۱۰- حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا

۱۱- حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

یہ کل گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہوئیں جن سے آپ ﷺ کا استمتاع ثابت ہے اور بعض علماء کرام نے حضرت ریحانہ بنت عمر رضی اللہ عنہا یا بنت زید کو بھی ازواج میں شمار کیا ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

یہ ازواج میں سے نہیں بلکہ آپ ﷺ کی سریہ یعنی کنیز تھیں چنانچہ دو کنیزیں آپ ﷺ کی مشہور ہیں۔

۱- حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

۲- حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا

ان گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے دو یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وفات پائی اور باقی نو آپ ﷺ کی وفات کے وقت میں بھی موجود تھیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت جو ذکر کی ہے اسی میں نو ازواج کا ذکر ہے ان میں تطبیق یوں ہے کہ

اس وقت نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں اور دو باندیاں تھیں۔

2- حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا

۱۔ حضرت ماریہؓ

یہ فعل صرف آپ ﷺ کی آخری عمر میں متصور ہو سکتا ہے جب آپ ﷺ کے عقد میں نوازواج اور دو باندیاں تھیں اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ ﷺ کے عقد میں گیارہ ازواج مطہرات ﷺ جمع بھی ہوئی ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے کل گیارہ ازواج مطہرات ﷺ سے نکاح فرمایا۔

آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

پھر حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

پھر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

پھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

پھر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

یہ وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مبارک بھی ہوا۔ اور رخصتی بھی ہوئی اور ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شب زفاف گزارنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ تفصیل قول مشہور کے مطابق ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا کی تعداد، ان کی ترتیب اور ان میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے فوت ہوئیں اور جو بعد میں فوت ہوئیں جن سے دخول فرمایا اور جن سے دخول نہیں فرمایا اور جن کو پیغام دیا اور نکاح نہیں فرمایا اور جنہوں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا ان کے متعلق کافی اختلاف ہے۔

جن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح اور رخصتی ہوئی ان کی ترتیب اور اسماء درج ذیل ہیں۔

1- حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

2۔ حضرت سودا بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

3- حضرت عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا

4۔ حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا

5- حضرت ام سلمہ ہند بنت امیہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہا

6- حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

7- حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

8- حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

9- حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا

یہ بنو قریظہ سے تھیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

بنو نضیر سے تھیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کے پاس 6ھ میں قید ہو کر آئی تھیں آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ جب آپ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو یہ وصال فرمائی گئیں اور آپ ﷺ کو بقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔

10- حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا

11- حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا

یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں، غزوہ خیبر میں قید ہوئیں اور نبی کریم ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

12- حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

نبی کریم ﷺ نے ان سے ذوالقعدہ 7 ہجری میں عمرۃ القضاۃ کے موقع پر مکہ مکرمہ سے دس میل دور سرف کے مقام سے نکاح فرمایا اور رخصتی بھی ہوئی اور جن سے صرف نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی اور جن کو نکاح کا پیغام دیا اور نکاح نہیں ہوا۔

1- حضرت ریحانہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

ان کا ذکر ہو گیا ہے۔

2- حضرت کلابیہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام عمرہ بنت زید یا عالیہ بنت طہیان ہے۔

حضرت زہری نے فرمایا کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت عالیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا رخصتی بھی ہوئی اور آپ ﷺ نے طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ رخصتی کے بغیر طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ فاطمہ بنت الضحاک ہیں۔

زہری نے فرمایا: آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا انہوں نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی تو آپ ﷺ نے ان کو طلاق

دے دی۔

3- اسماء بنت النعمان

آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا اور ان کو طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے پناہ مانگی تھی۔

4- قیلہ بنت قیس۔

ان کے بھائی نے ان کا آپ ﷺ سے نکاح کیا۔ آپ ﷺ کے بعد یہ اور ان کا بھائی دونوں مرتد ہو گئے۔

5- ملکیہ بن کعب

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی تھی۔

6- حضرت اسماء بنت الصلت اسلمیہ۔

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا اور رخصتی سے پہلے یہ فوت ہو گئیں۔

7- ام شریک ازدیہ۔

نبی کریم ﷺ نے رخصتی سے پہلے ان کو طلاق دے دی تھی۔

انہوں نے خود کو نبی کریم ﷺ کے لئے ہبہ کیا تھا اور یہ ایک نیک خاتون تھیں۔

8- خولہ بنت ہذیل۔

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا تھا مگر یہ آپ ﷺ تک پہنچنے سے قبل فوت ہو گئیں۔

9- شراف بنت الخالد۔

یہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا اور رخصتی نہیں ہوئی یہ آپ ﷺ سے پہلے

فوت ہو گئیں۔

10- لیلیٰ بنت الخطیم

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا پھر انہوں نے علیحدگی طلب کی آپ ﷺ نے ان کو الگ کر دیا۔

11- عمرہ بنت معاویہ الکندیہ

ان تک پہنچنے سے قبل نبی کریم ﷺ دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے۔

12- جندعیہ بنت جندب

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی۔

13- غفاریہ

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا پھر ان کے پہلو میں سفیدی دیکھی اور ان کو الگ کر دیا۔

14- ہند بنت ینعہ

ان کے ساتھ رخصتی نہیں ہوئی۔

15 صفیہ بنت بشامہ

یہ نبی کریم ﷺ کی قید میں تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کو اختیار عطا فرمایا تو انہوں نے اپنے خاوند کو اختیار کر لیا۔

16- حضرت ام ہانی قاخۃ بنت ابی طالب

نبی کریم ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا۔

انہوں نے کہا: میں مصیبت زدہ ہوں اور اپنا عذر پیش کیا آپ ﷺ نے ان کا عذر قبول کر لیا۔

17- ضباعہ بنت عامر

آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر آپ ﷺ کو معلوم ہوا یہ متکبرہ ہیں تو آپ ﷺ نے ارادہ ترک کر دیا۔

18- حمزہ بنت عون مزنی

آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا۔

ان کے والد نے کہا: ان میں عیب ہے حالانکہ عیب نہ تھا۔

پھر جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کو برص ہو گیا۔

19- سودہ قرشیہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ اس وقت مصیبت زدہ تھیں انہوں نے معذرت کر لی آپ ﷺ نے ان کے

لئے دعا کی اور رشتہ ترک کر دیا۔

20- امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب

ان کو آپ ﷺ پر پیش کیا گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

21- عذہ بنت ابوسفیان بن حرب

ان کی بہن حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) نے ان کو پیش کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان کی بہن یعنی حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) میرے نکاح میں ہیں اس لیے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں۔

22- کلثمہ

نبی کریم ﷺ نے ان کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا انہوں نے ناپسند کیا تو آپ ﷺ نے ارادہ ترک کر دیا۔
23- عرب کی ایک خاتون ان کا نام معلوم نہیں ہوا آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر ترک کر دیا۔

24- درۃ بنت ام سلمہ

آپ ﷺ کو ان کی پیش کش کی گئی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ میری رضائی بھتیجی ہیں۔

25- امیمہ بنت شراحیل۔

صحیح بخاری میں ان کا ذکر ہے۔

26- حبیبہ بنت سہل الانصاریہ

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کا ارادہ فرمایا پھر ترک فرما دیا۔

27- فاطمہ بنت شریح

ابو عبیدہ نے ان کا نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں ذکر کیا ہے۔

28- حضرت عالیہ بنت ظبیان

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا یہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں پھر آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

(عمدة القاری: ج: 3، ص: 215 و 217)

بہر حال جو امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کے پاس تھیں آپ ﷺ ایک ہی رات میں ان سب کے پاس تشریف لے گئے اور سب سے مقاربت فرمائی۔

آپ ﷺ کو دوسرے مردوں سے زیادہ طاقت عطا فرمائی گئی بلکہ ایک روایت میں ہے۔

آپ ﷺ کو تین مردوں کی طاقت عطا فرمائی گئی تھی۔

اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اعطی قوۃ اربعین رجلا

یعنی آپ ﷺ کو چالیس مردوں کی قوت عطا فرمائی گئی۔

اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

آپ ﷺ کو رجال جنت میں سے چالیس مردوں کی طاقت ہوئی تھی۔

ترمذی میں حضرت زید بن ارقم اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رجال جنت میں سے ہر شخص کو سو مردوں کی

طاقت عطا کی جائے گی اور چالیس کو سو میں ضرب دینے سے چار ہزار بن جاتے ہیں گویا کہ آپ ﷺ کو چار ہزار مردوں کی طاقت عطا فرمائی گئی تھی۔

یہاں پر ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ

اقل قسمۃ ایک شب ہے تو پھر ایک شب میں ہر ایک کے پاس آپ ﷺ کی طرح تشریف لے گئے۔
تو اس کا جواب یہ ہے کہ

پہلے تو یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ آپ ﷺ پر قسم یعنی عدل بین الزوجات واجب تھا یا نہیں اگر واجب نہیں تھا پھر تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر واجب تھا تو پھر مختلف جواب دیئے گئے ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ

کان ذالک برضاہن

یعنی صاحبۃ النوبۃ (جس کی باری تھی) اس کی رضامندی سے آپ ﷺ نے اس طرح کیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

کہا گیا ہے کہ

یہ واقعہ سفر حجۃ الوداع کا ہے چنانچہ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اسی سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھیں آپ ﷺ ظہر کی نماز ادا فرما کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور عصر ذوالحلیفہ میں پہنچ کر ادا فرمائی جو میقات اہل مدینہ منورہ ہے اور وہاں ایک رات قیام فرمایا اگلے روز بعد الظہر احرام باندھ کر وہاں سے روانہ ہوئے تو اس شب میں آپ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے مقاربت فرمائی اور صبح کی نماز سے پہلے غسل جنابت فرمایا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

کان ذالک عند قدومہ من سفر

یعنی کسی سفر سے واپسی میں ابتداء دور سے پہلے آپ ﷺ نے اس طرح کیا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

علامہ ابن البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دن اور رات میں ایک ساعت ایسی عطا فرمائی تھی جس میں کسی زوجہ کا حق نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کو اس میں اختیار تھا جس کے پاس چاہیں جاسکتے ہیں اور صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساعت بعد العصر تھی

اور اگر اس میں موقع نہ ملتا تو بعد المغرب۔

باقی رہا یہ کہ آپ ﷺ ایک غسل سے تمام ازواج مطہرات ٹیٹھٹھا کے پاس جاتے تھے تو اس میں کئی احتمال ہیں۔ ایک احتمال تو یہ ہے کہ

آپ ﷺ درمیان میں وضو کر لیا کرتے تھے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

بیان جواز کے لئے وضو کو ترک فرما دیا کرتے تھے۔

☆ قال ابو داؤد وھکذا رواہ ہشام

مصنف رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی تقویت کے لئے اس کے چند طرق اور ذکر فرما رہے ہیں۔ متن میں جو روایت مذکور ہے اس کو روایت کرنے والے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حمید طویل ہیں۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

اس حدیث مبارکہ کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے حمید کے علاوہ ہشام بن زید، قتادہ اور زہری رضی اللہ عنہم بھی ہیں چونکہ یہ سب طرق مصنف رحمہ اللہ نے مکمل سند سے بیان نہیں فرمائے اس لیے ان سب کو تعلیقات کہا جائے گا اب یہ کہ یہ روایات موصولاً کس کتاب میں ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ ہشام کی روایت مسلم میں اور ابن ماجہ میں حضرت قتادہ، زہری کی روایات موجود ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلى اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوءِ لِمَنْ ارَادَ اَنْ يَّعُوْدَ

جو دوبارہ مباشرت کا ارادہ رکھے وضو کرے

اس باب میں جماع کرنے کے بعد دوسری باری جماع کرنے کے متعلق حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

189 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَمَّتِهِ سَلَمَى عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ يَغْتَسِلُ عَنْدهُ هَذِهِ وَعِنْدَ هَذِهِ قَالَ قُلْتُ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَجْعَلُهُ غُسْلًا وَاحِدًا قَالَ هَذَا أَزْكَى وَأَطْيَبُ وَأَطْهَرُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدِيثُ أَنَسٍ أَصَحُّ مِنْ هَذَا

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن اپنی جملہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف

لے گئے، اس ایک سے فراغت کے بعد غسل فرماتے۔ اس طرح دوسری سے (فراغت کے بعد غسل فرماتے) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ایک ہی دفعہ غسل کیوں نہیں فرمالتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ازکی، اطیب اور اطہر ہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: حدیث انس رضی اللہ عنہ اس سے اصح ہے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۴)

190 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ثُمَّ بَدَأَ لَهُ أَنْ يُعَاوِدَ فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا وَضُوءًا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ کے پاس چلا گیا پھر دوبارہ جانا چاہے تو دونوں کے درمیان وضو کر لے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۸۱)

تشریح:

☆ قال ابوداؤد حدیث اصح من هذا

اس عبارت میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ حدیث حضرت انس کو ترجیح دے رہے ہیں جس میں ایک غسل کا بیان ہے اور حضرت ابورافع میں ہر جماع کے ساتھ الگ الگ غسل کا بیان ہے۔ اس طرح اس تعارض کو دفع کیا مگر اکثر علماء کے نزدیک یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں ایک واقعہ میں ایک غسل آخر میں کیا جس طرح کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ میں اور دوسرے واقعہ میں الگ الگ غسل کیا جس طرح حدیث ابورافع میں ہے۔ تو یہاں پر تعدد غسل زیادہ ثواب والا ہے اور اس میں ظاہر و باطن کی طہارت ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ جو حدیث انس رضی اللہ عنہ گزری ہے وہ اس ثانی حدیث کے مقابلے میں واضح ہے لہذا یہ ثانی حدیث مرجوح اور پہلی حدیث راجح ہوئی۔

قوله فليتوضا بينهما وضوءا

اس حدیث مبارکہ میں دو جماع کے درمیان وضو کرنے کا حکم ہے ظاہر یہ اور ابن حبیب مالکی کے نزدیک وجوب کے لئے اور جمہور کے نزدیک استحباب کے لئے ہے۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ

ظہاوی شریف میں ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

كان النبي صلى الله عليه وسلم يجامع ثم يعوّد ولا يتوضا

داؤد ظاہری کی دلیل یہ ہے کہ

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اذا اتی احکم اہلہ ثم بدالہ ان یعاد فلیتوضا بینہما وضوءاً

اور یہ امر وجوب کے لئے ہے۔

تو ہم نے اس کا یہ جواب دیا کہ

مستدرک حاکم میں اس روایت میں یہ زیادتی بھی ہے۔

انہ الشط للعود

یہ علت کا بیان ہے لہذا حکم استحبابی ہے۔

اس میں کوئی شرعی مصلحت نہیں بلکہ آدمی کی اپنی ذاتی اور طبعی مصلحت کے واسطے ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْجُنُبِ يَنَامُ

جنبی کی حالت میں سونا

اس باب میں جنبی کے سونے میں وضو کرنے اور شرم گاہ کو دھونے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

191 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا کہ رات کو جنبی کی حالت میں ہوتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: وضو کرو اور اپنے ذکر کو دھوؤ پھر سو جایا کرو۔

(سنن الکبریٰ للبخاری، جز ۱ ص ۱۲۰، الموطا، جز ۱ ص ۲۷، سنن البیہقی، الکبریٰ، جز ۱ ص ۱۹۹، سنن النسائی، جز ۱ ص ۴۲۹)

تشریح:

جنبی کے لئے سونے سے پہلے جمہور علماء ائمہ اربعہ کے نزدیک وضو مستحب ہے اور داؤد ظاہری اور ابن حبیب مالکی کے نزدیک واجب ہے۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ

باب الجنب يؤخر الغسل میں روایت ہے کہ

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم نيام وهو جنب من غير أن يمس ماءً
اگر وضو واجب ہوتا تو آپ ﷺ پانی کو ہاتھ لگائے بغیر کیسے سو جاتے؟

داؤد ظاہری کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب کی حالت میں مسئلہ پوچھا:

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

توضا و اغسل ذکر ثم نم

اس میں امر ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے۔

تو ہم نے اس کا یہ جواب دیا کہ

یہاں امر استحبابی ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ

ابن حبان میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے۔

میں نے پوچھا کہ

جنبی آدمی بغیر غسل کے سو سکتا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نعم ويتوضا ان شاء

جس سے ثابت ہوا کہ امر استحبابی ہے وجوبی نہیں لہذا وضو کرنا سونے سے پہلے مستحب ہے۔

جنابت کے بعد سونے سے پہلے جو غسل کیا جاتا ہے اس کی حکمت کے بیان میں بعض علماء شافعیہ نے کہا ہے کہ تاکہ حدث
میں تخفیف ہو۔

علامہ مازری مالکی نے کہا: تاکہ وہ طہارت پر سوئے اگر اس دوران موت آجائے تو طہارت پر موت آئے۔

مازری نے کہا: اس قیاس پر حاکضہ کو بھی سونے سے پہلے وضو کر لینا چاہئے۔

اور علماء شافعیہ نے کہا کہ

حاکضہ کے وضو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل وصلى الله عليه وسلم

بَابُ الْجُنُبِ يَأْكُلُ

جنبی ہونے کی حالت میں کھانا

اس باب میں جنبی ہونے کی حالت میں کھانا کھانے کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

192 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ يَدَيْهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ فَجَعَلَ قِصَّةَ الْأَكْلِ قَوْلَ عَائِشَةَ مَقْصُورًا وَرَوَاهُ صَالِحُ بْنُ أَبِي الْأَخْضَرِ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَمَا قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ عَنْ عُرْوَةَ أَوْ أَبِي سَلَمَةَ وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب جنبی ہونے کی حالت میں نبی کریم ﷺ آرام فرمانا چاہتے تو نماز جیسا وضو فرماتے تھے۔ یونس بن زہری سے اسی معنی اور اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ جنبی ہونے کی حالت میں کھانا تناول فرمانے کا قصد فرماتے تو اپنے مقدس ہاتھوں کو دھوتے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت یونس رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے جو ابن وہب نے کھانے کے بارے میں فرمایا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے اور اس کو صالح بن ابی الاحضر نے زہری سے ابن مبارک کی طرح روایت کیا مگر انہوں نے عروہ یا ابوسلمہ سے روایت فرمایا۔ اوزاعی، یونس اور زہری نے نبی کریم ﷺ سے ابن مبارک کی طرح روایت کیا ہے۔

(معجم الاوسط ج ۵، ۱۶۹، السنن الکبریٰ للنسائی، ج ۴، ص ۱۹۸)

تشریح:

ہمارے اصحاب نے اس کی تصریح کی ہے کہ جنبی کا وضو سے پہلے کھانا پینا اور جماع کرنا مکروہ ہے اور یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ وضو واجب نہیں ہے امام مالک اور جمہور کا بھی یہی قول ہے مگر مالکیہ اور داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ

یہ وضو واجب ہے۔

☆ حدثنا محمد بن الصباح قوله زاد و اذا اراد ان ياكل
زاد کی ضمیر یونس کی جانب راجع ہے پہلی سند میں زہری کے شاگرد سفیان تھے اور اس میں یونس ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ کو سفیان نے جب زہری سے نقل کیا تو انہوں نے صرف وضو سونے کے وقت کا ذکر کیا اور یونس نے
جب اس کو ان سے نقل کیا تو انہوں نے کھانے کا بھی ذکر کیا کہ آپ ﷺ کھانے سے پہلے صرف غسل یدین فرماتے تھے۔

☆ قال ابو داؤد و رواه ابن وهب عن يونس فجعل قصه الاكل قول عائشة مقصورا .

یہاں سے مصنف رحمہ اللہ یونس کے شاگردوں کا اختلاف بیان کر رہے ہیں۔ یونس کے شاگرد پہلی سند میں ابن المبارک
تھے اس دوسری سند میں ابن وهب ہیں ان دونوں کی روایت میں فرق یہ ہے کہ ابن المبارک نے یونس سے مسئلہ کھانا کھانے اور
سونے دونوں کو مرفوعاً روایت کیا اور ابن وهب نے مسئلہ سونے کو تو مرفوعاً ہی ذکر کیا اور مسئلہ کھانا کھانے کو موقوفاً حضرت علی اور
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا۔

☆ و رواه الاوزاعي عن يونس عن الزهري عن النبي صلى الله عليه وسلم
اس کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ زہری براہ راست نبی کریم ﷺ سے روایت کر رہے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کو
زہری بسند حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ کی غرض اس سے بھی ابن المبارک ہی کی تائید ہے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ قَالَ يَتَوَضَّأُ الْجُنُبُ

جنبی کے وضو کے متعلق

یہ باب جنبی کے سونے سے پہلے وضو کرنے کے متعلق ہے۔

193 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ
عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ تَوَضَّأَ تَعْنِي وَهُوَ جُنُبٌ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب آرام فرماتے یا کھانے کا قصد کرتے تو وضو فرما لیتے جبکہ
آپ ﷺ جنبی ہوتے۔

(سنن النسائي 'جز ١' ص ٢٢٠ صحیح ابن خزیمہ 'جز ١' ص ١٠٤ سنن دارمی 'جز ٢' ص ١٣٤ السنن الکبریٰ للنسائی 'جز ١' ص ١٢٠)

194 - حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا عَطَاءُ الْخُرَّاسَانِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِلْجُنُبِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ أَوْ نَامَ أَنْ يَتَوَضَّأَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ بَيْنَ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ وَعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ رَجُلٌ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَابْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو الْجُنُبِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ تَوَضَّأَ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جنبی کو رخصت عطا فرمائی کہ جس وقت کھائے یا پیے یا سوئے تو وضو کر لے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: یحییٰ بن یعمر اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے درمیان اس حدیث میں کوئی شخص ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمرو بن عاص اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنبی جس وقت کھانے کا قصد کرے تو وضو کر لے۔

(شرح السنۃ للبخاری جز ۱ ص ۲۱۴ سنن ترمذی جز ۲ ص ۵۱۱)

تشریح:

☆ ایک ہی سلسلے میں تین باب ذکر کیے گئے اور یہ تیسرا باب ہے مصنف رحمہ اللہ نے پہلے باب اور اس کی حدیث مبارکہ سے سونے کے وقت جنبی کے وضو کو ثابت کیا ہے اس کے بعد دو باب کھانے کے وقت وضو سے متعلق ہیں۔ جن میں پہلے سے مصنف رحمہ اللہ نے یہ ثابت فرمایا کہ آپ ﷺ نے کھانے کے وقت ہاتھوں کے دھونے پر اکتفا فرمایا اور اس دوسرے باب سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ سے کھانے کے وقت حالت جنابت میں وضو کرنا بھی ثابت ہے جس طرح کہ اس باب کی حدیث مبارکہ سے معلوم ہو رہا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي الْجُنُبِ يُؤَخِّرُ الْغُسْلَ
جنبی کا غسل دیر سے کرنے کے متعلق

یہ باب جنبی کے غسل دیر سے کرنے کے احکام میں ہے۔

195 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مَعْتَمِرٌ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا حَدَّثَنَا بُرْدُ بْنُ سِنَانٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيْبٍ عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قُلْتُ

لِعَائِشَةَ أَرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ أَوْ فِي آخِرِهِ قَالَتْ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فِي آخِرِهِ قُلْتُ اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً قُلْتُ أَرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِرُ أَوَّلَ اللَّيْلِ أَمْ فِي آخِرِهِ قَالَتْ رُبَّمَا أَوْتَرَفِي أَوَّلَ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا أَوْتَرَفِي فِي آخِرِهِ قُلْتُ اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً قُلْتُ أَرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقُرْآنِ أَمْ يَخْفُضُ بِهِ قَالَتْ رُبَّمَا جَهَرَ بِهِ وَرُبَّمَا خَفَتْ قُلْتُ اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً

عقیف بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے اول پہر میں غسل فرماتے ہوئے دیکھا ہے یا آخری پہر میں دیکھا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کبھی رات کے اول پہر کبھی آخری پہر میں غسل فرمالتے۔ میں نے اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی کہ جس نے اس معاملے میں آسانی پیدا فرمائی۔ میں نے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ رضی اللہ عنہا نے رات کے اول پہر یا آخری پہر وتر پڑھتے ملاحظہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کبھی رات کے اول پہر پڑھتے کبھی آخری پہر پڑھتے۔ میں نے اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی کہ جس نے اس معاملہ میں آسانی فرمائی۔ میں نے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ رضی اللہ عنہا نے بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا یا آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کبھی بلند آواز سے تلاوت فرماتے اور کبھی آہستہ آواز سے تلاوت فرماتے۔ میں نے اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی کہ جس نے اس معاملہ میں آسانی پیدا فرمائی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۹۵)

196 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ أَبِي ذُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَجِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رحمت کے فرشتے تصویر، کتا اور جنبی کے گھر میں داخل نہیں ہوں گے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۱۳۸ مستدرک جز ۱ ص ۲۷۸)

197 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ

کرانا کاتبین وہ بیت الخلاء اور جماع کے علاوہ انسان سے کسی وقت جدا نہیں ہوتے۔ جس طرح کہ ایک حدیث مبارکہ میں ہے۔

اگرچہ اس کی سند ضعیف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ملائکہ سے رحمت اور استغفار کے ملائکہ مراد ہیں اور بیت سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں کوئی شخص سکونت پذیر ہو خواہ وہ بیت ہو یا خیمہ ہو۔

بعض علماء کرام نے کہا: کتے سے بھی عموم مراد ہے یعنی کسی قسم کا بھی کتا ہو فرشتے نہیں آتے۔

علامہ قرطبی اور علامہ نووی کا اس طرف میلان ہے۔

اور علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ

اس سے وہ کتے مستثنیٰ ہیں جن کو رکھنے کی اجازت ہے مثلاً شکار کا کتا اور کھیت اور مویشیوں کی حفاظت کا کتا۔

کتے کے سبب سے فرشتے کیوں داخل نہیں ہوتے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اکثر نجاست کھاتا ہے مگر ان میں سے کوئی وجہ بھی صحیح نہیں کیونکہ خنزیر کے نجس ہونے کے متعلق قرآن مجید میں تصریح ہے اور بعض دیگر حیوانات بھی نجس ہیں مگر کتے کے علاوہ اور کسی کی وجہ سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے اس سے مراد جاندار کی وہ تصویر ہے جس کا سر نہ کاٹا گیا ہو یا وہ تصاویر ذلت کے ساتھ زمین پر پڑی ہوئی نہ ہوں۔

(فتح الباری: ج 22، ص 69)

اب سوال یہ ہے کہ

تصویر بنانے اور رکھنے کے متعلق کیا حکم ہے تو اس میں اختلاف ہے۔

حنابلہ کا نظریہ یہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے درختوں کی تصویریں اور بے جان چیزوں کے نقوش دیکھے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ نقوش کپڑوں میں نقش و نگار کے حکم میں ہیں اور اگر جاندار چیزوں کی تصویریں کسی ایسی جگہ ہوں جو پیروں کے نیچے روندی جاتی ہوں یا ان پر ٹیک لگائی جاتی ہو جیسے چادر اور گدے میں تو کوئی حرج نہیں ہے اگر ان کے علاوہ کسی اور جگہ تصویریں ہوں مثلاً پردوں اور دیواروں پر تو اگر ان کو مٹا سکتا ہو تو مٹا کر بیٹھ جائے ورنہ اٹھ کر چلا جائے اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے۔

علامہ ابن عبد البر مالکی نے کہا: حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سالم، حضرت عروہ، حضرت ابن سیرین، حضرت عطاء

حضرت عکرمہ بن خالد اور حضرت سعید بن جبیر کا یہی نظریہ ہے۔

امام شافعی کا بھی یہ نظریہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نصب کی ہوئی اور بچھائی ہوئی تصویروں کو مکروہ کہتے تھے۔ اسی طرح امام مالک بھی ان کو مکروہ کہتے ہیں مگر وہ ان کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں اور ان کو حرام نہیں کہتے اور جو حرام کہتے ہیں شاید ان کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔

اور روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک گھر پر دعوت کی گئی جب ان کو معلوم ہوا کہ اس گھر میں مورتیں ہیں تو انہوں نے ان مورتوں کو توڑنے سے پہلے اس گھر میں جانے سے انکار کر دیا۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ

ہماری دلیل یہ ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے اس حال میں کہ میں نے ایک تصویر والا پردہ لٹکایا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ کو پھاڑ دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اس کے دو تکیے بنالیے اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک تکیے پر بیٹھتے تھے نیز جب تکیے کو بطور ذلت سے استعمال کیا گیا تو وہ معزز اور معظم نہیں رہا اور ان بتوں کے مشابہ نہ ہوا لیکن جن کی تعظیم اور عبادت کی جاتی ہے اور ہم نے جس حدیث مبارکہ کو بیان کیا ہے وہ مانعین کی روایت سے زیادہ خاص ہے۔

نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کا استثناء بیان کیا۔

اور یہ اس پر محمول ہے کہ

اگر تصویر والا کپڑا بچھایا ہوا ہو تو وہ مباح ہے اور اگر اس کو لٹکایا ہوا ہو تو مکروہ ہے جس طرح کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے اگر تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تصویر سر ہے جب سر کاٹ دیا جائے تو پھر وہ تصویر نہیں ہے اگر تصویر کا اتنا حصہ کاٹ دیا جائے جتنا حصہ کاٹ دینے سے کوئی جاندار زندہ نہ رہ سکے مثلاً سینہ یا پیٹ یا سر کو باقی بدن سے الگ کر دیا جائے تو پھر یہ تصویر ممانعت کے تحت داخل نہیں ہے اگر تصویر سے اتنا حصہ کاٹ دیا جائے جس کے نہ ہونے سے جاندار زندہ رہتا ہے مثلاً آنکھ، ہاتھ اور پیر وغیرہ تو یہ تصویر ممانعت کے تحت داخل ہے۔ اسی طرح جب ابتداء بغیر سر کے صرف بدن کی تصویر بنائی جائے یا بغیر

بدن کے صرف سر کی تصویر بنائی جائے یا سر اور بدن کے اتنے حصہ کی تصویر بنائی جائے جس کے ساتھ آدمی زندہ نہیں رہتا تو یہ صورتیں ممانعت کے تحت داخل نہیں ہیں کیونکہ یہ جاندار کی تصویر نہیں ہیں۔ تصویر بنانا حرام ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا جن کو تم نے بنایا تھا ان کو زندہ کرو اور تصویر بنانے کا حکم دینا بھی تصویر بنانے کی طرح حرام ہے۔ (المغنی: ج: 7، ص: 215، 216)

شواہد اور مالکیہ کا نظریہ ہے۔

ہمارے فقہاء کرام اور دیگر مذاہب کے فقہاء کرام نے یہ کہا ہے کہ

جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے اور احادیث مبارکہ میں اس پر بہت سخت وعید فرمائی گئی ہے۔ عام ازیں کہ تصویر کو عزت کے ساتھ رکھنے کے لئے بنایا جائے یا اس کو بے قدری اور ذلت کے ساتھ رکھنے کے لئے بنایا جائے۔ تصویر کا بنانا ہر حال میں حرام ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے ساتھ مشابہت ہے عام ازیں کہ یہ تصویر کپڑے میں ہو۔ چادر میں ہو۔ دینار میں ہو۔ کسی برتن میں ہو۔ یا کسی کاغذ میں ہو۔

البتہ درختوں، پالانوں اور بے جان چیزوں کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے یہ تو نفس تصویر کا حکم ہے اور تصویر رکھنے کا حکم یہ ہے کہ اگر تصویر کسی دیوار پر لٹکی ہوئی ہو یا کسی پہنے ہوئے کپڑے میں ہو تو یہ حرام ہے۔ اور اگر کسی بستر یا تکیہ وغیرہ پر ہو جس کو عزت اور احترام سے نہیں رکھا جاتا تو یہ حرام نہیں ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ ذلت کے ساتھ تصاویر کو رکھنا فرشتوں کے دخول کے لئے مانع ہے یا نہیں۔ اور رائج یہ ہے کہ

اس صورت میں بھی رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ تصویر بنانے کی ممانعت میں اس سے کوئی فرق واضح نہیں ہوتا کہ وہ تصویر مجسم ہو یا وہ تصویر کاغذ یا کپڑے وغیرہ پر بنی ہوئی ہو۔ یہ اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے اور جمہور صحابہ کرام اور فقہاء تابعین اور بعد کے فقہاء مثلاً سفیان ثوری، امام مالک اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہم اللہ وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اور بعض متقدمین نے کہا ہے کہ

ممانعت اس تصویر کی ہے جو مجسم ہو اور جو تصاویر پر غیر مجسم ہوں ان کی ممانعت نہیں ہے اور یہ مذہب باطل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پردہ کی تصویروں پر اعتراض کیا تھا وہ غیر مجسم تصویریں تھیں نیز احادیث مبارکہ میں مطلقاً تصویر بنانے سے منع کیا ہے۔

بعض فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ

جو تصویریں کپڑے پر بنائی جائیں وہ جائز ہیں۔ عام ازیں کہ ان کو عزت سے رکھا جائے یا ذلت سے، خواہ ان کو دیوار پر لٹکایا جائے یا نہیں اور جو تصاویر مجسم ہوں ان کو مکروہ کہا ہے اور جو تصاویر دیوار وغیرہ پر بنائی جائے ان کو بھی مکروہ کہا ہے خواہ منقوش

ہوں یا نہ ہوں ان کا استدلال حضرت زید بن خالد جہنی کی اس روایت سے ہے کہ کپڑے پر بنی ہوئی تصویر حرمت کے حکم سے مستثنیٰ ہے اور جو تصاویر مجسم ہوں۔ ان کی ممانعت پر اجماع ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ

چھوٹی لڑکیوں کا گڑیوں سے کھیلنا جائز ہے۔

البتہ امام مالک نے کہا ہے کہ

کسی شخص کا اپنی لڑکیوں کے لئے گڑیاں خریدنا مکروہ ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ

گڑیوں کے ساتھ کھیلنے کا حکم بھی ان احادیث سے منسوخ ہے۔

علامہ دشتانی ابی مالکی نے بھی فقہاء مالکیہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے تقریباً یہی لکھا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج: 5، ص: 394)

تصویر کے بارے میں فقہاء احناف کا موقف یہ ہے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: اگر گھر میں قبلہ کی جانب ایسی تصاویر ہوں جن کے سر کٹے ہوئے ہوں تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ سر کے ساتھ ہوتی ہے اور سر کٹنے سے وہ تصویر نہیں رہتی۔

کیونکہ روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی خدمت مقدسہ میں ایک کپڑا ہدیہ کیا گیا جس میں ایک پرندے کی تصویر تھی صبح کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا اس کا سر مٹا دیا گیا تھا۔

اور روایت ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے آنے کی اجازت طلب کی آپ ﷺ نے اجازت عطا فرمادی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: میں کیسے آسکتا ہوں جبکہ گھر میں ایک ایسا پردہ ہے جس پر گھوڑوں اور مردوں کی تصویریں ہیں آپ ﷺ یا تو ان تصویروں کے سر کاٹ دیں یا ان پردوں کے بچھانے والے گدے بنادیں۔ نیز سر کاٹ دینے کے بعد تصویر درخت کی طرح ہو جاتی ہے اور یہ مکروہ نہیں ہے۔ مکروہ، جاندار کی تصویر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے ایک شخص کو تصویر بنانے سے منع کیا۔

اس نے کہا: میرے کمانے کا یہی طریق ہے پھر میں کیا کروں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تصویر بنانے کے سوا تمہارے لیے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے تو درختوں کی تصویر بنایا کرو۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے کسی جاندار کی تصویر بنائی اس کو قیامت کے دن اس میں روح پھونکنے کے لئے کہا جائے گا اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا اگر تصویر کا سر کٹا ہوا نہ ہو تو پھر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں تصویر کی عبادت کرنے والوں کے ساتھ مشابہت ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب تصویر بڑی ہے اور دیکھنے والوں کو دور سے نظر آتی ہو۔ اگر تصویر چھوٹی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ تصویروں کی عبادت کرنے والے بہت چھوٹی تصویر کی عبادت نہیں کرتے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی انگوٹھی پر دو مکھیوں کی تصویریں تھیں اور حضرت دانیال علیہ السلام کی انگوٹھی ملی تو اس کے نگینوں پر دو شیروں کی تصویریں تھیں اور ان شیروں کے درمیان ایک شخص کی تصویر تھی جس کو وہ شیر چاٹ رہے تھے یا اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم سے پہلی شریعت میں تصویر حلال تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِبٍ وَتَمَاثِيلَ (سبا: 13)

حضرت سلیمان جو کچھ چاہتے تھے وہ جن ان کے لئے بنادیتے تھے اونچے قلعے اور مجسمے۔

تصویر جس طرح قبلہ کی جانب مکروہ ہے اسی طرح چھت پر یا قبلہ کی دائیں یا بائیں جانب بھی مکروہ ہے۔

کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

جس گھر میں کتاب یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

اس لیے نماز کی جگہوں کو تصویر سے منزہ کرنا واجب ہے، ہاں اگر نمازی کے پیچھے تصویر ہو تو اس میں کم درجہ کی کراہت ہے کیونکہ اس موقع پر تصویر کی تعظیم یا تصویر کی عبادت سے مشابہت نہیں ہے اسی طرح اگر تصویر زمین یا تہبند یا پردوں پر ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے بستر پر تصویر مکروہ ہے لیکن ایسے بستر پر سونے یا بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ بستر کو رونداجاتا ہے اور اس میں تصویر کی تعظیم نہیں ہے، گدے کا بھی یہی حکم ہے۔

کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا تھا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا گدا بنالیں جس کو رونداجائے۔

اگر نمازی بستر پر نماز پڑھے اور اس کی پیشانی کی جگہ یا اس کے سامنے ہو تو یہ مکروہ ہے کیونکہ اس میں تصویر کی تعظیم ہے اور

اگر اس کے قدموں کی جگہ تصویر ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اب تصویر کی تعظیم نہیں ہے۔ (المسوط: ج 1، ص: 210 و 211)

علامہ ابوالحسن المرغینانی حنفی متونی 593ھ لکھتے ہیں: جب تصویر بہت چھوٹی ہو یا اس طور کہ دور سے دیکھنے والے کو دکھائی نہ

دے تو یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ بہت چھوٹی تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی اور اگر تصویر کا سر کٹا ہوا ہو یا مٹایا ہوا ہو تو یہ تصویر نہیں ہے

کیونکہ بغیر سر کے تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی اور یہ شمع یا چراغ کی طرف نماز پڑھنے کی مثل ہے جیسا کہ فقہاء کرام نے کہا اور اگر

بچھے ہوئے تیکے پر تصویر ہو یا پتھری ہوئی چادر پر تصویر ہو تو یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ چادر یا گدے کو رونداجاتا ہے اس کے برخلاف

اگر گدے کو نصب کیا ہو یا چادر لٹکی ہوئی ہو تو (پھر مکروہ ہے) کیونکہ اس میں تصویر کی تعظیم ہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 122)

علامہ علاؤ الدین شافعی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر تصویر قدموں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ ذلت کی جگہ ہے یا اس کے ہاتھ میں ہو یا بدن میں ہو تب بھی مکروہ نہیں کیونکہ کپڑوں میں چھپی ہوئی ہے یا اس کی انگلیوں میں تصویر منقش ہو اور غیر ظاہر ہو۔

البحر الرائق میں ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ جو تصویر ظاہر ہو وہ مکروہ ہے اور جو تصویر جیب یا ہتھیلی یا کپڑے میں چھپی ہوئی ہو وہ مکروہ نہیں ہے یا وہ تصویر اس قدر چھوٹی ہو کہ اگر وہ زمین پر ہو اور اس کو دیکھنے والا کھڑا ہو تو اس کو تصویر کے اعضاء کی تفصیل دکھائی نہ دے اس کو علامہ حلی نے ذکر کیا ہے یا تصویر کا سر اور چہرہ کٹا ہوا ہو یا اس کا ایسا عضو مٹا ہوا ہو جس کے بغیر کوئی جاندار زندہ نہ رہ سکے یا وہ تصویر غیر جاندار کی ہو تو یہ تمام صورتیں مکروہ نہیں ہیں کیونکہ ایسی تصویروں کی عبادت نہیں کی جاتی۔

(در مختار: ج: 1، ص: 606)

علامہ امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: تصویر حرام ہے خواہ چھوٹی تصویر ہو جیسی درہم پر تصویر ہوتی ہے یا تصویر ہاتھ میں ہو یا کپڑوں میں چھپی ہوئی ہو یا ذلت کے ساتھ رکھی ہو ان صورتوں میں نماز حرام نہیں ہے کیونکہ تصویر کی حرمت کی علت اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے ساتھ مشابہت ہے اور یہ ان تمام صورتوں میں موجود ہے اور نماز کے مکروہ ہونے کی علت کفار کے ساتھ تشبہ ہے جو بتوں کے سامنے کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ (در المختار: ج: 1، ص: 606)

علامہ بدر الدین حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان تصویروں کے بنانے والے کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔

یہ تصویر عموم پر دلالت کرتی ہے خواہ وہ تصویر مجسم ہو یا نہ ہو خواہ وہ تصویر کسی چیز میں کھود کر بنائی جائے یا نقش سے بنائی جائے جس چیز پر بھی تصویر کا اطلاق ہو گا وہ حرام ہے۔ (عمدة القاری: ج: 22، ص: 73)

علامہ عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام طحاوی نے فرمایا ہے کہ

کپڑے پر بنی ہوئی جس تصویر کا حدیث میں استثناء ہے اس سے مراد چادریں اور گدے ہیں جن کو عزت اور احترام سے نہیں رکھا جاتا چادروں کو بچھا کر بیٹھتے ہیں اور گدے کے اوپر بیٹھتے ہیں۔

فقہاء کرام نے کہا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے تصویروں کے پردہ کو ناپسند کیا اور جس تصویر والی چادر پر بیٹھا جائے اس کو ناپسند نہیں کیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص - حضرت سالم - حضرت عروہ - حضرت ابن سیرین

حضرت عطاء

اور حضرت عکرمہ کا یہی قول ہے اور یہ متوسط مذہب ہے۔

امام شافعی امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہم کا بھی یہی قول ہے۔

شارع علیہ السلام نے ابتداءً مطلقاً تصویر سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ لوگوں نے تازہ تازہ تصویروں کی عبادت کو چھوڑا تھا اس لیے تمام تصویروں سے منع کر دیا خواہ وہ کپڑے پر بنی ہوئی ہوں پھر جب لوگوں کے دلوں میں ممانعت راسخ ہو گئی تو کپڑے پر بنی ہوئی تصویروں کو مباح کر دیا تا کہ کپڑے بنانے کا کام چلتا رہے اور ان کپڑوں کے استعمال کو بطور ذلت جائز کر دیا اور بطور عزت ان کی ممانعت باقی رکھی کیونکہ جب کوئی شخص تصویر والے کپڑے کو زمین پر بچھا ہوا دیکھے گا اور اس پر لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھے گا تو وہ اس تصویر کی تعظیم کا اعتقاد نہیں کرے گا۔ (عمدة القاری: ج: 22، ص: 74)

اب رہا سوال یہ کہ گھر میں کتار کھنا کیسا حالانکہ حدیث مبارکہ میں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ جس گھر میں کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا گھر کی حفاظت کے لئے کتار کھ سکتے ہیں یا نہیں۔

فقہاء حنابلہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں تین چیزوں کے لئے کتار کھنے کی اجازت ہے۔

1- شکار کے لئے 2- کھیت کی حفاظت کے لئے 3- اور جانوروں کی حفاظت کے لئے

اس پر قیاس کر کے گھر کی حفاظت کے لئے کتار کھنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں: گھر کی حفاظت کے لئے کتار کھنا حدیث مبارکہ کی ممانعت کی بناء پر جائز نہیں ہے اور اباحت کا بھی احتمال ہے فقہاء شافعیہ کا بھی یہی قول ہے کیونکہ گھر کی حفاظت بھی مذکورہ تین چیزوں کے حکم میں ہے سو اس پر قیاس کیا جائے گا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ کسی اور چیز کو ان تین چیزوں پر قیاس کرنا اس چیز کی اباحت کو مستلزم ہے جس کو حدیث مبارکہ نے حرام کیا ہے۔ (المغنی: ج: 4، ص: 173)

فقہاء مالکیہ نے گھر کی حفاظت کے لئے کتار کھنے کو جائز قرار دیا ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ دشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: گھر کی چوکیداری کے لئے کتوں کو رکھنے میں اختلاف ہے سو کھیت کی حفاظت کے لئے کتار کھنے پر قیاس کرتے ہوئے اس کو بھی جائز کہا گیا ہے۔

اور بعض فقہاء کرام نے کہا ہے کہ

کھیت کی حفاظت کے لئے کتار کھنے میں اس پر دلیل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کی قوت منفعت کی وجہ سے اس پر متنبہ کیا ہے کہ ہر جس چیز میں کتار کھنے سے فائدہ ہو اس میں کتار کھنا جائز ہے اور جہاں کتار کھنے سے کوئی منفعت نہ ہو وہاں ناجائز ہے۔ (اکمال اکمال المعظم: ج: 4، ص: 253)

فقہاء شافعیہ کے بھی اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ

جائز ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: فقہاء شافعیہ کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ محلہ کی حفاظت کے لئے کتار کھنا جائز ہے اور اس کی وجہ اشتراک علت کی بناء پر حدیث میں مذکورہ تین صورتوں پر قیاس ہے جیسا کہ علامہ ابن عبد البر نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری: ج 5، ص 7)

اور فقہاء احناف کے نزدیک دشمن یا چور کے خطرہ سے گھر کی حفاظت کے لئے گھر میں کتار کھنا جائز ہے۔
علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: شکار کے لئے، مویشیوں، گھروں اور کھیتوں کی حفاظت کے لئے کتار کھنا بالاجماع جائز ہے مگر گھر میں کتار نہیں رکھنا چاہئے البتہ اگر چوروں اور دشمنوں کا خوف ہو پھر جائز ہے۔
(فتح القدیر: ج 6، ص 346)

اور ملا نظام الدین متوفی 1157ھ لکھتے ہیں: اجناس میں ہے کہ کتار نہیں رکھنا چاہئے البتہ اگر چوروں وغیرہ کا خوف ہو پھر جائز ہے۔ (عالمگیری: ج 5، ص 361)

قال ابو داؤد هذا الحديث وهم
اس حدیث مبارکہ کے متعلق محدثین کے دو گروہ ہیں۔

ایک گروہ میں

امام ابوداؤد رحمہ اللہ امام طحاوی رحمہ اللہ

اور شیخ ابن عربی رحمہ اللہ ہیں۔ یہ اس کو قبول نہیں کرتے۔ وہم قرار دیتے ہیں۔
دوسرے گروہ میں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام نووی رحمہ اللہ امام بیہقی رحمہ اللہ

اور امام محمد رحمہ اللہ ہیں یہ اس کو قبول کرتے ہیں۔

قبول نہ کرنے والے یہ اشکال کرتے ہیں کہ

طحاوی میں یہ روایت طویل ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منقول ہے۔

اس میں یہ عبارت بھی ہے۔

ثم ان كان له حاجة قضى حاجته ثم ينام قبل ان يمس ماء

اور اس حدیث مبارکہ کے آخر میں ہے۔

وان كان جنبا فتوضا وضوءه للصلاة

اور ابوداؤد والی روایت اسی سے مختصر ہے۔ ابواسحاق سے اختصار میں غلطی ہو گئی ہے اس لیے یہ روایت قبول نہیں ہے۔

اختصار میں غلطی کی تقریر امام طحاوی رحمہ اللہ سے کرتے ہیں کہ

شروع میں جو ان کان لہ حاجۃ ہے اس سے بول و براز کی حاجت مراد ہے کیونکہ آخر میں ان کان جنباً اس کے مقابلہ میں آیا ہے جنابت کے مقابلے میں بول و براز کی حاجت ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کورات کے وقت دو قسم کی حاجتیں پیش آتی تھیں۔ اگر بول و براز کی حاجت پیش آئی تو آپ ﷺ ڈھیلا وغیرہ استعمال کر لیتے اور پانی کو مس نہیں کرتے تھے۔ اگر جماع کی حاجت پیش آتی تو وضو کر کے سوتے تھے۔ ابواسحاق نے قضاء سے جماع مراد لے لیا یہ اس سے غلطی ہو گئی۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے بھی غالباً اسی غلطی کی وجہ سے حدیث کو وہم قرار دیا۔

غلطی کی دوسری تقریر ابن عربی نے یہ کی ہے کہ

ثم ان كان له حاجة في دو احتمال تھے۔

2- اجت الی البول والبراز

1- حاجت الی اہلہ

اگر حاجت الی الاہل ہوتی تو قبل ان یمس ماء ا سے مراد غسل ہے یعنی غسل کے لئے پانی کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے مطلق پانی استعمال کرنے کی نفی نہیں تھی اور حاجت الی البول ہوتی تو قبل ان یمس ماء مراد عام ہے یعنی بالکل پانی استعمال نہ کرتے، ڈھیلے پر اکتفاء کر لیتے۔

ابواسحاق سے یہ غلطی ہوئی کہ

حاجت سے مراد حاجت الی الاہل مراد لے لی اور قبل ان یمس ماء ا کو عام چھوڑ دیا۔ اور کہہ دیا۔

كان رسول الله ﷺ ينام وهو جنب من غير ان یمس ماء ا قبول کرنے والے کہتے ہیں کہ

ابواسحاق سے اختصار میں غلطی نہیں ہوئی کیونکہ دونوں مقام پر شروع اور آخر میں حاجت الی الاہل مراد ہے۔ تقابل وقت میں ہے۔ اگر حاجت الی الاہل شروع رات میں پیش آتی تو زیادہ دیر سونے کے لئے وضو کر کے سوتے، غسل رات کے آخر میں کرتے۔ اگر حاجت الی الاہل رات کے آخر میں پیش آتی تو پانی کو استعمال کے بغیر کچھ دیر لیٹ جاتے پھر اٹھ کر غسل کر لیتے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث مبارکہ کو قبول کیا ہے اور حاجت الی الاہل مراد لی ہے اور قبل ان یمس ماء کو عموم پر رکھا ہے۔

انہوں نے شرح مسلم میں فرمایا: ان كان له حاجة الی اہلہ

ترجیح کی دوسری وجہ یہ ہے کہ

جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ جنبی کے لئے سونے سے قبل وضو واجب نہیں بلکہ مستحب ہے ان کا یہ مسلک اس حدیث مبارکہ

سے ثابت ہے۔

معلوم ہوا جمہور نے اسی حدیث مبارکہ کی تلقی کی ہے اور تلقی صحت حدیث کی دلیل ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم
عز وجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي الْجَنَبِ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ جنبی کا قرآن مجید تلاوت کرنے کے متعلق

یہ باب جنبی کے قرآن مجید پڑھنے یا نہ پڑھنے کے احکام کے متعلق ہے۔

198 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ
دَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَا وَرَجُلَانِ رَجُلٌ مِنَّا وَرَجُلٌ مِّنْ بَنِي أَسَدٍ أَحْسَبُ
فَبَعَثَهُمَا عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَجَهًا وَقَالَ إِنَّكُمَا عَلِيجَانِ فَعَالِجَا عَنْ دِينِكُمَا ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ
الْمَخْرَجَ ثُمَّ خَرَجَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَخَذَ مِنْهُ حَفْنَةً فَتَمَسَّحَ بِهَا ثُمَّ جَعَلَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَأَنْكَرُوا
ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ
وَيَأْكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَلَمْ يَكُنْ يَحْجُبُهُ أَوْ قَالَ يَحْجِزُهُ عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ لَيْسَ الْجَنَابَةُ

حضرت عبداللہ بن سلمہ سے روایت ہے کہ میں دو اشخاص کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ہم میں سے اور بنی
اسد میں سے مجھے لگتا ہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو آپ پر کر کے فرمایا: بے شک تم دونوں قوی ہو۔
دین متین کی خدمت جان قربان کر کے کرنا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ قیام فرما کر بیت الخلاء میں تشریف لے گئے پھر آئے
اور پانی طلب فرمایا اس میں ایک چلو پانی لے کر منہ پر پھیرا اور قرآن مجید کی تلاوت فرمانے لگ گئے تو یہ لوگوں کو
اچھا نہ لگا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر آ کر ہم کو قرآن مجید پڑھاتے اور
ہمارے ساتھ گوشت تناول فرماتے اور اس میں کوئی حجب نہ کرے۔ یا ارشاد فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنابت کے علاوہ
قرآن مجید کے علاوہ کوئی چیز منع نہ کرتی۔

(سنن البیہقی، جز ۱، ص ۸۸، مستدرک، جز ۱، ص ۲۵۲)

تشریح:

فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا جنبی اور جائز کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں، علامہ نووی

مُسْتَحَبَّاتٌ مِّنْهُنَّ هِيَ -

جمہور فقہاء کرام کے نزدیک دونوں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا حرام ہے۔

ہمارے نزدیک اس میں ایک آیت یا آیت کے جز میں کوئی فرق نہیں ہے ان سب کا پڑھنا جنبی اور حائض پر حرام ہے اگر جنبی نے بسم اللہ یا الحمد للہ کہا اور اس سے قرآن مجید کی تلاوت کا قصد کیا تو یہ حرام ہے اور اگر اس سے ذکر کا قصد کیا یا کسی چیز کا قصد نہیں کیا تو حرام نہیں ہے اور جنبی اور حائض کے لئے دل میں قرآن مجید کی آیات کو پڑھنا اور مصحف کریم کو دیکھنا جائز ہے اور ان کے لئے مستحب ہے کہ غسل کے وقت ذکر کے قصد سے بسم اللہ پڑھ لیں۔ بول و براز کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مکروہ ہے۔

داؤد ظاہری کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور یہی

حضرت ابن عباس حضرت سعید بن المسیب اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً حرام ہے اگرچہ ایک حرف ہی کیوں نہ ہو۔

امام احمد رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک مثل شافعیہ کے دوسری روایت مادون الآت کے جواز کی ہے۔ اسی طرح

ہمارے نزدیک بھی دو روایتیں ہیں۔

چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے مادون الآت کی اباحت نقل فرمائی ہے اور امام کرخی رحمہ اللہ نے عدم جواز کی۔

اور امام مالک کے نزدیک آیت یا آیتین پڑھنے کی گنجائش ہے۔

در مختار میں ہے:

جس کو نہانے کی ضرورت ہو اس کو مسجد میں جانا، طواف کرنا، قرآن مجید کو چھونا اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چولی

چھوئے یا بے چھوئے دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ لکھنا ایسا تعویذ چھونا یا ایسی انگلی چھونا یا پہننا جیسے

مقطعات کی انگلی حرام ہے۔ (در مختار رد المحتار: ج 1: ص 348)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

اگر قرآن مجید کی آیت دعا کی نیت سے یا تبرک حاصل کرنے کے لئے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یا ادائے شکر کو یا

چھینک کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یا خبر پریشان پر اَللّٰهُ وَاِلٰہِہٖ رَاجِعُونَ کہا یا بہ نیت ثنا پوری سورہ فاتحہ یا آیت

اَلکَرِیْ یا سورہ حشر کی چھلی تین آیتیں:

ہو اللہ الذی لا الہ الا هو

سے آخر سورہ تک پڑھیں اور ان سب صورتوں میں قرآن مجید کی نیت نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔ یونہی تینوں قل بلا لفظ قل بہ

نیت ثنا پڑھ سکتا ہے اور لفظ قل کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا اگرچہ یہ نیت ثنا ہی ہو کہ اس صورت میں ان کا قرآن ہونا متعین ہے نیت کو

کچھ دخل نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 1، ص: 819، 795)

قوله قام فدخل المخرج..... ثم جعل یقرأ القرآن فانکروا ذلك۔

یہاں پر سوال یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بیت الخلاء سے واپس آگئے تو پانی منگوا کر ایک چلو پانی کا منہ پر پھیرا اور قرآن مجید پڑھنے لگ گئے جبکہ انہوں نے وضو کی طرح وضو نہ کیا۔ کیا بے وضو شخص کا قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بالفرض وضو نہ فرمایا تو اس میں تلاوت کرنا حرج نہیں کیونکہ بے وضو شخص قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے مگر اس کا چھونا حرام ہے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے۔

بے وضو کو قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے بے چھوئے زبانی یاد کیے کر پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

(درمختار رد المحتار: ج: 1، ص: 348)

اور قرآن مجید کو چھونے کی ممانعت پر تو باقاعدہ نص موجود ہے۔

جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے۔

لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (الواقعة: 79)

اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔

اور حدیث مبارکہ میں بھی بے وضو شخص کو قرآن مجید چھونے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت ہے کہ

جس مکتوب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کے لئے لکھا تھا اس میں یہ بھی مرقوم تھا کہ

طاہر کے سوا کوئی قرآن مجید کو نہ چھوئے۔ (موطأ امام مالک، رقم الحدیث: 478)

عبدالرحمن بن یزید روایت کرتے ہیں کہ

ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے وہ رفع حاجت کے لئے گئے جب وہ قضاء حاجت کے بعد واپس آئے۔

تو ہم نے ان سے کہا:

اے ابو عبد اللہ! آپ رضی اللہ عنہ وضو فرمالیں۔ ہم آپ رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید کی ایک آیت کے بارے میں سوال کریں گے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مجھ سے سوال کرو کیونکہ میں قرآن مجید کو چھوؤں گا نہیں بے شک قرآن مجید کو طہارت کے

بغیر کوئی شخص نہیں چھو سکتا پھر ہم نے ان سے سوال کیا اور انہوں نے وضو کیے بغیر ہمارے سامنے قرآن مجید کی تلاوت

کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 1100)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر بیان فرماتے ہیں کہ

شعی، طاؤس اور قاسم بن محمد بغیر وضو کے مصحف کے چھونے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1338) معمر کہتے ہیں کہ

زہری نے کہا: جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں ان کو بغیر وضو کے نہ چھوا جائے۔ معمر نے کہا کہ

حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ

یہ لوگوں کی قدیم عادت ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: 1338)

بے وضو کا قرآن مجید کو نہ چھونے کے متعلق آئمہ اربعہ کے اقوال ہیں۔

حنابلہ کے مسلک کی تائید یوں ہے۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر، حضرت حسن بصری، حضرت عطاء، حضرت شعی اور حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ جو شخص بے وضو ہو اس کے لئے قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے اور یہی آئمہ اربعہ کا مذہب ہے اور ہمارے علم میں داؤد ظاہری کے علاوہ اور کسی کا اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔

اس نے کہا: جنسی اور بے وضو کے لئے قرآن مجید کو چھونا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کی طرف ایک آیت لکھ کر بھیجی (وہ آیت آل عمران 64)

ہماری دلیل یہ ہے کہ

قرآن مجید میں ہے: لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (الواقہ: 78)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کے مکتوب میں لکھا کہ

غیر طاہر قرآن مجید کو نہ چھوئے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو جو مکتوب لکھا تھا اس سے مقصود پیغام بھیجنا تھا اور اگر کسی رسالہ یا فقہ کی کتاب میں کوئی آیت ہو تو اس رسالہ یا کتاب کو چھونا ممنوع نہیں ہے اور اس کتاب میں اس آیت کی وجہ سے وہ کتاب مصحف یا قرآن مجید نہیں ہوگی اور اس کی حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

حضرت عطاء

حضرت شعی

حضرت حسن بصری

حضرت امام ابوحنیفہ

حضرت حکم

حضرت ابو وائل

حضرت قاسم

حضرت طاووس

اور حضرت حماد کے نزدیک بے وضو کے لئے قرآن مجید کو لٹکانے والی ڈوری کے ساتھ پکڑ کر اٹھانا جائز ہے۔

حضرت امام مالک

اور حضرت اوزاعی

اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ناجائز کہا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

وہ قرآن مجید کو چھو نہیں رہا اور یہ ایسا ہے جیسے اس نے رعل میں قرآن مجید کو اٹھایا ہو۔ نیز ممنوع قرآن مجید کو چھونا ہے اور قرآن مجید کو اٹھانا اس کو چھونا نہیں ہے اور اٹھانے کو چھونے پر قیاس کرنا، قیاس فاسد ہے۔

تفسیر اور فقہ کی کتابوں اور رسالوں کو بے وضو اٹھانا جائز ہے خواہ ان میں قرآن مجید کی آیات ہوں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کی طرف لکھا اور اس میں قرآن مجید کی آیت تھی۔ نیز تفسیر اور فقہ کی کتابیں قرآن مجید یا مصحف نہیں ہیں اور ممنوع ان کو بے وضو مس کرنا ہے اور ان کتابوں کے لئے قرآن مجید کی طرح حرمت ثابت نہیں ہے۔

بے وضو بچوں کے لئے قرآن مجید اٹھانے میں دو قول ہیں۔

اس آیت کے عموم کی وجہ سے منع ہے۔

اور ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔

جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات نقش ہوں ان کو بے وضو چھونے میں دو قول ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ وہ اوراق قرآن مجید کے مشابہ ہیں۔

دوسرا جواز کا قول ہے کیونکہ ان پر مصحف اور قرآن مجید کا اطلاق نہیں ہوتا اور وہ فقہ کی کتابوں کے مشابہ ہے اور ان کو بے وضو نہ چھونے میں مشقت اور حرج ہے جس طرح بچوں پر وضو لازم کرنے میں حرج ہے اگر بے وضو کو قرآن مجید چھونے کی ضرورت ہو تو وہ تیمم کر کے چھو سکتا ہے۔

مصحف کو لے کر دارالحرب کی طرف سفر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نافع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قرآن مجید کے ساتھ دشمن کے علاقہ میں سفر نہ کرو کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ دشمن قرآن مجید کی بے ادبی کرے گا۔

(حلیۃ الاولیاء: ج: 8، ص: 265، المغنی والشرح الکبیر: ج: 1، ص: 168، 170)

فقہاء شافعیہ کے مذہب کی تائیدیوں ہوتی ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: بے وضو شخص پر قرآن مجید کو چھونا حرام ہے۔

کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔

لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (الواقہ: 79) طاہر کے علاوہ اس کتاب کو کوئی نہ چھوئے۔

اور حضرت حکیم بن حزام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بغیر طہارت کے قرآن مجید کو مت چھوؤ اور بے وضو بچوں کے لئے قرآن مجید کو اٹھانا جائز ہے یا نہیں۔

اس میں دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

جس طرح بڑوں کے لئے جائز نہیں ہے ان کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

ان کے لئے جائز ہے کیونکہ وہ طہارت کو قائم نہیں رکھ سکتے اور ان کو قرآن مجید پڑھانے کی ضرورت ہے۔

(المجموع من شرح المہذب: ج: 2، ص: 293)

اور فقہاء مالکیہ کے مسلک کی تائید یوں ہے۔

حافظ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی قرطبی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: مدینہ، شام اور مصر کے تمام فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ بے وضو شخص قرآن مجید کو نہ چھوئے اور یہ حکم صرف اس آیت کی وجہ سے نہیں ہے۔

لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (الواقہ: 79)

اس کتاب کو مطہرین کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے ہے کہ قرآن مجید کو طاہر کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

قرآن مجید کو بغیر وضو کے لٹکانے والی ڈوری یا غلاف کے ساتھ بھی نہ چھوئے البتہ اگر قرآن مجید کسی بکس یا ڈبہ میں ہو تو اسے بغیر وضو کے چھو سکتا ہے۔

الحکم بن عتیبہ اور حماد بن سلیمان نے کہا کہ

قرآن مجید کو بے وضو شخص لٹکانے والی ڈوری کے ساتھ اٹھا سکتا ہے اور میرے نزدیک ان کا قول شاذ ہے۔

داؤد بن علی ظاہری نے بھی ان کے قول کو اختیار کیا ہے۔

اس نے کہا کہ

قرآن مجید اور جن دراہم اور دینار پر اللہ تعالیٰ کا نام ہو اس کو جنبی اور حائض چھو سکتے ہیں۔ (تمہید: ج: 7، ص: 164، 165)

فقہاء احناف کی اس مسئلے کے متعلق یوں تائید ہے۔

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متونی 587ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک بغیر غلاف کے بے وضو مصحف کو چھونا جائز نہیں ہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ

بے وضو کے لئے مصحف کو بغیر غلاف کے چھونا جائز ہے۔ انہوں نے چھونے کو قرأت کی قیاس کیا ہے یعنی جب بے وضو قرآن مجید پڑھ سکتا ہے تو اس کو چھو بھی سکتا ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ

قرآن مجید میں ہے: لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (الواقفہ: 79)

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: غیر طاہر قرآن مجید کو نہ چھوئے۔

اور جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات مبارکہ لکھی ہوں ان کو بھی بے وضو چھونا جائز نہیں ہے اور نہ تفسیر کی کتابوں کو بے وضو چھونا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں وہ قرآن مجید کو چھونے والا ہو جائے گا۔ رہا فقہ کی کتابوں کو بے وضو چھونا تو اس میں کوئی

حرج نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ ایسا نہ کرے۔ (بدائع الصنائع: ج: 1، ص: 265)

اب سوال یہ ہے کہ قرآن مجید کو تو چلو بے وضو شخص کا چھونا حرام ہوا تو کیا بے وضو کتب تفسیر اور کتب فقہ کو چھو سکتا ہے حالانکہ اس میں بھی قرآنی آیات لکھی ہوتی ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

علماء کرام کے اس میں کئی اقوال ہیں۔

علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاری حنفی متونی 542ھ لکھتے ہیں: الجامع الصغیر میں مذکور ہے کہ

جنبی شخص جب کسی تھیلی کو پکڑے جس میں ایسے دراہم ہوں جن پر قرآن مجید کی سورت نقش ہو یا مصحف کو غلاف کے ساتھ پکڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور بغیر تھیلی کے ایسے دراہم کو اور بغیر غلاف کے مصحف کو نہ پکڑے اور جنبی شخص قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے۔ پوری آیت کا پڑھنا منع ہے۔ اس سے کم پڑھ سکتے ہیں اور تلاوت کے قصد سے نہ پڑھیں۔ دعا اور افتتاح کے قصد سے پڑھ سکتے ہیں۔

نیز علامہ بخاری دہلوی لکھتے ہیں: بے وضو کا مصحف کو مس کرنا اور چھونا مکروہ ہے جس طرح کہ جنبی کے لئے مکروہ ہے۔ اسی طرح امام یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک احادیث مبارکہ، تقاریر اور فقہ کی کتابوں کو بھی بغیر وضو کے چھونا مکروہ ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔

اور الجامع الصغیر میں اختلاف کا ذکر نہیں کیا۔

لیکن اس میں مذکور ہے کہ

فقہ کی کتابیں مصحف کی طرح ہیں مگر جب ان کو آستین سے پکڑے تو مکروہ نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ: ج: 1، ص: 104)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز شامی حنفی متونی 1252ھ لکھتے ہیں: خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تفاسیر، حدیث مبارکہ اور فقہ کی کتابوں کو بے وضو چھونا مکروہ نہیں ہے۔ علامہ ابراہیم حنفی نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی توجیہ یہ کی ہے کہ کتب تفسیر وغیرہ کے چھونے والے کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ قرآن مجید کو چھو رہا ہے کیونکہ ان کتابوں میں جو آیتیں مذکور ہیں وہ تبعاً ہیں اور ان کتابوں کو قرآن مجید نہیں کہا جاتا۔

علامہ ابن ہمام نے کتب تفسیر وغیرہ کو بے وضو چھونے سے منع کیا ہے اور اس کو مکروہ کہا ہے مگر علامہ حموی حنفی نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ بے وضو تفسیر کی کتابوں کو چھونا جائز ہے کیونکہ وہ بھی باقی کتب شرعیہ کی طرح ہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ہمارے تمام اصحاب احناف کا یہی قول ہے۔ شرح دارالبحار میں بھی اس کے جواز کی تصریح کی ہے۔

اور السراج میں الايضاح سے منقول ہے کہ

تفسیر کی کتابوں میں جہاں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں ان کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے اور دوسری عبارات کو ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اسی طرح فقہ کی کتابوں میں بھی قرآن مجید کی آیات کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے اور فقہی عبارات کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ

کتب تفسیر اور دیگر کتب شرعیہ کو بے وضو چھونے کے مکروہ ہونے یا نہ ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ خلاصہ کی عبارت کا یہی تقاضہ ہے کہ

علامہ طحاوی متونی 1231ھ لکھتے ہیں: جو کچھ السراج میں مذکور ہے وہ قواعد شرع کے زیادہ موافق ہے یعنی کتب تفسیر میں بے وضو قرآن مجید کی آیات کو ہاتھ نہ لگائے باقی عبارات کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ (رد المحتار: ج: 1، ص: 286)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متونی 1005ھ لکھتے ہیں: جو شخص بے وضو ہو اس کو صرف قرآن مجید کو چھونے سے منع کیا جائے گا کیونکہ بغیر وضو کے کتب حدیث مبارکہ اور فقہ کو چھونے میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اسی طرح خلاصہ میں ہے اور یہ اختلاف مطلقاً ہے یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتب تفسیر اور دیگر کتب شرعیہ کو بے وضو ہاتھ لگانا مکروہ نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں کو بے وضو ہاتھ لگانا مکروہ ہے۔

(انہر القائق: ج: 1، ص: 134)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْجُنُبِ يُصَافِحُ جنبی کے مصافحہ کرنے کے متعلق

اس باب میں جنبی کے مصافحہ کرنے کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

199 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُدَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ فَأَهْوَى إِلَيْهِ فَقَالَ إِنِّي جُنُبٌ فَقَالَ إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی آپ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ جھک گئے۔ عرض کیا: میں جنبی کی حالت میں ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: مسلم نجس نہیں ہوتا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی، جز ۱، ص ۱۲۲)

200 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَبِشْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ بَكْرِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِينِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَخْتَنَسْتُ فَلَذَهَبْتُ فَأَغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ آيَنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا فَكِرِهْتُ أَنْ أَجَالِسَكَ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ وَقَالَ فِي حَدِيثٍ بِشَرٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنِي بَكْرٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات مدینہ منورہ کے ایک راستے پر ہوئی حالانکہ میں جنبی تھا تو میں ایک طرف ہو کر دور چلا گیا پس میں نے غسل کیا پھر میں آگیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! تم کہاں تھے؟

میں نے عرض کیا: میں جنبی کی حالت میں تھا تو میں نے آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں طہارت کے علاوہ بیٹھنا پسند نہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پاک ہے! مسلمان کبھی ناپاک نہیں ہوا کرتا۔

اور حدیث بشر میں فرمایا کہ

حمید نے بکر سے روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۰)

تشریح:

جنابت ایک معنوی نجاست ہے اور جنبی کا ظاہر جسم پاک ہے لہذا جنبی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، مصافحہ کرنا سب جائز ہے۔ اور

مصافحہ کرنا تو سنت ہے۔ مصافحہ کرنے اور اس کے فضائل میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان مل کر مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ہی ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2736)

اور اسی ابوداؤد کی روایت میں ہے۔

جب مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں اور اللہ عز و جل کی حمد کریں اور استغفار کریں تو دونوں کی مغفرت ہو جائے گی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 5211)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص دو پہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے تو گویا اس نے شب قدر میں پڑھیں اور دو مسلمان مصافحہ کریں تو کوئی گناہ باقی نہ رہے گا مگر جھڑ جائے گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 8955)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا اصحاب رسول اللہ ﷺ میں مصافحہ کا دستور تھا۔ تو فرمایا کہ

ہاں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6263)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عطاء خراسانی سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپس میں مصافحہ کرو دل کی لپٹ جاتی رہے گی اور باہم ہمدردی و محبت پیدا ہوگی اور عداوت نکل جائے گی۔ (موطا امام مالک: 1731)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان اپنے بھائی سے مصافحہ کرے اور کسی کے دل میں دوسرے سے عداوت نہ ہو تو ہاتھ جدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ دونوں کے گزشتہ گناہوں کو بخش دے گا اور جو شخص اپنے بھائی کی طرف نظر محبت سے دیکھے اس کے دل یا سینے میں عداوت نہ ہو تو نگاہ لوٹنے سے پہلے دونوں کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 25358)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) اگر کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرے تو کیا اس کے لئے جھک

جائے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔

اس نے عرض کیا: تو کیا اس سے چپٹ جائے اور بوسہ لے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔

اس نے عرض کیا: تو کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2737)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے اور ہاتھ پکڑے (یعنی مصافحہ

کرے) تو ان دونوں کے گناہ ایسے گرتے ہیں جیسے تیز آندھی کے دن میں خشک درخت کے پتے اور ان کے گناہ بخش دیئے

جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ برابر ہوں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 6150)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمانوں نے ملاقات کی اور ایک نے دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا (یعنی مصافحہ کیا) تو

اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں یہ حق ہے کہ ان کی دعا کو حاضر کر دے اور ہاتھ جدا نہ ہونے پائیں گے کہ ان کی مغفرت ہو جائے گی۔ اور

جو لوگ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور سوارضائے الہی عزوجل کے ان کا کوئی مقصد نہیں ہے تو آسمان سے منادی ندا دیتا

ہے کہ کھڑے ہو جاؤ۔ تمہاری مغفرت ہو گئی تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا گیا ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 12454)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان اپنے بھائی سے مصافحہ کرے اور کسی کے دل میں دوسرے سے عداوت نہ ہو تو

ہاتھ جدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ دونوں کے گزشتہ گناہوں کو بخش دے گا اور جو شخص اپنے بھائی کی طرف نظر محبت سے دیکھے اس

کے دل یا سینے میں عداوت نہ ہو تو نگاہ نوٹنے سے پہلے دونوں کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 25358)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اصحاب نبی کریم ﷺ جب ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے۔

(الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 97)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی درآں حالیکہ میری دونوں ہتھیلیاں آپ ﷺ کی دونوں ہتھیلیوں میں تھیں۔ (صحیح

بخاری: رقم الحدیث: 6265

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ مصافحہ کرنا سنت ہے۔
اور در مختار میں ہے: مصافحہ سنت ہے اور اس کا ثبوت تواتر سے ثابت ہے اور احادیث مبارکہ میں اس کی بڑی فضیلت آئی۔

ایک حدیث مبارکہ یہ ہے: جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو حرکت دی اس کے تمام گناہ گرجائیں گے۔

جتنی بار ملاقات ہو ہر بار مصافحہ کرنا مستحب ہے مطلقاً مصافحہ کا جواز یہ بتاتا ہے کہ نماز فجر و عصر کے بعد جو اکثر جگہ مصافحہ کرنے کا مسلمانوں میں رواج ہے یہ بھی جائز ہے اور بعض کتابوں میں جو اس کو بدعت کہا گیا ہے اس سے مراد بدعت حسنہ ہے۔ (رد مختار: ج: 9، ص: 628)

اور رد المختار میں ہے: جس طرح فجر و عصر کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے دوسری نمازوں کے بعد بھی مصافحہ کرنا جائز ہے کیونکہ اصل مصافحہ کرنا جائز ہے تو کسی وقت بھی کیا جائے جائز ہی ہے جب تک شرع مطہر سے ممانعت ثابت نہ ہو۔

(رد المختار: ج: 9، ص: 628)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وعلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي الْجَنْبِ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ جنبی کا مسجد میں داخل ہونے کے متعلق

یہ باب جنبی کا مسجد میں داخل ہونے کے احکام میں ہے۔

201 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْأَفْلَكِيُّ بْنُ خُلَيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنِي جَسْرَةُ بِنْتُ دَجَاجَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُجُوهُ بَيُوتِ أَصْحَابِهِ شَارِعَةً فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ وَجَّهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَصْنَعْ الْقَوْمُ شَيْئًا رَجَاءً أَنْ تَنْزِلَ فِيهِمْ رُخْصَةٌ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ بَعْدُ فَقَالَ وَجَّهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَإِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِخَالِضٍ وَلَا جَنْبٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ هُوَ فَلَيْتُ الْعَامِرِيُّ

جرہ بنت دجاجة سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گھروں کے دروازے آنے اور جانے کے واسطے مسجد میں سے بنا لیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسجد کی جانب سے ان کے دروازے بند کر دو۔ پھر آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے اور لوگوں نے کچھ بھی نہ کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ آپ ﷺ ان کو رخصت عنایت فرمادیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ پھر ان کے پاس تشریف لائے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسجد کی جانب ان کے دروازے بند کر دو اس لیے میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو جائز نہیں ٹھہراتا۔
امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ فلایت عامری ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۲۸۴)

تشریح:

یہاں پر دو چیزیں ہیں:

1- مسجد سے گزرنا 2- مسجد میں ٹھہرنا

امام شافعی اور امام احمد رحمہما کے نزدیک جنبی اور حائض کے لئے مطلقاً کوئی خاص ضرورت ہو یا نہ ہو مسجد میں داخل ہونا اور مسجد سے گزرنا جائز ہے البتہ حائض کے لئے شرط ہے کہ تلویت مسجد کا خوف نہ ہو احناف اور مالکیہ کے نزدیک جنبی اور حائضہ کے لئے مسجد سے گزرنا جائز نہیں مگر کسی مجبوری کی بناء پر۔

اب رہا مسجد میں ٹھہرنا، اٹھنا، بیٹھنا، تویہ جمہور علماء کے نزدیک اور آئمہ ثلاثہ حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ حنابلہ اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک جائز ہے مگر وضو کے بعد داؤد ظاہر اور مزنی وغیرہ کے نزدیک جنبی اور حائضہ دونوں کے لئے گزرنا اور ٹھہرنا دونوں مطلقاً جائز ہیں۔

احناف کی اس مقام پر دلیل یہی حدیث دلیل ہے کہ جس کے آخر میں ہے۔

انّی لا احل المسجد لحائض ولا جنب

امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ

قرآن مجید کی آیت ہے:

وَأَنْتُمْ سُكَّارٌ حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنْبًا إِلَّا غَابِرٌ سَبِيلٍ (النساء: 43)

اس آیت کریمہ میں وَلَا جُنْبًا إِلَّا غَابِرٌ سَبِيلٍ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنبی آدمی مسجد سے گزر سکتا ہے کیونکہ یہاں لفظ

مواضع محذوف ہے۔

اصل میں ہے: لا تقربوا مواضع الصلوة

اس کا معنی ہوگا نشہ اور جنابت کی حالت میں نماز کی جگہ کے قریب نہ جاؤ مگر گزر سکتے ہو۔

تو ہم نے اس کا یہ جواب دیا کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الصلوة سے نماز مراد لی ہے مواضع الصلوة مراد نہیں لی اور عابری سبیل سے مراد مسافر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر راجح ہے۔

یہاں پر یہ بات بھی قابل غور ہے علماء غیر مقلدین کے نزدیک حائضہ عورت کا مسجد میں جانا اور وہاں رہنا اور مسجد میں اعتکاف کرنا جائز ہے۔ یہاں پر ان کے دلائل اور ان کا رد پیش کیا جاتا ہے۔

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم متوفی 456ھ اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: مجھے مسجد سے جائے نماز دو۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے عرض کیا: میں حائضہ ہوں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔ (المحلی بالآثار: ج 1، ص: 399)

علماء غیر مقلدین کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال اس وقت صحیح ہوگا جب اس حدیث مبارکہ کا مطلب ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حجرہ سے نکل کر مسجد میں جائیں اور وہاں سے مصلیٰ لا کر رسول اللہ ﷺ کو دیں جبکہ اس حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ سے ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلیٰ اٹھا کر حضور انور ﷺ کو دیں۔

اور اس معنی پر قرینہ یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں۔

ورنہ ارشاد فرماتے: تمہارا حیض تمہارے پیروں میں تو نہیں ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے متصل تھا۔ جب نبی کریم ﷺ مسجد میں متکلف ہوتے تو اپنا سر مبارک حجرہ میں

داخل فرما دیتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا سر مبارک دھوتی تھیں اور اس وقت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ تھیں۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 2031)

اور اگر حائضہ کا مسجد میں آنا جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس وقت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مسجد میں بلا لیتے اور حجرہ میں

سر مبارک داخل نہ فرماتے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

جس حدیث مبارکہ نے شیخ ابن حزم نے استدلال کیا ہے اس میں مسجد سے مراد مسجد نبوی نہ ہو بلکہ مسجد بیت ہو۔ یعنی حجرہ کی وہ جگہ جس کو نبی کریم ﷺ نے نماز کے لئے مخصوص فرمایا تھا۔

اس کے بعد شیخ ابن حزم لکھتے ہیں: جو آئمہ کرام حائضہ عورت کا مسجد میں جانا ناجائز کہتے ہیں۔ ان کی دلیل درج ذیل حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کرام سے فرمایا: ان گھروں کا رخ مسجد سے پھیر دو کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: 232)

شیخ ابن حزم نے اس حدیث مبارکہ کو مسترد کر کے لکھا ہے کہ اس کی سند میں اقلیت بن خلیفہ ہے یہ راوی غیر مشہور ہے اور ثقاہت میں معروف نہیں ہے۔ (المحلی بالآثار، ج: 1، ص: 401)

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی 1255ھ نے شیخ ابن حزم کے اس کلام پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

یہ کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اقلیت کو امام ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔

اور امام ابو حاتم نے کہا: وہ شیخ ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ

اس کی روایت میں کوئی خرج نہیں ہے۔

اور الکاشف میں مذکور ہے کہ

یہ بہت زیادہ سچا ہے۔

اور البدر المنیر میں مذکور ہے کہ:

وہ مشہور ثقہ ہے۔ (نیل الاوطار، ج: 1، ص: 325)

اس کے بعد شیخ ابن حزم نے مانعین کی دوسری حدیث نقل کی ہے کہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے نہ آواز بلند فرمائی۔

سنو! یہ مسجد جنبی کے لیے حلال ہے نہ حائضہ کے لئے مگر نبی کریم ﷺ اور ان کی ازواج کے لئے اور علی کے لئے اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے لئے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 645)

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں محدوج الہذلی ہے جو جرہ بہت خارجہ سے روایت کرتے ہیں۔ محدوج

ساقط ہے وہ جسرہ سے معطلات روایت کرتا ہے نیز اس روایت کی سند میں ابوالخطاب الجری ہے وہ مجہول ہے وغیرہ۔

(الحلی بالآثار: ج: 1، ص: 401)

شیخ شوکانی نے شیخ ابن حزم کی اسی عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

امام بخاری نے کہا ہے کہ

جسرہ کے پاس عجائب ہیں۔

امام ابن القطان نے کہا کہ

امام بخاری کا یہ قول جسرہ کی احادیث کو رد کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

اور العجلی نے کہا ہے کہ

وہ ثقہ تابعیہ ہیں۔

امام ابن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں جسرہ کی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

ابن سید الناس نے کہا: اگر اس حدیث مبارکہ کو حسن کہا جائے تو یہ اس کا بہت کم مرتبہ ہے کیونکہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور

اس کی صحت پر خارجی شواہد ہیں لہذا شیخ ابن حزم کے پاس اس حدیث کو رد کرنے کے لئے کوئی حجت نہیں ہے۔

آگے چل کر شیخ شوکانی نے لکھا ہے کہ

اقلت کو مردود کہنا مردود ہے کیونکہ آئمہ حدیث میں سے کسی نے اس کو مردود نہیں کہا۔

اس کے شیخ شوکانی لکھتے ہیں: یہ دونوں احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنبی اور حائض کا مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے

اور یہی اکثرین کا مذہب ہے اور جمہور نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے اور اس حدیث سے بھی جس میں رسول اللہ ﷺ

نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حالت حیض میں بیت اللہ کا طواف کرنے سے منع فرمایا تھا اور داؤد ظاہری اور مزنی وغیرہم نے کہا کہ

جنبی اور حائضہ کا مسجد میں ٹھہرنا مطلقاً جائز ہے۔ (نیل الاوطار: ج: 1، ص: 328)

اس کے بعد شیخ ابن حزم نے حائضہ عورت کے مسجد میں ٹھہرنے پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک سیاہ قام لڑکی عرب کے کسی قبیلہ کی تھی۔ انہوں نے اس کو آزاد کیا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر مسلمان ہو گئی

اس کے لئے مسجد میں خیمہ تھا۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 439)

شیخ ابن حزم کہتے ہیں کہ

یہ عورت نبی کریم ﷺ کی مسجد میں رہتی تھی اور عورتوں کے متعلق معلوم ہے کہ ان کو حیض آتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس

کو منع نہیں فرمایا اور ہر وہ کام جس سے نبی کریم ﷺ منع نہ فرمائیں وہ مباح ہے۔ (المحلی بالآثار ج: 1، ص: 401)

شیخ ابن حزم کی دلیل پر ہمارا تبصرہ یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تاحیات اس لڑکی کو مسجد میں رہنے کی اجازت دی تھی نہ یہ مذکور ہے کہ ایک لمبے عرصے تک رہنے کی اجازت دی تھی ورنہ دیگر احادیث مبارکہ میں اس کا ذکر ہوتا۔ یہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے وقتی اور عارضی طور پر اس کو مسجد میں ٹھہرایا تھا جب تک کہ اس کی رہائش کا کوئی اور معقول بندوبست نہیں ہو گیا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کے بالغہ ہونے میں کوئی صداقت نہیں ہے، کیونکہ حیض تو بالغہ کو آتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ نابالغہ ہوں اور نابالغہ کو حیض نہیں آتا لہذا آپ کا کلام بے فائدہ ہے۔

اس کے بعد شیخ ابن حزم اپنے موقف پر اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنادیا گیا۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 335)

شیخ ابن حزم اس حدیث مبارکہ سے اس طرح کرتے ہیں کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حائضہ اور جنبی کے لیے تمام روئے زمین پر رہنا مباح ہے اور تمام روئے زمین مسجد ہے تو پھر کسی مسجد میں رہنے سے منع کرنا اور کسی مسجد میں جائز قرار دینا یہ قطعاً جائز نہیں ہے اور اگر حائضہ کے لئے مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیتے جب انہیں حیض آیا حالانکہ آپ ﷺ نے انہیں صرف بیت اللہ کے طواف سے منع فرمایا تھا۔ (المحلی ج: 1، ص: 401، 402)

شیخ ابن حزم کا یہ استدلال انتہائی عجیب و غریب ہے اس طرح تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ تمام روئے زمین میں لوگوں کا خرید و فروخت کرنا، بیویوں سے مجامعت کرنا، قضائے حاجت کرنا مباح ہے اور تمام روئے زمین مسجد ہے تو ثابت ہوا کہ مسجد میں بھی یہ سب کام جائز ہیں اور بعض مساجد کو ان کاموں سے خاص کر لینا یہ جائز نہیں ہے ظاہر ہے کہ ایسی بات کوئی فاجر العقل ہی کر سکتا ہے۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ

زمین کے جس ٹکڑے کو اپنی ملکیت سے خارج کر کے اسے مسجد کے لئے وقف کر دیا اور وہاں مسجد کی عمارت بنا دی۔

اس کا حکم یہ ہے کہ

وہاں باجماعت نماز پڑھنے سے 27 درجہ ثواب ہوگا اور جمعہ پڑھنے سے پانچ سو گنا ثواب ہوگا اور اس مسجد میں خرید و فروخت کرنا اور حائضہ اور جنبی کا اس میں داخل ہونا جائز نہیں ہے اس کے علاوہ زمین کے جس ٹکڑے پر نماز پڑھی جائے جہاں عرفا مسجد قائم نہ ہو وہاں نماز پڑھنے سے نماز تو ہو جائے گی مگر اس جگہ نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہ ہوگا اور نہ اس جگہ خرید و فروخت اور دیگر دنیاوی کاموں سے منع کیا جائے گا۔

باقی رہا شیخ ابن حزم کا یہ کہنا کہ

اگر یہ ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتاتے۔ سورسول اللہ ﷺ نے تو بتایا ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی احادیث مبارکہ بیان کر چکے ہیں۔

طواف بالیت سے ممانعت کا نبی کریم ﷺ نے جو ذکر کیا تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور اس میں بیت اللہ کا طواف کرنا ہوتا ہے اور طواف کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیت اللہ میں داخل ہونا پڑتا اور وہ حائضہ تھیں جس کی وجہ سے وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی تھیں اس لیے آپ ﷺ نے ان کو طواف بالیت سے منع فرمایا یعنی طواف بالیت سے منع کرنے کی علت یہی ہے کہ اس میں مسجد میں داخل ہونا لازم آتا ہے جو کہ حائضہ کے لئے جائز نہیں۔

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی 788ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ

تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

اس حدیث مبارکہ کا تقاضہ یہ ہے کہ

حائضہ کا مسجد میں جانا اور مسجد میں رہنا مطلقاً جائز ہے۔

اور آپ ﷺ کا دوسرا ارشاد یہ ہے کہ

میں مسجد کو جنبی اور حائضہ کے لئے حلال نہیں کرتا۔

ان دونوں احادیث مبارکہ میں تطبیق دینا ضروری ہے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دوسری کی ناسخ نہیں ہے اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ ضرورت کی بناء پر جنبی اور حائضہ کا مسجد میں رہنا اور جانا جائز ہے اور بلا ضرورت جائز نہیں ہے جیسا کہ خون اور خنزیر کا گوشت حرام ہے لیکن ضرورت کے وقت مباح ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ج: 26، ص: 109)

قال ابو داؤد هو فليت العامري

مصنف مسند فرماتے ہیں کہ

سند میں جو الفلت بن خليفه راوى آئے ہیں یہ وہی ہیں جو فليت عامري سے مشہور ہیں۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم .

بَاب فِي الْجُنُبِ يُصَلِّي بِالْقَوْمِ وَهُوَ نَاسٍ

جنبی کا بھول کر نماز پڑھانے کے متعلق

یہ باب جنبی کا بھول کر نماز پڑھانے کے حکم کے متعلق ہے۔

202 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ زِيَادٍ الْأَعْلَمِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ أَنْ مَكَانَكُمْ ثُمَّ جَاءَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَصَلَّى بِهِمْ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَقَالَ فِي أَوَّلِهِ فَكَبَّرَ وَقَالَ فِي آخِرِهِ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنِّي كُنْتُ جُنُبًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ وَانْتَظَرْنَا أَنْ يُكَبِّرَ انْصَرَفَ ثُمَّ قَالَ كَمَا أَنْتُمْ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ أَيُّوبُ وَابْنُ عَوْنٍ وَهَشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ مَرْسَلًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَبَّرَ ثُمَّ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْقَوْمِ أَنْ اجْلِسُوا فَذَهَبَ فَاغْتَسَلَ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَكِيمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي صَلَاةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَلِكَ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَبَّرَ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز پڑھانے کے واسطے مسجد میں تشریف لائے تو اپنے مقدس ہاتھ سے اپنی جگہ پر بیٹھے رہنے کا اشارہ فرمایا پھر تشریف لائے تو آپ ﷺ کے مقدس سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی۔ حماد بن سلمہ نے اسی حدیث کو معنوی طور پر اپنی اسناد سے بیان کیا اور اس کی ابتداء میں فرمایا کہ آپ ﷺ نے تکبیر فرمائی۔ اور اس کے آخر میں فرمایا جب نماز مکمل فرما چکے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ایک بشر ہوں اور میں جنبی تھا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: زہری، ابوسلمہ بن عبد الرحمن اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب آپ ﷺ مصلیٰ پر تشریف فرما ہوئے اور ہم منتظر تھے کہ آپ ﷺ تکبیر فرمائیں تو اس حال میں آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس جگہ پر رہو۔ اور اس کو روایت کر کے کہا کہ ایوب، ابن عوف، ہشام، محمد نے مرسل نبی کریم ﷺ سے یہی تکبیر فرمائی پھر لوگوں کی جانب اشارہ فرمایا کہ بیٹھو پس آپ ﷺ تشریف لے گئے تو غسل فرمایا۔ اسی طرح مالک، اسماعیل بن ابوحکیم، عطاء بن یسار نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کے واسطے تکبیر فرمائی۔

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ اسی طرح ہمیں معلم بن ابراہیم، ابان، یحییٰ، ربیع بن محمد نے نبی کریم ﷺ سے بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نے تکبیر فرمائی۔

(اسنن الصغیر للبیہقی ج: ۱، ص: 450، سنن الکبریٰ للبیہقی ج: ۲، ص: 397، مسند احمد ج: 34، ص: 72، مشکل الآثار للحدادی ج: 2، ص: 104)

203 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ ح وَحَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْأَزْرَقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ إِمَامٌ مَسْجِدٍ صَنْعَاءَ حَدَّثَنَا رَبَاحٌ عَنْ مَعْمَرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُوَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَصَفَّ النَّاسُ صُفُوفَهُمْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا قَامَ فِي مَقَامِهِ ذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يَغْتَسِلْ فَقَالَ لِلنَّاسِ مَكَانَكُمْ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ فَخَرَجَ عَلَيْنَا يَنْطَفُ رَأْسُهُ وَقَدْ اغْتَسَلَ وَلَحْنُ صُفُوفٍ وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ حَرْبٍ وَقَالَ عِيَّاشُ فِي حَدِيثِهِ فَلَمْ نَزَلْ قِيَامًا نَنْتَظِرُهُ حَتَّى خَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدْ اغْتَسَلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی اقامت کہی گئی اور لوگوں نے اپنی صفوں کو درست فرمالیا پس رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے حتیٰ کہ اپنی جگہ پر تشریف فرما ہوئے تو بات یاد آگئی کہ غسل تو کیا نہیں تو آپ ﷺ نے لوگوں کو ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو پھر آپ ﷺ اپنے گھر کی طرف تشریف لے گئے پھر گھر سے ہمارے پاس تشریف لے آئے کہ آپ ﷺ کے مقدس سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے (اور وہ) غسل کرنے کی وجہ سے تھے اور ہم صفوں میں تھے۔ یہ روایت لفظ ابن حرب سے ہے۔ عیاش نے اپنی حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ ہم کھڑے ہو کر آپ ﷺ کے منتظر تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ غسل فرما کر ہمارے پاس تشریف لائے۔

(اسنن الکبریٰ للبیہقی ج: 2، ص: 398، سنن نسائی ج: 3، ص: 275، معجم ابن حبان ج: 8، ص: 7، معجم البخاری ج: 3، ص: 21)

تشریح:

ان دونوں احادیث مبارکہ میں تعارض ہے کہ ایک میں ہے نماز شروع کرنے سے پہلے یاد آگیا اور دوسری میں نماز شروع کر چکے کے الفاظ ہیں مطلب بات کا یہ ہے کہ احادیث میں تعارض ہو گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

چونکہ روایتیں دونوں طرح کی ہیں اس لیے ہم قوی سند والی روایت کو لیتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت قوی سند والی ہے کہ آپ ﷺ تکبیر فرمانے سے قبل غسل کے لئے تشریف لے گئے۔

اب جب قوی سند والی حدیث آگئی تو ہاقیوں کو چھوڑ دیں گے۔

یا تو یہ ہے کہ دونوں طرح کی روایات میں تطبیق دیں گے وہ اس طرح کہ جس روایت میں تکبیر کا ذکر ہے وہاں ارادہ تکبیر مراد لیں گے یعنی آپ ﷺ تکبیر کہنے کا ارادہ فرما چکے تھے جماعت کھڑی ہو گئی تھی اس وقت یاد آ گیا تو غسل کرنے تشریف لے گئے اس لیے کہ ارادہ فعل پر بھی فعل کا اطلاق ہو جایا کرتا ہے۔

جس طرح کہ اذا قم الی الصلوۃ میں اردتم الصلوۃ مراد ہے۔

یا کہ اس کی یہ توجیہ کر دیں گے کہ آپ ﷺ نے تکبیر فرمائی تھی بعد میں غسل یاد آ گیا اور جن روایات میں تکبیر سے قبل چلے جانے کے الفاظ ہیں ان کے راویوں کے پیچھے دور ہونے کی بناء پر تکبیر نہیں سنی تھی اسی وجہ سے نفی کر دی۔

سوال: ☆ قوله انما انا بشر

یہاں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود کو بشر کہا اور تم نبی کریم ﷺ کو نور کہتے ہو لہذا تمہارا نور کہنا درست نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ بشر ہیں۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ کا بہ لحاظ ظاہر انما انا بشر فرمانا حکمت و ارشاد کے لئے بہ طریق تواضع ہے اور جو کلمات تواضع کے لئے کہے جائیں وہ تواضع کرنے والے کے علو منصب کی دلیل ہوتے ہیں چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں یا اس سے برابری ڈھونڈنا ترک ادب اور گستاخی ہوتا ہے تو کسی امتی کو روا نہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ سے مماثل ہونے کا دعویٰ کرے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کہ

زید کا قول یہ ہے کہ حضور انور ﷺ ہماری مثل ایک بشر تھے کیونکہ قرآن عظیم میں ارشاد ہے کہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور خصائص بشریت بھی حضور انور ﷺ میں بلاشبہ موجود تھے کیا کھانا پینا، جماع کرنا، بیٹا ہونا، باپ ہونا، کفو ہونا، سونا وغیرہ امور خواص بشریت سے نہیں ہیں جو حضور انور ﷺ میں موجود تھے اگر کوئی بشریت کی بناء پر حضور انور ﷺ سے مساوات کا دعویٰ کرنے لگے تو یہ نالائق حرکت ہے جیسا کہ عارف بسطامی سے منقول ہے کہ لنوائی ارفع من لواء محمد ﷺ (یعنی میرا جھنڈا سیدنا محمد ﷺ کے جھنڈے سے بلند ہے)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

مستفتی کو تعجیل اور فقیر بتیس روز سے علیل اور مسئلہ ظاہر و بین غیر محتاج دلیل لہذا صرف ان اجمالی کلمات پر اختصار ہوتا ہے عمرو کا قول مسلمان کا قول ہے اور زید نے وہی کہا جو کافر کہا کرتے تھے۔

قالو اما انتم الابرار مثلنا

کافر بولے۔

تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی بلکہ زید مدعی اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے وہ جو انبیاء کرام ﷺ کو اپنا سا بشر

مانتے تھے اس لیے کہ ان کی رسالت سے منکر تھے کہ

ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمن من شيء ان انتم الا تكذبون ۔

تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر اور رحمن نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو واقعی جب ان خبیث کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا مگر ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں اپنا ہی سا بشر جانیں۔ زید کو قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سوجھا اور یُوْحٰی اِلَیْہِ نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا۔ زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت جبرائیل علیہ السلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا۔
ولہذا ارشاد فرماتا ہے۔

ولو جعلناه ملکا لجعلناه رجلا و للبسنا علیہم ما یلبسون

”اور اگر ہم فرشتے کو رسول کر کے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انہیں اسی شہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں۔“

ظاہر ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انہیں اوروں کی مثل بشر سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا ظاہر بینوں کو رابطوں کا دھوکہ ہے، شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔

ہماری با اولیاء بر داشتند
انبیاء را پھو خود پنداشتند

ان کا کھانا پینا یہ افعال بشری اس لیے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں۔ حاشا لست کا حد کم انی ابست عند ربی یطعمنی و یسقینی۔ ان کے یہ افعال بھی اقامت و سنت و تعلیم امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقہ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں سکھائیں جیسے ان کا سہو و نسیان۔
حدیث مبارکہ میں ہے۔

انی لا انسی و لکن انسی لیستن بی

میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تاکہ حالت سہو میں امت کو طریقہ سنت معلوم ہو۔

امام اجل محمد عبد ربی ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اموال بشری کھانا پینا، سونا، جواہر اپنے نفس کریم کے لئے نہ فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس دلانے کے لئے ان افعال میں حضور کی اقتدا کریں۔ کیا نہیں دیکھتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے تمہاری دنیا میں سے خوشبو اور عورتوں کی محبت دلائی گئی۔

یہ نہ فرمایا کہ

میں نے انہیں دوست رکھا۔

اور ارشاد فرمایا کہ

تمہاری دنیا میں سے تو اسے اوروں کی طرف اضافت فرمایا نہ اپنے نفس کریم کی طرف، ﷺ

معلوم ہوا کہ

حضور اقدس ﷺ کی محبت اپنے مولیٰ عزوجل کے ساتھ خاص ہے جس پر یہ ارشاد کریم دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی، تو حضور اقدس ﷺ کی ظاہر صورت بشری اور باطن ملکی ہے تو حضور اقدس ﷺ کے یہ افعال بشری محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لئے شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے نہ یہ کہ حضور ﷺ کو ان میں سے کسی شے کی کچھ حاجت ہو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ انہیں اوصاف جلیلہ و فضائل حمیدہ سے جہل کے باعث بے چارے جاہل یعنی کافر نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔ عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول حضور اقدس ﷺ نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی حکمت تعلیم تو واضح و تائیس امت و سد غلو نصرانیت ہے۔ اول، دوم ظاہر اور سوم یہ کہ مسیح علیہ السلام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا پھر فضائل محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحبۃ کی عظمت شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے یہاں اس غلو کے سد باب کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو کہ میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہاں یوحنا الی رسول ہوں دفع افراط نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفع تفریط ابلیسیہ کے لئے دوسرا کلمہ۔ اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا قل سبحن ربی ہل کنت الا بشرا رسولا تم فرما دو کہ پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں میں تو انسان رسول ہوں انہیں دونوں کے دفع کو کلمہ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے۔

اشہد ان محمداً عبده ورسوله

بندے ہیں خدا نہیں رسول ہیں خدا سے جدا نہیں شیطنیت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیاز اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تو اضع پر اختصار کرے۔ اسی ضلالت کا اثر ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے دعویٰ مساوات کو صرف نالائق حرکت کہا۔ نالائق حرکت تو یہ بھی ہے کہ کوئی بلا وجہ زید کو طمانچہ مار دے یعنی اس زید کو جس نے کفر و ضلال نہ بکے ہوں پھر کہاں یہ اور کہاں وہ دعویٰ مساوات کہ کفر خالص ہے اور اس کا اولیاء ﷺ کی طرف معاذ اللہ حضور اقدس ﷺ سے ارفعیت کا ادعا نسبت کرنا محض اخترا اور کج فہمی ہے خاشاکوئی ولی کیسے ہی مرتبہ عظیمہ پر ہوسرکار کے دائرہ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اکابر انبیاء تو دعویٰ مساوات کر نہیں سکتے۔ شیخ الانبیاء خلیل کبریاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شب معراج حضور اقدس ﷺ کا خطبہ فضائل سن کر تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ و التسلیم سے فرمایا: بیہذا فضلکم محمد ﷺ

ان وجوہ سے محمد ﷺ تم سب سے افضل ہوئے۔ ولی کس منہ سے دعویٰ ارفیعت کرے گا اور جو کرے حاشا ولی نہ ہوگا شیطان ہوگا۔ حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال و نظائر رضی اللہ عنہ وقت ورود تجلی خاص شجرہ موسیٰ ہوتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا۔

یٰموسیٰ انا اللہ رب العلمین

اے موسیٰ! بے شک میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا۔

کیا یہ پیڑ نے کہا تھا حاشا اللہ بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی۔ کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عز وجل تھا۔

اسی نے وہاں فرمایا: یموسیٰ انا اللہ رب العلمین

اسی نے یہاں بھی فرمایا: سبحانی ما اعظم شانہ

اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ لوائی ارفع من لواء محمد ﷺ

بے شک لواء الہی لواء محمدی سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

(اعلیٰ حضرت کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت بایزید نے بظاہر لوائی ارفع من لواء محمد کہا تھا تو حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام تھا اور اللہ تعالیٰ فرما رہا تھا میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے بلند ہے جیسے شجر موسیٰ سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنایا گیا تھا اسی طرح یہاں بایزید سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنایا گیا) (تاوی رضویہ ج: 6، ص: 143-145)

شیخ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی متوفی 1346ھ لکھتے ہیں: کوئی ادنیٰ مسلمان بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے ”قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ اور بعد اس کے یوحٰی الٰہی کی قید سے پھر وہی شرف تقرب بعد اثبات مماثلت بشریت فرمایا پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔

نیز لکھتے ہیں: لاریب اخوت نفس بشریت میں اور اولاد آدم ہونے میں ہے اور اس میں مساوات بنفس قرآن ثابت ہے اور کمالات تقرب میں نہ کوئی بھائی کہے نہ مثل جانے۔ (براہین قاطعہ ص: 3)

شیخ سہارنپوری کے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ

نفس بشریت میں تمام انسان آپ ﷺ کے مماثل اور مساوی ہیں جبکہ ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے انبیاء کرام علیہم السلام میں عام انسانوں کی بہ نسبت ایک وصف زائد ہوتا ہے جو نبوت ہے وہ حامل وحی ہوتے ہیں۔ فرشتوں کو دیکھتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں اس لیے نبی کی بشریت اور عام انسانوں کی بشریت مماثل اور مساوی نہیں ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ

نبوت سے قطع نظر تو نفس بشریت میں مساوات ہے تو میں کہوں گا کہ اس طرح تو نفس حیوانیت میں نطق سے قطع نظر انسان گدھوں، کتوں اور خنزیروں کے مماثل اور مساوی ہے اور ایسا کہنا انسان کی توہین ہے اسی طرح نفس بشریت میں رسول اللہ ﷺ کو تمام انسانوں کے مماثل اور مساوی کہنا رسول اللہ ﷺ کی توہین ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ

قرآن مجید میں ہے: قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکہف: 110)

تو اس کے دو جواب ہیں۔

ایک جواب یہ ہے کہ

قرآن مجید میں ہے: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَّطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ (الانعام: 38)

ہر وہ جاندار جو زمین پر چلتا ہے اور ہر وہ پرندہ جو اپنے اپنے پروں کے ساتھ اڑتا ہے وہ تمہاری ہی مثل گروہ ہیں۔

اس آیت کا تقاضہ یہ ہے کہ

زمین اور فضا کے تمام جاندار اور تمام پرندے انسانوں کی مثل ہیں تو اس طریقہ سے کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ انسان گدھ، چیل اور بندر اور خنزیر کی مثل ہے تو کیا یہ انسان کی توہین نہیں ہے لہذا اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں کے مساوی اور ان کی مثل ہیں تو یہ بھی آپ ﷺ کی توہین ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کس چیز میں عام انسانوں کی مثل ہیں۔ کسی وجودی وصف میں کوئی انسان آپ ﷺ کی مثل نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کے ساتھ مماثلت عہدی وصف میں ہے نہ ہم خدا ہیں نہ آپ خدا ہیں نہ ہم واجب اور قدیم ہیں نہ آپ واجب اور قدیم ہیں نہ ہم مستحق عبادت ہیں نہ آپ مستحق عبادت ہیں۔

اور جس کسی معزز اور اہم شخص کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے عام اوصاف کا ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ان خصوصی اوصاف کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز اور ممتاز ہوتا ہے مثلاً آپ ملک کے صدر اور وزیر اعظم کا ذکر کریں تو یوں نہیں کہیں گے کہ یہ انسان اور بشر ہیں یا مرد ہیں آپ یوں نہیں کہیں گے کہ یہ ایک پاکستانی ہیں بلکہ آپ کہیں گے کہ یہ ملک کے صدر ہیں یا ملک کے وزیر اعظم ہیں تو رسول اللہ ﷺ کو یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ آپ انسان اور بشر ہیں یا مرد ہیں کیونکہ ان الفاظ میں آپ ﷺ کی خصوصیت نہیں ہے۔ انسان اور بشر ہونے میں مسلمانوں کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہے یہ اوصاف تو مومن، کافر، مرتد سب میں مشترک ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ قبرستان میں تشریف لے گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: السلام علیکم دار قوم مومنین

بے شک ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:

یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا ہم آپ ﷺ کے بھائی نہیں ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انتم صحابی

تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4306)

رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے اس سے آپ ﷺ کی مراد دینی بھائی تھے اور دینی بھائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے پھر کیا وجہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میرے اصحاب ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے اس کی وجہ یہی ہے کہ دینی بھائی ہونے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی امتیاز اور ان کی کوئی خصوصیت نہیں تھی کیونکہ قیامت تک کے تمام مسلمان آپ کے دینی بھائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امتیاز اور ان کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ آپ کے اصحاب ہیں اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس وصف کے ساتھ ذکر پسند نہیں کیا جو ان میں اور دوسرے مسلمانوں میں بھی مشترک تھا جس وصف میں صحابہ کرام کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔

قاضی عیاض مالکی متوفی 544ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں: علامہ باجی نے کہا: نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دینی بھائی ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ ان کا وہ مرتبہ ذکر کیا جو اس پر زائد ہے اور جو ان کے ساتھ مختص ہے اور جو بعد میں آنے والے مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے اس لیے ان کا دینی اخوت کے ساتھ کیا۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا: تمام اہل ایمان آپ کے دینی بھائی ہیں اور آپ ﷺ کے صحابہ وہ ہیں جو آپ ﷺ کی صحبت میں رہے ہوں۔ (اکمال المعلم بقوائد مسلم: ج: 2، ص: 48)

قرآن مجید میں کہیں یہ مذکور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بشر کہا ہو نہ کسی حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ کسی صحابی نے آپ ﷺ کو صرف بشر کہا ہو اور سورہ کہف کی آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کو بشر نہیں کہا بلکہ یہ فرمایا کہ آپ فرمادیتے ہیں کہ میں محض تمہاری طرح بشر ہوں (خدا نہیں ہوں)

اس کی وجہ یہ ہے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے علم اور قدرت کے چند معجزات دکھائے مثلاً یہ بتایا کہ تم کیا کھا کر آئے ہو اور گھر میں کیا رکھ کر آئے ہو

اور چند مردے زندہ کئے اور مٹی سے پرندے بنا کر اڑا دیئے تو لوگوں نے ان کو خدا عزوجل اور خدا عزوجل کا بیٹا کہہ دیا اور سیدنا محمد مصطفیٰ نے تو ماکان و مایکون کی خبریں دی تھیں اور آپ ﷺ کی توجہ سے درخت میں جان پڑ گئی اور اس نے آپ ﷺ کے پاس آکر آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی اور کھجور کا ستون آپ ﷺ کے فراق میں رو دیا اور مکہ کے ایک پتھر نے کہا:

السلام عليك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

اور گوہ اور ہرنی نے آپ کا کلمہ پڑھا۔ اونٹ نے آپ ﷺ سے کلام کیا اسی طرح کے بے حد حساب معجزات ہیں۔ اس لیے یہ خطرہ تھا کہ فرط عقیدت میں آپ ﷺ کی امت بھی آپ ﷺ کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہہ دے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ اپنی زبان سے خود فرمادیں کہ میں تو صرف تمہاری مثل بشر ہوں (خدا نہیں ہوں)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

باب فی الرجل یجد البلة فی منامہ مرد کا خواب میں تری دیکھنے کے متعلق

اس باب میں احتلام کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

204 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ الْعُمَرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا قَالَ يَغْتَسِلُ وَعَنِ الرَّجُلِ يَرَى أَنَّهُ قَدْ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ الْبَلَلَ قَالَ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ الْمَرْأَةُ تَرَى ذَلِكَ أَعْلَيْهَا غُسْلٌ قَالَ نَعَمْ إِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مرد کے احتلام کے بارے میں پوچھا گیا کہ جس کو احتلام یاد نہیں رہا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ غسل کر لے۔ اور احتلام دیکھنے والے کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ تری نہیں پاتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس پر غسل نہیں ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: عورت اس طرح دیکھے تو کیا اس پر غسل ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! کیونکہ عورتیں مردوں کی مانند ہیں۔

(اسنن الصغیر للبیہقی ج: ۱، ص: ۱۵۱، سنن الکبریٰ للبیہقی ج: ۱، ص: ۱۶۷، سنن ترمذی ج: ۱، ص: ۱۸۹، مسند احمد ج: ۵۳، ص: ۱۵۷)

تشریح:

انسان سوکراٹھے اور اپنے کپڑے پر تری دیکھے تو کیا اس پر غسل واجب ہے یا نہیں اور احتلام کی کن کن صورتوں میں غسل

واجب ہوتا ہے اور کن میں نہیں ہوتا۔ اس میں اختلاف بھی ہے اور کافی تفصیل بھی ہے۔
علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کی چودہ صورتیں ذکر فرمائی ہیں۔
جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1- تیقن منی 2- تیقن مذی 3- تیقن ودی

یہ تو ہوئیں تین صورتیں تیقن کی اور پھر چار صورتیں عدم تیقن کی بھی اور شک کی بھی ہیں۔

1- الشک بین الاولین یعنی منی و مذی

2- الشک بین الاخرین یعنی مذی و ودی

3- الشک بین الاول والثالث منی و ودی

4- الشک فی الثلاث یعنی تری کے متعلق تینوں خیال ہو جائیں۔

1- ہو سکتا ہے منی ہو 2- ہو سکتا ہے ودی ہو 3- ہو سکتا ہے مذی ہو

یہ کل سات صورتیں ہوئیں۔ ان میں سے ہر ایک کی پھر دو صورتیں ہیں۔

1- تذکر احتلام 2- عدم تذکر احتلام

لہذا یہ کل چودہ صورتیں ہوئیں جو کہ بالتفصیل ذکر کی ہیں اب ان کا حکم بھی سن لیں۔

تذکر احتلام یعنی احتلام کے یاد ہونے کی سات صورتوں میں سے ایک کے علاوہ کے باقی تمام صورتوں میں غسل واجب ہے اور وہ ایک صورت ایسی ہے جو تیقن ودی کی ہے اس میں امام اعظم رحمہ اللہ اور صاحبین متفق ہیں اور عدم تذکر احتلام میں اس طرح تفصیل ہے کہ ایک صورت یعنی تیقن منی کی صورت میں بالاتفاق غسل واجب ہے اور تیقن غیر منی کی صورتوں میں بالاتفاق غسل واجب نہیں اور وہ تین صورتیں ہیں۔

1- تیقن مذی 2- تیقن ودی 3- شک بین المذی والودی اور احتمال منی

(جس کی تین صورتیں ہیں) میں طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک واجب نہیں ہے اور وہ تین صورتیں یہ ہیں:

1- شک بین الاولین 2- شک بین الاول والثالث 3- شک فی الثلاث

کلام کا حاصل یہ ہے کہ

عدم تذکر کی سات صورتوں میں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک صرف ایک صورت یعنی تیقن منی میں غسل ہے باقی چھ میں نہیں اور طرفین کے نزدیک تیقن منی اور احتمال منی جس کی تین صورتیں ہیں ان چار صورتوں میں بھی غسل واجب ہے یہ تفصیل تو احناف کے مسلک کی ہے۔

شواہج کے نزدیک ٹوٹل تین صورتیں ہیں:

1- تیقن منی 2- تیقن غیر منی 3- احتمال منی

پہلی دونوں صورتوں کا حکم ظاہر ہے اور تیسری صورت میں ان کے نزدیک اختیار ہے غسل اور عدم غسل میں اور اسی طرح حبلہ کے نزدیک بھی ہے مگر وہ شک اور احتمال کی صورت میں یہ فرماتے ہیں کہ اگر سونے سے پہلے منی کے نکلنے کے اسباب میں سے کوئی سبب پایا گیا ہو تب تو غسل واجب نہیں اور اگر سبب خروج مذی نہ پایا گیا ہو تو غسل واجب ہے اور مالکیہ کے نزدیک احتمال منی کی صورت میں یہ ہے کہ اگر شک ہو منی اور باقی دو مذی اور ودی میں سے کسی ایک میں تب تو غسل واجب ہے اور اگر شک ایک ساتھ تینوں میں ہو تو اب چونکہ احتمال منی ضعیف ہو گیا اس لیے غسل واجب نہیں ہوگا۔

فتاویٰ ہند یہ میں ہے: احتلام یعنی سوتے وقت سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے منی یا مذی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غسل واجب ہے اگرچہ خواب یا دنہ ہو اور اگر یقین ہے کہ یہ نہ منی ہے نہ مذی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا ودی یا کچھ اور ہے تو اگرچہ احتلام یا دنہ ہو اور لذت انزال خیال میں ہو غسل واجب نہیں اور اگر منی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یا دنہیں تو غسل نہیں ورنہ ہے۔

اگر احتلام یا دنہ ہے مگر اس کا کوئی اثر کپڑے وغیرہ پر نہیں غسل واجب نہیں۔ (فتاویٰ ہند یہ ج: 1، ص: 14، 15)

اور در مختار میں ہے: اگر سونے سے قبل شہوت تھی آلہ قائم تھا اب جاگا اور اس کا اثر پایا اور مذی ہونا غالب گمان ہے اور احتلام یا دنہیں تو غسل واجب نہیں جب تک اس کے منی ہونے کا ظن غالب نہ ہو اور اگر سونے سے قبل شہوت ہی نہ تھی یا تھی مگر سونے سے قبل دب چکی تھی اور جو خارج ہوا تھا صاف کر چکا تھا تو منی کے ظن غالب کی ضرورت نہیں بلکہ محض احتمال منی سے غسل واجب ہو جائے گا یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں اس کا خیال ضرور چاہئے۔ (در مختار رد المحتار ج: 1، ص: 333)

فتاویٰ ہند یہ میں ہے: عورت کو خواب ہو تو جب تک منی فرج داخل سے نہ نکلے غسل واجب نہیں۔

(فتاویٰ ہند یہ ج: 1، ص: 15)

کھڑے یا بیٹھے یا چلتے ہوئے سو گیا آنکھ کھلی تو مذی پانی غسل واجب ہے۔ (فتاویٰ ہند یہ ج: 1، ص: 15)

سوال: اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کی منی پاک یا نجس؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

آدمی کی منی نجس ہے اس لیے تو کپڑوں کو دھونے کا حکم فرمایا گیا اگر منی نجس نہ ہوتی تو پھر غسل کیوں واجب کیا جاتا اور کپڑوں کو دھونا کیوں واجب کیا جاتا۔ اب یہاں پر آئمہ کرام کا اختلاف بھی ہے۔

امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہما کے نزدیک آدمی کی منی نجس ہے البتہ امام اعظم رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر منی خشک ہو تو اس کی تطہیر کے لئے اس کو کھر چنا کافی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

اور امام مالک یہ فرماتے ہیں کہ

منی خشک ہو یا تر منی آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

داؤد ظاہری اور امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ مذہب ہے کہ منی پاک ہے امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

جو فقہاء منی کی نجاست کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں منی آلود کپڑوں کے دھونے کا بیان ہے

اور جو فقہاء کرام منی کی طہارت کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں منی کو کھرچنے کا ذکر ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: منی کی طہارت کے قائلین کا یہ کہنا کہ ہم نے منی کھرچنے کی

احادیث کو منی کی طہارت پر اور منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث مبارکہ کو اختیار نظافت پر محمول کیا ہے اس وقت صحیح ہوتا جب

ان احادیث میں تعارض ہوتا حالانکہ ان احادیث مبارکہ میں تعارض نہیں ہے منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث مبارکہ سے

صراحتاً ثابت ہے کہ منی نجس ہے اور منی کھرچنے کی احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔ شریعت

میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے اور امر میں اصل وجوب ہے مگر یہ کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ ہو اور یہاں

اس کے خلاف کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ اس کے وجوب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اور اسی طرح صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم نے کبھی اپنے کپڑوں پر منی لگے رہنے نہیں دی اور بطور عبادت نبی کریم ﷺ کا کسی فعل کو ہمیشہ کرنا اور کبھی ترک نہ کرنا اس

کے وجوب کا مؤید ہے۔

بعض علماء کرام نے کہا: جس چیز کو خشک حالت میں دھونا واجب نہیں اس کو تر حالت میں دھونا بھی واجب نہیں جیسے اینٹ

(ناک)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ اینٹ لٹکنے سے بالکل حدت (وضو ٹوٹا) لاحق نہیں ہوتا جبکہ اگر منی شہوت اور تیزی سے نکلے تو

اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے ورنہ وضو۔

اسی طرح بعض علماء کرام نے فرمایا کہ

اگر منی نجس ہوتی تو اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جے ہوئے خون کو کھرچنا کافی نہیں ہے یہ بھی دلیل صحیح نہیں ہے

کیونکہ جے ہوئے خون کو کھرچنے کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے جبکہ خشک منی کو کھرچنے کے متعلق بہ کثرت احادیث

مبارکہ ہیں اور یہ احادیث مبارکہ خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔

بعض علماء کرام نے یہ کہا کہ

منی انبیاء کرام علیہم السلام کی ولادت کی اصل ہے اس لیے پاک ہونی چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

منی دشمنان خدا مثلاً فرعون، ہامان اور ابوجہل کی ولادت کی بھی اصل ہے اس لیے نجس ہونی چاہئے نیز علقمہ (جما ہوا خون) انسان کی ولادت کے زیادہ قریب ہے اور وہ اس کی اصل ہے پھر خون بھی پاک ہونا چاہئے۔

(عمدة القاری ج: 3، ص: 144، 145)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

باب فی المرأة تری ما یرى الرجل

عورت مرد جیسی تری دیکھے

اس باب میں عورت کے احتلام کے بارے میں حکم ہے۔

205 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ الْأَنْصَارِيَّةَ هِيَ أُمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ أَرَأَيْتَ الْمَرْأَةَ إِذَا رَأَتْ فِي النَّوْمِ مَا يَرَى الرَّجُلُ أَتَغْتَسِلُ أَمْ لَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَلَتَغْتَسِلُ إِذَا وَجَدَتِ الْمَاءَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهَا فَقُلْتُ أَفِ لَكَ وَهَلْ تَرَى ذَلِكَ الْمَرْأَةَ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَرَبَّثْ يَمِينُكَ يَا عَائِشَةُ وَمِنْ أَيْنَ يَكُونُ الشَّبَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَلِكَ رَوَى عُقَيْلٌ وَالزُّبَيْدِيُّ وَيُونُسُ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ الزُّهْرِيِّ وَابْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَوَأَقْبَلَ الزُّهْرِيُّ مُسَافِعًا الْحَجَبِيَّ قَالَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَأَمَّا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ فَقَالَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ بے شک اللہ تعالیٰ حق سے حیاء نہیں فرماتا عورت اگر نیند میں

مرد کی طرح دیکھے تو کیا اس کو غسل کرنا ہے یا نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں اس کو غسل کرنا چاہئے جب پانی دیکھ لے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ان کی طرف گئی اور انہیں کہا تم پر اف ہے کیا عورتوں کو احتلام ہوا کرتا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے میری طرف چہرہ اقدس فرما کر ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تیرے سیدھے ہاتھ میں مٹی لگ جائے اور وہ مشابہت کدھر سے آتی ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: زبیدی، عقیل، یونس، زہری کے بھتیجے اور ابو الوزیر نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 168، سنن نسائی: ج: 1، ص: 329، صحیح ابن حبان: ج: 3، ص: 441، مسند ابی یعلیٰ: ج: 7، ص: 360)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں عورت کے لئے اثبات منی ہے اور جمہور علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے۔ بعض فلاسفہ کا اس میں اختلاف ہے چنانچہ ارسطاطالیس نے کہا ہے کہ عورت کے منی نہیں ہوتی ہے بلکہ عورت خون حیض ہی میں قوت تولید ہوتی ہے۔ اور ابو علی سینا نے کہا ہے کہ

عورت کی رطوبت ہوتی ہے جو منی کے مشابہ ہوتی ہے اور فی الواقع وہ منی نہیں ہوتی۔ بہر حال اگر عورت کو خواب ہوا اور جاگنے کے بعد منی دیکھی تو غسل واجب ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

عورت کو خواب ہوا تو جب تک منی فرج داخل سے نہ نکلے غسل واجب نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 15)

☆ قوله ان الله عز وجل لا يستحي من الحق
حیاء انفعال اور تاثر کے قبیل سے ہے جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے۔

اس لیے علماء کرام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ

یہاں پر استحياء سے اس کے لازم معنی مراد ہیں یعنی ترک اور امتناع اس لیے کہ جس چیز سے آدمی شرماتا ہے اس کو ترک کر دیتا ہے لہذا یہاں پر لازمی معنی مراد ہوئے یعنی اللہ تعالیٰ حق بات ظاہر کرنے سے یا حق بات کے سوال کرنے سے منع نہیں فرماتا۔

☆ قوله قالت عائشة رضی اللہ عنہا و هل ترى ذالك المراه .

سوال: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعجب کیوں کیا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

پہلی بات تو یہ ہے کہ عورتوں میں احتلام نادر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نو عمر تھیں اس لیے آپ رضی اللہ عنہا کو تعجب ہوا۔
 علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام سے محفوظ ہوتے ہیں اسی
 طرح ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا احتلام سے محفوظ تھیں اور یہ ان کے خصائص میں سے ہے۔
 اس کو علامہ زرقانی اور حافظ عراقی نے یہ کہہ کر رد کیا۔

الخصائص لا تنبت بالاحتمال

☆ قوله ووافق الزهري مسافع الحنبي

یہاں پر روایات میں اختلاف ہو رہا ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے سوال پر رد کرنے والی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں یا حضرت
 ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

زہری کی روایت میں یہ ہے کہ

رد کرنے والی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور اس کے بالمقابل ہشام بن عروہ کی روایت میں یہ ہے کہ وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
 ہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ زہری کی روایت کو ہشام کی روایت پر ترجیح دے رہے ہیں اس لیے کہ مسافع جہی نے زہری کی موافقت
 کی ہے لہذا زہری کی روایت مؤید و مؤکد ہو گئی۔

ان دونوں روایتوں میں جو تعارض ہے اس کے جواب میں محدثین کی مختلف آراء ہیں۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے زہری کی
 روایت کو ترجیح دی ہے جس میں رد کرنے والی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ہشام کی روایت کو ترجیح دی ہے
 جس میں رد کرنے والی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

اور امام نووی رحمہ اللہ نے بجائے مسلک ترجیح کے جمع بین الروایتین کو اختیار فرمایا ہے۔

ان کی رائے یہ ہے کہ

دونوں روایتیں صحیح ہیں گویا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے سوال کے وقت حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں موجود تھیں
 دونوں ہی نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا پر نکیر کی اب یہ رواۃ کا اختصار ہے کہ بعض نے ان کو ذکر کیا بعض نے ان کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ
 نے امام نووی رحمہ اللہ کی رائے کو پسند کیا ہے۔

☆ قال ابوداؤد و كذا رواي والزبيدي عقيل

یہاں پر امام ابوداؤد رحمہ اللہ یونس کے علاوہ ابن شہاب کے دوسرے شاگردوں کو بیان فرما رہے ہیں کہ جس طرح ابن
 شہاب سے یونس روایت کرتے ہیں اسی طرح اور بہت سے رواۃ بھی اس کو ان سے روایت کرتے ہیں جس سے یونس کی
 روایت کو تقویت ہو گئی اور وہ رواۃ یہ ہیں۔

زبیدی

عقیل

یونس۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي مِقْدَارِ الْمَاءِ الَّذِي يُجْزَى فِي الْغُسْلِ

غسل کے لئے جتنی مقدار پانی کفایت کرے گا

اس باب میں غسل کے لئے پانی کی مقدار استعمال کرنے کا حکم ہے۔

206 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ هُوَ الْفَرْقُ مِنَ الْجَنَابَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَتْ كُنْتُ أَعْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ فِيهِ قَدْرُ الْفَرْقِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ الْفَرْقُ سِتَّةُ عَشَرَ رَطْلًا وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ صَاعُ ابْنِ أَبِي ذُئْبٍ خُمُسَةُ أَرْطَالٍ وَثَلَاثٌ قَالَ فَمَنْ قَالَ ثَمَانِيَةَ أَرْطَالٍ قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ بِمَحْفُوظٍ قَالَ وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ يَقُولُ مَنْ أَعْطَى فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ بِرَطْلَيْنَا هَذَا خُمُسَةُ أَرْطَالٍ وَثَلَاثًا فَقَدْ أَوْفَى قِيلَ الصَّيْحَانِي ثَقِيلٌ قَالَ الصَّيْحَانِي أَطْيَبُ قَالَ لَا أَدْرِي

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے جنابت کا غسل فرماتے تھے: وہ فرق ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: معمر نے زہری سے اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کرتے جس میں فرق کی مقدار پانی ہوتا ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: ابن عیینہ نے مالک کی حدیث کی طرح روایت کیا ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو بیان فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک فرق سولہ رطل کا ہوتا ہے۔ اور میں نے ابن ابی ذئب کو صاع کے متعلق فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پانچ رطل اور ثلث فرمایا کہ جس نے آٹھ رطل کہے ہیں اس کی یہ بات محفوظ نہیں۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے امام احمد رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے صدقہ فطر میں ہمارے اس پانچ رطل اور ثلث سے دیئے تو اس نے پورا صدقہ فطر دے دیا۔ انہیں کہا گیا کہ صبحانی کھجور ثقیل ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ صبحانی بہت عمدہ ہے۔ اس نے کہا: میں نہیں جانتا۔

(سنن الکبریٰ للنسائی: ج: 1، ص: 116، معجم الاوسط: ج: 1، ص: 120، سنن ابن ماجہ: ج: 1، ص: 454، سنن الدارمی: ج: 1، ص: 209)

تشریح:

غسل کے لئے پانی کی مقدار معین نہیں ہاں اس قدر پانی ہو کہ جس سے غسل پورا ہو جائے اور کوئی جگہ خشک نہ رہ سکے اگر بال برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ گئی تو غسل ادا نہ ہوا۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

سب کے لئے غسل یا وضو میں پانی کی ایک مقدار معین نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 1، ص: 626)

☆ قال سمعت احمد يقول من اعطى فى صدقة الفطر

امام احمد رحمہ اللہ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں صدقہ فطر کی مقدار ایک صاع کھجور ہے اور صاع ایک مشہور پیمانہ ہے اب اگر کوئی شخص اس پیمانے کے ذریعے صدقہ فطر ادا کرے تب تو اس میں کوئی شبہ کی بات ہی نہیں مگر اگر کوئی شخص صدقہ فطر بجائے پیمانے کے وزن کے ذریعہ پانچ رطل و ثلث رطل ادا کر دے جو کہ وزن صاع ہے تو اس سے بھی صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔

سوال: اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ صدقہ فطر کا حکم کیا ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

صدقہ فطر واجب ہے مگر آئمہ اربعہ میں صدقہ فطر کے حکم کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

جمہور شافعیہ، جمہور مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے، بعض شوافع اور بعض مالکیہ کے نزدیک صدقہ فطر سنت ہے۔ داؤد ظاہری کا بھی یہی آخری قول ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

آئمہ ثلاثہ چونکہ فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے اس لیے وہ صدقہ فطر پر فرض اور واجب دونوں کا اطلاق کرتے ہیں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی نظر دقیق ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ

جس چیز کا لزوم قرآن مجید سے دلالت قطعیہ کے ساتھ ثابت ہو وہ فرض ہے اور جس چیز کا لزوم احادیث مبارکہ اور اخبار احاد سے ثابت ہو وہ واجب ہے اور صدقہ فطر کا لزوم چونکہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اس لیے وہ واجب ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صدقہ فطر کے وجوب کا سبب رمضان ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے وجوب کا

سبب عید کا دن ہے حتیٰ کہ جو شخص عید کی صبح کو پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔
بعض علماء کرام نے کہا:

چونکہ روزے میں کچھ کمی رہ جاتی ہے اور بحیثیت کمال روزہ نہیں رکھا جاسکتا اس کی تلافی کے لئے صدقہ فطر واجب ہے مگر یہ وجہ جامع نہیں ہے کیونکہ صدقہ فطر بچوں کی طرف سے بھی ادا کرنا واجب ہے حالانکہ وہ روزے کے مکلف نہیں ہیں آئمہ ثلاثہ کے نزدیک عورت کی طرف سے اس کے خاوند پر صدقہ فطر واجب ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک خود عورت پر واجب ہے۔
علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

احادیث مبارکہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تائید ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: ہر مرد اور عورت پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔
امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صدقہ فطر ادا کرنا اس شخص پر واجب ہے جو عید کے دن صاحب نصاب ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس شخص پر واجب ہے جو عید کے دن کے علاوہ دوسرے دن بھی اپنے اہل و عیال کے کھانے پینے کی وسعت رکھتا ہو۔
امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ہر مسلمان پر صدقہ فطر واجب ہے۔

صدقہ فطر کے وجوب پر یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ مکرمہ کے کوچوں میں اعلان کر دے کہ صدقہ فطر واجب ہے۔

(جامع ترمذی: ج 2، ص 151)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہوتا ہے لہذا جو شخص صبح ہونے سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب نہ ہوا اور اگر صبح طلوع ہونے کے بعد مر یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج 1، ص 192)

در مختار میں ہے: صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر جس کی نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے اس میں عاقل بالغ اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔ (در مختار: ج 3، ص 385)

اسی میں ہے: صدقہ فطر واجب ہے عمر بھر اس کا وقت ہے یعنی اگر ادا نہ کیا ہو تو اب ادا کر دے ادا نہ کرنے سے ساقط نہ ہوگا نہ اب ادا کرنا قضا ہے بلکہ اب بھی ادا ہی ہے اگرچہ مسنون قبل نماز عید ادا کر دینا ہے۔ (در مختار: ج 3، ص 382)

رد المحتار میں ہے: صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے روزہ رکھنا شرط نہیں اگر کسی عذر، سفر، مرض، بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھا جب بھی واجب ہے۔ (رد المحتار: ج 3، ص 387)

جو ہرہ نیرہ میں ہے: صدقہ فطر شخص پر واجب ہے مال پر نہیں لہذا مر گیا تو اس کے مال سے ادا نہیں کیا جائے گا ہاں اگر

ورثاء بطور احسان اپنی طرف سے ادا کریں تو ہو سکتا ہے کچھ ان پر جبر نہیں اور اگر وصیت کر گیا ہے تو تہائی مال سے ضرور ادا کیا جائے گا اگرچہ ورثاء اجازت نہ دیں۔ (الجوہرۃ النیرۃ: ص: ۱۷۴)

در مختار میں ہے: صدقہ فطر ادا کرنے کے لئے مال کا باقی رہنا بھی شرط نہیں مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ واجب رہے گا ساقط نہ ہوگا بخلاف زکوٰۃ و عشر کے کہ یہ دونوں مال ہلاک ہو جانے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ (در مختار: ج: ۳، ص: ۳۶۶)

☆ قوله قيل له الصبحاني ثقيل قال الصبحاني اطيب قال لا ادري

صبحانی ایک خاص قسم کی کھجور کا نام ہے جو عرب میں مشہور ہے اور اس کی وجہ تسمیہ کچھ یوں ہے کہ دراصل صبحان ایک مینڈھے کا نام ہے جو کھجور کی اس قسم کے درخت کے ساتھ باندھا جاتا تھا اس مناسبت سے اس درخت کو صبحانی کہنے لگ گئے۔ اور یہ بھی وجہ بیان کی گئی ہے کہ صبحانی کھجور کو صبحانی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ صیاح سے ہے جس کے معنی بولنے اور چیخنے کے ہیں۔ اصل واقعہ یوں تھا کہ ایک بار نبی کریم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک کھجور کے درخت کے پاس موجود تھے تو اس درخت نے دوسرے درخت کو پکار کر کہا۔

☆ هذا لبني المصطفى وعلى المرتضى (صلى الله عليه وسلم و رضی اللہ عنہ)

گویا اصل مادہ اس کا صیاح ہے نسبت کے وقت تغیر کر کے صبحانی کہنے لگے۔

☆ قوله قال ابو داؤد

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب یہ اندازہ ہو گیا کہ صاع پانچ رطل اور ثلث رطل کا ہوتا ہے تو اگر کوئی شخص صاع تاپنے کے بغیر تول کر پانچ رطل اور ثلث رطل دے تو بھی صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔ شاگرد نے سوال اٹھایا صبحانی کھجور تو بھاری ہوتی ہے امام صاحب پہلے تو سوال کا منشاء نہ سمجھ سکے فرمایا صبحانی کھجور تو بہت اچھی ہوتی ہے صدقہ میں دینی چاہئے جب سوال کا منشاء سمجھ گئے کہ سائل کا مقصد یہ ہے کہ صبحانی کھجور بھاری ہے وزن تو پورا ہو جائے گا مگر صاع نہیں بھرے گا حکم صاع ادا کرنے کا ہے۔

تو ارشاد فرمایا: لا ادري یعنی اس وقت مجھے اس سوال کا جواب مستحضر نہیں۔ احناف کے نزدیک ایسی صورت میں اگر وزن کے ساتھ صدقہ ادا کرے تو کچھ زیادہ دے تا کہ وزن کے ساتھ صاع بھی پورا ہو جائے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ

جنابت کے غسل کے متعلق

یہ باب جنابت کے غسل کے متعلق ہے۔

207 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو اسْحَقَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ صُرْدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّهُمْ ذَكَرُوا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُسْلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَأَفِيضُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا وَأَشَارَ بِيَدَيْهِ كِلْتَيْهِمَا

سلیمان بن صرد حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں جنابت کے غسل کے متعلق ذکر کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے سر اقدس پر تین چلو پانی کے ڈال دیتا ہوں اور اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کے ساتھ اشارہ فرمایا۔

(معجم الکبیر: ج: 2، ص: 112، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 212، سنن اللیثی الکبریٰ: ج: 1، ص: 176، سنن نسائی: ج: 1، ص: 410)

208 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ مِنْ نَحْوِ الْحَلَابِ فَأَخَذَ بِكَفِّهِ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ ثُمَّ أَخَذَ بِكَفِّهِ فَقَالَ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنابت کا غسل فرماتے تو برتن میں پانی طلب فرماتے وہ دودھ کی قدر ہوتا پھر اپنے مقدس چلو میں پانی لے کر سر کی سیدھی طرف ڈال دیتے پھر الٹی طرف ڈال دیتے پھر سر کے اوپر دونوں مقدس ہتھیلیوں سے ڈال دیتے۔

(سنن اللیثی الکبریٰ: ج: 1، ص: 184، سنن نسائی: ج: 2، ص: 189، معجم البخاری: ج: 1، ص: 430، معجم مسلم: ج: 2، ص: 196)

209 حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ بْنِ قُدَامَةَ عَنْ صَدَقَةَ حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَيْرٍ أَخَذَ بِنِي تَيْمِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أُمِّي وَخَالَاتِي عَلَى عَائِشَةَ فَسَأَلْتَهَا إِحْدَاهُمَا كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ عِنْدَ الْغُسْلِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يُفِيضُ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَنَحْنُ نُفِيضُ عَلَى رُءُوسِنَا خَمْسًا مِنْ أَجْلِ الضُّفْرِ

بنی تیمم اللہ بن ثعلبہ کے شخص جمیع بن عمیر سے روایت ہے کہ میں اپنی والدہ محترمہ اور خالہ کی معیت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں میں سے ایک نے سوال کیا کہ آپ غسل کے دوران کیا کرتے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نماز جیسا وضو فرماتے پھر اپنے مقدس سر پر تین بار پانی ڈال دیتے اور ہم سر پر چوٹیوں کی وجہ سے پانچ بار پانی ڈالتی ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 210، سنن اللیثی الکبریٰ: ج: 1، ص: 180، سنن الدارمی: ج: 1، ص: 278، مسند ابی یعلیٰ: ج: 8، ص: 289)

210 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاشِحِيُّ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ قَالَ سُلَيْمَانُ يَبْدَأُ فَيُفْرِغُ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ وَقَالَ مُسَدَّدٌ غَسَلَ يَدَيْهِ يَصُبُّ الْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى ثُمَّ اتَّفَقَا فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ وَقَالَ مُسَدَّدٌ يُفْرِغُ عَلَى شِمَالِهِ وَرُبَّمَا كُنْتُ عَنِ الْفَرْجِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يَدْخُلُ يَدِيهِ فِي الْإِنَاءِ فَيَخْلِلُ شَعْرَهُ حَتَّى إِذَا رَأَى أَنَّهُ قَدْ أَصَابَ الْبُشْرَةَ أَوْ أَنْقَى الْبُشْرَةَ أَفْرَغَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا فَإِذَا فَضَلَ فَضْلَةً صَبَّهَا عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنابت کا غسل فرماتے۔ سلیمان نے فرمایا کہ سیدھے ہاتھ سے آغاز فرماتے۔ مسدود نے فرمایا کہ برتن سے سیدھے ہاتھ پر پانی ڈال کر دونوں مقدس ہاتھوں کو دھوتے۔ پھر دونوں متفق ہو گئے کہ اپنی فرج کو بھی دھوتے۔ مسدود نے فرمایا کہ اٹھ ہاتھ اقدس پر ڈالتے اور بعض اوقات فرج سے کہا تھا پھر نماز جیسے وضو کی طرح وضو فرماتے پھر برتن میں دونوں مقدس ہاتھ ڈالتے اور بالوں کا خلال کرتے حتیٰ کہ جب ملاحظہ فرماتے کہ پانی بالوں کی جڑ تک چلا گیا ہے یا جلد صاف ہو گئی ہے تو تین بار سر پر پانی ڈالتے تھے تو جس قدر پانی بچ جاتا اس کو اپنے اوپر ڈال دیتے۔

(صحیح ابن خزيمة: ج 1: ص 121)

211 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنِ النَّخَعِيِّ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَغْتَسِلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ بِكَفِّهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ مِرْفَغَهُ وَأَقَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ فَإِذَا انْقَاهُمَا أَهْوَى بِهِمَا إِلَى حَائِطٍ ثُمَّ يَسْتَقْبِلُ الْوُضُوءَ وَيُفِيضُ الْمَاءَ عَلَى رَأْسِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غسل کے جنابت کا ارادہ فرماتے تو اپنی ہتھیلیوں سے ابتداء فرماتے ان دونوں کو دھو کر پھر جوڑوں کو دھوتے اور ان تک پانی پہنچاتے پس جب دونوں صاف ہو جاتیں تو دیوار سے رگڑ لیتے پھر وضو فرماتے اور اپنے سر پر پانی ڈالتے۔

(مسند ابی یعلیٰ: ج 8: ص 268)

212 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ شَوَّكَرٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عُرْوَةَ الْهَمْدَانِيِّ حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا لَئِنْ شِئْتُمْ لَا رَيْتُكُمْ أَثَرِ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَائِطِ حَيْثُ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر تم چاہو تو میں تم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے نشان دیوار پر لگے دکھا دیتی ہوں

جس جگہ آپ ﷺ جنابت کا غسل فرماتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۱۷۳)

213 حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ قَالَتْ وَضَعْتُ صَلِّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنَّبِيِّ غُسْلًا يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَكَفَّ الْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى فَغَسَلَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ صَبَّ عَلَى فَرْجِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ بِشِمَالِهِ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَغَسَلَهَا ثُمَّ تَمَضَّمْضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَجَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى نَاحِيَةَ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ فَنَاولَتْهُ الْمُنْدِيلَ فَلَمْ يَأْخُذْهُ وَجَعَلَ يَنْفُضُ الْمَاءَ عَنْ جَسَدِهِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِابْرَاهِيمَ فَقَالَ كَانُوا لَا يَرُونَ بِالْمُنْدِيلِ بَأْسًا وَلَكِنْ كَانُوا يَكْرَهُونَ الْعَادَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ مُسَدَّدٌ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ دَاوُدَ كَانُوا يَكْرَهُونَهُ لِلْعَادَةِ فَقَالَ هَكَذَا هُوَ وَلَكِنْ وَجَدْتُهُ فِي كِتَابِي هَكَذَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی خالہ جان حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے جنابت کے غسل کے لئے پانی رکھا تو آپ ﷺ نے سیدھے ہاتھ پر برتن سے پانی ڈالا اس کو دو یا تین بار دھویا پھر اپنی فرج پر پانی چھڑکا اس کو الٹے ہاتھ سے دھویا پھر اپنے مقدس ہاتھ کو زمین پر مار کر اس کو دھویا پھر کلی فرمائی، ناک میں پانی ڈالا، اپنے چہرہ مقدسہ کو دھویا اور اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو بھی دھویا اپنے سر مقدس اور جسم انور پر پانی بہایا پھر اس جگہ سے ہٹ گئے پھر اپنے دونوں مقدس پاؤں مبارکہ کو دھویا۔ میں نے رومال حاضر خدمت اقدس کیا جس کو آپ ﷺ نے قبول نہ فرمایا اور آپ ﷺ کے مقدس جسم سے پانی کے قطرے گرتے رہے۔ میں نے اس کو ابراہیم کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رومال میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے مگر عادت کو مکروہ جانتے تھے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: مسدد نے عبد اللہ بن داؤد سے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادت کو مکروہ جانتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہا صل مسئلہ تو یہی ہے مگر میں نے اپنی کتاب میں اسی طرح پایا ہے۔

(معجم الکبیر: ج: ۲۳، ص: ۴۲۳، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۱۷۷، سنن دارقطنی: ج: ۱، ص: ۴۵۸، مسند ابی یوسف: ج: ۱۳، ص: ۱۳)

214 حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيْسَى الْخُرَاسَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هَدْيَكٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذُئْبٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَفْرِغُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى سَبْعَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَغْسِلُ فَرْجَهُ فَنَيْسَى مَرَّةً كَمَا أَفْرَعُ فَسَالَنِي كَمَا أَفْرَعْتُ فَقُلْتُ لَا أَذْرِي فَقَالَ

لَا أَمَّ لَكَ وَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَدْرِيَ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يَفِيضُ عَلَى جِلْدِهِ الْمَاءَ ثُمَّ يَقُولُ هَكَذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَطَهَّرُ

حضرت شعبہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب جنابت کا غسل فرماتے تو سیدھے ہاتھ سے اٹے ہاتھ پر پانی کو سات بار ڈالتے پھر اپنی فرج کو دھوتے ایک بار بھول گئے کہ کتنی بار ڈالنا ہے تو انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ میں نے کتنی بار پانی ڈالا ہے۔ میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے لیے تیری ماں نہ رہے آپ کو جاننے کے لئے کس نے منع کیا ہے؟ پھر نماز کے وضو جیسا وضو کرتے پھر اپنے تمام جسم پر پانی بہاتے۔ پھر ارشاد فرماتے: اس طرح رسول اللہ ﷺ طہارت فرماتے تھے۔

(مسند احمد: جز: 6، ص: 195)

215 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُصْمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ الصَّلَاةُ خَمْسِينَ وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَغَسَلَ الْبَوْلَ مِنَ الثَّوْبِ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ حَتَّى جُعِلَتِ الصَّلَاةُ خَمْسًا وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ مَرَّةً وَغَسَلَ الْبَوْلَ مِنَ الثَّوْبِ مَرَّةً

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پچاس نمازیں تھیں اور جنابت کا غسل سات بار کیا جاتا اور پیشاب والے کپڑوں کو سات بار دھویا جاتا۔ رسول اللہ ﷺ سوال کرتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں عطا فرمائی گئیں، جنابت سے ایک بار غسل کیا جاتا اور پیشاب لگے کپڑوں کو ایک بار دھویا جاتا۔

(اسنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 179، معجم صغیر: جز: 1، ص: 123، مسند احمد: جز: 12، ص: 155)

216 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ وَجِيهِ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَانْقُوا الْبَشَرَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ الْحَارِثُ بْنُ وَجِيهِ حَدِيثُهُ مُنْكَرٌ وَهُوَ ضَعِيفٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک ہر بال کے تحت جنابت ہے پس تم بال کو دھویا کرو اور جسم کو صاف کرو۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: حدیث حارث بن وجیہ منکر ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(اسنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 175، تہذیب الآثار للطبری: جز: 4، ص: 476، سنن ابن ماجہ: جز: 2، ص: 244)

217 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ زَادَانَ عَنْ عَلِيٍّ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَغْسِلْهَا فَعَلَّ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَالَ عَلِيٌّ فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي ثَلَاثًا وَكَانَ يَجُزُّ شَعْرُهُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے جنابت کے غسل میں ایک بال برابر جگہ چھوڑی کہ اس کو نہ دھویا تو اس کو اس طرح آگ کا عذاب دیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی وجہ سے میں اپنے سر کا دشمن ہوں اور اپنے بالوں کو منڈوا دیتا ہوں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 175، معجم الاوسط: ج: 7، ص: 120، تہذیب الآثار للطبری: ج: 4، ص: 472، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 246)

تشریح:

☆ قوله فقالت عائشة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم توضا وضوءه للصلاة غسل سے پہلے وضو کرنے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ وضو سنت ہے یا واجب ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ وضو سنت ہے۔

اور داؤد ظاہری کے نزدیک یہ وضو واجب ہے۔

☆ قوله فيخلل شعره

علامہ زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

غسل میں سر کے بالوں کا خلال کرنا بالاتفاق غیر واجب ہے مگر یہ کہ سر کے بال کسی چیز کے ساتھ ملے ہوئے ہوں یعنی کوئی چکناہٹ والی چیز لگ گئی ہو جس سے خلال کے علاوہ پانی بالوں کی تہہ تک نہ پہنچ سکے۔

☆ قوله فناء ولته المذيل فلم ياخذہ

بدن کو خشک کرنے کے لئے رومال کے استعمال میں اختلاف ہے۔

علامہ کرمانی نے امام نووی رحمہ اللہ سے شوافع کے نزدیک اس مسئلہ پر پانچ قول نقل فرماتے ہیں۔

1- اصح یہ ہے کہ ترک تشییف اولیٰ ہے۔

2- تشییف مکروہ ہے۔

3- مباح ہے۔

4- مستحب ہے۔

5- مکروہ فی الصیف دون الشتاء۔

اور باقی آئمہ ثلاثہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک تشییف مباح ہے۔ اور یہی قول راجح ہے

جس کی تصریح علامہ قاضی خان نے فرمائی ہے مگر صاحب منیہ نے تشییف کو مستحب لکھا ہے۔

☆ قوله فذكرت ذالك لاهراميم :

یہاں پر یہ معلوم نہیں کہ حضرت ابراہیم کو کہنے والا کون ہے اور مسند احمد کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے کہنے والے راوی اعمش ہیں جو یہاں پر سند میں مذکور ہیں۔ اعمش نے کہا ہے کہ سالم سے جو حدیث مبارکہ میں نے سنی تھی اس کا میں نے ابراہیم نخعی سے ذکر کیا تو انہوں نے اس حدیث مبارکہ کو سننے کے بعد فرمایا فقال کانوا الایرون بالمندیل باساً۔

☆ قوله كانت الصلوة خمسين یعنی شروع میں نمازیں پچاس تھیں۔

جب نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر پچاس نمازیں فرض کیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بار بار سفارش کی کہ آپ ﷺ کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکتی اپنے رب عزوجل کے پاس دوبارہ جائے اور نمازیں کم کرائے حتیٰ کہ یہ نمازیں پانچ ہو گئیں۔

سوال: اگر یہ سوال کیا جائے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ آپ ﷺ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی تو رسول اللہ ﷺ کو کیا یہ علم نہیں تھا؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے بالآخر پانچ نمازیں فرض کرنی تھیں تو ابتداء پچاس نمازیں کیوں فرض کیں۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کو بھی یہ علم تھا اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھی علم تھا کہ نمازیں صرف پانچ فرض کی جائیں گی مگر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بار بار اپنے پاس بلانا چاہتا تھا اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں بار بار جانا چاہتے تھے اور لذت دیدار کو پھر تازہ کرنا چاہتے تھے اور اس کے کلام کی سماعت سے پھر شاد ہونا چاہتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس رمز سے آگاہ تھے آپ ﷺ بار بار نمازیں کم کرانے کے طریق سے آپ ﷺ کو بھیج رہے تھے حسن لایزال کی تجلیاں طالب دیدار کو بار بار بلارہی تھیں اور مشتاق دیدار پانیا بن کر بار بار حریم ناز میں جا رہا تھا۔ یہ حسن اور عشق اور ناز و نیاز کا معاملہ تھا اور نہ نمازیں تو ابتداء پانچ فرض کی جاسکتی تھیں۔ واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْوُضُوءِ بَعْدَ الْغُسْلِ

غسل کے بعد وضو کرنا

یہ باب غسل کے بعد وضو کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ہے۔

218 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ

عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ وَيُصَلِّي الرَّكَعَتَيْنِ وَصَلَاةَ

الْعَدَاةِ وَلَا أَرَاهُ يُحَدِّثُ وَضُوءًا بَعْدَ الْغُسْلِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غسل فرما کر دو رکعات ادا فرماتے اور صبح کی نماز ادا فرماتے اور میں نے غسل کے بعد نیا وضو کرتے ملاحظہ نہ کیا۔
(المستدرک: 1: 7، ص: 255)

تشریح:

غسل سے فارغ ہونے کے بعد وضو کرنے کے متعلق امام احمد رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ جس شخص کو حدث اصغر واکبر دونوں لاحق ہو جائیں تو اس پر وضو اور غسل دونوں واجب ہیں اگر غسل سے پہلے وضو نہ کیا تو غسل کے بعد کرے۔
دوسری روایت ان سے یہ ہے کہ

اگر غسل ہی میں جنابت اور حدث دونوں سے طہارت کی نیت کر لے تو غسل کے ضمن میں وضو بھی ادا ہو جائے گا اور اگر نہ مستقلاً وضو کیا اور نہ غسل میں حدث سے طہارت کی نیت کی تو پھر ان کا موقف یہ ہے کہ ایسے شخص کے ذمہ وضو واجب ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک واجب نہیں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي الْمَرْأَةِ هَلْ تَنْقُضُ شَعْرَهَا عِنْدَ الْغُسْلِ

عورت غسل کرتے کیا اپنے بالوں کو کھولے؟

اس باب میں عورت کا غسل کے وقت اپنے بالوں کو کھولنے یا نہ کھولنے کا حکم ہے۔

219 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ السَّرْحِ قَالََا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مَوْسَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَقَالَ زُهَيْرٌ أَتَاهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أَشَدُّ ضَفْرَ رَأْسِي أَفَأَنْقُضُهُ لِلْجَنَابَةِ قَالَ إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تَحْفِي عَلَيْهِ ثَلَاثًا وَقَالَ زُهَيْرٌ تَحْفِي عَلَيْهِ ثَلَاثَ حَثِيَّاتٍ مِنْ مَاءٍ ثُمَّ تُفِيضِي عَلَى سَائِرِ جَسَدِكَ فَإِذَا آتَيْتِ قَدْ طَهَرْتَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو وَابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ نَافِعٍ يَعْنِي الصَّائِغَ عَنْ أَسَامَةَ عَنِ الْمُقْبِرِيِّ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَتْ لَسَأَلْتُ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ فِيهِ وَاعْمِزِي قُرْوَلَكَ عِنْدَ كُلِّ حَفْنَةٍ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مسلمانوں سے ایک عورت نے زہیر سے کہا کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اپنے سر کے بالوں کو شدت سے ہاندھتی ہوں تو کیا جنابت کے غسل کے لئے ان کو کھولوں۔ آپ

ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ کے لئے تین چلو سر پر پانی ڈالنا کفایت کرے گا۔ زہیر نے کہا: تین چلو پانی سر پر ڈال کر اس کو تمام جسم پر بہا دو تو تم طاہر ہو جاؤ گی۔ مقبری نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئی پچھلی حدیث کی طرح روایت کر کے فرمایا کہ اسی کے لئے میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا اسی معنی کے ساتھ اس میں بیان کیا کہ ہر چلو کے ساتھ اپنی لٹوں کو نچوڑا کرو۔

(سنن الصغیر للبیہقی: ج: 1، ص: 126، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 178، (سنن ترمذی: ج: 1، ص: 176، معجم الاوسط: ج: 2، ص: 227، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 252)

220 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا أَصَابَتْهَا جَنَابَةٌ أَخَذَتْ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ هَكَذَا تَعْنِي بِكَفِّهَا جَمِيعًا فَتَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا وَتَأْخُذُ بِيَدٍ وَاحِدَةٍ فَتَصْبِيهَا عَلَى هَذَا الشَّقِّ وَالْأُخْرَى عَلَى الشَّقِّ الْآخَرِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم میں سے کسی ایک کو بھی جنابت کے غسل کی ضرورت پیش آتی تو تین چلو پانی کے حاصل کرتے دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر کے فرمایا کہ اس طرح۔ تو اپنے سر پر پانی ڈالتے۔ ایک پانی کا چلو لے کر ایک طرف اور دوسرا چلو دوسری طرف ڈالتے۔

221 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نَغْتَسِلُ وَعَلَيْنَا الضَّمَادُ وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَلَّاتٍ وَمُحَرِّمَاتٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم غسل کرتے اس حال میں کہ ہم نے سر کو جمایا ہوتا اور ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حالت احرام اور حالت احرام کے بغیر ہوتیں۔

(سنن البیہقی: ج: 1، ص: 18، مسند احمد: ج: 51، ص: 68)

222 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ قَالَ قَرَأْتُ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عِيَّاشٍ قَالَ ابْنُ عَوْفٍ وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِيهِ حَدَّثَنِي ضَمُضُ بْنُ زُرْعَةَ عَنْ شَرِيحِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ أَتَانِي جُبَيْرُ بْنُ نُفَيْرٍ عَنِ الْغُسَلِ مِنَ الْجَنَابَةِ أَنَّ ثَوْبَانَ حَدَّثَهُمْ أَنَّهُمْ اسْتَفْتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ أَمَّا الرَّجُلُ فَلْيَنْشُرْ رَأْسَهُ فَلْيَغْسِلْهُ حَتَّى يَبْلُغَ أَصُولَ الشَّعْرِ وَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَلَا عَلَيْهَا أَنْ لَا تَنْقُضَهُ لِتَغْرِفَ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثَ غَرَفَاتٍ بِكَفِّهَا

حضرت شریح بن عبید سے روایت ہے کہ جبیر بن نفیر نے مجھے جنابت کے غسل کے بارے میں فتویٰ عطا فرمایا کہ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث روایت کی کہ انہوں نے اسی کے متعلق نبی کریم ﷺ سے استفسار فرمایا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرد اپنے سر کو کھول کر دھوئے حتیٰ کہ پانی بالوں کی تہہ تک پہنچے اور رہی عورت تو اس پر ضروری نہیں ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے تین چلو پانی اپنے سر پر نہ ڈالے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۲)

شرح:

☆ قوله انی امرأة أشد صغراً اسی افانقضه الخ
جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جب غسل کرنے والی عورت کے سر کے بالوں میں بالوں کو کھولے بغیر پانی پہنچ جائے تو اس کے لئے سر کے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں ہے اور اگر بالوں کو کھولے بغیر اس کے سر میں پانی نہ پہنچے تو پھر بالوں کو کھولنا واجب ہے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر محمول ہے کہ ان کے سر کے بالوں میں پانی پہنچ جاتا تھا۔
بہار شریعت میں ہے۔

سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ سے نوک تک لینا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بغیر کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے۔ (بہار شریعت: ج: ۱، ص: ۳۱۷)

☆ حدثنا زهير بن حرب قوله وقال زهير انها قالت
اس حدیث مبارکہ کی سند میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے دو اساتذہ کرام ہیں۔
1- زہیر 2- ابن السرح جن کا نام احمد بن عمرو بن السرح ہے۔

ان دونوں کی روایت میں فرق یہ ہے کہ
ابن السرح کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والی عورت مسلمانوں میں سے ہے اور زہیر کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سوال کرنے والی خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب فِي الْجُنُبِ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِخَطْمِيٍّ أَيْ جُزْئُهُ ذَلِكَ

جنبی کا اپنے سر کو خطمی سے دھونا کیا یہ اس کو کافی ہوگا

اس باب میں خطمی سے سر کو دھونے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

223 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ بْنِ زِيَادٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سُوَاثَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِالْخَطْمِيِّ وَهُوَ جُنُبٌ يَجْتَزِي بِذَلِكَ وَلَا يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جنابت کے غسل کے دوران اپنے مقدس سر کو خطمی سے دھوتے تو اس کو کفایت کرنے والا جانتے اور سر پر پانی نہ پہنچاتے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 182)

تشریح:

☆ قولہ یغسل بالخطمی

خطمی ایک خوشبودار گھاس ہے جو دواؤں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اس میں خاص چیز یہ ہے کہ اس کو پانی میں بھگونے سے پانی میں جھاگ بن جاتی ہے پھر اس سے داڑھی اور سر کے بالوں وغیرہ کو دھویا جاتا ہے جس کی وجہ سے بال ملائم اور جلد صاف ہو جاتی ہے۔

سوال: اب سوال یہ ہے کہ

ماء مخلوط بنشیء طاهر سے وضو یا غسل جائز ہے یا نہیں۔

جمہور کے نزدیک ماء مخلوط بنشیء طاهر سے وضو یا غسل جائز نہیں۔ احناف کے نزدیک جائز ہے۔ یہ حدیث مبارکہ احناف کی دلیل ہے اور اسی طرح ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے غسل فرمایا بماء فیہ اثر العجین جس طرح کہ نسائی کی روایت میں ہے اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اس پر مستقل ترجمہ قائم فرمایا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَابُ فِيمَا يَفِيضُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنَ الْمَاءِ

مرد اور عورت کے مابین بہنے والا پانی

224 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سُوَاثَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ عَائِشَةَ فِيمَا يَفِيضُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنَ الْمَاءِ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ كَفًّا مِنْ مَاءٍ يَصُبُّ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَأْخُذُ كَفًّا

مِنْ مَاءٍ ثُمَّ يَصُبُّهُ عَلَيْهِ

بنی سواۃ بن عامر کے ایک آدمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرد اور عورت کے مابین بہنے والے پانی کے بارے میں روایت کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایک چلو پانی لے کر اس کو پانی پر (یعنی منی) پر ڈالتے پھر چلو پانی کا لے کر خود پر ڈالتے۔
(اسنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۲، ص: ۴۱۱)

تشریح:

☆ قوله ياخذ كفا من ماء يصب على الماء الخ

اس پانی کا مصداق اگر تو ہے مدی تب تو کپڑے کو دھونا بالاتفاق طہارت کے لئے تھا اور اگر منی ہے تو پھر کپڑوں کو دھونا احناف اور مالکیہ کے نزدیک طہارت کے لئے تھا اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک تنظیف کے لئے تھا کیونکہ ان کے نزدیک منی ظاہر ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔

بَابُ فِي مُوََاكَلَةِ الْحَائِضِ وَمُجَامَعَتِهَا

حائضہ کے ساتھ کھانا اور مجامعت کرنا

یہ باب حائضہ کے ساتھ کھانے اور مجامعت کے متعلق ہے۔

— — — — —

225 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ الْيَهُودَ كَانَتْ إِذَا حَاضَتْ مِنْهُمُ الْمَرْأَةُ أَخْرَجُوهَا مِنَ الْبَيْتِ وَلَمْ يُوَاكِلُوهَا وَلَمْ يُشَارِبُوهَا وَلَمْ يُجَامِعُوهَا فِي الْبَيْتِ فَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ (وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذَى فَأَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ) إِلَى الْخَيْرِ الْآيَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ وَاصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ غَيْرِ النِّكَاحِ فَقَالَتِ الْيَهُودُ مَا يُرِيدُ هَذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدْعَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا إِلَّا خَالَفَنَا فِيهِ فَجَاءَ أَسِيدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَادُ بْنُ بِشْرِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْيَهُودَ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا أَفَلَا تَنْكِحُهُنَّ فِي الْمَحِيضِ فَتَمَعَرَّ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَاخْرَجَا فَاسْتَقْبَلْتُهُمَا هَدِيَّةً مِنْ لَبَنِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ فِي الثَّارِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَظَنَّا أَنَّهُ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہودی کسی عورت کو حیض آتا تھا تو اس کو گھر سے نکال دیتے نہ تو وہ اس کو اپنے ساتھ گھر میں رکھتے اور نہ ہی اس کے ساتھ کھاتے پیتے تھے تو رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر آیت کریمہ نازل فرمائی۔ اور آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ گندگی ہے پس عورتوں سے جدا رہو حیض میں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو گھروں میں اپنے ساتھ رکھ لو اور مباشرت کے علاوہ سب کرو۔ تو یہود نے کہا: یہ شخص ہمارے معاملہ میں کچھ بھی ترک نہیں کر رہا کہ جس میں ہماری مخالفت نہ کرے۔ تو حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! یہودی تو اس طرح اس طرح کہتے ہیں تو پھر ہم کیوں نہ حیض کی حالت میں جماع کر لیں تو یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ اقدس متغیر ہو گیا حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ ان دونوں پر غصہ فرمایا ہے تو وہ دونوں چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں دودھ حاضر کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان دونوں کو بلایا اور دودھ پلایا پس ہم نے جان لیا کہ ان پر غصہ نہیں تھا۔

(الموطا: ج: 1، ص: 137، سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 313، سنن ترمذی: ج: 10، ص: 237، سنن دارمی: ج: 1، ص: 361)

226 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شَرِيحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَتَعَرِّقُ الْعِظْمَ وَأَنَا حَائِضٌ فَأَعْطِيَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَمَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي فِيهِ وَضَعْتُهُ وَأَشْرَبُ الشَّرَابَ فَأَنَا وَلَهُ فَيَضَعُ فَمَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي كُنْتُ أَشْرَبُ مِنْهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حیض میں ہڈی کو چوس رہی تھی تو وہ نبی کریم ﷺ کو پیش کر دی تو آپ ﷺ نے اپنا مقدس منہ اسی مقام پر رکھا جس پر میرا منہ رکھا ہوا تھا اور میں پانی پی کر آپ ﷺ کو پیش کر دیتی تو آپ ﷺ اسی مقام پر اپنا مقدس منہ رکھتے جہاں سے میں پی رہی ہوتی تھی۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 359، سنن نسائی: ج: 1، ص: 126، سنن نسائی بشرح للسيوطی: ج: 1، ص: 59، مسند احمد: ج: 50، ص: 462)

227 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ صَفِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ رَأْسَهُ فِي حِجْرِي فَيَقْرَأُ وَأَنَا حَائِضٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میری جھولی میں اپنے مقدس سر کو رکھ کر تلاوت کرتے اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی (تھی)

(سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 295، سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 312، شرح السنن للبخاری: ج: 1، ص: 249، صحیح البخاری: ج: 1، ص: 495)

تشریح:

حائضہ عورت نجس العین نہیں ہے وہ کھانا پکا سکتی ہے گھر کے کام کاج کر سکتی اور جسم کو چھو سکتی ہے یہاں پر جماعت سے مراد مساکنت فی البیوت ہے نہ کہ جماع مراد ہے۔

☆ قوله افلا ننکحهن فی المحیض

مسلم شریف کی روایت میں افلا ننکحهن کے بجائے افلا نجامعنہن آیا ہے اور اس کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں جماعت فی البیوت سے کی ہے اور مطلب یہ لکھا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے ہو تو ہم عورتوں کے ساتھ حالت حیض میں جماعت یعنی مساکنت ترک کر دیں تاکہ کلہم یہود سے موافقت ہو اور ان کے طعن و تشنیع سے محفوظ ہو جائیں۔

☆ قوله کنت اتعرق العظیم وانا حائض

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں ہڈی پر گوشت کو کھاتی حالانکہ میں حالت حیض میں ہوتی تھی پھر یہ ہڈی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاص اس جگہ سے اس کو تناول فرماتے جس جگہ سے میں کھاتی تھی۔

اس سے ایک تو یہود کی مخالفت ہوئی اور دوسرا میاں بیوی کے درمیان محبت کی تعلیم ثابت ہوئی اور تیسرا حائضہ عورت کا بچا ہوا کھانے کا جواز ثابت ہوا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

بَابُ فِي الْحَائِضِ تَنَاوُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ

حائضہ کا مسجد سے کچھ اٹھانا

یہ باب حائضہ عورت کا مسجد سے کچھ اٹھانے یا نہ اٹھانے کے متعلق ہے۔

228 حَدَّثَنَا مُسْلَدُ بْنُ مُسْرَهْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاوِلْنِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ حَيْضَتِكَ لَيْسَتْ فِي يَدِكَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مسجد سے بورا اٹھا دو۔ میں نے عرض

کیا: میں تو حائضہ ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں نہ۔

(سنن ابن ماجہ: ج: ۲، ص: ۲۹۳، سنن البیہقی الکبیری: ج: ۱، ص: ۱۸۶، سنن ترمذی: ج: ۱، ص: ۲۲۷، سنن دارمی: ج: ۱، ص: ۲۷۸)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ حائضہ مسجد میں ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز دوسرے سے لے بھی سکتی ہے اور دے بھی سکتی ہے کیونکہ مماتعت تو دخول کے متعلق ہے نہ کہ ہاتھ داخل کرنے کے متعلق اور ہاتھ کو داخل کرنے میں عرفاً دخول نہیں سمجھا جاتا۔

☆ قوله ناولینی النخمة من المسجد

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں احتمال ہیں۔

پہلا احتمال تو یہ ہے کہ

من المسجد حال واقع ہے النخمة سے یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ بوریا جو مسجد میں وہ اٹھا کر مجھے دے دیں اس صورت میں آپ ﷺ ہوں گے خارج مسجد اور حصیر مسجد میں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

من المسجد حال واقع ہے رسول اللہ ﷺ سے اور معنی یہ ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا جبکہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرماتے کہ مجھے بوریا دے دو۔ اس صورت میں حضور ﷺ تو ہوں گے مسجد میں اور حصیر ہوگا خارج مسجد میں۔

صاحب مجمع البحار نے لکھا ہے کہ

من المسجد یا تو متعلق ہے ناولینی سے یا قال سے۔

پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔

یہ بوریا مسجد سے اٹھا کر مجھے دے دو۔

دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔

آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ بوریا مجھے اٹھا دو۔

قوله ان حیضتک لیت فی یدک۔

یہاں پر اختلاف یہ ہے کہ

یہ لفظ حیضہ بکسر الحاء ہے یا بفتح الحاء ہے۔

خطابی نے کہا ہے کہ یہ بکسر الحاء ہے اس کے معنی ہیں وہ حالت جو حائضہ کو حیض کی وجہ سے عارض ہوتی ہے جیسے جنابت

جو آدمی کو خروج منی سے عارض ہوتی ہے اور حیضہ بفتح الحاء کے معنی دم حیض کے ہیں۔ خطابی نے ان محدثین پر رد کیا ہے جو اس کو

بالفتح پڑھتے ہیں اس کے بالمقابل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے خطابی کا رد کیا ہے اور کہا ہے درست وہی ہے جو محدثین نے کہا ہے یعنی بالفتح اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ دم حیض جس سے مسجد کو بچانا ضروری ہے وہ ہاتھ پر کہاں ہے۔
امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو ترجیح دی ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي الْحَائِضِ لَا تَقْضِي الصَّلَاةَ

حائضہ قضاء نماز نہ پڑھے گی

یہ باب حائضہ کے لئے قضاء نماز نہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

229 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وَهَبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ مُعَاذَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ اتَّقِصِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ فَقَالَتْ أَحْرُورِيَّةٌ أَنْتِ لَقَدْ كُنَّا نَحِيضُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نَقْضِي وَلَا نُؤْمَرُ بِالْقَضَاءِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ عَنْ عَائِشَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَزَادَ فِيهِ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ

حضرت معاذہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا حائضہ عورت قضاء نماز پڑھے گی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تو حرور یہ ہے ہم کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حیض آتا تو ہم قضاء نہ پڑھتے اور نہ قضاء کی ادائیگی کا حکم فرمایا۔ معاذہ عدویہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح حدیث بیان کرتی ہیں۔ اس میں زیادتی یہ ہے کہ ہم کو روزے کی قضاء کرنے کا حکم فرمایا گیا اور نماز کی قضاء پڑھنے کا حکم نہ فرمایا گیا۔

(سنن ابن ماجہ: 2: 291، سنن ترمذی: 1: 219، سنن دارمی: 1: 250، سنن نسائی: 2: 118)

تشریح:

حیض کے ایام میں نمازیں معاف ہیں حائضہ عورت پر قضاء نماز نہیں ہے ہاں روزوں کی قضاء دوسرے ایام میں کرے گی۔

درمختار میں ہے: ان دنوں (یعنی ایام حیض) میں نمازیں معاف ہیں ان کی قضاء بھی نہیں اور روزوں کی قضاء اور دنوں میں

رکھنا فرض ہے۔ (در مختار: ج: 1، ص: 532)

روزے کی حالت میں حیض یا نفاس شروع ہو گیا تو وہ روزہ جاتا رہا اس کی قضاء رکھے فرض تو قضاء فرض ہے اور نفل تھا تو قضاء واجب ہے۔ (در مختار: ج: 1، ص: 533)

☆ قوله فقالت احرورية انت

یہاں پر حروریہ نسبت ہے حروراء کی جانب جو کوفہ کے قریب ایک بستی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف وہاں خوارج کا اجماع ہوا تھا اس سے خوارج کو اس بستی کی طرف منسوب کر کے حروری کہا جاتا ہے۔

سوال: یہاں پر ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سائل کو اس کے سوال پر ایک ہی دفعہ فرقہ خوارج کی جانب کس طرح منسوب کر دیا جو کہ یقیناً ایک بددین فرقہ ہے۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بظاہر یہ شبہ ہوا کہ سائل کو اس حکم شرعی کے ثبوت میں تردد ہے جس طرح کہ مسلم کی روایت کے الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے۔

مسلم کی روایت میں یوں الفاظ ہیں کہ

ایک عورت نے کہا: ما بال الحائض تقضى الصوم ولا تقضى الصلوة

اس وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں یہ صورت اختیار فرمائی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا بطور خوش طبعی کے ہو حقیقت کلام مراد نہ ہو۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ فِي اتِّبَانِ الْحَائِضِ

عائضہ سے وطی کا کفارہ

یہ باب عائضہ سے وطی کے کفارے کے متعلق ہے۔

230 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِي يَأْتِي امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ أَوْ نِصْفِ دِينَارٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَكَذَا الرَّوَايَةُ الصَّحِيحَةُ قَالَ دِينَارٌ أَوْ نِصْفُ دِينَارٍ وَرُبَّمَا لَمْ يَرْفَعُهُ شُعْبَةُ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص حیض کی صورت میں اپنی زوجہ سے وطی کر لے تو اس پر ایک دینار یا آدھا دینار صدقہ ہے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا: ایسے ہی روایت صحیحہ ہے کہ ایک دینار یا آدھا دینار، اور بعض دفعہ شعبہ اس کو مرفوعاً روایت نہیں فرماتے۔

(السنن الصغير للبيهقي: ج: 1، ص: 131، مستدرک: ج: 1، ص: 278، معجم الكبير: ج: 11، ص: 269، سنن ابن ماجه: ج: 2، ص: 304)

231 حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْجَزَرِيِّ عَنْ مِقْسَمٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا أَصَابَهَا فِي أَوَّلِ الدَّمِ فِدِينَارٌ وَإِذَا أَصَابَهَا فِي انْقِطَاعِ الدَّمِ فَنِصْفُ دِينَارٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَلِكَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ مِقْسَمٍ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا: جب حیض کے آغاز میں وطی کر لی تو ایک دینار اور انقطاع حیض پر وطی کر لی تو آدھا دینار صدقہ کرے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا: ابن جریج، عبد الکرم نے مقسم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 279، سنن البيهقي الكبير: ج: 1، ص: 317، سنن دارقطني: ج: 1، ص: 270، معجم السنن والاعثار للبيهقي: ج: 11، ص: 401)

232 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ مِقْسَمٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِأَهْلِهِ وَهِيَ حَائِضٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِينَارٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ بُذَيْمَةَ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْسَلًا وَرَوَى الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ امْرَأَةٌ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِخُمْسِي دِينَارٍ وَهَذَا مُعْضَلٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص حیض میں اپنی زوجہ سے وطی کر لے تو اس کو چاہئے کہ آدھا دینار صدقہ کرے۔

امام ابو داؤد نے فرمایا: علی بن بذیمہ اور مقسم نے نبی کریم ﷺ سے مرسل اسی طرح روایت کیا ہے۔ اوزاعی، یزید

بن ابومالک، عبدالحمید بن عبدالرحمن نے نبی کریم ﷺ سے روایت کر کے فرمایا کہ دو خنس دینار کا حصہ صدقہ کرے اور یہ معطل ہے۔

(سنن ابیہقی الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۳۱۶، سنن دارقطنی: ج: ۹، ص: ۶۰، مسند ابیہریر: ج: ۲، ص: ۱۶۴)

یہاں پر دو مسئلے ہیں:

۱- حالت حیض میں وطی کرنا کیسا؟

۲- کفارہ کی شرعی حیثیت

اب حالت حیض میں عورت سے وطی کرنے کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم تو یہ ہے کہ

حائضہ عورت کی فرج میں جماع کے ساتھ مباشرت کی جائے یہ قرآن مجید کی نص صریح، سنت صحیحہ اور اجماع مسلمین سے حرام ہے۔

ہمارے اصحاب نے یہاں تک فرمایا ہے کہ

اگر کوئی شخص حائضہ عورت کی فرج میں جماع کو حلال سمجھے تو وہ کافر مرتد ہو جائے گا اور اگر کوئی انسان اس کو حلال سمجھے بغیر بھول یا جہالت سے حائضہ سے جماع کرے تو اس کا کوئی گناہ ہے نہ کفارہ ہے اور اگر کسی شخص کو حیض اور مسئلہ کا علم ہو اور وہ عملاً حائضہ سے فرج میں وطی کر لے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس پر توبہ واجب ہے اور کفارہ کے وجوب کے متعلق امام شافعی کا زیادہ صحیح قول جدید، امام احمد کا ایک قول اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ اور جمہور سلف کا یہ قول ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے قول ثانی جو قول قدیم اور قول ضعیف ہے کے مطابق اس پر کفارہ واجب ہے۔

حضرت سعید بن جبیر

حضرت حسن بصری

حضرت ابن عباس

حضرت اسحاق

حضرت اوزاعی

حضرت قتادہ

اور حضرت امام احمد کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔

کفارہ کی مقدار میں ان کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: ایک غلام آزاد کرنا ہے۔

اور بعض نے کہا:

ایک دینار ہے۔

بعض نے کہا: نصف دینار ہے۔

ان کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے ہے جو کہ اسی باب کی ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں جماع کیا وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔ یہ حدیث آئمہ حفاظ کے اتفاق سے ضعیف ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ

ناف سے اوپر یا گھٹنوں سے نیچے عورت کے جسم کے ساتھ مباشرت کی جائے اس کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹائے یا بوسہ دے یا اس کو مس کرے یہ قسم تمام علماء کرام کے اتفاق سے حلال ہے۔

اور شیخ ابو حامد السمرانی اور ایک جماعت کثیرہ نے نقل کیا ہے کہ

اس پر اجماع ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تہبند کے اوپر سے مباشرت کی تھی۔

تیسری قسم یہ ہے کہ

قبل اور دبر کے علاوہ ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ کے ساتھ مباشرت کی جائے۔

اس میں تین قول ہیں:

1- یہ حرام ہے۔

2- حرام نہیں ہے مگر وہ تنزیہی ہے۔

3- اگر کسی شخص کو یہ اعتماد ہو کہ وہ فرج تک تجاوز نہیں کرے گا خواہ اس کی وجہ ضعف شہوت ہو یا شدت تقویٰ اس کے لئے

یہ جائز ہے اور جس کو یہ اعتماد نہ ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

امام مالک، امام ابو حنیفہ اور جمہور علماء کے نزدیک یہ مطلقاً حرام ہے۔

اور حضرت عکرمہ

حضرت مجاہد

حضرت شعبی

حضرت نخعی

حضرت حکم

حضرت ثوری

حضرت اوزاعی

حضرت امام احمد بن حنبل

حضرت محمد بن الحسن

حضرت اسحاق بن راہویہ

حضرت ابو ثور

حضرت ابن المنذر

اور حضرت داؤد ظاہری کے نزدیک یہ جائز ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

جماع کے علاوہ ہر کام کرو اور نبی کریم ﷺ کا صرف تہبند کے اوپر سے مباشرت کرنا استحب پر محمول ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ہم بستری یعنی جماع اس حالت میں حرام ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 39)

ردالمحتار میں ہے: جو شخص حائضہ عورت سے حلال سمجھ کر مباشرت کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ (ردالمحتار: ج: 1، ص: 195)

☆ حدثنا محمد بن الصباح قوله وهذا معضل

اس باب کے آخر پر امام ابو داؤد رحمہ اللہ معضل ہونے کا حکم لگا رہے ہیں۔ معضل وہ حدیث مبارکہ ہے جس کی سند سے دو راوی مسلسل ساقط ہوں یہاں پر جو دو راوی ساقط ہیں وہ عبد الحمید کے بعد کے ہیں وہ دو راوی کون ہیں۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس سے تعرض نہیں کیا البتہ بیہقی کی روایت جو آگے آرہی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں مگر یاد رہے کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی اس روایت کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے ابن داسہ کے نسخہ سے نقل فرمایا ہے جس کی سند اس طرح ہے۔

عن عبد الحمید بن عبد الرحمن اظنہ عن عمر

اور امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

یہ حدیث منقطع ہے عبد الحمید اور عمر کے درمیان انقطاع ہے لہذا یہ روایت نسخہ ابن داسہ کے لحاظ سے صرف منقطع ہے ہمارا نسخہ جو ابوعلی لو لوی کی طرف منسوب ہے اس کے لحاظ سے معضل ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں متن میں امرہ ان یتصدق میں ضمیر کا مرجع حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بجائے دینار یا نصف دینار کے دوخس دینار تصدق کا جو حکم فرمایا اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ جس طرح بیہقی میں اس عورت کے بارے میں ہے۔

انہا کالت تکرہ الرجل

یہ عورت مرد کی خواہش نہ رکھتی تھی۔

اس روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے وطی اس حالت میں یہ سمجھ کر کی یہ ویسے ہی بہانہ بنا رہی ہے قصداً نہیں کی تھی اس لیے کفارہ میں تخفیف کی گئی۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

بَابُ فِي الرَّجُلِ يُصِيبُ مِنْهَا مَا دُونَ الْجَمَاعِ
اس شخص کے متعلق جو حائضہ سے جماع کے علاوہ تمام کرے

یہ باب حائضہ عورت سے جماع کے علاوہ افعال کرنے کے متعلق ہے۔

233 حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَبِيبِ مَوْلَى عُرْوَةَ عَنْ نُدْبَةَ مَوْلَاةٍ مَيْمُونَةَ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُبَاشِرُ الْمَرْأَةَ مِنْ نِسَائِهِ وَهِيَ حَائِضٌ إِذَا كَانَ عَلَيْهَا إِزَارٌ إِلَى أَنْصَافِ الْفَخْذَيْنِ أَوْ الرُّكْبَتَيْنِ تَحْتَ جُزْبِهِ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے حالت حیض میں مباشرت کرتے اور وہ ازار سے آدھی رانوں یا گھٹنوں تک پردہ کی ہوئی ہوتیں۔

(سنن نسائی: ج: 2، ص: 108، سنن نسائی بشرح السيوطي: ج: 1، ص: 207)

234 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ أَحَدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا أَنْ تَتَوَرَّعَ ثُمَّ يُضَايِعُهَا زَوْجَهَا وَقَالَ مَرَّةً يُبَاشِرُهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم میں سے کوئی جب حائضہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اس کو ازار باندھنے کا حکم ارشاد فرماتے تھے پھر اس کے ساتھ آرام فرماتے۔ اور ایک بار فرمایا کہ ان سے مباشرت فرماتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 310، سنن نسائی: ج: 1، ص: 466، شرح معانی الآثار: ج: 3، ص: 36، مجمع ابن حبان: ج: 4، ص: 199)

235 حَدَّثَنَا اُسْدُ الدِّينِ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ جَابِرِ بْنِ صُبْحٍ سَمِعْتُ خَلَسًا الْهَجَرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ كُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيْتُ فِي الشَّعَارِ الْوَاحِدِ وَأَنَا حَائِضٌ طَامِتٌ فَإِنْ أَصَابَهُ مِنِّي شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَغْدُهُ ثُمَّ صَلَّى فِيهِ وَإِنْ أَصَابَ تَعْنِي ثَوْبُهُ مِنْهُ شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَغْدُهُ ثُمَّ صَلَّى فِيهِ

خلا سا ہجری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک رضائی میں شب ب سری کرتے اس حال میں کہ میں حیض کی حالت میں ہوتی پس اگر مجھ سے کچھ لگ بھی جاتا تو آپ ﷺ اسی کو دھو کر نماز ادا فرماتے اور اگر میرا ثوب آپ ﷺ کے کپڑے پر لگتا تو اسی جگہ کو دھوتے اور زیادہ نہ دھوتے پھر اسی میں نماز ادا فرماتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 313، سنن نسائی: ج: 1، ص: 463، مسند ابی یعلیٰ: ج: 8، ص: 230، سنن نسائی بشرح السيوطي: ج: 1، ص: 165)

236 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ عُمَارَةَ ابْنِ غُرَابٍ قَالَ إِنَّ عَمَّةً لَهُ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ وَلَيْسَ لَهَا وَلِزَوْجِهَا إِلَّا فِرَاشٌ وَاحِدٌ قَالَتْ أَخْبِرُكَ بِمَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فَمَضَى إِلَى مَسْجِدِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ تَعْنِي مَسْجِدَ بَيْتِهِ فَلَمْ يَنْصَرِفْ حَتَّى غَلَبَتْنِي عَيْنِي وَأَوْجَعَهُ الْبَرْدُ فَقَالَ ادْنُبِي مِنِّي فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ وَإِنْ اكْشَفَنِي عَنْ فَيْحَدَيْكَ فَكَشَفْتُ فَيَحْدِي فَوَضَعَ خَدَّهُ وَصَدْرَهُ عَلَى فَيْحَدِي وَخَدَّيْكَ عَلَيْهِ حَتَّى دَرَفِي وَنَامَ

عمارہ ابن غراب کو ان کی پھوپھی نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ ہم میں سے کسی عورت کو جب حیض آئے حالانکہ ان کے پاس ایک ہی لحاف ہو تو (وہ کیا کرے) آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں آپ کو بیان کرتی ہوں جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔ ایک شب میرے پاس آپ ﷺ تشریف لائے حالانکہ میں حیض کی حالت میں تھی تو آتے ہی مسجد میں تشریف لے گئے جو گھر کی تھی پھر واپس تشریف نہ لائے حتیٰ کہ میری آنکھوں پر نیند غالب آگئی۔ آپ کو سردی لگی تو مجھے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس آؤ۔ میں نے عرض کیا: میں تو حیض کی حالت میں ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی رانوں کو کھولو تو میں نے رانیں کھول دیں تو آپ ﷺ نے اپنا رخسار مقدس اور سینہ اقدس میری رانوں پر رکھا اور میں بھی آپ ﷺ کی جانب ہو گئی حتیٰ کہ سردی دور ہوئی اور سو گئے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۳۱۳)

237 حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي الْيَمَانِ عَنْ أُمِّ ذَرَّةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ إِذَا حِضْتُ نَزَلْتُ عَنِ الْمِثَالِ عَلَى الْحَصِيرِ فَلَمْ يَقْرُبْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ نَذَنْ مِنْهُ حَتَّى نَطْهَرَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس وقت مجھے حیض آتا تو میں بستر سے چٹائی پر آ جاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت تک نہ جاتی جب تک حیض سے منزہ نہ ہو جاتی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 237)

238 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ مِنَ الْحَائِضِ شَيْئًا أَلْقَى عَلَى فَرْجِهَا ثَوْبًا

حضرت عکرمہ سے نبی کریم ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ نے روایت کیا ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ اپنی کسی زوجہ مطہرہ سے مباشرت کا ارادہ فرماتے تو وہ حیض کی حالت میں ہوتیں ان کی فرج پر کپڑے ڈالتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۳۱۴، کنز العمال: ج: ۷، ص: ۱۳۰)

239 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا فِي فُوحٍ حَيْضَتِنَا أَنْ نَتَزَرَّ ثُمَّ يَبْأَشِرُنَا وَيَأْتِيكُمْ يَمْلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ إِرْبَهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حیض کی سختی کے ایام میں ہم کو ازار باندھنے کا حکم ارشاد

فرماتے پھر ہم سے مباشرت فرماتے اور تم میں سے اس قدر اپنی شہوت پر اختیار کن کو ہے جس قدر رسول اللہ ﷺ کو اختیار حاصل تھا۔

(المصدر رک: 1: 7، ص: 279، مسند اسحاق بن راہویہ: 2: 7، ص: 839)

تشریح:

☆ حدثنا سعيد

سوال: یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے یہ روایت آئی ہے کہ ان تنزدر ثم يضاجعها زوجها گزری ہے اب اس روایت میں ہے۔
فللم تقرب رسول الله صلى الله عليه وسلم . ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے کیونکہ پہلی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حیض والی عورت کے ساتھ لیٹنا جائز ہے دوسری سے پتہ چلتا ہے کہ جائز نہیں اس وجہ سے قریب نہ جاتی تھیں۔
جواب: اس کی چند توجیہات ہیں۔

پہلی توجیہ تو یہ ہے کہ

پہلے لیٹنا جائز نہیں تھا پھر جائز ہو گیا۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ

ہم جماع کے لئے قریب نہیں جاتی تھیں ساتھ لیٹنے کی نفی نہیں ہے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ

حالت حیض میں ہم ادباً آپ ﷺ کے قریب نہیں جاتی تھیں کہ کہیں کپڑا وغیرہ ملوث نہ ہو جائے اگر آپ ﷺ خود بلا لیتے تو ہم چلی جاتی تھیں یا خود آکر لیٹ جاتے تو لیٹ جاتے۔

☆ قوله ايكم يملك اربه

ازب کا معنی ہے خواہش نفس۔ اس جملے کی چند توجیہات ہیں۔

پہلی توجیہ یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کو تو اپنے نفس پر قابو تھا آپ ﷺ حیض والی بیوی کے ساتھ لیٹ کر جماع سے بچ جاتے تھے اس واسطے سے لیٹ جاتے تھے تمہیں اپنے نفس پر قابو نہیں اگر ساتھ لیٹ گئے تو حرام کے مرتکب ہو سکتے ہو لہذا اس حالت میں بیوی کے ساتھ نہ لیٹا کرو۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ

آپ ﷺ کو تو اپنے نفس پر قابو تھا آپ ﷺ زوجہ محترمہ سے دور رہ کر پریشان نہیں ہوتے تھے اس کے باوجود آپ ﷺ

حیض کی حالت میں زوجہ محترمہ کے ساتھ لیٹ جاتے تھے اور تمہیں اپنے نفس پر قابو نہیں کہ آٹھ دس دن بیوی سے دور رہ سکو اور پریشان نہ ہو لہذا تم اپنی بیوی کے ساتھ لیٹ جایا کرو صرف جماع سے بچو۔

☆ قوله یا مراء احدا اذا کانت حائضا ان تنزل

یہاں پر قواعد صرفیہ کی رو سے اشکال ہوتا ہے۔

قاعدہ کی رو سے ان تاتزل ہونا چاہئے تھا اس لیے کہ اس کا مصدر انتزل ہے اور فاء افتعال کو ثناء سے بدل کر ثناء میں ادغام کرنا قاعدہ کے خلاف ہے اور اتخاذا میں اگرچہ اسی طرح ہوا ہے مگر اہل صرف نے اس کو شاذ کہا ہے روایات حدیثیہ میں کہیں تو قاعدہ کے مطابق آتا ہے اور کہیں ادغام کے ساتھ خلاف قیاس وارد ہے اب بہت سے شراح نے جن میں ابن ہشام، زبیری اور صاحب قاموس وغیرہ ہیں انہوں نے اس کو خطا اور تحریف کہا ہے البتہ ابن مالک نے یہ فرمایا ہے کہ اس کا مدار سماع پر ہے۔ باب افتعال کے بعض مصادر میں یہ تغیر ہوا ہے اس کی نظر موجود ہیں جیسے اتکل اور اتمن کما فی قراءۃ فلیود الذی اتمن۔ لہذا یہ بھی اسی قبیل سے ہو سکتا ہے اور اگر اس کو خطا ہی قرار دیا جائے تو اس صورت میں ہو سکتا ہے جب یہ مانا جائے کہ یہ روایات کا تصرف ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لفظ نہیں لیکن اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہو جائے تو پھر کلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بذات خود حجت ہے لانہا من فصحاء العرب۔ علامہ کرمانی نے بھی اسی طرح فرمایا ہے کہ کلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حجت ہے اور بعض علماء کرام نے جواز ادغام کو کوفیین کا مذہب لکھا ہے لہذا اس صورت میں تو پھر کوئی اشکال ہی نہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

کتاب فی المرأة تستحاض ومن قال تدع الصلوة فی عدۃ الايام التي کانت تحيض
اس حائضہ عورت کے متعلق کہ جس نے کہا کہ جتنے ایام حیض آتا تھا اتنے ایام نماز ترک کر دے
یہ باب مستحاضہ عورت کے احکام کے متعلق ہے۔

240 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ
رَوْحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَهْرَاقُ الدَّمَاءَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَتْ لَهَا أُمُّ سَلَمَةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
لَتَنْظُرُ عِدَّةَ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ مِنْ الشَّهْرِ قَبْلَ أَنْ يُصِيبَهَا الَّذِي أَصَابَهَا
فَلَتَتْرَكَ الصَّلَاةَ قَدْرَ ذَلِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَإِذَا خَلَفْتَ ذَلِكَ فَلَتَغْتَسِلَ ثُمَّ لَتَسْتَفْرِ بِثَوْبٍ ثُمَّ
لَتُصَلِّ فِيهِ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَا

حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَجُلًا أَخْبَرَهُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهَرِّاقُ الدَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ قَالَ فَإِذَا خَلَفْتَ ذَلِكَ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْتَغْتَسِلْ بِمَعْنَاهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهَرِّاقُ الدَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ اللَّيْثِ قَالَ فَإِذَا خَلَفْتُهُنَّ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْتَغْتَسِلْ وَمَا الْقَدِيقُ بِمَعْنَاهُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَوَيْرٍ عَنْ نَافِعٍ بِإِسْنَادِ اللَّيْثِ وَبِمَعْنَاهُ قَالَ فَلْتَتْرُكِ الصَّلَاةَ قَدَرُ ذَلِكَ ثُمَّ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْتَغْتَسِلْ وَلْتَسْتَفِرْ بِثَوْبٍ ثُمَّ تُصَلِّي حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فِيهِ تَدْعُ الصَّلَاةَ وَتَغْتَسِلُ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ وَتَسْتَفِرُّ بِثَوْبٍ وَتُصَلِّي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمَى الْمَرْأَةَ الَّتِي كَانَتْ اسْتَحِضَتْ حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت کا رسول اللہ ﷺ کے عہد میں خون جاری ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں استفسار کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلے جتنے ایام حیض آتا تھا انہی کا لحاظ رکھے حالانکہ ان کو تو یہ اذیت ہی نہ ہوئی تھی اسی وجہ سے اتنے ایام کی نماز چھوڑ دے اور جب وہ ایام گزر جائیں تو غسل کرے اور لنگوٹ کو باندھے پھر نماز ادا کرے۔ سلیمان بن یسار نے ایک شخص سے روایت کیا اور انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت کا خون جاری ہو گیا اس کا معنی ذکر کر کے فرمایا کہ جب یہ گزر جائیں اور نماز کا وقت آجائے تو غسل کرے۔ اسی معنی کے ساتھ روایت ہے۔ سلیمان بن یسار نے ایک انصاری مرد سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت جس کا خون جاری رہتا آگے لیٹ کی حدیث کی طرح حدیث کا معنی بیان کر کے فرمایا کہ جب حیض کے دن گزر جائیں اور نماز کا وقت ہو جائے تو غسل کرے اور اسی معنی سے آگے بیان کیا۔ صحیح بن جویریہ نے نافع سے لیٹ کی اسناد کے ساتھ معنی روایت کر کے فرمایا کہ اس قدر نمازوں کو ترک کر دے پھر جب نماز کا وقت آئے تو غسل کرنا چاہئے اور لنگوٹ باندھے پھر نماز ادا کرے۔ سلیمان بن یسار نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح قصہ بیان کر کے فرمایا کہ ان ایام کی نماز ترک کر دے اور ان کے علاوہ میں غسل کرے اور کپڑے کا لنگوٹ باندھے اور نماز ادا کرے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا: اس عورت کا نام جن کو استحاضہ تھا،

حماد بن زید نے ایوب سے روایت کر کے اس حدیث مبارکہ میں فاطمہ بنت ابوجحیش بیان کیا ہے۔

(معجم الکبیر: ج: 23، ص: 272، الموطا: ج: 1، ص: 147، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 332، سنن دارقطنی: ج: 2، ص: 434)

241 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ عِرَاكِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّمِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَرَأَيْتُ مِرْكَنَهَا مَلَانَ دَمًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكَ حَيْضَتُكَ ثُمَّ اغْتَسِلِي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ قُتَيْبَةُ بَيْنَ أَضْعَافٍ حَدِيثُ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ فِي آخِرِهَا وَرَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ عِيَّاشٍ وَيُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ اللَّيْثِ فَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں خون کے بارے میں استفسار کیا اور میں نے ان کے برتن کو خون سے بھرا ہوا دیکھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آپ ﷺ کو ارشاد فرمایا: جن ایام میں تم حیض کی وجہ سے نماز ادا نہ کرتی تھیں ان ایام میں نہ ادا کیا کرو۔ پھر غسل کیا کرو۔ امام ابوداؤد نے فرمایا: جعفر بن ربیعہ کی حدیث کو قتیبہ نے درمیان اور آخر سے بیان کیا ہے اور اس کو علی بن عیاش اور یونس بن محمد نے لیث سے روایت کیا ہے۔ دونوں نے کہا: جعفر بن ربیعہ۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 330، سنن نسائی: ج: 1، ص: 343، معجم مسلم: ج: 2، ص: 227، مسند احمد: ج: 52، ص: 332)

242 حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حَبِشٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَتْ إِلَيْهِ الدَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ فَإِنْ ظُرِئَ إِذَا أَتَى قَرُوكَ فَلَا تُصَلِّي فَإِذَا مَرَّ قَرُوكَ فَتَطَهَّرِي ثُمَّ صَلِّي مَا بَيْنَ الْقَرَاءِ إِلَى الْقَرَاءِ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا نے ان کو بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے خون کا شکوہ کر کے سوال کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آپ ﷺ کو فرمایا: یہ رگ ہے تم نظر رکھو کہ جب یہ ایام آئیں تو نماز نہ پڑھو جب حیض کے ایام گزر جائیں تو طہر ہو کر ایک حیض سے دوسرے حیض تک نماز ادا کرو۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 276، سنن نسائی: ج: 2، ص: 81، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 331، مسند احمد: ج: 55، ص: 362)

243 حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَالِحٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ أَنَّهَا أَمَرَتْ أَسْمَاءَ أَوْ أَسْمَاءُ حَدَّثَنِي أَنَّهَا أَمَرَتْهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ أَنْ تَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَقْعُدَ الْآيَامَ الَّتِي كَانَتْ تَقْعُدُ ثُمَّ تَغْتَسِلَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ قَتَادَةُ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتَحِيضَتْ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَدْعَ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلَ وَتُصَلِّيَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ عُرْوَةَ شَيْئًا وَزَادَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرِوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَدْعَ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا وَهَمٌّ مِنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ لَيْسَ هَذَا فِي حَدِيثِ الْحِفَاطِ عَنْ الزُّهْرِيِّ إِلَّا مَا ذَكَرَ سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ وَقَدْ رَوَى الْحُمَيْدِيُّ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا وَرَوَتْ قَيْمِرُ بِنْتُ عَمْرِو وَزَوْجُ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ الْمُسْتَحَاضَةِ تَتْرُكُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا أَنْ تَتْرُكَ الصَّلَاةَ قَدَرِ أَقْرَانِهَا وَرَوَى أَبُو بَشِيرٍ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي وَخِيشَةَ عَنْ عَمْرِوَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتَحِيضَتْ فَلَذَكَرَ مِثْلَهُ وَرَوَى شَرِيكَ عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَحَاضَةُ تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَرَوَى الْعَلَاءُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ سَوْدَةَ اسْتَحِيضَتْ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَضَتْ أَيَّامُهَا اغْتَسَلَتْ وَصَلَّتْ وَرَوَى سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ الْمُسْتَحَاضَةُ تَجْلِسُ أَيَّامَ قُرْنِهَا وَكَذَلِكَ رَوَاهُ عَمَّارُ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ وَطَلْقُ بْنُ حَبِيبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ مَعْقِلُ الْخَنَعِمِيُّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَكَذَلِكَ رَوَى الشَّعْبِيُّ عَنْ قَيْمِرَ امْرَأَةِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءٌ وَمَكْحُولٌ وَابْرَاهِيمُ وَسَالِمٌ وَالْقَاسِمُ أَنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةَ مِنْ عُرْوَةَ شَيْئًا

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت جیش رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا یا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے مجھ سے حدیث بیان کر کے فرمایا کہ مجھے فاطمہ بنت جیش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے یہ استفسار کرنے کا فرمایا۔ پس ان کو حکم فرمایا کہ جتنے ایام تم نے بیٹھا تھا اتنے دن بیٹھا کرو پھر غسل کیا کرو۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو قتادہ، عروہ بن زبیر نے حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جیش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ ہوا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا اپنے حیض کے دنوں میں نماز کو ترک کرو پھر غسل کرو اور نماز پڑھو۔ امام ابوداؤد نے فرمایا: حدیث زہری میں ابن عیینہ نے عمر زائد بیان کیا ہے۔ عمرہ کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو استحاضہ ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے استفسار کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کہ اپنے حیض کے ایام کی نماز کو ترک کر دو۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ابن عیینہ کا وہم زہری کے طریق سے یہ حدیث مبارکہ حفاظ کی روایتوں میں نہیں ہے علاوہ ازیں اس کے کہ سہیل ابن ابوصالح کے اور حمید نے اس حدیث کو ابن عیینہ سے روایت کیا ہے اور اس میں حیض کے ایام کی نماز ترک کرنے کا تذکرہ نہیں کیا۔ قمر بنت عمرو زوج مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ مستحاضہ اپنے حیض کے ایام کی نماز ترک کر دے پھر غسل کرے۔ عبدالرحمن بن قاسم نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ اپنے حیض کے ایام کے مطابق نماز کو ترک کر دیا کرو۔ عکرمہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جیش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ کا مسئلہ ہوا پھر آگے ویسے ہی روایت کیا۔ شریک، ابویقظان، عدی بن ثابت، ان کے والد ماجد و دادا محترم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مستحاضہ اپنے حیض کے دنوں کی نماز ترک کر دے پھر غسل کرے اور نماز پڑھے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو استحاضہ کا شکوہ ہوا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم فرمایا کہ جب حیض کے دن گزر جائیں تو غسل کرے اور نماز پڑھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مستحاضہ اپنے حیض کے دنوں میں بیٹھی رہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ عروہ سے قتادہ نے کچھ سنا نہیں کیا۔

(سنن ابی نعیم الکبریٰ: ج: 1، ص: 331)

تشریح:

سب سے پہلے استحاضہ کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں: استحاضہ اس خون کو کہا جاتا ہے جو رگ سے نکلتا ہے عورت کی ماہواری کے مقررہ ایام کے بعد جو خون جاری رہے وہ استحاضہ ہے۔ استحاضہ میں نماز اور روزہ دونوں لازم

ہیں۔ (لسان العرب: ج: 7، ص: 143)

احناف کے نزدیک مستحاضہ کی تین اقسام ہیں ہر ایک کا الگ حکم ہے۔

تین اقسام درج ذیل ہیں:

1- متبديء 2- معتاده 3- متخير

مستقبل

وہ عورت ہے جس کو بالغ ہونے کے لئے پہلا خون شروع ہوا اور دس دن سے تجاوز کر گیا روزانہ کچھ نہ کچھ خون آ جاتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ دس دن مہینہ میں حیض شمار کرے اور نماز ترک کر دے باقی بیس دن اس کا استخاضہ ہے وہ معذور کی طرح نماز پڑھتی رہے جب تک صحت مند نہ ہو جائے اسی پر عمل کرتی رہے۔

مستقاده

وہ عورت ہے جو صحت مند تھی اور اس کے حیض کی عادت مقرر تھی مثلاً پانچ یا سات دن، بعد میں بیمار ہو گئی استحاضہ شروع ہو گیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ عادت کے دن جو پانچ یا سات دن ہیں حیض شمار کرے باقی پورا مہینہ اس کا استحاضہ ہے۔

منتخبہ

یہ وہ عورت ہے جو پہلے صحت مند تھی اور اس کے حیض کی عادت مقرر تھی بعد میں بیمار ہو گئی اور اپنی عادت بھی بھول گئی کہ مجھے کتنے دن حیض آتا تھا اس کا حکم یہ ہے کہ یہ تحری کر کے غلبہ ظن متعین کرے، تحری کے ساتھ جتنے دن متعین ہو جائیں وہ حیض شمار کرے باقی استحاضہ ہوگا۔ اگر تحری کر کے غلبہ ظن متعین نہیں کر سکتی تو پھر اس کے دو حال ہو سکتے ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ

اسے مکانِ ایامِ حیض یاد ہیں یعنی اسے یہ یاد ہے کہ مجھے مہینہ کے شروع میں حیض آتا تھا یا درمیان میں یا آخری میں اگر مکانِ ایامِ حیض یاد ہو اور گنتی ایام یاد نہ ہو تو جن دنوں میں اسے شک ہے ان میں غسل لکل صلوٰۃ کرے۔

یہ زیادہ سے زیادہ سات دن ہو سکتے ہیں کیونکہ تین دن تو حیض کے یقینی ہوتے ہیں دن پورے کرنے کے لئے سات دن غسل لکل صلوٰۃ کرے باقی مہینہ معذور کی طرح وضو لکل صلوٰۃ کرے۔ اگر کوئی عورت ایسی ہو کہ بیماری نے اسے اتنا کمزور کر دیا کہ دماغ پر اثر ہو گیا جس کی وجہ سے اسے مکان ایام حیض بھی یاد نہیں تو یہ عورت ہمیشہ غسل لکل صلوٰۃ کرے جب تک بیمار رہے غسل لکل صلوٰۃ کرتی رہے۔ اگر اس کو وقفہ ملتا ہے کچھ دیر تک خون بند رہتا ہے تو دو نمازوں کے لئے ایک غسل کرے اور نمازوں کو صوری طور پر ملا کر پڑھے مثلاً ظہر کو اس کے آخری وقت تک مؤخر کرے اور عصر شروع وقت میں پڑھے دونوں کے لئے ایک غسل کرے۔ اسی طرح مغرب کو مؤخر کر کے اور عشاء کو مقدم کر کے شروع وقت میں پڑھے دونوں کے لئے ایک غسل کرے اور صبح کے لئے ایک غسل کرے۔ اس طرح تین غسل سے پانچ نمازیں پڑھ لے۔ اگر کوئی عورت ایسی بیمار ہو گئی کہ اسے پانی

نقصان دیتا ہے تو تیمم کر کے نماز پڑھے۔

عطاء بن ابی رباح اور روافض کے نزدیک ہر مستحاضہ دائمًا غسل لکل صلوٰۃ کرے۔

جمہور کے نزدیک مستحاضہ اولاً تمیز بالالوان کرے، گاڑھے رنگ، سرخ و سیاہ کو حیض شمار کرے اور ہلکے رنگوں کو استحاضہ شمار کرے اور عام عورتوں کی طرح ایک غسل کر لے پھر وضو لکل صلوٰۃ کرے اگر رنگوں سے امتیاز نہ ہو سکے تو عادتہ پر عمل کرے۔ جمہور کے دلائل یہ ہیں۔

باب من قال اذا اقبلت الحيضة میں روایت حضرت فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا ہے ”اذا كان دم الحيضة فانه دم السود يعرف“ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمیز بالالوان پر مدار ہے اور گاڑھے رنگ حیض کے ہوتے ہیں۔ تو ہم نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ

اس روایت کو امام طحاوی رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا لہذا استدلال درست نہیں۔ عطاء بن ابی رباح اور روافض کی دلیل یہ ہے کہ

اسی باب میں ہے فامرہا بالغسل لك صلوٰۃ

ہم نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ

مستحاضہ کے بارے میں کئی قسم کی روایات آچکی ہیں سب کو اس پر محمول کرنا مناسب نہیں بلکہ ہر ایک حدیث کا الگ محل متعین کر کے تعارض اٹھانا چاہئے تو اس روایت کا محل متخیرہ ہے۔ امام خطابی نے بھی اس روایت کو متخیرہ پر محمول کیا ہے۔ اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: امام زہری کے حفاظ شاگرد روایت کو اس طرح نقل نہیں کرتے اس لیے اس روایت کا اعتبار نہیں۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امر استحبابی ہے وجوبی نہیں۔

چوتھی توجیہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابیہ عورت کو غسل کرنے کا حکم دیا تھا وہ ایک بار غسل کرنا تھا مگر اس صحابیہ نے غسل لکل صلوٰۃ سمجھ لیا یہ سمجھ کا قصور ہے لہذا استدلال درست نہیں ہے۔

پانچویں توجیہ یہ ہے کہ

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

كان فتنس

چوتھی دلیل یہ ہے کہ

عام حالات میں مستحاضہ کو غسل لکل صلوٰۃ نہیں کرنا پڑتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے ایک مستحاضہ سے ارشاد فرمایا:

انما ذاق عرق

اور اسی باب میں یہ روایت بھی ہے کہ استحاضہ رگ پھٹنے سے آتا ہے اور رگ پھٹنے سے غسل واجب نہیں ہوتا صرف وضو

ثوٹتا ہے لہذا مستحاضہ غسل لکل صلوٰۃ نہ کرے۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ

متبدلہ دس دن حیض اور باقی استحاضہ شمار کرے دلیل اس کی اکامل لابن عدی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت

ہے۔

الحیض ثلاثة واربعة وخمسة وستة وسبعة وثمانية وتسعة وعشرة فاذا جاوزت العشرة

فهي مستحاضة .

اس سے معلوم ہو گیا کہ حیض کی اقل مدت تین دن اور اکثر مدت دس دن ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دس دن سے زائد خون

آنا استحاضہ ہے۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ

اگر عادت بھول گئی ہو تو تحریری کر کے غلبہ ظن متعین کرے۔

دلیل اس کی حضرت حمہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

فتحيضي ستة ايام او سبعة ايام في علم الله تعالى ذكره .

یعنی اگر عادت بھول گئی تو تحریری کر کے چھ یا سات دن حیض کے مقرر کر لو باقی استحاضہ ہوگا۔

ساتویں دلیل یہ ہے کہ

زیر بحث روایت ہے اور کثیر روایات میں ہے کہ جب بھی آپ ﷺ سے مستحاضہ کا حکم پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے یہ کبھی

نہیں پوچھا کہ تمیز بالالوان کر سکتی ہو یا نہیں بلکہ عادت پر عمل کرنے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ تمیز بالالوان پر مدار نہیں ہے۔

نیز یہ بھی جان لیں کہ

حیض کی اقل مدت و اکثر مدت میں اختلاف ہے۔

احناف کے نزدیک اقل مدت تین دن تین رات ہے اور اکثر مدت دس دن ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اقل مدت

ایک دن اور ایک رات ہے اور اکثر مدت پندرہ یا سترہ دن ہے۔

اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک لا حد لا قله اور اکثر مدت سترہ یا اٹھارہ دن ہیں۔

☆ حدثنا قتيبة بن سعيد قوله عن عائشة انها قالت ان ام حبيبة سألت .

اس سے پہلی روایت جس کو مصنف رحمہ اللہ نے متعدد طریق سے ذکر کیا ہے وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی تھیں۔ حضرت فاطمہ بنت ابی جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں اور یہ حدیث مبارکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ حدیث ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق جو عبد الرحمن بن عوف کی زوجہ ہیں جس طرح کہ صحیح مسلم اور نسائی کی روایت میں مصرح ہے۔

☆ قال ابو داود و رواه قتيبة بين اضعاف حديث جعفر بن ربيعة في آخرها

امام ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ کو میرے استاد قتیبہ نے جعفر بن ربیعہ کی حدیث کے سلسلہ اور اس کے اثناء میں ذکر کیا۔ اضعاف اور تضاعیف کا استعمال اثناء اور درمیان کے معنی میں آتا ہے۔ اصل میں یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اوپر سند میں جو جعفر مذکور ہیں ان سے مراد جعفر بن ربیعہ ہیں اور قرینہ اس کا یہ بیان کیا کہ میرے استاد قتیبہ نے اس حدیث مبارکہ کو جعفر بن ربیعہ کی احادیث مبارکہ کے اثناء میں ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ جعفر جعفر بن ربیعہ ہیں ایک ہی نام کے بہت سے راوی ہوتے ہیں نسب سے تعین ہو جاتی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

بَابُ مَنْ رَوَى أَنَّ الْحَيْضَةَ إِذَا أَذْبَرَتْ لَا تَدْعُ الصَّلَاةَ

جب حیض کے ایام گزر جائیں تو نماز کو ترک نہ کرے

اس باب میں حیض کے ایام میں نماز کو ترک کرنے کا حکم اور ایام حیض گزرنے کے بعد نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

244 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ جَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ أَفَادْعُ الصَّلَاةَ قَالَ إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَذْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامٍ بِإِسْنَادٍ زُهَيْرٍ وَمَعْنَاهُ وَقَالَ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرِكِي الصَّلَاةَ فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِي الدَّمَ عَنْكَ وَصَلِّي

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا آئیں تو عرض کیا کہ میں استحاضہ والی عورت ہوں طاہر نہیں ہوتی تو کیا میں نماز کو ترک کر دوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ رگ کا

خون ہے حیض نہیں ہے۔ جب حیض کے ایام آئیں تو نماز کو ترک کر دو جب یہ گزر جائیں تو خود سے خون دھو کر نماز پڑھو۔ ہشام نے زہیر کی اسناد سے معناروایت کر کے فرمایا کہ جب حیض کے ایام آئیں تو نماز کو ترک کر دو پس جب اس کی مقدار کے ایام گزر جائیں تو خود سے خون دھو کر نماز پڑھو۔

(معجم الاوسط: ج: 4، ص: 307، معجم الکبیر: ج: 24، ص: 357، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 277، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 116)

تشریح:

☆ حدثنا القعنبي قوله فاذا ذهب قدرها

اس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ جب حیض کے دن آجائیں تو عورت نماز کو ترک کر دے اور جب اس کی مقدار گزر جائے تو غسل کر کے نماز شروع کر دے۔ ایک بات جان لیں کہ اقبال کی روایات محدثین لون دم پر محمول کرتے ہیں اور احناف ایام عادت پر۔ اس حدیث مبارکہ میں ذکر اقبال کے بعد فرمایا جا رہا ہے فاذا ذهب قدرها۔ یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ اقبال حیض باعتبار ایام عادت کے مراد ہے نہ کہ باعتبار الوان کے اس لیے کہ لون مقدار کے قبیل سے نہیں بلکہ کیف کے قبیل سے ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔

بَاب مَنْ قَالَ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ تَدْعُ الصَّلَاةَ

جب ایام حیض آئیں تو نماز کو ترک کرے

اس باب میں حیض کے ایام میں نماز ترک کرنے اور ایام مستحاضہ میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

245 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ عَنْ بُهَيْةَ قَالَتْ سَمِعْتُ امْرَأَةً تَسْأَلُ عَائِشَةَ عَنِ امْرَأَةٍ فَسَدَ حَيْضُهَا وَأَهْرَيْقَتْ دَمًا فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَمْرَهَا فَلْتَنْظُرَ قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحِيضُ فِي كُلِّ شَهْرٍ وَحَيْضُهَا مُسْتَقِيمٌ فَلْتَعْتَدَ بِقَدْرِ ذَلِكَ مِنَ الْإَيَّامِ ثُمَّ لَتَدْعِ الصَّلَاةَ فِيْهِنَّ أَوْ بِقَدْرِ هُنَّ ثُمَّ لَتَغْتَسِلَ ثُمَّ لَتَسْتَغْفِرَ بِثَوْبٍ ثُمَّ لَتُصَلِّ

حضرت بیہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت کے متعلق پوچھتے ہوئے کہ جس کا حیض خراب ہو جائے اور خون جاری رہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا کہ ان کو کہو کہ ان کے منتظر رہیں جن میں ان کو صحت یا بی میں حیض آیا کرتا تھا ان کو شمار کریں اور اس قدر ایام کی نمازیں ترک کر دیں پھر چاہئے کہ غسل کریں پھر کپڑے کا لنگوٹ باندھیں پھر نماز پڑھیں۔

(معجم الاوسط: ج: 4، ص: 307، معجم الکبیر: ج: 24، ص: 357، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 277، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 116)

246 حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَقِيلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمِصْرِيُّانِ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتَحِضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلَكِنْ هَذَا عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي قَالَ أَبُو دَاوُدَ زَادَ الْأَوْزَاعِيُّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ وَعُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اسْتَحِضْتُ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ وَهِيَ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ سَبْعَ سِنِينَ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَذْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَلَمْ يَذْكُرْ هَذَا الْكَلَامَ أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ غَيْرُ الْأَوْزَاعِيِّ وَرَوَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَاللَّيْثُ وَيُونُسُ وَابْنُ أَبِي ذُئْبٍ وَمَعْمَرُ وَابْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ وَابْنُ إِسْحَاقَ وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَلَمْ يَذْكُرُوا هَذَا الْكَلَامَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَالْمَا هَذَا لَفْظُ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَزَادَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِيهِ أَيْضًا أَمَرَهَا أَنْ تَدَعَ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا وَهُوَ وَهْمٌ مِّنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَحَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيهِ شَيْءٌ يَقْرُبُ مِنَ الَّذِي زَادَ الْأَوْزَاعِيُّ فِي حَدِيثِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سالی حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو سات سال استحاضہ کا خون جاری رہا اور وہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں تو انہوں نے اس کا فتویٰ رسول اللہ ﷺ سے لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ حیض نہیں لیکن یہ رگ کا خون ہے تو غسل کرو اور نماز پڑھو۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اوزاعی نے اس حدیث مبارکہ میں زیادہ بیان کیا ہے کہ زہری عروہ، عمرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں ان کو سات سال استحاضہ رہا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو فرمایا کہ حیض کے دنوں میں نماز ترک کر دو اور جب یہ گزر جائیں تو غسل کر کے نماز پڑھو۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو زہری کے ساتھیوں میں سے اوزاعی کے علاوہ کسی نے بھی ذکر نہیں کیا۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ لفظ ہشام بن عروہ، عروہ بن زبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے۔
 امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: ابن عیینہ نے یہ زیادتی کی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو حیض کے دنوں میں نماز کو ترک کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اور وہ ابن عیینہ کا وہم ہے اور محمد بن عمرو نے زہری سے جو روایت کی ہے اس میں کچھ اوزاعی کی حدیث کی زیادتی کے قریب ہے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج: 1، ص: 132، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 113، سنن دارقطنی: ج: 2، ص: 382، سنن ترمذی: ج: 1، ص: 355)

247 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرِو قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حُبَيْشٍ أَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضَةِ فَإِنَّهُ أَسْوَدُ يُعْرَفُ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ فَإِذَا كَانَ الْآخِرُ فَتَوَضَّئِي وَصَلِّي فَإِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا بِهِ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ مِنْ كِتَابِهِ هَكَذَا ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهِ بَعْدَ حِفْظًا قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَلَدَّكَرَ مَعْنَاهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَدْ رَوَى أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ قَالَ إِذَا رَأَتْ الدَّمَ الْبَحْرَالِيَّ فَلَا تُصَلِّي وَإِذَا رَأَتْ الطُّهْرَ وَلَوْ سَاعَةً فَلْتُغْتَسِلْ وَتُصَلِّي وَقَالَ مَكْحُولٌ إِنَّ النِّسَاءَ لَا تَخْفَى عَلَيْهِنَّ الْحَيْضَةُ إِنَّ دَمَهَا أَسْوَدُ غَلِيظٌ فَإِذَا ذَهَبَ ذَلِكَ وَصَارَتْ صُفْرَةً رَقِيقَةً فَإِنَّهَا مُسْتَحَاضَةٌ فَلْتُغْتَسِلْ وَلْتُصَلِّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ تَرَكَّتِ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَذْبَرَتْ اغْتَسَلَتْ وَصَلَّتْ وَرَوَى سُمَيٌّ وَغَيْرُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ تَجْلِسُ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا وَكَذَلِكَ رَوَاهُ حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ الْحَاضِ إِذَا مَدَّ بِهَا الدَّمَ تُمْسِكُ بَعْدَ حَيْضَتِهَا يَوْمًا أَوْ يَوْمَيْنِ فَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ وَقَالَ التَّيْمِيُّ عَنْ قَتَادَةَ إِذَا زَادَ عَلَى أَيَّامِ حَيْضَتِهَا خَمْسَةٌ أَيَّامٍ فَلْتُصَلِّ وَقَالَ التَّيْمِيُّ فَجَعَلْتُ انْقُصَ حَتَّى بَلَغَتْ يَوْمَيْنِ فَقَالَ إِذَا كَانَ يَوْمَيْنِ فَهُوَ مِنْ حَيْضَتِهَا وَسَمِثِلَ ابْنِ سِيرِينَ عَنْهُ فَقَالَ النِّسَاءُ أَعْلَمُ بِذَلِكَ

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ بن جحشؓ نے فرمایا کہ وہ استحاضہ کی حالت میں تھیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا: جب حیض کا کالا خون آئے تو ان میں نماز ترک کرنا اور جب دوسرے رنگ کا آئے وضو کر کے نماز پڑھتی رہو اس لیے کہ وہ ایک رگ کا خون ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ بن جحشؓ استحاضہ کی حالت میں تھیں آگے اسی معنی کے ساتھ روایت کی۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: انس بن سیرین نے حضرت ابن عباسؓ سے متعلق فرمایا کہ جب کالا گاڑھا خون دیکھے تو نماز نہ پڑھے اور جب پاکی دیکھ لے اگرچہ ایک لمحہ بھی ہو تو غسل کر کے نماز ادا کرے۔ اور مکحول نے کہا ہے کہ حیض عورتوں سے پوشیدہ نہیں ہوا کرتا اس کا کالا خون اور غلیظ ہوا کرتا ہے جب یہ رنگ ختم ہو جائے اور زرد خون اور پیلا خون ہو جائے تو یہ استحاضہ کا خون ہے اس کو چاہئے کہ غسل کرے اور نماز پڑھے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: سعید بن مسیب سے متعلق ہے کہ جب حیض کے ایام آئیں تو نماز ترک کر دے اور جب گزر جائیں تو غسل کرے اور نماز پڑھے۔ اور سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ وہ اپنے حیض کے دنوں میں بیٹھی رہیں۔ اور اسی کی مثل روایت کیا ہے۔ حماد بن سلمہ، یحییٰ بن سعید نے سعید بن مسیب سے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: یونس نے حسن سے روایت کیا ہے کہ جب حائضہ کا خون زیادہ ایام جاری رہے تو حیض کے بعد ایک یا دو دن نماز سے رک جائے اس لیے وہ مستحاضہ ہے۔ تیمی نے قتادہ سے کہا۔ جب حیض کے ایام سے پانچ یوم زیادہ ہو جائیں تو کیا نماز پڑھنی چاہئے۔ تیمی نے کہا کہ میں اس میں کمی کر کے دو یوم تک پہنچ چکا ہوں۔ اور کہا۔ دو یوم تک حیض کے ایام ہیں۔ ابن سیرین سے اس کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو کہا۔ عورتیں اس کو جانتی ہیں۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج: ۱، ص: ۱۳۶، مستدرک: ج: ۱، ص: ۲۷۹، معجم الکبیر: ج: ۲۴، ص: ۲۱۸، سنن ترمذی: ج: ۱، ص: ۲۱۵)

248 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَغَيْرُهُ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مَحْمُودٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ ابْنِ عَقِيلٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَمِّهِ عُمَرَانَ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أُمِّهِ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ كُنْتُ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً فَاتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْتَفْتِيهِ وَأُخْبِرُهُ فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِ أُخْتِي زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَيَّ امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً فَمَا تَرَى فِيهَا قَدْ مَنَعْتَنِي الصَّلَاةَ وَالصَّوْمَ فَقَالَ أَلَعْتُ لَكَ الْكُرْسُفَ فَإِنَّهُ يَذْهَبُ الدَّمُ قَالَتْ هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ قَالِ فَاتَّخِذِي ثَوْبًا فَقَالَتْ هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ إِنَّمَا أَتَّجُ ثَبَجًا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَمْرُكَ بِأَمْرَيْنِ أَيُّهُمَا فَعَلْتِ أَجْزَأَ عَنْكَ مِنَ الْآخَرِ وَإِنْ قَوَيْتِ عَلَيْهِمَا فَانْتِ

أَعْلَمُ قَالَ لَهَا إِنَّمَا هَذِهِ رَكْعَةٌ مِّن رَّكْعَاتِ الشَّيْطَانِ فَتَحِيْضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللّٰهِ ثُمَّ اغْتَسَلِي حَتَّى إِذَا رَأَيْتِ أَنَّكَ قَدْ طَهُرْتِ وَاسْتَنْقَاتِ فَصَلِّي ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً أَوْ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَأَيَّامَهَا وَصُومِي فَإِنَّ ذَلِكَ يَجْزِيكَ وَكَذَلِكَ فَافْعَلِي فِي كُلِّ شَهْرٍ كَمَا تَحِيْضُ النِّسَاءُ وَكَمَا يَطْهَرْنَ مِيقَاتُ حَيْضِهِنَّ وَطَهْرِهِنَّ وَإِنْ قَوِيَتْ عَلَى أَنْ تُؤَخِّرِي الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِي الْعَصْرَ فَتَغْتَسِلِي وَتَجْمَعِي بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَتُؤَخِّرِي الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلِي الْعِشَاءَ ثُمَّ تَغْتَسِلِي وَتَجْمَعِي بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فَافْعَلِي وَتَغْتَسِلِي مَعَ الْفَجْرِ فَافْعَلِي وَصُومِي إِنْ قَدَرْتِ عَلَى ذَلِكَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَذَا أَغْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ عَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ قَالَ فَقَالَتْ حَمْنَةُ فَقُلْتُ هَذَا أَغْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ لَمْ يَجْعَلْهُ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَهُ كَلَامَ حَمْنَةَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَعَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ رَافِضِيٌّ رَجُلٌ سُوءٌ وَلَكِنَّهُ كَانَ صَدُوقًا فِي الْحَدِيثِ وَثَابِتُ بْنُ الْمِقْدَامِ رَجُلٌ ثِقَةٌ وَذَكَرَهُ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ يَقُولُ حَدِيثُ ابْنِ عَقِيلٍ فِي نَفْسِي مِنْهُ شَيْءٌ

حضرت حمہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں استحاضہ میں لا چار تھی اور بہت زیادہ استحاضہ کا خون جاری رہتا تھا تو میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں فتویٰ لینے کے لئے آئی اور ساری خبر دی اور آپ ﷺ میری بہن حضرت زینب بن جحش کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں استحاضہ والی عورت ہوں اور بہت زیادہ خون بہتا رہتا ہے تو آپ ﷺ کی کیا رائے ہے اس بارے میں کہ جس نے نماز اور روزے سے مجھے منع کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ لنگوٹ باندھو۔ عرض کیا: وہ اس سے زیادہ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (پھر) کپڑا رکھ دیا کرو۔ عرض کیا کہ وہ تو اس سے بھی زائد ہے وہ حد سے زیادہ جاری رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں آپ کو دو حکم دیتا ہوں ان میں ایک پر عمل کرنا تمہارے لیے کفایت کرنے کا اگر دونوں پر کر لیا تو خود ہی جان لو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ شیطان کی رکعات میں سے ایک رکض ہے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ کو چھ دن حیض آتا تھا اور سات دن آیا ان ایام کے خون کو حیض والا جانو حتیٰ کہ جب تم خود کو حیض سے طاہر جان لو تو تیس (23) یا چوبیس (24) دن نماز پڑھو اور روزے رکھو یہی تیرے لیے کفایت کرے گا اور اسی طرح ہر ماہ کرتے رہنا جس طرح حائضہ عورتیں کیا کرتی ہیں اور جس طرح ان کے حیض اور طاہر ہونے کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور اگر تم کر لو تو ظہر کی نماز کو مؤخر کر لینا اور عصر کی نماز کو جلد پڑھ لینا

اور ایک ہی غسل سے دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا اور ایک بار فجر کی نماز کے لئے غسل کرنا اور اگر تم سے اس طرح ہو جائے تو روزے بھی رکھنا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دونوں باتوں میں سے یہی بات مجھے اچھی لگتی ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: عمرو بن ثابت نے عقیل سے روایت کیا ہے کہ دونوں باتوں میں سے یہی مجھے اچھی لگتی ہے۔ اس قول کو حمنہ کا قول ٹھہرایا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ کا فرمان نہیں کہا۔
امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: عمرو بن ثابت رافضی تھا اور اس کو یحییٰ بن معین نے بیان کیا ہے۔
امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے امام احمد سے سنا کہ ابن ثابت نے ابن عقیل سے جو بیان کیا ہے میرا نفس اس سے کچھ اطمینان نہیں رکھتا۔

تشریح:

یہاں پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ گزشتہ باب میں عادت کا بیان تھا اس باب میں بھی عادت کا بیان ہے یہ تو محض تکرار ہے اس باب کی تمام روایات پہلے باب کے تحت نقل کرنی چاہئے تھیں الگ باب باندھنا مفید نہیں۔
تو اس کا جواب یہ ہے کہ
عموم خصوص کا فرق ہے پہلے باب میں صرف عادت کا بیان تھا اس باب میں عادت اور الوان دونوں کا بیان ہے لہذا دوسرا باب بھی مفید ہے محض تکرار نہیں۔

☆ قوله سامرك بامرین

حدیث مبارکہ کے شروع میں امرین اور آخر میں هذا اعجب الامرین ہے اور درمیان میں غسل لصلوتین آیا ہے امرین کی تعیین میں اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دو امر و ضوکل صلوٰۃ اور غسل لصلوتین ہیں ان میں غسل لصلوتین اچھا ہے کیونکہ اس میں احتیاط ہے اور امام طحاوی اور ملا علی قاری کی تفسیر میں امرین سے مراد غسل لکل صلوٰۃ اور غسل لصلوتین ہے مگر غسل لصلوتین زیادہ اچھا ہے کیونکہ اس میں آسانی ہے آسانی والے کام آپ ﷺ کو بہت زیادہ پسند تھے امت پر شفقت کی وجہ سے۔ امام داؤد رحمہ اللہ کا اشارہ بھی اسی مذہب کی جانب ہے۔

☆ قوله اما هذه ركضة من ركضات الشيطان ركضة

اس میں دو احتمال ہیں۔

حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ

بچہ کی پیدائش کے بعد شیطان اس کو چھوتا ہے یعنی چونکا مارتا ہے جس سے وہ چلاتا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ خون کی کثرت شیطان کے ایڑ مارنے کی وجہ سے ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

ایڑ مارنے سے مراد دوسو سہ ڈالنا ہے کہ وہ مستحاضہ کو شک میں مبتلا کر کے پریشان کر دیتا ہے اور اس کے ذہن میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ وہ حائضہ ہے نماز کے قابل نہ رہی حالانکہ استحاضہ نماز اور روزے سے مانع نہیں ہے۔

قوله فتحيضي ستة ايام او سبعة ايام

اس جملے کے کئی معانی ہیں۔

دراصل یہ متعادہ تھیں جو اپنی عادت کو بھول گئی تھیں کہ چھ دن یا سات دن گویا یہ متخیرہ ہوئیں لہذا آپ ﷺ نے ان کو تحری کا حکم فرمایا کہ جس عدد پر تحری واقع ہو جائے اس کو اختیار کر لے اور خطابی کی رائے یہ ہے کہ یہ متبدلہ تھیں اور متبدلہ کا حکم یہ ہے کہ وہ غالب حیض کا اعتبار کرے گی اور وہ چھ یا سات دن ہے اس لیے آپ ﷺ نے چھ یا سات دن کا حکم فرمایا۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ

یہاں پر او تخییر کے لئے ہے۔ حضور ﷺ نے خود اندازہ لگایا کہ اس عورت کو چھ یا سات دن حیض آتا تھا کیونکہ ان کی بہن آپ ﷺ کے مبارک نکاح میں تھیں عموماً بہنوں کی عادت ایک جیسی ہوتی ہے تو فرمایا کہ تم سوچ کر چھ یا سات میں سے ایک پر عمل کرو۔

ایک معنی یہ ہے کہ

یہاں پر او شک کے لئے ہے اور شک راوی کو ہو گیا یعنی آپ ﷺ نے تو سوچ کر چھ یا سات دن مقرر فرمادئے مگر راوی کو شک پڑ گیا کہ آپ ﷺ نے چھ دن فرمائے یا سات فرمائے۔

ایک معنی یہ ہے کہ

اس میں عادت کا ذکر ہے مطلب یہ ہے کہ تجھے عادت یاد ہے اس پر عمل کرو اگر عادت چھ دن حیض کی تھی تو چھ دن اگر عادت سات دن تھی تو سات دن حیض کے نکالو باقی استحاضہ ہے اس میں نمازیں پڑھتی رہو۔

قوله في علم الله

یعنی میں تمہیں حکم شرعی بتاتا ہوں اب آگے تو جانے اور تیرا خدا کہ تم اس پر صحیح طریقے سے عمل کرتی ہو یا نہیں یا علم اللہ بمعنی حکم اللہ یعنی جو بات میں آپ کو بتا رہا ہوں استحاضہ کے سلسلے میں وہ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے یعنی حکم شرعی ہے۔

قوله فان قويت على ان تؤخرى

یہاں دوسرے امر کا بیان ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں آپ کو دو باتوں کا حکم فرماؤں گا جن میں سے ایک

بات تو گزر گئی وہ یہ کہ چھ یا سات دن کی تحری کے بعد مہینہ میں ایک بار غسل کر کے نمازیں شروع کر دے اور دوسرا امر جس کو یہاں پر بیان کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ چھ یا سات دن حیض کے مستثنیٰ کر کے پھر روزانہ جمع بین الصلوتین بغسل کرے اور فجر کی نماز کے لئے مستقل غسل، اس صورت میں روزانہ تین بار غسل ہوگا۔

☆ قوله وهذا اعجب الامرين الى

دوسرے امر یعنی جمع بین الصلوتین بغسل کا حکم فرمانے کے بعد آپ فرما رہے ہیں کہ یہ دوسرا امر میرے نزدیک دونوں میں زیادہ پسندیدہ ہے۔

☆ قال ابو داؤد وقال ابن المشي شابه الخ

پہلی سند میں ابن المشی کے استاد ابن ابی عدی ہیں ابن المشی یہ کہہ رہے ہیں کہ میرے استاد ابن ابی عدی نے مجھے یہ حدیث مبارکہ جب اپنی کتاب سے سنائی تو اسی سند کے ساتھ سنائی جو اوپر مذکور ہے مگر پھر اس کے کچھ دن بعد انہوں نے جب مجھے یہ حدیث مبارکہ اپنے حفظ سے سنائی تو سند میں فرق کر دیا۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی سند میں عروہ ابن الزبیر روایت کر رہے ہیں جو فاطمہ سے اور دوسری میں عائشہ سے یہ کلام بعینہ اسی طرح نسائی شریف کی روایت میں بھی ہے۔
والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم .

بَاب مَنْ رَوَى أَنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَوةٍ

مستحاضہ ہر نماز کے لئے غسل کرے

یہ باب مستحاضہ کے لیے ہر نماز کے وقت غسل کرنے کے حکم میں ہے۔

249 حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَقِيلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتَحِضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلَكِنْ هَذَا عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي وَصَلِي قَالَتْ عَائِشَةُ لَكَانَتْ تَغْتَسِلُ فِي مَرَكْنٍ فِي حُجْرَةٍ أُخْتِهَا زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ حَتَّى تَعْلُو حُمْرَةَ الدَّمِ الْمَاءَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنَبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَمْرَةَ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِهَذَا

الْحَدِيثِ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَوةٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فِيهِ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَوةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الْقَاسِمُ بْنُ مَبْرُورٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ جَحْشٍ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَرُبَّمَا قَالَ مَعْمَرٌ عَنْ عُمَرَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِمَعْنَاهُ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِي حَدِيثِهِ وَلَمْ يَقُلْ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ أَيْضًا قَالَ فِيهِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَوةٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سالی حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ مبارکہ تھیں ان کو سات سال مستحاضہ کا خون رہا تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں فتویٰ لیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ حیض نہیں مگر یہ رگ کا خون ہے لہذا غسل کرو اور نماز پڑھو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ اپنی بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بڑے برتن سے غسل کرتیں حتیٰ کہ خون پانی پر غلبہ پا جاتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔ عروہ بن زبیر نے اس حدیث مبارکہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا میں فرمایا ہے کہ ان کو ہر نماز کے لئے غسل کرنا چاہئے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: متعدد طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح معمر، زہری، عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور بعض دفعہ معمر نے عمرہ عن ام حبیبہ معنایان کیا۔ اسی طرح ابراہیم بن سعد اور ابن عیینہ نے زہری، عمرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ابن عیینہ نے اپنی حدیث میں اسی طرح کہا اور انہوں نے یہ نہیں کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو غسل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اسی طرح اس کو اوزاعی نے بھی روایت کیا ہے اس میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ ہر نماز کے لئے غسل کیا کرتی تھیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 1، ص 111، سنن ابن ماجہ: ج 2، ص 283، السنن الکبریٰ: ج 1، ص 170، سنن دارمی: ج 1، ص 216)

250 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ الْمُسَيْبِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ ابْنِ أَبِي ذَيْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعُمَرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ اسْتَحِضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَأَمَرَهَا

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَغْتَسِلَ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَوةٍ حَدَّثَنَا هَذَا بَنُ السَّرِيِّ عَنْ عَبْدِةَ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتَحْيَضَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا بِالْغُسْلِ لِكُلِّ صَلَوةٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اسْتَحْيَضَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسِلِي لِكُلِّ صَلَوةٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَوةٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا وَهُمْ مِنْ عَبْدِ الصَّمَدِ وَالْقَوْلُ فِيهِ قَوْلُ أَبِي الْوَلِيدِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو سات سال حیض کی شکایت رہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ غسل کرے تو وہ ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ کی شکایت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا حکم فرمایا۔ اور آگے ویسے ہی حدیث بیان کی۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: ابو داؤد الطیالسی نے اس کو روایت کیا اور میں نے ان کو نہیں سنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا: ہر نماز کے واسطے غسل کرو اور آگے حدیث روایت فرمائی۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو عبد الصمد نے سلیمان بن کثیر سے روایت کیا ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرو۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ عبد الصمد کا وہم ہے اور اس میں قول ابو الولید کا قول ہے۔

(السنن الکبریٰ للبخاری: جز: 1، ص: 350، سنن دارمی: جز: 1، ص: 219، شرح السنہ: جز: 1، ص: 88، صحیح البخاری: جز: 1، ص: 124)

251 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو بْنُ أَبِي الْحَبَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرْتَنِي زَيْنَبُ بِنْتُ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهْرَاقُ الدَّمَ وَكَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَوةٍ وَتُصَلِّيَ وَأَخْبَرْتَنِي أَنَّ أُمَّ بَكْرٍ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِي الْمَرْأَةُ تَرَى مَا يُرِيهَا بَعْدَ

الطَّهْرُ إِنَّمَا هِيَ عِرْقٌ أَوْ قَالَ عُرُوقٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ عَقِيلٍ الْأَمْرَانِ جَمِيعًا وَقَالَ ابْنُ قُويْتٍ فَاغْتَسِلِي لِكُلِّ صَلَوةٍ
وَالْأَفْجَمَعِي كَمَا قَالَ الْقَاسِمُ فِي حَدِيثِهِ وَقَدْ رَوَى هَذَا الْقَوْلُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ
عَلِيِّ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

ابو سلمہ نے زینب بنت ابوسلمہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت کا خون بہتا رہتا تھا اور وہ حضرت عبدالرحمن بن
عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز
پڑھیں۔ مجھے ام بکر نے خبر دی اور ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دے کر ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی
عورت کے بارے میں فرمایا: جو حیض سے طاہر ہونے کے بعد کچھ دیکھے تو رگ کا خون ہے یا فرمایا کہ وہ رگوں کا
خون ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: حدیث ابن عقیل میں دونوں امر جمع ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر تم قوی ہو تو غسل کرو ہر نماز
کے لئے ورنہ جمع کرو۔ جس طرح کہ قاسم نے اپنی حدیث مبارکہ میں فرمایا ہے۔ اس قول کو حضرت علی اور حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 351، مسند اسحاق بن راہویہ: ج: 4، ص: 244، مصنف عبدالرزاق: ج: 1، ص: 307)

تشریح:

مرقاۃ میں رقم ہے کہ ہر نماز کے لئے غسل کے وجوب کے قائل بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور
ابن مسعود، ابن الزبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام بھی رقم کیا ہے۔
اس باب میں ایک روایت جو بطریق ابن اسحاق عن الزہری ہے اس میں البتہ غسل لکل صلوٰۃ مرفوعاً مذکور ہے لہذا اس
روایت کو مسلک جمہور کے خلاف کہہ سکتے ہیں۔

جواب یہ ہے کہ

دراصل یہ حدیث مبارکہ ایک ہی ہے جس کے طرق مختلف ہیں اکثر روایات نے ہر غسل لکل صلوٰۃ کو مرفوعاً ذکر نہیں کیا
صرف ابن اسحاق کے طریق میں ہے اور وہ مشکلم فیہ ہیں اور اگر اس روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ استحباب یا علاج پر محمول
ہے اور امام طحاوی رحمہ اللہ کی رائے نسخ کی ہے یہ جو کچھ کہا گیا ہے کہ یہ جمہور کی طرف سے ہے مگر مصنف رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ
حدیث الغسل لکل صلوٰۃ مرفوعاً ثابت ہے جس طرح کہ ابن اسحاق کی پہلی روایت میں ہے پھر آگے مصنف رحمہ اللہ اس کی تائید
پیش کر رہے ہیں۔

☆ قال ابو داؤد ابو الوليد الطيالسي ولم اسمعه منه

مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ ابن اسحاق کی روایت بلکہ باب کی تمام روایات تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں ہیں اور یہ روایت جس کو آپ تائید میں پیش کر رہے ہیں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے قصہ میں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت کے بارے میں مصنف رحمہ اللہ خود فرما رہے ہیں کہ میں نے یہ روایت ابوالولید الطیالسی سے نہیں سنی لہذا یہ روایت تو منقطع ہوئی حدیث منقطع سے کیا تائید ہوگی۔

☆ قال ابو داود ورواه عبد الصمد وهذا وهم من عبد الصمد

یہ ابن اسحاق کی روایت کی تائید ہے اس کا ما حاصل یہ ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے ابھی جو روایت تائیداً پیش کی تھی اس کو سلیمان سے روایت کرنے والے ابوالولید تھے اس میں تو بے شک غسل لکل صلوٰۃ مذکور تھا مگر اس روایت کو سلیمان سے عبد الصمد بھی روایت کرتے ہیں اور انہوں نے بجائے غسل لکل صلوٰۃ کے وضو لکل صلوٰۃ ذکر کیا اس سے مصنف رحمہ اللہ کی تائید ختم ہو گئی اس لیے مصنف رحمہ اللہ اس کا جواب پیش کر رہے ہیں کہ عبد الصمد کی روایت وہم ہے اور ابوالولید کی روایت صحیح ہے۔ مگر امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا ابوالولید کی روایت بھی غیر محفوظ ہے۔

قوله اخبرني الخ

اشکال

اخبرني کی ضمیر ابوسلمہ کی طرف لوٹتی ہے تو یہ مستقل روایت ہے اس میں غسل لکل صلوٰۃ کا ذکر ہی نہیں تو امام ابو داود رحمہ اللہ اس روایت کو اس باب میں کیوں لائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ روایت اس باب میں اس لیے لائے کہ یہ پتہ چل جائے کہ غسل لکل صلوٰۃ امر شرعی نہیں ہے بلکہ کوئی اور مقصد ہے علاج وغیرہ کیونکہ استحاضہ رگ پھٹنے سے آتا ہے اور رگ پھٹنے سے جو خون جاری ہو اس سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ اس روایت سے یہ وضاحت مقصود تھی اس لیے اس باب میں لائے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم .

بَاب مَنْ قَالَ تَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ وَتَغْتَسِلُ لَهُمَا غُسْلًا

جس نے کہا دو نمازوں کے لئے ایک غسل کرے

اس باب میں ایک غسل سے دو نمازیں پڑھنے کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

252 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اسْتَحْيِضَتْ امْرَأَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرْتُ أَنْ تُعَجَّلَ الْعَصْرَ وَتُؤَخَّرَ الظُّهْرُ وَتَغْتَسِلَ لَهْمَا غُسْلًا وَأَنْ تُؤَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجَّلَ الْعِشَاءُ وَتَغْتَسِلَ لَهْمَا غُسْلًا وَتَغْتَسِلَ لَصَلَاةِ الصُّبْحِ غُسْلًا فَقُلْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت کو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں استحاضہ ہو گیا تو ان کو حکم دیا گیا کہ عصر کو جلدی اور ظہر کو مؤخر کر کے پڑھے اور دونوں کے واسطے ایک ہی غسل کرے اور عشاء کو جلدی اور مغرب کو مؤخر کر کے ان کے لئے ایک غسل کرو اور فجر کی نماز کے لئے ایک غسل کرو۔ میں نے عبدالرحمن بن قاسم سے کہا کہ یہ نبی کریم ﷺ سے ہے۔ تو انہوں نے کہا: میں تمہیں کچھ نہیں بیان کرتا مگر جو کچھ نبی کریم ﷺ سے ہو۔

(شرح السنۃ: ج: 1، ص: 88)

253 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ سَهْلَةَ بِنْتَ سَهْلٍ اسْتَحْيِضَتْ فَأَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ فَلَمَّا جَهَدَهَا ذَلِكَ أَمَرَهَا أَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ يَغُسِّلُ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ يَغُسِّلُ وَتَغْتَسِلَ لِلصُّبْحِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ امْرَأَةً اسْتَحْيِضَتْ فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا بِمَعْنَاهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا کو استحاضہ ہو گیا تو وہ نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئیں آپ ﷺ نے ان کو حکم ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے واسطے غسل کرے پس جب اس کی کوشش ناکام ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کو حکم ارشاد فرمایا کہ ظہر اور عصر کو ایک غسل میں جمع کر دو اور مغرب اور عشاء کو دوسرے غسل میں جمع کر دو اور نماز صبح کے لئے اور غسل کرو۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو ابن عیینہ، عبدالرحمن بن قاسم اور قاسم بن محمد نے معنی روایت کیا ہے۔ ایک عورت کو استحاضہ ہو گیا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: پس اس کو آپ ﷺ نے حکم فرمایا۔

(السنن الکبریٰ: ج: 1، ص: 352، سنن دارمی: ج: 1، ص: 222، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 88، شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 101)

254 حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةٍ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ سَهْلٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَالِحٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي

حَبِيشِ اسْتَحْيَضَتْ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ تُصَلِّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا مِنَ الشَّيْطَانِ لَتَجْلِسَ فِي مِرْكَنٍ فَإِذَا رَأَتْ صُفْرَةً فَوْقَ الْمَاءِ فَلْتَفْتَسِلْ
لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلًا وَاحِدًا وَتَفْتَسِلْ لِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ غُسْلًا وَاحِدًا وَتَفْتَسِلْ لِلْفَجْرِ
غُسْلًا وَاحِدًا وَتَتَوَضَّأُ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ مُجَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا اشْتَدَّ عَلَيْهَا الْغُسْلُ أَمَرَهَا أَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ
الصَّلَاتَيْنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ قَوْلُ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ
حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ فاطمہ بنت ابوجہش کو اس اس
عرصہ سے استحاضہ ہے جس کی وجہ سے اس نے نماز نہیں پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ یہ تو
شیطان سے ہے ان کو تو برتن میں بیٹھنا چاہئے پس جب پانی پر زردی دیکھو تو ظہر اور عصر کے لئے غسل کیا کرے
مغرب و عشاء کے لئے اور غسل کیا کرے اور فجر کے لئے اور غسل کیا کرے اور اس کے درمیان میں وضو کیا کرے۔
امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب ان کو ہر نماز کے
واسطے غسل کرنا شدید ہوا تو ان کو حکم فرمایا کہ دو نمازیں جمع کرو۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو ابراہیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور وہ ابراہیم نخعی اور
عبد اللہ بن شداد کا قول ہے۔

(مسندک: ج: 1، ص: 281، معجم الکبیر: ج: 24، ص: 139، سنن الکبریٰ: ج: 1، ص: 353، شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 100)

تشریح:

جمع بین الصلوٰتین بغسل والی روایات پر عمل کرنے میں جمہور کے مسلک کے پیش نظر تو کوئی اشکال نہیں کیونکہ ان کے
نزدیک جمع حقیقی جائز ہے جس طرح کہ احناف کے نزدیک جمع حقیقی نہ وہاں جائز ہے نہ یہاں۔ اب اگر ہم اس کو جمع صوری پر
محمول کرتے ہیں تو مستحاضہ کے معذور ہونے کی بناء پر نقص وضو بخروج الوقت کا اشکال وارد ہوگا اس لیے کہ خروج
وقت سے معذور کی طہارت زائل ہو جاتی ہے اس کا جواب لمعات میں یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے یوں کہا جائے عام معذور ہی کا حکم
تو یہی ہے کہ خروج وقت ان کے حق میں ناقض ہے مگر اس حدیث مبارکہ کی رو سے مستحاضہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ

اس باب کی آخری حدیث مبارکہ میں ایک لفظ کی زیادتی آرہی ہے جس سے مسلک احناف کا اعتراض دور ہو جائے گا وہ
یہ کہ آپ نے فرمایا:

وتوضا فیما بین ذالک ۔

اب اس حدیث مبارکہ پر عمل کرنے کی صورت یہ ہوگی کہ ظہر کے آخر وقت میں غسل کر کے ظہر پڑھے پھر جب عصر کا وقت داخل ہو تو وضو کر کے عصر کی نماز پڑھے اسی طرح آخر وقت مغرب میں غسل کر کے نماز پڑھے پھر دخول وقت عشاء کے بعد وضو کر کے عشاء کی نماز پڑھے۔

مگر واضح رہے کہ اس جملہ کے دوسرے معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

وہ اس طرح کہ وتوضا فیما بین ذالک ای لاحداث اخر غیر الاستحاضۃ۔ یعنی استحاضہ کی وجہ سے ظہر اور عصر کی نماز کے لئے ایک غسل کافی ہو گیا اس سے ان دونوں نمازوں کو ادا کرے گی مگر ان اوقات کے درمیان اگر استحاضہ کے علاوہ کوئی اور حدث پایا جائے تو اس کے لئے وضو کرنا ہوگا چنانچہ مالکیہ کے نزدیک اس جملہ کے یہی معنی متعین ہیں اس لیے کہ استحاضہ ان کے نزدیک مطلقاً ناقض ہی نہیں ہے نہ وقت کے اندر نہ بعد میں اور شافعیہ چونکہ جمع بین الصلوٰتین میں جمع حقیقی کے قائل ہیں اس لیے ان کے نزدیک خروج وقت کا تو اشکال ہوگا ہی نہیں لہذا وہ اپنے مسلک کے پیش نظر وتوضا فیما بین ذالک کے معنی یہ کہتے ہیں ”ای لفرض اخر“ یعنی ایک غسل تو ظہر و عصر کے لئے کافی ہوگا اب اگر مستحاضہ کو اس دوران میں کوئی اور فرض قضاء نماز پڑھنی ہو تو اس کے لئے وضو کرے اس لیے کہ شوافع کے نزدیک معذور کے حق میں وضو لکل صلوٰۃ واجب ہے۔

☆ قوله فقال لا احدلك الا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشیء

یہ عبارت جواب ہے امام شعبہ کے سوال کا جو انہوں نے عبدالرحمن سے کہا کہ یہ حدیث مبارکہ آپ نبی کریم ﷺ سے نقل کر رہے ہیں۔

تو اس جواب میں تین نسخے ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ

لا احدلك عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشیء

شروع میں ہمزہ استفہام کا محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ کیا میں کوئی حدیث آپ کو نبی کریم ﷺ سے نہیں بیان کرتا یعنی ہمیشہ کرتا ہوں یہ بھی انہی میں سے مرفوع روایت ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ

لا احدلك الا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

معنی ظاہر ہے کہ میں ہمیشہ آپ کو نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ سناتا ہوں۔

تیسرا نسخہ متن میں ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ

بشیء کا لفظ آخر میں آیا ہے مگر حقیقت میں یہ الا سے مقدم ہے اگر مقدم تسلیم کر کے ترجمہ کریں تو معنی ٹھیک ہو جاتا ہے۔

اصل عبارت اس طرح ہوگی۔

لا احدثك بشيء الا عن النبي صلى الله عليه وسلم

حدثنا وهب بن بقية قوله ان فاطمة بنت ابی جیش استحیضت منذ كذا وكذا .
ملا علی قاری نے کذا و کذا کی شرح میں شہر کا لفظ لکھا ہے اور یہ صحیح بھی لگتا ہے کیونکہ طحاوی کی ایک روایت میں ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حیض الشهر والشهرین
کہ میں ایک اور دو مہینے تک مستحاضہ کی حالت میں رہتی تھی۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم .

بَاب مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ مِنْ طَهْرٍ إِلَى طَهْرٍ

جس نے کہا کہ مستحاضہ کو طہر سے طہر تک غسل کرنا چاہئے

یعنی ایک ہی غسل جو ابتداء طہر میں کیا گیا وہ انتہاء طہر تک کافی ہے جس طرح کہ جمہور کا مسلک ہے۔ اس سے پہلے جو ابواب قائم کئے گئے ہیں وہ تعدد غسل کے متعلق تھے۔

255 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ بْنِ زِيَادٍ وَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي
الْقُظَّانِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
الْمُسْتَحَاضَةِ تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَالْوُضُوءُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ زَادَ عُثْمَانُ وَتَصُومُ وَتُصَلِّي

عدی بن ثابت نے والد محترم سے انہوں نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مستحاضہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے حیض کے ایام میں نماز ترک کر دے پھر غسل کرے اور نماز پڑھے اور ہر نماز کے وقت وضو کرے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: عثمان نے یہ زیادتی کی ہے کہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 281، سنن ابی الکبریٰ: ج: 1، ص: 116، سنن ترمذی: ج: 1، ص: 213، سنن دارمی: ج: 2، ص: 463)

256 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ
عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حَبِشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَذَكَرَ خَبَرَهَا وَقَالَ ثُمَّ اغْتَسِلِي ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ وَتُصَلِّي

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ بنت جیش رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہوئیں تو اس نے اپنی خبر دی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر غسل کرنا پھر نماز پڑھنا ہر وضو کے ساتھ ہر نماز کے لئے۔

(سنن دارقطنی: ج: 2، ص: 410، مسند احمد: ج: 49، ص: 172، مصنف ابن شیبہ: ج: 1، ص: 125)

257 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانَ الْقَطَّانُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي مَسْكِينٍ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ أُمِّ كَلْثُومٍ عَنْ عَائِشَةَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَغْتَسِلُ تَعْنِي مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ تَوَضَّأُ إِلَى أَيَّامِ أَقْرَانِهَا حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانَ الْقَطَّانُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ أَيُّوبَ أَبِي الْعَلَاءِ عَنِ ابْنِ شُبْرَمَةَ عَنِ امْرَأَةِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدِيثُ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ وَالْأَعْمَشِ عَنْ حَبِيبٍ وَأَيُّوبَ أَبِي الْعَلَاءِ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ لَا تَصِحُّ وَدَلَّ عَلَى ضَعْفِ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ عَنْ حَبِيبٍ هَذَا الْحَدِيثُ أَوْقَفَهُ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ وَأَنْكَرَ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ أَنْ يَكُونَ حَدِيثُ حَبِيبٍ مَرْفُوعًا وَأَوْقَفَهُ أَيْضًا أَسْبَاطُ عَنِ الْأَعْمَشِ مَوْقُوفٌ عَنْ عَائِشَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ ابْنُ دَاوُدَ عَنِ الْأَعْمَشِ مَرْفُوعًا أَوَّلُهُ وَأَنْكَرَ أَنْ يَكُونَ فِيهِ الْوُضُوءُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَدَلَّ عَلَى ضَعْفِ حَدِيثِ حَبِيبٍ هَذَا أَنَّ رِوَايَةَ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ فِي حَدِيثِ الْمُسْتَحَاضَةِ وَرَوَى أَبُو الْيَقْظَانِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَعَمَّارٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَرَوَى عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ وَبَيَّانٌ وَالْمُغِيرَةُ وَفِرَاسٌ وَمُجَالِدٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ حَدِيثِ قَمِيرٍ عَنْ عَائِشَةَ تَوَضَّعِي لِكُلِّ صَلَاةٍ وَرِوَايَةُ دَاوُدَ وَعَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ قَمِيرٍ عَنْ عَائِشَةَ تَغْتَسِلُ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً وَرَوَى هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ الْمُسْتَحَاضَةُ تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ إِلَّا حَدِيثُ قَمِيرٍ وَحَدِيثُ عَمَّارٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ وَحَدِيثُ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ وَالْمَعْرُوفُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْغُسْلُ

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مستحاضہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ ایک بار غسل کرے پھر اپنے حیض کے دنوں تک وضو کیا کرے۔ مسروق کی زوجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: حدیث عدی بن ثابت اور اعمش کی حبیب سے اور ایوب ابو العلاء یہ تمام ضعیف ہیں

صحیح نہیں ہیں اور اعمش نے حبیب سے جو روایت کی ہے وہ اس ضعف پر یہ حدیث دال ہے اور حفص بن غیاث نے حبیب کی حدیث کے مرفوع ہونے کے انکاری ہوئے اور اسباط نے اعمش سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موقوف روایت کی ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: ابن داؤد نے اعمش سے روایت کیا ہے کہ جس کا اول حصہ ہے اور اس میں ہر نماز کے لئے وضو کرنے کا انکاری ہے اور حدیث حبیب کے ضعف پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مستحاضہ کی حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا کہ وہ ہر نماز کے واسطے غسل کرے۔ متعدد طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ روزانہ ایک بار غسل کرنے۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ مستحاضہ ہر نماز کے واسطے وضو کرے یہ تمام احادیث ضعیف ہیں مگر حدیث قمیر اور حدیث عمار مولیٰ بن ہاشم اور حدیث ہشام بن عروہ کے جو کہ انہوں نے والد محترم سے روایت کی ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا معروف قول غسل کے بارے میں ہے۔

(سنن دارمی: ج: ۲، ص: ۴۷۰)

تشریح:

یہ باب غسل واحد کا ہے جس کے آئمہ اربعہ قائل ہیں یہ پہلے آچکا ہے کہ آئمہ اربعہ کے نزدیک صرف ایک بار غسل کرے پھر اس کے بعد احناف، حنابلہ کے نزدیک لوقت کل صلوٰۃ واجب ہے اور شوافع کے نزدیک لکل صلوٰۃ۔

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جمہور علماء سلف و خلف اور آئمہ اربعہ کے نزدیک مستحاضہ پر صرف ایک بار غسل واجب ہے اور ابن عمر ابن الزبیر و عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ غسل لکل صلوٰۃ واجب ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہر روز ایک بار غسل کرنا واجب ہے اور ابن المسیب اور حضرت حسن بصری کے نزدیک روزانہ ایک بار ظہر کے وقت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دونوں روایتیں غسل مرة واحدة اور غسل لکل صلوٰۃ۔

☆ حدثنا محمد بن جعفر قوله عن عدی بن ثابت عن ابیہ عن جدہ

جد عدی کا نام عبداللہ بن یزید ^{خطمی} ہے یہ جد لامہ یعنی نانا ہیں ویسے ان کے نام میں اختلاف ہے حافظ کارانج قول اس طرح ہے۔

☆ قال ابو داؤد..... کلھا ضعیفہ لا تصح

خیر کی دونوں احادیث کی سند میں ایوب مذکور ہیں لہذا حدیث ایوب سے اخیر کی دونوں احادیث مبارکہ مراد ہیں گویا مصنف رحمہ اللہ نے چاروں احادیث پر ضعیف کا حکم لگایا۔

قال ابو داؤد ورواہ ابن داؤد عن الاعمش مرفوعاً اولہ

یہ دفع دخل مقدر ہے وہ یہ کہ کسی نے کہا کہ آپ نے کہا تھا کہ اس روایت کو مرفوعاً صرف و کج روایت کرتے ہیں اور موقوفاً روایت کرنے والے دو شخص ہیں گویا موقوفاً نقل کرنے والوں میں تعدد ہے۔ معترض کہتا ہے کہ مرفوعاً نقل کرنے والے بھی دو ہیں ایک و کج دوسرے ابن داؤد۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ وہ یہ کہ ابن داؤد نے بے شک اس کو اعمش سے مرفوعاً نقل کیا مگر اس حدیث کے صرف پہلے جز یعنی غسل مرۃ کو اور حدیث کا جز ثانی یعنی وضو لکل صلوٰۃ جو دراصل ہمارا مدار ہے اس کو انہوں نے مطلقاً ذکر ہی نہیں کیا نہ مرفوعاً نہ موقوفاً لہذا ابن داؤد کی روایت کان لم یکن ہوئی۔

☆ وروای عبد الملک بن میسرۃ

بظاہر یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے ضعف کی دلیل بیان کر رہے ہیں وہ اس طرح کہ شروع میں امراۃ مسروق یعنی قمر عن عائشہ کی جو روایات گزریں وہ مرفوعاً تھیں اور یہاں ان کی یہ روایت جس کو قمر سے شععی روایت کر رہے ہیں موقوفاً ہے اور اس سے حدیث ام کلثوم عن عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تضعیف نکل آئے گی کیونکہ اس سند میں نیچے راوی ایوب ابو العلاء ہیں جو دو حدیث کے راوی ہیں اور دونوں کی سند میں مشترک ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ ایوب کبھی کسی طرح روایت کرتے ہیں اور کبھی کسی طرح لہذا اس اضطراب سے دونوں روایتیں متاثر ہوئیں۔

☆ وروایۃ داؤد و عاصم عن الشعبي

اس سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ مزید اختلاف ثابت کر رہے ہیں وہ اس طرح کہ حدیث قمر جو بطریق شععی ہے اس میں اکثر روایات نے وضو لکل صلوٰۃ کو ذکر کیا اور داؤد و عاصم نے شععی سے اس حدیث مبارکہ میں بجائے وضو لکل صلوٰۃ کے غسل کل یوم کو ذکر کیا۔

قوله وهذه الاحادیث كلها ضعيفة

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں کل نو روایات ذکر کی ہیں جن میں تین مرفوع ہیں۔

1- حدیث جد عدی 2- حدیث عروہ عن عائشہ 3- حدیث قمر عن عائشہ

اور چھ روایات موقوفہ ہیں۔

1- اثر ام کلثوم عن عائشہ

2- اثر علی

3- اثر عمار عن ابن عباس

4- اثر قمر عن عائشہ جس میں وضو لکل صلوٰۃ ہے

5- اثر قمر عن عائشہ جس میں غسل کل یوم مرۃ ہے

6- اثر عروہ

مصنف رحمہ اللہ نے شروع میں احادیث مرفوعہ ثلاثہ اور اثر اجماع کلثوم چاروں کو ذکر کرنے کے بعد ان پر ضعف کا حکم لگایا تھا اس کے بعد پانچ آثار اور ذکر کئے اب اخیر میں پھر فرما رہے ہیں ہذہ الاحادیث کلہا ضعیفہ۔ اس میں آپ کو اختیار ہے کہ چاہے تو ہذہ الاحادیث سے جملہ روایات تسعہ مراد لے لیجئے اور چاہے اخیر کی پانچ روایات کیونکہ پہلی چار کی تضعیف تو شروع میں کر چکے ہیں مگر آگے چل کر مصنف رحمہ اللہ نے ان نو روایات میں سے تین کا استثناء کر دیا کہ وہ ضعیف نہیں ہیں۔

1- اثر قمیر عن عائشہ اول 2- اثر عمار بن عباس 3- اثر عروہ

پھر مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

والمعروف عن ابن عباس والغسل

لهذا ان تین میں سے پھر ایک ساقط ہو گیا اب حکم ضعف سے صرف دو کا استثناء باقی رہا باقی سب ضعیف ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

بَاب مَنْ قَالَ الْمُسْتَحَاضَةُ تَغْتَسِلُ مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرٍ
جس نے کہا کہ مستحاضہ ایک ظہر سے دوسرے ظہر تک غسل کرے

یہ دونوں ظہر ظاہر معجمہ کے ساتھ ہیں یعنی روزانہ ایک بار ظہر کے وقت غسل کرنا۔

258 حَدَّثَنَا الْقُعَيْبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ أَنَّ الْقَعْقَاعَ وَزَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ أَرْسَلَاهُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ يَسْأَلُهُ كَيْفَ تَغْتَسِلُ الْمُسْتَحَاضَةُ فَقَالَ تَغْتَسِلُ مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرٍ وَتَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَوةٍ فَإِنْ غَلَبَهَا الدَّمُ اسْتَفْزَرَتْ بِثَوْبٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ تَغْتَسِلُ مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرٍ وَكَذَلِكَ رَوَى دَاوُدَ وَعَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ امْرَأَتِهِ عَنْ قَمِيرٍ عَنْ عَائِشَةَ إِلَّا أَنَّ دَاوُدَ قَالَ كُلُّ يَوْمٍ وَفِي حَدِيثِ عَاصِمٍ عِنْدَ الظَّهْرِ وَهُوَ قَوْلُ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ وَعَطَاءٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ مَالِكٌ إِنِّي لَا أَظُنُّ حَدِيثَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرٍ إِنَّمَا هُوَ مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرٍ وَلَكِنَّ الْوَهْمَ دَخَلَ فِيهِ لِقَالِهَا النَّاسُ فَقَالُوا مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرٍ وَرَوَاهُ مِسْوَرُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَرْبُوعٍ قَالَ فِيهِ مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرٍ لِقَالِهَا

النَّاسُ مِنْ ظَهَرٍ إِلَى ظَهَرٍ

قعقاع اور زید بن اسلم نے بھی مولیٰ ابوبکر کو سعید بن مسیب کے پاس بھیجا کہ ان سے پوچھئے کہ مستحاضہ کیسے غسل کرے گی؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک ظہر سے دوسری ظہر کے لئے غسل کرے اور ہر نماز کے لئے وضو کرے پس اگر خون کا غلبہ ہو جائے تو کپڑے کا لنگوٹ باندھے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت ابن عمر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک ظہر سے دوسری ظہر تک غسل کرے۔ اسی طرح ابوداؤد اور عاصم نے شعبی، ایک عورت قمیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے مگر داؤد نے ہر روز کا کہا۔ اور حدیث عاصم میں ہے کہ ظہر کے وقت اور یہی قول سالم بن عبد اللہ اور حسن اور عطاء کا ہے۔ مالک نے فرمایا کہ میرے خیال میں یہ ظہر سے ظہر تک ہوگا اور ابن مسیب کی حدیث میں ظہر سے ظہر تک ہے مگر اس میں وہم داخل ہو گیا ہے۔ اس کو مسور بن عبد الملک بن سعید بن عبد الرحمن بن یزید نے روایت کیا اور اس میں ظہر سے ظہر تک فرمایا جس کو تبدیل کر کے ظہر سے ظہر تک لوگوں نے کر دیا۔

(سنن دارمی: ج: 1، ص: 226، معبرۃ السنن والآثار للہیثمی: ج: 2، ص: 179، مؤطا مالک: ج: 2، ص: 35)

تشریح:

اس باب کی پہلی روایت کی سند میں عن الشعبی عن امرأۃ کا لفظ ہے یہ درست نہیں دارمی میں سند اس طرح ہے۔

عن الشعبی عن قمیر امرأة مسروق

اور یہی سند درست ہے۔

ابوداؤد میں کسی راوی کی غلطی سے سند میں غلطی واقع ہو گئی۔

امام مالک رحمہ اللہ نے ظہر کی تاویل ظہر سے کی ہے اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس کی تائید مسور کی روایت سے کی ہے جس میں من ظہر الی ظہر منقول ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہر ماہ جب ظہر شروع ہو تو غسل کر لے پھر اگلے ظہر کے شروع میں غسل کرے درمیان میں غسل کی حاجت نہیں کسی کا تب کی غلطی سے ظہر کو ظہر لکھا گیا۔

حضرت سعید کی روایت کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ من ظہر الی ظہر کا حکم امر شرعی نہیں ہے بلکہ بطور علاج کے ہے کہ دوپہر کے وقت گرمی کی وجہ سے زیادہ خون خارج ہونے کا خطرہ ہے اس وقت غسل کر لے جسم ٹھنڈا ہو جائے گا خون کم نکلے گا اور صفائی بھی ہو جائے گی اور شرعی حکم آ رہا ہے کہ مستحاضہ وضو لکل صلوٰۃ کرے۔

وقال مالک انی لاظن

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ سعید بن المسیب کی روایت جس میں من ظہر الی ظہر ہے وہم ہے۔ صحیح من ظہر الی ظہر ہے۔ ایک نقطہ کی زیادتی سے کچھ کا کچھ ہو گیا اس لیے کہ نقطہ والی

روایت کا حاصل یہ ہے کہ روزانہ ایک بار غسل کرے اور حذف نقطہ والی روایت کا مقتضی یہ ہے کہ پورے ماہ میں صرف ایک بار غسل کرے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

بَاب مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً وَلَمْ يَقُلْ عِنْدَ الظُّهْرِ
جس نے کہا مستحاضہ ہر روز ایک مرتبہ غسل کرے اور ظہر کے وقت کا نہیں کہا
یہ باب مستحاضہ کا روزانہ ایک بار غسل کرنے کے متعلق ہے۔

259 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي إِسْمَاعِيلَ وَهُوَ
مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رِضَى اللَّهِ عَنْهُمْ قَالَ الْمُسْتَحَاضَةُ إِذَا
انْقَضَى حَيْضُهَا اغْتَسَلَتْ كُلَّ يَوْمٍ وَاتَّخَذَتْ صُوفَةً فِيهَا سَمْنٌ أَوْ زَيْتٌ
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مستحاضہ کا حیض منقطع ہو جائے تو ہر روز غسل کرے اور اس میں گھی یا زیتون
لگا کر کپڑے کو استعمال کرے۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 259)

تشریح:

مستحاضہ کا روزانہ ایک بار غسل کرنا یہ حضرت علی و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک ہی روایت ہے۔
قوله واتخذت صوفة فيها لمن اوزيت

یہ علاج کی خاطر بتایا جا رہا ہے کہ کپڑا وغیرہ روغن زیتون یا گھی میں تر کر کے مخصوص جگہ پر رکھے کیونکہ یہ کپڑا عروق کو بہنے
جو کہ سیلان خون کا سبب ہے اس کو دور کر کے عروق میں نرمی پیدا کرے گا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

بَاب مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ بَيْنَ الْآيَامِ
جس نے کہا ایام میں غسل کرے

اس باب میں مستحاضہ کا انقطاع حیض میں ایک بار غسل کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

260 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ أَنَّهُ سَأَلَ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ فَقَالَ تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ فَتُصَلِّي ثُمَّ تَغْتَسِلُ فِي الْأَيَّامِ

قعنبی، عبدالعزیز ابن محمد، محمد بن عثمان نے قاسم بن محمد سے مستحاضہ کے بارے میں سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ایام حیض میں نماز ترک کر دے پھر غسل کر کے نماز ادا کرے پھر ایام میں غسل کرے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 260)

تشریح:

اس کا مطلب یہ ہے کہ مستحاضہ ایک بار غسل تو عند الانقطاع الحيض کے کرے اور پھر ایک بار دو بارہ و جو ہر ماہ طہر کے اثناء میں کرے یہ قاسم بن محمد کا قول ہے جس میں وہ متفرد ہیں جبکہ جمہور کے نزدیک صرف ایک بار غسل واجب ہے اس سے زیادہ مستحب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَالَ تَوَضَّأَ لِكُلِّ صَلَاةٍ جس نے کہا ہر نماز کے لئے وضو کرے

اس باب میں ہر نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم ہے۔

261 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْنِي بْنِ عَمْرِو حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حُبَيْشٍ أَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضِ فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ فَإِذَا كَانَ الْآخِرُ فَتَوَضَّئِي وَصَلِّي قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى وَحَدَّثَنَا بِهِ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ حِفْظًا فَقَالَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَشُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ الْعَلَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَوْقَفَهُ شُعْبَةُ عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ تَوَضَّأَ لِكُلِّ صَلَاةٍ

تشریح:

حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ مستحاضہ تھیں تو ان کو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب حیض

کا خون آئے تو وہ خون دکھائی دینے میں کالا ہوتا ہے جب اس طرح ہو تو نماز سے رک جاؤ جب منقطع ہو جائے تو وضو کرو اور نماز پڑھو۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عدی نے حفظاً روایت کی ہے تو اس وقت کہا کہ عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ قاطمہ۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: علاء بن مسیب اور شعبہ نے حکم اور ابو جعفر سے روایت کیا ہے۔ علاء نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے اور شعبہ نے موقوفاً روایت کیا ہے کہ ہر نماز کے واسطے وضو کرے۔

(مسند رک: ج: 1، ص: 281، سنن ابی نعیم الکبریٰ: ج: 1، ص: 325، سنن دارقطنی: ج: 2، ص: 382، سنن نسائی: ج: 1، ص: 123)

تشریح:

مستحاضہ کے لئے وضو کل صلوٰۃ یعنی ہر فرض نماز کے لئے مستقل وضو کرنا اگرچہ وقت کے اندر ہو یہ شوافع کا مسلک ہے اور مصنف رحمہ اللہ کی غرض اسی کو بیان کرنا ہے۔

یہاں پر اس روایت میں تین اضطراب ہیں۔

پہلا تو یہ ہے کہ

ابن عدی کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام لیتے ہیں کبھی رسول اللہ ﷺ کا نام لیتے ہیں۔

دوسرا یہ ہے کہ

بعض راوی اس کو مسند النقل کرتے ہیں اور بعض مرسل نقل کرتے ہیں۔

تیسرا یہ ہے کہ

بعض مرفوع نقل کرتے ہیں اور بعض موقوف نقل کرتے ہیں۔

لہذا یہاں پر تین اضطراب ہوئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

بَاب مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الْوُضُوءَ إِلَّا عِنْدَ الْحَدَثِ

جس نے وضو کا ذکر نہیں کیا مگر حدث کے وقت

اس باب میں حدث کے وقت وضو کرنے کا ذکر ہے۔

262 حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بَشِيرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتَحِيضَتْ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَنْتَظِرَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّيَ فَإِنْ رَأَتْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ تَوَضَّأَتْ وَصَلَّتْ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ اپنے حیض کے ایام کی منتظر رہے پھر غسل کرے اور نماز پڑھے اگر اس کے بعد کچھ دیکھے تو وضو کرے اور نماز پڑھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 351)

263 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ رَبِيعَةَ أَنَّه كَانَ لَا يَرَى عَلَى الْمُسْتَحَاضَةِ وَضُوءًا عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ إِلَّا أَنْ يُصِيبَهَا حَدَثٌ غَيْرُ الدَّمِ فَتَوَضَّأَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا قَوْلُ مَالِكٍ يَعْنِي ابْنَ أَنَسٍ
ربیعہ سے روایت ہے کہ وہ مستحاضہ کی حالت میں ہر نماز کے واسطے وضو کو لازم قرار نہ دیتے تھے مگر یہ کہ اس کو خون کے علاوہ حدث لاحق ہو تو وہ وضو کرے۔
امام ابوداؤد نے فرمایا: یہ قول مالک یعنی ابن انس رضی اللہ عنہ کا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 263)

تشریح:

حدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ قَوْلُهُ فَإِنْ رَأَتْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ الخ
ذالک سے مراد دوسرے نواقض وضو ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مستحاضہ عند انقطاع الحيض ایک بار غسل کر کے اس غسل سے نمازیں پڑھتی رہے جس قدر چاہے خروج وقت کے بعد بھی جب تک استحاضہ کے علاوہ کوئی دوسرا حدیث نہ پایا جائے اور یہی مذہب امام مالک رحمہ اللہ کا ہے۔ اس مطلب کو لے کر یہ حدیث جمہور کے خلاف ہو جاتی ہے لہذا اس طرح کہا جائے کہ ذالک سے اشارہ استحاضہ کی طرف ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب تک استحاضہ کا سلسلہ قائم رہے مستحاضہ وضو کر کے نماز پڑھتی رہے ایک بار سے زیادہ کے غسل کی ضرورت نہیں اب یہ وضو کرنا عام ہے خواہ لکل صلوٰۃ ہو جس طرح کہ شوافع کے نزدیک ہے اگرچہ لوقت کل صلوٰۃ ہو جس طرح کہ احناف کے نزدیک ہے۔

قوله عن ربیعة انه كان لا يرى على المستحاضة وضوءاً

ربیعہ شیخ مالک اور خود امام مالک رحمہ اللہ دونوں کا مذہب ایک ہی ہے کہ مستحاضہ کو استحاضہ کی بناء پر وضو کی ضرورت نہیں نہ

وقت کے اندر اور نہ بعد خروج الوقت اور احناف کے نزدیک گوداغل وقت وضو کی حاجت نہیں مگر خروج وقت کے بعد ضروری ہے۔

سوال: باب کی پہلی روایت باب کے مناسب ہی نہیں ہے کیونکہ باب کا مقصد یہ ہے کہ مستحاضہ کا وضو نماز کے پورے وقت کے لئے ہوتا ہے درمیان میں اگر خون جاری ہو جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور یہی حکم تمام معذورین کا ہے مگر حدیث میں ہے کہ اگر خون دیکھے تو وضو کر کے نماز پڑھے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

شیئاً سے مراد استحاضہ کے خون کے علاوہ کوئی ناقض وضو پیش آجائے تو وضو دوبارہ کرے اس معنی کا احتمال ہے اور یہی احتمال مراد لیا گیا ہے روایت باب کے مناسب ہوگئی۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔

بَابُ فِي الْمَرْأَةِ تَرَى الْكُذْرَةَ وَالصُّفْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ

وہ عورت جو طہر کے بعد زردی یا گندگی دیکھے

یہ باب طہر کے بعد زردی اور گندگی دیکھنے کے متعلق ہے۔

264 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أُمِّ الْهَدَيْلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ وَكَانَتْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُذْرَةَ وَالصُّفْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ شَيْئًا حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ بِمِثْلِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ أُمُّ الْهَدَيْلِ هِيَ حَفْصَةُ بِنْتُ سِيرِينَ كَانَ ابْنُهَا اسْمُهُ هَدَيْلٌ وَاسْمُ زَوْجِهَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ

حضرت ام ہذیل رضی اللہ عنہا نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ فرماتی ہیں کہ طہر کے بعد ہم گندگی اور زردی کو کچھ شمار نہیں کرتے تھے۔

امام داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: ام ہذیل وہ حفصہ بنت سیرین ہیں ان کے بیٹے کا نام ہذیل ہے اور شوہر کا نام عبد الرحمن ہے۔

(مسند رک: ج: 1، ص: 282، معجم الکبیر: ج: 25، ص: 64، سنن البیہقی الکبیر: ج: 1، ص: 337، معجم السنن والآثار للبیہقی: ج: 2، ص: 171)

تشریح:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور اس میں علماء کرام کے تین اقوال ہیں۔ جمہور علماء کرام جس میں احناف بھی ہیں ان کا موقف یہ ہے کہ عورت زردی اور گندگی اگر مدت حیض میں دیکھے تب تو وہ حیض ہے ورنہ استحاضہ ہے۔

دوسرا قول ابن حزم ظاہری کا ہے کہ یہ دونوں رنگ مطلقاً استحاضہ ہیں اگر مدت حیض کے اندر دیکھے۔
تیسرا قول وہ ہے کہ

جو امام مالک رحمہ اللہ کی ایک روایت ہے کہ زردی اور گندگی مطلقاً حیض ہے اگرچہ عادت کے اندر دیکھے یا اس کے پورا ہونے کے بعد اور دوسری روایت امام مالک رحمہ اللہ کی مثل جمہور کے ہے۔
اس میں مزید تفصیل یہ ہے کہ

عورت کی زردی اور گندگی کو مدت حیض میں دیکھنے کی دو صورتیں ہیں۔

ایک صورت یہ ہے کہ

یہ دیکھنا عادت سے متجاوز ہو کر اکثر مدت حیض پر آ کر منقطع ہو جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ

اکثر مدت پر آ کر منقطع نہ ہو بلکہ اس سے بھی متجاوز ہو جائے تو احناف کے نزدیک پہلی صورت میں سب حیض ہے اور دوسری صورت میں عادت سے زیادہ پر استحاضہ ہے اور یہی قول شافعیہ کا بھی ہے مگر ان میں فرق یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اکثر مدت حیض دس دن ہے اور ان کے نزدیک پندرہ دن ہے اور دوسرا قول شوافع کا یہ ہے کہ زردی اور گندگی ایام عادت میں تو حیض ہے اور عادت سے زیادہ ہو جائے وہ مطلقاً استحاضہ ہے۔

☆ عن ام عطیہ کانت بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام میں چار طرح کی بیعت ثابت ہے۔

1- بیعت طریقت 2- بیعت اسلام 3- بیعت خلافت 4- بیعت جہاد

چاروں اقسام کی بیعت آپ ﷺ نے صحابہ کرام و صحابیات رضی اللہ عنہم سے لی۔

آپ ﷺ کی عورتوں سے بیعت لینے کی کیفیت کا عالم یہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ ان عورتوں کے ہاتھ کو مس بھی نہیں کرتے تھے جس طرح کہ بخاری کی حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جو عورتیں ہجرت کر کے آتی تھیں نبی کریم ﷺ ان کا امتحان لیتے تھے جس طرح کہ الممتحنہ: 12 میں اس کا حکم ہے۔

اور جو عورتیں اس آیت کی شرائط کا اقرار کر لیتیں تو ان سے رسول اللہ ﷺ فرماتے۔ میں نے تم کو بیعت کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی قسم بیعت کرتے وقت آپ ﷺ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا۔ آپ ﷺ ان کو صرف اپنے کلام سے بیعت کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4891)

آپ ﷺ اسلام لانے والی خواتین سے احکام شرعیہ کی اطاعت پر بیعت لیتے تھے۔ جس طرح کہ تفسیر مقاتل میں ہے

کہ جب نبی کریم ﷺ مردوں کو بیعت کرنے سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے عورتوں کو بیعت کرنا شروع کیا اس وقت آپ ﷺ صفا پہاڑ پر تشریف فرما تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسی پہاڑ کے نیچے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تم سے اس پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گی۔ اس وقت ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نقاب ڈالے ہوئے خواتین کے ساتھ کھڑی تھی۔

اس نے سراٹھا کر کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ ﷺ ہم سے اسی چیز پر بیعت لے رہے ہیں جس پر آپ ﷺ نے مردوں سے بیعت لی ہے۔ ہم نے آپ ﷺ سے اس پر بیعت کر لی۔

پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور تم چوری بھی نہیں کرو گی۔ ہند نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ابوسفیان کے مال سے خرچ کرتی ہوں مجھے معلوم نہیں کہ وہ مال میرے لیے حلال ہے یا نہیں۔

ابوسفیان نے کہا: ہاں! اس سے پہلے تم نے ماضی میں جو میرا مال لیا ہے وہ حلال ہے اور اس کے علاوہ بھی۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: تم ہند بنت عتبہ ہو۔

اس نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ میرے گزشتہ قصور معاف فرمادیں اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور تم زنا بھی نہیں کرو گی۔

ہند نے کہا: کیا آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور تم اپنی اولاد کو قتل بھی نہیں کرو گی۔

اس نے کہا: ہم نے اپنی اولاد کو بچپن میں پالا اور جب وہ بڑے ہو گئے تو تم نے ان کو قتل کر دیا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت ہنسے اور ہنس نہ کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور نہ ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کسی پر بہتان لگاؤ گی۔

بہتان یہ ہے کہ عورت کسی اور کے بچے کو اپنے خاوند کی طرف منسوب کرے اور کہے کہ یہ تمہارا بچہ ہے حالانکہ وہ اس کا بچہ

نہ ہو۔

ہند نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بہتان بہت بری چیز ہے اور آپ اچھے اخلاق اور اچھی خصلتوں کا حکم دیتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور تم دستور کے موافق کسی کام میں نافرمانی نہیں کرو گی یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور نبی

کریم ﷺ نے عورتوں کو نوحہ کرنے سے اور کپڑے پھاڑنے اور بال نوچنے سے منع فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا: تم شہر میں کسی مسافر کے ساتھ خلوت میں نہیں رہو گی اور بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ سفر نہیں کرو گی۔

ہند نے کہا: ہم ان چیزوں میں سے کسی کی مخالفت نہیں کریں گے۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان کو بیعت کر لیجئے اور اللہ سے ان کے لئے مغفرت طلب کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ بہت مغفرت فرمانے والا ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان: ج: 3، ص: 353 تا 354)

☆ قوله عن ام عطيه

یہاں پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا ام عطیہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہلکے رنگ حیض کے نہیں ہوتے اور پہلے بخاری اور مؤطین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت سے معلوم ہوا کہ ہر رنگ کا خون حیض کا خون ہوتا ہے جب تک قصۃ البیضاء یعنی خالص سفید پانی نہ دیکھ لیں حیض کا خون سمجھیں ان دو روایتوں میں تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہاں پر تعارض نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت کا تعلق قطعی طور پر حیض شروع ہونے کے بعد سے ہے تو مدت حیض میں ہر رنگ کا خون حیض کا خون ہوتا ہے اور ام عطیہ والی روایت کا تعلق مدت طہر کے ساتھ ہے یعنی طہر کا زمانہ ہوا بھی حیض نہ شروع ہوا ہو تو کوئی میلا، گدلا، زرد رنگ کا پانی آجائے تو اس کی پرواہ نہ کریں ابھی حیض نہیں شروع ہوا۔ الباقین لایزول بالشک یہ ایک مسلم قاعدہ ہے دونوں میں روایتوں میں چلے گا طہر کی کم از کم مدت پندرہ دن ہوتی ہے پندرہ دن سے پہلے دوبارہ حیض نہیں آسکتا عام طور پر مہینے کے بعد آتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ يَغْشَاهَا زَوْجُهَا

مستحاضہ کا شوہر مباشرت کر سکتا ہے

اس باب میں مستحاضہ سے شوہر کے جماع کرنے یا نہ کرنے کے متعلق حکم ہے۔

265 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ كَانَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ تُسْتَحَاضُ فَكَانَ زَوْجُهَا يَغْشَاهَا

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَ قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ مُعَلَّى ثِقَّةٌ وَ كَانَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَا يَرَوِي عَنْهُ لِاَنَّهُ

كَانَ يَنْظُرُ فِي الرَّأْيِ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا استحاضہ کی حالت میں تھیں تو ان کا شوہر ان سے

مباشرت کرتا تھا۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: معلیٰ کو یحییٰ بن معین نے ثقہ راوی کہا ہے اور امام احمد بن حنبل اس سے روایت نہیں

کرتے تھے اس لیے کہ وہ صاحب رائے تھے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1، ص: 329)

266 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ الرَّازِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَهْمِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّهَا كَانَتْ مُسْتَحَاضَةً وَكَانَ زَوْجُهَا يُجَامِعُهَا

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حمہ رضی اللہ عنہا مستحاضہ کی حالت میں تھیں اور ان کا شوہر ان سے جماع کرتا تھا۔

(سنن ابی نعیم الکبریٰ: ج: 1، ص: 329)

تشریح:

جمہور کے نزدیک مستحاضہ سے وطی جائز ہے اور ایک جماعت کے نزدیک ناجائز ہے جن میں ابراہیم نخعی بھی ہیں اور یہی ایک روایت امام احمد رحمہ اللہ کی بھی ہے اور ابن سیرین سے کراہت منقول ہے۔

☆ قال ابو داود قال يحيى بن معين

امام ابو داود یحییٰ بن معین کے طریق سے فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ معلیٰ بن منصور سے روایت نہیں لیتے تھے کیونکہ وہ صاحب رائے تھے۔

اس مضمون پر اشکال ہے وہ یہ کہ صاحب رائے کے دو معنی مستعمل ہوتے ہیں۔ ایک معنی تو یہ ہے کہ

مدح والا کہ صاحب رائے اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اونچے درجے کا فقیہ ہو درست والا ہو، قرآن و حدیث میں گہرائی تک پہنچنے والا ہو، قرآن و حدیث کے سمندر کی گہرائی سے موتی نکال کر امت کو دینے والا ہو اس معنی کے لحاظ سے احناف کو صاحب رائے کہا جاتا رہا۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ

مذمت والا کہ جو شخص قرآن و حدیث کے مقابلے میں اپنی عقل پر عمل کرنے والا ہو اپنی مریض عقل کو سب کچھ سمجھتا ہو وہ صاحب رائے ہے۔

اشکال

اب یہاں پر اشکال یہ ہے کہ

یہاں صاحب رائے کے دونوں معنی نہیں بنتے کیونکہ مذمت والا معنی مراد لیں تو یہ اس وجہ سے غلط ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے معلیٰ بن منصور کی خود توثیق کی ہے۔

جس طرح کہ ہے۔

معلى بن منصور من كبار اصحاب ابى يوسف و محمد و من ثقاتهم فى النقل و الرواية

اور خود امام ابو داؤد رحمہ اللہ بھی توثیق کر رہے ہیں معنی ثقہ ہے اگر مدح والا معنی مراد لیا جائے تو بھی ٹھیک نہیں بنتا کیونکہ پھر معنی ہوگا۔ امام احمد رحمہ اللہ اس واسطے معنی سے روایت نہیں لیتے تھے کہ وہ اونچے درجے کے فقیہ تھے۔ اونچے درجے کے فقیہ سے تو روایت لینی چاہئے لہذا امام ابو داؤد رحمہ اللہ کا لانا کہ کان ينظر في اسرى كاجمله لا كراعت بيان کرنے کی کوئی اور وجہ ہو سکتی ہے وہ ہے عدم ضرورت یا کوئی اور مانع ہو سکتا ہے۔

سوال: اس حدیث مبارکہ پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس روایت میں ایک صحابی کا فعل ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اپنی بیوی سے حالت استحاضہ میں بھی جماع کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کوئی رہنمائی نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جلیل القدر صحابی ہیں جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اس فعل پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر جرات نہیں کر سکتے تھے خاص طور پر جبکہ قربان حائض سے ممانعت بھی وارد ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ منع کے لئے دلیل کی حاجت ہے اور اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نہی ثابت نہیں۔
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

فوائد زائدہ

اب ان تمام ابواب کے آخر میں مستحاضہ کے چند مسائل عرض کیے جاتے ہیں۔
فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

استحاضہ میں نہ نماز معاف ہے نہ روزہ نہ ایسی عورت سے صحبت حرام۔
استحاضہ اگر اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کو اتنی مہلت نہیں ملتی کہ وضو کر کے فرض نماز ادا کر سکے تو نماز کا پورا ایک وقت شروع سے آخر تک اسی حالت میں گزر جانے پر اس کو معذور کہا جائے گا۔ ایک وضو سے اس وقت میں جتنی نمازیں چاہے پڑھے خون آنے سے اس کا وضو نہ جائے گا۔

اگر کپڑا وغیرہ رکھ کر اتنی دیر تک خون روک سکتی ہے کہ وضو کر کے فرض پڑھ لے تو عذر ثابت نہ ہوگا۔
نماز کا کچھ وقت ایسی حالت میں گزرا کہ ہذر نہ تھا اور نماز نہ پڑھی اور اب پڑھنے کا ارادہ کیا تو استحاضہ یا بیماری سے وضو جاتا رہتا ہے غرض یہ باقی وقت یونہی گزر گیا اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی تو اب اس کے بعد کا وقت بھی پورا اگر اسی استحاضہ یا بیماری میں گزر گیا تو وہ پہلی بھی ہو گئی اور اگر اس وقت اتنا موقع ملا کہ وضو کر کے فرض نماز پڑھ لے تو پہلی نماز کا اعادہ کرے۔
خون بہتے میں وضو کیا اور وضو کے بعد خون بند ہو گیا اور اسی وضو سے نماز پڑھی اور اس کے بعد دوسرا وقت آیا وہ بھی گزر گیا

کہ خون نہ آیا تو پہلی نماز کا اعادہ کرے یونہی اگر نماز میں بند ہوا اور اس کے بعد دوسرے میں بالکل نہ آیا جب بھی اعادہ کرے۔ فرض نماز کا وقت جانے سے معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے جس طرح کہ کسی نے عصر کے وقت وضو کیا تھا تو آفتاب کے ڈوبتے ہی وضو جاتا رہا اور اگر کسی نے آفتاب نکلنے کے بعد وضو کیا تو جب تک ظہر کا وقت ختم نہ ہو وضو نہ جائے گا کہ ابھی تک کسی فرض نماز کا وقت نہیں گیا۔

معذور نے کسی حدیث کے بعد وضو کیا اور وضو کرتے وقت وہ چیز نہیں ہے جس کے سبب معذور ہے پھر وضو کے بعد وہ عذر والی چیز پائی گئی تو وضو جاتا رہا جس طرح کہ استحاضہ والی نے پاخانہ پیشاب کے بعد وضو کیا اور وضو کرتے وقت خون بند تھا بعد وضو کے آیا تو وضو ٹوٹ گیا۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 39 تا 41)

بحر الرائق میں ہے: جب عذر ثابت ہو گیا تو جب تک ہر وقت میں ایک ایک بار بھی وہ چیز پائی جائے معذور ہی رہے گا مثلاً عورت کو ایک وقت تو استحاضہ نے طہارت کی مہلت نہیں دی اب اتنا موقع ملتا ہے کہ وضو کر کے نماز پڑھ لے مگر اب بھی ایک آدھ دفعہ ہر وقت میں خون آ جاتا ہے تو اب بھی معذور ہے یونہی تمام بیماریوں میں اور جب پورا وقت گزر گیا اور خون نہیں آیا تو اب معذور نہ رہی جب پھر کبھی پہلی حالت پیدا ہو جائے تو پھر معذور ہے اس کے بعد پھر اگر پورا وقت خالی گیا تو عذر جاتا رہا۔ (البحر الرائق: ج: 1، ص: 378)

الحمد للہ عزوجل استحاضہ کا باب مکمل ہوا۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا جَاءَ فِي وَقْتِ النَّفْسَاءِ

نفاس کے وقت کے متعلق

یہ باب نفاس والی عورتوں کے متعلق ہے۔

267 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ أَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ أَبِي سَهْلٍ عَنْ مُسَّةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَتْ النَّفْسَاءُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْعُدُ بَعْدَ لِفَاسِهَا أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَكُنَّا نَطْلِي عَلَى وَجْهِهَا الْوَرَسَ تَعْنِي مِنَ الْكَلْفِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں نفاس والیاں اپنے نفاس کے بعد چالیس دن اور چالیس راتیں بیٹھتی تھیں اور ہم چہروں پر خشکی کو ختم کرنے کے لئے کلف ملتی تھیں۔

(مسند رک: ج: 1، ص: 283، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 317، سنن ابی الکبریٰ: ج: 1، ص: 341، سنن ترمذی: ج: 1، ص: 238)

268 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ يَعْنِي حَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

الْمُبَارَك عَنْ يُونُسَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْأَزْدِيُّ عَنْ يُونُسَ قَالَ
 حَجَجْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ يَأْمُرُ النِّسَاءَ
 بِقُضِيْنَ صَلَوَةِ الْمَحِيضِ فَقَالَتْ لَا يَقْضِيْنَ كَانَتْ الْمَرْأَةُ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ تَقْعُدُ فِي النَّفَاسِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً لَا يَأْمُرُهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُضَاءِ صَلَوَةِ
 النَّفَاسِ قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ حَاتِمٍ وَاسْمُهَا مُسَّةُ تُكْنَى أُمُّ بَسَّةَ
 قَالَ أَبُو دَاوُدَ كَثِيرُ بْنُ زِيَادٍ كُنِيَّتُهُ أَبُو سَهْلٍ

ازدیہ یعنی مسہ نے کہا ہے کہ میں نے حج کیا پس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ
 اے ام المؤمنین سمرہ بن جندب عورتوں کو حیض میں قضاء نماز پڑھنے کا حکم فرماتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ قضا
 نہ کریں کیونکہ خود نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا نفاس کی بناء پر چالیس دن اور چالیس راتیں بیٹھتی تھیں
 اور نبی کریم ﷺ ان کو نفاس کے ایام کی نمازیں قضا پڑھنے کا حکم نہ فرماتے۔ محمد یعنی ابن حاتم نے کہا: ان کا نام مسہ
 ہے اور کنیت ام بستہ ہے۔

ام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: کثیر بن زیاد کی کنیت ابو سہل ہے۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 282، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 341)

تشریح:

نفاس کی کم سے کم مدت کوئی مقرر نہیں اکثر مدت میں اختلاف ہے۔ احناف و حنابلہ کے نزدیک چالیس دن ہے اور امام
 شافعی اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ساٹھ دن ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ سے (70) ستر دن کی روایت بھی ہے اور امام ترمذی
 رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک وہی لکھا ہے جو احناف اور حنابلہ کا ہے مگر کتب شوافع میں 60 دن ذکر ہے۔
 فتاویٰ ہندیہ میں ہے: نفاس میں کمی کی جانب کوئی مدت مقرر نہیں نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد ایک آن بھی خون آیا تو
 وہ نفاس ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کا زمانہ چالیس دن رات ہے اور نفاس کی مدت کا شمار اس وقت سے ہوگا کہ آدھے سے
 زیادہ بچہ نکل آیا اور اس بیان میں جہاں بچہ ہونے کا لفظ آئے گا اس کا مطلب آدھے سے زیادہ باہر آ جانا ہے۔
 کسی کو چالیس دن سے زیادہ خون آیا تو اگر اس کے پہلی بار بچہ پیدا ہوا یا یہ یاد نہیں کہ اس سے پہلے بچہ پیدا ہونے میں کتنے
 دن خون آیا تھا تو چالیس دن رات نفاس ہے باقی استحاضہ اور جو پہلی عادت معلوم ہو تو عادت کے دنوں تک نفاس ہے اور جتنا
 زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے جیسے عادت میں دن کی تھی اس بار پینتالیس دن آیا تو تیس دن نفاس کے ہیں اور پندرہ دن استحاضہ کے
 ہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 37)

چالیس دن کے اندر کبھی خون آیا کبھی نہیں تو سب ہی نفاس ہی ہے اگرچہ پندرہ دن کا فاصلہ ہو جائے۔

(فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 37)

در مختار میں ہے: ان دنوں میں نمازیں معاف ہیں ان کی قضاء بھی نہیں اور روزوں کی قضاء اور دنوں میں رکھنا فرض ہے۔

(در مختار: ج: 1، ص: 532)

عادت کے دنوں سے خون متجاوز ہو گیا تو حیض میں دس دن اور نفاس میں چالیس دن تک انتظار کرے اگر اس مدت کے اندر بند ہو گیا تو اب سے نہا دھو کر نماز پڑھے اور جو اس مدت کے بعد بھی جاری رہا تو نہائے اور عادت کے بعد باقی دنوں کی قضاء کرے۔ (در مختار و رد المحتار: ج: 1، ص: 537)

حیض پورے دس دن پر اور نفاس پورے چالیس دن پر ختم ہوا اور نماز کے وقت میں اگر اتنا بھی باقی ہو کہ اللہ اکبر کا لفظ کہے تو اس وقت کی نماز اس پر فرض ہو گئی نہا کر اس کی قضاء پڑھے اور اگر اس سے کم میں بند ہوا اور اتنا وقت ہے کہ جلدی سے نہا کر اور کپڑے پہن کر ایک بار اللہ اکبر کہہ سکتی ہے تو فرض ہو گئی قضاء کرے ورنہ نہیں۔ (در مختار و رد المحتار: ج: 1، ص: 542)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

بَابُ الْاِغْتِسَالِ مِنَ الْحَيْضِ

حیض کے خون کو دھونا

269 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرّازِیُّ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ یَعْنِیْ ابْنَ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ یَعْنِیْ ابْنَ إِسْحَاقَ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ سُحَیْمٍ عَنْ أُمِّیَّةَ بِنْتِ أَبِي الصَّلْتِ عَنْ أُمِّیَّةَ مِنْ بَنَاتِ غِفَارٍ قَدْ سَمَّاهَا لِي قَالَتْ أَرَدْتَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَقِیْبَةِ رَحْلِهِ قَالَتْ فَوَاللَّهِ لَمْ یَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصُّبْحِ فَاتَّخَذَ وَنَزَلْتُ عَنْ حَقِیْبَةِ رَحْلِهِ فَإِذَا بِهَا دَمٌ مِّنِّي فَكَانَتْ أَوَّلُ حَيْضَةٍ حَضَتْهَا قَالَتْ فَتَقَبَّضْتُ إِلَى النَّاقَةِ وَاسْتَحْيَيْتُ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بِي وَرَأَى الدَّمَ قَالَ مَا لَكَ لَعَلَّكَ نَفْسَتْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَأَصْلِحِي مِنْ نَفْسِكَ ثُمَّ خَلَدِي إِنَْاءً مِنْ مَاءٍ فَأَطْرَحِي فِيهِ مِلْحًا ثُمَّ اغْسِلِي مَا أَصَابَ الْحَقِیْبَةَ مِنَ الدَّمَ ثُمَّ عَوْدِي لِمَرْكَبِكَ قَالَتْ فَلَمَّا فَتَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ رَضَخَ لَنَا مِنَ الْفَيْءِ قَالَتْ وَكَانَتْ لَا تَطْهَرُ مِنْ حَيْضَةٍ إِلَّا جَعَلْتُ فِي طَهُورِهَا مِلْحًا وَأَوْصَتْ بِهِ أَنْ يُجْعَلَ فِي غُسْلِهَا حِينَ مَاتَتْ

امیہ بنت ابوصلت سے روایت ہے کہ بنو غفار کی ایک عورت نے کہا کہ جس نے مجھے اپنا نام بتایا کہ رسول اللہ ﷺ

نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے رقبہ پر بٹھایا۔ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے صبح کے وقت نزول فرمایا اور اپنے اونٹ کو بٹھایا تو میں آپ ﷺ کے ہتھیلے سے اتر آئی پس جب وہاں دیکھا تو میرا خون لگا ہوا تھا اور وہ میرا پہلا حیض تھا۔ فرماتی ہیں کہ میں اونٹنی کی طرف ہو گئی تو شرم کرنے لگ گئی۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے ملاحظہ فرمایا اور خون کو دیکھا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ کو کیا ہوا لگتا ہے حیض آگیا۔ میں نے عرض کیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خود کو ٹھیک کر لو۔ پھر ایک برتن میں پانی ڈالو اور نمک ڈال کر اس ہتھیلے کو لگا ہوا خون دھوؤ۔ پھر دوبارہ سوار ہو جاؤ۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس وقت خیبر کو فتح فرمایا تو آپ ﷺ نے مال فنی سے ہم کو بھی عطا فرمایا۔ فرماتی ہیں کہ وہ حیض سے طاہر نہ ہوتی لیکن طہارت کے پانی میں نمک ڈالتی اور وفات کے وقت بھی غسل کے پانی میں اس نمک کو ڈالنے کی وصیت فرمائی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج ۲: ص ۴۰۷، مسند احمد: ج ۴۵: ص ۱۰۸)

270 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَخْبَرَنَا سَلَامُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلْتُ أَسْمَاءَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَغْتَسِلُ إِحْدَانَا إِذَا طَهَّرْتَ مِنَ الْمَحِيضِ قَالَ تَأْخُذُ سِدْرَهَا وَمَائِهَا فَتَوْضَأُ ثُمَّ تَغْسِلُ رَأْسَهَا وَتَذْلُكُهُ حَتَّى يَبْلُغَ الْمَاءُ أَصُولَ شَعْرِهَا ثُمَّ تُفِيضُ عَلَى جَسَدِهَا ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَتَهَا فَتَطْهَرُ بِهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ اتَّطَهَرُ بِهَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَعَرَفْتُ الَّذِي يَكْنِي عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَا تَتَّبِعِينَ بِهَا النَّارَ الدَّمَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ نِسَاءَ الْأَنْصَارِ فَانْتِ عَلَيْهِنَّ وَقَالَتْ لَهُنَّ مَعْرُوفًا وَقَالَتْ دَخَلْتُ امْرَأَةً مِنْهُنَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً قَالَ مُسَدَّدُ كَانَ أَبُو عَوَانَةَ يَقُولُ فِرْصَةً وَكَانَ أَبُو الْأَخْوَصِ يَقُولُ فِرْصَةً حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ يَعْنِي ابْنَ مُهَاجِرٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً قَالَتْ كَيْفَ اتَّطَهَرُ بِهَا قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ تَطْهَرِي بِهَا وَاسْتِئْزِي بِثَوْبٍ وَزَادَ وَسَأَلَتْهُ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَ تَأْخُذِينَ مَائِكَ فَتَطْهَرِينَ أَحْسَنَ الطُّهُورِ وَابْلَغَهُ ثُمَّ تَصْبِيْنِ عَلَى رَأْسِكَ الْمَاءَ ثُمَّ تَذْلِكِيْنَهُ حَتَّى يَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِكَ ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكَ الْمَاءَ قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ نَعَمْ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَسْأَلَنَّ عَنِ الدِّينِ وَأَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِيهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں تو عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم میں سے حیض سے طاہر ہو کر کیسے غسل کیا کرے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیری کے پتوں کے پانی سے وضو کیا کرے۔ پھر اپنے سر کو دھوئے اور اس کو ملے حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں کو پہنچ جائے پھر پانی کو اپنے جسم پر ڈالے پھر کپڑا سے پاک کرے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! اس کے ساتھ کس طرح صفائی کروں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پس جو کفایہ کیا گیا میں اس کو جان گئی۔ تو میں نے ان کو کہا: خون کے آثار کو صاف کرنا ہے۔ صفیہ بنت شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے انصار کی عورتوں کا تذکرہ کیا تو ان کی مدح کی اور فرمایا ان عورتوں کی اچھائیاں ہیں۔ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئی آگے معنایہ ذکر کیا مگر فرمایا کہ کپڑے کو مسک کیا۔ مسدود نے کہا: اس کو ابو عوانہ فرصہ کہا کرتے تھے اور ابو الاحوص فرصہ کہتے تھے۔ صفیہ بنت شیبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا پھر آگے اسی معنی کے ساتھ بیان کر کے کہا کہ مسک کیا ہوا فرصہ۔ انہوں نے عرض کیا: میں اس کے ساتھ کس طرح صاف کروں۔ ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! اسی سے صاف کرو اور اپنے مقدس چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ لیا اور زیادتی یہ بھی کی کہ اس نے جنابت کے غسل کے بارے میں پوچھا: ارشاد فرمایا: پانی لو پھر اپنے آپ کو پاک کر کے ملو اپنے سر پر ڈالو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انصار کی عورتیں کتنی ہی اچھی ہیں کہ دین کے بارے میں سوال کرنے سے اور ان کو سمجھنے سے شرم محسوس نہیں کرتیں۔

(شرح السنۃ: ج: ۱، ص: ۷۱)

تشریح:

☆ ثم تاخذها فرصتها فتطربها

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حائضہ عورت کو چاہئے کہ غسل سے فراغت کے بعد مزید لطافت و طہارت کرے۔ فرصہ کا معنی ہے روئی یا اون کا ککڑا یعنی پھایہ یہاں پر اس سے مراد مشک آلود پھایہ ہے جس طرح کہ اگلی روایت میں ہے فرصۃ ممسکۃ اور بعض روایات میں ہے من مسک۔ مراد یہ ہے کہ کسی پھایہ پر مشک لگا کر رائجہ کر یہہ زائل کرنے کے لئے اس کو اپنی فرج میں رکھے اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ فرج کے علاوہ جہاں جہاں خون کے نشانات ہوں وہاں پر اس کو لگائے پھر اس کو فرج میں رکھ دے۔

اس میں اختلاف ہے کہ مشک کے استعمال میں کیا حکمت ہے اس میں دو اقوال ہیں۔

بعض نے کہا: رائجہ کر یہہ کے ازالہ کے لئے۔

اور بعض نے کہا: اس وجہ سے کہ مشک کا استعمال فرج میں اسرع الی الجہل ہے اس سے استقرار حمل جلد ہوتا ہے مگر

نام نووی رحمہ اللہ نے اس کی تردید فرمائی ہے۔

☆ قوله اردفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سوار ہونے والی عورت کا نام لیا ہے اور یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں مگر اس وقت ہو سکتا ہے کہ ان کی شادی میں ہوئی تھی کیونکہ وہ بالغہ ابھی ہو رہی تھیں۔

یہ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ پلان پر ہم سفر بنایا تو اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ عورت نامحرم تھی اور یہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے بھی نہ تھی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر محرم عورت کو اپنے ساتھ کیوں سوار کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

غیر محرم سے خلوت کرنا اور مس کرنا جائز نہیں اور یہاں یہ دونوں چیزیں پائی ہی نہیں جاتیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو غیب کے چھپے بٹھایا تھا درمیان میں لکڑی تھی بدن سے مس نہیں ہوتا تھا اور قافلہ کے ساتھ چل رہے تھے خلوت بھی نہیں تھی لہذا اعتراض بھی نہ ہوا عورت کی حاجت بھی پوری ہو گئی شریعت کے خلاف بھی کوئی کام نہ ہوا اور مزید یہ کہ جہاں پر محرم ہونا ثابت نہیں ہے تو وہاں غیر محرم بھی تو ثابت نہیں ہے اور وہ اس وقت تھی بھی نابالغہ کیونکہ وہ اس سفر میں بالغہ ہوئی ہیں اور ان کے بیٹھنے کا نام یہ تھا کہ جس طرح بس کی سیٹوں پر آگے مرد بیٹھے ہوں اور پچھلی سیٹوں پر عورتیں بیٹھی ہوں۔

☆ قوله دخلت اسماء

یہ اسماء بنت شکل ہیں جس طرح کہ مسلم شریف کی روایت میں ہے اور بخاری شریف میں بھی یہ حدیث مبارکہ ہے اس میں دخلت امرأة بلا تعین ہے۔

حافظ فرماتے ہیں کہ خطیب نے مہبات میں اس روایت کو ذکر کیا اس میں بجائے بنت شکل کے اسماء بنت یزید بن السکن ہے ومیاطی وغیرہ بعض محدثین نے مسلم کی روایت کو تصحیف قرار دیا ہے اس لیے کہ انصار میں کوئی شخص نہیں جس کا نام شکل ہو۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ ہو سکتا ہے شکل ان کا لقب ہو اور نام یزید ہو بلکہ حافظ نے کہا ہے کہ زیادہ مشہور کتابوں میں اسماء بنت شکل ہی ہے یا اسماء بغیر نسب کے ہے جس طرح کہ ابوداؤد میں ذکر ہے۔

☆ قوله نعم النساء لکما والانصار

یعنی انصاری عورتیں کیسی اچھی ہیں ان کو دین سیکھنے اور مسائل معلوم کرنے سے حیا مانع نہیں ہوتی تھی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ دینی مسائل سیکھنے کے لئے شرم محسوس نہیں کرنی چاہئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّيْمُمِ

تتمیم

یہ باب تیمم کے متعلق ہے۔

271 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَعْنَى وَاحِدٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَأَنَاسًا مَعَهُ فِي طَلَبِ قِلَادَةٍ أَضَلَّتْهَا عَائِشَةُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلُّوا بِغَيْرِ وُضُوءٍ فَاتَّوَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لَهُ فَأَنْزِلَتْ آيَةُ التَّيْمُمِ زَادَ ابْنُ نَفِيلٍ فَقَالَ لَهَا أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ يَرْحَمُكَ اللَّهُ مَا نَزَلَ بِكَ أَمْرٌ تَكْرَهِيهِ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ لِلْمُسْلِمِينَ وَلَكَ فِيهِ فَرَجًا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسید بن حذیر اور ان کے ساتھ لوگوں کو ہار کے ڈھونڈنے کے لئے بھیجا جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ضائع کیا تھا۔ نماز کا وقت ہوا تو لوگوں نے نماز وضو کے بغیر ادا کی تو لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے پس انہوں نے اس کا تذکرہ کیا تو آیت تیمم اتری۔ ابن نفیل نے یہ زیادہ کیا ہے کہ آپ ﷺ کو حضرت اسید بن حذیر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے جس وقت بھی آپ پر کوئی آزمائش ہوئی تو اس کے صدقے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اور آپ ﷺ کے لئے آسانی پیدا فرمادی۔

(سنن نسائی: ج 2، ص 27)

272 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ حَدَّثَهُ عَنْ عَمَارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّهُمْ تَمَسَّحُوا وَهُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّعِيدِ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ فَضَرَبُوا بِأَكْفِهِمُ الصَّعِيدَ ثُمَّ مَسَّحُوا وَجُوهَهُمْ مَسْحَةً وَاحِدَةً ثُمَّ عَادُوا فَضَرَبُوا بِأَكْفِهِمُ الصَّعِيدَ مَرَّةً أُخْرَى فَمَسَّحُوا بِأَيْدِيهِمْ كُلِّهَا إِلَى الْمَنَازِبِ وَالْأَبَاطِ مِنْ بَطُونِ أَيْدِيهِمْ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ ابْنِ وَهْبٍ لَحَوْ هَذَا الْحَدِيثَ قَالَ قَامَ الْمُسْلِمُونَ فَضَرَبُوا بِأَكْفِهِمُ التُّرَابَ وَلَمْ يَقْبِضُوا مِنَ التُّرَابِ شَيْئًا فَذَكَرَ لَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ

الْمَنَاقِبِ وَالْآبَاطُ قَالَ ابْنُ اللَّيْثِ إِلَى مَا فَوْقَ الْمَرْفَقَيْنِ

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اس نے فجر کی نماز کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مٹی سے تیمم فرمایا تو اپنی ہتھیلیوں کو مٹی پر مارا اور اپنے مقدس چہرے پر ایک بار پھیرا اور دوسری مرتبہ ہتھیلیوں کو مٹی پر مارا اور اپنے مقدس ہاتھوں پر پھیرا کندھوں تک اور بازوؤں کے نیچے بغلوں تک پھیرا۔ اسی طرح سلیمان بن داؤد دھری اور عبد الملک بن شعیب نے ابن وہب سے روایت کر کے کہا ہے کہ مسلمان تیمم کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے پس انہوں نے اپنی ہتھیلیوں کو مٹی پر پھیرا اور مٹی سے کچھ بھی نہ لیا انہوں نے یہ ذکر کیا لیکن کندھوں اور بغلوں تک کا ذکر نہ کیا۔ ابن لیث نے کہا کہ کہنیوں کے اوپر تک گیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 272)

273 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلْفٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ فِي الْخَرِيفِ قَالُوا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَمَارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَسَ بِأَوَّلَاتِ الْجَيْشِ وَمَعَهُ عَائِشَةُ فَانْقَطَعَ عَقْدٌ لَهَا مِنْ جَزَعِ ظَفَارِ فَحِيسِ النَّاسِ ابْتِغَاءَ عَقْدِهَا ذَلِكَ حَتَّى أَضَاءَ الْفَجْرُ وَلَيْسَ مَعَ النَّاسِ مَاءٌ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ حَبَسْتَ النَّاسَ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُخْصَةً التَّطَهُّرِ بِالصَّبِغِ الطَّيِّبِ فَقَامَ الْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبُوا بِأَيْدِيهِمْ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ رَفَعُوا أَيْدِيَهُمْ وَلَمْ يَقْبِضُوا مِنَ التُّرَابِ شَيْئًا فَمَسَحُوا بِهَا وَجُوهَهُمْ وَأَيْدِيَهُمْ إِلَى الْمَنَاقِبِ وَمِنْ بَطُونِ أَيْدِيهِمْ إِلَى الْآبَاطِ زَادَ ابْنُ يَحْيَى فِي حَدِيثِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فِي حَدِيثِهِ وَلَا يُعْتَبَرُ بِهَذَا النَّاسُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ ابْنُ إِسْحَاقَ قَالَ فِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَذَكَرَ ضَرْبَتَيْنِ كَمَا ذَكَرَ يُونُسُ وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ضَرْبَتَيْنِ وَقَالَ مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمَارٍ وَكَذَلِكَ قَالَ أَبُو أُوَيْسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَشَكَ فِيهِ ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ مَرَّةً عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَوْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمَرَّةً قَالَ عَنْ أَبِيهِ وَمَرَّةً قَالَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اضْطَرَبَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِيهِ وَفِي سَمَاعِهِ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ فِي هَذَا الْحَدِيثِ الضَّرْبَتَيْنِ إِلَّا مَنْ سَمِعَتْ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اولان الجیش میں تشریف لائے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں آپ کا جزع ظفار کا ہار قطع ہو کر گم ہو گیا تو لوگ آپ رضی اللہ عنہا کے ہار کی وجہ سے رک گئے حتیٰ کہ فجر کا وقت ظاہر ہو گیا اور لوگوں کے پاس پانی بھی موجود نہ تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہا پر غضب ہوئے۔ اور ارشاد فرمایا: تم نے تو لوگوں کو روک دیا حالانکہ ان کے پاس پانی بھی نہیں تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل فرما کر پاک مٹی سے طہارت کی اجازت عطا فرمائی تو مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تیمم کرنے لگ گئے انہوں نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا اور اوپر اٹھالیا تو مٹی کا کچھ نہ لگا پھر ان کو اپنے چہروں پر پھیرنے لگے اور اپنے ہاتھوں پر کندھوں تک پھیرنے لگے اور پھر اپنے ہاتھوں کے اندرونی طرف بغلوں تک پھیرنے لگے۔ ابن یحییٰ نے حدیث مبارکہ ابن شہاب میں یہ زیادتی کی ہے کہ ان لوگوں کا اعتبار نہیں ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اسی طرح ابن اسحاق نے روایت کیا ہے اس میں کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دو ضربوں کا ذکر فرمایا۔ معمر نے زہری سے دو ضربوں کا ذکر کیا ہے۔ ابو اویس نے زہری سے ایسے ہی روایت کیا ہے اور ابن عیینہ نے اس میں شک یوں کیا کہ ایک بار کہا۔ عبید اللہ نے اپنے والد محترم سے یا عبید اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اس میں اضطراب ہے کہ ایک بار کہا کہ اپنے والد محترم سے اور دوسری بار کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔ زہری سے اس کے اندر سماع کا شک ہے اور کسی نے دو ضربوں کا تذکرہ نہ کیا مگر جن کے میں نے نام بیان کیے ہیں۔

(سنن الکبریٰ: ج: 1، ص: 208، سنن نسائی: ج: 2، ص: 10، مسند ابی یعلیٰ: ج: 3، ص: 198، مسند احمد: ج: 37، ص: 280)

274 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ الضَّرِيرُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا بَيْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَآبِي مُوسَى فَقَالَ أَبُو مُوسَى يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا أَمَا كَانَ يَتِمُّ فَقَالَ لَا وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ تَصْنَعُونَ بِهَذِهِ الْآيَةِ الَّتِي فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ (فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا) فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ رَخِصَ لَهُمْ فِي هَذَا لَا وَشَكُّوا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوا بِالصَّعِيدِ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هَذَا لِهَذَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَارٍ لِعُمَرَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَاجْتَبَيْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَتَمَرَّغُ الدَّابَّةُ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَدَّكَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَصْنَعَ هَكَذَا فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ فَانْقَضَتْهَا ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ عَلَى يَمِينِهِ وَبِیَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ عَلَى الْكَفَّيْنِ ثُمَّ مَسَحَ

وَجْهَهُ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ أَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ

حضرت شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کے مابین بیٹھا ہوا تھا۔ تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابو عبد الرحمن! اگر جنسی شخص ایک ماہ تک پانی کو نہ پاسکے تو آپ کیا فرماتے ہیں کہ وہ تیمم کرے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں اگرچہ ایک ماہ تک پانی کو نہ پاسکے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو اس آیت کا کیا کرو گے جو سورہ مائدہ میں ہے۔ اگر تم پانی کو نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر ان کو اس میں رخصت دی جائے تو عنقریب جب ان کو پانی ٹھنڈا لگے گا تو یہ مٹی سے تیمم کرنے لگ جائیں گے۔ تو ان کو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اسی بناء پر اسی کے لئے یہ کراہیت سمجھتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے سماعت نہیں کیا جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کام کی غرض سے روانہ فرمایا تو مجھے جنابت لاحق ہو گئی اور پانی بھی نہ مل سکا اسی وجہ سے میں مٹی میں لوٹا پھرتا رہا جس طرح جانور کیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ کے واسطے یہ ہی کفایت کرتا تھا کہ اس طرح کرتے تو آپ نے زمین پر مقدس ہاتھ کو مارا اور پھونک ماری۔ اس کے بعد اٹے مقدس ہاتھ سے سیدھے ہاتھ اقدس پر اور سیدھے سے اٹے مقدس ہاتھ اور پہنچوں پر لگایا اس کے بعد اپنے مقدس چہرے پر مسح فرمایا۔ تو ان کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ ملاحظہ نہیں فرماتے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے فرمان پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ قانع ہوئے۔

(مسند احمد: ج: 37، ص: 284، سنن دارقطنی: ج: 2، ص: 263، صحیح البخاری: ج: 2، ص: 76)

275 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّا نَكُونُ بِالْمَكَانِ الشَّهْرِ وَالشَّهْرَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ أَمَا أَنَا فَلَمْ أَكُنْ أَصْلَى حَتَّى أَجِدَ الْمَاءَ قَالَ فَقَالَ عَمَّارُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَمَا تَذْكُرُ إِذْ كُنْتُ أَنَا وَأَنْتَ فِي الْإِبِلِ فَأَصَابَتْكَ جَنَابَةٌ فَأَمَّا أَنَا فَتَمَعْتُ فَاتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَكُنْ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ هَكَذَا وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَخَهُمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى نِصْفِ الذَّرَاعِ فَقَالَ عُمَرُ يَا عَمَّارُ اتَّقِ اللَّهَ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ شَيْئًا وَاللَّهِ لَمْ أَذْكُرْهُ أَبَدًا فَقَالَ عُمَرُ كَلَّا وَاللَّهِ لَنُؤَلِّكَ مِنْ ذَلِكَ مَا تَوَلَّيْتَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ ابْنِ أَبِي عَمَّارٍ عَنْ عَمَّارٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ يَا

عَمَّارٌ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هَكَذَا ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ ثُمَّ ضَرَبَ أَحَدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى
ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَالذَّرَاعَيْنِ إِلَى نِصْفِ السَّاعِدَيْنِ وَلَمْ يَبْلُغِ الْمِرْفَقَيْنِ ضَرْبَةً وَاحِدَةً
قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهِيلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِزَى
وَرَوَاهُ جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهِيلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِزَى يَعْنِي
عَنْ أَبِيهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ
ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِزَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمَّارٍ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ
وَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا وَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ
وَكَفَّيْهِ شَكَّ سَلَمَةُ وَقَالَ لَا أَدْرِي فِيهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ يَعْنِي أَوْ إِلَى الْكَفَّيْنِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ
سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي الْأَعْوَرَ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ ثُمَّ نَفَخَ
فِيهَا وَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ أَوْ إِلَى الذَّرَاعَيْنِ قَالَ شُعْبَةُ كَانَ سَلَمَةُ يَقُولُ
الْكَفَّيْنِ وَالْوَجْهَ وَالذَّرَاعَيْنِ فَقَالَ لَهُ مَنْصُورٌ ذَاتَ يَوْمٍ انْظُرْ مَا تَقُولُ فَإِنَّهُ لَا يَذْكُرُ
الذَّرَاعَيْنِ غَيْرُكَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِزَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمَّارٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فَقَالَ يَعْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ إِلَى الْأَرْضِ فَتَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَكَ
وَكَفَّيَكَ وَسَاقِ الْحَدِيثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّارًا يَخْطُبُ بِمِثْلِهِ إِلَّا
أَنَّهُ قَالَ لَمْ يَنْفُخْ وَذَكَرَ حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ
ضَرَبَ بِكَفَّيْهِ إِلَى الْأَرْضِ وَلَفَّخَ

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی معیت میں تھا کہ ایک شخص نے آتے ہی کہا کہ ہم
اس مقام پر ہیں جہاں پر ایک یا دو ماہ رہائش رکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں پانی کے نہ ملنے پر نماز نہیں
پڑھتا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نہیں جانتے کہ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ اور میں اونٹوں میں تھے تو ہم
جنابت کی حالت میں ہو گئے تو میں مٹی میں لیٹ گیا پس ہم جب نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے تو
آپ ﷺ سے میں نے اس کو ذکر کیا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہیں تو اس طرح کفایت کرتا تھا اور
آپ ﷺ نے اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان کو پھنکارا اور ان کو اپنے مقدس چہرے پر مسح کر لیا

اور نصف کلائیوں تک کیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خوف رکھو۔ تو آپ نے کہا: اے امیر المؤمنین اگر آپ پسند فرمائیں تو اس کا میں ہمیشہ تذکرہ نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز اللہ تعالیٰ کی قسم اس طرح نہیں آپ کو اجازت ہے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے ابن ابزی نے اس کو روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا: اے حضرت عمار رضی اللہ عنہ! تمہیں یہ کفایت کرتا تھا پھر اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان دونوں کو دوسرے پر مار کر اپنے مقدس چہرے پر مسح فرمایا اور کلائیوں کو آدھے ٹکڑے کیا اور ایک ضرب سے کہنیوں تک نہ پہنچ سکے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: عبدالرحمن بن ابزی بے کعب، اعمش، سلمہ بن کہیل نے روایت کیا ہے۔ اس کو جریر، اعمش، سعید بن عبدالرحمن بن ابزی نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے حضرت عبدالرحمن بن ابزی نے اس قصہ کو روایت کیا۔ پس ارشاد فرمایا: تمہیں یہ کفایت کرتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان کو پھنکارا اور اپنے مقدس چہرے پر مسح فرمایا اور ہتھیلیوں کے اوپر پھیرنے لگے۔ سلمہ نے شک کر کے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کہنیوں تک ارشاد فرمایا تھا یا ہتھیلیوں تک کا ارشاد فرمایا۔ اس حدیث کو اس اسناد کے ساتھ شعبہ نے روایت فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ پھر ان کو پھنکارا اور اپنے مقدس چہرے پر مسح فرمایا اور ہتھیلیوں پہنچوں تک یا کلائیوں کا مسح فرمایا۔ شعبہ نے کہا: سلمہ کہتے رہتے تھے کہ دونوں ہتھیلیوں اور مقدس چہرے کو اور دونوں کلائیوں کو مسح فرماتے تھے۔ منصور نے ایک دن ان کو کہا: آپ کیا فرما رہے ہیں اس لیے کہ تمہارے سوا تو کلائیوں کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے حضرت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو بیان کیا۔ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ کے واسطے یہ ہی کفایت کرتا ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارو انہی سے اپنے چہرے پر اور اپنی ہتھیلیوں پر مسح کرو اور آگے حدیث مبارکہ روایت کی۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو شعبہ، حصین، ابو مالک نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو میں نے ایسے ہی خطبہ دیتے ہوئے سماعت کیا مگر یہ فرمایا کہ نہ پھنکارو۔ حصین بن محمد نے شعبہ اور حکم سے اس حدیث مبارکہ کو ذکر کر کے فرمایا: اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر مارا اور پھنکارا۔

(شرح السنہ: جز: 1، ص: 83)

276 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ابْنِ أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمَارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّيْمِمِ فَأَمَرَنِي ضَرْبَةً وَاحِدَةً لِلْوُجْهِ وَالْكَفَّيْنِ

سعید بن عبدالرحمن بن ابزی نے اپنے والد محترم حضرت عبدالرحمن بن ابزی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے تیمم کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ اور ہتھیلیوں کے لئے ایک بار

مجھے ضرب کا حکم ارشاد فرمایا۔

(مسند ابویعلیٰ: جز: 3، ص: 204، اسنن الصغیر للبیہقی: جز: 1، ص: 195، اسنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 210، صحیح ابن حبان: جز: 4، ص: 127)

277 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ سِئِلَ قَتَادَةُ عَنِ التَّيْمَمِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ حَدَّثَنِي مُحَدِّثٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِزَى عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ

ابن سے روایت ہے۔ سفر میں تیمم کے بارے میں حضرت قتادہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ محدث، شعبی، عبدالرحمن بن ابزی، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہنیوں تک۔

(اسنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 210)

تشریح:

تیمم کتاب و سنت اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے۔ تیمم کی خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے صرف اس امت کو سرفراز کیا ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدت اصغریٰ حدت اکبر، تیمم صرف چہرے اور ہاتھوں پر کیا جاتا ہے۔ ہمارا اور جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم کے لئے دو ضربیں ضروری ہیں۔ ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے اور ایک ضرب سے کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔

حضرت علی بن ابی طالب

حضرت عبداللہ بن عمر

حضرت حسن بصری

حضرت شعبی

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر

حضرت سفیان ثوری

حضرت امام مالک

حضرت امام ابوحنیفہ

اصحاب رائے

اور دوسرے تمام فقہاء کرام رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے۔

عطاء

مکحول

اوزاعی

امام احمد

اسحاق

ابن المنذر

اور عامۃ المتخذین کا مسلک یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے لئے صرف ایک ضرب واجب ہے۔

زہری نے یہ کہا ہے کہ

ہاتھوں پر بغلوں تک مسح کرنا واجب ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

اس میں علماء کرام کا اختلاف نہیں ہے کہ نیون سے ماوراء تیمم نہیں ہے۔

اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ

تیمم میں تین ضربات ہیں۔

ایک ضرب چہرے کے لئے

دوسری ضرب ہتھیلیوں کے لئے

اور تیسری ضرب کلائیوں کے لئے

قوله فانزلت آية التيمم

آیت کے متعلق شروح میں اختلاف ہے۔

علامہ ابن العربی نے فرمایا: هذا معضلة ما وجدت لدائها دواء

یعنی یہ ایسا مشکل مسئلہ ہے کہ اس مرض کا میں نے کوئی علاج نہیں پایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد کون سی آیت ہے۔

حضرت ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

اس سے مراد آیت النساء ہے یا آیت مائدہ ہے۔

مگر پھر بھی انہوں نے کوئی تعیین نہیں کی۔

اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

اس سے مراد آیت النساء ہے کیونکہ آیت مائدہ آیت وضو کے نام سے مشہور ہے لہذا اس میں تیمم کا بھی ذکر ہے اور آیت

نساء میں صرف تیمم ہی ہے وضو نہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے ایک روایت کی وجہ سے جو جمیدی کی جمع بین الصحیحین میں ہے جس میں یوں ہے۔
فَنَزَلَتْ بِآيَتِهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ
آیت کا متعین ہونا لکھا ہے۔

اور آیت تیمم کی تصریح سورہ مائدہ کے حوالے سے امام بخاری نے فرمائی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا اس وقت ہم مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اونٹنی کو بٹھایا اور اونٹنی سے اتر گئے آپ ﷺ نے میری گود میں سر رکھا اور سو گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے زور سے مجھے گھونسنے مارے۔

اور فرمایا: تم نے تمام لوگوں کو ہار کی وجہ سے ٹھہرا دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل پڑنے سے مجھے موت کی طرح لگ رہا تھا حالانکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی تھی پھر نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے اس وقت صبح ہو چکی تھی پانی کو تلاش کیا گیا تو پانی نہیں ملا۔

اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ الْآيَةِ (المائدہ: 6)
حضرت اسید بن حفص رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے آل ابو بکر (رضی اللہ عنہم) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے تم میں برکت رکھی ہے تمہارا وجود ان کے لئے محض برکت ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4608)

اور حافظ ابن عبد البر مالکی لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے۔
پھر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل کر دی۔

اس سے مراد وہ آیت وضو ہے جو سورۃ المائدہ میں ہے یا وہ آیت ہے جو سورۃ النساء میں ہے۔ ان دو آیتوں کے سوا اور کسی آیت میں تیمم کا ذکر نہیں ہے اور یہ دونوں مدنی سورتیں ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ غسل جنابت وضو سے پہلے فرض نہیں ہوا تھا پس جس طرح مصنفین سیرت کے نزدیک یہ امر متحقق ہے کہ نبی کریم ﷺ پر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور غسل جنابت بھی مکہ مکرمہ میں فرض ہوا ہے اور یہ کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں کوئی نماز بھی بغیر وضو کے نہیں پڑھی اور آپ اسی طرح وضو کرتے تھے جس طرح مدینہ منورہ میں آپ نے وضو کیا یا جس طرح اب ہم وضو کرتے ہیں اور یہ وہ امر ہے کہ اس سے کوئی عالم بھی ناواقف نہیں ہے اور سوائے ہٹ دھرم کے اس کی کوئی بھی مخالفت نہیں کرے گا۔ (الاسد کار: ج: 3، ص: 155)

اور علامہ بدر الدین حنفی لکھتے ہیں: تیمم کی آیت سورۃ مائدہ میں ہے اور سورۃ النساء میں ہے اور یہ دونوں مدنی سورتیں ہیں اور اس سے پہلے کوئی نماز بغیر وضو کے مشروع نہیں تھی اس لیے جب تیمم کی آیت نازل ہوئی تو وضو کا ذکر نہیں کیا کیونکہ تیمم کا حکم وضو کے حکم کی فرع ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

پہلے اس آیت کریمہ کا وہ حصہ نازل ہوا جس میں وضو کا ذکر ہے اور پھر اس آیت کا دوسرا حصہ نازل ہوا جس میں تیمم کا ذکر ہے پھر یہ آیت کریمہ پوری ہو گئی۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ

وضو کا حکم پہلے سنت سے مشروع ہوا نہ کہ قرآن سے پھر بعد میں ان دونوں کا حکم اکٹھے نازل ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو تیمم سے اس لیے تعبیر کیا کہ اس موقع پر یہی مقصود تھا۔

میں کہتا ہوں کہ

اگر یہ لوگ امام حمیدی کی اس روایت پر مطلع ہو جاتے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔

پھر یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ (المائدہ: 6)

تو ان تاویلات میں نہ پڑتے۔ (عمدة القاری: ج: 4، ص: 5)

امام مسلم رحمہ اللہ نے آیت کی کوئی تصریح نہیں فرمائی مگر آیت کے نزول کا فرمایا ہے جس طرح کہ اس حدیث مبارکہ میں

ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روای ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں گئے جب مقام بیداء یا ذات الحیش پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس ہار کو تلاش کرنے کے لئے رک گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ تمام قافلہ رک گیا اس جگہ نہ پانی تھا اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس پانی تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔

اور کہنے لگے کہ

تم نہیں دیکھ رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے۔ تمام لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ٹھہرا لیا اس جگہ نہ پانی ہے نہ لوگوں کے پاس پانی ہے تو (یہ سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے زانو پر سر رکھے ہوئے محو نیند تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹنا شروع کیا۔

اور فرمانے لگے کہ

تم نے رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پریشان کیا ہے اور ایسی جگہ روک لیا ہے جہاں بالکل پانی نہیں ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس پانی ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ناراض ہو کر جو کچھ ان کے دل میں آیا کہتے رہے اور اپنے ہاتھ سے میری کونکھ میں اپنی انگلی چھوتے رہے اور میں رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل آنے کے خیال سے اپنی جگہ سے مطلقاً نہیں

ہلی حتی کہ اس حال میں یعنی جب کہ لوگوں کے پاس پانی نہ تھا صبح ہو گئی اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی۔

پھر نقباء میں سے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے آل ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ کوئی آپ رضی اللہ عنہ کی پہلی برکت نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

ہم نے اس اونٹ کو کھڑا کیا جس پر میں سوار تھی تو ہمارا اس کے نیچے سے نکل آیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 367)

☆ قوله ما نزل بك امر تکرهينه الا جعل الله للمسلمين ولك فيه فرجا

یہاں پر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دعا دے رہے ہیں کہ جب بھی ان کو کوئی ناگوار بات پیش آئی تو اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی بدولت خود ان کے واسطے اور تمام مسلمانوں کے لئے راحت و سہولت کا سامان مہیا فرمایا ہے۔

شروحات میں ہے کہ اس سے واقعہ افک کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس کا بھی امر مکروہ ہونا ظاہر ہے اور اس سے استفادہ ہوتا ہے کہ واقعہ افک مقدم ہے واقعہ نزول تیمم پر اور واقعہ افک اس طرح ہے۔

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

جب رسول اللہ ﷺ کسی سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی فرماتے پس جس کا قرعہ نکل آتا تو اس کو رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کی تو میرا قرعہ نکل آیا سو میں حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلی (ابو عبیدہ اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ پردہ کا حکم ذوالقعدہ تین ہجری میں نازل ہوا اور الدمیاطی نے کہا صحیح یہ ہے کہ پردہ کا حکم چار ہجری میں نازل ہوا اور رسول اللہ ﷺ غزوہ بنو المصطلق کے لئے شعبان پانچ ہجری میں نکلے تھے اور اسی میں یہ تہمت والا واقعہ پیش آیا تھا۔ فتح الباری: ج: 9، ص: 398) مجھے ہودج (کبادہ) میں بٹھایا جاتا اور ہودج سے اتارا جاتا ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس لوٹے اور ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات آپ ﷺ نے کوچ کا حکم فرمایا جب آپ ﷺ نے کوچ کا حکم ارشاد فرمایا تو میں قضاء حاجت کو گئی اور لشکر سے دور نکل گئی جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہو گئی تو میں اپنے کبادہ کی طرف بڑھی اچانک مجھے معلوم ہوا کہ میرا سپیوں کا ہار ٹوٹ کر گر گیا میں نے وہ ہار تلاش کیا اور اس تلاش نے مجھے روک لیا اور وہ لوگ جو میرے ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے انہوں نے ہودج کو اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا ان کا یہ گمان تھا کہ میں ہودج میں بیٹھی ہوئی ہوں اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں ان پر گوشت چڑھا ہوا نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ

بہت تھوڑا کھانا کھاتی تھیں اس لیے جب لوگوں نے میرے ہودج کو اٹھایا تو وہ ان کو خلاف معمول نہیں لگا اور میں اس وقت کم عمر لڑکی تھی انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے ادھر لشکر کے چلے جانے کے بعد مجھے ہارل گیا میں اپنے پڑاؤ میں پہنچی وہاں پر کوئی بلائے والا تھا نہ جواب دینے والا میں نے اس جگہ کا قصد کیا جہاں پر میں پہلے ٹھہری ہوئی تھی۔ میرا گمان یہ تھا کہ عنقریب وہ مجھے گم پائیں گے تو وہ واپس میری طرف آئیں گے میں اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی حتیٰ کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور میں سو گئی اور حضرت صفوان بن المعطل اسلمی الذی کو انی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے تاکہ لشکر کی کوئی چیز پیچھے رہ جائے تو وہ اس کو ساتھ لے آئیں وہ رات کو چلتے رہے حتیٰ کہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے جہاں میں سوئی ہوئی تھی انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کو دیکھا وہ میرے پاس آئے اور جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مجھے پہچان لیا پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا جب انہوں نے مجھے پہچانا۔

تو کہا: انا لله وانا اليه راجعون

یہ سن کر میں بیدار ہو گئی۔ میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور اللہ تعالیٰ کی قسم انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور سوائے انا لله وانا اليه راجعون کہنے کے۔ میں نے ان سے کوئی بات نہیں سنی حتیٰ کہ انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور میں اس پر سوار ہو گئی وہ اونٹنی کو کھینچتے ہوئے آگے آگے چلے حتیٰ کہ ہم اس وقت لشکر کے پاس پہنچے جب وہ دوپہر کے وقت سائے میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے پس جو ہلاک ہوا وہ ہلاک ہو گیا اور جس نے تہمت کو پھیلانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ ہم مدینہ منورہ میں پہنچے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد میں ایک ماہ تک بیمار رہی اور لوگوں میں اس تہمت کا چرچا رہا۔ مجھے اس میں سے کسی بات کا پتا نہیں تھا اور میری بیماری میں جس چیز سے زیادہ اضافہ ہوتا تھا وہ یہ تھی کہ میں اب رسول اللہ ﷺ کی وہ توجہ نہیں دیکھتی تھی جیسی آپ ﷺ بیماری کے ایام میں مجھ پر توجہ کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے اور پوچھتے تمہارا کیا حال ہے اور پھر واپس تشریف لے جاتے اس سے مجھے رنج ہوتا تھا اور مجھے کسی خرابی کا پتا نہیں تھا حتیٰ کہ ایک دن میں کمزوری کی حالت میں نکلی میرے ساتھ مسطح کی ماں بھی میدان کی طرف گئی اور یہ میدان ہماری قضاء حاجت کی جگہ تھی اور ہم صرف رات کے وقت ہی وہاں جاتے تھے اس وقت تک ہمارے گھروں میں بیت الخلاء بنے ہوئے نہیں تھے اور ہمارا معمول عرب کے پہلے لوگوں کی طرح تھا ہم رفع حاجت کے لئے میدان میں جاتے تھے اور گھروں میں بیت الخلاء بنانے سے ہمیں اذیت ہوتی تھی۔ حضرت مسطح کی ماں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں میں اور وہ میدان میں گئے اور فراغت کے بعد جب ہم لوٹ رہے تھے تو مسطح کی ماں چادر میں الجھ کر لڑکھا گئیں۔

انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے۔

میں نے ان سے کہا: آپ نے بری بات کہی ہے کیا آپ ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہیں جو مجاہدین بدر سے ہیں۔

انہوں نے کہا: کیا آپ ﷺ نے انہیں سنا وہ کیا کہتا ہے؟

میں نے پوچھا: وہ کیا کہتا ہے؟

تب انہوں نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات سنائی پھر میری بیماری کے اوپر مزید بیماری بڑھ گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب میں گھر لوٹی اور رسول اللہ ﷺ آئے آپ ﷺ نے سلام کیا۔

اور پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟

میں نے کہا: کیا آپ ﷺ مجھے اپنے ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر جا کر ان سے اس خبر کی تحقیق کروں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت مرحمت فرمادی۔ میں اپنے ماں باپ کے پاس گئی۔

میں نے ماں سے پوچھا: اے امی جان! یہ لوگ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا: اے بیٹی! حوصلہ رکھو! کم ہی کوئی حسین عورت ہوگی جو اپنے شوہر کے نزدیک محبوب ہو اور اس کی سونکیں بھی ہوں مگر وہ اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہیں۔

میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ میرے آنسو تھمتے نہیں تھے اور میں نیند کو سرمہ نہیں بنا سکی۔ حتیٰ کہ مجھے روتے صبح ہو گئی۔

ادھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن یزید رضی اللہ عنہ کو بلایا جبکہ وحی میں تاخیر ہو گئی تھی اور آپ ان سے اپنی اہلیہ کو الگ کرنے کے متعلق مشورہ کر رہے تھے۔ رہے حضرت اسامہ بن یزید رضی اللہ عنہ تو انہوں نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا جس کا ان کو علم نہیں تھا کہ آپ ﷺ کی اہلیہ اس تہمت سے بڑی ہیں اور جس کا ان کو علم تھا کہ آپ ﷺ کو اپنی اہلیہ سے کس قدر محبت ہے۔

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم آپ ﷺ کی اہلیہ کے متعلق سوا خیر اور نیکی کے اور کوئی بات نہیں جانتے۔ رہے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کوئی تنگی نہیں کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں اور آپ ﷺ ان کی باندی سے پوچھیں وہ آپ ﷺ کو سچ بتائیں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بریرہ (رضی اللہ عنہا) کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو تم کو شک میں ڈالے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے اس سے زیادہ ان کی کوئی بات نہیں دیکھی کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں وہ آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہیں اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ

کھڑے ہوئے اور اس دن آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی اسلول کی شکایت کی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے مزید کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: اے مسلمانو! اس شخص کے خلاف میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت رسائی میرے گھر تک پہنچ گئی ہے۔ سو میں نے اپنی اہلیہ پر سوائے خیر کے اور کوئی چیز نہیں جانی اور جس شخص کا انہوں نے ذکر کیا ہے اس کے متعلق بھی میں نے سوائے خیر کے اور کوئی چیز نہیں جانی اور وہ میرے گھر میں صرف میرے ساتھ ہی گیا ہے۔ تب حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔

اور کہا: اس معاملہ میں، میں آپ ﷺ کی مدد کروں گا۔ اگر اُس میں سے کسی نے آپ ﷺ کو ضرر پہنچایا تو آپ ﷺ ان کے خلاف ہمیں حکم دیں ہم آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ پھر قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور اس سے پہلے وہ ایک نیک شخص تھے لیکن عصبیت نے ان کو بھڑکا دیا۔

انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے تم اس کو قتل نہیں کر سکتے اور نہ تم اس کو قتل کرنے پر قادر ہو۔ پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے عم زاد حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔

اور انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے ہم اس کو ضرور قتل کریں گے۔ تم منافق ہو اور منافقین کی طرف سے جھگڑ رہے ہو۔ پھر دونوں قبیلے اوس اور خزرج جوش میں آ گئے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی خاموش ہو گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

اس پورے دن میری آنکھوں کے آنسو نہیں رکے اور میں نیند کو سرمہ نہیں بنا سکی۔ صبح کو میرے پاس میرے والدین کرام بیٹھے ہوئے تھے میں نے دورا میں اور ایک دن رو رو کر گزارے تھے میں نے نیند کو سرمہ نہیں بنایا تھا نہ میرے آنسو رکے تھے۔ میرے والدین یہ گمان کر رہے تھے کہ میرا رونا میرے جگر کو پاش پاش کر دے گا۔ جس وقت میرے ماں باپ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی۔ انصار کی ایک خاتون نے آنے کی اجازت طلب کی میں نے اس کو اجازت دی۔ وہ بھی میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جس وقت ہم اس کیفیت میں تھے ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ سلام کر کے بیٹھ گئے اور جب سے یہ تہمت لگائی گئی تھی آپ ﷺ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک ماہ تک آپ ﷺ کی طرف سے میرے بارے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) حمد و صلوٰۃ کے بعد مجھے تمہارے متعلق ایسی بات پہنچی ہے اگر تم بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری برأت نازل فرمادے گا اور اگر (بالفرض) تم گناہ کی مرتکب ہو گئی ہو تو تم اللہ تعالیٰ سے استغفار طلب

کر و اور اس کی طرف توبہ کرو کیونکہ جب بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات کو ختم فرمایا تو میرے آنسو خشک ہو گئے حتیٰ کہ میں نے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا۔

میں نے اپنے والد محترم سے کہا کہ

آپ ﷺ رسول اللہ ﷺ کی بات کا جواب دیں۔

انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں۔

پھر میں نے اپنی والدہ محترمہ سے کہا: آپ ﷺ رسول اللہ ﷺ کی بات کا جواب دیں۔

انہوں نے بھی کہا: میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ

میں نے کہا کہ

میں کم عمر لڑکی ہوں میں بہت زیادہ قرآن مجید نہیں پڑھتی بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ بات سن لی ہے اور یہ بات تمہارے دلوں میں جاگزین ہو گئی ہے اور تم نے اس کی تصدیق کی ہے۔ پس اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں اس سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم اس کی تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں کسی کام کا اعتراف کر لوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس کام سے بری ہوں تو تم ضرور میری تصدیق کرو گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم! تمہارے لیے صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے والد محترم کی مثال دیکھتی ہوں۔

انہوں نے فرمایا تھا: فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ۝ (یوسف: ۱۸)

پس صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مطلوب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر میں اس مجلس تہتہ اٹھ کر بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ اس وقت مجھے یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری برأت کو ظاہر فرمادے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم میں یہ گمان نہیں کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق وحی نازل فرمائے گا اور میری حیثیت میرے نزدیک اس سے بھی بہت کم تھی کہ میرے متعلق وحی نازل کی جائے جس کی تلاوت ہو مگر میرا گمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو نیند میں ایسا خواب ضرور دکھادے گا جس سے اللہ تعالیٰ میری برأت ظاہر فرمادے گا پس اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی رسول اللہ ﷺ نے اٹھنے کا قصد نہیں کیا تھا اور نہ گھر والوں میں سے کوئی نکلا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل فرمائی گئی پھر جس طرح (نزول وحی کے وقت) آپ ﷺ پر پسینہ آتا تھا اس طرح آپ ﷺ پر پسینہ آ گیا۔ وہ بہت سخت سردی کا دن تھا پھر بھی رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے موتیوں کی طرح پسینہ کے قطرے ٹپکنے لگے۔ ان آیات کے نقل کی وجہ سے جو آپ ﷺ پر نازل

ہو رہی تھیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ سے یہ کیفیت منقطع ہوئی تو آپ ﷺ ہنس رہے تھے۔

پھر جو پہلی بات آپ ﷺ نے فرمائی تھی وہ یہ تھی۔

اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! بے شک اللہ عز و جل نے تم کو بری کر دیا ہے۔

میری ماں نے کہا: تم حضور ﷺ کی طرف کھڑی ہو۔

میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں حضور ﷺ کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی حمد نہیں کروں

گی پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دس آیات کریمہ نازل فرمائیں۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ط (20+11)

(امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے مرسل روایت کیا ہے کہ یہ اٹھارہ مسلسل آیات کریمہ ہیں جن میں حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی تکذیب کی گئی ہے۔

حاکم نے الاکلیل میں اسی طرح روایت کیا ہے۔

یہ آیات کریمہ ان الدین جَاءُوا سے شروع ہوتی ہیں اور رِزْقِ کَرِيمٍ پر ختم ہوتی ہیں۔

الزحشری نے کہا: کسی معصیت پر اتنی شدید تعلیظ نہیں کی گئی جتنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے پر کی گئی ہے کیونکہ اس

میں وعید شدید ہے اور زجر عیف ہے اور اس تہمت کو بہت سنگین قرار دیا ہے اور مختلف طریقوں اور اسلوبوں سے اس کی مذمت کی

گئی ہے اور ان میں سے ہر طریقہ اور ہر اسلوب اپنے باب میں کافی ہے بلکہ ان کی بت پرستوں سے زیادہ مذمت کی گئی ہے اور

یہ صرف رسول اللہ ﷺ کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ہے۔ (فتح الباری: ج: 9، ص: 419)

جب اللہ تعالیٰ نے یہ دس آیات کریمہ نازل فرمادیں۔

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: مسطح نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو کچھ کہا ہے میں اس کے بعد اس پر کوئی چیز خرچ نہیں

کروں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت مسطح کو خرچ دیا کرتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَلَا يَأْتِلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ

اللَّهِ ص م لے وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ط أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ط وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (النور: 22)

اور تم میں سے جو صاحب فضل اور کشادہ دست ہیں وہ قرابت داروں، مسکینوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت

کرنے والوں پر خرچ نہ کرنے کی قسم نہ کھائیں ان کو چاہئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے

کہ اللہ تعالیٰ تم کو بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

یہ آیت کریمہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ کہا۔

کیوں نہیں! بے شک میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر خرچ کرنے

لگے جس طرح پہلے خرچ کرتے تھے۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر کبھی خرچ کو بند نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے میرے بارے میں استفسار فرماتے تھے۔

اے زینب (رضی اللہ عنہا) کیا تمہیں اس کی کسی بات کا علم ہے یا تم نے کوئی بات دیکھی ہے۔

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں میں نے ان میں سوا خیر اور نیکی کے اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے یہی وہ تھیں جو مجھ سے فائق اور برتر رہنا چاہتی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے محفوظ رکھا اور ان کی بہن حضرت حمہ بن جحش رضی اللہ عنہا ان کی حمایت میں لڑتی تھیں پس وہ تہمت لگانے والوں کے ساتھ ہلاک ہو گئیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4750، 2661 سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3180 سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 2347 مسند احمد: رقم الحدیث:

24821 مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 4931 صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7100 مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 9811)

جس طرح افک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کی بناء پر ہار کا گم ہونا ہے اسی طرح مشروعیت یتیم کا سبب بھی یہی ہار کا گم ہونا ہے۔ افک کا واقعہ بالاتفاق غزوہ مریسج میں پیش آیا جس کو غزوہ بنو المصطلق بھی کہا جاتا ہے اور ایک بڑی جماعت جن میں حضرت ابن عبد البر، حضرت ابن سعد اور حضرت ابن حبان رحمہم اللہ بھی ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ آیت یتیم کا نزول بھی اسی غزوہ میں ہوا۔

اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ

قصہ افک پیش آنے کے بعد ایک دوسرے سفر میں دوبارہ ہار گم ہوا اور اس پر آیت یتیم کا نزول ہوا چنانچہ طبرانی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

واقعہ افک پیش آنے کے بعد نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک دوسرے غزوہ میں شریک ہوئی اور اس میں یتیم کا نزول ہوا مگر اس روایت میں اس سفر کا نام مذکور نہیں ہے۔

حافظ ابن القیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں کہ

وهذا هو الظاهر

اور اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ حافظ نے بعض علماء کرام سے آیت یتیم کا نزول

غزوہ ذات الرقاع میں ہونا نقل کیا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ دوسرا غزوہ یہی ہو جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں مگر یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ ذات الرقاع مقدم ہے یا بنوالمصطلق۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آیت تیمم کا نزول 5 ہجری یا 6 ہجری میں ہوا۔

حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ سفر غزوہ مرتسیع میں ہوا تھا جو بنو مصطلق بن خزاعہ کے خلاف تھا یہ واقعہ چھ (6) ہجری کا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ پانچ (5) ہجری کا واقعہ ہے۔ (الاستاذ: ج: 3، ص: 141)

سوال

تیمم کس مٹی سے کیا جائے؟

جواب

تیمم پاک مٹی سے کیا جائے جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے صَعِيدًا طَيِّبًا لِهَذَا صَعِيدٌ طَيِّبٌ سے بالا جماع جائز ہے مگر صعیب طیب کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر صرف تراب یعنی مٹی کے ساتھ کی ہے لہذا ان کے نزدیک تیمم صرف تراب سے کر سکتے ہیں مگر ان دونوں کے نزدیک تراب ذی غبار ہونی چاہئے تعلق الغبار بالید ضروری ہے۔ شوافع اور حنابلہ کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بھی علی القول الاصح تیمم تراب کے ساتھ خاص ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک صعیب کا مصداق روئے زمین ہے لہذا تیمم تراب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کل ماکان من جنس الارض سے جائز ہے اور جنس الارض سے مراد یہ ہے کہ جو چیز آگ پر گرم کرنے سے نہ پگھلے اور جلانے سے راکھ نہ ہو جس طرح جس، نورہ حجر وغیرہ۔

اور جن سے تیمم جائز ہے ان کی فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے۔

چنانچہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔

تیمم اس چیز سے ہو سکتا ہے جو جنس زمین سے ہو اور جو چیز زمین کی جنس سے نہیں اس سے تیمم جائز نہیں۔

(خلاصۃ الفتاویٰ: ج: 1، ص: 35)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: جس مٹی سے تیمم کیا جائے اس کا پاک ہونا ضروری ہے یعنی نہ اس پر کسی نجاست کا اثر ہو نہ یہ ہو کہ محض خشک ہونے سے اثر نجاست جاتا رہا ہو جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوئی ہے نہ پگھلتی ہے نہ نرم ہوتی ہے وہ زمین کی جنس سے ہے اس سے تیمم جائز ہے۔

ریتا چونا سرمہ ہر تال گندھک مردہ سنگ گیر
پتھر زبرجد فیروزہ عقیق زرد
وغیرہ جو اہر سے تیمم جائز ہے اگرچہ ان پر غبار نہ ہو۔

شورہ جو ہنوز پانی میں ڈال کر صاف نہ کیا گیا ہو اس سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔

جونمک پانی سے بنتا ہے اس سے تیمم جائز نہیں اور جو کان سے نکلتا ہے جیسے سیندھانمک اس سے جائز ہے۔

جو چیز آگ سے جل کر راکھ ہو جاتی ہے جیسے لکڑی، گھاس وغیرہ یا پگھل جاتی یا نرم ہو جاتی ہو جیسے چاندی، سونا، تانبا، پیتل، لوہا وغیرہ دھاتیں وہ زمین کی جنس سے نہیں اس سے تیمم جائز نہیں۔ ہاں یہ دھاتیں اگر کان سے نکال کر پگھلائی نہ گئیں کہ ان پر مٹی کے اجزاء ہنوز باقی ہیں تو ان سے تیمم جائز ہے اور اگر پگھلا کر صاف کر لی گئیں اور ان پر اتنا غبار ہے کہ ہاتھ مارنے سے اس کا اثر ہاتھ میں ظاہر ہوتا ہے تو اس غبار سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔

غلبہ، گیہوں، جو وغیرہ اور لکڑی یا گھاس پر غبار ہو تو اس غبار سے تیمم جائز ہے جب کہ اتنا ہو کہ ہاتھ میں لگ جاتا ہو ورنہ نہیں۔

مشک و عنبر، کافور، لوبان سے تیمم جائز نہیں۔

زمین یا پتھر جل کر سیاہ ہو جائے اس سے تیمم جائز ہے یونہی اگر پتھر جل کر راکھ ہو جائے اس سے بھی جائز ہے۔

اگر خاک میں راکھ مل جائے اور خاک زیادہ ہو تو تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔

زرد، سرخ، سبز، سیاہ رنگ کی مٹی سے تیمم جائز ہے۔

بھگی مٹی سے تیمم جائز ہے جبکہ مٹی غالب ہو۔

نخس کپڑے میں غبار ہو اس سے تیمم جائز نہیں ہاں اگر اس کے سوکھنے کے بعد غبار پڑا تو جائز ہے۔

مکان بنانے یا گرانے میں یا کسی اور صورت سے منہ اور ہاتھوں پر گرد پڑی اور تیمم کی نیت سے منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لیا

تیمم ہو گیا۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 26، 30)

در مختار میں ہے: گچ کی دیوار پر تیمم جائز ہے۔

موسکے یا اس کی راکھ سے تیمم جائز نہیں۔ (در مختار: ج: 1، ص: 452، 453)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: زمین یا پتھر جل کر سیاہ ہو جائے اس سے تیمم جائز ہے یونہی اگر پتھر جل کر راکھ ہو جائے اس سے

بھی جائز ہے۔

گدے اور درری وغیرہ میں غبار ہے تو اس سے تیمم کر سکتا ہے اگرچہ وہاں مٹی موجود ہو جب کہ غبار اتنا ہو کہ ہاتھ پھیرنے

سے انگلیوں کا نشان بن جائے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 3، ص: 658، 302)

☆ قوله فضرّبوا باکفہم الصعید الخ

سوال: یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ تیمم کے فرائض کتنے ہیں اور تیمم کی سنتیں کیا ہیں اور تیمم کی کیفیت کیا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

تیمم میں تین فرائض ہیں۔

1- نیت کرنا 2- سارے منہ پر ہاتھ پھیرنا 3- دونوں ہاتھ کا کہنیوں سمیت مسح کرنا

نیت کے متعلق یہ دلیل ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

اگر کسی نے ہاتھ مٹی پر مار کر منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا اور نیت نہ کی تیمم نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 3، ص: 373)

سارے منہ پر ہاتھ پھیرنے پر یہ دلائل ہیں۔

در مختار میں ہے: سارے منہ پر ہاتھ پھیرنا اس طرح کہ کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تیمم نہ

ہوا۔ (در مختار: ج: 1، ص: 448)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے: داڑھی اور مونچھوں اور بھوؤں کے بالوں پر ہاتھ پھر جانا ضروری ہے منہ کہاں سے کہاں تک ہے

اس کو ہم نے وضو میں بیان کر دیا بھوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر جو جگہ ہے اور ناک کے حصہ زیریں کا خیال رکھیں کہ اگر

خیال نہ رکھیں گے تو ان پر ہاتھ نہ پھرے گا اور تیمم نہ ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 26)

ہونٹ کا وہ حصہ جو عادتاً منہ بند کرنے کی حالت میں دکھائی دیتا ہے اس پر بھی مسح ہو جانا ضروری ہے تو اگر کسی نے ہاتھ

پھیرتے وقت ہونٹوں کو زور سے دبایا کچھ حصہ بھی باقی رہ گیا تیمم نہ ہوا یونہی اگر زور سے آنکھیں بند کر لیں جب بھی تیمم نہ ہوگا۔

مونچھ کے بال اتنے بڑھ گئے کہ ہونٹ چھپ گیا تو ان بالوں کو اٹھا کر ہونٹ پر ہاتھ پھیرے، بالوں پر ہاتھ پھیرنا کافی

نہیں۔

دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنے کے یہ دلائل ہیں۔

دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح اس طرح کرنا کہ ذرہ برابر کوئی جگہ باقی نہ رہے ورنہ تیمم نہ ہوگا۔

انگوٹھی، چھلے پہنے ہو تو انہیں اتار کر ان کے نیچے ہاتھ پھیرنا فرض ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 26)

جس کے دونوں ہاتھ یا ایک پہنچے سے کٹا ہو تو کہنیوں تک جتنا باقی رہ گیا اس پر مسح کرے اور اگر کہنیوں سے اوپر تک کٹ

گیا تو اسے بقیہ ہاتھ پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں پھر بھی اگر اس جگہ پر جہاں سے کٹ گیا ہے مسح کر لے تو بہتر ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 26)

اور تیمم کی سنتیں یہ ہیں۔

- 1- بسم اللہ کہنا
- 2- ہاتھوں کو زمین پر مارنا
- 3- انگلیاں کھلی ہوئی رکھنا
- 4- ہاتھوں کو جھاڑ لینا یعنی ایک ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ کو دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ پر مارنا نہ اس طرح کہ تالی کی سی آواز نکلے

- 5- زمین پر ہاتھ مار کر لوٹ دینا
- 6- پہلے منہ پھر ہاتھ کا مسح کرنا
- 7- دونوں کا مسح پے در پے ہونا
- 8- پہلے داہنے ہاتھ پھر بائیں کا مسح کرنا
- 9- داڑھی کا خلال کرنا اور
- 10- انگلیوں کا خلال جبکہ غبار پہنچ گیا ہو اور اگر غبار نہ پہنچا مثلاً پتھر وغیرہ کسی ایسی چیز پر ہاتھ مارا جس پر غبار نہ ہو تو خلال فرض ہے۔

ہاتھوں کے مسح میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے علاوہ چار انگلیوں کا پیٹ داہنے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انگلیوں کے سروں سے کہنی تک لے جائے اور پھر وہاں سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے داہنے کے پیٹ کو مس کرتا ہوا گٹے تک لائے اور بائیں انگوٹھے کے پیٹ سے داہنے انگوٹھے کی پشت کا مسح کرے یونہی داہنے ہاتھ سے بائیں کا مسح کرے اور ایک دم سے پوری ہتھیلی اور انگلیوں سے مسح کر لیا تیمم ہو گیا خواہ کہنی سے انگلیوں کی طرف لایا یا انگلیوں سے کہنی کی طرف لے گیا مگر پہلی صورت میں خلاف سنت ہوا۔ (در مختار رد المحتار: ج: 1، ص: 437 تا 439)

☆ قوله قال ابو داؤد رواه ابن اسحاق الخ

یہاں پر امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے دو باتیں فرمائی ہیں۔

- 1- سند کے بارے میں
- 2- متن کے بارے میں

حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ حضرت زہری رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ہیں واسطے کے ذکر اور عدم ذکر میں شاگردوں کا اختلاف ہو رہا ہے یہاں پر امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح صالح بن کیسان نے سند میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا واسطہ ذکر فرمایا اسی طرح ابن اسحاق رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے مگر دونوں کے متن میں فرق ہے وہ اس طرح کہ حضرت صالح رحمہ اللہ کی روایت میں ضربہ واحد تھا اور ابن اسحاق رحمہ اللہ کی روایت میں ضربتین ہے جس طرح کہ حضرت یونس رحمہ اللہ کی روایت میں گزر گیا ہے۔

☆ وقال مالك عن الزهري

امام مالک رحمہ اللہ حضرت زہری رحمہ اللہ کے چوتھے شاگرد ہیں انہوں نے عبید اللہ اور عمار کے درمیان واسطہ تو ذکر کیا مگر

بجائے عن ابن عباس کے عن ابیہ کہا۔

☆ قوله وشك فيه ابن عيينة

ابن عیینہ بھی حضرت زہری رحمہ اللہ کے شاگردوں میں ہیں انہوں نے اپنی سند میں واسطہ تو ذکر کیا مگر اس واسطہ کی تعیین نہیں کی شک ظاہر کیا کہ وہ عن ابیہ یا عن ابن عباس اور وہ بغیر شک کے عن ابیہ اور کبھی عن ابن عباس کہتے تھے۔

☆ قوله ولم يذكر احد منهم الضربتين الامن سميت

من سميت كما مصداق امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی بیان کردہ روایات کے مطابق اصحاب زہری میں سے صرف تین ہیں۔

1- حضرت یونس 2- حضرت ابن اسحاق 3- حضرت معمر رحمہ اللہ

یاد رہے کہ تیمم کے متعلق پانچ واقعات گزرے ہیں۔

ایک واقعہ تو یہ ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوا تو آیات تیمم نازل ہوئیں جس کی تفصیل پہلی روایت میں موجود ہے اس واقعہ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی تھے ان کو تیمم کا پورا علم تھا کہ کس طرح کیا جاتا ہے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان مکالمہ ہوا جس کو امام بخاری رحمہ اللہ اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی ترتیب درست ہے۔

جو کہ یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک شخص پانی سے دور ہوا اور جنبی ہو جائے اسی حالت پر مہینہ رہے تو وہ تیمم کر سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں کر سکتا۔

تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ والا واقعہ یاد نہیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واقعہ تو یاد ہے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رد کر دیا تھا۔

اس پر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ اس آیت کا کیا جواب دیتے ہیں۔

أَوْ لَمْ يَسْتَمِ الْبَنَاتُ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا

اس میں تو غسل کے لئے بھی تیمم کا حکم ہے۔

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بالکل ٹھیک ہے مگر میں بیان نہیں کرتا لوگ تھوڑی سی سردی لگنے پر بھی تیمم کرنے لگ جائیں گے۔

اس پر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیمم مانتے تو ہیں صرف اس وجہ سے بیان نہیں کرتے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں مانتا ہوں۔

اس ترتیب سے واقعہ درست ہے۔

اور ابوداؤد اور دوسری کتابوں میں ترتیب بدلی ہوئی ہے وہ اس طرح کہ آیت کا حوالہ پہلے دیا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ والے واقعہ کا حوالہ بعد میں دیا یہ ترتیب صحیح نہیں کیونکہ جب آیت کا حوالہ آگیا تو مسئلہ تسلیم کر لیا گیا بعد میں واقعہ کے حوالے کی ضرورت نہیں رہتی ہاں واقعہ کا حوالہ پہلے ہو جائے اور مکالمہ آیت پر ختم ہو یہ ٹھیک ہے۔

تیسرا واقعہ یہ ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا ہم جنگل میں ہوتے ہیں غسل کی حاجت پیش آ جاتی ہے اور پانی نہیں ہوتا تو کیا کریں۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اتنے دن نمازیں چھوڑ دیں کوئی حرج نہیں وہاں پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین (رضی اللہ عنہ)! آپ رضی اللہ عنہ کو وہ واقعہ یاد نہیں ہے نبی کریم ﷺ نے تو غسل کے لئے بھی وضو والا تیمم بتایا تھا۔

مقصد یہ تھا کہ اس کو بھی تیمم کا حکم دے دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واقعہ یاد نہ آیا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا۔

اور ارشاد فرمایا: اتق الله يا عمار

تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ رضی اللہ عنہ کا حکم ہو تو میں یہ واقعہ بیان نہ کروں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک بیان کرو مگر میں تمہاری تائید نہیں کروں گا کیونکہ مجھے واقعہ یاد نہیں آ رہا آپ رضی اللہ عنہ اپنی ذمہ داری پر بیان کرتے ہیں تو کرتے رہیں۔

چوتھا واقعہ یہ ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں سفر میں تھے۔ اتفاق سے دونوں کو غسل کی حاجت پیش آ گئی دونوں مجتہد تھے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا اجتہاد یہ ہوا کہ وضو کے لئے تو صرف ہاتھوں اور منہ کا مسح ہوتا ہے غسل کے لئے سارے جسم کا مسح ہونا چاہئے لہذا علیحدگی میں جا کر سارے بدن پر مٹی مل کر تیمم کیا نماز پڑھی۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں فاقد الماء ہوں بغیر طہارت کے کس طرح نماز پڑھوں لہذا اس وقت نماز نہیں پڑھی۔ پانچواں واقعہ یہ ہے۔

جب واپس آئے تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ بیان فرمایا۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اما كان يكفيك ان تصنع هكذا

جس میں وضو والے تیمم کی طرف اشارہ فرمایا یعنی وضو اور غسل کا تیمم ایک جیسا ہے وضو کا تیمم تو تجھے معلوم ہے غسل کا تیمم بھی ویسا کیا کرو یعنی غسل کے لئے بھی دو ضربیں کافی ہیں۔ واللہ ورسوله اعلم عز وجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

بَابُ التَّيْمِمِ فِي الْحَضَرِ

تیمم ہونے کی صورت میں تیمم کرنا

اس باب میں تیمم کے تیمم کرنے کا حکم اور کیفیت بیان کی گئی ہے۔

278 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ اللَّيْثِ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزٍ عَنْ عُمَيْرِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي الْجُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو الْجُهَيْمِ أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْوِ بَشَرٍ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ حَتَّى أَتَى عَلَى جِدَارٍ فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

حضرت عبد الرحمن بن ہرمز رضی اللہ عنہ نے عمیر مولى ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے سنا کہ میں اور عبد اللہ بن یسار جو نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے ہم حضرت ابو جہیم انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بشر جمل کی طرف قدم رنجہ تھے کہ آپ ﷺ کی ایک شخص سے ملاقات ہوئی جنہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے ان کو جواب ارشاد نہ فرمایا حتیٰ کہ ایک دیوار آگئی تو آپ ﷺ نے اپنے مقدس چہرہ اور ہاتھوں کا مسح فرمایا پھر ان کو سلام کا جواب دیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 278)

279 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمُوصِلِيُّ أَبُو عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ الْعَبْدِيُّ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِي حَاجَةٍ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَضَى ابْنُ عُمَرَ حَاجَتَهُ فَكَانَ مِنْ حَدِيثِهِ يَوْمَئِذٍ أَنْ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَكَّةٍ مِنَ السَّكِكِ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ غَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى إِذَا كَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَتَوَارَى فِي السَّكَّةِ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْحَائِطِ وَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ ثُمَّ ضَرَبَ ضَرْبَةً أُخْرَى فَمَسَحَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ وَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ السَّلَامَ إِلَّا إِنِّي لَمْ أَكُنْ عَلَى طَهَرٍ

قال أبو داود سمعت أحمد بن حنبل يقول روى محمد بن ثابت حديثاً منكراً في التيمم

قَالَ ابْنُ دَاسَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ لَمْ يُتَابِعْ مُحَمَّدُ ابْنُ ثَابِتٍ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ عَلَى صَرَبَتَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ فَعَلَ ابْنُ عُمَرَ

حضرت محمد بن ثابت عبدی نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس کسی حاجت کی وجہ سے گیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی حاجت کو پورا کر لیا اسی دن بات کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس سے کسی گلی میں گزرا اس حال میں کہ آپ ﷺ رفع حاجت یا پیشاب کر کے تشریف لائے تھے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے ان کو جواب ارشاد نہ فرمایا حتیٰ کہ وہی شخص دوسری گلی کی طرف چل دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں مقدسہ کو دیوار پر لگایا اور ان کو اپنے مقدس چہرہ پر پھیر لیا دوبارہ دوسری ضرب لگائی تو اپنی کلائیوں پر مسح فرمایا پھر اس شخص کے سلام کا جواب عنایت فرمایا۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے تمہارے سلام کے جواب دینے میں کوئی چیز مانع نہ تھی مگر میں طہارت سے نہ تھا۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے امام احمد بن حنبل کو بیان کرتے سنا کہ ختم کے بارے میں محمد بن ثابت نے اس حدیث مبارکہ کو منکر بیان کیا ہے۔ ابن داسہ نے کہا ہے کہ

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کے دوضربوں والے واقعہ کو سوائے محمد بن ثابت کے کسی نے بھی روایت نہ کیا اور انہوں نے فعل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو روایت کیا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج: ۱، ص: ۲۱۵، سنن دارقطنی ج: ۱، ص: ۱۷۷، شرح السنہ ج: ۱، ص: ۸۴)

280 حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَحْيَى الْبُرْلُوسِيُّ حَدَّثَنَا حَيَّوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَائِطِ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ عِنْدَ بَنِي جَمَلٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْخَائِطِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْخَائِطِ ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت سے فراغت پا کر آرہے تھے کہ بنو جمل کے قریب ہی ایک شخص کی آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو ان کو سلام کا جواب عنایت نہ فرمایا حتیٰ کہ ایک دیوار کی جانب تشریف لائے پس اپنا مقدس ہاتھ دیوار پر رکھ دیا پھر اس کو اپنے مقدس چہرے اور ہاتھوں پر مسح فرمایا پھر رسول اللہ ﷺ نے اسی شخص کو سلام کا جواب عنایت فرمایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج: ۱، ص: ۲۰۸)

تشریح:

پانی کے موجود ہوتے ہوئے حالتِ حضر میں سلام کے جواب دینے کے لئے تیمم کر سکتے ہیں کیونکہ سلام کا جواب دینا ایک فوری چیز ہوتی ہے جس میں تراخی کی گنجائش نہیں ہوتی لہذا اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میں سلام کا جواب طہارت کے ساتھ دوں تو اب ظاہر ہے کہ وضو کرتا رہے گا رد کا وقت نکل جائے گا لہذا تیمم کر کے جواب دے دے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس سے ایک اور مسئلہ پر استدلال کیا ہے کہ نماز جنازہ اور نماز عیدین کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو پانی موجود ہونے کے باوجود تیمم کر کے شرکت کر سکتے ہیں۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک نماز جنازہ اور نماز عیدین کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو پانی کے ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز ہے اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا كِ رُوسِ تَيْمَمِ وَضُو كَا خَلِيفَہٗ ہِے اَصْلُ كِی مَوْجُودِ كِی مِی خَلِیْفَہٗ نِہِی اَسْكُتَا پَانِی كِی مَوْجُودِ كِی مِی تَيْمَمِ نِہِی ہُوسَكُتَا۔

ہم نے اس کا یہ جواب دیا کہ

فَقَدْ مَاءٌ دُوسَمُ كَا ہِے۔

1- حقیقی 2- حکمی

جس طرح مریض کے لئے فقدانِ حکماً ہوتا ہے اس مسئلے میں بھی فقدانِ ماءِ حکماً ہوتا ہے لہذا تیمم کر کے جنازہ اور عیدین ضرورت کے وقت ادا ہو سکتے ہیں۔

امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف سے یہ دلیل ہے کہ

حدیث عبد اللہ بن یسار رضی اللہ عنہ ہے کہ اس میں فرمایا گیا کہ آپ ﷺ بسرِ جمل کی طرف سے تشریف لا رہے تھے ایک شخص نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور آپ ﷺ نے اس کو جواب عطا نہ فرمایا آگے دیوار تھی تو اس سے تیمم فرما کر جواب عنایت فرمایا۔

استدلال یہ ہے کہ سلام کا کوئی خلیفہ نہیں ہے اور آپ ﷺ شہر میں تھے شہر میں پانی موجود تھا اس کے باوجود آپ ﷺ نے تیمم کر کے جواب دیا تو اصول معلوم ہو گیا کسی عبادت کے بلا خلاف فوت ہونے کا ڈر ہو تو اسے تیمم کر کے ادا کیا جاسکتا ہے۔ جنازہ اور عیدین ایسی عبادتیں ہیں اگر فوت ہو جائیں تو ان کا خلیفہ نہیں کیونکہ قضاء نہیں کیے جاتے ان کو قیاس کیا سلام پر کیونکہ سلام کا بھی کوئی خلیفہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اس کا تیمم کر کے جواب دیا حالانکہ اس کے لئے وضو شرط بھی نہیں جنازہ اور عیدین کے قضاء ہونے کا خطرہ ہو تو تیمم کر کے ادا کئے جاسکتے ہیں وضوان کے لئے شرط ہے اس لیے بطریقِ اولیٰ ان کے لئے تیمم کا

جواز ہونا چاہئے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ تیمم فی الحضر لعدم وجدان الماء کی وجہ سے شہر میں کر سکتے ہیں یا نہیں۔

بعض متون احناف سے پتہ چلتا ہے کہ عدم وجدان الماء فی الحضر معتبر نہیں اس وجہ سے کہ یہ بہت نادر ہے صاحب ہدایہ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔

اور بعض فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ

یہ صحیح ہے کہ نادر ہے مگر اتفاقاً اس طرح ہو جائے تو رائج قول کی بناء پر ہمارے نزدیک جائز ہے در مختار میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

قوله دخلنا على ابي الجهم بن الحارث بن الصمة الانصاري

یہاں پر ابوالجہیم کنیت ہے ان کے نام میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا کہ

ان کا نام حارث بن الصمة ہے۔

بعض نے کہا: ان کا نام عبداللہ ہے۔

یہ نام اسی طرح مصغراً امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت میں بھی ہے اور صحیح مسلم میں مصغر کے بجائے مکبر یعنی ابوالجہیم رقم

ہے۔

حافظ نے کہا ہے کہ

یہ تحریف ہے اور صحیح بالتصغیر ہے اور ان کی روایت صحاح ستہ میں دو مقام پر آئی ہے ایک تو یہاں رد السلام میں

اور دوسری مرور بین یدی المصلیٰ میں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک اور شخص ہیں جن کی کنیت ابوالجہیم ہے اور ان کا نام عامر بن حذیفہ ہے یہ ابوالجہیم وہی ہے

جن کے متعلق حدیث مبارکہ میں آتا ہے۔

التولى بالبحالية ابي جهم

قوله قال ابو داود سمعت احمد بن حنبل الخ

یہاں پر امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محمد بن ثابت کی یہ حدیث منکر ہے پھر

آگے فرماتے ہیں امام ابو داؤد رحمہ اللہ کہ محمد بن ثابت نافع سے اس کو مرفوعاً نقل کرتے ہیں متفرد ہیں اس میں کسی نے بھی ان کی

متابعت نہیں کی۔ محمد بن ثابت کے علاوہ نافع کے دوسرے شاگردوں نے اس کو موقوفاً علی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا یعنی فعل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قرار دیا۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَابُ الْجُنُبِ يَتِيمٍ جنبی کے یتیم کے متعلق

یہ باب جنبی کے یتیم کے احکام کے متعلق ہے۔

281 حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَرُونٍ أَخْبَرَنَا خَالِدُ الْوَاسِطِيُّ عَنْ خَالِدِ الْحَدَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ح حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَخْبَرَنَا خَالِدُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ خَالِدِ الْحَدَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ عُمَرُو بْنِ بُجْدَانَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ اجْتَمَعَتْ غُضَيْمَةٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَبَدُ فِيهَا قَبْدُوثٌ إِلَى الرَّبْدَةِ فَكَانَتْ تُصَيِّبُنِي الْجَنَابَةُ فَأَمُكْتُ الْخُمْسَ وَالسِّتَّ فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ فَسَكْتُ فَقَالَ لِكَلَّتْكَ أُمُّكَ أَبَا ذَرٍّ لَا مَكَالَ الْوَيْلُ فَدَعَا لِي بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ فَجَاءَتْ بِعُصٍّ فِيهِ مَاءٌ فَسَتَرْتَنِي بِثَوْبٍ وَاسْتَرْتُ بِالرَّاحِلَةِ وَاعْتَسَلْتُ فَكَانَتِي أَلْقَيْتُ عَنِّي جَبَلًا فَقَالَ الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلَى عَشْرِ سِنِينَ فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَامْسُهُ جِلْدَكَ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ وَقَالَ مُسَدَّدٌ غُضَيْمَةٌ مِنَ الصَّدَقَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدِيثُ عُمَرُو أَتَمُّ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کثیر بکریاں جمع ہو گئیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو ذر (رضی اللہ عنہ) ان کو چراؤ تو میں ان کو چرانے کے لئے ربذہ کی طرف لے گیا تو میں جنبی ہو گیا پس میں پانچ دن قیام پذیر رہا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو ذر (رضی اللہ عنہ)! پس میں نے خاموشی اختیار کی۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابو ذر (رضی اللہ عنہ) کی والدہ ان کو روئے تمہاری ماں کی خرابی ہو تو آپ ﷺ نے ایک سوداء لونڈی کو یاد فرمایا جو کہ ایک بالٹی لے کر حاضر ہوئی اور اس میں پانی موجود تھا تو میں نے یوں کیا کہ کپڑے سے ستر کو چھپایا اور سواری کی اوٹ میں غسل کیا گویا مجھ سے پہاڑ ختم ہو گیا۔ ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے لئے پاک مٹی وضو ہے اگرچہ دس سال بھی ہو جائیں پس جب تم پانی پاؤ تو اس کو اپنے جسم پر ڈال لو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور مسدود نے کہا: بکریاں صدقہ والی ہیں اور حدیث عمر اتم ہے۔

(متدرک: ج: 1، ص: 284، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 220، صحیح ابن حبان: ج: 1، ص: 135، صحیح ابن خزیمہ: ج: 4، ص: 32)

282 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَامِرٍ قَالَ دَخَلْتُ فِي الْإِسْلَامِ فَأَهَمَّنِي دِينِي فَاتَيْتُ أَبَا ذَرٍّ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ إِنِّي اجْتَوَيْتُ الْمَدِينَةَ فَأَمَرَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُودٍ وَبَغَنِمٍ فَقَالَ لِي اشْرَبْ مِنَ الْبَانِهَا قَالَ حَمَّادٌ وَأَشْكُ فِي أَبْوَالِهَا هَذَا قَوْلُ حَمَّادٍ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ فَكُنْتُ أَغْرُبُ عَنِ الْمَاءِ وَمَعِيَ أَهْلِي فَتَصَيَّبَنِي الْجَنَابَةُ فَأَصَلَيْتُ بِغَيْرِ طَهُورٍ فَاتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنِصْفِ النَّهَارِ وَهُوَ فِي رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِهِ وَهُوَ فِي ظِلِّ الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ فَقُلْتُ نَعَمْ هَلَكْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَمَا أَهْلَكَ قُلْتُ إِنِّي كُنْتُ أَغْرُبُ عَنِ الْمَاءِ وَمَعِيَ أَهْلِي فَتَصَيَّبَنِي الْجَنَابَةُ فَأَصَلَيْتُ بِغَيْرِ طَهُورٍ فَأَمَرَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَاءٍ فَجَاءَتْ بِهِ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ بَعْثَ يَتَخَضَّخُضُ مَا هُوَ بِمَلَانَ فَتَسْتَرْتُ إِلَى بَعِيرِي فَأَغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ طَهُورٌ وَإِنْ لَمْ تَجِدِ الْمَاءَ إِلَى عَشْرِ سِنِينَ فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمْسَهُ جَلْدَكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ لَمْ يَذْكُرْ أَبْوَالَهَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا لَيْسَ بِصَحِيحٍ وَلَيْسَ فِي أَبْوَالِهَا إِلَّا حَدِيثُ أَنَسٍ تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ الْبَصْرَةِ

ابو قلابہ سے روایت ہے کہ بنی عامر کے آدمی نے کہا کہ میں اسلام لایا جس کی وجہ سے دین کو سیکھنے کا جذبہ ہوا اور میں ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مدینہ منورہ کی آب و ہوا مجھے راس نہ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خاطر اونٹوں اور بکریوں کا حکم صادر فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ان کا دودھ پیتے رہو۔ مجھے پیشاب کے بارے میں فرمانے کا شک ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں پانی سے بچتا رہا اور میرے ساتھ میرے اہل بھی تھے تو میں جنبی ہو گیا۔ میں طہارت کے بغیر نماز ادا کرتا رہا۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دوپہر کے وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے سائے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابو ذر (رضی اللہ عنہ)! میں نے عرض کیا: جی ہاں! میں تو ہلاک ہو گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ کو کون سی چیز نے ہلاک کر دیا۔ میں نے عرض کیا: میں پانی سے پرہیز کرتا رہا اور میری اہلیہ میری معیت میں تھی تو میں جنبی ہو گیا اور بغیر طہارت کے نماز ادا کرتا رہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خاطر پانی لانے کا حکم ارشاد فرمایا تو ایک سوداء لونڈی بالٹی میں پھل کرتا ہوا پانی لے آئی تو میں نے اونٹ کی اوٹ میں غسل کر لیا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں آیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک پاک مٹی پاک کرنے والی ہوتی ہے اگرچہ تم دس سال کے عرصہ تک پانی نہ پاسکو جب پانی کو پاؤ تو اپنے

جسم پر ڈال لو۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو حماد بن زید نے ایوب سے روایت کیا ہے اور انہوں نے پیشاب کا تذکرہ نہ کیا یہ صحیح نہیں ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے علاوہ کسی میں نہیں جس کو اہل بصرہ روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۱، ص: ۲۱۷، مسند احمد: ج: ۴۳، ص: ۳۰۷، مسند الطیالسی: ج: ۱، ص: ۳۸۹)

تشریح:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم حدت اصغر کے لئے بھی ہے اور حدت اکبر کے لئے بھی ہے یعنی جنبی، حائض اور نفاس والیوں کے لئے۔ سلف اور خلف میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں ہے ماسوا حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ

ان دونوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ جنبی کے لئے تیمم کے جواز کے ثبوت میں بہ کثرت احادیث مشہورہ مروی ہیں۔ جب جنبی تیمم سے نماز پڑھ لے تو اس پر غسل کرنا بالا جماع واجب ہے اس میں صرف ابو سلمہ عبدالرحمن تابعی کا قول مخالف ہے لیکن یہ قول بالا جماع متروک ہے اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں وارد ہے کہ جب پانی مل گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی کو غسل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اگر مسافر کے پاس پانی نہ ہو تو وہ پھر بھی اپنی بیوی سے جماع کر سکتا ہے وہ اپنی شرم گاہوں کو دھو کر تیمم کریں اور نماز پڑھ لیں اور اگر انہوں نے اپنی شرم گاہیں دھو لیں تو ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور اگر مرد نے اپنے آلہ تناسل کو نہ دھویا اور اس پر طوبت فرج لگی ہوئی تھی تو جس قول کے مطابق رطوبت فرج نجس ہے اس کو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا ورنہ نہیں جس شخص نے کسی مرض یا زخم کی بناء پر تیمم کیا تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور جس نے پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تو اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر غالباً پانی نہیں ہوتا مثلاً سفر میں ہے تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے اور اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر کبھی کبھی پانی نہیں ہوتا اور اکثر ہوتا ہے تو اس پر نماز کا اعادہ ہے۔

یہ تمام کلام علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

قوله فقال الصعيد الطيب وضوء المسلم

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ سے احناف نے اس پر استدلال کیا ہے کہ تیمم وضو کے حکم میں ہے کہ جس طرح ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں اسی طرح تیمم سے بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بینین اور جمہور کے ساتھ ہیں۔

قوله هذا ليس بصحيح

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں ابوال کا ذکر صحیح نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو صرف ثرف البان کا حکم دیا تھا۔

قوله وليس في ابوالها الاحديث

یعنی جس حدیث مبارکہ میں البان کے ساتھ ثرب ابوال کا بھی ذکر ہے وہ دوسری حدیث مبارکہ ہے جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا اشارہ اس سے حدیث العزمین کی جانب ہے جو کہ مشہور ہے اور صحیحین اور کتب صحاح میں موجود ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَابِ إِذَا خَافَ الْجُنْبُ الْبَرْدَ أَيَتِمَّمُ

جب جنبی کو سردی کا خوف ہو تو کیا تیمم کر سکتا ہے؟

اس باب میں جنبی کے خوف سردی کی وجہ سے تیمم کا حکم ہے۔

283 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ أَخْبَرَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَيُّوبَ يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ الْمِصْرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اخْتَلَمْتُ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فِي غُرْوَةِ ذَاتِ السُّكَلِيسِ فَاشْفَقْتُ أَنْ اغْتَسَلْتُ أَنْ أَهْلِكَ فَتَيَمَّمْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ بِأَصْحَابِي الصُّبْحَ فَلَدَّكْرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَمْرُو صَلَّيْتُ بِأَصْحَابِكَ وَأَنْتَ جُنْبٌ فَأَخْبَرْتَهُ بِالَّذِي مَنَعَنِي مِنَ الْإِغْتِسَالِ وَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ اللَّهَ يَقُولُ (وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا) فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جُبَيْرٍ مِصْرِيُّ مَوْلَى خَارِجَةَ بْنِ خَدَافَةَ وَلَيْسَ هُوَ ابْنُ جُبَيْرِ بْنِ لُفَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ ابْنِ لَهِيْعَةَ وَعَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ أَبِي أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ كَانَ عَلَى سَرِيَّةٍ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ نَحْوَهُ قَالَ فَغَسَلَ مَغَابِنَهُ وَتَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ فَلَدَّكْرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ

التیمم

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى هَذِهِ الْقِصَّةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ قَالَ فِيهِ فَتَيْمَمَ
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ سلاسل کی ایک سردرات میں مجھے احتلام ہو گیا تو میں نے تیمم
کر کے اپنے صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا دی تو اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو نے
اپنے صحابہ کرام کو جنبی کی حالت میں نماز پڑھا دی۔ تو میں نے وہ خبر دی جو کہ غسل سے مانع تھی۔ تو میں نے عرض
کیا: میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر رحیم ہے۔ تو
رسول اللہ ﷺ ہنس دیے اور پھر کچھ نہ ارشاد فرمایا۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: عبد الرحمن بن جبیر مصری مولیٰ خارجہ بن حذافہ ہیں۔ وہ ابن جبیر بن نفیر نہیں ہیں۔
ابو قیس حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے غلام سے روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سریہ میں تھے۔ آگے
اسی طرح حدیث ذکر کر کے فرمایا آپ ﷺ نے اپنے سرین کو دھویا اور نماز کی خاطر وضو فرمایا پھر ان کو نماز پڑھائی تو
اسی کا مثل ذکر کیا اور تیمم کا تذکرہ نہ فرمایا۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس قصہ کو اوزاعی سے حسان بن عطیہ سے روایت کر کے اس میں فرمایا آپ ﷺ نے
تیمم فرمایا۔

(اسنن الصغیر للبیہقی: ج: 1، ص: 207، مستدرک: ج: 1، ص: 285، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 225، سنن دارقطنی: ج: 2، ص: 260)

تشریح:

سردی کی وجہ سے غسل کے بجائے تیمم کرنے میں اختلاف ہے۔

آئمہ اربعہ کے نزدیک ایسے آدمی کے لئے تیمم ہی ضروری ہے البتہ احناف میں سے صاحبین فرماتے ہیں کہ سردی کی بناء
پر جنبی کا تیمم کرنا شہر میں جائز نہیں خارج شہر میں جائز ہے کیونکہ شہر میں گرم پانی کا انتظام ہو سکتا ہے بخلاف صحراء کے۔
پھر اس میں اختلاف ہے کہ اگر کسی نے سردی کی بناء پر غسل کے بجائے تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو پھر زوال عذر کے بعد غسل
کر کے اعادہ صلوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک واجب نہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے۔
عطاء بن ابی رباح اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک اصل مسئلہ میں اختلاف ہے ان کے نزدیک تیمم سردی کی وجہ
سے جنبی کے لئے تیمم جائز نہیں بلکہ غسل واجب ہے اگر چہ فوت ہو جائے۔

بہار شریعت میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ

اتنی سردی ہو کہ نہانے سے مر جانے یا بیمار ہونے کا قوی اندیشہ ہو اور لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز اس کے پاس نہیں جسے

نہانے کے بعد اوڑھے اور سردی کے ضرر سے بچے نہ آگ ہے جسے تاپ سکے تو تیمم جائز ہے۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 348)
اور بیماری کا عالم ہے تو پھر یہ صورت ہے کہ جس کو فتاویٰ ہندیہ میں ذکر کیا ہے۔
چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

بیماری میں اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم پانی سے وضو اور غسل ضروری ہے تیمم جائز نہیں
ہاں اگر ایسی جگہ ہو کہ گرم پانی نہ مل سکے تو تیمم کرے یونہی اگر ٹھنڈے وقت میں وضو یا غسل نقصان کرتا ہے اور گرم وقت میں نہیں
تو ٹھنڈے وقت تیمم کرے پھر جب گرم وقت آئے تو آئندہ نماز کے لئے وضو کر لینا چاہئے جو نماز اس تیمم سے پڑھ لی اس کے
انادہ کی حاجت نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 28)

☆ قوله في غزوة ذات السلاسل

اس کو غزوہ کہنا توسعا ہے کیونکہ مشہور قول کی بناء پر غزوہ تو وہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ شریک ہوئے ہوں اور جس میں
آپ ﷺ شریک نہ ہوئے ہوں وہ سریہ ہے اور اس میں آپ ﷺ شریک نہیں ہوئے تھے مگر یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کی جگہ
استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ یہ سریہ سریہ ابن العاص رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہے جو کہ جمادی الاولیٰ میں ہوا تھا اور اس کے
امیر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو تین سو مجاہدین کی قیادت میں امیر بنا کر مشرکین کے قباہل
لحم و جذام وغیرہ کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا تھا یہ مقابلہ سلاسل کی جگہ واقع ہوا جو کہ سلاسل کنواں کا نام ہے اور یہ مدینہ منورہ
سے دس دن کی مسافت پر واقع ہے اسی وجہ سے اس کو غزوہ ذات السلاسل کہا جاتا ہے۔
اور بعض نے لکھا ہے کہ سلاسل مس کے فتح ساتھ زنجیریں۔

کفار نے اس غزوہ میں فیصلہ کن لڑائی کے واسطے ایک دوسرے کو زنجیروں سے باندھا ہوا تھا تا کہ کوئی بھاگ کر واپس نہ جا
سکے اسی وجہ سے اس کو غزوہ ذات السلاسل کہا جاتا ہے۔

قوله يغسل مغابنه و توضا وضوءه للصلوة

یہاں پر دو روایتوں میں فرق ہے۔

پہلی روایت میں اس طرح تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تیمم کر کے نماز پڑھائی۔

اور دوسری روایت میں تیمم کا ذکر ہی نہیں بلکہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے استنجاء بالماء اور وضو کیا تو اس میں اشکال پیدا ہوتا ہے
کیونکہ تیمم تو جنابت کے لئے کفایت کر سکتا ہے مگر وضو غسل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا یہ کسی کا بھی مذہب نہیں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر تیمم کی روایت کو ترجیح دی ہے اور اسی کو صحیح بخاری میں تعلیق فرمایا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: یہ احتمال ہے کہ غسل مغابن کے ساتھ وضو اور تیمم دونوں ہی کیا ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہی توجیہ صحیح اور متعین ہے۔

قوله ولم يقل شيئاً

نبی کریم ﷺ کے خاموش ہونے اور تقریر سے جھبی کے لئے سردی کی وجہ سے تیمم جائز ہونا معلوم ہوا۔ مگر اس پر اشکال یہ ہے کہ اس سے پہلے آپ نے صلیت باصحابک وانت جنب کیوں فرمایا۔

تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ

ہو سکتا ہے کہ آپ کا ان سے یہ فرمانا امتحاناً ہو کہ دیکھیں کہ کیا جواب دیتے ہیں چنانچہ ان کے جواب پر آپ ﷺ مسکرا دیے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم .

بَاب فِي الْمَجْرُوحِ يَتِمُّ

چچک کا مریض تیمم کرے

یہ باب چچک کے مریض کے تیمم کے متعلق ہے۔

284 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْطَاكِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا فِي سَفَرٍ فَأَصَابَ رَجُلًا مِنَّا حَجَرٌ فَشَجَّهَ فِي رَأْسِهِ ثُمَّ اخْتَلَمَ فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ فَقَالَ هَلْ تَجِدُونَ لِي رُخْصَةً فِي التَّيْمُمِ فَقَالُوا مَا نَجِدُ لَكَ رُخْصَةً وَأَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ بِذَلِكَ فَقَالَ قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ إِلَّا سَأَلُوا إِذْ لَمْ يَعْلَمُوا فَإِنَّمَا شَفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ أَنْ يَتَيَمَّمَ وَيَعْصِرَ أَوْ يَعْصِبَ شَكَّ مُوسَى عَلَى جُرْحِهِ خِرْقَةً ثُمَّ يَمْسَحُ عَلَيْهَا وَيَغْسِلُ سَائِرَ جَسَدِهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سفر کی طرف چل پڑے تو ہم میں ایک شخص کے سر پر پتھر آگیا پس اس کا سر پھٹ گیا پھر احتلام ہو گیا۔ اس نے اپنے اصحاب سے کہا۔ کیا تم میرے لیے تیمم کی رخصت پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم تیرے لیے رخصت نہیں پاتے کیونکہ تم پانی پر قادر ہو۔ تو انہوں نے غسل کیا اور فوت ہو گیا۔ پس جب ہم نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اس کی خبر دی۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے تو اس کو قتل کر دیا اللہ تعالیٰ تم کو مارے جب تم جانتے نہیں تھے تو پوچھ لیتے کیونکہ بے خبری کی شفا سوال کرنا ہے بے شک ان کو تیمم

کفایت کرتا اور پٹی کو باندھتا۔ موسیٰ نے زخم پر کپڑا باندھ کر مسح کرنے اور سارے جسم کو دھونے پر شک کیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۸۴)

285 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ أَخْبَرَنِي الْأَوْزَاعِيُّ أَنَّهُ بَلَغَهُ

عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَصَابَ رَجُلًا جُرْحٌ فِي عَهْدِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ احْتَلَمَ فَأَمَرَ بِالْإِغْتِسَالِ فَأَغْتَسَلَ فَمَاتَ فَبَلَغَ ذَلِكَ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ أَلَمْ يَكُنْ شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ

حضرت عطاء بن رباح سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے

عہد مبارک میں ایک شخص کو زخم ہو گیا پھر احتلام ہو گیا تو اس کو غسل کا حکم فرمایا گیا پس اس نے غسل کیا تو وفات پا

گیا۔ یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو قتل کر دیا اللہ تعالیٰ ان کو مارے کیا سوال کرنا

بے خبری کے لئے شفاء نہیں ہے۔

(مسند رک: ج: 1، ص: 285، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 207، سنن الترمذی الکبریٰ: ج: 1، ص: 227، سنن دارقطنی)

تشریح:

ایسا معذور شخص جس کے کچھ بدن پر زخم ہوں پانی نقصان دیتا ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما کے نزدیک ایک کام کرے غسل کرے یا تیمم کرے دونوں ملا نہیں سکتا۔

اس کا ضابطہ یہ ہے کہ

اگر اس کا اکثر بدن زخمی ہے پانی برداشت نہیں کرتا تو صرف تیمم کرے اور اگر اکثر بدن دھویا جاسکتا ہے تو غسل کرے زخمی جگہ پر مسح کر لے اگر مسح بھی ہو سکتا ہو تو چھوڑ دے اس کا غسل ہو گیا جو چاہے عبادت کرے۔

امام شافعی اور امام احمد رحمہما کے نزدیک غسل اور تیمم دونوں کو جمع کرے جتنی جگہ دھو سکتا ہے اسے دھوئے جو نہیں دھو سکتا اس کی جگہ تیمم کرے۔

امام شافعی اور امام احمد رحمہما کی دلیل یہ ہے کہ

یہی روایت جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جس میں تیمم اور غسل دونوں کو جمع کیا گیا ہے۔ ایک صحابی کے سر میں زخم تھا اس کو غسل کی ضرورت پیش ہوئی اس نے اپنے اصحاب سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے غسل کرنے کا حکم دیا انہوں نے غسل کا حکم دیا تو

موت کی وجہ بن گئی۔ نبی کریم ﷺ کو جب خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ جب ان کو مسئلہ کا پتا نہیں تھا تو کیوں بتایا انہوں نے تو اس کو قتل کر دیا ہے۔ اس کو تو صرف اتنا کرنا تھا زخم پر پٹی باندھ دیتا اور تیمم کر لیتا باقی جسم کو دھو دیتا۔ تو

یہاں پر غسل اور تیمم دونوں جمع ہیں۔

احناف اور مالکیہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں تیمم کو وضو اور غسل کا بدل قرار دیا گیا ہے۔
قرآن مجید میں ہے: فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا
اور بدل و مبدل منہ جمع نہیں ہو سکتے۔

اور دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ

للاكثر حكم الكل

دونوں کو ملانے سے معلوم ہو گیا کہ غسل اور تیمم دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور حکم اکثر پڑ گئے گا جس طرح کہ میت کا اکثر بدن مل جائے تو جنازہ پڑھا جاتا ہے ورنہ نہیں۔

شواہغ اور حنا بلہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ

جو روایت پر انہوں نے استدلال کیا ہے یہ روایت مختلف طرق سے منقول ہے اس میں غسل اور تیمم کو جمع کرنے والا فقط زہیر ہے اور وہ ضعیف ہے یہ روایت اس میں آئی ہے اس میں صرف ایک چیز کا ذکر ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ روایت معلول ہے کیونکہ اصول ثابتہ فی الدین کے خلاف ہے وہ یہ کہ شریعت میں اصل اور خلف کا جمع ہونا ثابت نہیں ہے اور اس روایت میں ثابت ہو رہا ہے اور حدیث مبارکہ معلول ضعیف ہوتی ہے قابل استدلال نہیں ہوتی۔ اور دارقطنی اور بیہقی نے بھی تضعیف کی ہے۔ بیہقی نے متعدد طرق سے تخریج کے باوجود اس کی تضعیف کی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ

☆ انفقوا على ضعفه

در اصل اس حدیث مبارکہ کے متن میں روایات کا اختلاف واضطر اب ہے بعض روایات نے اس میں جمع بین الغسل و التیمم ذکر کیا ہے اور بعض نے صرف غسل چنانچہ زبیر بن خریق نے جب اس حدیث کو عطاء سے نقل کیا تو جمع بین الغسل و التیمم ذکر کیا مگر اول تو زبیر بن خریق ضعیف ہیں دوسرا یہ کہ عطاء کے دوسرے شاگرد نے ان کی مخالفت کی ہے چنانچہ اوزاعی اس حدیث مبارکہ کو عطاء سے بلا غار وایت کرتے ہیں اور اس میں صرف غسل کا ذکر ہے تیمم کا ہے ہی نہیں۔

اور اس کا ایک احسن جواب بھی دیا گیا ہے وہ اس طرح کہ اس حدیث مبارکہ کی تاویل کی جائے کہ ان تیمم و لعصر میں واؤ بمعنی او لیا جائے اور اس صورت کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے اس شخص کے لئے حصول طہارت کے دو طریقے ذکر فرمائے۔

ایک تو یہ کہ صرف تیمم کرے۔

دوسرا یہ کہ سر پر پٹی باندھنے کے بعد اس پر مسح کرے اور باقی بدن کو دھوئے یعنی آپ ﷺ کی مراد یہ نہیں کہ دونوں کو جمع کیا جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ جب اس طرح کی صورت پیش آجائے تو یا صرف تیمم کیا جائے یا صرف غسل و مسح کیا جائے جس طرح کہ احناف کے نزدیک ہے ایک صورت میں تیمم کیا جائے اور ایک صورت میں غسل کیا جائے۔

فتاویٰ ہند: جس ہے: بے وضو کے اکثر اعضائے وضو میں یا جب کے اکثر بدن میں زخم ہو یا چھک ٹکلی ہو تو تیمم کرے ورنہ جو حصہ عضو یا بدن کا اچھا ہو اس کو دھوئے اور زخم کی جگہ اور بوقت ضرر اس کے آس پاس بھی مسح کرے اور مسح بھی ضرر کرے تو اس عضو پر کپڑا ڈال کر اس پر مسح کرے۔ (فتاویٰ ہند: ج: 1، ص: 28)

☆ قوله قتلوه فظلمهم الله الم یکن شفاء العی السوال

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ جو شخص مجتہد نہ ہو وہ نئے پیش آنے والے اپنی عقل سے نہ بتائے بلکہ مجتہد کی تقلید کرے۔

یہاں پر یہ بحث کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجتہاد کی تعریف و شرائط اور اختلاف بیان کروں۔

اجتہاد کی تعریف

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی 685ھ لکھتے ہیں: احکام شرعیہ کو حاصل کرنے میں پوری طاقت کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔ (منہاج الوصول الی علم الاصول: ج: 3، ص: 284)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ قاضی عیاض مالکی سے اجتہاد کی یہ تعریف نقل کی ہے۔ پیش آمدہ مسئلہ میں حق اور صواب کو طلب کرنے کے لئے اپنی علمی صلاحیت کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔

(اکمال اکمال العلم: ج: 5، ص: 15)

علامہ جمال الدین اسنوی متوفی 1372ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن حاجب نے اجتہاد کی تعریف یہ کی ہے۔ کسی حکم شرعی کے ظن کو حاصل کرنے کے لئے فقیہ کا اپنی تمام علمی صلاحیتوں کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔

(نہایت السؤل علی ہامش التقریر والتحریر: ج: 3، ص: 286)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: اجتہاد کا لغوی معنی ہے کسی مشقت طلب کام کو حاصل کرنے کے لئے طاقت صرف کرنا اور اصطلاحی معنی ہے کسی حکم شرعی ظنی کو حاصل کرنے کے لئے فقیہ کا اپنی علمی صلاحیتوں کو صرف کرنا۔

(التقریر: ج: 3، ص: 291)

اجتہاد کے شرائط درج ذیل ہیں۔

امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں: مجتہد کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ

اس کا علم تمام علوم شرعیہ کو محیط ہو اور وہ غور و فکر سے حکم شرعی معلوم کر سکتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ استنباط مسائل میں کون سے علوم

مقدم ہیں اور کون سے علوم مؤخر ہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ

وہ نیک اور پرہیزگار ہو اور گناہوں سے مجتنب ہو جو اس کی بدنامی کا باعث اور اس کی پرہیزگاری کے خلاف ہوں۔ علوم شرعیہ میں کتاب، سنت، اجماع اور وہ علوم عقلیہ ہیں جن کی مدد سے استدلال کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ علم بالکتاب سے قرآن مجید کی تمام آیات کا علم مراد نہیں ہے بلکہ ان آیات کا علم ضروری ہے جن کا تعلق احکام سے ہے اور وہ پانچ سو آیات کریمہ ہیں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ پانچ سو آیات کریمہ حفظ ہوں بلکہ اس کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ آیات کریمہ قرآن مجید میں کہاں کہاں ہیں تاکہ ضرورت کے وقت ان آیات کو تلاش کر سکے۔ اسی طرح علم بالسنت سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ تمام احادیث مبارکہ مرویہ کا حافظ ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلق احادیث کا اس کو علم ہو مثلاً سنن ابوداؤد یا سنن بیہقی میں کن احکام سے متعلق احادیث مبارکہ ہیں اور مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ اسے معلوم ہو کہ کس حکم سے متعلق حدیث سنن ابوداؤد یا سنن بیہقی میں کس جگہ مذکور ہے تاکہ ضرورت کے وقت وہ حدیث تلاش کر سکے۔ علم بالاجماع سے مراد یہ ہے کہ مجتہد کو اس کا علم ہو کہ اس سے پہلے کن کن مسائل پر اجماع ہو چکا ہے تاکہ اس کا حکم اجماع نہ ہو یا اس کو یہ علم ہو کہ یہ مسئلہ اس زمانہ میں پیدا ہوا ہے اور اس سے پہلے اس مسئلہ پر اجماع نہیں ہوا تھا۔

علوم عقلیہ سے مراد یہ ہے کہ

مثلاً ایجاب صغریٰ اور کلیت کبریٰ شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرط ہے۔ اسی طرح باقی اشکال ثلاثہ کی بھی شرائط ہیں وہ ان شرائط کو جانتا ہوتا کہ مطلوب پر استدلال کرنے میں غلطی نہ کر سکے۔

کتاب و سنت کے علم کے لئے کچھ علوم مشترک ہیں جن کا مجتہد کو جاننا ضروری ہے ان میں سے لغت، نحو، صرف اور علم بلاغت ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ مجتہدان علوم میں زنجیری، اصنعی، خلیل اور سیبویہ کی مانند ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کو ان علوم میں اس قدر مہارت ہو کہ وہ قرآن مجید اور حدیث کے معانی کو اسلوب عرب کے مطابق صحیح طور پر سمجھ سکے۔

مجتہد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ

وہ عقائد کے دلائل سے واقف ہو حتیٰ کہ وہ عقل دلائل سے عالم کا حدوث، اللہ تعالیٰ کا وجود، وجوب اور واحدانیت کو ثابت کر سکے اور ضرورت نبوت قرآن مجید کی وجہ اعجاز اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور ختم نبوت کو دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت کر سکے تاکہ مسائل کلامیہ میں اس کا علم مقلد سے ممتاز ہو۔ لغت، صرف و نحو، علم بلاغت اور علم کلام کے علاوہ مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ کلام صریح، کلام مجمل، حقیقت، مجاز، عام، خاص، محکم، تشابہ، مطلق، مقید وغیرہ کا علم بھی حاصل کرے۔ ان علوم کے علاوہ مجتہد کے لئے کتاب و سنت کے نسخ اور منسوخ کا علم بھی ضروری ہے کیونکہ وہ کہیں ایسا حکم نہ بیان کر دے جو قرآن و حدیث میں منسوخ ہو چکا ہو۔

یہ ان علوم کا بیان تھا جو کتاب و سنت میں مشترک ہیں اور کچھ علوم وہ ہیں جو سنت کے ساتھ خاص ہیں جن کی وجہ سے اس کو روایت صحیحہ اور فاسدہ اور حدیث مقبول اور مردود میں تمیز حاصل ہو سکے اسی طرح اس کے لئے حدیث کا علم درایت اور رجال حدیث کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے تاکہ اس کو حدیث مبارکہ کے راویوں کی معرفت اور ان کی عدالت کا علم ہو سکے۔ البتہ جو احادیث ان کتابوں میں ہیں جن کی صحت پر امت کا اجماع ہو چکا ہے جس طرح کہ صحیحین کی احادیث۔ ان میں اس کے لئے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما کی تقلید کافی ہے۔ اسی طرح رجال حدیث کی تضعیف اور تقویت میں بھی آئمہ جرح و تعدیل کی تقلید کافی ہے جبکہ ان اماموں کی اس فن میں کافی شہرت ہو اور جمہور امت کو ان کی تحقیق پر اعتماد ہو ان علوم مذکورہ کو حاصل کرنا مجتہد کے لئے ضروری ہے البتہ علم کلام کی تفصیلات اور علم فقہ کی تفریعات کو جاننا اس کے لئے ضروری نہیں ہے کیونکہ فقہ کی جزئیات اور تفریعات دوسرے مجتہدین کے اجتہاد کا ثمرہ ہیں اور ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی تقلید لازم نہیں ہے۔

امام غزالی لکھتے ہیں کہ

ہم نے اجتہاد کی شرائط میں جو علم قرآن

علم حدیث علم اصول قرآن علم رجال حدیث علم اجماع
علم استدلال علم لغت و نحو

اور عقائد کے ضروری مسائل کے علم کا ذکر کیا ہے یہ شرط مجتہد مطلق کے لئے ہے جو تمام احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتا ہے اور میرے نزدیک اجتہاد ایسا منصب نہیں ہے جس میں تجزی اور تقسیم نہ ہو سکے کیونکہ جو عالم دین بعض احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتا ہے اور فتاویٰ جاری کرتا ہے وہ بھی ایک قسم کا مجتہد ہے اور اس کے لئے ان تمام علوم و فنون میں ماہر ہونا شرط نہیں ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ شخص فقیہ النفس ہو اور فرائض اور ان کے اصول کو جانتا ہو اگرچہ اس کو مسائل فقیہہ جزئیہ سے متعلق احادیث کا علم نہ ہو۔

مجتہد کے لئے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ

وہ ہر مسئلہ کا جواب دے سکے۔ کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ سے چالیس مسائل پوچھے گئے جن میں سے چھتیس کے متعلق انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی بہت سے مسائل میں توقف کیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بہت سے مسائل میں توقف کیا پس جس چیز کا اسے علم ہو اس میں وہ فتویٰ دے اور جس کا علم نہ ہو اس میں وہ توقف کرے اور اسے یہ علم ہو کہ وہ کن مسائل کو جانتا ہے اور جس کا علم ہے اور جس کا علم نہیں ہے ان کے درمیان اس کو تمیز حاصل ہو اس لیے جس چیز کا اسے علم ہو اس میں فتویٰ دے اور جس کا علم نہیں اس میں توقف کرے۔ (المصنف ج: 2، ص: 350 و 354)

فقہاء حنابلہ کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط درج ذیل ہیں۔

علامہ شمس الدین مغربی حنبلی متونی 763ھ لکھتے ہیں: مجتہد وہ شخص ہے جو کتاب اور سنت کے حقیقت اور مجاز کی معرفت

رکھتا ہو اور

امر نہی محل محکم متشابہ عام خاص مطلق مقید ناسخ
منسوخ مستثنیٰ

اور مستثنیٰ منہ کا علم رکھتا ہو اور احکام سے متعلق صحیح اور ضعیف اور متواتر اور احادیث مبارکہ کو جانتا ہو اور قیاس اور اس کی شرائط اور استنباط کے طریقہ کو جانتا ہو اور حجاز اور شام اور عراق میں متداول عربیت کو جانتا ہو سو جو شخص اکثر فقہ کو جانتا ہو وہ فتویٰ دینے اور قضاء کا اہل ہے۔

ابو محمد جوزی نے کہا:

جو شخص فقہ کے اصول اور فروع کو جانتا ہو وہ مجتہد ہے اور وہ کسی شخص کی تقلید نہ کرے۔ (کتاب الفروع: ج: 6، ص: 425)

فقہاء شوافع کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط یہ ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اہلیت اجتہاد چند امور کو جاننے سے حاصل ہوتی ہے ان میں سے ایک کتاب اللہ کا علم ہے اور تمام قرآن مجید کا جاننا شرط نہیں ہے بلکہ احکام سے متعلق آیات کا جاننا ضروری ہے اور ان آیات کو یاد کرنا ضروری نہیں بعض اصحاب کا کلام بظاہر اس کے خلاف ہے۔ دوسرا امر رسول اللہ ﷺ کی سنت کا علم ہے اور اس میں بھی جمیع احادیث کو جاننا ضروری نہیں بلکہ احکام سے متعلق احادیث کو جاننا کافی ہے۔

اور ان میں

عام خاص مطلق مقید محل مبین ناسخ منسوخ خبر متواتر خبر واحد
مرسل متصل

اور راویوں کے احوال کی جرحاً اور تعدیلاً معرفت ہونی چاہئے۔

اور تیسرا امر یہ ہے کہ

فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے فقہاء کی معرفت ہونی چاہئے اور یہ جاننا چاہئے کہ کس مسئلہ میں ان کا اتفاق ہے اور کس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

اور چوتھا امر قیاس ہے۔

پس قیاس جلی اور قیاس فاسد کی معرفت ہونی چاہئے اور قیاس صحیح اور قیاس فاسد میں تمیز ہونی چاہئے۔

اور پانچواں امر لغت عرب ہے۔

پس لغت عرب اور صرف اور نحو وغیرہ کو جاننا چاہئے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ

اہلیت اجتہاد کے لئے ان علوم میں تبحر اور مہارت کی شرط نہیں ہے بلکہ اجمالی طور پر ان علوم کی معرفت کافی ہے۔
امام غزالی نے اس میں تحقیقات کا ذکر کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ تمام متفرق اور منتشر احادیث کے تتبع کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ کافی ہے کہ مجتہد کے پاس احکام سے متعلق جمیع احادیث صحیحہ کا کوئی مجموعہ ہو جس طرح کہ سنن ابوداؤد ہے اور یہ کافی ہے کہ اس کو ہر باب کے عنوان کی معرفت ہو اور جب کسی مسئلہ میں اجتہاد کی ضرورت ہو تو اس حدیث کو متعلقہ باب میں تلاش کرے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سنن ابوداؤد کی مثال دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں احکام سے متعلق کل احادیث ہیں نہ کہ اکثر احادیث ہیں اور جس شخص کو علم حدیث میں معمولی درجہ بھی ہو اس کے لئے یہ بالکل ظاہر بات ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں احکام سے متعلق اتنی احادیث ہیں جو سنن ابوداؤد میں نہیں ہیں اور جامع ترمذی اور سنن نسائی اور دوسری کتب معتمدہ میں جو احکام سے متعلق احادیث مبارکہ ہیں ان کی کثرت اور شہرت کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔
راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ

سنن کبریٰ للبیہقی

مسند امام اعظم

موطا امام مالک

صحاح ستہ

مصنف عبدالرزاق

مصنف ابن ابی شیبہ

اور مجمع الزوائد میں احکام سے متعلق تمام احادیث اور آثار موجود ہیں پس اگر مجتہد کسی مسئلہ میں اجتہاد کے وقت ان کتابوں کے متعلقہ ابواب میں احادیث و آثار کو تلاش کرے تو اس کو تسلی اور اطمینان ہو جائے گا کیونکہ ان کتب احادیث سے خارج حکم شرعی سے متعلق کوئی حدیث اور اثر نہیں ہے۔ مسائل کے تتبع اور چھان بین کے دوران مصنف کو اس کا بارہا تجربہ ہوا ہے۔
علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

تمام اجماعی مسائل اور تمام اختلافی مسائل کا جاننا بھی مجتہد کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ اس کے لئے یہ کافی ہے کہ جس مسئلہ میں وہ فتویٰ دے رہا ہے اس میں اس کا قول اجماع کے خلاف نہ ہو بایں طور کہ اس کو یہ علم ہو کہ اس کا یہ قول بعض متقدمین کے موافق ہے یا اس کو اس پر ظن غالب ہو کہ یہ مسئلہ متقدمین کے سامنے پیش نہیں آیا بلکہ یہ مسئلہ اس کے زمانہ میں پیدا ہوا ہے۔
ناسخ اور منسوخ کی معرفت کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے اور جس حدیث کے قبول کرنے پر سلف کا اجماع ہو یا جس راوی کی عدالت تو اثر سے ثابت ہو اس کی عدالت پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس کے علاوہ راویوں کی عدالت کے لئے جرح اور تعدیل کے کسی مشہور امام کی تصریح کافی ہے۔ ان علوم کا مجتمع ہونا مجتہد مطلق میں شرط ہے جو تمام ابواب شرعیہ میں فتویٰ دیتا ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ عالم کے لئے صرف کسی ایک باب میں منصب اجتہاد ہو۔ ہمارے اصحاب نے اہلیت اجتہاد میں اصول اعتقاد کی معرفت کی شرط بھی عائد کی ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

مجتہد کے لئے متکلمین کے طریقہ پر اعتقاد کے دلائل کو جاننا ضروری نہیں ہے۔ (روضۃ الطالبین: ج: ۱۱، ص: ۹۵، ۹۶)

فقہاء احناف کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط درج ذیل ہیں۔

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد غینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اصولیین نے مجتہد کی جو تعریف کی ہے اس کے لحاظ سے مجتہد کو احکام شرعیہ سے متعلق کتاب اور سنت کی تصریحات کا عالم ہونا چاہئے اور اس کے لئے یہ ضروری شرط نہیں ہے کہ وہ تمام کتاب اور سنت کا عالم ہو کیونکہ یہ ایک نادر امر ہے اور اس میں رخصت یہ ہے کہ

وہ پیش آمدہ مسئلہ کی احکام شرعیہ سے متعلق تصریحات کو تلاش کر سکے۔ (بنایہ شرح الہدایہ: جز ثالث: ص: ۲۶۸)

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں: اجتہاد میں حدیث اور فقہ دونوں میں مہارت کی ضرورت ہے تاکہ اس کا قیاس نص حدیث کے معارض ہونا قایل فقہاء کے خلاف ہو۔

خلاصہ یہ کہ

مجتہد وہ شخص ہے جو کتاب اور سنت کی

دلالت النص

اشارۃ النص

عبارت النص

اور اقتضاء النص کا عالم ہو اور کتاب و سنت کے نسخ اور منسوخ کو جاننے والا ہو اور شرائط قیاس اور مسائل اجماعیہ اور اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جاننے والا ہوتا کہ وہ اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماع پر قیاس کو مقدم نہ کرے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ذہین اور طباع ہو اور لوگوں کے عرف اور عادت کو جانتا ہو جو شخص ان تمام شرائط کا جامع ہو وہ اجتہاد کرنے کا اہل ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنے۔ ان مذکور الصدر دلائل سے کسی حکم شرعی کو حاصل کرنے کے لئے کوشش سے غور و فکر کرنا حتیٰ کہ اس حکم پر غلبہ ظن ہو جائے اور اس حکم شرعی میں وہ کسی کی تقلید نہ کرے۔ (فتح القدیر: ج: ۵، ص: ۳۶۲)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: مجتہد کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تمام یا بعض قرآن کا حافظ ہو بلکہ یہ کافی ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ پیش آمدہ مسائل کن ابواب میں ہیں اور بوقت ضرورت ان کی طرف رجوع کر سکے اور اس کے لئے ان علوم میں ماہر اور متبحر ہونا بھی ضروری نہیں۔

مزید آپ نے اجتہاد کی چودہ شرائط لکھی ہیں:

۱- اسلام

۲- بلوغ

۳- عقل

۴- فقیہ النفس ہونا یعنی طباع اور ذہین ہو اور اس کو استدلال اور استنباط کا ملکہ ہو۔

5- لغت عربیہ کا علم ہو۔

6- صرف کا علم ہو۔

7- نحو کا علم ہو۔

8- علم معانی کا علم ہو۔

9- علم بیان کا علم ہو۔

10- وجوہ قیاس کا علم ہو۔

11- احکام سے متعلق کتاب اللہ کی آیات کا علم ہو۔

12- احکام سے متعلق احادیث کا متنا اور سنداً علم ہو اور کتاب اور سنت کے نسخ اور منسوخ کو جانتا ہو۔

13- اجماع کی معرفت ہو۔

14- لوگوں کے عرف اور عادت کو جانتا ہو۔ (البحر الرائق: ج: 6، ص: 265)

علامہ علاؤ الدین ابوالحسن علی بن خلیل طرابلسی حنفی لکھتے ہیں:

مجتہد کے لئے واجب ہے کہ وہ کتاب و سنت کی تصریحات اور اجماع اور قیاس کا جاننے والا ہو۔ سلف صالحین نے مجتہد کے لئے صرف اسی شرط کا ذکر کیا ہے اور آئمہ کرام اور مجتہدین نے اپنے اجتہاد سے جن مسائل فرعیہ کا استخراج کیا ہے ان کو جاننے کی اس میں شرط نہیں لگائی اور بعض علماء کرام نے یہ شرط بھی لگائی۔

اور کہا ہے کہ

اجتہاد کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کو مثلاً ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے مسائل فرعیہ کا علم ہو کیونکہ جس شخص کو ان مسائل پر عبور ہو گا وہ اجتہاد کا اہل ہو گا۔

شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے کہ

جس شخص نے امام محمد کی مبسوط اور مذہب متقدمین کو حفظ کر لیا وہ اجتہاد کا اہل ہے اور جو شخص اس حد تک پہنچ جائے اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے اور اس پر دوسرے شخص کی تقلید کرنا حرام ہے۔ (معین الاحکام: ص: 29)

علامہ یحییٰ بن شرف نوادی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: جو شخص امام شافعی، امام ابو حنیفہ یا امام مالک رحمہم اللہ کے مذہب کی طرف منسوب ہو اس کی تین قسمیں ہیں۔

1- عوام، ان کا مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید کرنا میت کی تقلید پر مبنی ہے۔

2- وہ علماء جو درجہ اجتہاد تک پہنچ چکے ہیں اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا اور یہ علماء مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف اس لئے منسوب ہیں کہ یہ اپنے اجتہاد اور دلائل کی ترتیب میں امام شافعی رحمہ اللہ کے طریقہ پر عمل کرتے

ہیں اور اکثر اوقات ان کا اجتہاد اپنے امام کے اجتہاد کے موافق ہوتا ہے اور اگر بعض اوقات ان کا اجتہاد اپنے امام کے مخالف ہو تو یہ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

3- متوسطین۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اصول شرع میں درجہ تک تو نہیں پہنچے مگر تمام ابواب فقیہ میں اپنے امام کے اصول سے واقف ہوتے ہیں اور غیر منصوص مسائل کو منصوص مسائل پر قیاس کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور یہ علماء کرام بھی عوام کی طرح امام کے مقلد ہوتے ہیں اور عوام بھی ان کے اقوال پر عمل کر کے امام ہی کے مقلد ہوتے ہیں اور یہ بھی میت کی تقلید پر مبنی ہے اور جب حکم اور علت میں امام کی نص موجود ہو تو یہ اس علت کی وجہ سے غیر منصوص کو منصوص کے ساتھ لاحق کر دیتے ہیں اور اگر امام نے صرف حکم بیان کرنے پر اختصار کیا ہو تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس حکم کی علت کو مستنبط کر کے غیر منصوص مسئلہ کو اس حکم کی طرف لاحق کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس شبہ بالحق یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ (روضۃ الطالبین دعوۃ المفتین: ج: 11، ص: 101، 102)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:

جو لوگ کسی امام مجتہد کی طرف منسوب ہوتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں:

1- ایک عوام ہیں جو محض مقلد ہوتے ہیں۔

2- دوسرے وہ علماء جو خود بھی مجتہد ہوتے ہیں اگر ان کا اجتہاد امام کے موافق ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ان کا اجتہاد امام کے اجتہاد کے خلاف ہو تو یہ اپنے اجتہاد پر عمل کریں گے۔

3- تیسری قسم ان علماء کرام کی ہے جو غیر منصوص مسائل کو منصوص مسائل پر قیاس کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں مگر رتبہ اجتہاد پر فائز نہیں ہوتے اگر کسی حکم کے بارے میں امام کی نص صریح ہو تو یہ اس حکم کی علت کا استنباط کرتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ امام کے مذہب کے مطابق یہ حکم اسی طرح ہے اور اگر امام کی نص نہ ہو تو اس کے مشابہ حکم سے تخریج کرتے ہیں۔ (البحر الرائق: ج: 6، ص: 267)

اجتہاد کا ایک دائرہ ہے اور جو چیزیں دائرہ اجتہاد میں نہیں آتیں ان پر اجتہاد نہیں کیا جاتا۔

امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

اعتقادی مسائل میں اجتہاد نہیں کیا جاتا کیونکہ ان میں نظریاتی اختلاف جائز نہیں ہے نہ تمام نظریات حق ہیں صرف ایک نظریہ حق اور صحیح ہے اور باقی باطل اور غلط ہیں اور صحیح نظریہ کا حامل ہی فکر صحیح کا حامل ہے اور باقی گنہگار ہیں۔ جس طرح کہ پانچ نمازیں اور زکوٰۃ کی فرضیت یا وہ ضروریات دینیہ جو عقائد قطعیہ سے ثابت ہیں اور جن پر تمام امت کا اتفاق ہے یہ چیزیں دائرہ اجتہاد میں نہیں ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی چیز میں اختلاف کرے گا وہ گنہگار ہوگا اس لیے اجتہاد کے دائرہ میں مسائل فرعیہ عملیہ ہیں جن میں اختلاف کرنے والا گنہگار نہیں ہے اگر اس کی فکر صحیح نتیجہ پر پہنچی تو اس کے لئے دواجر ہیں ورنہ ایک اجر ہے۔

(المصنفی: ج: 2، ص: 354)

مجتہدین کے طبقات کو چھ حصوں پر منقسم کیا گیا ہے۔

1- مجتہد فی الشرع

یہ آئمہ مذاہب ہیں جو اصول اجتہاد وضع کرتے ہیں۔

2- مجتہد فی المذہب

یہ آئمہ کے تلامذہ ہیں جو اصول اجتہاد میں اپنے استاد کی پیروی کرتے ہیں اور احکام فرعیہ میں اپنے استاد سے دلائل کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں۔

3- مجتہد فی المسائل

یہ اصول اور فروع میں آئمہ مجتہدین کے پیروکار ہیں اور جن مسائل میں امام سے صریح روایت منقول نہ ہو ان میں اجتہاد کرتے ہیں۔

4- اصحاب تخریج

یہ قول مجمل کی تفصیل کرتے ہیں۔

5- اصحاب ترجیح

یہ فقہاء کرام کے مختلف اقوال میں سے ایک کو ترجیح دیتے ہیں۔

6- اصحاب تمیز

یہ لوگ فقہی روایات میں مفتی بہ اور غیر مفتی بہ قول اور قوی اور ضعیف کی تمیز رکھتے ہیں۔ (رد المحتار ج: 1، ص: 72)

پیش آنے والے مسائل میں اہل فتویٰ کا اجتہاد کس طرح ہونا چاہئے اس کے متعلق علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص کا علم، اجتہاد اور عدالت معروف ہو اور لوگ اس کی تعظیم کرتے ہوں اور اس سے مسائل دریافت کرتے ہوں اس سے فتویٰ طلب کرنا اور اس کا منصب افتاء پر فائز ہونا جائز ہے اور جس شخص میں یہ شرائط نہ ہوں اس سے فتویٰ طلب کرنا جائز نہیں ہے۔

مزید لکھتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مجتہد کسی مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دے اور اس کے پاس اس مجتہد کا مذہب منقول نہ ہو لیکن وہ اس مجتہد کے احکام کے مآخذ پر مطلع ہو اور اس مجتہد کے قواعد کے مطابق احکام مآخذ سے مستنبط کر سکتا ہو تو اس کا اس مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا جائز ہے ورنہ نہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

کسی مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ مفتی اس کے مآخذ پر مطلع ہو یا نہ ہو۔

یہ قول مسترد کیے جانے کے لائق ہے۔

اور ابوالحسین نے کہا ہے کہ

غیر مجتہد کا مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا مطلقاً جائز نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

غیر مجتہد کا کسی مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا بلا تکلیف واقع ہے کیونکہ اصحاب مذاہب کے متبحر علماء ہمیشہ دوسرے آئمہ کے مذاہب پر فتویٰ دیتے رہے ہیں اگرچہ وہ اجتہاد مطلق کے درجہ پر فائز نہیں ہوتے تھے اور ان فتوؤں کا کبھی انکار نہیں کیا گیا اور جو شخص کسی مذہب کا غیر متبحر عالم ہو تو اس کے فتویٰ کا انکار کیا جاتا ہے پس کسی مذہب کے مقلد اور متبحر عالم کے فتویٰ کے قبول کرنے اور غیر متبحر عالم کے فتویٰ کے نہ قبول کرنے پر اجماع ہو گیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

یہ اجماع تو غیر مجتہدین کا ہے اور غیر مجتہدین کا اجماع حجت نہیں ہوتا اس لیے اس فتویٰ کا جواز ضرورت کی بناء پر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہر چند کہ یہ علماء کرام مجتہد مطلق تو نہیں ہیں لیکن ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ پیش آمدہ مسائل میں جزوی اجتہاد بھی ختم ہو چکا ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ ارباب افتاء اگرچہ مجتہد مطلق نہیں ہوتے لیکن ان کا پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد کرنا جائز ہے اس بناء پر مفتی بھی مجتہد ہوتے ہیں اور کسی غیر مجتہد مطلق مفتی کا کسی مجتہد مطلق کے مذہب پر فتویٰ دینا ان مجتہدین کے اجماع سے بھی ثابت ہے اور یہ ضرورت کا بھی تقاضہ ہے۔ (التریداتقریر: ج: 3، ص: 346، 347)

اب آخری بحث یہ رہ گئی ہے کہ اجتہاد کا اصل طریقہ کیا ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب مجتہد کے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیا جائے تو پہلے وہ اس کے حل کے لئے نص قرآن تلاش کرے اگر قرآن مجید میں اس کا حکم تلاش نہ کر سکے تو پھر اس کا حکم اخبار متواترہ میں تلاش کرے اگر اخبار متواترہ میں اس کا حکم نہ مل سکے تو پھر اخبار آماد میں اس کا حکم تلاش کرے اور اگر قرآن اور سنت میں اس کا حکم نہ مل سکے تو پھر مذاہب مجتہدین میں اس کا حکم تلاش کرے اگر اس حکم کے متعلق علماء کا اجماع مل جائے تو اس اجماع پر عمل کرے ورنہ قیاس سے اس مسئلہ کا حکم معلوم کرے۔

علامہ وشتانی، امام غزالی اور علامہ ابن عبد السلام سے نقل کر کے لکھتے ہیں: اجتہاد کے لئے قرآن مجید کی صرف ان آیات کو جان لینا کافی ہے جن کا تعلق احکام سے ہے اور علم حدیث تو اب بہت آسان ہو چکا ہے کیونکہ ہر حدیث کی صحت اور ضعف کے بارے میں محققین نے تحقیق کر دی ہے اور اب احادیث کی اس قدر تصنیفات شائع ہو چکی ہیں جن کے بارے میں اندازہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کے سامنے بھی اس قدر احادیث نہیں تھیں اور جن مسائل پر اجماع ہے ان کی بھی کتابوں میں تصریح موجود ہے اس لیے اب اجتہاد کرنا بہت آسان ہو گیا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 5، ص: 15، 16)

قوله انما كان يكفيه ان يتيمم ولعصر او يعصب

آپ ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا کہ اسے اس طرح کرنا چاہئے تھا کہ تیمم کرتا اور زخمی سر پر پٹی باندھ کر اس پر مسح اور باقی بدن کا غسل کرتا۔

اس میں اس چیز کا بیان ہے مگر حدیث نصر بن عاصم میں واقعہ کا ذکر تو ہے مگر تیمم اور غسل کا ذکر نہیں۔ جس طرح کہ ہے۔

حدثنا نصر بن عاصم قوله فبلغ ذلك رسول الله ﷺ

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم .

بَاب فِي الْمُتَيَّمِّ يَجِدُ الْمَاءَ بَعْدَ مَا يُصَلِّي فِي الْوَقْتِ

تیمم کا پانی پانا بعد جس کے وقت میں نماز پڑھ لے

تیمم نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور وقت کے اندر اندر پانی مل گیا اس بارے میں حکم کے متعلق باب ہے

286 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ الْمَسِّيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَجُلَانِ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ فَتَيَمَّمَا صَعِيدًا طَيِّبًا فَصَلَّيَا ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ فَأَعَادَا أَحَدُهُمَا الصَّلَاةَ وَالْوُضُوءَ وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرُ ثُمَّ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْ أَصَبْتَ السُّنَّةَ وَأَجْزَأُكَ صَلَاتُكَ وَقَالَ لِلَّذِي تَوَضَّأَ وَأَعَادَ لَكَ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُ ابْنِ نَافِعٍ يَرْوِيهِ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ عُمَيْرَةَ بْنِ أَبِي نَاجِيَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَذَكَرُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ وَهُوَ مُرْسَلٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخص سفر میں لگے تو نماز کا وقت ہو گیا اور ان کے پاس پانی بھی نہیں

تھا تو ان دونوں نے پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز ادا کی پھر وقت میں پانی میسر ہو گیا تو ایک شخص نے تو وضو کر کے نماز ادا کی مگر دوسرے نے اعادہ نہ کیا پھر دونوں رسول اللہ ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اس کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے اعادہ کرنے والے کو ارشاد فرمایا تو نے سنت کو پالیا اور تمہاری نماز تمہیں کافی ہے اور وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھنے والے کو ارشاد فرمایا کہ آپ کے لئے دوسرے اجر ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو ابن رافع کے علاوہ لیث، عمیرہ بن ابونا جیہ، بکر بن سوادہ، عطاء بن یسار نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث مبارکہ میں ابوسعید کا ذکر محفوظ نہیں یہ مرسل ہے۔ ابو عبد اللہ اسماعیل بن عبید کے مولیٰ سے روایت ہے کہ عطاء بن یسار نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دو اشخاص، اس معنی کے ساتھ آگے بھی ہے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 286، معجم الاوسط: جز: 2، ص: 234، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1، ص: 231، سنن دارقطنی)

یہاں پر تین صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کر کے نماز ادا کر لی اس کے بعد نماز کے وقت میں پانی میسر ہو گیا تو کیا اس صورت میں نماز کا اعادہ ہے یا نہیں؟ آئمہ اربعہ کے نزدیک نماز کا اعادہ نہیں مگر بعض تابعین جیسے عطاء، طاؤس اور زہری وغیرہم کے نزدیک اعادہ واجب ہے اگر پانی حاصل ہو خروج وقت کے بعد تو پھر بلا خلاف اعادہ واجب نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ تیمم کے بعد نماز شروع کرنے سے قبل پانی مل جائے تو اس صورت میں باتفاق آئمہ اربعہ وجہور علماء تیمم باطل ہو جائے گا۔ وضو سے نماز پڑھنا ضروری ہے البتہ داؤد ظاہری اور ابوسلمہ بن عبد الرحمن کا اس بارے میں اختلاف ہے انہوں نے کہا ہے کہ وضو کی ضرورت ہی نہیں اسی تیمم سے نماز پڑھے کیونکہ تیمم اس کی صحت کے شرائط پائے جانے کے بعد کیا گیا تھا جو کہ ایک عمل ہے اور ابطال عمل جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ

تیسری صورت یہ ہے کہ

نماز کی حالت میں پانی مل جائے تو اس صورت میں اختلاف ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہما کے نزدیک تیمم باطل ہو جائے گا اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما کے نزدیک تیمم باطل نہ ہو گا۔

یہ تو تھا آئمہ کے درمیان اختلاف اب اس سے ملتے جلتے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔
فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

نماز پڑھتے میں کسی کے پاس پانی دیکھا اور گمان غالب ہے کہ دے دیگا تو چاہئے کہ نماز توڑ دے اور اس سے پانی مانگے اور اگر نہیں مانگا اور پوری کر لی اب اس نے خود یا اس کے مانگنے پر دے دیا تو اعادہ لازم ہے اور نہ دے تو ہوگئی اور اگر دینے کا گمان نہ تھا اور نماز کے بعد اس نے خود دے دیا مانگنے سے دیا جب بھی اعادہ کرے اور اگر اس نے نہ خود دیا نہ اس نے مانگا کہ حال معلوم ہوتا تو نماز ہوگئی اور اگر نماز پڑھتے میں اس نے خود کہا کہ پانی لو وضو کر لو اور وہ کہنے والا مسلمان ہے تو نماز جاتی رہی توڑ دینا فرض ہے اور کہنے والا کافر ہے تو نہ توڑے پھر نماز کے بعد اگر اس نے پانی دے دیا تو وضو کر کے اعادہ کر لے۔

(فتاویٰ ہندیہ ج: ۱، ص: ۳۳)

اور اسی میں ہے: اگر اپنے ساتھی کے پاس پانی ہے اور یہ گمان ہے کہ مانگنے سے دے دے گا تو مانگنے سے پہلے تیمم جائز نہیں پھر اگر نہیں مانگا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور بعد نماز مانگا اور اس نے دے دیا یا بے مانگے اس نے خود دے دیا تو وضو کر کے نماز کا اعادہ لازم ہے اور اگر مانگا اور نہ دیا تو نماز ہوگئی اور اگر بعد کو بھی نہ مانگا جس سے دینے نہ دینے کا حال کھلتا اور نہ اس نے خود دیا تو نماز ہوگئی اور اگر دینے کا غالب گمان نہیں اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی جب بھی یہی صورتیں ہیں کہ بعد کو پانی دے دیا تو وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے ورنہ ہوگئی۔ (فتاویٰ ہندیہ ج: ۱، ص: ۲۹)

اسی میں ہے: چند اشخاص تیمم کیے ہوئے تھے کسی نے ان کے پاس ایک وضو کے لائق پانی لا کر کہا جس کا جی چاہے اس سے وضو کر لے سب کا تیمم جاتا رہے گا اور اگر وہ سب نماز میں تھے تو نماز بھی سب کی گئی اور اگر یہ کہا کہ تم سب اس سے وضو کر لو تو کسی کا بھی تیمم نہ ٹوٹے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ ج: ۱، ص: ۳۰)

قال ابو داؤد وغیر ابن نافع یرویه

یہاں سے امام ابو داؤد رحمہ اللہ سند میں اختلاف بیان کر رہے ہیں وہ اس طرح کہ لیث کے بعض شاگردوں نے اس حدیث مبارکہ کو لیث سے مرسل اور بعض نے مسنداً ذکر کیا۔

اس میں دوسرا اختلاف یہ ہے کہ

ابن نافع نے لیث و بکر بن سوادہ کے درمیان واسطہ ذکر نہیں کیا اور بعض روایت نے درمیان میں عمیرہ بن ناجیہ کا واسطہ ذکر کیا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

بَابُ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن غسل کرنا

یہ باب جمعہ کے دن غسل کے احکام کے متعلق ہے۔

287 حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ عَنْ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ اتَّحَبَسُونَ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ فَتَوَضَّأْتُ فَقَالَ عُمَرُ وَالْوُضُوءُ أَيْضًا أَوْ لَمْ تَسْمَعُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ

ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جمعہ کے دن حضرت ابو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے وقت ایک شخص حاضر ہوا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نماز سے روکے جاتے ہو۔ اس شخص نے عرض کیا: میں نے اذان سنی تو وضو کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس وضو کیا؟ کیا تو نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کے لئے حاضر ہو تو اسے چاہئے غسل کرے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 287)

288 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنُ قَعْبٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل واجب ہے۔

(معجم الاوسط: ج: 1، ص: 100، معجم الصغیر: ج: 2، ص: 273، الموطا: ج: 1، ص: 117، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 391)

289 حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ أَخْبَرَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ قُضَّالَةَ عَنْ عِيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ رَوَاحٌ إِلَى الْجُمُعَةِ وَعَلَى كُلِّ مَنْ رَاحَ إِلَى الْجُمُعَةِ الْغُسْلُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ إِذَا اغْتَسَلَ الرَّجُلُ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ أَجْزَأَهُ مِنْ غُسْلِ الْجُمُعَةِ وَإِنْ أَجْنَبَ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بالغ کو جمعہ کے لئے جانا چاہئے اور جو جمعہ کے

لئے جائے تو غسل کرے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کسی شخص نے طلوع فجر کے بعد غسل کیا تو وہ غسل جمعہ کو کفایت کرے گا اگرچہ وہ جنبی ہو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 172، المعجم الاوسط: ج: 5، ص: 108، سنن نسائی: ج: 5، ص: 202، شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 116)

290 حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ الْهَمْدَانِيُّ ح حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ ح حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهَذَا حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ يَزِيدُ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ فِي حَدِيثِهِمَا عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَأَبِي أَمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَبَسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ وَمَسَّ مِنْ طَيِّبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَتَخَطَّ أَغْنَاكَ النَّاسَ ثُمَّ صَلَّى مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ ثُمَّ انْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ جُمُعَتِهِ الَّتِي قَبْلَهَا قَالَ وَيَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَيَقُولُ إِنَّ الْحَسَنَةَ بَعَشْرَ أَمْثَالِهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ أَتَمُّ وَلَمْ يَذْكُرْ حَمَّادٌ كَلَامَ أَبِي هُرَيْرَةَ

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اچھے کپڑے کے سوائے کچھ نہ پہنا اور اگر اس کے پاس اچھی خوشبو ہے تو لگائی پھر جمعہ کے لئے آیا اور لوگوں کی گردنوں کے اوپر سے نہ پھلانگا پھر نماز ادا کی جو اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے پھر خاموشی اختیار کی جب امام خروج کر آئے حتیٰ کہ اپنی نماز سے فراغت پالے تو یہ اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان کفارہ بن جائے گا۔ کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تین دن کے گناہ۔ اور فرماتے ہیں کہ بے شک نیکی کا اجر دس گنا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: حدیث محمد بن سلمہ اتم ہے اور حماد نے کلام ابو ہریرہ کو ذکر نہ کیا۔

(مشترک: ج: 1، ص: 419، سنن البیہقی الصغریٰ: ج: 1، ص: 379، شرح السنہ: ج: 1، ص: 255، شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 388)

291 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي هَلَالٍ وَبُكَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَجِّ حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرْقِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَالسَّوَالِكُ وَيَمَسُّ مِنَ الطَّيِّبِ مَا قَلِيلٌ

لَهُ إِلَّا أَنْ بُكِّرَ لَمْ يَذْكُرْ عَبْدَ الرَّحْمَنِ وَقَالَ فِي الطَّيِّبِ وَلَوْ مِنْ طَيِّبِ الْمَرْأَةِ
حضرت عبدالرحمن بن ابوسعید خدری اپنے والد محترم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل کرنا ہے اور مسواک کرنا اور خوشبو مقدر ہو تو لگانا مگر کبیر نے عبدالرحمن کا ذکر نہ کیا اور خوشبو
کے بارے میں کہا کہ اگر چہ عورت کی خوشبو کیوں نہ ہو۔

(اسنن الکبریٰ للنسائی: ج: 1، ص: 519، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 242، سنن النسائی: ج: 5، ص: 210)

292 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْجَرَجَرِيُّ حَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ حَدَّثَنِي
حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنِي أَوْسُ بْنُ أَوْسٍ الثَّقَفِيُّ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ غَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ ثُمَّ بَكَرَ وَابْتَكَرَ
وَمَشَى وَلَمْ يَرْكَبْ وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلٌ سَنَةِ أَجْرُ
صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي
هَلَالٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيْبٍ عَنْ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ
مَنْ غَسَلَ رَأْسَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ ثُمَّ سَاقَ نَحْوَهُ

حضرت ابوالاشعث صنعانی سے روایت ہے کہ حضرت اوس بن ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ
کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور غسل کروایا پھر جلدی گیا اور جلدی لے گیا اور سوار ہو کر
نہ جائے اور امام کے پاس ہو کر سنے اور لغو کلام نہ کرے تو ہر قدم کے عوض ایک سال کے روزے اور قیام کرنے کا
اجر پائے گا۔ عبادہ بن نسی حضرت اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس
نے جمعہ کو اپنے سر کو دھویا اور غسل کیا۔ آگے اسی حدیث مبارکہ جیسا روایت کیا۔

(معجم الکبیر: ج: 1، ص: 215، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 389، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 229، سنن ترمذی: ج: 2، ص: 320)

293 حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَقِيلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَصْرِيَّانِ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ ابْنُ أَبِي
عَقِيلٍ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَسَّ مِنْ
طَيِّبٍ امْرَأَتَهُ إِنْ كَانَ لَهَا وَلِبَسَ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهِ ثُمَّ لَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ وَلَمْ يَلْغُ عِنْدَ
الْمَوْعِظَةِ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهُمَا وَمَنْ لَغَا وَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ كَانَتْ لَهُ ظُهُرًا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بروز جمعہ غسل کیا
اور اپنی زوجہ کی خوشبو سے لگایا اگر اس کی ہو تو؟ اور اپنے اچھے کپڑے پہنے پھر لوگوں کی گردنوں سے نہ پھلانا اور تقریر

Marfat.com

الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بروز جمعہ جنابت کا غسل کیا پھر چلا گیا تو گویا اونٹ کی قربانی کا ثواب پایا جو دوسری گھڑی میں پہنچا تو گویا گائے کی قربانی کا ثواب پایا جو تیسری گھڑی پہنچا تو گویا مینڈھے کی قربانی کا ثواب پایا جو چوتھی گھڑی پہنچا تو گویا مرغ کا ثواب پایا جو پانچویں گھڑی پہنچا تو گویا انڈے کا ثواب پایا اور جب امام خطبہ کے لئے نکلتا ہے تو ملائکہ ذکر کی سماعت کے لئے آتے ہیں۔

(الموطا: ج: 1، ص: 101، سنن ابی نعیم: ج: 3، ص: 226، سنن ترمذی: ج: 2، ص: 325، سنن نسائی: ج: 5، ص: 331)

تشریح:

یہاں پر چند ابحاث ہیں۔

پہلی بحث تو یہ ہے کہ جمعہ کا لغت میں کیا شمار ہے اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔

لفظ جمعہ میں دو لغات تو بہت زیادہ مشہور ہیں۔

پہلی لغت تو یہ ہے: نعم المیم

دوسری لغت یہ ہے: بسکون المیم

اور تیسرا قول یہ ہے کہ: بفتح المیم

تو اس صورت میں بمعنی الجامع ہوگا۔

اس کی وجہ تسمیہ میں تفصیل ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: اللہ عز وجل اور اس کا رسول اللہ ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

پھر دوسری بار آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے۔

میں نے کہا: نہیں۔

پھر آپ ﷺ نے تیسری یا چوتھی بار میں ارشاد فرمایا:

یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے باپ آدم (علیہ السلام کی تخلیق) کو جمع فرمایا گیا۔ اس دن جو مسلمان بھی وضو کر کے مسجد میں

جائے پھر اس وقت تک خاموش بیٹھا رہے حتیٰ کہ امام اپنی نماز پڑھ لے تو یہ عمل اس جمعہ اور اس کے بعد کے جمعہ کے گناہوں کا

کفارہ ہو جائے گا بشرطیکہ اس نے خون ریزی سے اجتناب کیا ہو۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 23729)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: ابو سلمہ نے کہا: پہلے جمعہ کے دن کو العروبة کہا جاتا تھا اور

سب سے پہلے جس نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا وہ کعب بن لوی ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

سب سے پہلے انصار نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا۔

امام ابن سیرین نے کہا: نبی کریم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے اور جمعہ کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے اہل مدینہ جمع ہوئے اور ان ہی لوگوں نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا۔

انہوں نے کہا: یہود کا بھی ایک دن ہے جس میں وہ عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور ہر سات دنوں میں ان کا ایک مقدس دن ہے اور وہ السبت (سنیچر) ہے اور نصاریٰ کے لئے بھی اس کی مثل ایک دن ہے اور وہ اتوار کا دن ہے پس آؤ ہم بھی ہفتہ میں ایک دن معین کریں جس میں ہم سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اس دن خصوصی نماز پڑھیں۔

پھر انہوں نے کہا: یہود نے ہفتہ کا دن معین کیا اور نصاریٰ نے اتوار کا دن معین کیا ہے۔

پھر ہم یوم العروۃ کا دن معین کرتے ہیں پھر وہ سب حضرت اسعد بن زرارہ (ابو امامہ) رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہوں نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور ان کو وعظ کیا پھر جس دن وہ جمع ہوئے تھے اس دن کا نام انہوں نے یوم الجمعہ رکھا۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز: 18، ص: 88)

علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں: امام حاکم اور امام ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل دن جمعہ ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن فوت ہوئے اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن قیامت ہوگی اسی دن مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ پر درود شریف کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ ﷺ وصال فرما چکے ہوں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر اجسام انبیاء کرام علیہم السلام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ

اس دن کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس دن تمہارے والد محترم حضرت آدم علیہ السلام کا خیر تیار کیا گیا اسی دن صور ہوگا اسی دن حشر ہوگا

اسی دن حساب ہوگا اسی دن کے آخر میں تین ساعات ہیں جن میں سے ایک ساعت وہ ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرے قبول ہو جاتی ہے۔ (زاد المعاد: ج: 2، ص: 98)

علامہ ابن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں: جس دن کو زمانہ جاہلیت میں عروبہ کہا جاتا ہے وہی دن زمانہ اسلام میں جمعہ قرار پایا ہے اس دن کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن عبادت کے لیے بہت زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں جس طرح بہت زیادہ لعنت کرنے والے شخص کو لغت میں لعنہ کہا جاتا ہے۔

علامہ ثعلب نے کہا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے اس دن کو جمعہ کا نام دیا وہ رسول اللہ ﷺ کے جد امجد کعب بن لوی تھے اس سے پہلے اس دن کو عروبہ کہا جاتا تھا۔

علامہ سہلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ ہر چند کہ کعب بن لوی نے سب سے پہلے عروبہ کو جمعہ کا نام دیا مگر عروبہ کا یہ نام زمانہ اسلام میں مشہور ہوا ہے۔ علامہ سہلی نے لکھا ہے کہ

کعب بن لوی اس دن لوگوں کو جمع کرتے اور ان کے سامنے تقریر کرتے جس میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بارے میں خبر دیتے اور یہ بتلاتے کہ آپ ان کی اولاد میں سے مبعوث ہوں گے اور انہیں آپ ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کی نصیحت کرتے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ پہلا جمعہ مدینہ منورہ میں پڑھا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جمعہ کو جمعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے خلقت آدم (علیہ السلام) کو جمع کیا۔ علامہ ثعلب نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس دن قریش دار الندوہ میں جمع ہوتے تھے اس لیے یہ دن جمعہ کہلایا۔

بہر حال اکثر علماء کا نظریہ یہی ہے کہ اس دن کو زمانہ اسلام میں جمعہ کہا گیا۔ (لسان العرب: ج: 8، ص: 59)

دوسری بحث یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے۔ قولہ قال الغسل يوم الجمعة على كل محتلم فرمایا کہ ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت مستحبہ ہے اور ان احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ کا حکم استحباب پر محمول ہے اور جس حدیث مبارکہ میں ہے۔

قال غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم
اس حدیث مبارکہ میں واجب، ثابت اور متاکد کے معنی میں ہے۔

اس سے وجوب اصطلاحی مراد نہیں ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں:

1- واجب 2- سنت 3- مستحب

مدونہ میں یہی ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے اور اس کا ترک جائز نہیں مگر اصحاب مالک کا نظریہ یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔

امام مالک کا استدلال بعض احادیث مبارکہ کے ظاہری الفاظ سے ہے۔ جو کہ یہ ہے غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم

ہم نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ

یہ امر استحبالی ہے اور واجب کا معنی ثابت ہے تاکہ تمام روایات میں تطبیق ہو جائے تعارض نہ رہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

ہر حکم وجوب معلول بالعلت ہے یعنی اگر ایسا موقع ہو کہ لوگوں کے پسینے نکلنے کی وجہ سے بو آ رہی ہو جس سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف پہنچے تو غسل واجب ہوگا اگر یہ علت نہ ہو تو واجب نہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

کان فمسخ

جمہور کا استدلال ان احادیث مبارکہ سے ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو اچھی بات ہے اور جس نے غسل کیا تو اس میں زیادہ

فضیلت ہے۔ (جامع ترمذی: ص 98)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کے لئے آیا اور خاموش بیٹھ کر (خطبہ) سنا اس

کے ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اور اسی باب کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک صحابی صرف وضو کر کے دوران خطبہ جمعہ کے لئے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیر سے آنے اور غسل نہ کرنے پر ملامت کی۔

دیکھیں اگر غسل واجب ہوتا تو صحابی اس کو ترک نہ کرتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو حکم دیتے کہ غسل کر کے آئیں اور جب انہوں نے حکم نہیں دیا تو معلوم ہوا کہ ان دونوں کے نزدیک غسل جمعہ واجب نہیں ہے۔

سوال: رہا یہ سوال کہ

جواب: مستحب کے تارک پر ملامت نہیں کی جاتی تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابی کو کیوں ملامت کی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس کو ملامت کی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملامت کر کے اس بات پر متنبہ کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسے آدمی ہیں جو لوگوں کے لئے مقتدی ہیں لہذا ان کو غسل ترک نہیں کرنا چاہئے تھا۔ یہاں پر وجوہ نہیں فرمایا گیا جس سے ثابت ہوا کہ غسل سنت مستحبہ ہوا۔

تنویر الابصار میں ہے: جمعہ، عید، بقر عید، عرفہ کے دن اور احرام باندھتے وقت غسل کرنا سنت ہے اور وقوف عرفات وقوف مزدلفہ و حاضری حرم و حاضری سرکار اعظم و طواف و دخول منیٰ اور جمروں پر کنکریاں مارنے کے لئے تینوں دن اور شب برات اور شب قدر اور عرفہ کی رات اور مجلس میلاد شریف اور دیگر مجالس خیر کی حاضری کے لئے اور مردہ نہلانے کے بعد اور مجنون کو جنون جانے کے بعد اور غشی سے افاقہ کے بعد اور نشہ جاتے رہنے کے بعد اور گناہ سے توبہ کرنے اور نیا کپڑا پہننے کے لئے اور سفر سے آنے والے کے لئے، استحاضہ کا خون بند ہونے کے بعد، نماز کسوف و خسوف و استسقاء اور خوف و تاریکی اور سخت آندھی کے لئے اور بدن پر نجاست لگی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کس جگہ ہے ان سب کے لئے غسل مستحب ہے۔

(تنویر الابصار و در مختار: ج: 1، ص: 339 تا 342)

تیسری بحث

تیسری بحث یہاں پر یہ ہے کہ

جمعہ کے دن غسل نماز کے لئے ہے یا جمعہ کے دن کے لئے ہے۔

آئمہ اربعہ اور جمہور علماء کرام کے نزدیک یہ غسل جمعہ کی نماز کے لئے ہے اور امام محمد، حسن بن زیاد و داؤد ظاہری کے

نزدیک جمعہ کے دن کے لئے ہے۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ

صحیح یہ ہے کہ یہ غسل نماز جمعہ کے لئے ہے اور یہی ظاہر الروایۃ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے۔

چوتھی بحث

چوتھی بحث یہ ہے کہ

غسل جنابت غسل جمعہ کے لئے کافی ہو جاتا ہے یا نہیں ہے۔

تو علامہ شعرانی نے آئمہ ثلاثہ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ غسل جنابت غسل جمعہ کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کا خلاف نقل کیا یعنی غسل جنابت غسل جمعہ کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ مگر علامہ عینی رحمہ اللہ نے احناف کا مسلک مطلقاً کفایت کرنے کا قول نقل کیا ہے خواہ غسل جمعہ کی نیت کرے یا نہ کرے اور باقی آئمہ ثلاثہ کے نزدیک کفایت کے لئے نیت ضروری ہے۔

پانچویں بحث

پانچویں بحث یہ ہے کہ

نماز جمعہ پڑھنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

علامہ کمال ابن الہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

نماز جمعہ پڑھنا فرض قطعی ہے اس کی فرضیت کتاب، سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ (البقرہ: 9)

جب جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔

اور سنن ابوداؤد میں طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنا واجب ہے سوا چار اشخاص کے۔

4- غلام

2- عورت

3- بچہ

4- اور مریض۔

اور سنن بیہقی میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بچہ، غلام اور مسافر کے سوا ہر شخص پر نماز جمعہ پڑھنا واجب ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے تین بار نماز جمعہ بغیر عذر (شرعی) کے ترک کیا اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا

دیتا ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: نماز جمعہ کے وجوب کی شرائط یہ ہیں:

1- آزادی

2- مرد ہونا

3- مقیم ہونا

4- تندرست ہونا

- 5- آنکھوں اور ٹانگوں کا سلامت ہونا 6- شہر
7- جماعت 8- خطبہ
9- سلطان 10- جمعہ کا وقت

11- اذن عام۔ (فتح القدیر: ج 2، ص 221-222)
علامہ علاء الدین محمد بن علی محمد حنفی متوفی 1038ھ لکھتے ہیں:
نماز جمعہ فرض عین ہے اور اس کا انکار کفر ہے کیونکہ اس کا ثبوت بھی قطعی ہے اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے۔
نماز جمعہ پڑھنے کے جواز کی سات شرائط ہیں۔

1- پہلی شرط یہ ہے کہ

جمعہ صرف شہر میں فرض ہے گاؤں اور دیہات میں جمعہ فرض نہیں ہے اور شہر کا ثبوت اس حدیث مبارکہ سے ہے۔
حادث بیان کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ جمعہ جامع شہر کے بغیر ہوگا نہ تشریق۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5189)
ابو عبد الرحمن سلمی سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ جمعہ جامع شہر کے بغیر ہوگا نہ تشریق اور وہ بصرہ

کوفہ مدینہ منورہ مصر شام جزیرہ یمن

اور یمامہ کو شہر میں شمار کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5191)

شہر کی معتمد تعریف جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ

وہ بڑا شہر ہو جس میں گلیاں اور بازار ہوں اور اس کے مضافات ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو مظلوم کا حق ظالم سے لینے پر قادر ہو اور اس میں ایسا عالم دین ہو جو پیش آمدہ مسائل میں شرعی رہنمائی کر سکتا ہو۔ (رد المحتار: ج 3، ص 7)

2- دوسری شرط یہ ہے کہ

جمعہ کی نماز سلطان پڑھائے یا وہ شخص جو سلطان کی طرف سے مقرر ہوتا ہم مسلمان جس کے نماز جمعہ پڑھانے پر راضی ہوں وہ نماز جمعہ پڑھا سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اقامت سلطان بمعنی ضرور شرط جمعہ ہے اور یہاں بوجہ تعذر تعیین مسلمین قائم مقام تعیین سلطان ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج 3، ص 740)

3- تیسری شرط یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لئے ظہر کا وقت ہو۔

4- چوتھی شرط یہ ہے کہ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ دیا جائے دو خطبے دینا اور ان کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔

5- پانچویں شرط یہ ہے کہ جماعت کے سامنے خطبہ دیا جائے۔

خلاصہ میں تصریح ہے کہ

ایک شخص کا ہونا بھی کافی ہے۔

6- چھٹی شرط یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لئے امام کے سوا جماعت ہو اور اس میں کم از کم تین آدمی ضروری ہیں۔

7- ساتویں شرط یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لئے اذن عام ہو، مسجد کے دروازے آنے والوں کے لئے کھلے ہوں۔ ہاں! اگر

دشمن کے خطرہ کی بناء پر یا عادت قدیمہ کی بناء پر قلعہ کے دروازے بند کر دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار: ج 3، ص 245)

چھٹی بحث

قوله فاستمع ولم یبلغ

یہاں پر چھٹی بحث یہ ہے کہ خطبہ کے دوران خاموش رہنا واجب ہے یا مکروہ۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک خاموش رہنا واجب اور بات کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہیں۔

1- مکروہ تحریمی

2- مکروہ تنزیہی

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

اگر اس تک آواز آرہی ہے تو خاموش رہنا واجب ہے ورنہ نہیں۔

در مختار میں ہے۔

خطبہ جمعہ کے علاوہ اور خطبوں کو سننا بھی واجب ہے مثلاً

خطبہ عیدین و نکاح وغیرہما۔ (در المختار: ج 3، ص 40)

ساتویں بحث

قوله ثم راح

جو شخص جمعہ کے دن پہلی ساعت میں جائے گا اس کو اونٹ کے صدقہ کا ثواب ہوگا اور جو دوسری ساعت میں جائے گا اس کو

گائے کے صدقہ کا ثواب ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس جمہور فقہاء اور آئمہ کے نزدیک اس ساعت سے مراد زوال کے بعد پہلا

لحہ پھر دوسرا لمحہ ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے مراد جمعہ کی صبح کے بعد پہلی ساعت پھر دوسری ساعت ہے۔

آٹھویں بحث

قوله ومن راح في الساعة الخ

یہاں پر ساعت جمعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

ساعت کی تعیین میں اختلاف ہے۔

بعض علماء کرام نے اس حدیث مبارکہ میں نماز کو لغوی معنی پر محمول کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ

اس سے مراد دعا ہے اور یہ ساعت جمعہ کے دن عصر کے بعد سے لے کر مغرب تک ہوتی ہے۔

بعض علماء کرام نے کہا کہ

امام کے آنے سے لے کر نماز جمعہ سے فارغ ہونے تک یہ ساعت ہے۔

بعض لوگوں نے کہا: امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر فراغت نماز تک یہ ساعت ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز کی فراغت تک ہے۔

اور بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ

یہ ساعت جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی متوفی 1272ھ لکھتے ہیں: اس ساعت کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں۔

زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ

امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر فراغت نماز تک یہ ساعت ہے۔

معراج میں ہے کہ

خطبہ کے دوران دل میں دعائیں لگے کیونکہ خطبہ کے دوران سکوت کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ

یہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔

اس حدیث مبارکہ کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ طحاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ساعت جمعہ کے بیالیس اقوال میں سے یہ دو قول زیادہ صحیح ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ

ساعت جمعہ ان دو وقتوں میں گھومتی رہتی ہو۔ لہذا ان دو وقتوں میں دعا کرنی چاہئے۔

ظاہر یہ ہے کہ

یہ ایک لطیف ساعت ہے اور ہر شہر اور ہر خطیب کے اعتبار سے اس کا وقت بدلتا رہتا ہے کیونکہ جس وقت ایک شہر میں دن ہوتا ہے دوسرے شہر میں رات ہوتی ہے اور جس وقت ایک شہر میں ظہر ہوتی ہے دوسرے شہر میں عصر ہوتی ہے۔ بہر حال سورج جس درجہ پر بھی حرکت کرتا ہے اس کی حرکت سے یہ ساعت کسی قوم پر طلوع ہوتی ہے اور کسی قوم پر غروب ہو جاتی ہے۔

(رد المحتار: ج: ۱، ص: ۷۷۲-۷۷۳)

نویں بحث

قوله ومشی ولم یزلک

اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کے لئے سعی ماثیاء افضل ہے نہ کہ راکبا چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر مستقل باب قائم کیا ہے۔

باب المشی الی الجمعة

دسویں بحث

جمعہ کا وقت کیا ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ اور جمہور فقہاء کرام کا مسلک یہ ہے کہ زوال آفتاب کے بعد نماز جمعہ جلد پڑھنی چاہئے۔

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک زوال آفتاب سے پہلے نماز جمعہ جائز ہے۔

قوله ثم یکر وابتکر

یہاں پر سوال یہ ہے کہ جمعہ کی تحریف سعی کرنا کس وقت واجب ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

علامہ محمد بن علی بن محمد رحمہم اللہ حنفی متونی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: زیادہ صحیح یہ ہے کہ پہلی اذان کے ساتھ جمعہ کی طرف سعی کرنا واجب ہے اگرچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھی۔

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز شامی حنفی متونی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: شرح المنیر میں مذکور ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس اذان پر سعی واجب ہے جو منبر کے سامنے دی جاتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہی اذان اول تھی حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اذان ثانی شروع کی جب زیادہ لوگ ہو گئے تو مقام زوراء پر یہ اذان دی جاتی تھی۔

اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ

وقت کے اعتبار سے یہی اذان اول ہے جو کہ زوال کے بعد منارہ پردی جاتی تھی۔ (در مختار و رد المحتار: ج: 3، ص: 35)

گیارہویں بحث

گیارہویں بحث فضائل نماز جمعہ کے متعلق ہے کہ نماز جمعہ کی تاکید کے ساتھ نماز جمعہ کے فضائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ حصول رضا الہی عزوجل کے لئے فضائل نماز جمعہ پر چند احادیث مبارکہ نقل کرتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کو آیا اور (خطبہ) سنا اور چپ رہا اس کے لئے مغفرت ہو جائے گی ان گناہوں کی جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہیں اور تین دن اور جس نے کنکری چھوئی اس نے لغو کیا یعنی خطبہ سننے کی حالت میں اتنا کام بھی لغو میں داخل ہے کہ کنکری پڑی ہو اسے ہٹا دے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 857)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کفارہ ہے ان گناہوں کے لئے جو اس جمعہ اور اس کے بعد والے جمعہ کے درمیان ہیں اور تین دن زیادہ اور یہ اس وجہ سے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو ایک نیکی کرے اس کے لئے دس مثل ہیں۔ (مجموع الکبیر: رقم الحدیث: 3459)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو پانچ چیزیں ایک دن میں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنتی لکھ دے گا۔

1- جو مریض کو پوچھنے جائے

2- جنازے میں حاضر ہو

3- روزہ رکھے

4- جمعہ کو جائے

5- اور غلام کو آزاد کرے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2760)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت صدیق اکبر و عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

فرماتے ہیں کہ

جو جمعہ کے دن نہائے اس کے گناہ اور خطائیں مٹا دی جاتی ہیں اور جب چلنا شروع کیا تو ہر قدم پر بیس نیکیاں لکھی جاتی

ہیں۔

اور دوسری روایت میں ہے۔

ہر قدم پر بیس سال کا عمل لکھا جاتا ہے اور جب نماز سے فارغ ہو تو اسے دوسو برس کے عمل کا اجر ملتا ہے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 292، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3397)

☆ قوله اذ دخل رجل

یہ آنے والے شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے جس طرح کہ مسلم شریف کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اذان کے بعد تاخیر سے آتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! اذان کے بعد میں نے بلاتا خیر وضو کیا اور پھر مسجد میں آ گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور وضو پر اختصار کرنا۔ کیا تم لوگوں نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا جب تم میں سے کوئی شخص نماز جمعہ کے لئے آئے تو غسل کرے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1852)

☆ قوله ويقول ابو هريرة و زيادة ثلاثة

اس حدیث مبارکہ کے راوی حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں ہیں اب تک جو الفاظ حدیث آئے وہ دونوں کے مشترک تھے اور زیادہ ثلاثہ ایام کے الفاظ صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں نہیں ہیں۔

☆ قوله ويمس من الطيب ما قدر له

یہ تو سنن ابوداؤد کے الفاظ ہیں مگر صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

ما قدر عليه .

اس میں دو احتمال ہیں۔

1- یا اس سے مراد تکثیر ہے کہ جتنی بھی لگا سکے لگائے۔ 2- یا تاکید ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو لگانی چاہئے۔

☆ قوله من غسل يوم الجمعة و اغتسل

غسل تخفیف اور تشدید دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور دونوں صورتوں میں دو معانی کا احتمال ہوگا۔

1- یا اس سے مراد راس بالخطمی وغیرہ ہے۔ 2- یا اس سے مراد جماع ہے۔

اس صورت میں اس کا مفعول محذوف ہوگا۔

ای من غسل امراته

عرب کے محاورہ میں غسل امراتہ جماع کے معنی میں مستعمل ہے اس لیے جو اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے گویا وہ اپنے کو

غسل پر آمادہ کرتا ہے۔

☆ قوله ثم بکرو ابتکر

ان دونوں کو بعض علماء کرام نے تاکید پر محمول کیا ہے اور ان سے ایک ہی معنی مراد لیے ہیں یعنی نماز کے لئے سویرے

جانا۔

اور کہا گیا ہے کہ

اول کا تعلق نماز سے ہے اور ثانی کا تعلق خطبہ یعنی گیا نماز کے لئے سویرے اور اول خطبہ کو پایا یہ ابتکر باکورة سے ماخوذ ہے

ہر چیز کے اول کو باکورة کہا جاتا ہے۔

باکورة کل شی اولہ

☆ قوله ودنا من الامام

اس سے پتہ چلتا ہے کہ خطبہ کے وقت امام کا قرب افضل ہے اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے کتاب الجمعہ میں اس پر مستقل

باب باندھا ہے جو کہ موسوم ہے۔

باب الدنو من الامام عند الموعظة

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم .

بَاب فِي الرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن غسل ترک کرنے میں رخصت

اس باب میں غسل ترک کرنے میں رخصت عطا فرمائی گئی ہے۔

298 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرِوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

كَانَ النَّاسُ مُهَانَ أَنْفُسِهِمْ فَيُرْوَحُونَ إِلَى الْجُمُعَةِ بِهَيْئَتِهِمْ فَقِيلَ لَهُمْ لَوْ اغْتَسَلْتُمْ

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لوگ مزدوری کی حالت میں جمعہ کی

نماز کے لئے جاتے تو ان سے فرمایا جاتا اگر تم غسل کرتے۔

(موطا: ج: 1، ص: 127، شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 117)

299 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي

عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ جَاءُوا فَقَالُوا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ وَاجِبًا قَالَ لَا وَلَكِنَّهُ أَطْهَرُ وَخَيْرٌ لِمَنْ اغْتَسَلَ وَمَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ
بِوَاجِبٍ وَسَأَخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدَأَ الْغُسْلُ كَانَ النَّاسُ مَجْهُودِينَ يَلْبَسُونَ الصُّوفَ وَيَعْمَلُونَ
عَلَى ظُهُورِهِمْ وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ ضَيْقًا مُقَارِبَ السَّقْفِ إِنَّمَا هُوَ عَرِيشٌ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمٍ حَارٍّ وَعَرِقَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ الصُّوفِ حَتَّى ثَارَتْ مِنْهُمْ رِيَاخٌ
أَذَى بِذَلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الرِّيَاخَ قَالَ
أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا كَانَ هَذَا الْيَوْمَ فَاغْتَسِلُوا وَلَيَمَسَّ أَحَدُكُمْ أَفْضَلَ مَا يَجِدُ مِنْ دُھْنِهِ وَطِيبِهِ
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ جَاءَ اللَّهُ بِالْخَيْرِ وَلَبَسُوا غَيْرَ الصُّوفِ وَكَفُّوا الْعَمَلَ وَوَسَّعَ مَسْجِدَهُمْ
وَذَهَبَ بَعْضُ الَّذِينَ كَانَ يُؤْذِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا مِنَ الْعَرِقِ

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ اہل عراق کے چند لوگ آکر کہنے لگے کہ اے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کیا آپ ﷺ جمعہ
کے دن کے غسل کو واجب قرار دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! اور جو غسل کرے گا تو اس میں پاکی اور خیر
ہے اور جو غسل نہ کرے گا تو اس پر واجب نہیں ہے اور میں آپ لوگوں کو خبر دیتا ہوں کہ غسل کا آغاز کس طرح ہوا۔
لوگ مفلس ہوتے تھے اور ان کا لباس زیب تن کرتے تھے اور اپنی پشت پر وزن اٹھاتے تھے اور ان لوگوں کی مسجد
تنگ ہوتی تھی چھت نیچے ہوتی تھی گویا کہ جھونپڑا ہے۔ ایک گرمی کے دن رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے
تشریف لائے اور لوگوں نے موٹے اونٹنی لباس زیب تن کیے ہوئے تھے حتیٰ کہ بعض کی بوبعض کواذیت پہنچا رہی تھی
جب رسول اللہ ﷺ نے اس بو کو محسوس کیا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! جب یہ دن ہو تو غسل کیا کرو
اور جو تم میں سے کسی کو افضل تیل اور خوشبو ملے تو لگا لیا کرو۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے ان
لوگوں کے احوال کو درست فرمادیا اور وہ اونٹنی موٹے لباس کے علاوہ زیب تن کرنے لگ گئے، کام تقسیم ہو گیا ان کی
مسجد وسیع ہو گئی اور بعض لوگوں کی جو بوبعض کواذیت دیتی تھی وہ ختم ہو گئی۔

(مسند رک: جز: 1، ص: 416، معجم الکبیر: جز: 11، ص: 219)

300 حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا هَمَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَلَعْمَتْ وَمَنْ اغْتَسَلَ فَبُهِوَ
أَفْضَلُ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے وضو کیا تو فہم ہوا اور اچھا کیا اور جس
نے غسل کیا تو وہ افضل ہے۔

(معجم الاوسط: جز: 7، ص: 374، سنن الکبریٰ: جز: 1، ص: 295، سنن ترمذی: جز: 2، ص: 322، سنن ترمذی: جز: 5، ص: 218)

تشریح:

جمعہ کے دن غسل کے سلسلہ میں دو قسم کی روایات ہیں بعض سے وجوب مستفاد ہوتا ہے اور بعض سے عدم وجوب مگر جن سے وجوب ثابت ہوتا ہے اس میں واجب، ثابت اور متاکد کے معنی میں ہے اس سے وجوب اصطلاحی مراد نہیں ہے اور جن سے عدم وجوب مستفاد ہوتا ہے تو ان سے سنت مستحبہ مراد ہے جس طرح کہ امام ابو حنیفہ

امام شافعی

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

اور جمہور فقہاء کا مسلک ہے۔

اور امام مالک رحمہ اللہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں:

3- مستحب

2- سنت

1- واجب

مدونہ میں یہی ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے اور اس کا ترک جائز نہیں ہے مگر اصحاب مالکیہ کا نظریہ یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔

☆ قوله كان الناس مهان انفسهم

مہنان جمع مہان کی بمعنی خادم یعنی اسلام کے شروع میں فتوحات سے پہلے لوگ اپنے خادم خود ہی ہوتے تھے ان کے غلام یا نوکر نہیں تھے اپنی مزدوریاں اور کام خود کرتے تھے جس کی وجہ سے بدن اور کپڑوں سے بو پیدا ہو جاتی تھی اس سے قبل نبی کریم ﷺ نے غسل کا حکم نہیں دیا تھا اسی وجہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان اسی حال میں جمعہ کی نماز پڑھنے چلے جاتے تھے تو جب یہ بو کا عالم دیکھا تو ان کو ارشاد فرمایا کہ غسل کر لیا کرو تو بہتر ہے۔

☆ قوله من توضا فبها و نعمت

ای بالسنة و نعمت السنة هي

یہاں پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ سنت تو غسل ہے نہ کہ وضو۔

تو تقدیر عبارت یہ اولیٰ ہے۔

فبالرخصة احد و نعمت الرخصة

1- نعمت کسرتون اور سکون عین کے ساتھ

اس باب کا حاصل کلام یہ ہے۔

جمعہ کے دن غسل کرنا سنت مستحبہ ہے واجب نہیں اگر کسی مجبوری کے بغیر غسل نہ کیا تو ثواب کو ضائع کیا۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يُسَلِّمُ فَيُؤَمِّرُ بِالْغُسْلِ

اسلام لانے والے شخص کو غسل کا حکم دیا جائے

اس باب میں اسلام لانے والے شخص کے غسل کے متعلق حکم فرمایا گیا ہے۔

— ❖ — ❖ — ❖ —

301 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْرَبِيُّ عَنْ خَلِيفَةَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ جَدِّهِ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ الْإِسْلَامَ فَأَمَرَنِي أَنْ أَغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَيَسْدِرَ

حضرت خلیفہ بن حصین کے جد امجد حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اسلام لانے کا ارادہ لے کر نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا کہ پیری کے پتوں والے پانی سے غسل کروں۔

(معجم الاوسط: ج: 7، ص: 122، معجم الکبیر: ج: 18، ص: 338، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 171، سنن ترمذی: ج: 2، ص: 485)

302 حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرْتُ عَنْ عُثَيْمِ بْنِ كَلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَدْ أَسْلَمْتُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ يَقُولُ أَحْلِقُ قَالَ وَ أَخْبَرَنِي الْخَوَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا خَيْرَ مَعَهُ أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ وَ اخْتَتِنِ

عثیم بن کلیب نے اپنے والد محترم اور دادا محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ میں مسلمان ہو گیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ کفر کے زمانہ والے بال منڈواؤ فرماتے حلق کرواؤ۔ اور کہا۔ مجھے دوسرے شخص نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے ساتھ جانے والے دوسرے شخص سے فرمایا اپنے کفر کے زمانہ کے بال اتروا دو اور ختنہ کرواؤ۔

(سنن البیہقی: ج: 7، ص: 304، مسند احمد: ج: 30، ص: 483، مسند عبد الرزاق: ج: 8، ص: 10، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ج: 1، ص: 444)

تشریح:

اسلام لانے کے بعد یا ارادۂ اسلام کے وقت غسل کرنے میں اختلاف ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً واجب ہے۔

آئمہ ثلاثہ جن میں احناف بھی ہیں ان کے نزدیک بوقت اسلام اگر کوئی شخص جنبی ہو تو اس پر غسل واجب ہے ورنہ صرف

مستحب ہے مگر اختلاف اس میں ہے کہ اگر اسلام لانے سے قبل جنبی تھا اور اس نے غسل کر لیا تھا اس کے بعد اسلام لایا تو یہ غسل جو بحالت کفر کیا آیا یہ معتبر ہوگا یا نہیں؟

اجناف کے نزدیک غسل کافر معتبر ہے جمہور کے نزدیک معتبر نہیں کیونکہ ان کے نزدیک صحت غسل کے لئے نیت شرط ہے اور کافر کی نیت معتبر نہیں۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر زمانہ کفر میں وہ جنابت کی حالت میں تھا تو اس پر غسل واجب ہوگا خواہ اس نے غسل کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

بعض مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ اسلام کی وجہ سے اس سے غسل ساقط ہو گیا جس طرح کہ دوسرے گناہ ساقط ہو جاتے ہیں مگر یہ قول ضعیف ہے اور اگر اسلام سے پہلے وہ جنبی نہ تھا تو پھر اس کا غسل کرنا مستحب ہے یہ ہمارا اور امام مالک رحمہ اللہ کا اور دوسرے فقہاء کرام کا مذہب ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ اور دوسرے فقہاء کرام نے کہا ہے کہ اس پر غسل کرنا واجب ہے۔ مزید راقم ہیں۔

جب کوئی کافر اسلام لانے کا ارادہ کرے تو فوراً اسلام لائے اور غسل کی بناء پر اس کو مؤخر نہ کرے اور نہ کسی شخص کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اس کو غسل کی اجازت دے بلکہ اس کو فوراً اسلام لانے کا حکم دے اس کے بعد وہ شخص غسل کرے۔ بہار شریعت میں ہے۔

کافر مرد یا عورت جب ہے یا حیض و نفاس والی کافرہ عورت اب مسلمان ہوئی اگرچہ اسلام سے پہلے حیض و نفاس سے فراغت ہو چکی۔ صحیح یہ ہے کہ ان پر غسل واجب ہے۔ ہاں اگر اسلام لانے سے پہلے غسل کر چکے ہوں یا کسی طرح تمام بدن پر پانی بہہ گیا ہو تو صرف ناک میں نرم بانسے تک پانی چڑھانا کافی ہوگا کہ یہی وہ چیز ہے جو کفار سے ادا نہیں ہوتی۔ پانی کے بڑے بڑے گھونٹ پینے سے کلی کا فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر یہ بھی باقی رہ گیا ہو تو اسے بھی بجالائیں غرض جتنے اعضاء کا دھلنا غسل میں فرض ہے جماع وغیرہ اسباب کے بعد اگر وہ سب بحالت کفر ہی دھل چکے تھے تو بعد اسلام اعادہ غسل ضروری نہیں ورنہ جتنا حصہ باقی ہوا تھے کا دھولینا فرض ہے اور مستحب تو یہ ہے کہ بعد اسلام پورا غسل کرے۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 324)

قوله شعر الکفر و اخستن

یہاں پر زمانہ کفر کے بالوں کو حلق کر دینے کا حکم ہے اور شعر الکفر سے مراد وہ بال ہیں جو کفر کی علامت اور اس کا شعار

ہیں۔

اور آپ ﷺ نے ختنہ کا بھی حکم ارشاد فرمایا: اب یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ختنہ کا حکم کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور کثیر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا واجب ہے اور امام مالک رحمہ اللہ اور اکثر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا سنت ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ختنہ کرنا مردوں اور عورتوں پر واجب ہے۔ مرد پر واجب ہے کہ وہ اس پوری کھال کو کاٹ دے جس نے حشفہ کو چھپایا ہوتا ہے حتیٰ کہ پورا حشفہ ظاہر ہو جائے اور عورت پر واجب ہے کہ فرج کے اوپر جو کھال ہے اس کا نچلا حصہ کاٹ دے۔

ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ بچپن میں ان دونوں ختنوں کو کرنا جائز ہے واجب نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ولی پر واجب ہے کہ بچہ کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا ختنہ کرادے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

دس سال پہلے ختنہ کرنا حرام ہے۔

اور صحیح قول یہ ہے کہ

ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرنا مستحب ہے۔

یہ تمام قول امام نووی رحمہ اللہ کا ہے۔

علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 680ھ لکھتے ہیں: مردوں پر ختنہ کرنا واجب ہے اور عورتوں پر

ختنہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کی عزت کا سبب ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: مردوں پر یہ حکم شدید ہے کیونکہ مرد جب ختنہ نہیں کرے گا تو اس کی کھال حشفہ پر لٹکی رہے گی اور

اس کے اندر جو کچھ ہے اس کی صفائی نہیں ہو سکے گی اور عورتوں کا معاملہ آسان ہے۔

ابو عبد اللہ نے کہا: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مرد کے معاملہ میں سختی کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ

جو مرد ختنہ نہ کرائے اس کا حج ہے نہ نماز۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ یہ رخصت دیتے تھے کہ جو شخص اسلام لائے وہ اگر ختنہ نہ کرائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

وہ کہتے تھے کہ

کئی سپاہ فام اسلام لائے اور ان میں سے کسی کی تفتیش نہیں کی گئی اور نہ ان کا ختنہ کرایا گیا۔ اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ

شرم گاہ کا چھپانا واجب ہے تو اگر ختنہ کرنا واجب نہ ہوتا تو ختنہ کرنے کے لئے مخنون کی شرم گاہ کو دیکھنا جائز نہ ہوتا۔ نیز یہ مسلمانوں کے شعار میں سے ہے اس لیے دیگر شعائر کی طرح یہ بھی واجب ہوگا اور اگر کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو اور ختنہ کرنے سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس سے ختنہ کا حکم ساقط ہو جائے گا جس طرح کہ غسل وضو وغیرہ کا حکم جان کے خطرہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر اس کو خطرہ نہ ہو تو پھر ختنہ کرنا لازم ہے۔

حنبل نے کہا: میں نے ابو عبد اللہ سے ذی کے بارے میں سوال کیا جب وہ مسلمان ہو تو آیا اس کا ختنہ کیا جائے گا؟ انہوں نے کہا: اس کے لئے ختنہ ضروری ہے۔

میں نے پوچھا: اگر وہ بوڑھا یا بوڑھی ہو؟

انہوں نے کہا: ان کے لئے ختنہ کرنا مستحب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کرایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهٖمَ ط (ج: 78)

(تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)

اور عورتوں کے حق میں بھی ختنہ مشروع ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور مرد کی ختنہ کی جگہ عورت کی ختنہ کی جگہ کو چھو لے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ بیان ہے کہ عورتیں بھی ختنہ کراتی تھیں۔

اور فلاں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت شذاذ بن اوس سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ختنہ کرنا مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے تکریم ہے۔

(المغنی: ج: 1، ص: 63، 64)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: عرب عورتوں کا ختنہ بھی کرتے تھے۔ حصاص نے کتاب

ادب القضاء میں حضرت شذاذ بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ختنہ کرنا مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے تکریم ہے۔

(عمدة القاری: ج: 5، ص: 357)

Marfat.com

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

فتاویٰ ہند یہ ہیں ہے: بوڑھا آدمی مشرف باسلام ہوا جس میں ختنہ کرانے کی طاقت نہیں تو ختنہ کرانے کی حاجت نہیں۔
بالغ شخص مشرف باسلام ہوا اگر وہ خود ہی اپنی مسلمان کر سکتا ہے تو اپنے ہاتھ سے کر لے ورنہ نہیں۔ ہاں اگر ممکن ہو کہ کوئی عورت جو ختنہ کرنا جانتی ہو اس سے نکاح کرے تو نکاح کر کے اس سے ختنہ کرالے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج: 5، ص: 357)

قوله قيس بن عاصم قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم اريد الاسلام
حضرت قيس بن عاصم رضی اللہ عنہ 9 ہجری میں بنو تمیم وفد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسی دوران اسلام لے آئے۔ آپ ﷺ اپنی قوم کے سردار تھے۔ آپ ﷺ نے آپ ﷺ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

هذا سيد اهل الوبر

کسی شخص نے آپ کے تمیذا حنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

کیا تو حلم قیس کو جانتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات پر کسی نے یہ اشعار کہے تھے۔

عليك سلام الله قيس بن عاصم

وما كان قيس هلكه هلك واحد

قوله عن عثيم بن كليب

یہ عثیم، عثیم بن کثیر بن کلب ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْمَرْأَةِ تَغْسِلُ ثَوْبَهَا الَّذِي تَلْبَسُهُ فِي حَيْضِهَا

عورت کا حیض والے کپڑوں کا دھونا

یہ باب عورت کا حیض والے کپڑوں کو دھونے کے حکم میں ہے۔

303 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنِي أُمُّ
الْحَسَنِ بِعَيْنِي جَدَّةُ أَبِي بَكْرٍ الْعَدَوِيُّ عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ
الْحَائِضِ يُصِيبُ ثَوْبَهَا الدَّمَ قَالَتْ تَغْسِلُهُ فَإِنْ لَمْ يَذْهَبِ أَثَرُهُ فَلْتُغَيِّرَهُ بِشَيْءٍ مِنْ صُفْرَةٍ
قَالَتْ وَلَقَدْ كُنْتُ أَحْيِضُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ حِيضٍ جَمِيعًا لَا
أَغْسِلُ لِي ثَوْبًا

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حیض سے لگے خون کے کپڑوں کے بارے میں

پوچھا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو دھوؤ اگر اس کے اثرات نہ ہئیں تو کوئی زرد کروالو۔ ارشاد فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس حائض لاحق ہو جاتا مسلسل تین حیض میں اپنے واسطے کپڑے کو دھوتی نہیں تھی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 408)

304 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ يَذْكُرُ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا كَانَ لِاحْدَانَا إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيضُ فِيهِ فَإِنْ أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ بَلَغَهُ بَرِيقُهَا ثُمَّ قَصَعَتْهُ بِرِيقِهَا

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم میں سے کسی ایک کے پاس بھی ایک سے زائد کپڑے نہیں ہوتے تھے اس میں حیض آتا جب اسے خون لگتا تو اس پر تھوک کر تھوک سے زائل کرتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 13)

305 حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا بَكَّارُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنِي جَدَّتِي قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَسَأَلْتُهَا أَمْرًا مِنْ قُرَيْشٍ عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ الْحَائِضِ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ قَدْ كَانَ يُصَيِّنَا الْحَيْضُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَبَّثُ احْدَانًا أَيَّامَ حَيْضِهَا ثُمَّ تَطْهَرُ فَتَنْظُرُ الثَّوْبَ الَّذِي كَانَتْ تَقْلِبُ فِيهِ فَإِنْ أَصَابَهُ دَمٌ غَسَلْنَاهُ وَصَلَيْنَا فِيهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَصَابَهُ شَيْءٌ تَرَكْنَاهُ وَلَمْ يَمْنَعْنَا ذَلِكَ مِنْ أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِ وَأَمَّا الْمُتَمَشِّطَةُ فَكَانَتْ احْدَانًا تَكُونُ مُتَمَشِّطَةً فَإِذَا اغْتَسَلَتْ لَمْ تَنْقُضْ ذَلِكَ وَلَكِنَّهَا تَحْفِنُ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ فَإِذَا رَأَتْ الْبُكْلَ لِي أَصُولِ الشَّعْرِ ذَلَّكَتُهُ ثُمَّ أَقَاضَتْ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهَا

بکار بن یحییٰ نے فرمایا کہ مجھے میری دادی نے بیان کیا کہ میں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو آپ ﷺ سے قریش کی عورت نے حیض کے کپڑوں سے نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم کو رسول اللہ ﷺ کے عہد مقدس میں حیض لاحق ہو جاتا تو اسی میں رہتی تھیں پھر پاک ہوتیں تو ان کپڑوں کی طرف نظر کرتیں جن کے ساتھ حیض کے دن گزارے اگر تو ان میں خون ہوتا تو اس کو دھو دیتیں اور اسی میں نماز ادا کرتیں۔ اگر ان کو کچھ نہ ہوا ہوتا تو ہم اس کو ترک کر دیتیں اور ہمیں اس میں نماز پڑھنے سے کوئی چیز مانع نہ ہوتی۔ جب کسی ایک کی چوٹی بندھی ہوئی ہوتی تھی تو ویسے ہی رکھتیں اور غسل کے دوران نہ کھولتیں سر پر تین چلو پانی کے ڈال لیتیں جب پک ہو جاتا کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ گیا ہے تو سر کو ملتیں پھر تمام جسم پر پانی پہنچاتیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 407)

306 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْدَرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ سَمِعْتُ أَمْرَأَةً تَسْأَلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَصْنَعُ إِحْدَانَا بِثَوْبِهَا إِذَا رَأَتْ الطُّهْرَ اتَّصَلَى فِيهِ قَالَ تَنْظُرُ فَإِنْ رَأَتْ فِيهِ دَمًا فَلْتَقْرِصْهُ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ وَلْتَضَعْ مَا لَمْ تَرَ وَلْتَصِلْ فِيهِ

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت استفسار کر رہی تھی کہ ہم کپڑوں کا کیا کریں کہ جب ہم نماز کا ارادہ کریں ہم میں سے کوئی خود کو حیض سے مطہر دیکھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اس میں خون دکھائی دے تو کچھ پانی ڈال کر اس کو کھرچ ڈالو۔ جب کچھ نہ ہو تو اسی میں نماز پڑھو۔

(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: 306)

307 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْدَرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ سَأَلْتُ أَمْرَأَةً رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا إِذَا أَصَابَتْ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ قَالَ إِذَا أَصَابَ إِحْدَاكُمُ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضِ فَلْتَقْرِصْهُ ثُمَّ لَتَضَعْهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ لَتَصِلْ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ هَاشِمٍ بِهَذَا الْمَعْنَى قَالَ خُتِيهِ ثُمَّ أَقْرِصِيهِ بِالْمَاءِ ثُمَّ الضَّحِيهِ

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک عورت نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی اپنے کپڑوں میں خون حیض لگا ہوا دیکھے تو کس طرح کرے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو خون حیض لگ جائے تو اس کو کھرچ دے پھر اس کو پانی سے دھوئے پھر نماز پڑھے۔ مسدد، حماد، مسدد، عیسیٰ بن یونس، موسیٰ بن اسماعیل، حماد یعنی ابن سلمہ نے ہشام سے اسی معنی کے ساتھ روایت کر کے دونوں نے کہا کہ پھر اس کو کھرچ دو پھر پانی ڈال کر پھر پانی کے ساتھ دھوؤ۔

(سنن الصغیر للبیہقی: ج: 1، ص: 143، معجم الکبیر: ج: 24، ص: 109، الموطا: ج: 1، ص: 60، صحیح البخاری: ج: 2، ص: 9)

308 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي ثَابِتُ الْحَدَّادُ حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مَحْصَنٍ تَقُولُ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يَكُونُ فِي الثَّوْبِ قَالَ حُكِّهِ بِضَلْعٍ وَاغْسِلِيهِ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ

عدی بن دینار نے حضرت ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے خون

حیض کپڑوں پر لگنے کے متعلق پوچھا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو لکڑی کے ساتھ کھرچو اور بیری کے پتوں والے پانی سے دھوؤ۔

(معجم الکبیر: ج ۲۵، ص ۱۸۲، سنن ابن ماجہ: ج ۲، ص ۲۸۷، سنن البیہقی الکبریٰ: ج ۲، ص ۴۰۷، سنن دارمی: ج ۱، ص ۲۵۶)

309 حَدَّثَنَا النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدْ كَانَ يَكُونُ لِأَحَدَانَا الدَّرْعُ فِيهِ تَحِيضٌ قَدْ تُصِيبُهَا الْجَنَابَةُ ثُمَّ تَرَى فِيهِ قَطْرَةً مِنْ دَمٍ فَتَقْصَعُهُ بَرِيْقَهَا

عطاء سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم میں ہر ایک کے پاس ایک کرتہ ہوا کرتا تھا جو حیض اور جنسی ہونے میں پہنتی تھیں پھر اس میں خون کا قطرہ دیکھتیں تو اپنے تھوک سے ملتیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج ۱، ص ۱۴، سنن دارمی: ج ۱، ص ۲۵۴)

310 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ خَوْلَةَ بِنْتَ يَسَارٍ أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ لَيْسَ لِي إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ وَأَنَا أَحِيضُ فِيهِ فَكَيْفَ أَصْنَعُ قَالَ إِذَا طَهَّرْتِ فَاغْسِلِيهِ ثُمَّ صَلِّي فِيهِ فَقَالَتْ فَإِنْ لَمْ يَخْرُجِ الدَّمُ قَالَ يَكْفِيكَ غَسْلُ الدَّمِ وَلَا يَضُرُّكَ آثَرُهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خولہ بنت یسار نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ تو اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا ہے اور اسی میں حیض آتا ہے تو میں کس طرح کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب پاک ہو تو دھولیا کرو پھر اس میں نماز پڑھا کرو۔ تو اس نے عرض کیا: اگر خون نہ لکے تو؟ ارشاد فرمایا: خون کو دھونا کافی ہوگا اور اس کا نشان ضرر نہیں دے گا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 310)

تشریح:

☆ قوله سالت عائشة عن الحائض يصيب ثوبها الدم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ اگر حائضہ عورت کے کپڑوں میں خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس کو دھو ڈالے پھر رگ خون کے نشان یا رنگت باقی رہ جائے اس کو زرد رنگ کے ذریعے زائل کرے۔ یہاں پر صفرہ سے زعفران ہے یا ورس ہے۔

☆ قوله فاذا اصابه شيء من دم بلته بريقها

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث مبارکہ میں فرماتی ہیں کہ اگر ان کپڑوں پر خون لگ جاتا تو اس کو اپنی تھوک سے تر کر کے

رگڑتی تھیں۔

اس کی تین وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

۱- خون کے مقدارِ قلیل ہونے کی وجہ سے کرتی تھیں جو شرعاً معاف ہے۔

2- تھوک سے ان کو تر کرنا اور رگڑنا زمانہ حیض میں حیض کے ختم ہونے کے بعد نہیں لہذا کپڑے کو پاک کرنے کی حاجت

نہیں کیونکہ اس سے نماز ہی نہیں پڑھنی چاہئے۔

3۔ اگرچہ اس روایت میں غسل کا ذکر نہیں مگر مراد ہے دم معفو کی مقدار یعنی نجاست قلیل مراد ہے جس کو دھوئے بغیر بھی

نماز ہو جاتی ہے۔

یہاں پر اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ

ظہارت نجاست کے لئے پانی متعین ہے یا نہیں۔

جمہور اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک طہارت نجاست کے لئے پانی متعین ہے پانی کے علاوہ دوسرے مائع سے طہارت

حاصل نہیں ہوتی اور احناف کے نزدیک حدث کے ازالہ کے لئے پانی تو متعین ہے اور خبث کے ازالہ کے لئے پانی دوسرے

مانعات سے بھی جائز ہے۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں احناف کی دلیل ہے کیونکہ اس حدیث سے رلق کے ذریعے ازالہ نجاست ذکر کیا گیا ہے۔

قوله فكانت احدنا تكون ممتشطة فاذا غتسلت لم تنقص ذلك

جہپور کا مذہب یہ ہے کہ جب غسل کرنے والی عورت کے سر کے بالوں میں بالوں کو کھولے بغیر پانی پہنچ جائے تو اس کے

لئے سر کے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں ہے اور اگر بالوں کو کھولے بغیر اس کے سر میں پانی نہ پہنچے تو پھر بالوں کو کھولنا واجب ہے اور

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ اس پر محمول ہے کہ ان کے سر کے بالوں میں پانی پہنچ جاتا تھا۔

اور بہار شریعت میں ہے۔

سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے

نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے کھولنا ضرور نہیں۔

ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 317)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُصِيبُ أَهْلَهُ فِيهِ

زوجہ سے مجامعت کرنے والے کپڑوں میں نماز پڑھنا

یہ باب اپنی زوجہ سے جماع کرنے والے کپڑوں میں نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

— — — — —

311 حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حُدَيْجٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَنَّهُ سَأَلَ أُخْتَهُ أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُهَا فِيهِ فَقَالَتْ نَعَمْ إِذَا لَمْ يَرَفِ فِيهِ أَدَى

معاویہ بن خدیج سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو زوجہ محترمہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ مجامعت والے کپڑوں میں نماز پڑھتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں! جب ان میں نجس چیز نہ دیکھتے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج: 1، ص: 156، معجم الکبیر: ج: 23، ص: 220، سنن الہیثمی الکبریٰ: ج: 2، ص: 410، سنن دارمی: ج: 1، ص: 369)

تشریح:

مجامعت والے کپڑوں میں نماز پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ ان کو منی نہ لگے کیونکہ اگر منی لگ گئی تو پھر تو کپڑے نجس ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہی نہیں لہذا رخصت اس وقت ہے جب نجاست یعنی منی سے آلود نہ ہوں۔
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الصَّلَاةِ فِي شَعْرِ النِّسَاءِ

عورتوں کے بچھونوں میں نماز پڑھنا

یہ باب عورتوں کے بچھائے کپڑوں میں نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

— — — — —

312 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي فِي شَعْرِنَا أَوْ فِي لِحْفِنَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ شَكَكَ أَبِي

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پچھونوں یا ہمارے لحاف میں نماز ادا نہ فرماتے تھے۔ عبید اللہ نے کہا: میرے والد محترم کو شک ہے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: جز: 5، ص: 506، مستدرک: جز: 1، ص: 381، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 409، سنن النسائی: جز: 16، ص: 185)

313 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّي فِي مَلَا حِفْنَا قَالَ حَمَّادٌ وَسَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ أَبِي صَدَقَةَ قَالَ سَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْهُ فَلَمْ يُحَدِّثْنِي وَقَالَ سَمِعْتُهُ مِنْهُ زَمَانٍ وَلَا أَذْرِي مِمَّنْ سَمِعْتُهُ وَلَا أَذْرِي أَسَمِعْتُهُ مِنْ ثَبَّتٍ أَوْ لَا فَسَلُّوا عَنْهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لحافوں میں نماز ادا نہ فرماتے تھے۔ حماد نے کہا: میں نے سعید بن ابی صدقہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے محمد سے اس کے متعلق سوال کیا تو مجھے انہوں نے اس حدیث مبارکہ کو بیان نہیں کیا۔ اور کہا۔ ایک عرصہ گزر گیا مجھے اس کو سننے ہوئے اور میں نہیں جانتا کہ میں نے کس سے سماعت کی تھی اور نہ میں جانتا ہوں کہ جس سے سماعت کی وہ ثبت ہے یا نہیں تو تم اس کے متعلق پوچھو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 410، سنن النسائی الکبریٰ: جز: 5، ص: 507، مسند اسحاق بن راہویہ: جز: 3، ص: 735)

تشریح:

شعر شغار کی جمع ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ اوپر کا کپڑا وغیرہ جس طرح کہ چادر، لحاف، کمبل وغیرہ ہیں۔ اس کپڑے میں مرد کو نماز نہیں پڑھنی چاہئے اور نماز پڑھنے کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں۔

ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ

ہر پہنی ہوئی چیز میں پہننے والی کی بو ہوتی ہے تو ایسی صورت میں عورت کی چادر وغیرہ پہن کر نماز پڑھنے میں شغل ہال کا ڈر ہے کہ اس کی جانب خیال جائے گا۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ

عورتوں کے مزاج میں طہارت و نجاست کے مسئلے میں احتیاط نہیں ہوتی لہذا مردوں کو ان کے کپڑوں کے استعمال میں احتیاط کرنی چاہئے۔

تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ

عورتیں لا پرواہ ہوتی ہیں لہذا احتیاط کرنا ہی اولیٰ ہے۔ مگر یہ حکم صرف استحبابی ہے اگر کوئی پہن کر پڑھ لے تو ہو جاتی ہے۔

قال حماد وسمعت سعید بن ابی صدقة

یہ حماد وہ حماد ہے جو حماد بن زید ہے اور اس سند کے روات میں سے ہیں انہوں نے گزشتہ یوں بیان کی ہے۔

عن هشام عن ابن سيرين عن عائشة

حالانکہ ابن سیرین رحمہ اللہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ہی ثابت نہیں ہے تو انہوں نے اپنی روایت کو منقطع ہونا بیان کیا ہے اور فرما دیا کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ میں نے کس سے سنا ہے آیا وہ ثقہ ہیں بھی ہیں کہ نہیں اگر تم جاننا بھی چاہتے ہو تو خود تحقیق کرتے رہو۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔

بَاب فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

اس میں (عورت کا کپڑا پہننے میں) رخصت

اس باب میں عورت کا کپڑا پہننے کی رخصت دی گئی۔

314 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ الشَّيْبَانِيِّ سَمِعَهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ يُحَدِّثُهُ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى وَعَلَيْهِ مِرْطٌ وَعَلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ مِنْهُ وَهِيَ حَائِضٌ وَهُوَ يُصَلِّي وَهُوَ عَلَيْهِ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چادر تھی اور کچھ ٹکڑا کسی زوجہ مطہرہ کے اوپر تھا جو کہ حالت حیض میں تھیں نماز کے دوران میں بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا۔

(معجم الکبیر: ج: 24، ص: 8، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 325، سنن البیہقی الکبری: ج: 2، ص: 239، شرح السنن للبیہقی: ج: 1، ص: 248)

315 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَنَا حَائِضٌ وَعَلَى مِرْطٍ لِي وَعَلَيْهِ بَعْضُهُ

عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز ادا فرما رہے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں لیٹی ہوئی تھی اس حال میں کہ حائضہ تھی میرے اوپر کی چادر کا کچھ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 324، سنن البیہقی الکبری: ج: 2، ص: 409، سنن النسائی: ج: 2، ص: 71)

تشریح:

ان احادیث مبارکہ سے مرد و عورت کا حالت نماز میں ایک چادر میں نماز پڑھنا تو ثابت ہو گیا مگر اس کی تصریح نہیں کہ وہ چادر کس کی تھی آیا وہ زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کی تھی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مگر اگلے باب میں یہ تصریح موجود ہے کہ وہ چادر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ لہذا اس باب میں شعر النساء میں نماز پڑھنے کی رخصت ثابت ہوئی جو پہلے باب میں ممانعت تھی وہ استحبائی تھی۔ واللہ

وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَابُ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثُّوبَ

کپڑے کو منی لگ جائے

یہ باب کپڑے پر منی لگ جانے کی صورت میں کپڑے کو دھونے اور نماز پڑھنے کے متعلق ہے۔

316 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ عَنْ شُعْبَةَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَأَحْتَلَمَ فَأَبْصَرَتْهُ جَارِيَةٌ لِعَائِشَةَ وَهُوَ يَغْسِلُ أَثَرُ الْجَنَابَةِ مِنْ ثَوْبِهِ أَوْ يَغْسِلُ ثَوْبَهُ فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَأَنَا أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الْأَعْمَشُ كَمَا رَوَاهُ الْحَكَمُ

ہمام بن حارث سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے کہ ان کو احتلام لاحق ہوا تو آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی نے کپڑے جنابت کے نشان یا کپڑے کو دھوتے ہوئے دیکھ لیا تو اس نے جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی۔ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اس کو رسول اللہ ﷺ کے کسی کپڑے میں اگر ملاحظہ کرتی تو مل دیتی تھی۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو اعمش نے روایت کیا جس طرح کہ اس کو حکم نے روایت کیا۔

(سنن النسائي: ج: 1، ص: 485، مسند احمد: ج: 50، ص: 448، مصنف عبد الرزاق: ج: 1، ص: 268)

317 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَفْرُكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَصِلُ فِيهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَافَقَهُ مُعِيرَةُ وَابُو مَعْشَرٍ وَوَأَصِلُ

اسود سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقدس لباس سے منی کو کھرچ دیتی تھی پس آپ رضی اللہ عنہ اس میں نماز ادا فرما لیتے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کی معیرہ، ابو معشر اور واصل نے موافقت کی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 416، شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 50، سنن الصغیر للبیہقی: ج: 1، ص: 152، معجم الاوسط: ج: 6، ص: 57)

318 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ حَسَابِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ يَعْنِي ابْنَ أَخْضَرَ الْمَعْنَى وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ سُلَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ إِنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ ثُمَّ أَرَى فِيهِ بُقْعَةً أَوْ بُقْعًا

سليمان بن یسار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے مقدس کپڑوں سے منی کو دھو دیتیں آپ کو ایک یا کافی نشان دکھائی دیتے رہتے۔

(سنن دارقطنی: ج 2، ص 10)

تشریح:

انسان کی منی کی طہارت میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما کا مذہب یہ ہے کہ آدمی کی منی نجس ہے البتہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر منی خشک ہو جائے تو اس کی تطہیر کے لئے اس کو کھرچنا کافی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

اور امام مالک رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ

منی خشک ہو یا تر منی آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

داؤد ظاہری

اور امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ مذہب ہے کہ منی پاک ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

جو فقہاء منی کی نجاست کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں منی آلود کپڑوں کے دھونے کا بیان ہے اور جو فقہاء منی کی طہارت کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں منی کو کھرچنے کا ذکر ہے اگر منی نجس ہوتی تو اس کو صرف کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جھے ہوئے خون کو صرف کھرچنا کافی نہیں ہے اور جن احادیث مبارکہ میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے وہ استحباب اور تنزیہ اور نفاذت کو اختیار کرنے پر محمول ہیں یہ آدمی کی منی کا حکم ہے۔

اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک شاذ قول یہ ہے کہ

عورت کی منی نجس ہے اور مرد کی منی نجس نہیں ہے اور اس سے زیادہ شاذ قول یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی نجس ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ

دونوں کی منی طاہر ہے اور کیا پاک منی کا کھانا جائز ہے۔ اس میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں۔

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ

یہ حلال نہیں ہے کیونکہ یہ گھناؤنی چیز ہے اور ان خیانت میں داخل ہے جو حرام ہیں۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: منی کی طہارت کے قائلین کا یہ کہنا کہ ہم نے منی کو کھرچنے کی احادیث کو منی کی طہارت پر اور منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث کو اختیار نفاذت پر محمود کیا ہے۔ اس وقت صحیح ہوتا جب ان احادیث مبارکہ میں تعارض ہوتا حالانکہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث مبارکہ سے صراحۃً ثابت ہے کہ منی نجس ہے اور منی کھرچنے کی احادیث مبارکہ خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں شریعت میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے اور امر میں اصل وجوب ہے مگر یہ کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ ہو اور یہاں اس کے خلاف کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ اس کے وجوب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی اپنے کپڑوں پر منی لگے رہنے نہیں دی اور بطور عبادت نبی کریم ﷺ کا کسی فعل کو ہمیشہ کرنا اور کبھی ترک نہ کرنا اس کے وجوب کا مؤید ہے۔

بعض علماء کرام نے کہا کہ

جس چیز کا خشک حالت میں دھونا واجب نہیں اس کو تر حالت میں دھونا بھی واجب نہیں ہے جس طرح کہ رینٹ (ناک کا گندہ مادہ)

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ رینٹ نکلنے سے بالکل حدت لاحق نہیں ہوتا جبکہ اگر منی شہوت اور تیزی سے نکلے تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے ورنہ وضو۔

اسی طرح بعض علماء کرام نے کہا کہ

اگر منی نجس ہوتی تو اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جے ہوئے خون کو کھرچنا کافی نہیں ہے۔

یہ دلیل کبھی صحیح نہیں ہے کیونکہ جے ہوئے خون کو کھرچنے کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے جبکہ خشک منی کو کھرچنے کے متعلق بہ کثرت احادیث مبارکہ ہیں اور یہ احادیث مبارکہ خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔

بعض علماء کرام نے یہ کہا کہ

منی انبیاء کرام علیہم السلام کی ولادت کی اصل ہے اس لیے پاک ہونی چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

منی دشمنان خدا مثلاً فرعون، ہامان اور ابوجہل کی ولادت کی بھی اصل ہے اس لیے نجس ہونی چاہئے نیز علقہ (جما ہوا خون) انسان کی ولادت کے زیادہ قریب ہے اور وہ اس کی اصل ہے پھر خون بھی پاک ہونا چاہئے۔

(عمدة القاری: ج: 3، ص: 144، 145)

اس باب کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پٹروں سے خشک منی کو کھرچ دیتی تھیں۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

عورت کی فرج کی رطوبت یا عدم طہارت میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ عورت کی فرج کی رطوبت طاہر ہے۔

علماء کرام کی ایک جماعت نے اس حدیث مبارکہ سے عورت کی فرج کی طہارت پر استدلال کیا ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں احتلام محال ہے کیونکہ وہ شیطانی خواب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پٹروں پر جو منی تھی وہ جماع کے سبب سے تھی۔ اس وجہ سے وہ منی رطوبت فرج سے مل کر گزری اب اگر یہ رطوبت نجس ہوتی تو اس سے اختلاط کی وجہ سے منی بھی نجس ہو جاتی اور اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا بلکہ دھونا پڑتا اور جو علماء کرام رطوبت فرج کی نجاست کے قائل ہیں وہ اس کے دو جواب دیتے ہیں۔

ایک جواب یہ کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احتلام محال نہیں ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شیطانی خواب کی وجہ سے ہو بلکہ بعض اوقات بغیر کسی خواب کے منی زیادہ ہونے کی وجہ سے خارج ہو جاتی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

ہو سکتا ہے کہ یہ منی مقدمات جماع کی وجہ سے خارج ہوئی ہو اور رطوبت فرج سے مختلط نہ ہوئی ہو۔

بہر حال جو محدثین و فقہاء کرام نجاست منی کے قائل ہیں وہ غسل کی روایات سے استدلال کرتے ہیں اور جو طہارت کے قائل ہیں وہ کھرچ دینے کی روایات سے استدلال کرتے ہیں اسی وجہ سے محدثین کرام نے منی کو دھونے اور منی کو کھرچنے کے الگ الگ ابواب قائم کیے ہیں۔

جس طرح کہ نسائی میں اس طرح کے باب موجود ہیں۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں دھونے اور کھرچنے کی روایات میں یوں تطبیق دی ہے کہ دھونے کی روایات

ثیاب صلوٰۃ پر محمول ہیں اور کھرچنے کی روایات ثیاب نوم پر محمول ہیں۔ اس پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے نقد وارد کیا کہ ثوب صلوٰۃ میں بھی کھرچنے کی روایات صحیحہ ثابت ہے۔

قوله قال ابو داؤد و افقه مغيرة و ابو معشر و واصل ۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے حدیث مبارکہ کو دو اسناد سے ذکر کیا پہلی سند میں ابراہیم سے نقل کرنے والے حکم تھے اور دوسری سند میں حماد بن ابی سلیمان، مگر دونوں اسناد میں فرق یہ ہے کہ حکم کی روایت میں یہ تھا کہ ابراہیم روایت کرتے ہیں ہمام سے اور حماد کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ابراہیم روایت کرتے ہیں اسود سے اسی کی بدولت امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ بعض روایات حماد کی موافقت کرتے ہیں اور وہ یہی تین اشخاص ہیں اور اعمش نے حکم کی موافقت کی ہے تو گویا حماد کی موافقت کرنے والی ایک جماعت ہوئی اور حکم کی موافقت کرنے والے صرف اعمش ہیں۔

والله و رسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ بَوْلِ الصَّبِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ

بچے کا کپڑوں پر پیشاب کرنا

یہ باب بچے کا کپڑوں پر پیشاب کرنے کے حکم میں ہے۔

319 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مَحْصَنٍ أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَنْجَرِهِ فَقَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا اپنے چھوٹے بیٹے جو کھانا نہیں کھاتا تھا اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی مقدس جھولی میں بٹھا دیا تو اس بچے نے آپ ﷺ کے مقدس کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانی طلب فرمایا تو چھڑک دیا اور اس کو نہ دھویا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ج: 1، ص: 129، معجم الاوسط: ج: 2، ص: 363، الموطا: ج: 1، ص: 64، سنن دارمی: ج: 1، ص: 206)

320 حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مَسْرُودٍ وَالرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ عَنْ قَابُوسَ عَنْ لُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمْ فِي حَجْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَالَ عَلَيْهِ فَقُلْتُ الْبَسْ ثَوْبًا وَأَعْطِنِي إِذَا رَكَ حَتَّى أَغْسِلَهُ قَالَ إِنَّمَا يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْإِنْتَى وَيُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ

حضرت لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مقدس جھولی میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے پیشاب کر دیا۔ میں نے عرض کیا: آپ ﷺ اور کپڑے زیب تن فرمائیں اور مجھے آپ ﷺ اپنا ازار مبارک عطا فرمادیں حتیٰ کہ میں اس کو دھو لوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بچی کے پیشاب کو دھوتے ہیں اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکتے ہیں۔

(معجم الکبیر: ج: 25، ص: 26، شرح السنہ: ج: 1، ص: 79)

321 حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ الْمَعْنَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنِي مُجَلُّ بْنُ خَلِيفَةَ حَدَّثَنِي أَبُو السَّمْعِ قَالَ كُنْتُ أَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَغْتَسِلَ قَالَ وَلَيْسَ قَفَاكَ فَأُولِيهِ قَفَايَ فَاسْتُرَهُ بِهِ فَأَتَى بِحَسَنِ أَوْ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَبَالَ عَلَى صَدْرِهِ فَجِئْتُ أَغْسِلُهُ فَقَالَ يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغَلَامِ قَالَ عَبَّاسُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ أَبُو الزَّعْرَاءِ قَالَ هَارُونُ بْنُ تَمِيمٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ الْأَبْوَالُ كُلُّهَا سَوَاءٌ حضرت ابواسمعیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مشغول رہتا تھا پس جب آپ ﷺ غسل کا ارادہ فرماتے تو آپ ﷺ مجھے ارشاد فرماتے میری طرف پشت کرو تو میں آپ ﷺ کی طرف پشت کر کے اوٹ بن کر کھڑا رہتا تو حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے تو انہوں نے آپ ﷺ کے سینہ مقدسہ پر پیشاب کر دیا۔ میں دھونے کے لئے گیا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بچی کے پیشاب کو دھوتے ہیں اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکتے ہیں۔ عباس نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ولید نے بیان کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ ابوالزہراء ہیں۔ اور ہارون بن تمیم نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے تمام پیشاب برابر ہیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 115، معجم الکبیر: ج: 22، ص: 384، الموطا: ج: 1، ص: 80، سنن دارقطنی: ج: 2، ص: 34)

322 حَدَّثَنَا مُسْلَدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ ابْنِ أَبِي عُرْوَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي حَرْبٍ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الْغَلَامِ مَا لَمْ يَطْعَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي

حَرْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَذَكَرَ مَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا لَمْ يَطْعَمْ زَادَ قَالَ قَتَادَةُ هَذَا مَا لَمْ يَطْعَمْ الطَّعَامَ فَإِذَا طَعِمَا غُسِلَا جَمِيعًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بچی کے پیشاب کو دھوؤ اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکو جو کھانا نہ کھاتا ہو۔ ابو حرب بن الاسود کے والد محترم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آگے اسی معنی کے ساتھ بیان کیا اور کھانا نہ کھانے کا ذکر نہ فرمایا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ جب دونوں کھانا نہ کھاتے ہوں تو دونوں کے پیشاب کو دھوئیں گے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 415)

323 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو بْنُ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أُمِّهِ أَنَّهَا أَبْصَرَتْ أُمَّ سَلَمَةَ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلَى بَوْلِ الْغُلَامِ مَا لَمْ يَطْعَمْ فَإِذَا طَعِمَ غَسَلَتْهُ وَكَانَتْ تَغْسِلُ بَوْلَ الْجَارِيَةِ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ ﷺ بچے کے پیشاب پر پانی کو چھڑکتی تھیں جس حد تک کھانا نہ کھاتا جب کھانا کھاتا تو اس کو دھوتیں اور آپ ﷺ بچی کے پیشاب کو دھویا کرتی تھیں۔ (الموطا: جز: 1، ص: 90)

تشریح:

شیر خوار بچہ کا پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور داؤد ظاہری کے سوا کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

فقہاء شوافع نے شیر خوار بچہ اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے میں فرق کیا ہے۔

اور ان کا مختار قول یہ ہے کہ

بچے کے پیشاب آلود کپڑے پر پانی چھڑکنا کافی ہے اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے۔

حضرت عطاء بن رباح

حضرت امام احمد بن حنبل

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضرت حسن بصری

اور اسحاق بن راہویہ کا یہی مسلک ہے۔

متقدمین

اصحاب الحدیث

ابن وہب مالکی

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ

اور فقہاء کوفہ کا مسلک یہ ہے کہ

شیر خوار بچہ ہو یا بچی دونوں کے پیشاب آلود کپڑوں کو دھونا واجب ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

فقہاء شوافع کا استدلال ان احادیث مبارکہ سے ہے جن میں بچہ کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے لئے نضح کا لفظ آیا

ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ

نضح کا معنی پانی چھڑکنا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ

ان احادیث مبارکہ میں نضح کا معنی دھونا ہے۔

اور نضح کے دھونے کے معنی میں مستعمل ہونے پر یہ دلیل ہے کہ

امام مسلم رحمہ اللہ اور دیگر آئمہ حدیث مبارکہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

مجھے مذی بہت آتی تھی۔ میں نے اس کے متعلق خود رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے میں حیا محسوس کی کیونکہ آپ ﷺ

کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں۔

میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا۔

وہ سوال کریں تو انہوں نے سوال کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے ذکر کو دھوئے اور وضو کرے۔

اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ

میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کروں کہ ایک شخص اپنی اہلیہ کے قریب جائے اور اس کی مذی نکل آئے تو اس کے لئے کیا

شرعی حکم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس آپ ﷺ کی صاحبزادی ہیں اس لیے مجھے آپ ﷺ سے یہ سوال کرنے میں

حیا آتی ہے تب میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اس چیز کو پائے تو اپنی فرج کو نضح کرے اور جس طرح نماز کے

لیے وضو کرتے ہیں اسی طرح وضو کرے۔

ان دونوں احادیث مبارکہ میں ایک ہی واقعہ کا بیان ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے۔

ذکر کو دھوئے۔

دوسری حدیث مبارکہ میں ہے۔

ذکر کو نضح کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ

نضح کا معنی بھی دھونا ہے نیز اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب ذکر پر مندی لگی ہو تو اس پر پانی چھڑکنا کافی نہیں بلکہ دھونا

ضروری ہے۔ (عمدة القاری: ج: 3، ص: 131)

سوال: اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ

جب دونوں ہی میں غسل ضروری ہے اور نضح سے بھی غسل ہی مراد ہے تو پھر احادیث مبارکہ میں ہر ایک کو الگ الگ فرق

کے ساتھ کیوں بیان کیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

عورتوں کے مزاج میں رطوبت و برودت غالب ہوتی ہے جس کی بناء پر بچی کا پیشاب غلیظ اور چکناہٹ زیادہ ہوتی ہے

لہذا اس کے مبالغہ فی الغسل کی حاجت ہے برخلاف بچے کے کہ اس کے مزاج کی حرارت کی بناء پر اس کا پیشاب رقیق زیادہ ہوا

کرتا اور اس میں زیادہ بو نہیں ہوتی لہذا اس کے ازالہ کے لئے غسل خفیف کافی ہے۔

اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

عورت کے پیشاب کرنے کا مقام چونکہ کشادہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا پیشاب جس کپڑے پر گرے گا تو منتشر ہو کر

گرنے کا لہذا ضرورت ہے اس کی کہ اچھی طرح تتبع کر کے اہتمام سے پاک کیا جائے اس وجہ سے بچی کے پیشاب میں لفظ

غسل استعمال فرمایا گیا۔ اور بچے کے پیشاب میں لفظ نضح استعمال فرمایا گیا۔

تیسری وجہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے ان کے شاگرد رشید ابوالیمان المصری نے اس فرق کی حکمت پوچھی تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

بچی کا پیشاب گوشت اور خون سے پیدا ہوا ہے اور بچے کا پیشاب ماء وطین سے لہذا دونوں کے پیشاب کی صفت اور

خاصیت میں فرق کی وجہ سے حکم میں بھی فرق ہوا۔

اس کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ سمجھ گئے۔
شاگرد نے کہا: میں نہیں سمجھا۔

تو امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اصل بات یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے اور حضرت حواء علیہا السلام کی تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے ہوئی ہے۔ لہذا بچے کے پیشاب کی تخلیق ماء و طین سے اور بچی کی تخلیق گوشت اور خون سے ہوئی۔

قوله عن ام قیس بنت محسن انها اتت بابن لها صغير

احادیث مبارکہ کی شروحات میں رقم ہے کہ

آپ ﷺ کی گود مبارکہ میں پانچ بچوں نے پیشاب کیا۔

1- حضرت حسن 2- حضرت حسین 3- حضرت عبداللہ بن زبیر

4- حضرت ابن ام قیس 5- حضرت سلیمان بن ہشام رحمہ اللہ

اور یہ بھی فرمایا گیا کہ

صحیح سلیمان بن ہاشم ہے۔

اور ان پانچوں کے متعلق شروحات میں یہ شعر نقل کیا گیا ہے۔

حسن حسین ابن الزبیر یالوا

قد بال فی حجر النبی ﷺ اطفال

وابن ام قیس جاء فی الختام

وکذا سلیمان بن ہشام

ان احادیث مبارکہ کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ

بچہ اور بچی کا پیشاب ناپاک ہے اور دونوں کے پیشاب کو دھو کر پاک کیا جائے گا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْأَرْضِ يُصِيبُهَا الْبَوْلُ

جس زمین پر پیشاب کیا جائے

یہ باب زمین پر پیشاب کر دینے کے بعد پاک کرنے کے حکم میں ہے۔

324 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ وَابْنُ عَبَّادَةَ فِي الْخَرِيزِ وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ عَبَّادَةَ أَخْبَرَنَا
سُفْيَانُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ
وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَصَلَّى قَالَ ابْنُ عَبَّادَةَ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ

اَرْحَمْنِيْ وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ تَحَجَّرَتْ
وَاسِعًا ثُمَّ لَمْ يَلْبَثْ اَنْ يَّبَالَ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَاسْرَعَ النَّاسُ اِلَيْهِ فَفَنَهَا هُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُبَشِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ صُبُّوا عَلَيْهِ سَجَلًا مِنْ مَّاءٍ اَوْ قَالَ
ذُنُوبًا مِنْ مَّاءٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ يَعْنِيْ ابْنَ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ
الْمَلِكِ يَعْنِيْ ابْنَ عُمَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ بْنِ مَقْرِنٍ قَالَ صَلَّى اَعْرَابِيٌّ مَعَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فِيْهِ وَقَالَ يَعْنِيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خُذُوا مَا بَالَ عَلَيْهِ مِنَ التُّرَابِ فَالْقُوْهُ وَاَهْرِيقُوْا عَلٰى مَكَانِهِ مَاءً

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهُوَ مُرْسَلٌ ابْنُ مَعْقِلٍ لَمْ يُذْرِكِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے تو اس
نے نماز پڑھی۔ ابن عبیدہ نے کہا: دو رکعات پھر کہا: اے اللہ عزوجل! میرے اوپر رحم فرما اور (سیدنا) محمد (مصطفیٰ
ﷺ) پر اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ فرما۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے وسعت والی چیز کو تنگ کیا پھر کچھ
دیر نہ گزری تھی کہ اس نے مسجد کے کونے میں پیشاب کرنے لگ گیا تو لوگ اس کی طرف دوڑے۔ نبی کریم ﷺ
نے لوگوں کو روک دیا۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم آسانی کے لئے بھیجے گئے تنگی کے لئے نہیں بھیجے گئے۔ اس
پر ایک سچل یا ڈول پانی کا بہاؤ۔ عبداللہ بن معقل بن مقرن نے فرمایا کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ کی معیت
میں نماز پڑھی اسی سابقہ قصہ کے بعد فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس مٹی پر پیشاب کیا ہے اسے اٹھا کر
باہر ڈال دو اور اس مقام پر پانی بہا دو۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث مرسل ہے وجہ یہ ہے کہ ابن معقل نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ مقدسہ نہیں پایا۔

(سنن ترمذی: ج: 1، ص: 251، مسند احمد: ج: 15، ص: 488، مسند ابی یوسف: ج: 2، ص: 376)

تشریح:

احناف کے نزدیک زمین کو پاک کرنے کے تین طریقے ہیں:

پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ

ناپاک زمین خشک ہو جانے سے خود بخود پاک ہو جاتی ہے مگر خشک ہونے سے طہارت کاملہ حاصل نہیں ہوتی یعنی طاہر تو
ہو جاتی ہے مظہر نہیں ہوتی اسی لیے ایسی زمین پر نماز تو پڑھ سکتے ہیں اس سے تیمم نہیں کر سکتے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ

زمین پر پانی بہانے سے پاک ہو جاتی مگر ہر قسم کی زمین پانی بہانے سے پاک نہیں ہوتی۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ

زمین کھودنے اور ناپاک مٹی منتقل کر دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔

زمین پر پانی بہانے سے پاک ہو جانے میں تفصیل یہ ہے کہ

زمین دو حال سے خالی نہیں۔

1- یا تو رخوہ ہوگی یعنی نرم

2- یا صلبہ ہوگی۔

اگر زمین رخوہ سے ہے تو پانی بہانے سے پاک ہو جاتی ہے بوجہ تسفل ماء کے کہ زمین کے رخوہ اور نرم ہونے کی وجہ سے پانی کے ساتھ نجاست اندر اتر جائے گی جس سے اس کی بالائی سطح پاک ہو جائے گی۔

اگر وہ زمین صلبہ ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

1- مخدرہ یعنی ڈھلوان قسم کی

2- مستویہ یعنی ہموار قسم کی

پہلی قسم میں پانی بہانے سے پاک ہو جاتی ہے۔

اور دوسری قسم میں کھودنا اور مٹی نقل کرنا ضروری ہے ایسی زمین پانی بہانے سے پاک نہیں ہوگی کیونکہ ایسی زمین پر پانی کا بہنا مشکل ہے وہ ناپاک وہیں پر ٹھہرا رہے گا یا کم از کم پورا زائل نہیں ہوگا۔

صاحب بحر الرائق نے ایک اور قسم بھی زمین کی لکھی ہے۔

وہ پختہ فرش کی ہے اس میں تطہیر کا طریقہ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ اس پر پانی ڈال کر ملیں اور کپڑے سے خشک کرتے رہیں حتیٰ کہ نجاست کا اثر زائل ہو جائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ

زمین پر کوئی نجاست لگ جائے تو اگر اس پر پانی بہا دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے اور بعض علماء کرام نے اس حدیث مبارکہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین پر جب نجاست لگ جائے اور وہ دھوپ یا ہوا سے خشک ہو جائے تو وہ زمین پاک نہیں ہوتی یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں پانی کا ذکر اس لیے ہے کہ مسجد کو پاک کرنے میں جلدی کرنا واجب ہے اور زمین کو خشک ہونے کے لئے چھوڑنے سے اس واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی۔

ان احادیث مبارکہ میں چند مسائل مستبہط ہوئے۔

1- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سبقت کرنی چاہئے۔

2- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعرابی کو منع کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے بغیر دوڑنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر

سبقت نہیں تھا کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ان کو برائی مٹانے کی عام اجازت تھی اور اب الگ اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔

- 3- اسی حدیث مبارکہ میں اہل البیتین پر عمل ہے۔ مسجد کو پیشاب سے نجس کرنا بھی ایک بلا ہے اور کسی شخص کا پیشاب منقطع کر دینا جس میں اس کے بیمار ہونے کا خدشہ ہو اس سے بڑی بلا ہے اس لیے بڑی بلا کے مقابلہ میں چھوٹی بلا کو برداشت کرنے کا حکم فرمایا اور پیشاب سوکھنے کے انتظار کی بجائے مسجد کو دھونے کا حکم دیا تاکہ فوری اور قوی طہارت حاصل ہو۔
- 4- جاہل شخص کو آسانی کے ساتھ احکام کی تعلیم دینی چاہئے اور شفقت سے پیش آنا چاہئے۔
- 5- مانع کے زوال کے بعد ازالہ فساد میں جلدی کرنی چاہئے کیونکہ جیسے ہی اعرابی پیشاب سے فارغ ہوا آپ ﷺ نے مسجد کے دھونے کا حکم ارشاد فرمایا۔

قوله وقال انما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اس اعرابی کے ساتھ سختی کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں آسانی پیدا کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہے مشکل کے لئے نہیں۔ تو یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو مبعوث ہی نہیں ہوئے مبعوث تو آپ ﷺ کی ذات مقدسہ ہوئی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگرچہ مبعوث نہیں ہوئے مگر نائب مبعوث اور حق نیابت کرنے والے تو ہیں تو اسی حیثیت سے ان کو مبعوث ہونا فرمایا گیا۔

یا اس کی تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سر یہ اور دستہ ہوگا جس کو آپ ﷺ نے کسی علاقہ میں بھیجا ہوگا اور اہل سر یہ اسی وقت لوٹ کر آئے ہوں گے اور آپ ﷺ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جب کسی سر یہ کو روانہ فرماتے تو اس کو ہدایت فرماتے کہ آسانی کرنا تنگی نہ کرنا تو یہاں پر ان کو مبعوث اسی معنی کی رو سے فرمایا جا رہا ہے یعنی بعثت سے مراد دنیا کی جانب بعثت نہیں بلکہ ناحیۃ وجانب ہے جو سرایا کے لئے ہوتی ہے۔

سوال

جس اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا ان کا نام کیا ہے۔

جواب

اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔

ایک روایت تو یہ ہے کہ

یہ الاقرع بن حابس ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

یہ عینیۃ بن حصن ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ

ذوالخویضۃ الیمانی یا التیمی ہے۔

قوله تحجرت واسعاً

جب اعرابی نے دعا کی کہ میرے اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے علاوہ کسی اور پر رحم نہ کرنا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کو تنگ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس نے یہ دعا اس وجہ سے کی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو عام کرے گا تو ہر ایک کے حصہ میں تھوڑی تھوڑی آئے گی اس لیے اپنی تمام نعمت کو صرف ہم دو پر تقسیم فرمادے۔
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَابُ فِي طُهُورِ الْأَرْضِ إِذَا يَبَسَتْ

زمین کا پاک ہونا جب خشک ہو جائے

یہ باب زمین کا خشک ہونے کے بعد پاک ہونے کے متعلق ہے۔

325 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ حَدَّثَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ كُنْتُ أَبِيْتُ فِي الْمَسْجِدِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ فَتًى شَابًّا عَزَبًا وَكَانَتِ الْكِلَابُ تَبُولُ وَتَقْبِلُ وَتَذِيرُ فِي الْمَسْجِدِ فَلَمْ يَكُونُوا يَرُشُونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ

حمزہ بن عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں مسجد کے اندر رات کو رہتا اور میں غیر شادی شدہ نوجوان تھا اور کتے آتے بھی سہی اور جاتے بھی سہی تو پیشاب کر کے جاتے تو ان کے پیشاب کے اوپر پانی نہ بہاتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج 2: ص 429، شرح السنہ: ج 1: ص 79، معجم ابن حبان: ج 4: ص 537، معجم البخاری: ج 1: ص 299)

تشریح:

احناف کے نزدیک ناپاک زمین خشک ہو جانے سے خود بخود پاک ہو جاتی ہے مگر خشک ہونے سے طہارت کاملہ حاصل نہیں ہوتی یعنی طاہر تو ہو جاتی ہے مطہر نہیں ہوتی اسی لیے ایسی زمین پر نماز تو پڑھ سکتے ہیں اس سے تیمم نہیں کر سکتے۔ اور جمہور کے نزدیک خشک ہونے سے پاک نہیں ہوتی۔

قوله وكانت الكلاب تبول تقبل وتدبر في المسجد الخ
علامہ خطابی رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ کی یہ توجیہ کی ہے اس مقام پر تین فعل ذکر کیے گئے ہیں۔

1- تبول 2- تقبل 3- تدبر

تدبر فی المسجد کا تعلق اخیرین سے ہے تبول سے نہیں بول تو وہ خارج مسجد کرتے تھے البتہ ان کا آنا جانا کبھی مسجد میں ہو جاتا

تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

جب کتوں کے مسجد میں آنے جانے سے کوئی چیز مانع نہ ہوتی تھی تو پھر پیشاب (بول) کرنے سے کیا چیز مانع تھی۔ نیز اس صورت میں رکاکت کا معنی ایک اور اعتبار سے بھی ہے وہ یہ کہ جب فی المسجد کا تبول سے تعلق نہ رہا تو مطلب یہ ہوا کہ اس زمانہ میں کتے پیشاب کرتے تھے اس میں اس زمانہ کی کیا تخصیص ہے وہ تو اب بھی کرتے ہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

صحیح یہ ہے کہ ظرف کا تعلق افعال ثلاثہ سے ہے اگر بول کو اس سے مستثنیٰ تسلیم کر لیا جائے اور صرف تقبل و تدبر سے اس کا تعلق باقی رکھا جائے تو اس صورت میں رش کی حاجت ہی کیا تھی جس کی نفی کی جارہی ہے پھر فلم یرشون شیئاً من ذالک جملہ بے معنی ہو جائے گا۔

تنبیہ

یہ حدیث مبارکہ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے مگر اس میں لفظ تبول نہیں۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم .

بَابُ فِي الْأَذَى يُصِيبُ الذِّئِلَ

نجاست کا کرتے کے دامن کو لگنا

یہ باب کرتے کے کسی حصہ یا دامن کو نجاست لگنے کے حکم کے متعلق ہے۔

326 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أُمِّ وَلَدٍ لِإِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهَا سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي أَمْرَأَةٌ أُطِيلُ ذَيْلِي وَأَمْشِي فِي الْمَكَانِ الْقَدِيرِ

فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ

ابراہیم بن عبد الرحمن عوف کی ام ولد نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے ہوئے عرض کیا کہ میں وہ عورت ہوں جس کا دامن لڑھک جاتا ہے پھر گندی جگہ پر بھی گھسٹتا رہتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو مابعد والی جگہ پاک کر دیتی ہے۔

(معجم الکبیر: ج: 23، ص: 359، الموطا: ج: 2، ص: 26، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 152، سنن ترمذی: ج: 1، ص: 244)

327 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَا حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عِيسَى عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لَنَا طَرِيقًا إِلَى الْمَسْجِدِ مُنْتَنَةً فَكَيْفَ نَفْعَلُ إِذَا مُطِرْنَا قَالَ أَلَيْسَ بَعْدَهَا طَرِيقٌ هِيَ أَطْيَبُ مِنْهَا قَالَتْ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَهَذِهِ بِهِذِهِ

موسیٰ بن عبد اللہ بن یزید نے بنی عبد الاشہل کی ایک عورت سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہمارا مسجد کا راستہ گندا ہے تو جب بارش آئے تو ہم اس وقت کیا کریں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا اس کے بعد پاک راستہ نہیں ہوتا۔ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو یہ ختم کر دے گا۔

(معجم الکبیر: ج: 25، ص: 184، الموطا: ج: 2، ص: 76، سنن ابی نعیم: ج: 2، ص: 434، مسند احمد: ج: 55، ص: 475)

تشریح:

قوله الى امرأة اصيل ذيلي وامشي في مكان القدر

یہاں پر یہ جاننا ضروری ہے کہ اگر کسی گندی جگہ پر گزرتے وقت کپڑا نیچے گھسٹتا رہے اور کپڑا تر نجاست سے ناپاک ہو جائے تو اس کی تطہیر کے لئے بالاتفاق دھونا واجب ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

نجاست کو زائل کرنے کے لئے اس نجاست کو صاف کرنا واجب ہے اگر نجاست حکمی ہو اور نظر نہیں آتی جس طرح کہ پیشاب وغیرہ تو اس کو ایک بار دھونا واجب ہے اور زیادہ بار دھونا واجب نہیں ہے مگر دوسری اور تیسری بار دھونا مستحب ہے اور اگر وہ نجاست عینیہ ہو اور نظر آتی ہو مثلاً خون وغیرہ تو اس کا بعینہ ازالہ کرنا ضروری ہے اور اس کو دو یا تین بار دھونا مستحب ہے۔ آیا کپڑے کو دھونے کے بعد اس کو نچوڑنا بھی شرط ہے۔

اس میں دو قول ہیں۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے اگر نجاست عینیہ کو دھو دیا اور اس کا رنگ نظر آتا رہا تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ طہارت

حاصل ہوگئی اور اگر اس کا ذائقہ باقی رہا تو کپڑا نجس ہے اور ذائقہ زائل کرنا ضروری ہے اور اگر نجاست کی بو باقی رہی ہو تو اس میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہیں۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ طاہر ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

وہ طاہر نہیں ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: نجاست کی دو قسمیں ہیں:

1- مرئی (دکھائی دینے والی) 2- غیر مرئی (نہ دکھائی دینے والی)

جو نجاست مرئی ہو اس کی طہارت بعینہ اس نجاست کے زائل ہونے سے ہوگی کیونکہ نجاست کا بعینہ اس چیز میں حلول ہو گیا اس لیے اس کا زوال ضروری ہے۔ ہاں اگر اس کا کچھ اثر باقی رہ جائے جس کا زائل کرنا دشوار ہو تو کوئی حرج نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک بار دھونے سے وہ نجاست زائل ہوگئی تو اس کو مزید دھونا ضروری نہیں ہے۔

اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔

اور جو نجاست غیر مرئی ہو اس کو اس وقت تک دھونا چاہئے جب تک دھونے والے کو اس کی طہارت کا ظن غالب نہ ہو جائے۔ اس میں مشائخ نے تین بار دھونے کا اندازہ کیا ہے کیونکہ تین بار دھونے سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے بیدار ہونے والے شخص کو تین بار ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے اور ظاہر الروایہ کے مطابق ہر بار پنجوڑنا بھی ضروری ہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 61، 62)

قوله يطهره مابعدہ

یعنی زمین کے ناپاک حصہ پر عبور کرنے کے بعد جب زمین کے پاک حصہ پر گزرے گی تو کچھ نجاست کپڑے کو ضرور لگی ہوگی تو وہ اس پاک مٹی کی رگڑ سے زائل ہو جائے گی اور کپڑا پاک ہو جائے گا بظاہر یہ حدیث اجماع علماء کرام کے خلاف ہے اسی وجہ سے اس کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں لفظ قدر سے نجاست مراد نہیں ہے بلکہ راستہ کا گارا اور کچھ مراد ہے یا تھوک بلغم وغیرہ مراد ہے۔

قوله عن امرأة من بني عبد الاشهل

یہ عورت مجہولہ ہے مگر صحابیہ ہے لہذا نام نہ ظاہر ہونے میں روایت پر کچھ اثر نہ پڑے گا۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْأَذَى يُصِيبُ النَّعْلَ

جوتے کو نجاست لگ جانا

یہ باب جوتے میں نجاست لگ جانے کے بعد طہارت کے حکم کے متعلق ہے۔

— — — — —

328 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ ح وَحَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنُ مَرْيَدٍ أَخْبَرَنِي أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ الْمَعْنَى قَالَ أَنْبَأْتُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبَرِيِّ حَدَّثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وَطِئَ أَحَدُكُمْ بِتَعْلِهِ الْأَذَى فَإِنَّ الشَّرَابَ لَهُ طَهُورٌ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ يَعْنِي الصَّنْعَائِيَّ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ إِذَا وَطِئَ الْأَذَى بِخَفِيهِ فَطَهُورُهُمَا الشَّرَابُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ يَعْنِي ابْنَ عَائِدٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ حَمْزَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ أَخْبَرَنِي أَيْضًا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے جوتے پر گندگی لگ جائے تو مٹی اس کو پاک کر دے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اسی معنی کے ساتھ روایت کر کے فرمایا: جب موزوں کو گندگی لگ جائے تو ان دونوں کو مٹی پاک کر دے گی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے اسی معنی کے ساتھ روایت ہے۔

(سنن ابی یوسف الکبریٰ: ج: 2، ص: 430، شرح السنہ: ج: 1، ص: 81، شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 51، معجم ابن حبان: ج: 4، ص: 249)

تشریح:

علامہ بدر الدین عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اگر جوتے پر گیلی نجاست لگی ہو تو امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما کے نزدیک پانی سے دھونے بغیر وہ پاک نہیں ہوگی اور بعض آئمہ کرام کے نزدیک مٹی لگنے سے وہ جوتا پاک ہو جاتا ہے۔

(مدۃ القاری: ج: 4، ص: 119)

قوله عن الوزاعي المعنى

یہاں پر تین اسناد جمع ہو گئیں۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے استاد محترم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہیں اس کے بعد تحویل اول میں عباس بن الولید اور تحویل ثانی میں محمود بن خالد اور پھر ان تینوں کے استاد جو ذکر کیے گئے ہیں یعنی ابوالخیر، ولید بن مزید، عمرو بن عبد الواحد یہ تینوں روایت کر رہے ہیں اور اسی سے لہذا اوزاعی ملتقی الاسانید ہوئے۔

اور المعنی کا مطلب یہ ہے کہ ان تینوں کی روایت کا مضمون ایک ہی ہے اور الفاظ مختلف ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَابُ الْإِعَادَةِ مِنَ النَّجَاسَةِ تَكُونُ فِي الثُّوبِ

نجس کپڑے کی بناء پر اعادۂ نماز

یہ باب نجس کپڑے میں نماز پڑھنے کے بعد اعادۂ نماز کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ہے۔

329 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ فَارِسٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أُمُّ
يُونُسَ بِنْتُ شَدَّادٍ قَالَتْ حَدَّثَتْنِي حَمَاتِي أُمُّ جَحْدَرٍ الْعَامِرِيَّةُ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ دَمِ
الْحَيْضِ يُصِيبُ الثُّوبَ فَقَالَتْ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْنَا شِعَارُنَا
وَقَدْ أَلْقَيْنَا فَوْقَهُ كِسَاءً فَلَمَّا أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الْكِسَاءَ فَلَبِسَهُ
ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الْغَدَاةَ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ لُحْمَةٌ مِّنْ دَمٍ فَقَبَضَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا يَلِيهَا فَبَعَثَ بِهَا إِلَى مَصْرُورَةَ فِي يَدِ الْغُلَامِ فَقَالَ
اغْسِلِي هَذِهِ وَأَجْفِيهَا ثُمَّ أَرْسِلِي بِهَا إِلَيَّ فَدَعَوْتُ بِقُصْعَتِي فَغَسَلْتُهَا ثُمَّ أَجْفَفْتُهَا فَأَحْرَقْتُهَا
إِلَيْهِ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنِصْفِ النَّهَارِ وَهِيَ عَلَيْهِ

ام یونس بنت شداد نے اپنی مندام جحر عامریہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حیض کا خون
کپڑے پر لگ جانے کے متعلق پوچھا: تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تھی اور پچھونا
ہمارے اوپر تھا اور ہم نے اس پر کبل ڈالا ہوا تھا پس جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کبل کو اوڑھ لیا پھر آپ
ﷺ باہر تشریف لائے تو صبح کی نماز ادا فرمائی پھر بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ یہ خون کا
نشان ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو گرد سے پکڑ کر غلام کے ہاتھ میں دے کر میری جانب بھجوا کر ارشاد فرمایا:
اس کو دھو دینا اور خشک ہونے پر مجھے بھجوا دینا تو میں نے قصہ منگوا کر اس کو دھو دیا پھر خشک ہونے پر دوبارہ بھجوا دیا پس

رسول اللہ ﷺ نصف النہار کے وقت تشریف لائے اور وہ آپ ﷺ پر تھا۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: ج ۲: ص ۴۰۴)

تشریح:

کپڑے کا پاک ہونا نجاست سے صحت نماز کے لئے شرط ہے۔

جمہور علماء اور آئمہ ثلاثہ کا مذہب یہی ہے جبکہ مالکیہ کے نزدیک یہاں شرط نہیں ان کے نزدیک دو روایتیں ہیں۔

۱- ایک وجوب کی ۲- دوسری سنت کی۔

امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے قول قدیم میں اس صورت میں نماز صحیح ہو جائے گی اعادہ کی حاجت نہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام احمد اور امام شافعی رحمہ اللہ کے قول جدید میں نماز باطل ہوگی یہی جمہور علماء سلف و خلف کا مذہب ہے۔

قوله فقال رجل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه لمعة من دم

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کا اعادہ نہیں فرمایا بلکہ کپڑے کو دھونے کے لئے بھجوا یا لہذا نماز ان کپڑوں میں درست ہونی چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہو سکتا ہے کہ وہ خون قلیل ہو یعنی معافی کی مقدار ہو اور درہم سے کم ہو اور اس کو دھلوانا صرف تنظیف کے لئے ہو۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم .

بَابُ الْبَصَاقِ يُصِيبُ الثَّوْبَ

کپڑے کو تھوک لگ جانا

یہ باب کپڑے پر تھوک لگ جانے کے حکم میں ہے۔

330 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتُ الْبَنَانِيُّ عَنْ أَبِي لَضْرَةَ قَالَ بَرَزَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبِهِ وَحَكَّ بَعْضَهُ بِبَعْضٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

ثابت بنانی سے روایت ہے کہ حضرت ابو نضر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اپنے کپڑے میں تھوکا اور کپڑے کا بعض حصہ بعض سے مل دیا۔ موسیٰ بن اسماعیل، حماد، حمید اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 330)

تشریح:

تھوک جمہور علماء کے نزدیک پاک ہے۔ علامہ عینی اور ابن حزم نے تھوک کی طہارت پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے اور ابراہیم نخعی کے نزدیک تھوک نجس ہے یعنی تھوک جب تک منہ کے اندر ہے تو طاہر ہے اور منہ سے نکلنے کے بعد نجس ہے۔ لہذا جمہور کے نزدیک اگر تھوک کپڑوں پر لگ جائے تو پاک کرنے کی حاجت نہیں اور ابراہیم نخعی کے نزدیک پاک کرنے کی حاجت ہے۔

قوله عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمثلہ
اس سے قبل کی روایت مرسل تھی اسی وجہ سے امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس روایت مرسل کی تقویت کے لئے یہ روایت مسندہ ذکر فرمائی۔ یہی روایت اسی اسناد کے ساتھ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .
حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کتاب الطہارۃ کی آخری حدیث مبارکہ ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر کار اور تمام علماء کرام و طالبین کو خادمین احادیث مبارکہ میں شامل فرمائے اور ہم سب کی حتمی مغفرت فرمائے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم
الحمد للہ عزوجل کتاب الطہارۃ مکمل ہوئی۔

بَابُ فَرَضِ الصَّلَاةِ

كتاب الصلوة

پہلی بحث صلوٰۃ کا ماخذ

لفظ صلوة کا بخلاف اشتقاقی ہے اس میں چند اقوال ہیں:

کہتے ہیں کہ یہ مشتق ہے صلوٰۃ سے کیونکہ نماز بندے کو اللہ تعالیٰ اور اس کی رحمت سے جوڑتی ہے اور قریب کرتی ہے اصل میں یہ لفظ و صلوٰۃ تھا تو اس کے اندر قلب مکانی ہو یعنی و صلوٰۃ کو صلوٰۃ کیا پھر قاعدہ واو متحرک ما قبل مفتوح پائے جانے کی بناء پر واو کو الف سے بدل دیا گیا صلوٰۃ ہو گیا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صلا سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں۔

سرین سے اوپر کی ہڈی۔

نماز کی حالت میں چونکہ تحریک صلوٰۃ ہو رہی ہے اس لیے اس کو صلوٰۃ کہا گیا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ماخوذ ہے صلیت العود علی النار سے۔

یہ اس دوران کہتے ہیں جب لکڑی کی کچی کو آگ کی حرارت کے ذریعہ درست کیا جائے نماز کے ذریعہ بھی چونکہ انسان کی باطنی کچی دور ہوتی ہے اس لیے اس کو صلوٰۃ کہا جاتا ہے۔

دوسری بحث صلوٰۃ کا معنی

صلوٰۃ کا معنی یہ ہے: علامہ راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: صلوٰۃ عبادت مخصوصہ کا نام ہے اس کی اصل دعا ہے اور چونکہ اس عبادت کا ایک جز دعا ہے اس لیے کل کو جز کا نام دے دیا گیا کوئی شریعت صلوٰۃ سے خالی نہیں رہی اگرچہ اس کی ہیئت مختلف شریعتوں میں مختلف تھی عبادت کی جگہ کو بھی صلوٰۃ کہتے ہیں اس لیے کلیسا پر بھی صلوٰۃ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

تیسری بحث بہ تدریج نمازوں کی فرضیت

علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: بعثت سے قبل نبی کریم ﷺ کسی مخصوص نبی کی شریعت پر عمل نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یا کسی اور نبی کی شریعت میں سے جو چیز آپ ﷺ کے کشف کے مطابق ہوتی تھی آپ ﷺ اس پر عمل کرتے تھے اور حدیث صحیح میں ہے کہ

غاحراء میں آپ ﷺ کی عبادت کئی انواع پر مشتمل تھی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور غور و فکر۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور وضو کی تعلیم دی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام وضو کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ ان کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے رہے پھر نبی کریم ﷺ نے اسی طرح وضو کیا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور نبی کریم ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (الروض الالاف: ج: 1، ص: 163)

اس طرح پہلی وحی کے ساتھ نماز کی ابتدا بھی ہو گئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ

شب معراج سے پہلے صرف رات کی ایک نماز فرض تھی اور اس میں وقت کی کوئی تحدید نہیں تھی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَتَّيْهَا الْمُرْقِلُ ۝ فَمِ الْيَلِ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَةٌ أَوْ اِنْقُصَ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ ۝ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝

(المرتل: 45:1)

اے چادر لیٹنے والے! رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑی رات، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں یا اس پر کچھ

بڑھادیں اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھیں۔

علامہ حربی نے کہا ہے کہ پہلے دو نمازیں فرض تھیں دو رکعت صبح کی نماز فرض تھی اور دو رکعت شام کی نماز فرض تھی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝ (آل عمران: 41)
صبح اور شام کو اللہ کی تسبیح کیجئے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ پہلے پوری رات کی نماز فرض تھی پھر حسب ذیل آیت سے پوری رات کا قیام منسوخ ہو گیا اور رات کے بعض حصہ کا قیام فرض ہو گیا۔

قرآن مجید میں ہے: عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصَوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ط (الزلزلہ: 20)
اللہ کو علم ہے! تم پوری رات کا ہرگز احاطہ نہ کر سکو گے تو وہ رحمت سے تم پر متوجہ ہوا سو اس میں سے جتنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اور جب شب اسراء کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو رات کے حصہ کے قیام کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

(فتح الباری: ج: 1، ص: 465)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں: معراج ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روای ہے کہ

پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر سفر میں یہ تعداد برقرار رہی اور حضر میں رکعات کی تعداد بڑھادی گئی۔ ہجرت کے ایک سال بعد یہ تعداد بڑھادی گئی تھی۔ (الروض الانف: ج: 1، ص: 162، 163)

چوتھی بحث صلوٰۃ کا قرآن مجید میں ذکر

پہلی آیت مبارکہ

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّكْعَيْنِ ۝ (البقرہ: 43)
اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

دوسری آیت مبارکہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ط (البقرہ: 153)
اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔

تیسری آیت مبارکہ

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ط وَالْهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ۝ (البقرہ: 45)
اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو اور بے شک نماز ضرور دشوار سوائے ان لوگوں جو (اللہ کی طرف) جھکنے والے ہیں۔

چوتھی آیت مبارکہ

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا (النساء: 103)
بے شک ایمان والوں پر نماز وقت مقرر میں فرض کی گئی ہے۔

پانچویں آیت مبارکہ

الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (المومن: 2)
جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

چھٹی آیت مبارکہ

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (طہ: 14)
اور مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم کرو۔

ساتویں آیت مبارکہ

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت: 45)
بے شک نماز بے حیائی کے کاموں اور برائیوں سے روکتی ہے۔

آٹھویں آیت مبارکہ

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحْفِظُونَ (المومن: 9)
اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرنے والے ہیں۔

نویں آیت مبارکہ

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا (النساء: 142)
اور منافق جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو بہت سستی سے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لئے پڑھتے ہیں اور اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔

دسویں آیت مبارکہ

قَوْلٍ لِلْمُصَلِّينَ (الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ) (الَّذِينَ هُمْ يُرَآءُونَ) (الماعون: 6-4)
ان نمازیوں پر افسوس اور عذاب ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں اور جو ریا کاری کرتے ہیں۔

گیارہویں آیت مبارکہ

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ (إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ) (ذَلِكَ ذِكْرِي)

لِلَّذِكْرِ ۝ (هود: ۱۱۴)

اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں اور یہ نصیحت نصیحت ماننے والوں کو۔

بارہویں آیت مبارکہ

اقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنِ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝

(بنی اسرائیل: 78)

آپ سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک نماز قائم کریں اور فجر کی نماز میں قرآن پڑھیں بے شک فجر کی نماز کے قرآن پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

تیرہویں آیت مبارکہ

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيَا ۝ (مریم: 59)

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشات کی پیروی کی تو عنقریب وہ نئی (ہلاکت) میں جا گریں گے۔

چودھویں آیت مبارکہ

وَ طَهَّرَ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ (الحج: 26)

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا۔

پندرہویں آیت مبارکہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۖ (المائدہ: 6)

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو لو۔

سولہویں آیت مبارکہ

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ۝ (البقرہ: 238)

تمام نمازوں کی پابندی کرو اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو۔

سترہویں آیت مبارکہ

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ط وَلَذِكُرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ط وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ۝ (العنکبوت: 45)

بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

اٹھارہویں آیت مبارکہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (الحج: 77)

اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیکی کے کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔

انیسویں آیت مبارکہ

وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ط لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَرْتُمْ أَوْهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۝ (المائدہ: 12)

اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں البتہ اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ ادا کی اور تم میرے رسولوں پر ایمان لائے اور تم نے ان کی تعظیم کے ساتھ مدد کی اور اللہ کو اچھا قرض دیا تو میں ضرور تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا اور میں تم کو ضرور ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔

بیسویں آیت مبارکہ

وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (النساء: 162)

اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

اکیسویں آیت مبارکہ

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝ (الحج: 41)

یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار عطا فرمادیں تو یہ نماز کی ادائیگی اور زکوٰۃ کی وصولیابی کا نظام قائم کریں گے اور نیک کاموں کا حکم دیں گے اور برے کاموں سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

پانچویں بحث صلوٰۃ کا حدیث مبارکہ میں ذکر فضائل و ترک پر وعیدیں

صلوٰۃ کے فضائل و تاکیدیں دو وعیدیں احادیث مبارکہ میں کثرت سے آئی ہیں جن میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کسی شخص اور اس کے کفر اور شرک کے درمیان (فرق) نماز کو ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 61)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ سے قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اگر وہ مکمل ہوئی تو مکمل لکھی جائے گی اور اگر اس میں کچھ کمی ہوئی۔
تو فرمایا جائے گا۔

دیکھو کیا اس کی کچھ نقلی نمازیں ہیں جن سے اس کے فرض کی کمی کو پورا کر دیا جائے پھر باقی اعمال کا اسی طرح حساب لیا جائے گا۔ (سنن نسائی: ج: 1، ص: 82)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس دن میں نماز نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں۔ (مسند احمد: ج: 4، ص: 218)

ایک اور روایت میں ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات سال کی عمر میں اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں ان کو مار مار کر ان سے نماز پڑھو اور ان کے بستر الگ الگ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ج: 1، ص: 71)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جس مرض میں رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اس میں آپ ﷺ بار بار فرماتے تھے نماز اور غلام۔ (سنن ابن ماجہ: ص: 117)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نزع روح کے وقت جب اپنی جان کی سخاوت فرما رہے تھے تو آپ ﷺ کی زبان مقدسہ پر یہ الفاظ تھے۔

نماز اور غلام۔ (الطہقات الکبریٰ: ج: 2، ص: 253)

ایک اور روایت میں ہے: ابو عثمان سے روایت ہے کہ

میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا انہوں نے ایک شاخ پکڑ کر اس کو ہلایا حتیٰ کہ اس کے پتے گرنے لگے۔

پھر انہوں نے کہا: اے ابو عثمان! کیا تم مجھ سے سوال نہیں کرو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟

میں نے کہا: آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا۔

انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک خشک شاخ کو پکڑ کر اس کو ہلایا حتیٰ کہ اس کے پتے جھڑنے لگے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے سلمان (رضی اللہ عنہ) کیا تم مجھ سے سوال نہیں کرو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے۔ میں نے عرض کیا: آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے گر رہے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ ۖ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۖ ذَلِكَ ذِكْرِي لِلَّذِينَ كَرِهُوا ۝ (سود: 114)

اور دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز کو قائم رکھو بے شک نیکیاں، برائیوں کو مٹا دیتی ہیں یہ ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔ (مسند احمد: ج: 5، ص: 439)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص وضو کرے اور تین بار اپنے ہاتھوں کو دھوئے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کے ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے اور جو کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے تو اللہ تعالیٰ اس کی زبان اور ہونٹوں کے ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے اور جو اچھی طرح وضو کرے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھے وہ گناہوں سے اس طرح صاف ہو جاتا ہے جس طرح اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو۔

راوی نے پوچھا:

آپ نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے۔

ارشاد فرمایا: ایک بار ، دو بار ، تین بار ، چار بار ، پانچ بار

چھ بار نہیں بے شمار بار سنا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج: 4، ص: 40)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہماری رائے یہ تھی کہ نماز کی جماعت صرف وہ شخص چھوڑتا ہے جو ایسا منافق ہو جس کا نفاق معلوم ہو یا وہ بہت بیمار ہو بے شک ایک بیمار آدمی دو آدمیوں کے درمیان سہارے سے چل کر نماز پڑھنے کے لئے جاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ہم کو سنن الہدیٰ کی تعلیم دی اور سنن الہدیٰ میں سے یہ ہے کہ جس مسجد میں اذان دی گئی ہو اس میں نماز پڑھی جائے۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 232)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک نابینا شخص آیا۔

اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے کوئی شخص مسجد میں لے جانے والا نہیں ہے اس نے رسول اللہ ﷺ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی۔

آپ ﷺ نے اس کو اجازت عطا فرمادی جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے پھر اس کو بلایا۔ اور ارشاد فرمایا: تم اذان کی آواز سنتے ہو۔

اس نے عرض کیا: ہاں!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو پھر نماز کے لئے جاؤ۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 232)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس آدمی کو اس سے خوشی ہو کہ کل وہ اللہ تعالیٰ سے حالت اسلام میں ملاقات کرے اسے چاہئے کہ جب ان نمازوں کی اذان دی جائے تو وہ ان کی حفاظت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کے لئے سنن الہدیٰ کو مشروع کیا ہے اور ان کو جماعت سے پڑھنا سنن الہدیٰ میں سے ہے اور اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھی جس طرح کہ فلاں تارک جماعت اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کریم ﷺ کی سنت کو ترک کر دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ترک کیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 232)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ ﷺ کو کوئی مصیبت پہنچتی تو آپ ﷺ نماز پڑھتے۔ (مسند احمد: ج: 5، ص: 388)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن الشیخ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نماز میں آپ ﷺ کے رونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے سینہ سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے چکی چلنے کی آواز ہوتی ہے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 1312)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جس مسلمان شخص پر فرض نماز کا وقت آئے وہ اس نماز کا اچھی طرح وضو کرے اور نماز میں اچھی طرح خشوع اور رکوع کرے تو وہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ سلسلہ تمام دہر تک رہے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 228)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس طرح اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کرتا
ہے جس طرح روزہ رکھنے والا

نماز میں قیام کرنے والا

خشوع کرنے والا

رکوع کرنے والا

اور سجدے کرنے والا ہے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 3127)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر التفات کے متعلق پوچھا:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ شیطان کا اچکنا اور چھیننا ہے۔ بندہ کی نماز سے اتنا حصہ شیطان اچک لیتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 751)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے اپنے ایام مرض میں کہا میرے پاس رسول اللہ ﷺ کی رکھی ہوئی ایک امانت ہے وہ تم تک پہنچا رہا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص نماز میں التفات نہ کرے (ادھر ادھر مڑ کر نہ دیکھے) اگر ضرور ایسا کرنا ہو تو

فرائض کے غیر میں کرے۔ (مصنف ابن شیبہ: رقم الحدیث: 4544)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم نماز پڑھ رہے ہوتے ہو تو تمہارا رب عزوجل تمہارے سامنے ہوتا ہے اور تم اس سے مناجات کر رہے ہوتے ہو۔

پس تم ادھر ادھر التفات نہ کرو۔

اور عطاء نے کہا: مجھے یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اے ابن آدم! تو کس کی طرف التفات کر رہا ہے؟ میں تیرے لیے اس سے بہتر ہوں جس کی طرف تو التفات کر رہا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4538)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

تم نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے سے خود کو بچاؤ کیونکہ التفات کرنے والے کی نماز (کامل) نہیں ہوتی اور اگر تم نے ایسا

کرنا ہی ہے تو نوافل میں فرائض میں نہ کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 4535)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بندہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب وہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اس سے اعراض کر لیتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4540)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں وہ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی نظریں واپس نہیں آئیں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6318)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بہت سختی کی۔

اور ارشاد فرمایا: وہ لوگ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی آنکھیں چھین لی جائیں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6316)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے لکڑی کا ستون کھڑا ہو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: یہ نماز میں ان کا خشوع تھا۔ (الدر المنثور: ج: 6، ص: 87)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس آدمی کی نماز میں خشوع نہیں ہوتا اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی۔ (زہر الفردوس: ج: 4، ص: 239)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی نماز اس کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے نہ منع کرے وہ اللہ تعالیٰ سے صرف دور ہی رہتا ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11025)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص کی نماز اس کو نیکی کا حکم نہ دے اور اس کو برائی سے نہ روکے وہ اللہ تعالیٰ سے صرف دور ہی رہتا ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8543)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو روزہ رکھنے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے رات کو نماز میں قیام کرنے والے ایسے ہیں جن کو قیام سے سوائے جاگنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1690)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو نماز کی اطاعت نہ کرے اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ نماز اس کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے منع کرے۔ (زہر الفردوس: ج: 4، ص: 240)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حکام مسلط ہوں گے جو نماز کو اس وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے یا نماز کا وقت ضائع کر کے پڑھیں گے۔

میں نے پوچھا کہ اس صورت میں آپ ﷺ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نماز کو اس وقت میں پڑھ لو اگر تم نماز میں ان سے مل جاؤ تو پڑھ لو یہ تمہاری نفل نماز ہو گی۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 176)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جو عبادت کے معمولات تھے میں اب ان میں سے کسی چیز کو نہیں پہچانتا۔ ان سے کہا گیا کہ

نماز

انہوں نے کہا: کیا تم نماز میں بھی ان چیزوں کو ضائع نہیں کر چکے جن کو ضائع کر چکے ہو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 529)

ایک اور روایت میں ہے: زہری بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو وہ رورہے تھے۔

میں نے پوچھا: آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے۔

انہوں نے کہا: میں جن چیزوں کو جانتا تھا اب ان میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے اس نماز کے اور یہ نماز بھی ضائع کی جا چکی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 530)

ایک اور روایت میں ہے: العلاء بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بصرہ میں ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور ان کا گھر مسجد کے پہلو میں تھا۔ جب ہم ان کے پاس گئے۔

تو انہوں نے پوچھا کہ

تم لوگوں نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟

ہم نے کہا: ہم تو ابھی ظہر کی نماز پڑھ کے آرہے ہیں۔

انہوں نے فرمایا: عصر کی نماز پڑھو۔ ہم نے ان کے ساتھ نماز پڑھی جب ہم نماز سے فارغ ہو گئے۔

تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

یہ منافق کی نماز کا وقت ہے وہ بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا رہتا تھا حتیٰ کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو

جاتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور وہ نماز میں بہت کم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 622)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر اس واقعہ کی خبر دی۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۖ

اس شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ حکم صرف میرے لیے ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ حکم میری تمام امت کے لئے ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 526)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔

اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ بتائیے کہ ایک آدمی ایک عورت سے ملا ان کے درمیان جان پہچان نہیں تھی

اور ایک مرد ایک عورت کے ساتھ جماع کے علاوہ جو کچھ کر سکتا ہے وہ اس نے کر لیا۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ ۖ

آپ ﷺ نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ وضو کر کے نماز پڑھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ حکم اس کے ساتھ خاص یا تمام مومنین کے لئے ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلکہ یہ حکم تمام مومنین کے لئے ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3113)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میرے پاس ایک عورت کھجوریں خریدنے کے لئے آئی۔

میں نے اس سے کہا: اس سے زیادہ اچھی بھجوریں میرے گھر میں ہیں۔ پھر میں نے اس سے نفسانی خواہش کا قصد کیا اور اس کا بوسہ لے لیا۔ پھر میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔

انہوں نے فرمایا: تم اپنے اوپر پردہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرنا مگر مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔

انہوں نے (بھی) فرمایا کہ

اپنا پردہ رکھو توبہ کرو اور کسی کو نہ بتاؤ مجھ سے پھر صبر نہ ہو سکا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی۔

آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی کے گھر والوں کی اس کی غیر موجودگی میں خبر گیری کی ہے۔

میں نے کہا: نہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ کی روایت میں ہے۔

پھر پوچھا: کیا تم نے کسی غازی کو جہاد کا سامان نہیا کیا ہے۔

میں نے کہا: نہیں!

حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میں اس وقت اسلام لایا ہوتا اور میں نے گمان کیا کہ میں دوزخیوں میں سے ہوں۔

راوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ بڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اس آیت کی وحی فرمائی:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ رَاحِ

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ یہ آیت اس کے ساتھ خاص ہے یا تمام لوگوں کے لئے عام

ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام لوگوں کے لئے عام ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3185)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔

اور اس نے کہا: میں نے مدینہ منورہ کے ایک سرے پر ایک عورت کو گرا لیا اور میں نے جماع کے سوا ان سے سب کچھ کیا

اور اب میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ میرے حق میں فیصلہ فرمائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر پردہ رکھ لیا تھا کاش تو بھی اپنا پردہ رکھتا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے کوئی جواب

نہیں دیا وہ شخص چلا گیا پھر نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو بھیج کر اسے بلوایا۔
اور اس پر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ ذَٰلِكَ ذِكْرِي لِلَّذِينَ كَرِهُوا ۝

قوم میں ایک شخص نے کہا: یہ حکم اس کے لئے خاص ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! یہ حکم تمام لوگوں کے لئے ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6763)

ایک اور روایت ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا پس ایک شخص آیا۔

اور اس نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے حد کا ارتکاب کر لیا ہے۔ آپ ﷺ مجھ پر حد جاری فرمائیں۔ آپ ﷺ

نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا پھر نماز کا وقت آ گیا تو اس نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ شخص آپ ﷺ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے ایک حد کا ارتکاب کر لیا ہے۔ آپ ﷺ مجھ پر کتاب اللہ کا حکم نافذ

کیجئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔

اس نے عرض کیا: جی پڑھی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ کو یا ارشاد فرمایا:

تمہاری حد کو معاف فرمادی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6823)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر ایک دریا ہو جس

میں وہ ہر روز دن میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو تم کیا کہتے ہو۔ کیا اس کے بدن پر میل باقی رہے گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اس کے بدن پر میل باقی نہ رہے گی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازوں کی ایسی ہی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے اس کے گناہ مٹا دے گا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 528)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام لوگ تمہیں کے وقت آئے جب سورج نصف النہار

سے زائل ہو چکا تھا اور مجھے ظہر کی نماز پڑھائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب سورج نصف النہار سے زائل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

اقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوٰكِ الشَّمْسِ (جامع البیان: ۱۵: ۱۷۲)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج نصف النہار سے زائل ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج صاف اور سفید ہو جائے اور پہلا نہ پڑا ہو اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے اور عشاء کو اس وقت تک مؤخر کرو جب تک تم کو نیند نہ آئی ہو اور صبح کی نماز اس وقت پڑھو جب ستارے ظاہر ہوں اور ان کا جال بنا ہوا ہو۔ (موطا امام مالک: رقم الحدیث: 7)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے آپ ﷺ کے بعد ایک اور شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی پھر اس نے آکر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔

اور ارشاد فرمایا: واپس جاؤ اور پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ واپس گیا اور پہلے کی طرح نماز پڑھی پھر آیا تو حضور ﷺ کو سلام کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔

تین بار اسی طرح فرمایا: پھر اس نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اور میں اس سے زیادہ اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ ﷺ مجھے تعلیم دیجئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو پھر رکوع کرو حتیٰ کہ اطمینان سے رکوع کرو۔ پھر رکوع سے اٹھ کر حتیٰ کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھو حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اپنی تمام نمازیں اسی طرح پڑھو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 757)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا وہ ارکان نماز میں کمی کرتے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تم کتنے عرصہ سے اس طرح نماز پڑھ رہے ہو؟

اس نے کہا: چالیس سال سے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے چالیس سال سے نماز نہیں پڑھی اور اگر تم اس طرح نماز پڑھتے ہوئے مر گئے تو

حضور ﷺ کی سنت کے خلاف پر عمل کرتے ہوئے مرد گے۔

پھر ارشاد فرمایا: ایک شخص نماز تخفیف سے پڑھتا ہے مگر رکوع و سجود مکمل کرتا ہے اور اچھی طرح نماز پڑھتا ہے۔

(سنن نسائی: رقم الحدیث: 1311)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا ایک شخص نماز میں رکوع و سجود کامل طریقہ سے نہیں کر رہا تھا۔ جب وہ نماز پڑھ چکا۔

تو انہوں نے ایک شخص سے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تم مر گئے تو حضور ﷺ کی سنت کے خلاف کرتے ہوئے مرد

گے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 389)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حاکم ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے

مؤخر کر کے پڑھیں گے یا نماز کو اس کا وقت ضائع کر کے پڑھیں گے۔

میں نے عرض کیا: پھر آپ ﷺ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نماز اس وقت پر پڑھو پھر اگر تم ان کے ساتھ نماز کو پاؤ تو پڑھ لو وہ تمہاری نقلی نماز ہوگی۔ (صحیح

بخاری: رقم الحدیث: 431)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ منافق کی نماز ہے وہ بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ

سورج دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹانگیں مار لیتا ہے اور اس میں وہ اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 622)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

قیامت کے دن بندہ کے اعمال سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے اگر نماز صحیح ہے تو وہ

کامیاب اور کامران ہو گیا اور اگر نماز فاسد ہے تو وہ ناکام اور نقصان زدہ ہو گیا اگر اس کے فریضہ میں کوئی کمی ہو تو رب تعالیٰ

فرمائے گا دیکھو میرے بندے کا کوئی نفل ہے پھر فریضہ میں جو کمی ہوگی اس کو نفل سے پورا کیا جائے گا پھر اس کے باقی اعمال کا

حساب بھی اسی طرح ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 884)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی اور خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ (سنن

ترمذی: رقم الحدیث: ۱

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا اس وقت مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اونٹنی کو بٹھایا اور اونٹنی سے اتر گئے۔ آپ ﷺ نے میری گود میں سر رکھا اور سو گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے زور سے مجھے گھونسنے مارے۔

اور کہا: تم نے لوگوں کو ہار کی وجہ سے ٹھہرا دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل پڑنے سے مجھے موت کی طرح لگ رہا تھا حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی تھی پھر حضور ﷺ بیدار ہوئے اس وقت صبح ہو چکی تھی پانی کو تلاش کیا گیا تو پانی نہیں ملا۔

اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے تم میں برکت رکھی تمہارا وجود ان کے لئے محض برکت ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4608)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا اور ایک ایک مرتبہ اعضاء وضو کو دھویا۔

پھر ارشاد فرمایا: یہ وضو کا طریقہ ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں کرتا۔

آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور دو مرتبہ اعضاء وضو کو دھویا۔

پھر ارشاد فرمایا: جس نے اس طرح وضو کیا اس کے لئے دگنا اجر ہے۔ آپ ﷺ نے تھوڑی دیر کے بعد پانی منگوایا اور اس

سے اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا۔

اور ارشاد فرمایا: یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا وضو ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 420)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنو اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کو جرتج کہا جاتا ہے وہ نماز پڑھ رہا تھا اس کی ماں نے آ

کر اس کو بلایا وہ اس کے بلانے پر نہیں گیا۔

اور کہا: کیا نماز کی حالت میں اس کو جواب دوں۔

اس کی ماں آئی اور اس نے کہا: اے اللہ عزوجل! اس پر اس وقت تک موت طاری نہ کرنا جب تک یہ بدکار عورتوں کو نہ دیکھ

لے۔ جرتج اپنے گرجا میں عبادت کرتا تھا۔

ایک عورت نے کہا: میں جرتج کو فتنہ میں ڈالوں گی۔ اس عورت نے اس کو گناہ کی دعوت دی۔ جرتج نے انکار کیا۔ اس نے ایک چرواہے سے اپنی خواہش پوری کر لی۔ اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا۔

اس نے لوگوں سے کہا: یہ جرتج کا بچہ ہے۔ لوگ آئے اور انہوں نے اس کا گر جاتوڑ دیا اور اس کو گر جا سے نکال دیا اور اس کو برا کہا۔ جرتج نے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر اس نوزائیدہ بچہ سے کہا۔

اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟

اس نے کہا: چرواہا!

لوگوں نے کہا: ہم تمہارا گر جاسونے کا بنا دیں۔

اس نے کہا: نہیں! صرف مٹی ہی کا بنا دو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2482)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے جو شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں جائے اور اس کا مسجد میں جانا صرف نماز کے لئے ہو تو اس کے ہر قدم سے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 281)

درمنثور میں ہے: حضرت امام ابو یعلیٰ رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دین کی جس چیز کو سب سے پہلے لوگوں پر فرض کیا وہ نماز ہے اور جو چیز سب

کے آخر میں باقی رہے گی وہ نماز ہے اور سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندوں کی نماز کو دیکھو اگر وہ مکمل ہوں تو مکمل لکھ دی جائیں گی اور اگر وہ ناقص ہوں تو اللہ تعالیٰ

فرمائے گا دیکھ کیا اس کے نوافل ہیں اگر اس کے نوافل ہوں گے تو فرائض کی کمی نوافل سے پوری کر دی جائے گی۔

پھر ارشاد فرمائے گا: دیکھ اس کی زکوٰۃ پوری ہے۔ اگر زکوٰۃ پوری ہو تو پوری لکھ دی جائے گی اور اگر ناقص ہو تو اللہ تعالیٰ

فرمائے گا دیکھ اس نے کوئی صدقہ کیا ہے اگر اس نے صدقہ کیا ہو گا تو اس صدقہ سے اس کی زکوٰۃ پوری کر دی جائے گی۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جس چیز کا سب سے پہلے بندے سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اگر نماز

درست ہو تو باقی عمل بھی درست ہوں گے اور اگر نماز فاسد ہو تو باقی عمل بھی فاسد ہوں گے۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص امانت دار نہ ہو اس کا کوئی ایمان نہیں جس کا وضو نہ ہو اس کی کوئی نماز نہیں اور جس

کی نماز نہ ہو اس کا کوئی دین نہیں۔ دین میں ایسی نماز ہے جیسے جسم میں سر ہے۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کی نماز نہ ہو اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جو شخص پانچ نمازیں لے کر آیا جن کے وضو اور ان کے اوقات ان کے

رکوع اور سجود کی اس نے حفاظت کی ہوئی ہو اس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ چاہے تو اس پر رحم فرمائے اور چاہے تو اس کو عذاب

دے۔

(ایک اور روایت میں ہے) امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے تین چیزوں کی حفاظت کی وہ یقیناً (اللہ تعالیٰ) کا ولی ہے اور جس نے ان کو ضائع

کیا وہ یقیناً (اللہ تعالیٰ) کا دشمن ہے۔

1- نماز 2- روزہ 3- جنابت

(ایک اور روایت میں ہے)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے وقت میں نماز پڑھی اور اس کے لئے وضو کیا اور نماز کے قیام، خشوع،

رکوع اور سجود کو پوری طرح ادا کیا تو وہ نماز سفید اور روشن ہوگی اور اس شخص سے کہے گی۔ اللہ تعالیٰ تیری بھی اسی طرح حفاظت

کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے اور جس نے وقت نکلنے کے بعد نماز پڑھی اس کے لئے مکمل وضو نہیں کیا اور نہ

خشوع و خضوع، رکوع اور سجود کو پوری طرح ادا کیا وہ نماز سیاہ اندھیری ہوگی۔

اور کہے گی: اللہ تعالیٰ تجھے بھی اس طرح ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس

نماز کو پرانے کپڑوں میں لپیٹ کر اس شخص کے منہ پر مار دے گا۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام احمد، حضرت امام طبرانی اور حضرت امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت کعب بن

عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک دن ہم ظہر کی نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

اور ارشاد فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب عزوجل نے کیا فرمایا ہے۔

ہم نے عرض کیا: نہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا رب عزوجل یہ فرماتا ہے کہ جس شخص نے نماز اپنے وقت میں پڑھی اس کی حفاظت کی

اور اس کے حق کو معمولی سمجھ کر ضائع نہیں کیا اس کے ساتھ میرا یہ عہد ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جس شخص نے نماز اپنے وقت میں نہیں پڑھی اس کی حفاظت نہیں کی اور اس کے حق کو معمولی جان کر ضائع کیا اس کے ساتھ میرا کوئی عہد نہیں ہے اگر میں چاہوں تو اس کو عذاب دوں اور اگر میں چاہوں تو اس کو معاف کر دوں۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام دارمی رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کی چابی نماز ہے۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام دیلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نماز دین کا ستون ہے۔

(ایک اور روایت میں ہے) امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سی چیز دین میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا۔ جس نے نماز کو ترک کیا اس کا کوئی دین نہیں۔ نماز دین کا ستون ہے۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام ابن ماجہ، حضرت امام ابن حبان، حضرت امام حاکم رحمہم اللہ تصحیح سند کے ساتھ اور حضرت امام بیہقی رحمہم اللہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مستقیم رہو اور تم ہرگز نہ رہ سکو گے اور جان لو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے اور مومن کے سوا اور کوئی شخص ہمیشہ با وضو ہرگز نہ رہ سکے گا۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام مسلم، حضرت امام ابوداؤد، حضرت امام نسائی اور حضرت امام ابن ماجہ رحمہم اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ کل اللہ تعالیٰ سے حالت اسلام میں ملاقات کرے اسے چاہئے کہ جب ان نمازوں کی اذان ہو تو پانچوں نمازوں کی حفاظت کرے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی روایت یہ ہے کہ جب اذان ہو تو پانچوں نمازوں کی حفاظت کرو کیونکہ جماعت سنن الہدیٰ میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے سنن الہدیٰ کو مشروع کیا ہے اور ہمارے عہد میں منافق کے سوا اور کوئی جماعت کو نہیں چھوڑتا تھا اور ہم نے دیکھا ہے کہ ایک شخص دو اشخاص کے سہارے سے چل کر صف میں کھڑا ہوتا تھا اور ہر شخص کے لئے اس کے گھر میں نماز کی جگہ ہوتی ہے اور اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھی اور اپنی مسجدوں کو چھوڑ دیا تو تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کرو گے اور اگر تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کیا تو کافر ہو جاؤ گے۔

اس حدیث مبارکہ کی توجیہ یہ ہے کہ

جس نے حضور ﷺ کی سنت کو بطور استخفاف یا بطور اہانت ترک کیا وہ کافر ہو جائے گا یا کفر بہ معنی کفران نعمت ہے۔
(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام ترمذی، حضرت امام نسائی، حضرت امام ابن ماجہ اور حضرت امام حاکم رحمہم اللہ تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن بندہ کے عمل سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے اگر وہ صحیح ہوئی تو وہ کامیاب اور کامران ہو گیا اور اگر وہ فاسد ہوئی تو وہ ناکام اور نامراد ہو گیا اور اگر اس کے فریضہ میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا دیکھ میرے بندہ کا کوئی نفل ہے جس سے اس کا فرض پورا کیا جائے۔ پھر باقی اعمال کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوگا۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت امام احمد اور امام طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ایک شخص لوگوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا اور ان کو سلام کیا۔
لوگوں نے اس کے سلام کا جواب دیا جب وہ گزر گیا۔
تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: بہ خدا! میں اس شخص سے اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھتا ہوں۔
لوگوں نے کہا: تم نے بہت بری بات کی ہے۔

اے فلاں شخص! جاؤ اس کو بلا کر لاؤ۔
وہ شخص اس کو بلا کر لے آیا اور اس کو بتایا کہ اس کے متعلق کیا کہا گیا ہے۔
وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔

اور کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں مسلمانوں کی ایک مجلس کے پاس سے گزرا۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ جب میں چلا گیا تو ایک شخص نے میرے متعلق کہا۔ میں اللہ تعالیٰ کے لئے اس شخص سے بغض رکھتا ہوں۔
یا رسول اللہ (ﷺ)! اس شخص کو بلائیے اور اس سے بغض کی وجہ پوچھئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو بلایا تو اس نے اعتراف کیا کہ اس نے یہ کہا تھا۔

اس نے کہا: یہ شخص میرا پڑوسی ہے۔ بہ خدا! میں نے اس کو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز پڑھتے نہیں دیکھا جس کو ہر نیک اور بد پڑھتا ہے۔

اس نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اس سے پوچھئے کبھی میں نے نماز کو وقت سے مؤخر کر کے پڑھایا اس کے وضو میں کوئی کمی کی یا رکوع اور سجود میں کوئی کوتاہی کی۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: تو اس نے کہا: نہیں۔

پھر اس نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے اس شخص کو رمضان کے سوا اور کوئی روزہ رکھتے نہیں دیکھا جس مہینہ میں ہر نیک و بد روزہ رکھتا ہے۔

اس نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اس سے پوچھئے! میں نے کبھی روزہ کے حق میں کوئی کوتاہی یا کمی کی۔ رسول اللہ (ﷺ) نے پوچھا: تو اس نے کہا: نہیں۔

پھر اس نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے زکوٰۃ کے سوا اس کو کبھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور زکوٰۃ تو ہر نیک و بد ادا کرتا ہے۔

اس نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اس سے پوچھئے! میں نے کبھی زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی یا کمی کی۔ اس نے کہا: نہیں۔

آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اٹھو یہ تم سے بہتر ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا۔

اسلام کا کون سا درجہ افضل ہے۔

آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: نماز اور جس نے نماز نہیں پڑھی اس کا کوئی نہیں۔ (ایک اور روایت میں ہے)

حضرت امام ابن ابی شیبہ، حضرت امام احمد، حضرت امام ابو داؤد، حضرت امام ترمذی، حضرت امام نسائی، حضرت امام ابن ماجہ، حضرت امام ابن حبان اور حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عباد بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے محبوب (ﷺ) نے مجھے سات چیزوں کی نصیحت فرمائی۔

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرو خواہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تم کو جلا دیا جائے یا تم کو سولی پر چڑھا دیا جائے اور نماز کو عدا ترک نہ کرو کیونکہ جس نے عدا نماز کو ترک کیا وہ ملت اسلام سے نکل گیا اور معصیت کا ارتکاب نہ کرو کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے اور شراب نہ پیو کیونکہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام ترمذی اور حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کفر اور ایمان کے درمیان نماز ہے جس نے نماز کو ترک کیا اس نے شرک کیا۔
(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام بزار اور حضرت امام طبرانی رحمہما علیہما حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں

کہ

جب ان کی آنکھوں میں تکلیف ہوگئی تو ان سے کہا گیا کہ
ہم آپ کا علاج کرتے ہیں۔ آپ چند دن نماز چھوڑ دیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے نماز چھوڑ دی وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ
اس پر غضبناک ہوگا۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام حبان رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے عداً نماز کو ترک کیا اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو ضائع کر دیتا ہے اور اس کا ذمہ اللہ
تعالیٰ سے بری ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔

ایک اور روایت میں ہے: امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
روایت کیا ہے کہ

جس نے نماز نہیں پڑھی وہ کافر ہے۔

اور ایک روایت میں ہے۔

اس نے کفر کیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اعمال کی طرف لکھا کہ میرے نزدیک تمہارے کاموں میں سب سے اہم کام نماز ہے جس نے
نماز کی حفاظت کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ باقی دین کو زیادہ ضائع کرنے والا ہے۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام ترمذی اور حضرت امام حاکم رحمہما علیہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے

کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کیا اس نے کبیرہ گناہ کیا۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام نسائی اور حضرت امام حبان رحمہما علیہما نے حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت

کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی ایک نماز فوت ہوگئی گویا اس کے اہل اور مال ہلاک ہو گئے۔

(الدراکٹور: ج: 1، ص: 294 تا 298)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کے ضعیف لوگوں کی دعاؤں، ان کی نمازوں اور ان کے اخلاص کی وجہ سے اس امت کی مدد فرماتا ہے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 3178)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صفائی نصف ایمان ہے۔ اور الحمد للہ میزان کو بھر دیتی ہے۔

اور سبحان اللہ والحمد للہ زمین و آسمان کے درمیان ہر چیز کو بھر دیتے ہیں اور نماز نور ہے اور صدقہ دلیل یعنی رہنما ہے۔ صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے حق میں یا تیرے خلاف حجت ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا: وہ چھ چیزیں کون سی ہیں؟ ارشاد فرمایا:

1- نماز 2- زکوٰۃ 3- امانت 4- شرم گاہ 5- پیٹ

6- اور زبان۔ (طبرانی الاوسط: رقم الحدیث: 4925)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔

یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں کہ اگر میں گواہی دوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور میں پانچوں نمازیں ادا کروں اور زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور اس میں قیام کروں تو میرا شمار کن لوگوں میں ہوگا۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدیقین شہداء میں۔ (صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 182)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازیں اور نماز جمعہ اگلے جمعہ تک کے درمیان کے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں جب تک کبیرہ گناہ نہ کئے جائیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 233)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان جب نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر پر رکھ دیئے جاتے ہیں جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے اس کے گناہ جھڑنے لگتے ہیں لہذا جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے تمام گناہ جھڑ چکے ہوتے ہیں۔ (طبرانی کبیر: ج: 6، ص: 250)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے تین بار ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔

یہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے زمین پر نگاں جھانپیں تو ہم میں سے ہر شخص روتے ہوئے زمین کی طرف متوجہ ہوا حالانکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے قسم کیوں فرمائی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اقدس اٹھایا تو آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ایسی مسرت تھی جو ہمیں سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند تھی۔

پھر ارشاد فرمایا: جو شخص پانچ نمازیں ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنے مال سے زکوٰۃ نکالے اور سات کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

اور اس سے کہا جاتا ہے کہ

سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (سنن نسائی: ج: 5، ص: 8)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اگر) تم سے مسلسل گناہ ہوتے رہیں لیکن جب تم فجر کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے ان گناہوں کو دھو دے گی اس کے بعد پھر اگر تم سے مسلسل گناہوں کا صدور ہوتا رہے مگر جب ظہر کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے گناہوں کو دھو دے گی اس کے بعد پھر اگر تم سے گناہ ہوتے رہیں لیکن جب عصر کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے گناہوں کو دھو دے گی۔ اس کے بعد تم سے مسلسل گناہ ہوتے رہیں مگر جب مغرب کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے گناہوں کو دھو دے گی۔ اس کے بعد بھی تم سے گناہوں کا صدور ہوتا رہے مگر جب تم عشاء کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے گناہوں کو دھو دے گی پھر تم سو جاؤ گے تو بیدار ہونے تک تمہارا کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 1658)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابویوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نماز پچھلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 23562)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جو پابندی سے پانچوں نمازیں ادا کرے اور ان کے رکوع وسجود اور اوقات کا لحاظ رکھے اور یہ یقین کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہیں وہ جنت میں داخل ہوگا یا اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔

یابہ ارشاد فرمایا کہ اس پر جہنم حرام ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 18372)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں تو جو ان کو ادا کرے گا اور ان کے حق کو ہلکا جانتے ہوئے انہیں ضائع نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا اس سے عہد ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کرے گا اور جو انہیں ادا نہیں کرے گا اس کا اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی عہد نہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے عذاب دے چاہے تو اس کو جنت میں داخل فرمائے۔

ابوداؤد کی روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں جو ان کے لئے بہتر طریقہ سے وضو کرے اور انہیں ان کے وقت میں ادا کرنے اور ان کے رکوع وسجود، خشوع وخضوع کے ساتھ پورا کرے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اس کی مغفرت فرمادے اور جو ان کو ادا نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ اس کے لئے کچھ نہیں چاہے تو اسے معاف فرمادے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 425)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ایک دن نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

جو پابندی سے نماز ادا کرے گا تو یہ اس کے لئے قیامت کے دن نور، برہان اور نجات کا سبب بنے گی اور جو اس کو پابندی سے ادا نہیں کرے گا اس کے لئے نہ تو نور ہوگا نہ برہان اور نہ ہی نجات اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامون اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 6687)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور ان کے بارے میں آپ سے عہد کیا ہے کہ جو ان کو پابندی کے ساتھ ان کے وقت پر ادا کرے گا اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو ان کو پابندی کے ساتھ ادا نہ کرے گا اس کے لئے میرے پاس کوئی عہد نہیں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 430)

ایک اور روایت میں ہے: امیر المومنین حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

اللہ تعالیٰ باجماعت نماز پڑھنے والوں سے خوش ہوتا ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 5112)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جس نے کامل وضو کیا اور کسی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے چلا اور نماز باجماعت ادا کی تو اس کے گناہ معاف کر دیئے

جائیں گے۔ (الترغیب والترہیب: ج: 1، ص: 130)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: باجماعت نماز ادا کرنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجے افضل ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 645)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے چالیس دن باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھے گا اس کے

لئے ذوازاویاں لکھی جائیں گی۔

ایک جہنم سے دوسری نفاق سے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 241)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرد کا جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کے اپنے گھر اور بازار میں نماز ادا کرنے سے پچیس

درجے افضل ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ اچھے طریقے سے وضو کرتا ہے پھر مسجد کی طرف نکلتا ہے اور اس کی نیت صرف نماز کی ہوتی

ہے تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کی ایک خطا کو معاف فرما دیتا ہے۔ جب وہ نماز پڑھ لیتا

ہے تو جب تک اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ اے اللہ عز و جل! اس کی مغفرت فرما۔

اے اللہ عز و جل! اس پر رحم فرما۔

اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کے انتظار میں ہوتا ہے نماز ہی میں ہوتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

جب تک وہ کسی کو ایذا نہ پہنچائے یا کوئی بات نہ کرے تو فرشتے عرض کرتے رہتے ہیں کہ

اے اللہ عز و جل! اس کی مغفرت فرما۔

اے اللہ عزوجل! اس کی توبہ قبول فرما۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 647)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔

پھر ارشاد فرمایا: کیا فلاں شخص حاضر ہے۔

عرض کیا گیا: نہیں۔

پھر پوچھا: کیا فلاں حاضر ہے۔

عرض کیا گیا: نہیں۔

پھر ارشاد فرمایا: بے شک فجر اور عشاء کی نمازیں منافقین پر سب سے زیادہ بھاری ہیں۔ اگر جانتے کہ ان نمازوں میں کیا ہے تو ان نمازوں میں ضرور حاضر ہوتے اگرچہ گھسٹتے ہوئے آتے اور بے شک پہلی صف ملائکہ کی صف کی مثل ہے اور اگر تم پہلی صف کی فضیلت جان لیتے تو اسے حاصل کرنے کے لئے جلد بازی سے کام لیتے اور بے شک ایک مسلمان کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے اور دو مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنا ایک مسلمان کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے اور جماعت جتنی بڑی ہو اللہ تعالیٰ کو اتنی ہی زیادہ پسند ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 21323)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو فجر کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3948)

ایک اور روایت میں ہے: امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے آقا دو جہاں ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے

پوری رات قیام کیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 656)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کامل وضو کیا پھر مسجد کی طرف چلا اور دیکھا کہ لوگ تو نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ

تعالیٰ اسے باجماعت نماز پڑھنے اور جماعت میں حاضر ہونے والے کے برابر ثواب عطا فرمائے گا اور ان لوگوں کے ثواب میں

کچھ کمی نہ ہوگی۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 584)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اور دوسری صف پر۔

تو رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ دوسری صف پر۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دوسری صف پر بھی۔ (مسند احمد: ج 8: ص 295)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ صف پر تشریف لاتے تو قوم کے سینوں اور کانڈھوں کو برابر فرماتے۔

اور ارشاد فرمایا کرتے: جدا نہ رہو کہیں تمہارے دل جدا نہ ہو جائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر

رحمت بھیجتے ہیں۔ (ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1551)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف یا اگلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 997)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو اللہم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہا کرو کیونکہ جس کا

قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

جبکہ ایک روایت میں ہے۔

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہا کرو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 796)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا رفاعہ بن ارفع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے رکوع سے اپنا سرا قدس اٹھایا تو سَمِعَ

اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہا۔

پچھلے سے ایک شخص نے کہا: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حمداً كثيراً طیباً مبارکاً فیہ

جب نبی کریم ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔

تو دریافت فرمایا: یہ کلمات کہنے والا کون تھا؟

اس شخص نے عرض کیا: میں ہوں۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تم سے زائد فرشتوں کو ان کلمات کو لکھنے میں سبقت کرتے ہوئے دیکھا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 799)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: منافقین پر سب نمازوں سے بھاری فجر اور عشاء کی نماز ہے یہ اگر جان لیتے کہ ان دونوں نمازوں میں کیا ہے تو ضرور ضرور آتے اگر چہ گھسٹتے ہوئے آتے اور بے شک میں نے ارادہ کیا کہ میں نماز قائم کرنے کا حکم دوں اور کسی شخص کو نماز پڑھانے پر مقرر کروں پھر کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہوں جو لکڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں پھر ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 657)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بتاؤ! اگر کسی کے دروازہ پر نہر ہو وہ اس میں ہر روز پانچ بار غسل کرے کیا اس کے بدن پر میل رہ جائے گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلی مثال پانچوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب سے خطاؤں کو بخوفرما دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 667)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں سوال کیا کہ ایسا عمل ارشاد فرمائیے کہ مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے بچائے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز قائم رکھ اور زکوٰۃ دے اور رمضان کا روزہ رکھ اور بیت اللہ کا حج کر۔

اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ

اسلام کا ستون نماز ہے۔ (جامع الترمذی: رقم الحدیث: 2825)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

اور نماز قائم کرنا۔ اور زکوٰۃ دینا۔ اور حج کرنا۔ اور ماہ رمضان کا روزہ رکھنا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 21)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) اسلام میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب کیا چیز ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وقت میں نماز پڑھنا اور جس نے نماز چھوڑی اس کا کوئی دین نہیں، نماز دین کا ستون ہے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 2807)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے گھر میں طہارت کر کے فرض ادا کرنے کے لئے مسجد کو جاتا ہے تو ایک قدم پر ایک گناہ محو ہو جاتا ہے دوسرے پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 666)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو دو رکعت نماز پڑھے اور ان میں سہونہ کرے تو جو کچھ پیشتر اس کے گناہ ہوئے اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 21749)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس کے لئے جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور پروردگار کے درمیان حجاب ہٹا دیئے جاتے ہیں اور حور عین اس کا استقبال کرتی ہیں جب تک نہ ناک سکے نہ کھنکارے۔ (الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 12)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (جو مسلمان جہنم میں جائے گا والعیاذ باللہ تعالیٰ) اس کے پورے بدن کو آگ کھائے گی سوا اعضاء سجود کے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا آگ پر حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4326)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی صبح و شام نہیں مگر زمین کا ایک ٹکڑا دوسرے کو پکارتا ہے آج تجھ پر کوئی نیک بندہ گزرا جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکر الہی عزوجل کیا؟ اگر وہ وہاں کہے تو اس کے لئے اس سبب سے اپنے اوپر بزرگی تصور کرتا ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 562)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔ ایک اور روایت میں ہے: ارشاد فرمایا: ہر شے کے لئے ایک علامت ہوتی ہے ایمان کی علامت نماز ہے۔ (مدیۃ المصلیٰ: ص: 13)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر وقت میں نماز قائم رکھے تو میرے بندہ کا میرے ذمہ کرم پر عہد ہے کہ اس کو عذاب نہ دوں اور بے حساب جنت میں داخل کروں۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 19032)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی چیز فرض نہیں کی جو تو حید و نماز سے بہتر ہو۔ اگر اس سے بہتر کوئی چیز ہوتی تو وہ ضرور ملائکہ پر فرض کرتا ان میں کوئی رکوع میں ہے تو کوئی سجدے میں ہے۔ (الفردوس بمانور الخطاب: رقم الحدیث: 610)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بندہ نماز پڑھ کر اس جگہ جب تک بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اس وقت تک کہ بے وضو ہو جائے یا اٹھ کھڑا ہو ملائکہ کا استغفار اس کے لئے یہ ہے۔

اللهم اغفر له

اللہ ارحمه

اللهم تب علیہ (مسند ابی داؤد الطیالسی: رقم الحدیث: 2415)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو صبح کی نماز پڑھتا ہے وہ شام تک اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 13210)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو صبح نماز کو گیا ایمان کے جھنڈے کے ساتھ گیا اور صبح بازار کو گیا ابلیس کے جھنڈے کے ساتھ گیا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 2234)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت ہے کہ

جو نماز صبح کے لئے طالب ثواب ہو کر حاضر ہوا گویا اس نے تمام رات قیام کیا اور جو نماز عشاء کے لئے حاضر ہوا گویا اس نے نصف شب قیام کیا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 2852)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رات اور دن کے ملائکہ نماز فجر و عصر میں جمع ہوتے ہیں جب وہ جاتے ہیں تو اللہ عز و جل ان سے فرماتا ہے۔

کہاں سے آئے ہو۔ حالانکہ وہ جانتا ہے۔

وہ عرض کرتے ہیں کہ

تیرے بندوں کے پاس سے، جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور انہیں نماز پڑھتا چھوڑ کر تیرے پاس

حاضر ہوئے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 7484)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے چالیس دن نماز فجر و عشاء باجماعت پڑھی اس کو اللہ تعالیٰ دو برائتیں عطا فرمائے گا۔ ایک نار سے

دوسری نفاق سے۔ (تاریخ بغداد: رقم الحدیث: 6231)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسجد جماعت میں چالیس راتیں نماز عشاء پڑھے کہ رکعت اولیٰ فوت نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھ دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 798)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جس کی نماز نہیں اور اس کی کوئی نماز نہیں جس کا وضو نہیں۔ (الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 816)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو نماز عشاء سے پہلے سوئے اللہ تعالیٰ اس کی آنکھ کو نہ سلوائے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 19497)

ایک اور روایت میں ہے: نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی نماز فوت ہوئی گویا اس کے اہل و مال جاتے رہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3602)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے قصد نماز چھوڑی جہنم کے دروازے پر اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 19086)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قصد نماز ترک نہ کرو کہ جو قصد نماز ترک کر دیتا ہے اللہ عز و جل و رسول ﷺ اس سے بری الذمہ ہیں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 27433)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جس کے لئے نماز نہ ہو۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 2807)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے صوبوں کے پاس فرمان بھیجا کہ تمہارے سب کاموں سے اہم میرے

نزدیک نماز ہے جس نے اس کا حفظ کیا اور اس پر محافظت کی اس نے اپنا دین محفوظ رکھا اور جس نے اس کو ضائع کیا وہ اوروں کو بدرجہ اولیٰ ضائع کرے گا۔ (الموطا امام مالک: رقم الحدیث: 6)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے سوا نماز کے۔ (جامع ترمذی: رقم الحدیث: 2631)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔ (مجمع الروائد: رقم الحدیث: 1638)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ کی قسم! تم ضرور نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے یا پھر میں تم پر ایسے شخص کو بھیجوں گا جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں مارے گا۔ (المسند رک: رقم الحدیث: 7889)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کا تاج اور دین کے قواعد تین ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے جس نے ان میں سے کسی ایک کو چھوڑا وہ اس کا منکر ہے اور اس کا خون حلال (یعنی قتل کرنا جائز) ہے۔

1- اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی گواہی دینا

2- فرض نماز

3- رمضان کے روزے۔ (مسند ابویعلیٰ الموصلی: رقم الحدیث: 2345)

ایک اور روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

(سنن نسائی: رقم الحدیث: 465)

ایک اور روایت میں ہے: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

آدمی اور شرک یا کفر کے درمیان فرق نماز کو چھوڑنا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 246)

ایک اور روایت میں ہے: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ کفر اور ایمان کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق

ہے۔ (جامع ترمذی: رقم الحدیث: 2618)

ایک اور روایت میں ہے: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

آدمی اور کفر کے درمیان نماز کو چھوڑنے کا فرق ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 15158)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی نماز میں چوری کرنے والا سب سے بڑا چور ہے۔

عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی شخص اپنی نماز میں کیسے چوری کر سکتا ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ نماز کے رکوع و سجود پورے نہیں کرتا اور لوگوں میں سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو سلام

کرنے میں بخل کرے۔ (المعجم الصغیر لطیف: رقم الحدیث: 338)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کو کم تعداد میں پایا۔

تو ارشاد فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ کسی کو لوگوں کا امام بناؤں پھر جاؤں اور نماز سے پیچھے رہ جانے والے جس شخص پر بھی قدرت پاؤں اس پر اس کا گھر جلا دوں۔

حضرت سیدنا ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے اور مسجد کے درمیان درخت اور باغات ہیں اور میں ہر وقت کسی رہنما پر قدرت بھی نہیں پاتا۔ کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اپنے گھر پر نماز پڑھ لیا کروں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اقامت کی آواز سنتے ہو۔ تو انہوں نے عرض کیا: جی ہاں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر نماز کے لئے آیا کرو۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 15491) ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مدینہ شریف میں موذی جانوروں کی کثرت ہے جبکہ میں نابینا ہوں اور گھر بھی دور ہے اور کوئی مناسب رہنما بھی نہیں جو مجھے لے کر آیا کرے تو کیا مجھے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: کیا تو اقامت کی آواز سنتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں!

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پس تم حاضر ہوا کرو کیونکہ میں تمہیں دینے کے لئے کوئی رخصت نہیں پاتا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 552)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کل قیامت میں اللہ تعالیٰ سے مسلمان ہو کر ملنا چاہتا ہے تو پانچوں نمازوں کی پابندی کرے جب ان کی اذان کہی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سنن ہدیٰ مشروع فرمائی اور یہ نمازیں سنن ہدیٰ سے ہیں اور اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لی جیسے یہ جماعت سے پیچھے رہ جانے والا شخص پڑھ لیتا ہے تو تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کر دیا اور اگر تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کر دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے جو شخص اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرے پھر کسی مسجد کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر قدم چلنے پر ایک نیکی عطا فرمائے گا اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور اس کا ایک گناہ مٹائے گا۔ (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ)

جماعت سے صرف وہی منافق پیچھے رہتا ہے جس کا نفاق معلوم ہوتا اور ایک شخص کو دو افراد سہارا دے کر لاتے اور صف میں لا کر کھڑا کر دیتے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1488)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے عصر کی نماز جان بوجھ کر چھوڑی حتیٰ کہ وہ فوت ہوگئی تو اس کا عمل ضائع ہو گیا۔ (المسند الامام احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 23108)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے نماز عصر میں بلا عذر تاخیر کی حتیٰ کہ سورج چھپ گیا تو اس کا عمل برباد ہو گیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 23107)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے نماز عصر ترک کی تو اس کا عمل برباد ہو گیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 45)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی نماز فوت ہوگئی تو گویا اس کے اہل اور مال میں کمی کردی گئی۔ (اسنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث: 2095)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک یہ نماز یعنی عصر تم سے پہلی امتوں پر پیش کی گئی تو انہوں نے اس کو ضائع کر دیا لہذا آج تم میں سے جو اس کی حفاظت کرے گا اس کے لئے دواجر ہیں اور نماز کے بعد ستارے ظاہر ہونے تک کوئی نماز نہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1927)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا اس کے اہل اور مال میں کمی کر دی گئی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 552)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

میں نے حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”الذین ہم عن صلاحہم ساهون“ کے متعلق دریافت کیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کا وقت گزار کر پڑھتے ہیں۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 1823)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا: آپ کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالیشان ”الذین ہم عن صلاحہم ساهون“ کے

بارے میں کیا خیال ہے؟ ہم میں سے کون ہے جو نماز میں نہ بھولتا ہو؟ ہم میں سے کون ہے جو اپنے آپ سے باتیں نہ کرتا ہو۔

تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد یہ نہیں بلکہ اس سے مراد وقت ضائع کر دینا ہے۔ (مسند ابی یوسف: رقم الحدیث: 700)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سنا کہ

نبی کریم ﷺ اپنے منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرما رہے تھے۔

صلوٰۃ الجماعة کو ترک کرنے والی قومیں جماعت ترک کرنے کا وظیرہ چھوڑ دیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا

پھر ان کا شمار خالین سے ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 784)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کرتے۔
کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟

راوی کہتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ اپنا خواب بیان کر دیتا ہے چنانچہ ایک صبح
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج رات میرے پاس دو فرشتے آئے انہوں نے مجھے اٹھایا۔

اور کہا: چلیں! میں ان کے ساتھ چل دیا۔ ہم ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو لیٹا ہوا تھا جبکہ دوسرا شخص اس کے قریب پتھر
لیے کھڑا تھا وہ اس کے سر پر پتھر مارتا جس سے وہ پھٹ جاتا پھر وہ پتھر لڑھک کر دور جا گرتا اور وہ شخص پتھر اٹھانے کے لئے چلا
جاتا۔ اس کے نوٹنے سے پہلے ہی اس کا سر پہلے کی طرح درست ہو جاتا پھر وہ واپس آ کر اس کے سر پر اسی طرح پتھر مارتا جس
طرح پہلی بار مارتا تھا۔

میں نے ان دونوں فرشتوں کو کہا: سبحان اللہ! یہ کون ہیں؟
تو انہوں نے کہا: آگے چلیں! لہذا ہم چل دیے۔ پھر ہم ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو چیت لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص اس
کے پاس کھڑا تھا اور ہتھوڑے کے ذریعے اس کے جڑے، نتھنے اور آنکھ کو گدی تک چیر دیتا تھا۔
ابو عوف کہتے ہیں کہ

کبھی ابور جاء یوں بیان کرتے۔

وہ چیر کر دوسری جانب چلا جاتا اور وہ وہاں بھی ایسا ہی کرتا جس طرح کہ پہلی طرف کیا تھا جب وہ ایک جانب چیر کر فارغ
ہو جاتا تو دوسری جانب پہلے کی طرح درست ہو چکی ہوتی پھر وہ دوبارہ ویسے ہی کرتا جس طرح پہلی بار کیا تھا۔
میں نے پھر کہا: سبحان اللہ! یہ کون ہیں؟

تو انہوں نے کہا: اور آگے چلیں! لہذا ہم چل دیے حتیٰ کہ تنور جیسی ایک چیز کے پاس پہنچے۔
راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: اس میں شور و غل کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے
جھانک کر دیکھا تو اس میں ننگے مرد اور عورتیں نظر آئیں جب انہیں نیچے آگ کی لپٹ پہنچتی تو چیخنے چلانے لگتے۔
میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟

تو انہوں نے کہا: مزید آگے چلیں لہذا ہم چل دیے حتیٰ کہ ہم ایک نہر پر پہنچے۔
راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: وہ نہر خون کی طرح سرخ تھی۔ نہر کے اندر ایک شخص تیر
رہا تھا جبکہ دوسرا شخص نہر کے کنارے کھڑا تھا اور اس کے پاس بہت سے پتھر جمع تھے جب وہ اندر والا تیرتا ہوا اس شخص کے قریب
آتا جس کے پاس بہت سے پتھر جمع تھے تو آ کر اپنا منہ کھول دیتا اور یہ اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا اور وہ تیرتا ہوا واپس چلا جاتا
اور جب واپس لوٹ کر آتا تو اسی طرح یہ اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا۔

میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کون ہیں؟

تو انہوں نے مجھ سے کہا: مزید آگے چلیں تو ہم چل پڑے حتیٰ کہ ایک نہایت ہی بد صورت آدمی کے پاس پہنچے۔ اتنا بد صورت کہ تم نے کبھی دیکھا نہ ہو اس کے پاس آگ تھی جسے وہ بھڑکار رہا تھا اور اس کے گرد دوڑ رہا تھا۔

میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟

تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ آگے چلیں۔ ہم چل دیے حتیٰ کہ ایک باغ میں پہنچے اس میں موسم بہار کے پھول کھلے ہوئے تھے باغ کے درمیان ایک دراز شخص کھڑا تھا۔ آسمان سے باتیں کرتی ہوئی اس کی بلندی کے باعث میں اس کا سر نہ دیکھ سکا۔ اس شخص کے گرد اتنے بچے تھے جتنے میں نے کسی کے نہیں دیکھے۔

میں نے پوچھا: یہ شخص کون ہے؟ اور یہ بچے کون ہیں۔

تو انہوں نے کہا: آگے چلیں لہذا ہم چل دیے پھر ہم ایک اتنے بڑے باغ میں پہنچے جتنا بڑا اور خوبصورت کوئی باغ میں نے نہیں دیکھا۔

انہوں نے مجھ سے کہا: اس پر چڑھیں چنانچہ ہم اس پر چڑھ گئے تو ہمیں ایک شہر نظر آیا جس کی ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی کی تھی۔ جب ہم شہر کے دروازے پر پہنچے اور اسے کھولنے کے لئے کہا تو وہ ہمارے لیے کھول دیا گیا ہم اس کے اندر داخل ہو گئے تو اس میں ایسے لوگوں سے جا ملے جن کا نصف بدن تو اتنا خوبصورت تھا جتنا تم نے نہ دیکھا ہو اور نصف اتنا بد صورت کہ جتنا تم نے نہ دیکھا ہو۔

ان فرشتوں نے ان لوگوں سے کہا: جاؤ اور اس نہر میں کود پڑو وہ نہر چوڑائی میں بہہ رہی تھی اور اس کا پانی بالکل سفید تھا وہ لوگ جا کر اس نہر میں کود پڑے پھر جب وہ لوٹ کر آئے ہمارے پاس تو ان کی بد صورتی دور ہو چکی تھی اور خوبصورت ہو گئے تھے۔

ان فرشتوں نے مجھ سے کہا: یہ باغ عدن ہے اور یہ آپ ﷺ کا مکان ہے۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ سفید ابر یعنی بادل کی طرح تھا۔

میں نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے مجھے اس کے اندر جانے دو۔

انہوں نے جواب دیا: ابھی نہیں لیکن آپ ﷺ اس میں ضرور داخل ہوں گے۔

پھر میں نے ان سے کہا: رات بھر میں نے جو عجیب چیزیں دیکھیں وہ کیا ہیں۔

تو انہوں نے کہا: ہم ابھی عرض کیے دیتے ہیں جس پہلے شخص کے پاس آپ ﷺ پہنچے تھے اور جس کا سر پتھر سے پکلا جا رہا تھا وہ قرآن پڑھ کر بھلانے والا اور نماز کے وقت سو جانے والا تھا۔ وہ شخص جس کے پاس آپ ﷺ پہنچے تو اس کے جڑے، نتھنے اور آنکھ کی گدی تک کو چیرا جا رہا تھا یہ وہ شخص تھا جو صبح گھر سے نکلتا تو جھوٹی باتیں گھڑتا اور انہیں دنیا بھر میں پھیلا دیتا وہ ننگے مرد

وہ اللہ ہے جو تم پر رحمت کرتا ہے اور اس کے فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں۔

مثال نمبر: 2

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ ط (توبہ: 103)
آپ ان کے لئے دعا کریں آپ کی دعا ان کے لئے دل کا چین ہے۔

مثال نمبر: 3

وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ ط (توبہ: 84)
ان منافقوں میں سے کسی پر نہ آپ نماز جنازہ پڑھیں نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

مثال نمبر: 4

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ط (احزاب: 56)
بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔

خلاصہ

ان جیسی تمام آیتوں میں صلوٰۃ سے مراد دعایا رحمت یا نماز جنازہ ہی مراد ہوگا کیونکہ ان میں صلوٰۃ کے بعد علیٰ آ رہا ہے۔

قاعدہ نمبر 2

جب صلوٰۃ کے بعد علیٰ نہ آئے تو صلوٰۃ کے معنی نماز ہوں گے۔

مثال نمبر: 1

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ (بقرہ: 43)
نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

مثال نمبر: 2

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا (نساء: 103)
بے شک نماز مسلمانوں پر وقت کے مطابق فرض کی گئی ہے۔

مثال نمبر: 3

الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (المومنون: 2)
وہ لوگ جو اپنی نمازیں خشوع سے پڑھتے ہیں۔

چوتھی مثال

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ (النساء: 142)
اور جب منافق نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔

خلاصہ

ان جیسی تمام آیتوں میں صلوٰۃ سے مراد نماز ہے کیونکہ یہاں صلوٰۃ سے علی کا تعلق نہیں۔ دوسری آیت میں اگرچہ علی ہے مگر علی کا تعلق کتابا سے ہے نہ کہ صلوٰۃ سے لہذا یہاں بھی مراد نماز ہی ہے۔

ساتویں بحث

ساتویں اور آخری بحث اقامت صلوٰۃ کے متعلق ہے۔

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ جب کسی چیز کو اس کے تمام حقوق و فرائض اور اس کے تمام ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ ادا کرنا مقصود ہوتا ہے تو اس کو اقامت کے ساتھ تعبیر فرماتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ
أَرْجُلِهِمْ ط (المائدہ: 66)

اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور اس (کلام) کو (قائم رکھتے) جو ان کے رب کی طرف سے ان کے لئے نازل کیا گیا ہے تو وہ ضرور اپنے اوپر سے کھاتے اور اپنے پاؤں تلے سے (کھاتے)۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ط (الشوری: 13)

اسی کو قائم رکھو اور اس میں فرقہ نہ ڈالو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حَدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ط (البقرہ: 229)

اگر تم کو یہ خوف ہو کہ وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت کے بدل خلع میں ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ط (الرحمان: 9)

اور انصاف کے ساتھ وزن کو قائم رکھو اور تولنے میں کمی نہ کرو۔

اس اعتبار سے اقامت صلوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ نماز کی تمام شرائط پوری کی جائیں، اس کے تمام فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کے ساتھ نماز کی تمام ظاہری حدود پوری کی جائیں اور نماز میں ادھر ادھر کی سوچ و بچار نہ ہو اور نماز کے دوران دنیاوی منصوبوں اور دنیاوی خیالات میں منہمک اور مستغرق نہ ہو وہ صرف یہ سوچے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہے اور اس سے مناجات کر رہا ہے فقط اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور دوران نماز اس کا ڈر اور خوف دامن گیر رہے، یہ نماز کی باطنی حدود ہیں اور اسی کا نام خشوع ہے۔

ان کی امثال یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ** (المومن: 2)

وہ لوگ جو اپنی نمازیں خشوع سے پڑھتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔

ثم قال قال رسول الله ﷺ من توضأ نحو وضوئي هذا ثم صلى ركعتين لا يحدث فيهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه

ترجمہ:- پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے میرے اس طریقہ سے وضو کیا پھر اس طرح دو رکعت نماز پڑھی کہ اس میں اپنے دنیاوی کاموں کے منصوبے بنائے اور نہ ان میں سوچ و بچار کی تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (صحیح البخاری: ج: 1، ص: 28)

ایک اور روایت میں ہے: عن انس قال قال النبی ﷺ ان احداکم اذا صلی یناجی ربہ

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب عزوجل سے چپکے چپکے ہمکلام ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ج: 1، ص: 78)

نیز اقام الودع کا معنی ہے گیلی لکڑی کی کچی کو آگ کی گرمی پہنچا کر سیدھا کرنا اس لحاظ سے اقامت صلوٰۃ کا معنی ہے: ہر قسم کی کچی اور کچی سے افعال نماز کی حفاظت کرنا۔

قرآن مجید میں ہے: **وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ** (المومن: 8)

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اقام کا معنی کسی چیز کو دائماً کرنا بھی ہے اس لحاظ سے اقامت صلوٰۃ کا معنی ہے:
نماز کو پابندی کے ساتھ ہمیشہ پڑھنا۔

قرآن مجید میں ہے: **الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ** (الماعون: 23)
وہ لوگ جو نمازوں کو پابندی سے ہمیشہ پڑھتے ہیں۔

اقام الامر کا معنی کسی چیز کو شوق کی فراوانی، پوری توجہ اور دلچسپی سے کرنا بھی ہے۔ اس لحاظ سے اقامت صلوٰۃ کا معنی ہے
نماز کو اس کے وقت پر پوری توجہ، شوق اور انتہاک سے پڑھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سستی اور غفلت کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی
مدد فرمائی ہے۔

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ **الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ** (الماعون: 4، 5)
خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا (النساء: 142)
اور جب منافق نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں (محض) لوگوں کو دکھانے کے لئے
اور صرف تھوڑا سا اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

نماز قائم کرنے کا معنی ہے۔ نماز کو اس کے ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ پڑھنا ہر قسم کی کمی اور کجی سے نماز کی حفاظت
کرنا، نماز کو پابندی اور دوام کے ساتھ پڑھنا اور نماز کو اپنے وقت پر شوق اور توجہ سے پڑھنا۔

ضروری عرض

فقیر و حقیر نے ادنیٰ سی کوشش کر کے کتاب الصلوٰۃ کی احادیث مبارکہ کو شروع کرنے سے قبل چند ضروری ابحاث ذکر کی
ہیں تاکہ نماز کی اہمیت ظاہر ہو۔ اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ کاوش کو قبول و منظور فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

باب

نماز کا فرض ہونا

یہ باب نماز کی فرضیت کے متعلق ہے۔

331 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُهَيْلٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرِ الرَّأْسِ يُسْمَعُ دَوِيُّ صَوْتِهِ وَلَا يُفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَنَا فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ هَلْ عَلَى غَيْرُهُنَّ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامَ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهِ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةَ قَالَ فَهَلْ عَلَى غَيْرِهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ فَادْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللَّهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي عَامِرٍ بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ أَفْلَحَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ

سہیل بن مالک اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص اہل نجد سے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اس کی آواز میں سریلہ پن تھا اور جو وہ کہتا سمجھ نہ آتا حتیٰ کہ قریب ہوا تو اس نے اسلام کے بارے میں پوچھا: تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دن اور رات میں پانچوں نمازیں ہیں۔ اس نے عرض کیا: کیا ان کے علاوہ مجھ پر کچھ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! مگر نوافل۔ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو ماہ رمضان کے روزوں کا بھی ذکر فرمایا۔ اس نے عرض کیا: کیا اس کے علاوہ مجھ پر کچھ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! مگر نوافل (روزے) کہا کہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کا بھی ذکر فرمایا۔ اس نے عرض کیا: کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! مگر نوافل (صدقہ) پس وہ شخص جو نبی پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو وہ کہتا جا رہا تھا اللہ تعالیٰ کی قسم نہ تو میں اس میں زیادتی کروں گا اور نہ کمی بیشی کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر سچ کہا ہے تو فلاح پا گیا۔ ابوسہیل نافع بن مالک بن ابوعامر نے اپنی اسناد کے ساتھ اس حدیث مبارکہ کو ذکر کر کے فرمایا: فلاح پا گیا۔ اور اسی میں ہے۔ اگر سچ کہا تو جنت میں داخل ہوا۔ اپنے والد محترم کی قسم اگر اس نے سچ کہا۔

(اسنن الصغیر للبیہقی: ج: 1، ص: 212، الموطا: ج: 1، ص: 175، سنن نسائی: ج: 2، ص: 238، معجم ابن حبان: ج: 5، ص: 11)

تشریح:

یہاں پر چند ضروری ابحاث ہیں۔

1- نماز کب فرض ہوئی۔
2- پانچوں نمازوں سے قبل بھی کوئی نماز فرض تھی یا نہیں۔

- 3- نماز کی فرضیت قرآن مجید و حدیث مبارکہ سے۔ 4- پانچوں نمازیں کس کس نبی سے مشروع ہیں۔
 5- نماز کی فرضیت کے منکر کا حکم۔ 6- تارک نماز کا حکم۔
 7- بعثت سے قبل کس نبی کی شریعت پر نبی کریم ﷺ عمل کرتے تھے۔

پہلی بحث

نماز کب فرض ہوئی؟

نماز کی فرضیت کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں تین قول نقل کیے ہیں۔

1- نبوت کے پندرہ ماہ بعد 2- نبوت کے پانچ سال بعد

3- ہجرت سے ایک سال قبل۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں دو قول لکھے ہیں۔

1- ہجرت سے ایک سال اور پانچ ماہ قبل 2- ہجرت سے ایک سال اور تین ماہ قبل۔

اور حافظ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں دس سے زیادہ اقوال لکھے ہیں انہوں نے سب سے پہلے قبل الہجرت

بسنة ابي كوزكر كيا اور لکھا ہے کہ اسی کے ابن سعد قائل ہیں۔

اس سلسلے میں ماہ اور تاریخ میں بھی اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: 27 ربیع الاول

بعض نے کہا: 27 رجب المرجب

اور شوال اور رمضان المبارک کا قول بھی آیا ہے۔

مگر امام نووی رحمہ اللہ نے 27 رجب المرجب کو رائج قرار دیا ہے۔

اور کس دن فرض ہوئی اس میں بھی اختلاف ہے۔

1- بعض نے کہا: لیلۃ الجمعة 2- بعض نے کہا: لیلۃ السبت

3- بعض نے کہا: یوم الاثنين

یوم الاثنين یعنی سوموار کے قول پر نبی کریم ﷺ کی ولادت طیبہ، بعثت کے دن، معراج کی رات، ہجرت کے دن پر تمام کا

اتفاق ہوتا ہے۔

بہر حال حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے شب اسراء کو پانچوں نمازیں فرض ہوئیں۔ (فتح الباری: ج: 1، ص: 465)

دوسری بحث

پانچوں نمازوں سے قبل بھی کوئی نماز فرض تھی یا نہیں:

اس بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ شعب معراج سے پہلے صرف رات کی ایک نماز فرض تھی اور اس میں وقت کی کوئی تحدید نہیں تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الْمَرْمِلُ ۝ قُمْ الْيَلَّ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ ۝ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ ۝ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝

(المزل: 41:1)

اے چادر لپیٹنے والے! رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑی رات آدمی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں یا اس پر کچھ بڑھادیں اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھیں۔

علامہ حربی نے کہا ہے کہ

پہلے دو نمازیں فرض تھیں دو رکعت صبح کی نماز فرض تھی اور دو رکعت شام کی نماز فرض تھی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَسَبِّحْ بِالنَّعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝ (آل عمران: 41)

صبح و شام کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیجئے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ پہلے پوری رات کی نماز فرض تھی پھر حسب ذیل آیت سے پوری رات کا قیام منسوخ ہو گیا اور رات کے بعض حصہ کا قیام فرض ہو گیا۔

قرآن مجید میں ہے: عَلِمَ أَنَّ لَّنْ تَخْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ط (المزل: 20)

اللہ کو علم (اے مسلمانو!) تم پوری رات کا ہرگز احاطہ نہ کر سکو گے تو وہ رحمت سے تم پر متوجہ ہوا سو اس میں سے جتنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اور جب شب اسراء کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو رات کے حصہ کے قیام کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

(فتح الباری: ج: 1، ص: 465)

علامہ سیبلی لکھتے ہیں: معراج ہجرت سے ڈیڑھ سال قبل ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ

پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر سفر میں یہ تعداد برقرار رہی اور حضر میں رکعات کی تعداد بڑھادی گئی، ہجرت کے ایک

سال بعد یہ تعداد بڑھائی گئی تھی۔ (الروض الانف: ج: 1، ص: 183)

تیسری بحث

نماز کی ابتداء کس طرح ہوئی؟

اس سلسلے میں یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا اور آپ ﷺ نے بھی وضو کیا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نماز ادا فرمائی تو آپ ﷺ نے آپ علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور وضو کی تعلیم دی، حضرت جبرائیل علیہ السلام وضو کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ ان کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے رہے پھر نبی کریم ﷺ نے اسی طرح وضو کیا پھر جبرائیل علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور نبی کریم ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (الروض الانف: ج: 1، ص: 163)

چوتھی بحث

نمازوں کی فرضیت قرآن وحدیث مبارکہ سے

نماز کی فرضیت کے متعلق قرآن مجید کی آیات کریمہ درج ذیل ہیں:

وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ (البقرہ: 43) اور نماز قائم کرو۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ (البقرہ: 5)

اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں نہ اس پر عقیدہ لاتے۔ ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔

اور احادیث مبارکہ سے نماز کی فرضیت اس طرح ثابت ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور ماہ رمضان کا روزہ رکھنا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 21)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اسلام میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب کیا چیز ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وقت میں نماز پڑھنا اور جس نے نماز چھوڑی اس کا کوئی دین نہیں نماز دین کا ستون ہے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 2807)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ وہ عمل ارشاد فرمائیں کہ جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے بچائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز قائم رکھ اور زکوٰۃ دے اور رمضان کا روزہ رکھ اور بیت اللہ کا حج کر۔ اور اس حدیث مبارکہ میں یہ بھی ہے کہ اسلام کا ستون نماز ہے۔ (جامع ترمذی: رقم الحدیث: 2625)

ایک اور روایت میں ہے: عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے بچے سات برس کے ہوں تو ان کو نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو مار کر پڑھاؤ۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 495)

پانچویں بحث

پانچوں نمازیں کس کس نبی سے مشروع ہوئی ہیں؟

اس بارے میں یہ ہے کہ نماز فجر حضرت آدم علیہ السلام نے ادا فرمائی۔ نماز ظہر حضرت داؤد علیہ السلام نے ادا فرمائی۔ نماز عصر حضرت سلمان علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام نے ادا فرمائی۔ نماز مغرب حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے ادا فرمائی۔ اور نماز عشاء حضرت یونس علیہ السلام اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے ادا فرمائی۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

- 1- جب صبح کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو آپ علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی پس وہ نماز فجر ہو گئی۔
- 2- ظہر کے وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب حضرت اسحاق علیہ السلام سے نوازا گیا تو آپ علیہ السلام نے چار رکعت ادا کیں پس وہ نماز ظہر ہو گئی۔
- 3- جب حضرت عزیر علیہ السلام کو (سوسال بعد) اٹھایا گیا تو ان سے پوچھا گیا۔

آپ علیہ السلام اس حالت میں کتنا عرصہ رہے۔

تو انہوں نے کہا: ایک دن یا دن کا بھی کچھ حصہ۔

پس انہوں نے چار رکعات ادا کیں تو وہ نماز عصر ہو گئی۔

4- یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عزیر اور حضرت داؤد علیہ السلام کی مغرب کے وقت مغفرت ہوئی تو انہوں نے چار رکعات نماز شروع کی تھک کر تیسری رکعت میں بیٹھ گئے پس وہ نماز مغرب ہو گئی۔

5- اور جس مقدس نبی نے سب سے پہلے آخری نماز عشاء ادا فرمائی وہ ہمارے نبی مکرم سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1014)

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہا گیا ہے کہ

نماز فجر حضرت آدم علیہ السلام ظہر حضرت داؤد علیہ السلام

عصر حضرت سلیمان علیہ السلام مغرب حضرت یعقوب علیہ السلام

اور عشاء حضرت یونس علیہ السلام کے لئے تھیں جن کو اس امت میں جمع کر دیا گیا ہے۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی لکھتے ہیں: حدیث مبارکہ میں ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام نے صبح کی نماز ادا فرمائی۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ظہر کی نماز ادا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے مغرب کی نماز ادا فرمائی۔

اور حضرت یونس علیہ السلام نے عشاء کی نماز ادا فرمائی۔ (انسان المعین: ج: 2، ص: 149)

ان انبیاء کرام علیہم السلام نے فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ پانچوں نمازیں اس امت میں جمع فرمادیں اور اس امت کو یہ شرف عطا فرمایا لہذا یہ اس امت مسلمہ کی خصوصیت ہے۔ اس سے قبل کسی امت پر پانچ نمازیں فرض نہیں ہوئیں حتیٰ کہ بنی اسرائیل پر بھی صرف دو نمازیں فرض ہوئی تھیں جس کی دلیل یہ ہے۔

سنن نسائی کے آخری الفاظ یہ ہیں: (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

پھر میں پانچ نمازیں لے کر لوٹا۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اپنے رب عزوجل سے مزید تخفیف کا سوال کیجئے کیونکہ بنی اسرائیل پر صرف دو نمازیں فرض

کی گئی تھیں لیکن وہ ان کو بھی نہ پڑھ سکے۔ (سنن نسائی: ج: 1، ص: 52)

چھٹی بحث

نماز کی فرضیت کے منکر کا حکم

نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔

بہار شریعت میں ہے۔

ہر مکلف یعنی عاقل بالغ پر نماز فرض عین ہے اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 443)

ساتویں بحث

تارک نماز کا حکم

تارک نماز کے متعلق ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

اس میں تو اجماع ہے کہ جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کر کے نماز کو ترک کر دے وہ کافر ہے اور وہ شخص ملت اسلام سے خارج ہے مگر یہ کہ وہ نیا نیا مسلمان ہو یا مسلمانوں کے ساتھ اتنا عرصہ نہ رہا ہو کہ اس کو نماز کی فرضیت کا علم ہو جائے اور اگر وہ نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس نے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا ہے جس طرح کہ اکثر لوگوں کا حال ہے تو اس میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

امام شافعی، امام مالک اور جمہور سلف اور خلف کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں فاسق ہے اس سے توبہ طلب کی جائے اگر اس نے توبہ کر لی تو قبھا ورنہ اس کو حد اقل کر دیا جائے گا جس طرح شادی شدہ زانی کو حد میں سنگسار کیا جاتا ہے مگر اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا۔
متقدمین کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

عبداللہ بن مبارک اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔

اور بعض اصحاب شافعیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

امام ابو حنیفہ کوفہ کے دیگر علماء اور امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد امام مزنی رحمہ اللہ کا یہ مسلک ہے کہ وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے اور نماز پڑھے۔

جمہور فقہاء جن کا یہ موقف ہے کہ

نماز ترک کرنے سے مسلمان کافر نہیں ہوتا ان کا استدلال اس آیت مبارکہ سے ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ؕ (نساء: 48)

بے شک اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم ہو اس کو بخش دیتا ہے جس کے لئے چاہے۔

اور نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات سے استدلال کرتے ہیں۔

جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

ایک اور روایت میں ہے:

جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کو لا الہ الا اللہ کا یقین تھا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

ایک اور روایت میں ہے: جس نے لا الہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ نے اس کو دوزخ پر حرام کر دیا۔ اور جو علماء کرام تارک نماز

کو قتل کرنے کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ

وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ط (توبہ: 5)

”پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو ان کو پکڑو اور ان کا محاصرہ کر لو اور ان کی

تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔“

اس آیت کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا ہے یعنی اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو ورنہ ان

کو قتل کر دو۔

نیز اس حدیث مبارکہ سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔

مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں لا الہ الا اللہ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں جب وہ

ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے۔

اس حدیث کے بھی مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے یعنی جس شخص نے نماز نہیں پڑھی اس کی جان اور مال محفوظ نہیں

ہوں گے۔

فقہاء احناف اس آیت اور حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ

اس آیت اور اس حدیث مبارکہ میں صرف نماز کے ترک پر قتل کرنے کا حکم نہیں ہے اور بحث اس میں ہے اس آیت اور

حدیث مبارکہ میں اس شخص کو قتل کرنے کا حکم ہے جو ایمان نہ لائے اور نماز نہ پڑھے اور زکوٰۃ ادا نہ کرے یعنی ایمان اور عمل صالح

دونوں کے مجموعہ کے تارک کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ صرف نماز کے تارک کو اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں سے زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے قتال کیا تھا وہ ادائیگی زکوٰۃ کا انکار کرتے تھے۔

جو علماء تارک نماز کو کافر کہتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

بندہ اور اس کے کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

اور دوسرے علماء نے اس حدیث مبارکہ ”بندہ اور اس کے کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے“ کی یہ تاویل کی ہے کہ انسان نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اس سزا کا مستحق ہے جو کافر کو نماز ترک کرنے کی وجہ سے دی جاتی ہے۔

یا یہ تاویل ہے کہ

جو شخص نماز کے ترک کو جائز اور حلال سمجھے وہ کافر ہے۔

یا یہ کہ

نماز کے ترک کی شامت انسان کو مال کا کفر کی طرف لے جاتی ہے یا اس کا نماز نہ پڑھنا کافروں کا فعل ہے۔
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور جو فقہاء نماز ترک کرنے والے کو قتل کرنے کے قائل نہیں ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو مسلمان شخص اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور میرے رسول اللہ (ﷺ) ہونے کی گواہی دیتا ہو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب نہ پایا جائے وہ شخص شادی شدہ زانی ہو، جان کا بدلہ جان ہو وہ شخص دین اسلام کو ترک کر کے جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے۔ (صحیح مسلم: ج 2، ص 59)

نبی کریم ﷺ نے مسلمان کو قتل کرنے کے جو تین اسباب بتائے ہیں ان میں نماز کو ترک کرنا داخل نہیں ہے اس لیے اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے تارک نماز کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

اب چاروں فقہاء کرام کے مذاہب دلائل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

فقہاء مالکیہ کا مذہب

فقہاء مالکیہ کا مذہب یہ ہے: علامہ خطاب مالکی لکھتے ہیں: جس شخص نے کئی نمازیں عدا ترک کیں حتیٰ کہ ان کا وقت نکل گیا اگر وہ ان کے متعلق سوال کرے تو ان سے کہا جائے گا کہ وہ استغفار کرے اور جس شخص کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے نمازوں کو ترک کرتا ہے اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس کو دھمکایا جائے گا اور مارا پیٹا جائے گا۔ اگر اس کے بعد اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس کو حد اقل کر دیا جائے گا نہ کہ کفر ابہ شرطیکہ وہ نماز کی فرضیت کا اقرار کرتا ہو اور منکر نہ ہو۔

جب وہ سستی کی وجہ سے نمازیں ترک کرنے کا عادی بن جائے۔

لیکن مذہب پہلا قول ہے۔

صحیح یہ ہے کہ

اس کو مرتد کی طرح تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ (روضۃ الطالبین: ج: 1، ص: 668)

جب تارک نماز کو قتل کیا جائے تو اس کو غسل دیا جائے گا کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنائی جائے گی جیسا کہ باقی مرتکبین کبیرہ کے لئے کیا جاتا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس کو غسل نہ دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو کفن پہنایا جائے گا اور اس کی قبر مٹا دی جائے گی۔

(روضۃ الطالبین: ج: 1، ص: 634)

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں: تارک نماز کو حد اقل کرنے کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ ۚ فَاِنْ

تَابُوا وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ط (التوبہ: 5)

تم مشرکین کو جہاں کہیں پاؤ قتل کرو ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو سوا اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے لوگوں سے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(ﷺ) کی گواہی دیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اس آیت کا تقاضہ یہ ہے کہ

جو شخص نماز قائم نہ کرے اس کو قتل کرنے کا حکم ہے۔

اور پہلی حدیث مبارکہ کا تقاضہ یہ ہے کہ

جو نماز نہ پڑھے اس سے قتال کرنے کا حکم ہے۔

اور دوسری حدیث مبارکہ کا تقاضہ یہ ہے کہ
جو تارک نماز ہو اس کو قتل کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ (شرح المہذب: ج: ۱، ص: ۱۷)
فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات:

فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات اس طرح ہیں۔
پہلی بات تو یہ ہے کہ

اس آیت کریمہ سے علامہ نووی رحمہ اللہ نے جو استدلال کیا ہے فقہاء احناف نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔
پہلا جواب یہ ہے کہ

ان کا استدلال مفہوم مخالف سے ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال صحیح نہیں ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ

اس آیت کریمہ میں یہ فرمایا ہے کہ
اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ
اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کا راستہ نہ چھوڑ دو اور راستہ چھوڑنے کو قتل کرنا لازم نہیں ہے۔

بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
ان کو گرفتار کر کے ان کو قید کیا جائے یا مارا پیٹا جائے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

اگر راستہ نہ چھوڑو کا مطلب قتل کرنا ہو تو پھر تارک نماز کی طرح تارک زکوٰۃ کو بھی حد اقل کرنا واجب ہونا چاہئے کیونکہ اس
آیت میں دونوں کا ذکر ہے حالانکہ امام شافعی رحمہ اللہ تارک نماز کو قتل کرنے کے قائل نہیں ہیں۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

اس آیت میں مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مسلمان تارک نماز کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور بحث اسی میں ہے۔
علامہ نووی نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں بھی مفہوم مخالف سے استدلال ہے۔
علاوہ ازیں اس میں تارک نماز سے قتال اور جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔

اور پانچواں جواب یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ذکر ہے اس لیے شافعیہ کا تارک نماز اور تارک زکوٰۃ میں فرق کرنا بھی صحیح
نہیں ہے۔

علامہ نووی نے سنن ابوداؤد کی جس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے اس میں بھی مفہوم مخالف سے استدلال ہے۔
علاوہ ازیں اس حدیث مبارکہ کے متعلق علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے خود لکھا ہے یہ حدیث ضعیف ہے اس میں ایک مجہول راوی ہے۔ (شرح المہذب: ج: 1، ص: 13)

فقہاء احناف کا مذہب

فقہاء احناف کا موقف یہ ہے۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حاکمی حنفی لکھتے ہیں: جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص نماز کو عمدہ آستی سے ترک کرے وہ فاسق ہے اس کو قید کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے کیونکہ بندہ کو بندوں کے حق کے بدلہ میں قید کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حق کے بدلہ میں بندہ کو قید کرنے کا زیادہ حق ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

اس کو اس حد تک مارا جائے کہ اس کا خون بہنے لگے۔ (الدر مختار: ج: 1، ص: 235)

علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے: امام مجبونی نے کہا ہے کہ

تارک نماز کو مارا جائے۔

حلیہ میں لکھا ہے کہ یہی مذہب ہے۔

اور کہا: بشمول زہری ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ

تارک نماز کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے یا توبہ کرے۔ (رد المحتار: ج: 1، ص: 235)

فقہاء احناف تارک نماز کو فاسق کہتے ہیں اور اس کو حدایا کفر اقل کرنے کے قائل نہیں ہیں۔

ان کے موقف پر یہ حدیث مبارکہ صراحۃً دلالت کرتی ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس نے اچھی طرح ان کا وضو کیا اور ان نمازوں کو ان کے وقت میں پڑھا اور ان کے رکوع اور خشوع کو مکمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے (اپنے کرم سے) ان کو بخشنے کا ذمہ لیا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا اللہ تعالیٰ پر کوئی ذمہ نہیں اگر وہ چاہے تو اس کو بخش دے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔

(سنن ابوداؤد: ج: 1، ص: 61)

علامہ نووی اس حدیث مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ کو امام ابوداؤد اور دیگر ائمہ حدیث نے اسانید صحیحہ کے

ساتھ روایت کیا ہے۔ (شرح المہذب: ج: 1، ص: 17)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان اور کفر و شرک کے درمیان نماز کو ترک کرنا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2628)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی لکھتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ

جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس کے اور کفر کے درمیان کوئی مانع اور حجاب نہیں ہے وہ کافر ہو گیا اور یہ حدیث مبارکہ اسی

ظاہری معنی پر محمول ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ

جب وہ نماز ترک کر دے تو جمہور کا قول یہ ہے کہ

اگر اس نے آخر وقت تک نماز نہیں پڑھی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ امام احمد رحمہ اللہ

امام ابن المبارک رحمہ اللہ حضرت اسحاق رحمہ اللہ

اور علامہ ابن حبیب مالکی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو کفر کی بناء پر قتل نہیں کیا جائے گا۔

اور امام مالک، اور امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر علماء کے نزدیک اس کو حد اقل کیا جائے گا۔

فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ

اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اس کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اور اس کو اس وقت تک سزا دی جائے گی اور قید میں رکھا جائے

گا جب تک وہ نماز نہ پڑھ لے۔

صحیح یہ ہے کہ

وہ شخص کافر نہیں کیونکہ کفر انکار کو کہتے ہیں اور یہ نماز کی فرضیت کا منکر نہیں ہے اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی

ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس شخص نے ان نمازوں کے لئے اچھی طرح وضو کیا اور ان کو اپنے اوقات میں

پڑھا اور ان کا پورا پورا کوع اور خشوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ازراہ کرم اس کی مغفرت کرنے کا ذمہ لیا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو

اللہ تعالیٰ پر اس کا کوئی ذمہ نہیں ہے اگر وہ چاہے تو اس کو بخش دے اور وہ چاہے تو اس کو عذاب دے۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ

نماز کا ترک کرنا کفر نہیں ہے اور یہ شرک سے کم درجہ کی معصیت ہے۔

اور شرک سے کم درجہ کی معصیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کرنے کا اعلان فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (النساء: 48)

”بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم درجہ کے گناہ کو جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔“

قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کی تصریح سے واضح ہو گیا کہ سستی اور کاہلی سے نماز کو ترک کرنا کفر اور شرک نہیں ہے۔
(المہم: ج: 1، ص: 172)

تارک نماز کو قتل نہ کرنے پر دلیل

تارک نماز کو قتل کرنے کے عدم جواز پر یہ دلیل ہے کہ اسلام میں صرف تین جرموں کی سزا قتل ہے کہ مسلمان کو ناجائز قتل کیا ہو شادی شدہ شخص نے زنا کیا ہو یا کسی شخص نے اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کر لیا ہو۔ ان تینوں جرموں کے سوا اور کسی جرم میں کسی مسلمان کو بطور حد قتل کرنا جائز ہی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کسی مسلمان مرد کو جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، تین جرموں میں سے کسی ایک کے سوا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

جان کا بدلہ جان۔

شادی شدہ زانی اور دین سے نکلنے والا۔

اور مسلمین کی جماعت کو چھوڑنے والا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6878)

علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی 1068ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام احوال اور تمام صورتوں میں کفار کے قتل کو مباح فرمادیا پھر اس صورت میں ان کے قتل کو حرام فرمایا جب وہ کفر سے توبہ کر لیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جس صورت میں یہ مجموعہ نہیں پایا جائے گا اس صورت میں ان کو قتل کرنا اپنی اصل پر مباح ہوگا پس تارک نماز کو قتل کر دیا جائے گا اور شاید اسی آیت (فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ) کی بناء حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا تھا اور دو فرضوں کی تخصیص اس لیے کی گئی کہ ان کا اظہار کرنا لازم ہے اور باقی فرائض کی ادائیگی پر مطلع ہونا دشوار ہے۔

علامہ مرنی شافعی نے فقہاء شافعیہ پر اس مسئلہ میں ایک اعتراض کیا ہے جس کا جواب دینے میں فقہاء شافعیہ حیران اور

مبہوت ہو گئے جیسا کہ علامہ سبکی شافعی نے طبقات میں اس کا اعتراف کیا ہے۔

علامہ مزنی نے کہا: جس نماز کا وقت گزر چکا ہے یا تو تارک نماز کو اس کے ترک پر قتل کیا جائے گا اور یا اس نماز کے ترک پر قتل کیا جائے گا جس کو اس نے ادا نہیں کیا اور اس کا وقت موجود ہے۔ اول الذکر میں اس کو قتل کرنا اس لیے درست نہیں کہ قضاء نماز کی ادائیگی کو ترک کرنے پر قتل نہیں کیا جاتا۔ اور ثانی الذکر صورت میں اس کو قتل کرنا اس لیے درست نہیں کہ جب تک کہ نماز کا وقت ختم نہ ہو جائے اس کے لئے نماز کو مؤخر کرنا جائز ہے۔

فقہاء شافعیین نے اس اعتراض کا ایک جواب یہ دیا ہے کہ

یہ اعتراض امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بھی وارد ہوگا۔

جو یہ کہتے ہیں کہ

تارک نماز کو قید کیا جائے یا اس کو مارا پیٹا جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ

جس شخص نے بغیر کسی عذر کے عمد نماز کو ترک کر دیا تو اس نماز کا وقت نکلنے کے بعد اس کو قید کر لیا جائے گا اور جب تک وہ ترک نماز سے توبہ نہیں کرے گا اور وقت پر نماز پڑھنے کا عادی نہیں ہو جائے گا اس کو قید سے نہیں چھوڑا جائے گا اور اس جواب میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

فقہاء شافعیہ نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ

جس نماز کا وقت نکل گیا اس کے بعد اس کو قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے اس نماز کو بلا عذر ترک کیا ہے۔

یہ جواب اس لیے مردود ہے کہ

قضاء نماز کو فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ

کسی شخص کو قضاء نماز کی وجہ سے مطلقاً قتل نہیں کیا جائے گا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا مذہب بھی یہ ہے کہ قضاء نماز میں تاخیر کی وجہ سے کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

فقہاء شافعیہ نے تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ

اگر کسی شخص نے وقت پر نماز ادا نہیں کی اور نماز کا آخری وقت آ گیا تو آخری وقت میں اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ

اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ تارک نماز قتل کی سزا کا مرتبہ سے بھی زیادہ حق دار ہے کیونکہ مرتبہ کو بھی فوراً قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو توبہ کرنے کے لئے تین دن کی مہلت دی جاتی ہے اور اس شخص کو اتنی مہلت بھی نہیں دی گئی کہ اس نماز کا وقت نکل جائے

کیونکہ اگر نماز کا وقت نکل جائے گا تو وہ نماز قضاء ہو جائے گی اور قضاء نماز کی ادائیگی میں تاخیر پر ان کے نزدیک بھی قتل نہیں کیا جاتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک پر علامہ مرنی شافعی کا یہ وہ قوی اعتراض ہے جس کا فقہاء شافعیہ میں سے کسی سے بھی جواب نہیں بن پڑا۔ (عنایت القاضی: ج: 4، ص: 302)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا اور عرب کے قبائل میں سے جو کافر ہوئے وہ کافر ہو گئے۔

تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کیسے لوگوں سے قتال کریں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں پس جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا ماسوا اس کے حق کے اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ضرور اس شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے قتال کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے اور میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1399)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں: علامہ نووی شافعی نے کہا: اس حدیث مبارکہ سے اس پر استدلال کیا جاتا ہے کہ جو شخص نماز کے وجوب کا معتقد ہو اور عدا نماز کا تارک ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ جمہور کا یہی موقف ہے۔

اور امام ابو حنیفہ اور علامہ مرنی شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ جمہور فقہاء پر یہ اعتراض ہے کہ

انہوں نے اس حدیث سے نماز کے تارک کو قتل کرنے پر استدلال کیا ہے اور وہ مانع زکوٰۃ کو قتل کرنے کا نہیں کہتے حالانکہ یہ حدیث ان دونوں کو شامل ہے۔ اور ان کا مذہب یہ ہے کہ

مانع زکوٰۃ سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے اس کو تعزیری دی جائے گی۔ نیز اس حدیث مبارکہ سے عدا تارک نماز کو قتل کرنے پر استدلال کرنا اس لیے بھی درست نہیں ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں مانعین زکوٰۃ سے قتال کرنے کا ذکر ہے نہ کہ ان کو قتل کرنے کا اور قتال اور قتل میں فرق ہے، قتال جانہین سے ہوتا ہے اور قتل جانب واحد سے۔

(عمدة القاری: ج: 1، ص: 182)

شیخ انور کشمیری نے لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عدا تارک نماز کو حداً قتل کر دیا جائے گا اور ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو تین دن قید میں رکھا جائے گا اگر اس نے نماز پڑھ لی تو ٹھیک ورنہ اس پر ضرب لگائی جائے گی۔ (فیض الباری: ج: 1، ص: 106)

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہ کرتا ہو لیکن نماز کا تارک ہو اور کہنے کے باوجود بھی نماز نہ پڑھتا ہو اس کے متعلق امام احمد اسحاق اور ابن المبارک نے یہ کہا ہے کہ وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص کو حداً قتل کر دیا جائے۔

اور امام ابو حنیفہ اور اہل ظواہر کا مذہب یہ ہے کہ

اس کو قید کیا جائے اور اس پر تعزیر لگائی جائے حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے۔

اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں احادیث مبارکہ مختلف ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کو تین وجوہ کے سوا اور کسی وجہ سے قتل کرنا جائز نہیں ہے ایمان کے بعد کفر کرے یا شادی شدہ شخص زنا کرے یا کسی شخص کو بغیر بدلہ کے قتل کرے۔

یہ حدیث مبارکہ امام حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان (سلامتی کا) عہد نماز ہے سو جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہندہ اور کفر اور شرک کے درمیان (فرق) نماز کا ترک کرنا ہے۔

یہ احادیث مبارکہ امام احمد، اسحاق اور ابن المبارک کی دلیل ہیں جو تارک نماز کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس کے کفر کی وجہ سے اس کے قتل کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس حدیث مبارکہ کو تغلیظ اور زجر و توبیخ پر محمول کرتے ہیں۔

اور یہ تاویل کرتے ہیں کہ نماز کا ترک کرنا کافروں کا فعل ہے اور یہ سورۃ کفر ہے حقیقتہً کفر نہیں ہے اور امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ جو تارک نماز کے حد اُقتل کرنے کو واجب کہتے ہیں ان کا قول ضعیف ہے اور اس کی کوئی دلیل نہیں ہے البتہ ایک ضعیف قیاس ہے کہ سب سے بڑا حکم نماز کا ہے اور سب سے بڑی نہی قتل ہے اور امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ جو تارک نماز کو کافر کہتے ہیں یہ قول خارجیوں کے مذہب کے مشابہ ہے جو گناہوں کی وجہ سے مومن کی تکفیر کرتے ہیں۔ (بدلیۃ الجہد: ج: 1، ص: 65 تا 66)

آٹھویں بحث

نبی کریم ﷺ بعثت سے قبل کس نبی کی شریعت پر عمل کرتے تھے:

اس بارے میں علامہ حنفی حنفی لکھتے ہیں: بعثت سے قبل نبی کریم ﷺ کسی مخصوص نبی کی شریعت پر عمل نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کسی اور نبی کی شریعت میں سے جو چیز آپ ﷺ کے کشف کے مطابق ہوتی تھی آپ ﷺ اس پر عمل کرتے تھے۔

اور حدیث صحیح میں ہے کہ

آپ ﷺ غار حرا میں عبادت کرتے تھے۔ (الدر مختار علی رد المحتار: ج: 1، ص: 239)

☆ قولہ خمس صلوات

شوافع نے اس قول سے استدلال کیا کہ وتر واجب نہیں ہے۔

ہم نے اس کا یہ جواب دیا کہ

وتر کی نماز تابع ہے مشاک کے اسی وجہ سے اس کو مستقل طور پر ذکر نہیں کیا گیا۔

قولہ واللہ لا ازید علی هذا ولا انقص

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوا وہ یہ کہ اس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ میں اس پر نہ تو زیادتی کروں گا اور نہ کمی کروں گا یہاں پر لا انقص کہنا تو ٹھیک ہے سمجھ میں بھی آتا ہے مگر لا زید کہنا ٹھیک نہیں گویا کہ وہ ترک نوافل پر قسم کھا رہا ہے اور پھر بھی آپ ﷺ اس کے متعلق ارشاد فرما رہے ہیں اگر سچ کہا تو فلاح پا گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ شخص اپنی قوم کا قاصد تھا اس کی مراد یہ تھی کہ میں آپ ﷺ کی بات پہنچانے میں کمی زیادتی نہیں کروں گا۔ عمل میں کمی زیادتی کی نفی مراد یا نفی زیادتی کی من حیث الاعتقاد والفرضیت ہے یعنی پانچ نمازوں پر فرض ہونے کی حیثیت سے زیادتی نہیں کروں گا مثلاً پانچ نمازوں کے بجائے چھ کو فرض سمجھوں یا چار رکعت کے بجائے پانچ پڑھوں اس طرح ہرگز نہیں

کروں گا۔

قوله لا الا ان تطوع

الا میں اتصال ہے معنی ہوگا کچھ اور واجب نہیں اگر نفل شروع کرے تو واجب ہو جائیں گے۔

اشکال

اشکال یہاں پر یہ ہوتا ہے کہ

یہی اصول صدقہ میں بھی ہے اور مطلق صدقہ زکوٰۃ اور عشر کو بھی کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ زکوٰۃ و عشر کے علاوہ مال پر کچھ واجب نہیں ہوتا حالانکہ صدقہ فطر اور نفقات واجبہ یعنی بیوی بچوں کے خرچے بھی واجب ہوتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہاں وہ صدقہ مقصود ہے جو صرف مال کی وجہ سے واجب ہو وہ صرف یہی زکوٰۃ و عشر ہیں۔ باقی صدقہ فطر کا سبب اس یمونہ و یلی علیہ اور بیوی کا خرچہ نکاح کی وجہ سے واجب، بچوں اور والدین کا خرچہ قرابت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔

☆ قوله افلح و ابیہ

یہاں پرواہیہ کی زیادتی ہے جبکہ پہلی روایت میں اس کی زیادتی نہیں تھی یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سوال کرنے والے کے باپ کی قسم کھائی حالانکہ باپوں کی قسم کھانے میں منع وارد ہوا ہے۔

ارشاد فرمایا: لا تحلفوا باہائکم

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ

ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ نبی سے قبل کا ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہاں پر مضاف محذوف ہے یعنی ورب ابیہ

تیسرا جواب یہ ہے کہ

کراہت صرف امت کے حق میں شارع ﷺ کے لئے نہ ہو۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

یہ لفظ ابیہ نہیں بلکہ اصل میں واللہ تھا، بعد میں کسی کاتب نے غلطی سے اس پر نقطے ڈال دیئے تو ابیہ پڑھا جانے لگا۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

یہ جملہ آپ ﷺ سے سہواً نکل گیا ممانعت قصد کی ہے۔

☆ قوله ان صدق

یہاں پر ایک اشفاق وارد ہوتا ہے کہ وہ یہ کہ آپ ﷺ نے اس کی کامیابی شک کے ساتھ بیان فرمائی اور دوسری روایت میں یقین کے ساتھ فرمایا جیسا کہ من سورہ ان ينظر رائی رجل من اهل الجنة فلينظر الى هذا لہذا یہاں پر تعارض ہے۔ جبکہ یہ درست نہیں۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ

پہلے اپنے اجتہاد سے شک کے ساتھ بیان فرمایا پھر بذریعہ وحی یقین سے بیان فرمایا لہذا تعارض نہ ہوا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے اس کے سامنے شک کے ساتھ بیان فرمایا تا کہ اس میں عجب نہ پیدا ہو جائے اس کے چلے جانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے یقین سے ارشاد فرمایا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

جنت میں دخول اولاً شک کے ساتھ بیان فرمایا اور مطلق دخول یقین سے بیان فرمایا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

ایک جگہ جنتی ہونے کا ذکر ہے اور ایک جگہ فلاح پانے کا ذکر ہے جنتی ہونا زیادہ خاص بات نہیں کیونکہ ہر مسلمان جنتی ہے اور فلاح اس سے اونچا درجہ ہے اس لیے اس کو صدق کے ساتھ معلق کیا کیونکہ فلاح اعلیٰ درجہ کی کامیابی کو کہتے ہیں جس میں ہر طرح کا امن اور عافیت ہو لہذا یہاں پر کوئی تعارض نہ ہوا۔

☆ قوله جاء رجل

سوال: یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنے والا شخص کون تھا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

اس شخص کے متعلق فرمایا گیا کہ یہ ضمام بن ثعلبہ ہیں جو قبیلہ بنو بن بکر کے قاصد تھے جس طرح کہ صحیحین کی ایک روایت میں ان کی تصریح فرمائی گئی ہے اور سنن ابوداؤد میں ابواب المساجد میں باب المشرق يدخل المسجد میں بھی ان کے نام کے ساتھ روایت آرہی ہے اور ان کے نام میں ضمام بن ثعلبہ کی تصریح ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کی رائے اس کے برعکس ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس روایت میں ضمام بن ثعلبہ کی تصریح ہے وہ روایت اور واقعہ بھی دوسرا ہے دونوں روایتوں کے سیاق اور سوالات میں جو آنے والے شخص نے کیے تھے بڑا فرق ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے ان دونوں روایتوں کو اپنی صحیح میں ایک دوسرے کے قریب ذکر کر دیا ہے اب چونکہ ایک روایت میں رجل کے نام کی تصریح تھی اسی وجہ سے بہت شراح نے یہ سمجھ لیا کہ اس روایت میں بھی رجل کا مصداق وہی ہے اور ان دونوں قصوں کو ایک

سمجھتے ہوئے رجلن کا مصداق ضمام ہی کو قرار دیا گیا حالانکہ اس طرح نہیں تھا۔

حافظ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے قرطبی کی رائے کی تائید فرمائی ہے لہذا یہ کوئی اور شخص ہیں جن کا نام نہیں جانا گیا۔

☆ قوله طلحة بن عبيد الله رضي الله عنه

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور عشرہ مبشرہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

2- حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

1- حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

4- حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

3- حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

6- حضرت سیدنا جابر بن العوام رضی اللہ عنہ

5- حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

8- حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

7- حضرت سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

10- حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

9- حضرت سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ

یہ وہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت و خوشخبری رسول اللہ ﷺ نے ان کی زندگی میں سنادی تھی ان کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ ایک مقدس صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری پر چند گزارشات کی جاتی ہیں۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے۔

طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمر بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ ابو محمد القرشی التیمی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہے۔

الصعبہ بنت عبد اللہ بن مالک النضر مہ۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، طلحہ الخیر اور طلحہ الفیاض کے نام سے معروف تھے یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں اسلام لے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں ہی ان دونوں کو بھائی بنا دیا اور ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کو بھائی بنا دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اور اصحاب شوریٰ میں سے بھی ایک ہیں۔ غزوہ بدر کے وقت شام گئے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے مال غنیمت میں سے بھی ان کا حصہ رکھا اور ان کو اجر کا مستحق بھی قرار دیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے بیعت رضوان میں بھی

موجود تھے۔ غزوہ احد میں ان کو سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے اپنے آپ کو ڈھال بنالیا۔ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لئے اپنے ہاتھ سے تیروں کو روکتے رہے حتیٰ کہ ان کا ہاتھ بے کار ہو گیا ان کے سر پر ضرب لگی اس کے باوجود وہ رسول اللہ ﷺ کو اٹھا کر ایک چٹان پر لے گئے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جنگ احد کے دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے طلحہ الخیر فرمایا اور غزوہ تبوک کے دن مجھے طلحہ الفیاض فرمایا اور جنگ حنین کے دن مجھے طلحہ الجود فرمایا جب جنگ احد کے دن، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو چٹان پر لے گئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) طلحہ (رضی اللہ عنہ) نے (جنت کو) واجب کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہما) جنت میں میرے پڑوسی ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہو وہ طلحہ بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک اعرابی نے آکر رسول اللہ ﷺ سے فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ (الحزاب: 23)

ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کیا کے مصداق کے متعلق سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اس سے اعراض

فرمایا اس نے پھر سوال کیا۔ آپ ﷺ نے پھر اعراض فرمایا۔ اس نے پھر سوال کیا آپ ﷺ نے پھر اعراض فرمایا۔ اتنے میں،

میں سبز کپڑے پہنے ہوئے مسجد کے دروازہ پر آیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟

اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں حاضر ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ کا مصداق ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ یاد دلایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا تم علی (رضی اللہ عنہ) سے ناحق لڑو گے

تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ سے کنارہ کش ہو گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ الگ ہوئے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی الگ ہو گئے۔ پھر مروان

نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک تیر مارا جو آپ رضی اللہ عنہ کے پیر یا گردن میں لگا اور اس سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ جمادی

الآخری 36ھ میں جنگ جمل کا واقعہ ہوا اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی عمر بائیس سال تھی۔

ایک قول اکسٹھ سال کا بھی ہے۔

اور ایک قول چونسٹھ سال کا بھی ہے۔

علی بن زید سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے کہ میری قبر منتقل کر دو کیونکہ مجھے پانی اذیت پہنچا رہا ہے۔

اس نے مسلسل تین راتیں یہ خواب دیکھا پھر وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا انہوں نے قبر کو کھودا تو وہاں پانی پہنچنے سے زمین پر کائی جم گئی تھی۔ انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دوسری جگہ منتقل کر دیا دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ کا جسم صحیح و سالم تھا اور آنکھوں کے درمیان کا فور اسی طرح رکھا تھا۔ (اسد الغابہ ج: 3، ص: 59 تا 61)

حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جن ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کر رہے تھے تو بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6120)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حراء پہاڑ پر تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی حراء پر تھے۔ ایک پتھر ملنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بٹھیر جا! تجھ پر صرف نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6125)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَابُ فِي الْمَوَاقِيتِ

اوقات نماز

یہ باب نمازوں کے اوقات کے متعلق ہے۔

332 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ فُلَانٍ عَنْ أَبِي رَبِيعَةَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِنِي جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ فَصَلَّى بِي الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدَرُ الشَّرَاكِ وَصَلَّى بِي الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ وَصَلَّى بِي الْغُرُوبَ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلَّى بِي الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ وَصَلَّى بِي الْفَجْرَ حِينَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَى الصَّائِمِ فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلَّى بِي الظُّهْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ وَصَلَّى بِي الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ وَصَلَّى بِي الْمَغْرِبَ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلَّى بِي الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَصَلَّى بِي الْفَجْرَ فَاسْفَرْتُ ثُمَّ اتَّفَقْتُ إِلَى فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ هَذَا وَقْتُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هَذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری بیت اللہ کے قریب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دو بار امامت کروائی میرے ساتھ نماز ظہر ادا فرمائی جب سورج ڈھلا اور سایہ تسمہ کی مقدار تھا اور میرے ساتھ عصر کی نماز ادا فرمائی جب اشیاء کا سایہ ان کی مثل تھا اور میرے ساتھ مغرب کی نماز ادا فرمائی جب روزے کو افطار کیا جاتا ہے اور میرے ساتھ عشاء کی نماز ادا فرمائی۔ جب شفق غائب ہو گیا اور میرے ساتھ فجر کی نماز ادا فرمائی جب روزے دار پر کھانا اور پینا حرام ہو چکا ہوتا ہے پس جب کل آیا تو میرے ساتھ ظہر کی نماز ادا فرمائی جب سایہ اس کی مثل تھا اور میرے ساتھ عصر کی نماز ادا فرمائی جب سایہ دو مثل تھا اور میرے ساتھ مغرب کی نماز ادا فرمائی جب روزہ دار افطار کرتا ہے اور عشاء کی نماز میرے ساتھ ادا فرمائی تہائی رات تک اور میرے ساتھ فجر کی نماز ادا فرمائی جب اسفار ہو گیا پھر میری جانب التفات فرما کر کہا اے (سیدنا) محمد مصطفیٰ (ﷺ) یہ آپ ﷺ سے قبل کے انبیاء کرام علیہم السلام کی نمازوں کے اوقات ہیں اور ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج 1، ص 224؛ سنن البیہقی الکبریٰ: ج 1، ص 365؛ سنن ترمذی: ج 1، ص 255؛ شرح السنہ: ج 1، ص 92)

333 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَانَ قَاعِدًا عَلَى الْمِنْبَرِ فَأَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَمَا إِنَّ جَبْرِيلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَخْبَرَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَقْتِ الصَّلَاةِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ أَعْلَمَ مَا تَقُولُ فَقَالَ عُرْوَةُ سَمِعْتُ بِشِيرَ بْنَ أَبِي مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَزَلَ جَبْرِيلُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَنِي بِوَقْتِ الصَّلَاةِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ

صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ يَحْسُبُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ وَرُبَّمَا آخَرَهَا حِينَ يَشْتَدُّ الْحَرُّ وَرَأَيْتُهُ يُصَلِّيَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً بَيْضَاءُ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَهَا الصُّفْرَةُ فَيُنْصَرِفَ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلَاةِ فَيَأْتِي ذَا الْحُلَيْفَةِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّيَ الْمَغْرِبَ حِينَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّيَ الْعِشَاءَ حِينَ يَسْوَدُّ الْأَفْقُ وَرُبَّمَا آخَرَهَا حَتَّى يَجْتَمَعَ النَّاسُ وَصَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً بِغَلَسٍ ثُمَّ صَلَّى مَرَّةً أُخْرَى فَاسْفَرَ بِهَا ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ التَّغْلِيصِ حَتَّى مَاتَ وَلَمْ يَعُدَّ إِلَى أَنْ يُسْفَرَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ مَعْمَرٌ وَمَالِكٌ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَغَيْرُهُمْ لَمْ يَذْكُرُوا الْوَقْتَ الَّذِي صَلَّى فِيهِ وَلَمْ يُفَسِّرُوهُ وَكَذَلِكَ أَيْضًا رَوَى هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ وَحَبِيبُ بْنُ أَبِي مَرْزُوقٍ عَنْ عُرْوَةَ نَحْوَ رِوَايَةِ مَعْمَرٍ وَأَصْحَابِهِ إِلَّا أَنَّ حَبِيبًا لَمْ يَذْكُرْ بِشِيرًا وَرَوَى وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتُ الْمَغْرِبِ قَالَ ثُمَّ جَاءَهُ لِلْمَغْرِبِ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ يَعْنِي مِنَ الْغَدِ وَقْتًا وَاحِدًا وَكَذَلِكَ رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ صَلَّى بِى الْمَغْرِبَ يَعْنِي مِنَ الْغَدِ وَقْتًا وَاحِدًا وَكَذَلِكَ رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ مِنْ حَدِيثِ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسامہ بن زید لیشی کو ابن شہاب نے خبر دی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) منبر پر تشریف فرما تھے تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے عصر کی نماز کو کچھ مؤخر فرمادیا۔ حضرت عروہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) نے آپ (رضی اللہ عنہ) کو کہا: حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نمازوں کے اوقات کی خبر دے دی تھی۔ تو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان کو کہا: تفکر کرو تم کیا کہہ رہے ہو؟ حضرت عروہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں نے بشیر بن مسعود سے سنا آپ نے حضرت ابومسعود انصاری سے سنا اور آپ (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے وقت نماز کی خبر دی تو میں نے ان کی معیت میں نماز ادا فرمائی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معیت میں نماز ادا فرمائی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معیت میں نماز ادا فرمائی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی انگلیوں پر پانچ نمازوں کا حساب لگایا۔ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ظہر کی نماز سورج کے ڈھل جانے پر ادا فرمائی اور بعض دفعہ تو اس وقت تک مؤخر کیا جب گرمی شدت والی بن گئی اور

میں نے آپ ﷺ کو عصر کی نماز ادا فرماتے ملاحظہ کیا اس حال میں کہ سورج بلند سفید تھا زردی آنے سے قبل کوئی نماز سے فراغت پا کر ذوالحلیفہ تک چلا جاتا قبل اس کے سورج غروب ہو جائے اور سورج کے غائب ہونے کے وقت مغرب کی نماز ادا فرمائی اور عشاء کی نماز تب ادا فرمائی جب افق پر سیاہی چھا گئی اور بعض اس کو مؤخر فرماتے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جاتے اور ایک بار فجر کی نماز اندھیرے میں ادا فرمائی پھر دوسری بار اسفار کر کے ادا فرمائی پھر اس کے بعد آپ ﷺ کی نماز اندھیرے میں ہوئی حتیٰ کہ آپ ﷺ دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے پھر اسفار کر کے نہ ادا فرمائی گئی۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث مبارکہ زہری معمر مالک ابن عیینہ شعیب بن حمزہ لیث بن سعد وغیرہم نے بیان کی ہے۔ مگر ان اوقات میں نماز پڑھنے کا ذکر نہ کیا اور نہ اس کی تفسیر بیان کی۔ اور اسی طرح ہشام بن عروہ اور حبیب بن ابی مرزوق نے اس کو عروہ سے بیان کیا ہے معمر اور ان کے اصحاب نے بھی بیان کیا مگر حبیب نے بشیر کا تذکرہ نہ کیا۔ وہب بن کیسان نے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے مغرب کی نماز کا وقت فرمایا پھر مغرب کی نماز کے وقت آئے جب سورج غائب ہو گیا تھا یعنی کل کو ایک وقت (میں) اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر میرے ساتھ مغرب کی نماز ادا فرمائی یعنی کل کو بھی ایک ہی وقت میں۔ اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حدیث حسان بن عطیہ سے عمرو بن شعب آپ کے والد محترم آپ کے دادا محترم نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(سنن دارقطنی: ج: 3، ص: 95، صحیح ابن حبان: ج: 4، ص: 298)

334 حَدَّثَنَا مُسَلَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا بَذْرُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ سَائِلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا حَتَّى أَمَرَ بِأَلَا فَاقَامَ الْفَجْرَ حِينَ انْشَقَّ الْفَجْرُ فَصَلَّى حِينَ كَانَ الرَّجُلُ لَا يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهِ أَوْ أَنَّ الرَّجُلَ لَا يَعْرِفُ مَنْ إِلَى جَنْبِهِ ثُمَّ أَمَرَ بِأَلَا فَاقَامَ الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ حَتَّى قَالَ الْقَائِلُ انْتَصَفَ النَّهَارُ وَهُوَ أَعْلَمُ ثُمَّ أَمَرَ بِأَلَا فَاقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيَضَاءُ مُرْتَفِعَةً وَأَمَرَ بِأَلَا فَاقَامَ الْمَغْرِبَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَأَمَرَ بِأَلَا فَاقَامَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ صَلَّى الْفَجْرَ وَانْصَرَفَ فَقُلْنَا أَطْلَعَتِ الشَّمْسُ فَاقَامَ الظُّهْرَ فِي وَقْتِ الْعَصْرِ أَلَدَى كَانَ قَبْلَهُ وَصَلَّى الْعَصْرَ وَقَدْ اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ أَوْ قَالَ أَمْسَى وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ وَصَلَّى الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَالَ آيَنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ الْوَقْتُ فِيمَا بَيْنَ هَذَيْنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِي الْمَغْرِبِ يَنْحَوِ هَذَا قَالَ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ قَالَ بَعْضُهُمْ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَقَالَ يَعْضُهُمْ إِلَى شَطْرِهِ وَكَذَلِكَ رَوَى ابْنُ بَرِيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سائل نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کو کچھ جواب نہ عطا فرمایا حتیٰ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت فجر کا حکم ارشاد فرمایا جب فجر کا انشقاق ہوا اور نماز اس وقت ہوا اور نماز اس وقت ادا فرمائی جب کوئی شخص ایک دوسرے کا چہرہ پہچان جاتا ہے یا کوئی شخص اس کو پہچان نہ لیتا ہو جو اس کے پہلو میں کھڑا ہو۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت ظہر کا حکم ارشاد فرمایا تو آپ ﷺ نے اقامت نماز ظہر کہی جب سورج ڈھل چکا تھا حتیٰ کہ قائل کہتا کہ نصف النہار ہو گئی حالانکہ وہ زیادہ جانتا۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت نماز عصر کا حکم ارشاد فرمایا تو آپ ﷺ نے اقامت نماز عصر کہی جب سورج سفید بلند تھا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت نماز مغرب کا حکم ارشاد فرمایا تو آپ ﷺ نے اقامت نماز مغرب کہی جب سورج غائب ہو گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت نماز عشاء کا حکم ارشاد فرمایا جب شفق غائب ہو گئی۔ پس جب کل کو فجر کی نماز کو تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: کیا سورج طلوع ہو چکا۔ پس ظہر کی نماز اس وقت ادا کی جس وقت اس سے قبل عصر کی ادا کی تھی اور نماز عصر اس وقت ادا کی جب سورج زرد ہو گیا یا ارشاد فرمایا شام کا وقت تھا اور نماز مغرب شفق کے غائب ہونے کے وقت ادا کی اور عشاء کی نماز ادا کی تہائی رات تک۔ پھر ارشاد فرمایا: نماز کے وقت کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے۔ نماز کا وقت ان کے درمیان ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: سلیمان بن موسیٰ، عطاء اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے مغرب کے متعلق اسی طرح روایت کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: پھر نماز عشاء ادا کی۔ بعض نے کہا: تہائی رات تک۔ اور بعض نے کہا: نصف وقت تک۔ اسی طرح ابن بریدہ کے والد محترم نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(سنن نسائی: ج 2: ص 349، صحیح مسلم: ج 3: ص 399، مسند ابی حواریہ: ج 1: ص 313، مسند احمد: ج 40: ص 217)

335 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ وَقْتُ الظُّهْرِ مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفُرِ الشَّمْسُ وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ فَوْرُ الشَّفَقِ وَوَقْتُ الْعِشَاءِ إِلَى لَيْصِفِ اللَّيْلِ وَوَقْتُ صَلَاةِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ظہر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک عصر نہ آئے اور عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک سورج زرد نہ ہو جائے اور مغرب کا وقت اس وقت تک ہے جب تک شفق کا نور نہ ہو جائے اور وقت عشاء نصف اللیل تک ہے اور فجر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک

سورج طلوع نہ ہو جائے۔

(سنن نسائی: ج: 1، ص: 360، صحیح ابن حبان: ج: 4، ص: 337، صحیح مسلم: ج: 3، ص: 293، مسند ابی عوانہ: ج: 1، ص: 310)

تشریح:

نمازوں کے اوقات کے متعلق چند اباحت ہیں۔

پہلی بحث

فجر کی نماز کا وقت

فجر کی نماز کا وقت بالاتفاق صبح صادق کے طلوع سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے البتہ امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک منہ اندھیرے فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک فجر روشن ہونے کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر: ج: 1، ص: 197) اس کے دلائل وردان کے ابواب میں بیان کیے جائیں گے۔

دوسری بحث

ظہر کی نماز کا وقت

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ اور داؤد ظاہری کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لے کر ایک مثل سائے تک رہتا ہے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 226) امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ دلائل وردان کے ابواب میں بیان کیے جائیں گے۔

تیسری بحث

عصر کا وقت

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عصر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور ائمہ جمہور علماء اور صاحبین کے نزدیک اس کی ابتداء ایک مثل سایہ کے ہے۔ اور آخر وقت عصر ائمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک غروب تک ہے۔

چوتھی بحث

مغرب کا وقت

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہونے کے

بعد شروع ہو جاتا ہے اور شفق غائب ہونے کے بعد مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ غروب شفق غروب آفتاب کے بعد سرخی کا نام ہے یا اس سرخی کا نام شفق ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفیدی کا نام شفق ہے اور سفیدی غائب ہونے کے بعد جب مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے تو عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 231)

پانچویں بحث

عشاء کا وقت

عشاء کا وقت شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع فجر تک باقی رہتا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا بھی یہی قول ہے اور اخیر وقت میں اختلاف ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک عشاء کا وقت صبح صادق تک رہتا ہے اور امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ثلث اللیل اور دوسری روایت کے مطابق نصف اللیل تک عشاء کا وقت رہتا ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر: ج: 1، ص: 196، اکمال اکمال العلم: ج: 2، ص: 315)

☆ قوله و كانت قدر الشراك

اس کا مطلب یہ ہے کہ

سایہ اصلی ہر شے کا جو نصف النہار کے وقت ہوتا ہے جب اس میں غرق جانب اضافہ ہونا شروع ہو جائے تو اس وقت ظہر کے وقت کی ابتداء ہوتی ہے اگر چہ وہ اضافہ جوتے کے تسمہ کی مقدار ہو اور اس سے مراد مقدار قلیل ہے۔

☆ قوله و صلی ہی المغرب حین الفطر الصائم .

یہ شوافع و مالکیہ کے قول کی دلیل ہے ان کے نزدیک مغرب کے لئے ایک ہی وقت ہے وہی ابتداء اور وہی انتہاء تین یا پانچ رکعات کے مقدار کیونکہ حدیث میں یہ آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز دونوں دن ایک ہی وقت میں ادا فرمائی۔

☆ قوله فقال یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہاں پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جو کہ اس آیت کے خلاف ہے۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہو سکتا ہے کہ ملائکہ اس حکم کے مخاطب نہ ہوں۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ

ہو سکتا ہے کہ اس آیت کا نزول اس واقعہ کے بعد ہوا ہو۔

☆ قوله هذا وقت الانبياء من قبلك

ہذا کا اشارہ تمام نمازوں کی جانب ہے کیونکہ پانچوں کی پانچوں نمازیں گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نہ کسی نبی کو عطا فرمائی گئیں اور ایک قول یہ ہے کہ ہذا کا اشارہ صرف چار نمازوں کی طرف ہے جو عشاء کے علاوہ ہیں اور عشاء کی نماز آپ ﷺ کو عطا فرمائی گئی۔ یہ پانچوں نمازیں یکمشت ایک نبی کو عطا نہیں فرمائی گئیں بلکہ متفرق طور پر عطا فرمائی گئیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو فجر کی نماز عطا فرمائی گئی۔

حضرت داؤد و حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نماز ظہر عطا فرمائی گئی۔

حضرت سلیمان و حضرت عزیر علیہ السلام کو عصر کی نماز عطا فرمائی گئی۔

حضرت عزیر، حضرت داؤد، حضرت یعقوب علیہ السلام کو عصر کی نماز عطا فرمائی گئی۔

حضرت یونس علیہ السلام اور ہمارے نبی کریم ﷺ کو عشاء کی نماز عطا فرمائی گئی۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی لکھتے ہیں: حدیث مبارکہ میں ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام نے صبح کی نماز ادا فرمائی

حضرت داؤد علیہ السلام نے ظہر کی نماز ادا فرمائی

حضرت سلیمان علیہ السلام نے عصر کی نماز ادا فرمائی

حضرت یعقوب علیہ السلام نے مغرب کی نماز ادا فرمائی۔ (انسان العیون: ج 2، ص 149)

امام طحاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

1- جب صبح کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو آپ علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی تو وہ نماز فجر ہو گئی۔

2- ظہر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب حضرت اسحاق علیہ السلام سے نوازا گیا تو آپ علیہ السلام نے چار رکعات ادا فرمائیں تو وہ نماز ظہر ہو گئی۔

3- جب حضرت عزیر علیہ السلام کو اٹھایا گیا تو آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا۔

آپ علیہ السلام اس حالت میں کتنا عرصہ رہے۔

تو آپ علیہ السلام نے کہا: ایک دن یا دن کا بھی کچھ حصہ۔ تو آپ علیہ السلام نے چار رکعات ادا فرمائیں تو وہ نماز عصر ہو گئی۔

4- اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

حضرت عزیر اور حضرت داؤد علیہ السلام کی مغرب کے وقت مغفرت ہوئی تو انہوں نے چار رکعات نماز شروع فرمائی تھک کر تیسری رکعت میں بیٹھ گئے تو وہ نماز مغرب ہو گئی۔

5- اور جس مقدس نبی نے سب سے پہلے آخری نماز عشاء ادا فرمائی وہ ہمارے نبی مکرم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

(شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1014)

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہا گیا ہے کہ

نماز فجر حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تھی۔

نماز ظہر حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے تھی۔

نماز عصر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تھی۔

نماز مغرب حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے تھی۔

اور نماز عشاء حضرت یونس علیہ السلام کے لئے تھی۔ جن کو اس امت میں جمع فرمادیا گیا ہے۔ (رد المحتار علی در المختار: ج: 1، ص: 351)

☆ قوله والوقت مابین ہلین الوقتین

نماز کا ہر وقت الگ ہے۔

ایک اول ایک آخر

ان کا وقت الگ ہونا اس دو دن کے عمل امامت سے ثابت ہو گیا اور درمیانی حصہ کا وقت ہونا اس قول کی بناء پر ہوا لہذا بعض وقت کا ثبوت عمل سے اور بعض کا قول سے ثابت ہوا۔

☆ قوله فقال له عمر اعلم ما تقول

اس قول میں چند احتمال ہیں۔

پہلا احتمال تو یہ ہے کہ

اعلم صیغہ امر حاضر علم سے ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

اعلم صیغہ امر اعلام سے ہے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ

اعلم صیغہ واحد متکلم ہے۔

مگر یہ احتمال غیر ظاہر ہے ظاہر یہی ہے کہ یہ صیغہ امر ہے علم سے یا اعلام سے۔ اگر یہ علم سے ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ سوچ سمجھ کر کہو کیا کہہ رہے ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

اصل میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ حدیث امامت جبرائیل علیہ السلام بظاہر پہلے سے معلوم نہ تھی بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے ذہن میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے امام بننے میں بظاہر اشکال تھا کہ مفضول افضل کا امام بنے یہ کس طرح ہو سکتا ہے یہ شان امامت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے کہا سوچ سمجھ کر کہو کیا کہہ رہے ہو۔ اور اگر یہ اعلام سے ہے تو اعلام کے معنی ہیں نشاندہی کے اور مراد اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی یہ ہے کہ اس بات کی آپ سند بیان فرمائیے تو پھر حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے اس کی سند بیان فرمائی۔

☆ قوله هو اعلم

اس میں دو احتمال ہیں۔

ایک احتمال تو یہ ہے کہ

اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ

بعض لوگوں کو تو بے شک تردد تھا زوال میں کہ ہو گیا ہے یا نہیں ہوا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ زوال ہو چکا ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

صوکی ضمیر قائل کی جانب راجع ہو۔

اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ

بعض کہنے والے کہتے تھے ازراہ تعجب کہ ظہر کا وقت ہو بھی گیا یا مگر وہ کہنے والا جانتا تھا اس بات کو کہ نماز کا وقت ہو گیا مگر

اس کا یہ کہنا کہ وقت ہو گیا یا نہیں اظہار تعجیل کے لئے تھا کہ دیکھو تو سہی کتنی جلد پڑھ رہے ہیں۔

☆ قوله فقال له عروة بن الزبير (رضی اللہ عنہ)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مشہور تابعی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔

☆ قوله عن ابی موسیٰ

یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں اور مشہور صحابی ہیں۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے۔

عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن غز بن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن الجہا ہیر بن الاشعر

بن ادو بن زید بن یثجب۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو موسیٰ ہے۔

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور سعید بن العاص کے حلیف بنے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے اشعری بھائیوں کی ایک جماعت کے ساتھ آئے تھے پھر مسلمان ہو گئے اور سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

ابو عامر نے کہا کہ

صحیح یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ آنے کے بعد پھر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور وہیں ٹھہرے رہے پھر پچاس اشعریین کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر حبشہ چلے گئے۔ حضرت جعفر اور ان کے ساتھی بھی اسی وقت مکہ مکرمہ سے حبشہ گئے تھے پھر یہ دونوں الگ الگ کشتیوں میں بیٹھ کر ایک ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت مدینہ منورہ پہنچے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو زبید اور عدن کا عامل مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا عامل مقرر کیا تھا جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ کے عامل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بصرہ پر مقرر رکھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر کے ابن عامر کو بصرہ کا عامل مقرر کر دیا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ سے کوفہ چلے گئے اور وہیں رہے پھر وہاں کے لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا جائے سو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کے عامل رہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے معزول کر دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا حکم مقرر کیا۔ یہ واقعہ تاریخ میں مذکور ہے جسے کامل میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

42ھ میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں انتقال ہو گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا۔ تاریخ وصال میں بھی کئی اقوال ہیں۔ (اسد الغابہ: ج: 3، ص: 246)

☆ قوله عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے چچا زاد ہیں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بڑے عظیم القدر صاحبزادے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے مفسر تھے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دوبار دیکھا۔

علامہ محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام نسب یہ ہے۔

عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ابوالعباس القرشی البہاشمی۔

یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے تھے ان کو ان کے وفور علم کی بناء پر الحجر اور حجر الامۃ کا لقب دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں تھے اس دوران حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ ان کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے لعاب مبارک سے ان کو گھٹی دی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے دوبار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور دوبار رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

اللہم علمہ الحکمة

اے اللہ عزوجل! اس کو حکمت کی تعلیم دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم شجرہ نبوت کے اہل بیت ہیں۔ ہمارے ہاں فرشتے آتے تھے۔ ہم اہل بیت رسالت اور اہل بیت رحمت اور معدن علم ہیں۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی پیچیدہ مقدمہ آتا تو آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے کہ

ہمارے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے اور اس جیسے مسائل کو تم ہی حل کر سکتے ہو پھر اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کسی کو نہیں بلاتے تھے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کئی اوصاف میں دوسروں پر فائق تھے۔ علم، حلم، نسب اور تاویل میں۔ میں نے ان کے سوار رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا نہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلوں کو ان سے زیادہ کوئی جاننے والا تھا نہ کوئی ان سے زیادہ فقیہ تھا۔ شعر، عربیت، تفسیر قرآن، حساب اور وراثت کے مسائل کو بھی ان سے زیادہ جاننے والا کوئی اور نہیں تھا۔ ایک دن وہ مجلس میں صرف فقہی مسائل کا بیان کرتے۔ ایک دن وہ صرف خواب کی تعبیر بیان کرتے۔ ایک دن صرف غزوات کا بیان کرتے۔ ایک دن صرف اشعار سناتے اور ایک دن صرف ایام عرب بیان کرتے۔ جو عالم بھی ان کی مجلس میں آیا وہ ان کے علم کا اعتراف کر کے اٹھا اور جس شخص نے بھی ان سے کوئی مسئلہ پوچھا وہ ان سے جواب معلوم کر کے گیا (اور مطمئن ہو کر گیا)

لیث بن ابی سلیم بیان کرتے ہیں کہ

میں نے طاؤس سے پوچھا کہ

آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اس نوجوان صحابی کی مجلس کو کیوں اختیار کیا ہے؟

انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کو یاد کرو واللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔

جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نفع مقدر نہ کر دیا ہو تم اس نفع کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اور اگر ساری امت مل کر تم کو نقصان پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نقصان مقدر نہ کیا ہو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

امام محمد بن سعد سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالملک بن مروان کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس اور محمد بن حنفیہ اپنے بال بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے پاس بیعت لینے کے لئے کسی کو بھیجا ان دونوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔

اور کہا: آپ اپنا کام کیجئے، ہم آپ سے یا کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نہیں مانے اور بہت سختی سے ان سے بیعت کا مطالبہ کیا۔

بالآخر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔

تم بیعت کرو ورنہ میں تم کو زندہ جلا دوں گا۔ پھر ان دونوں نے ابوالطفیل کو اپنے حامیوں کے پاس کوفہ روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں اس شخص سے امان نہیں ہے۔ ابوالطفیل چار ہزار سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور اللہ اکبر کے نعروں سے مکہ مکرمہ کے درود یوار گونجنے لگے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے نعروں کی آواز سنی تو دارالندوہ میں چلے گئے۔

ایک روایت میں ہے۔

کعبہ معظمہ کے پردوں کے پیچھے چھپ گئے۔

اور کہا: میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں۔ ابوالطفیل نے خانہ کعبہ کے چاروں طرف لکڑیاں چن دیں۔
اور کہا: ہم اس شخص کو زندہ جلا کر مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے مامون کر دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں! اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے لئے صرف ایک ساعت میں قتال حلال کیا تھا تم صرف میری حفاظت کرو۔ اس واقعہ کی وجہ سے جو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان بن ہو گئی تھی اس وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف چلے گئے۔ وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے اور چند روز کے بعد وفات پا گئے۔

محمد بن الحنفیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک سفید پرندہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کفن میں داخل ہو گیا اور دفن سے قبل کفن سے نہیں نکلا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی قبر پر مٹی ڈالی گئی۔

تو ابن الحنفیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر شریف تیرہ (13) سال تھی۔ 68ھ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ستر (70) سال کی عمر پا کر دار فانی سے کوچ کر گئے۔ (اسد الغابہ: ج 3، ص: 192 تا 195)

☆ قوله هذا الحديث عن الزهري

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ زہری کے دوسرے تلامذہ معمر اور مالک اور سفیان بن عیینہ وغیرہ نے جب اس حدیث مبارکہ کو زہری سے نقل کیا تو انہوں نے اپنی روایت کے اندر تفصیل اوقات کو ذکر نہیں کیا۔ بس صرف اسامہ نے کیا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَابُ فِي وَقْتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَيْفَ كَانَ يُصَلِّيهَا

نبی کریم ﷺ کا وقت نماز اور کس طرح ادا فرماتے تھے

اس باب میں اس چیز کا بیان ہے آپ ﷺ اجزاء وقت میں سے کس جزء اور کس حصہ میں نماز پڑھتے تھے اور آپ ﷺ کا طریقہ مبارکہ کیا تھا۔

336 حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرًا عَنْ وَقْتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةً وَالْمَغْرِبَ إِذَا

غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءُ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَإِذَا قَلُّوا أَخَّرَ وَالصُّبْحُ يَغْلَسُ

محمد بن عمرو بن الحسن بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی نمازوں کے اوقات کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: آپ ﷺ نماز ظہر دن کے ڈھل جانے کے وقت ادا فرماتے اور عصر سورج میں جان ہوتے وقت ادا فرماتے اور مغرب اس وقت ادا فرماتے جب سورج غروب ہو چکا ہوتا اور عشاء اس وقت ادا فرماتے جب کثیر لوگ ہوتے اور جب تھوڑے ہوتے تو مؤخر فرماتے اور صبح اندھیرے کی حالت میں ادا فرماتے۔

(صحیح البخاری: ج: 2، ص: 405)

337 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي الْمُنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرزَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ وَإِنْ أَحَدُنَا لِيَذْهَبَ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَيَرْجِعُ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ الْمَغْرِبَ وَكَانَ لَا يَبَالِي تَأْخِيرَ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ قَالَ ثُمَّ قَالَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَمَا يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ الَّذِي كَانَ يَعْرِفُهُ وَكَانَ يَقْرَأُ فِيهَا مِنَ السِّتِينَ إِلَى الْمِائَةِ

ابو منہال سے روایت ہے کہ حضرت ابو بزرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سورج ڈھلنے کے وقت ادا فرماتے اور عصر اس وقت ادا فرماتے کہ جب ہم میں سے کوئی ایک مدینہ منورہ کے آخری حصہ تک جائے پھر لوٹ آئے تو سورج میں جان ہوتی اور مغرب کو میں بھول گیا اور آپ ﷺ عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرنے میں مضائقہ نہ سمجھتے تھے۔ پھر ارشاد فرمایا: نصف رات تک فرمایا اور آپ ﷺ اس وقت سے قبل سونے اور اس کے بعد باتیں کرنے کو مکروہ جانتے تھے اور فجر کی نماز ادا فرماتے کہ ہم اپنے پیچانے والے کو پہچان نہ سکتے تھے اور اس کے اندر ساٹھ سے سو آیات کریمہ تک تلاوت فرماتے۔

(سنن دارمی: ج: 4، ص: 99، سنن نسائی: ج: 1، ص: 262، صحیح ابن حبان: ج: 4، ص: 369، صحیح البخاری: ج: 2، ص: 371)

تشریح:

☆ قوله كان يصلي الظهر بالهاجرة

آپ ﷺ ظہر کی نماز دوپہر یعنی اول وقت میں ادا فرماتے تھے اس کو یا تو محمول کیا جائے زمانہ شتاء پر یا محمول کیا جائے بیان جواز پر کہ کبھی آپ ﷺ اس طرح بھی کر لیتے تھے اور یا اس پر محمول کیا جائے کہ یہ منسوخ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

یہ حدیث، حدیث الابرار کے خلاف نہ ہو۔

☆ قوله والعصر والشمس حية

نبی کریم ﷺ عصر کی نماز اس وقت ادا فرماتے جب سورج کی شعاعیں یعنی دھوپ زندہ ہو یا حیات شمس سے مراد صفا

لون ہے۔

☆ قوله والصبح بغلس

غلس کہتے ہیں اخیر شب کی تاریکی کو کہ جس میں صبح کی روشنی کی آمیزش ہو۔

قوله ويصلي العصر وان احلنا

اس میں یہ ذکر ہے کہ آپ ﷺ عصر کی نماز اس وقت ادا فرماتے کہ کوئی شخص آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرما کر اپنے گھر جو مدینہ منورہ کے کونے میں یعنی آخری حصہ پر وہاں تک جائے پھر لوٹ کر مسجد میں آئے تو سورج کی تپش اور تیزی ابھی باقی ہوتی۔ اس حدیث مبارکہ میں آنا جانا دونوں ذکر ہے جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت میں صرف جانا ذکر ہے آنے کا ذکر نہیں ہے اور اسی طرح امامت جبرائیل والی حدیث مبارکہ جو گزشتہ گزر چکی ہے اس میں بھی صرف جانے کا ذکر آئے کا ذکر نہیں۔ لہذا اس حدیث مبارکہ کے لفظ يرجع کی تفسیر یذهب سے کی جائے کہ جانے سے مراد گھر کی طرف واپسی ہے جانا اور آنا دونوں مراد نہیں یا يرجع کو حال بنا دیا جائے کہ اسی یذهب راجعاً الى المدينة

☆ قوله وكان يكره النوم قبلها

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

اکثر اہل علم کے نزدیک عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے سونے کے جواز کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر بیدار کرنے کے لئے کسی کو متعین کر دیا جائے تب جائز ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ اور شوافع دونوں کا مسلک کراہت کا لکھا ہے۔

☆ قوله والحديث بعدها

یعنی عشاء کی نماز کے بعد بات کرنے کو آپ ﷺ مکروہ سمجھتے تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے علماء کے قول عشاء کے بعد باتیں کرنے پر کراہت پر اتفاق کا قول نقل کیا ہے۔ مگر یہ کہ کسی خیر معاملہ کی وجہ سے ہو۔

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ

میں بغیر عشاء پڑھے سو جاؤں اس کو بہتر سمجھتا ہوں اس سے کہ نماز عشاء کے بعد فضول باتیں کروں۔

حضرت عمر رحمہ اللہ سمر عشاء کے بعد پر لوگوں کو مارتے تھے اور فرماتے تھے۔

اسمراً اول اللیل ونوما اخره

رات کے شروع میں باتیں کر رہے ہو پھر اخیر رات میں سو جاؤ گے اور تہجد فوت ہو جائے گی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے سمر بعد العشاء میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اکثر حدیث مبارکہ سے رخصت معلوم ہوتی ہے۔ ایک روایت میں مصلیٰ اور مسافر کے ساتھ عروس کا بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ اپنی دلہن کے ساتھ اس کے دل کو راحت دینے کے لئے سمر بعد العشاء کی رخصت ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سمر بعد العشاء روایات میں موجود ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی باب السمر فی اہلم کا باب باندھا ہے۔

در مختار میں ہے۔

نماز عشاء سے قبل سونا اور بعد نماز عشاء دنیا کی باتیں کرنا قصہ کہانی سننا مکروہ ہے۔ ضروری باتیں اور تلاوت قرآن مجید اور ذکر اور دینی مسائل اور صالحین کے قصے اور مہمان سے بات چیت کرنے میں حرج نہیں یونہی طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ذکر الہی عز وجل کے سوا ہر بات مکروہ ہے۔ (در مختار علی رد المحتار ج: 2، ص: 33)

☆ قوله وما يعرف احدنا جلیسہ

وما يعرف بعض نسخوں میں حرف نفی حذف کے ساتھ ہے اور بعض نسخوں میں حرف نفی ہے یعنی وما يعرف اور بخاری اور مسلم کی روایت میں بھی حرف نفی حذف ہے۔

☆ قوله سالنا جابراً

حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحابی رسول (ﷺ) ہیں غالباً یہ وہی صحابی ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی ضیافت کی تھی اور بکری کو ذبح کیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے نے آپ رضی اللہ عنہ کو بکری کے ذبح کرتے دیکھتے وقت دیکھ کر اسی طرح اپنے بھائی کو ذبح کر دیا جب والدہ نے یہ دیکھا تو ذبح کرنے والے بیٹے کے پیچھے بھاگیں تو وہ خوف کی وجہ سے چھت پر چڑھ گیا اور چھت سے گر کر فوت ہو گیا۔

اور یہ واقعہ اس طرح ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ اگر کوئی دعوت پکاتا تو آپ ﷺ رونہ فرماتے۔ ایک دن حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دعوت دی۔ حسب وعدہ آپ ﷺ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور پھر اس کو پکانے کا بندوبست کرنے لگے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے تھے۔

بڑے نے چھوٹے سے کہا۔

آج تجھے بتاؤں! ہمارے والد محترم نے ہمارے مہینے کو کس طرح ذبح کیا۔ اس نے چھوٹے کو زمین پر لا کر اس کے گلے پر

چھری چلا دی اور نادانی سے اس کو ذبح کر دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اس کو دیکھا تو دوڑ کر اس کی جانب گئیں مگر وہ خوف کے مارے مکان کی چھت پر چڑھ گیا ماں اس کے پیچھے پیچھے آرہی تھی جس کے خوف سے بچہ چھت سے گر گیا اور گرتے ہی واصل بحق ہو گیا۔ اس صابرہ نے اس واقعہ فاجعہ پر قطعاً رونا دھونا نہ کیا بلکہ صبر اختیار کیا مبادا حضور ﷺ کی طبیعت اس واقعہ کو سن کر متغیر ہو۔ اس نے دونوں بچوں پر ایک کپڑا ڈال دیا اور کسی کو اس حادثہ کی خبر نہ ہونے دی۔ اگرچہ وہ ظاہراً خوش تھی مگر باطنی طور پر خون کے گھونٹ پی رہی تھی۔ بکرے کو بریاں ہونے تک حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بھی خبر نہ ہوئی۔ کھانا پکا کر نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جابر کو کہیں کہ اپنے دونوں بیٹے بھی لائے تاکہ آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھائیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو حکم ملا فوراً گھر گئے۔

اور پوچھا: دونوں بچے کہاں ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ کہیں باہر گئے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آکر اطلاع عرض کی وہ اس وقت موجود نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہے کہ ان کے ساتھ کھانا کھایا جائے جب اس صابرہ شاکرہ بی بی سے دوبارہ پوچھا گیا تو اس نے رو کر بچوں کی لاشوں سے کپڑا اٹھا کر سارا واقعہ کہہ سنایا دونوں روتے روتے نبی کریم ﷺ کے قدموں میں گر گئے۔ سارے گھر میں کہرام مچ گیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ ان بچوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر دعا کریں، زندگی اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور بچوں کے لئے دعا فرمائی وہ اسی وقت بفرمان الہی عزوجل زندہ ہو گئے۔ (شواہد النبوت: ص 143)

اور ایک واقعہ آپ ﷺ کے کھانے میں برکت کا بھی ہے۔

غزوہ خندق کے موقع پر انصار و مہاجرین خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دربار رسالت میں بھوک کی شکایت کی اور کرتا اٹھا کر دکھایا کہ شکم پر فاقہ سے ایک ایک پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلی کے لئے اپنا پیرا ہن شریف اٹھایا تو لوگوں نے دیکھا کہ شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دل پر اس منظر سے بڑی چوٹ لگی۔ گھر آئے اور بیوی سے پوچھا کہ

کیا کچھ کھانے کا سامان گھر میں موجود ہے۔

بیوی نے عرض کیا کہ: ایک صاع جو کا آٹا اور یہ چھوٹی سی بکری ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بکری کو ذبح کیا اور گوشت دیکھی میں ڈال کر چولہے پر چڑھا دیا اور ان کی زوجہ آٹا گوندھنے لگی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دربار نبوت میں چپکے سے کان میں عرض کیا کہ

یا رسول اللہ (ﷺ)! ایک صاع جو کا آنا اور ایک چھوٹی سی بکری کا گوشت ہے۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ غریب خانہ پر تشریف لے چلیں اور تناول فرمائیں۔
نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ

اے خندق کھودنے والو! چلو آج جابر (رضی اللہ عنہ) کے گھر دعوت عام ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جب تک میں نہ آؤں نہ دیکھی چولہے سے اتاری جائے اور نہ روٹی پکائی جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے مکان پر آئے۔
اور بیوی سے فرمانے لگے کہ

ہمارے پاس تو یہ مختصر کھانا ہے اور نبی کریم ﷺ سینکڑوں جاٹاروں کے ساتھ کھانے کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ اب کیا ہوگا۔

پیکر ایمان بیوی نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ پریشان نہ ہوں اس میں ہمیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
نہیں غم ہم کو کہ لشکر ساتھ لائے گا جو لشکر لے کے آئے گا وہی ان کو کھلائے گا
اس رمز کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں نبی کریم ﷺ اپنے جاٹاروں کے ساتھ رونق افروز ہوئے تو میں گوندھا ہوا آنا آپ رضی اللہ عنہ کے روبرو لایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور اس میں برکت کی دعا فرمائی پھر ہانڈی کی طرف بڑھے اور اس میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا۔
اور دعا فرمائی: جب کھانا پک کر تیار ہوا تو تقسیم شروع ہوئی۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ

ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے سب نے سیر ہو کر کھایا مگر پھر بھی کھانا اسی طرح باقی رہا گویا کسی نے کھایا ہی نہیں۔

(خصائص الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۲۲۷)

بہر حال حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کثیر روایات کو نقل کرنے والے ہیں۔ جو کہ آئندہ آئیں گی۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

بَابُ فِي وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ

ظہر کی نماز کا وقت

یہ باب نماز ظہر کے وقت کے احکام کے متعلق ہے۔

338 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا عَبَادُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ

سَعِيدُ بْنُ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنْتُ أَصَلِّي الظُّهْرَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ قَبْضَةً مِنَ الْحَصَى لَتَبْرُدَ فِي كَفِّي أَضَعُهَا لِجَبْهَتِي أَسْجُدُ عَلَيْهَا لِشِدَّةِ الْحَرِّ

سعید بن حارث انصاری سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ظہر کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھتا تو ایک مٹی کنکریوں کی لیتا کہ میرے ہاتھ میں ٹھنڈی ہو جائیں تاکہ شدت گرمی کی وجہ سے ان پر اپنی پیشانی رکھ کر سجدہ کروں۔

(صحیح ابن حبان: جز: 6، ص: 52)

339 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُذَرِّجٍ عَنِ الْأَسْوَدِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَتْ قَدْرُ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّيْفِ ثَلَاثَةَ أَقْدَامٍ إِلَى خَمْسَةِ أَقْدَامٍ وَفِي الشِّتَاءِ خَمْسَةَ أَقْدَامٍ إِلَى سَبْعَةِ أَقْدَامٍ

اسود سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی نماز کی مقدار گرمیوں میں تین تا پانچ قدم اور سردیوں میں پانچ تا سات قدم تھی۔

(سنن نسائی: جز: 1، ص: 250، مصنف ابن ابی شیبہ: جز: 1، ص: 325)

340 حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّبَالِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ أَبُو الْحَسَنِ هُوَ مُهَاجِرٌ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهَبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ الظُّهْرَ فَقَالَ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ أَبْرِدْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتَّى رَأَيْنَا فِيءَ التَّلَوْلِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ

زید بن وہب نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ مؤذن نے اذان ظہر کا ارادہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈک ہونے دو۔ پھر ارادہ کیا کہ اذان دے۔ آپ ﷺ نے دوا تین بار ارشاد فرمایا: ٹھنڈک ہونے دو۔ حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کے سایہ کو ملاحظہ کر لیا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک گرمی کی شدت جہنم کی شدت کی وجہ سے ہے جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو۔

(سنن ترمذی: جز: 1، ص: 279، صحیح ابن حبان: جز: 4، ص: 376، صحیح البخاری: جز: 2، ص: 364، صحیح مسلم: جز: 3، ص: 305)

341 حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ أَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ

عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَآبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ ابْنُ مَوْهَبٍ بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب گرمی سخت ہو تو ٹھنڈا کر کے نماز پڑھو۔ ابن مَوْهَب نے کہا: نماز کے ساتھ کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 437، سنن الکبریٰ للنسائی: ج: 1، ص: 465، معجم الاوسط: ج: 5، ص: 253، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 364)

342 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ بَلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ الظُّهْرَ إِذَا دَخَصَتِ الشَّمْسُ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان ظہر اس وقت فرماتے جب سورج ڈھل چکا ہوتا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 2، ص: 19، معجم الکبیر: ج: 2، ص: 218، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 358، صحیح مسلم: ج: 3، ص: 310)

تشریح:

ائمہ اربعہ، غیر مقلدین اور تمام اہل علم کے نزدیک شدید گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔

(المغنی: ج: 1، ص: 234)

امام شافعی رحمہ اللہ گرمیوں کی ظہر کے علاوہ ہر نماز کو اول وقت میں پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

موت کا کوئی پتا نہیں کہ کس وقت آجائے اس لیے نماز کو اول وقت میں پڑھنا چاہئے کیونکہ نماز کی ایک رکعت دنیا اور مافیہا

سے بہتر ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 304)

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مغرب کی نماز کے علاوہ باقی نمازوں کو وقت مختار میں پڑھنا مستحب ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر: ج: 1، ص: 201)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک بادل اور برسات میں ظہر اور مغرب کو مؤخر کرنا مستحب ہے اور بادل اور برسات اور گرمیوں

کے ظہر کے علاوہ ہر نماز کو ان کے نزدیک اول وقت پڑھنا مستحب ہے۔ (مغنی: ج: 1، ص: 235)

احناف کے نزدیک بادل اور برسات میں فجر، ظہر اور مغرب میں تاخیر مستحب ہے اور عصر اور عشاء میں تعیل مستحب ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر: ج: 1، ص: 202)

قوله في الصيف ثلاثة اقسام الى خمسة وفي اشتهاء خمسة اقسام الى سبعة اقسام

لبائی قدم انسان کا ساتواں حصہ ہوتا ہے علم ہیئت والوں نے زمین کے آباد حصوں کو سات حصوں میں منقسم کیا ہر حصے کو اقلیم کہا جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور ان کے ارد گرد شہروں کو حجاز کہا جاتا ہے۔ حجاز مقدس اقلیم ثانی میں ہے گرمیوں کے موسم میں زوال کے وقت بعض دنوں میں بالکل سایہ نہیں ہوتا اور بعض میں ایک قدم اسی طرح بڑھتے بعض دنوں میں تین قدم سایہ ہوتا ہے تو جن دنوں میں زوال کے وقت سایہ نہیں ہوتا ان دنوں میں آپ ﷺ ظہر کی نماز تین قدم پر ادا فرماتے جن ایام میں تین قدم ہوتا تو آپ ﷺ پانچ قدموں پر نماز ظہر ادا فرماتے یہ تاخیر کا وقت ہے اور سردیوں میں بعض دنوں میں زوال کے وقت پانچ قدم سایہ ہوتا تو آپ ﷺ پانچ قدموں پر نماز ادا فرماتے اور جن دنوں میں سایہ سات قدم ہوتا تو آپ ﷺ سات قدموں پر نماز ظہر ادا فرماتے۔ یہ تعجیل کا وقت ہے۔

سوال

نماز ظہر کا وقت کب تک رہتا ہے۔

جواب

اس میں اختلاف ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اور داؤد ظاہری کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لے کر ایک مثل سائے تک رہتا ہے۔ (معنی: ج: 1، ص: 226)

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو دن حضور ﷺ کو امام بن کر نماز پڑھائی پہلے دن جب سایہ تسمہ کی مقدار تھا ظہر پڑھائی پھر عصر اس وقت پڑھائی جب ایک مثل سایہ ہو گیا۔ پھر سورج غروب ہونے کے بعد جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے مغرب کی نماز پڑھائی اور شفق غائب ہونے کے بعد عشاء پڑھائی اور طلوع فجر کے بعد جس وقت روزہ دار پر کھانا حرام ہو جاتا ہے فجر کی نماز پڑھائی۔ دوسرے دن ظہر اس وقت پڑھائی جب ایک مثل سایہ ہو گیا جس وقت پہلے دن عصر کی نماز پڑھائی تھی پھر آخری وقت میں مغرب پڑھائی پھر تہائی رات گزرنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی اور سفید پھیل جانے کے بعد فجر کی نماز پڑھائی پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔

اے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ! یہ آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی نمازوں کا وقت ہے اور نمازوں کا وقت ان دو دن کے اوقات کے درمیان ہے۔ (جامع ترمذی: ص: 49)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے اس حدیث مبارکہ کا ایک جواب یہ ہے کہ امامت جبرائیل علیہ السلام کی یہ حدیث مبارکہ بخاری اور مسلم میں بھی ہے مگر اس میں ایک مثل سایہ کے وقت عصر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے یہ الفاظ صرف ترمذی، سنن ابوداؤد اور

سنن نسائی کی روایت میں ہیں اور صحاح کی روایت سنن پر مقدم ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں یہ بیان ہے کہ دوسرے دن ایک مثل سایہ ہونے کے بعد اس وقت ظہر پڑھی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی اس لیے یہ ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں ذکر ہے کہ عصر کا وقت ظہر کے بعد شروع ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ظہر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اس پر درج ذیل احادیث مبارکہ دلالت کرتی ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے موزن نے اذان دینے کا ارادہ کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈا وقت ہونے دو۔

اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو۔ اس نے تیسری بار اذان دینے کا

ارادہ کیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈا وقت ہونے دو حتیٰ کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔ (صحیح بخاری: ج: 1، ص: 88)

یہ حدیث مبارکہ دو وجوہات کی بناء پر امام اعظم رحمہ اللہ کے موقف پر دلالت کرتی ہے۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے ایک مثل سایہ کے بعد اذان دینے کی اجازت عطا فرمائی اور نماز بہر حال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی جس

سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد رہتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سایہ کے بعد کم ہوتی ہے اور متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: زوال آفتاب کے بعد جب انسان کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت

ہوتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آجائے۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 223)

یہ حدیث مبارکہ صراحتہً اس مسلک پر دلالت کر رہی ہے کہ ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلی امتوں کی نسبت تمہارا زمانہ عصر سے غروب آفتاب تک ہے۔ اہل تورات کو تورات دی گئی اور وہ ظہر تک عمل کرنے کے بعد عاجز آگئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی انہوں نے عصر تک عمل کیا پھر عاجز آگئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا۔ پھر ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا ہم کو دو دو قیراط دیئے گئے تو تورات اور انجیل والوں نے اعتراض کیا۔

اے اللہ عز و جل! تو نے ان کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہاری اجرت سے کچھ کم کیا ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں۔

ارشاد فرمایا: یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں عطا کر دوں۔ (صحیح بخاری: ج: 1، ص: 79)

اس حدیث مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ

اہل انجیل جنہوں نے ظہر سے عصر تک کام کیا تھا ان کے کام کا وقت مسلمانوں کی نسبت زیادہ تھا کیونکہ مسلمانوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا تھا اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک ہو تب ظہر کا وقت عصر سے زیادہ ہوگا اور اگر ظہر کا وقت ایک مثل سایہ تک ہو تو عصر کا وقت ظہر کے برابر یا زیادہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اوقات نماز کے متعلق پوچھا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں بتاتا ہوں جب ایک مثل سایہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھو اور جب دو مثل سایہ ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھو۔ مغرب اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے تہائی رات گزر جانے کے بعد عشاء پڑھو اور منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھو۔ (موطا امام مالک: ص: 43)

یہ حدیث مبارکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک پر صاف تصریح ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

علامہ سرحی لکھتے ہیں: امام ابو یوسف رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ظہر کا وقت اس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک کہ سایہ دو مثل نہ ہو جائے۔ (مبسوط: ج: 1، ص: 142)

اس کے بعد علامہ سرخسی وقت ظہر کے دو مثل تک ہونے پر دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث مشہور سے استدلال کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر گاہ تمہاری اور تم سے پہلے اہل کتاب کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک مزدور

کو اجرت پر لیا۔

اور کہا: میرے لیے فجر سے ظہر تک ایک قیراط کے عوض کون کام کرے گا تو یہود نے کام کیا۔

پھر کہا: ایک قیراط کے عوض ظہر سے عصر تک میرے لیے کون کام کرے گا تو عیسائیوں نے کام کیا۔

پھر کہا کہ: دو قیراط کے عوض عصر سے مغرب تک میرے لیے کون کام کرے گا پھر تم نے کام کیا تو یہود و نصاریٰ ناراض

ہوئے۔

اور کہا: ہم نے کام زیادہ کیا ہے اور اجرت کم ملی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو تمہارے حق سے کم دیا ہے۔

انہوں نے کہا: نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں عطا کر دوں۔

اس حدیث مبارکہ نے ظاہر کر دیا کہ

مسلمانوں کا عمل نصاریٰ سے کم تھا اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عصر کا وقت ظہر سے کم ہوتا ہے اور یہ تب ہوگا جب

ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک ہو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے اور دیار

عرب میں زیادہ گرمی ایک مثل سایہ کے وقت ہوتی ہے اور اس لیے بھی کہ ہمیں ظہر کے وقت کا داخل ہونا یقین کے ساتھ معلوم

ہے اور ایک مثل سایہ کے بعد اس کے خارج ہونے میں اختلاف آثار کی وجہ سے شک پڑ گیا اور یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں

ہوتا۔ (مبسوط: ج: 1، ص: 143)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے اور یہی رائج ہے۔

قوله ان شدة الحر من فحج جہنم

اس حدیث مبارکہ کو علماء کرام نے حجاز تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنی اس طرح سمجھئے کہ موسم گرما میں جو گرمی کی شدت ہوتی ہے

وہ جہنم کی حرارت کی مانند ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ کلام اپنی حقیقت پر محمول ہے جس طرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کیونکہ

ایک روایت میں تصریح بھی ہے۔

اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ جہنم جب باہر کا سانس لیتی ہے تو یہ گرمی اس لیے پیدا ہوتی ہے اور گویا جب اندر کا سانس لیتی ہے تو دنیا میں حرارت کے بجائے برودت پیدا ہوتی ہے یا یہ کہا جائے کہ جہنم کا ایک طبقہ طبقہ زمہریر بھی ہے جس میں شدید قسم کی برودت اور ٹھنڈک ہے اس طبقہ کے سانس کی بناء پر دنیا میں سردی ہو جاتی ہے۔

دوزخ کی گرمی نہایت ہی سخت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنو آدم جس آگ کو جلاتے ہیں وہ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3265)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک ہزار سال تک دوزخ کی آگ کو بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سرخ ہو گئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سفید ہو گئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ ہو گئی پس وہ سیاہ تاریک ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2591)

مسئلہ

جاڑوں کی ظہر میں جلدی مستحب ہے گرمی کے دنوں میں تاخیر مستحب ہے خواہ تنہا پڑھے یا جماعت کے ساتھ، ہاں گرمیوں میں ظہر کی جماعت اول وقت میں ہوتی ہو تو مستحب وقت کے لئے جماعت کا ترک جائز نہیں۔ موسم ربیع جاڑوں کے حکم میں ہے اور خریف گرمیوں کے حکم میں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 52)

قوله عن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور و معروف صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور انہوں نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔

ان کا نسب یہ ہے:

دوس بن عدنان بن عبد اللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن مالک بن نصر بن الازد۔

ان کے نام میں بہت اختلاف ہے کسی اور صحابی کے نام میں اتنا اختلاف نہیں ہے۔

ان کے نام کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

- | | | |
|------------------------|------------------|------------------|
| 1- عبد اللہ بن عامر | 2- بریر بن عسقرہ | 3- سکین بن دومتہ |
| 4- عبد اللہ بن عبد شمس | 5- عبد شمس | 6- عبد نہیم |

7- عبد غنم

بہر حال اسلام لانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کا نام تبدیل کر دیا تھا اس میں بھی دو قول ہیں۔

1- عبد الله

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اور میری کنیت کی وجہ یہ ہے کہ

ایک دن مجھے ایک ہرہ (بلی) ملی، میں نے اس کو اپنی آستین میں رکھ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری آستین میں بلی دیکھ کر

فرمایا۔

اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فتح خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور غزوہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے اور پھر علم کی طلب میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں دعا کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں آپ ﷺ سے احادیث سنتا ہوں اور مجھے یاد نہیں رہتیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ، میں نے چادر بچھائی، پھر آپ ﷺ نے بہت سی احادیث بیان کیں جن کو میں پھر کبھی نہیں بھولا۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتا تھا اور سب سے زیادہ احادیث مبارکہ یاد رکھتا تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والوں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے جن میں صحابی اور تابعی شامل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت جابر رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ

اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے ان سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بحرین کا عامل بنایا پھر معزول کر دیا۔ پھر دوبارہ عامل بنانا چاہا مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔

کر دیا۔ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے اور وہیں وفات ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 57ھ میں فوت ہوئے۔

ہیثم بن عدی نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 58ھ میں ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ان کا انتقال عقیق میں ہوا اور امیر مدینہ منورہ ولید بن ختیبہ بن ابی سفیان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(اسد الغابہ: ج: 5، ص: 315 تا 317)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

بَابُ فِي وَقْتِ صَلَاةِ الْعَصْرِ

عصر کی نماز کا وقت

یہ باب نماز عصر کے وقت کے احکام کے متعلق ہے۔

343 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيَضاءُ مُرْتَفِعَةً حَيَّةً وَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ وَالْعَوَالِي عَلَى مِيلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةِ قَالَ وَأَحْسَبُهُ قَالَ أَوْ أَرْبَعَةٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ حَيَاتُهَا أَنْ تَجِدَ حَرَّهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز سورج سفید بلند جانے میں ادا فرماتے اور جانے والا عوالی تک جاتا اس حال میں کہ سورج ابھی بلند ہوتا۔ زہری نے کہا: عوالی دو یا تین میل پر ہے۔ مگہا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ کہا یا چار۔ خیثمہ سے روایت ہے کہ سورج کی حیات یہ ہے کہ اس کے اندر حرارت موجود ہو۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 440، سنن الکبریٰ للنسائی: ج: 1، ص: 467، الموطا: ج: 1، ص: 9، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 369)

344 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرماتے کہ دھوپ دیواروں پر چڑھنے سے قبل آپ کے حجرے میں ہوتی تھی۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 363، المؤطا: ج: 1، ص: 4، سنن ترمذی: ج: 1، ص: 271، سنن دارمی: ج: 1، ص: 285)

345 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ شَيْبَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيَظَاءَ نَقِيَّةً

یزید بن علی بن شیبان کے والد محترم کے دادا محترم حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ عصر کی نماز کو اس قدر مؤخر فرماتے کہ سورج سفید و صاف ہوتا تھا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 345)

346 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مَا لَا اللَّهُ بِبُوتِهِمْ وَقُبُورِهِمْ نَارًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم خندق کے دن ارشاد فرمایا: ان لوگوں نے ہم کو صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز سے روکا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 459، المؤطا: ج: 3، ص: 509، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 372، سنن دارمی: ج: 1، ص: 306)

347 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهُ قَالَ أَمَرْتَنِي عَائِشَةُ أَنْ أَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا وَقَالَتْ إِذَا بَلَغْتَ هَذِهِ الْآيَةَ فَأَذِّنِي (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى) فَلَمَّا بَلَغْتُهَا أَذَنْتُهَا فَأَمَلْتُ عَلَى حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَائِمِينَ ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابو یونس مولى عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھے حکم ارشاد فرمایا کہ میں آپ ﷺ کے واسطے قرآن مجید لکھوں۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا جب یہ آیت پہنچے تو مجھے بتا دینا۔ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ

الْمُنَافِقِينَ تِلْكَ صَلَوةُ الْمُنَافِقِينَ يَجْلِسُ أَحَدُهُمْ حَتَّى إِذَا اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ فَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ أَوْ عَلَى قَرْنَيْ الشَّيْطَانِ قَامَ فَفَقَّرَ أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا

علاء بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس ظہر کی نماز کے بعد حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز کے لئے قیام فرمایا پس جب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز سے فراغت پالی تو ہم نے جلدی نماز ادا فرمانے کا تذکرہ کیا اور اس کو ذکر کیا۔ ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ یہ منافقین کی نماز ہے یہ منافقین کی نماز ہے ان میں سے کوئی ایک بیٹھے حتیٰ کہ سورج زرد ہو جائے کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے یا شیطان کے دونوں سینگوں پر ہوتا ہے وہ کھڑا ہو تو چار ٹکڑے مارے وہ اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا مگر قلیل۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 444، الموطا: ج: 1، ص: 220، سنن الترمذی: ج: 1، ص: 272، سنن النسائی: ج: 2، ص: 321)

351 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِي تَفُوتُهُ صَلَوةُ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وَتَرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أُوْتِرَ وَ اخْتَلَفَ عَلِيُّ أَيُّوبَ فِيهِ وَ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَتَرَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ قَالَ أَبُو عَمْرٍو يَعْنِي الْأَوْزَاعِيَّ وَ ذَلِكَ أَنَّ تَرَى مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الشَّمْسِ صَفَرَاءَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی عصر کی نماز فوت ہوئی گویا اس کے اہل اور اس کے مال لٹ گئے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اُتِرَ فرمایا اور اس میں ایوب پر اختلاف کیا گیا اور زہری، سالم نے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَتَرَ محمود بن خالد، ولید، ابو عمر اور یعنی اوزاعی نے فرمایا کہ اور یہ کہ تو زمین پر دھوپ کو زرد دیکھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 444، الموطا: ج: 1، ص: 11، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 373، سنن ترمذی: ج: 1، ص: 292)

تشریح: اختلاف ائمہ کرام

عصر کی نماز کے وقت میں اختلاف ہے۔

احناف کے نزدیک عصر کی نماز کا مستحب وقت یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک مؤخر کر کے پڑھا جائے جب تک آفتاب متغیر نہ ہوتا کہ نماز سے قبل نمازیوں کو کثرت نوافل کا موقع مل جائے کیونکہ عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا ممنوع ہے۔

احناف کے دلائل

احناف کے دلائل درج ذیل ہیں۔

پہلی دلیل

حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک عصر کی نماز مؤخر کر کے پڑھا کرتے تھے جب تک سورج سفید چمکدار رہتا تھا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 345)

دوسری دلیل

اور دوسری دلیل یہ ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری نسبت ظہر بہت جلد پڑھا کرتے تھے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عصر بہت جلد پڑھتے ہو۔ (جامع ترمذی: ص: 50)

تیسری دلیل

تیسری دلیل یہ ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو عصر کی تاخیر کا حکم فرماتے تھے۔

چوتھی دلیل

چوتھی دلیل اسی باب کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا فرماتے کہ دھوپ دیواروں پر چڑھنے سے قبل آپ کے حجرہ مبارکہ میں ہوتی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 344)

ائمہ ثلاثہ کا مذہب

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عصر کی نماز کو اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔

پہلی دلیل

ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز سورج سفید، بلند جاندار ہونے کے وقت میں ادا فرماتے اور جانے والا عوالی تک جاتا اور سورج پھر بھی بلند ہوتا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 343)

احناف کی طرف سے جواب

ہم نے اس کا ایک جواب یہ دیا کہ

قوی اور فعلی روایات میں تعارض ہو تو ترجیح قوی روایات کو ہوتی ہے۔ ہمارے دلائل میں قوی روایات بھی ہیں جس طرح کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہم کو عصر کی تاخیر کا حکم ارشاد فرمایا لہذا اس کو ترجیح ہوئی۔

دوسرا جواب

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ

حجاز اقلیم ثانی میں واقع ہے جس میں عصر کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ چالیس منٹ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے دس منٹ تک پہنچ جاتا ہے۔ موسموں کے لحاظ سے بڑا فرق ہوتا ہے۔ ہم اوسط کا اعتبار کر کے دو گھنٹے لیتے ہیں اس میں سے بیس منٹ اصرار کے نکال لیتے ہیں باقی (100) سو منٹ رہ گئے۔ تاخیر سے پڑھنے کا مطلب ہے نصف ثانی کے شروع میں پڑھی جائے تو نصف اول کے پچاس منٹ نکال لیے اور پانچ منٹ نماز پڑھنے کے نکال لیے باقی پینتالیس منٹ بچ گئے اور عوالی مدینہ سے دواڑھائی میل کے فاصلے پر ہے پینتالیس منٹ میں دواڑھائی میل سفر آسانی سے کیا جاسکتا ہے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جفاکش اور تیز رفتار تھے تو پھر ان کے لئے کیا مشکل تھا کہ وہ اس سفر کو طے نہ کر سکیں۔

تیسرا جواب

تیسرا جواب یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ سے وقت کی تعیین پر استدلال درست نہیں کیونکہ لوگ اپنی چال اور رفتار کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں بعض تیز چلنے اور بعض تو بہت زیادہ تیز چلنے والے نیز عوالی کی مقدار بھی بعد کے لحاظ سے مختلف ہے بعض عوالی دو میل پر ہیں اور بعض تین میل پر اور بعض چار میل پر ہیں تو جب یہ صورت ہو جائے کیا استدلال درست ہو سکتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھتے پھر اونٹ ذبح کر کے دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا پھر اس کو پکایا جاتا اور ہم اس کا پکا ہوا گوشت غروب آفتاب سے پہلے کھا لیتے تھے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1315)

ان سے یہ استدلال کیا گیا کہ عصر کی نماز پڑھ کے اونٹ ذبح کر کے دس حصوں میں تقسیم کرنا پھر پکا کر غروب آفتاب سے پہلے کھانا تعجیل کی نشانی ہے لہذا اس سے ثابت ہوا کہ عصر کی نماز اول وقت میں مستحب ہے۔

احناف کی طرف سے پہلا جواب

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ کسی دن عصر کی نماز جلدی پڑھ لی یا وقت مستحب میں ہی پڑھی مگر کئی ماہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مل کر یہ کام کر لیا تو کچھ مستبعد نہیں ہے۔

دوسرا جواب

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہماری روایت قوی ہے اور یہ فعلی ہے اور ترجیح قوی حدیث کو ہوتی ہے۔

تیسرا جواب

تیسرا جواب یہ ہے کہ ذبح کرنے، گوشت بنانے اور پکانے میں ماہر اور غیر ماہر کا بڑا فرق ہوتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اونٹ ذبح کرنے کے ماہر تھے۔ تاخیر کے ساتھ نماز عصر پڑھی جائے تو بھی مغرب تک ایک گھنٹہ وقت ہوتا ہے ایک گھنٹے میں یہ عمل ممکن ہے عام طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انگاروں پر بھون کر تناول فرماتے تھے وہ کوئی تورے نہیں بناتے تھے لہذا اس سے تعجیل ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی عصر کو اول وقت میں پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

مسئلہ

عصر کی نماز میں ہمیشہ تاخیر مستحب ہے مگر نہ اتنی تاخیر کہ خود قرص آفتاب میں زردی آجائے کہ اس پر بے تکلف بے غبار و بخار نگاہ قائم ہونے لگے دھوپ کی زردی کا اعتبار نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ ج: 1، ص: 52)

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تجربہ سے ثابت ہوا کہ قرص آفتاب میں یہ زردی اس وقت آجاتی ہے جب غروب میں بیس منٹ باقی رہتے ہیں تو اسی قدر وقت کراہت ہے یونہی بعد طلوع بیس منٹ کے بعد جواز نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج: 5، ص: 138)

اور مسئلہ میں جو تاخیر کا حکم فرمایا گیا اس سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے دو حصے کیے جائیں پچھلے حصہ میں ادا کریں جس طرح کہ بخارا لائق میں ہے۔

☆ قوله عن صلوٰۃ الوسطی

ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کرام میں نماز وسطیٰ میں اختلاف

ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کا نماز وسطیٰ کی تعیین میں اختلاف ہے۔
صلوۃ وسطیٰ کے متعلق بیس اقوال وارد ہوئے ہیں۔

- | | | |
|------------------------|------------------------|-----------------------|
| 1- صلوۃ الفجر | 2- صلوۃ الظهر وجمعہ | 3- صلوۃ العصر |
| 4- صلوۃ المغرب | 5- صلوۃ العشاء | 6- صلوۃ الضحیٰ |
| 7- صلوۃ الجمعة | 8- صلوۃ الاضحیٰ | 9- صلوۃ الوتر |
| 10- صلوۃ العید | 11- صلوۃ اللیل | 12- صلوۃ خمسہ بالتعین |
| 13- صلوۃ الخوف | 14- صلوۃ خمسہ بلا تعین | 15- صلوۃ بالجماعت |
| 16- صلوۃ الفجر والعصر | 17- صلوۃ والعصر | 18- توقف |
| 19- صلوۃ الظهر والجمعہ | 20- صلوۃ الفجر والعشاء | |

مگر امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نماز وسطیٰ فجر کی نماز ہے اور امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری رحمہ اللہ کے نزدیک نماز وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔

امام اعظم امام احمد بن حنبل، داؤد ظاہری رحمہ اللہ کے دلائل

1- امام احمد بن حنبل، داؤد ظاہری اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے دلائل یہ ہیں۔

پہلی دلیل

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن ارشاد فرمایا:

ان لوگوں نے ہم کو صلوۃ الوسطیٰ صلوۃ العصر سے روکا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔

(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: 346)

دوسری دلیل

دوسری دلیل یہ ہے۔

ابویونس مولیٰ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے حکم ارشاد فرمایا کہ میں آپ رضی اللہ عنہا کے واسطے قرآن مجید لکھوں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جب یہ آیت

”حُفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى“ پڑھی تو مجھ سے فرمایا مجھے بتا دینا۔ جب میں وہاں پہنچ گیا تو آپ رضی اللہ عنہا کو

بتا دیا تو آپ ﷺ نے مجھ کو تحریر کروایا۔

حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ۝

پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سماعت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 347)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ صلوٰۃ الوسطی صلوٰۃ العصر ہے۔

امام شافعی اور امام مالک رحمہما کے دلائل

2- امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہما کی دلیل یہ ہے۔

ابورجام سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی۔

پھر ارشاد فرمایا: یہ صلوٰۃ الوسطی ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ صلوٰۃ الوسطی صلوٰۃ الفجر ہے۔

احناف کی طرف سے جواب

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا اجتہاد ہے آپ ﷺ نے قُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ سے استدلال کیا فجر کی نماز میں قنوت پڑھی اور قَانِتِينَ کے لفظ قنوت نازلہ مراد لے کر فرمایا یہی صلوٰۃ الوسطی ہے لہذا صلوٰۃ الوسطی صلوٰۃ العصر ہے۔

غزوہ خندق کب ہوا؟

قوله يوم الخندق .

یوم خندق کے دن آپ ﷺ کو کفار نے بہت زیادہ تکالیف دیں اور غزوہ خندق 5ھ میں ہوئی اور امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ شوال 4ھ میں چونکہ اس غزوہ میں مدینہ منورہ کے ارد گرد خندق کھودی گئی تھی اسی لیے اس کو غزوہ خندق کہتے ہیں۔ اور اس کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔ کفار کی تعداد دس ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ اس غزوہ خندق کا واقعہ اس طرح ہے۔

بنو نضیر جب مدینہ منورہ سے جلا وطن کیے جانے کے بعد خیر پہنچے تو انہوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی اسکیم بنائی اس کے سردار مکہ مکرمہ گئے۔

اور قریش سے کہا: اگر تم ہمارا ساتھ دو تو اسلام کا استحصال کیا جاسکتا ہے، قریش مکہ تو مسلمانوں کو فتح کرنے کے لئے پہلے ادھار کھائے بیٹھے تھے وہ فوراً تیار ہو گئے اس کے بعد یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس گئے بنو سلیم کی قریش سے رشتہ داری تھی وہ بھی ساتھ مل گئے۔ بنو سعد یہودیوں کے حلیف تھے انہوں نے بھی ساتھ دیا غرض یہودیوں اور عرب کے تمام قبائل سے مل کر ایک

لشکر گراں تیار ہو گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

ان کی تعداد دس ہزار تھی یہ لشکر تین حصوں کی تقسیم کاری پر تھا عطفان کی فوجیں عیینہ بن فزاری کی کمان میں تھیں۔ بنو اسد طلحہ کے پرچم تلے تھے اور ابوسفیان سارے لشکر کا سپہ سالار تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبریں سنیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ

کھلے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنا مصلحت کے خلاف ہے۔ ایک محفوظ مقام پر لشکر جمع کر کے اس کے گرد خندق کھودی جائے اس رائے کو سب نے پسند کر لیا۔ مدینہ منورہ کے تین جانب مکانات تھے اور نخلستان کا سلسلہ تھا جو شہر پناہ کا کام دیتا تھا۔ صرف شامی رخ کھلا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اسی مقام پر خندق کی تیاریاں شروع کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حدود قائم کیں اور دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی۔ خندق کا عمق پانچ گز رکھا گیا اور بیس دن میں تین ہزار مقدس ہاتھوں سے یہ خندق تیار ہوئی۔ (فتح الباری: ج: 7، ص: 393)

خندق کے دوران اتفاقاً ایک سخت چٹان آگئی جو کسی کی ضرب سے نہیں ٹوٹتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ تین دن کا فاقہ تھا اور شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے ایک ضرب لگائی تو وہ چٹان ایک تودہ خاک تھی۔ بنو قریظہ کے یہود اب تک الگ تھلگ تھے مگر بنو نضیر کے امیر حنی بن اخطب نے بسیار کوشش کے بعد ان کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا مگر انہوں نے معاہدہ توڑ دیا۔

اور کہا: ہم نہیں جانتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔

اور معاہدہ کیا چیز ہے۔

بنو قریظہ کے ملنے کے بعد کفار کی فوجی نفری میں اور اضافہ ہو گیا اور یہودیوں، قریش اور دیگر قبائل عرب پر مشتمل دس ہزار فوجیں تین حصوں میں پھیل کر مدینہ منورہ کی طرف اس زور و شور سے بڑھیں کہ مدینہ کی سرزمین دھل گئی۔

اللہ تعالیٰ متحدہ کفار کے اس حملہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

ترجمہ:- جب دشمن کا لشکر ادھر سے نیچے سے تم پر چڑھ دوڑا جب مارے خوف کے تمہاری آنکھیں پتھر آنے لگیں اور

کلجے منہ کو آنے لگے اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس وقت صاحبان ایمان

کو آزمائش میں ڈالا گیا اور وہ بری طرح دھل گئے تھے۔ (احزاب: 102)

افواج اسلام میں منافقین بھی تھے۔ سردی کی شدت، برسب کی قلت، متواتر فاقوں اور مسلسل جگ راتوں سے تنگ آ کر

انہوں نے کہا:

اور وہ وقت یاد کرو جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا یہ کہہ رہے تھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدے کیے تھے وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھے اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب کے لوگو! تمہارے لیے اب ٹھہرنے کا موقع نہیں ہے واپس لوٹ چلو اور جب ان کا ایک گروہ نبی سے جانے کی رخصت طلب کر رہا تھا کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں حالانکہ وہ خطرے میں نہ تھے دراصل وہ بھاگنا چاہتے تھے۔

(الاحزاب: 12-13)

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب اخلاص اور آزمائش کی اس کسوٹی پر کسا گیا تو انہوں نے کہا: اور جب مسلمانوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس واقعہ نے ان کے ایمان اور تسلیم میں زیادتی ہی کی۔

(احزاب: 22)

تقریباً ایک ماہ کفار کا محاصرہ اس قدر سختی سے قائم رہا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مسلسل تین دن فاقے سے گزرے۔ ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بے تاب ہو کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے پیٹ کھول کر دکھائے کہ انہوں نے بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا پیٹ دکھایا تو اس پر ایک کی بجائے دو پتھر تھے۔ (فتح الباری: ج: 7، ص: 400-404)

محاصرین خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے اس لیے وہ دور سے تیراؤ پر پتھر برساتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے خندق کے مختلف حصوں پر فوجیں مقرر کر دی تھیں جو محاصرین کے حملوں کا مقابلہ کرتی تھیں۔ ایک حصہ خود آپ کے زیر اہتمام تھا۔ جب محاصرین کو اس طرح کامیابی نہیں ہوئی تو انہوں نے طے کیا کہ اب عام حملہ کیا جائے۔ خندق کا عرض ایک جگہ سے اتفاقاً کم تھا تو انہوں نے وہی جگہ عام حملہ کے لئے منتخب کی، عرب کے مشہور جنگ جو، ضرار، جبیرہ، نوفل اور عمرو بن عبدود نے خندق کے اس کنارے سے گھوڑوں کو بھگایا تو خندق کے پار پہنچ گئے۔ عمرو بن عبدود ایک مشہور جنگ جو شخص تھا۔ اس نے عرب کے عام دستور کے موافق مبارزت کی۔

اور کہا: میرے مقابلہ پر کون آئے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی مبارزت کے جواب میں اٹھے کچھ بحث و تمحیص کے بعد عمرو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے وار کو ڈھال پر روکا مگر تلوار ڈھال میں ڈوب کر نکلی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر لگی۔ دشمن کے وار کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر ایک ضرب ید الہی لگائی اور آپ رضی اللہ عنہ کی تلوار اس کا شانہ کاٹ کر نیچے اتر آئی اور اس کے ساتھ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور عمرو بن عبدود خاک پر لوٹنے لگا۔

حملہ کا یہ دن بہت سخت تھا تمام دن لڑائی رہی کفار ہر طرف سے تیروں اور پتھروں کا مینہ برسا رہے تھے اور تیروں کی یہ موسلا

دھار بارش ایک لمحہ کے لئے بھی نہ رکتی تھی اسی دن رسول اللہ ﷺ کی تین مسلسل نمازیں قضاء ہوئیں کیونکہ مسلسل تیر اندازی اور سنگ باری کے باعث اپنی جگہ سے ہٹنا ممکن نہ تھا۔ محاصرہ جس قدر طول پکڑ رہا تھا محاصرہ کرنے والوں کی کمر ہمت ٹوٹ رہی تھی۔ دریا ہزار آدمیوں کو رسد پہنچانا آسان کام نہ تھا، پھر سخت سردی کے اس موسم میں اس زور سے آندھی چلی کہ طوفان آگیا خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں، کھانے کی دیگچیاں چولہوں پر الٹ گئیں اور لشکر کفار میں زبردست ابتری پھیل گئی۔ قرآن مجید میں اسی آندھی کو لشکر الہی عزوجل سے تعبیر فرمایا ہے۔

ترجمہ:- اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئی تھیں تو ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں بھیج دیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔ (الاحزاب: 9)

اس آندھی پر مستزاد یہ ہوا کہ کفار کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی اور یہود اس جنگ سے الگ ہو گئے۔ بہر حال سردی کی شدت، محاصرہ کا طول، آندھی کا زور، رسد کی قلت اور یہود کی علیحدگی یہ تمام عناصر ایسے جمع ہو گئے کہ اب قریش کے لئے جم کر لڑنا ممکن نہیں تھا۔

ابوسفیان نے فوج سے کہا: ان حالات میں محاصرہ بے کار ہے اور کوچ کا طبل بجوایا اور مدینہ منورہ کا افق تقریباً ایک ماہ غبار آلود رہنے کے بعد صاف ہو گیا۔ (شرح مواہب اللدنیہ: ج: 2، ص: 124)

غزوہ خندق ہونے کا سبب اور واقعات

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر یہ فضل اور احسان فرمایا کہ ان کے دشمن حملہ آوروں کو ان کے شہر مدینہ سے بھگا دیا اور ان کو شکست فاش دی جب ان دشمنوں کی مختلف جماعتیں ایک ساتھ مل کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئی تھیں یہ پانچ ہجری شوال کا مہینہ تھا اور اس غزوہ کا نام غزوہ خندق اور غزوہ الاحزاب رکھا گیا تھا۔

امام موسیٰ بن عقبہ وغیرہ نے یہ بیان کیا ہے کہ

غزوہ الاحزاب کا سبب یہ تھا کہ بنو نضیر کے جن یہودی سرداروں کو نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ سے خیبر کی جانب جلا وطن کر دیا تھا ان میں سے سلام بن ابی الحقیق سلام بن مشکم

اور کنانہ بن الربیع مکہ مکرمہ گئے اور قریش کے سرداروں سے ملاقات کی اور انہیں نبی کریم ﷺ کے خلاف بھڑکایا اور آپ ﷺ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور ان کو یہ یقین دلایا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے خلاف ان کی بھرپور مدد کریں گے۔ قریش نے ان کے ساتھ اتفاق کر لیا پھر وہ غطفان کے پاس گئے اور ان کو بھی آپ ﷺ کے خلاف جنگ پر تیار کر لیا۔ قریش نے مکہ مکرمہ کے گرد و نواح سے اپنے موافقین کو اکٹھا کر لیا ان کے لشکر کا قائد ابوسفیان صخر بن حرب تھا اور غطفان کا قائد عیینہ بن حصین بن

بدر تھا۔ پھر دس ہزار افراد کا لشکر تیار ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا۔ جب نبی کریم ﷺ نے دشمن کی پیش قدمی کی خبر سنی تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے مدینہ منورہ کے مشرقی جانب خندق کھودنے کا حکم دیا۔ سو مسلمان مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنے لگے۔ نبی کریم ﷺ بھی ان کے ساتھ خندق کھودنے اور مٹی نکالنے کے عمل میں شریک تھے اور خندق کھودنے میں متعدد معجزات کا ظہور ہوا تھا۔

مشرکین مدینہ منورہ کی مشرقی جانب احد پہاڑ کے پاس آ کر ٹھہرے تھے یہ مدینہ منورہ کا نچلا حصہ تھا اور دشمن کا دوسرا گروہ مدینہ منورہ کی زمین کے بالائی حصہ میں ٹھہرا تھا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جب کفار تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر حملہ آور ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ تین ہزار اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لئے نکلے تھے۔ آپ ﷺ کی پشت پر سلع پہاڑ تھا اور دشمن آپ ﷺ کے سامنے تھا آپ ﷺ کے اور دشمن کے سواروں اور پیادوں کے درمیان خندق تھی اور خواتین اور بچے مدینہ منورہ کے شہر میں تھے اور مدینہ منورہ کی دونوں مشرقی جانبوں میں یہودی کی ایک جماعت بنو قریظہ تھی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ معاہدہ کیا ہوا تھا کہ اگر دشمن نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا تو وہ مسلمانوں کی طرف سے مدافعت کریں گے ان میں سات سو جنگ جو تھے دشمن کی طرف سے حی بن اخطب انصاری ان کے پاس گیا اور ان کو اس معاہدہ کے توڑنے پر اکسایا حتیٰ کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ معاہدہ توڑ دیا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ باہر سے دس ہزار مشرکین کے مدینہ منورہ کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا اور اندر سے سات سو یہودی غداری کر کے مسلمانوں کے خلاف جنگ پر کمر بستہ تھے یہ وہ منظر تھا جس کی اللہ تعالیٰ نے اس طرح نقشہ کشی کی ہے جب تمہاری آنکھیں پتھر اگئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔ اس وقت مومنوں کی آزمائش کی گئی تھی اور ان کو شدت کے ساتھ جھنجھوڑ دیا گیا تھا۔ دشمن نے ایک ماہ تک نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا محاصرہ کیے رکھا لیکن ان کو خندق پار کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ البتہ عمرو بن عبدود العامری زمانہ جاہلیت میں مشہور شہسوار تھا وہ اپنے ساتھ شہسواروں کی ایک جماعت لے کر خندق کے پار مسلمانوں کے سروں پر پہنچ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ کچھ دیر ان میں مقابلہ ہوا بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کر دیا اور یہ مسلمانوں کی فتح اور نصرت کی علامت تھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دشمن کے لشکر پر زبردست آندھی بھیجی جس سے ان کے تمام خیمے اکٹڑ گئے ہر چیز تہس نہس ہو گئی وہ نہ چولہے جلا سکتے تھے اور نہ ہی کھانا پکا سکتے تھے اور وہ ناکام اور نامراد ہو کر واپس لوٹ گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: باد صبا سے میری مدد کی گئی اور قوم عاد کو باد بور سے ہلاک کر دیا گیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1035)

امام عبدالملک بن ہشام الحافری لکھتے ہیں: ربیع الاول 4ھ ہجری میں بنو نضیر کو جلاوطن کرنے کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ

بنو عامر کے دو افراد جن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا معاہدہ تھا مدینہ منورہ سے اپنے گھر والوں کی طرف جا رہے تھے راستے میں ان کی حضرت عمرو بن امیہ ضمری سے مدد بھیڑ ہوئی ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ بنو عامر کے یہ دو افراد رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں ہیں۔ انہوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ اب معاہدہ کی رو سے ان کی دیت رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے حلیفوں پر تھی اور بنو نضیر آپ ﷺ کے حلیف تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے بنو نضیر سے دیت میں تعاون کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا: آپ ﷺ بیٹھیں ہم آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے

حضرت ابو بکر

حضرت عمر

حضرت علی رضی اللہ عنہ

وغیر ہم ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے۔ یہود نے دیت میں تعاون کرنے کے بجائے یہ سازش کی کہ آپ ﷺ کی بے خبری میں وہ دیوار کے اوپر سے آپ ﷺ کے اوپر چکی کا پاٹ پھینک کر آپ ﷺ کو ہلاک کر دیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر آپ ﷺ کو ان کی سازش کی خبر دی۔ آپ ﷺ فوراً مدینہ منورہ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر کیا اور بنو نضیر کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ ماہ ربیع الاول کا واقعہ ہے۔ آپ نے چھ دن ان کا محاصرہ کیا۔ بنو نضیر قلعہ میں محصور ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے۔ منافقین نے بنو نضیر کو تسلی دی تھی کہ ہم تمہاری مدد کو پہنچیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ نہیں آئے۔ پھر بنو نضیر نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو قتل نہ کریں بلکہ جلاوطن کر دیں اور ان کو یہ اجازت دیں کہ وہ اپنے اونٹوں پر اپنا سامان لا کر لے جائیں چنانچہ وہ مدینہ منورہ سے نکل گئے ان کے سردار خیبر میں چلے گئے اور بعض شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ (السیرة النبویہ: ج 3: ص 210-212)

امام ابن ہشام نے لکھا ہے: غزوۃ الاحزاب (یعنی غزوہ خندق) شوال 5ھ میں رونما ہوا۔ بنو نضیر کے جو افراد جلاوطن ہو کر خیبر جا رہے تھے انہوں نے مکہ مکرمہ میں جا کر قریش کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر برا بیھختہ کیا اور ان کے علاوہ دیگر عرب کے قبائل میں سے غطفان

بنو سلم

بنو مرہ

اشجع

اور بنو سعد وغیرہ کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا۔

بنو قریظہ پہلے ان کے ساتھ نہیں تھے مگر حی بن اخطب نے ان کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ غرض قریش، یہود اور دیگر قبائل عرب بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کفار کی تیاری کی خبریں سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے

اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ کھلے میدان میں لڑنا مصلحت کے خلاف ہے۔ مدینہ منورہ کے گرد خندق کھود کے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ آپ ﷺ نے اس رائے کو پسند کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خواتین اور بچوں کو شہر کے محفوظ قلعوں میں بھیج دیا اور خود تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ شہر سے نکلے۔ سلع نام کے پہاڑ کو پس پشت رکھ کر خندق کھودی گئی اس بناء پر غزوہ الاحزاب کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔ خندق کھودنے میں خود رسول اللہ ﷺ بھی اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ شریک تھے۔ کفار نے ایک ماہ تک محاصرہ برقرار رکھا۔ وہ خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے اسی لیے دور سے پتھر اور تیر برساتے تھے۔ ایک دن قریش کے چند سوار جن میں عمرو بن عبدود بھی تھا خندق کو عبور کر کے آگئے۔ عمرو نے مقابلہ کے لئے لکارا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔ اس کا یہ حشر دیکھ کر اس کے باقی ساتھی بھاگ گئے۔ بالآخر بنو قریظہ اور قریش میں پھوٹ پڑ گئی اور سردی کے موسم کے باوجود ایسی زبردست آندھی آئی جس سے خیموں کی طنائیں اکھڑ گئیں اور گھوڑے رسیاں تڑا کر بھاگ گئے، چلوں پر رکھی ہوئی دیگیچیاں بار بار الٹ جاتی تھیں۔ محاصرہ طویل ہونے کی وجہ سے مشرکین کا سامان رسد بھی ختم ہو چکا تھا اس لیے کفار قریش اور دیگر قبائل محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گئے تھے اور بنو قریظہ اپنے قلعوں میں چلے گئے تھے۔ غزوہ احزاب میں شدت قتال کے وقت نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کی بعض نمازیں بھی قضاء ہو گئی تھیں۔ چھ مسلمان شہید ہو گئے تھے اور ان میں قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تیر لگنے سے ان کے بازو کی ایک رگ کٹ گئی تھی۔ مسجد نبوی میں حضرت رفیدہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ تھا جو زخموں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے علاج کے لئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اس خیمہ میں بھیج دیا تھا۔ مگر وہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکے اور ایک ماہ بعد ان کی وفات ہو گئی اس غزوہ میں نبی کریم ﷺ کے متعدد معجزات ظاہر ہوئے۔ (السيرة النبوية: ج 3، ص 236-256)

اس موقع پر یہ معجزات ظاہر ہوئے۔

1- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خندق کی جگہ میں ایک چٹان نکل آئی جو کدال اور پھاوڑوں سے نہیں ٹوٹ رہی تھی۔ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی۔

حضرت عون رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فالتو کپڑے رکھ کر چٹان کی طرف اتر گئے آپ ﷺ نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس سے تین پتھر ٹوٹ کر گر گئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے ملک شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔

آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی تو پھر اس چٹان سے تین پتھر ٹوٹ کر گر گئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئیں۔
اور اللہ تعالیٰ کی قسم!

بے شک میں اس جگہ سے اس کے شہروں کو اور اس کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر ایک اور ضرب لگائی اور وہ چٹان مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئیں۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ اکبر! میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 18600)

2- نعمان بن بشیر کی بہن سے روایت ہے کہ

میری والدہ محترمہ عمرہ بنت رواحہ نے مجھے بلایا اور ایک مٹھی کھجوریں مجھے ایک کپڑے میں باندھ کر دیں۔

اور کہا: اے بیٹی یہ کھجوریں اپنے باپ اور اپنے ماموں عبد اللہ بن رواحہ کے پاس ان کے ناشتہ کے لئے لے جاؤ۔

انہوں نے کہا: میں وہ کھجوریں لے کر گئی۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزری اس وقت میں اپنے باپ اور ماموں کو ڈھونڈ رہی تھی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بیٹی! ادھر آؤ! یہ تمہارے پاس کیا چیز ہے۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ کھجوریں ہیں۔ میری ماں نے ان کو میرے والد بشیر بن سعد اور میرے ماموں عبد اللہ بن رواحہ کے پاس بھیجا ہے وہ ان کا ناشتہ کریں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کھجوریں مجھے دے دو۔

وہ کہتی ہیں کہ

میں نے وہ کھجوریں رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلیوں میں ڈال دیں وہ اتنی کھجوریں نہیں تھیں کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی

ہتھیلی بھر جاتی۔ آپ ﷺ نے ایک کپڑا منگوایا اور اس میں وہ کھجوریں ڈال دیں اس کپڑے کے اوپر وہ کھجوریں بکھر گئیں۔ پھر

آپ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا۔

جاؤ اہل خندق میں اعلان کر دو کہ وہ میرے پاس ناشتہ کرنے کے لئے آئیں اور وہ اس کھجور سے لے کر کھانے لگے اور

کھجوریں اور زیادہ ہو رہی تھیں حتیٰ کہ تمام اہل خندق ناشتہ کرنے کے لئے چلے گئے اور وہ کھجوریں پھر بھی زیادہ ہو رہی تھیں۔

(دلائل النبوة للہیثمی: ج: 3، ص: 427)

3- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب خندق کھودی گئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ میں بھوک کے آثار دیکھے میں اپنی بیوی کے پاس گیا۔

اور اس سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ میں شدید بھوک کے آثار دیکھے ہیں۔ اس

نے ایک تھیلا نکالا جس میں چار کلو جو تھے اور ہمارے پاس ایک پالتو بکری تھی میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور میری بیوی نے آٹا پیسا وہ بھی میرے ساتھ ساتھ فارغ ہو گئی۔ میں نے بکری کا گوشت کاٹ کر دیگچی میں ڈالا پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے لگا۔

میری بیوی نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا۔

اور آپ ﷺ سے سرگوشی میں کہا۔

یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع جو پیس لیے ہیں جو ہمارے پاس تھے۔ آپ ﷺ چند اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر ہمارے پاس چلے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ آواز بلند فرمایا: اے اہل خندق! جابر (رضی اللہ عنہ) نے تمہاری دعوت کی ہے۔ سو تم لوگ چلو۔
تو رسول اللہ ﷺ نے (مجھ سے) ارشاد فرمایا: جب تک میں نہ آؤں۔ تم ہانڈی نہ اتارنا نہ روٹی پکانا میں گھر آیا اور رسول اللہ ﷺ بھی اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے آئے۔
میں اپنی بیوی کے پاس گیا۔

اس نے کہا: تمہاری ہی رسوائی اور فضیحت ہوگی۔

میں نے کہا: میں نے وہی کیا ہے جو تم نے مجھ سے کہا تھا۔ پھر اس نے اپنا گندھا ہوا آٹا نکالا۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی پھر آپ ﷺ نے ہماری دیگچی کا قصد کیا اور اس میں لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا فرمائی۔

پھر ارشاد فرمایا: ایک اور روٹیاں پکانے والی بلاؤ جو تمہارے ساتھ مل کر روٹیاں پکائے۔ دیگچی میں سے سالن نکالنا۔ لیکن اس کو (چولہے سے) نیچے نہ اتارنا۔ اس موقع پر ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ان سب نے کھانا کھایا اور کھانا بچ گیا اور جس وقت آپ ﷺ واپس گئے تو ہماری دیگچی اسی طرح جوش کھا رہی تھی اور ہمارا گندھا ہوا آٹا اتنا ہی تھا اور اس سے اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4102)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو بھیجا انہوں نے خیموں کی رسیاں کاٹ دیں اور میخیں اکھاڑ دیں اور دیگچیاں الٹی کر دیں اور ان کی جلانی ہوئی آگ بجھا دی۔ اور ان کے گھوڑے بدک کر بھاگنے لگے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر خوف اور رعب طاری کر دیا اور لشکر کے چاروں طرف فرشتے بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے لگے حتیٰ کہ ہر خیمہ کا سردار بلند آواز سے یہ کہنے لگا۔

اے بنو قلاں! یہاں میرے پاس آؤ حتیٰ کہ جب وہ لوگ اس کے پاس آ گئے۔

تو وہ کہنے لگا۔

نجات کو طلب کرو۔

نجات کو طلب کرو۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ

ان کے دلوں میں رعب ظاری کر دیا گیا تھا۔

اور ارشاد فرمایا:

اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے یعنی جو تم خندق کھود رہے تھے اور دشمنوں سے مدافعت کی تدبیریں کر رہے

تھے تو اللہ تعالیٰ تمہارے ان کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ (المجامع الاحکام القرآن: ج: 14، ص: 133)

قوله يوم الخندق حسونا عن صلوة الوسطى صلوة العصر

یوم خندق کے دن مشرکین نے محاصرہ کیے رکھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کی نماز قضاء ہوئی۔

سنن ابوداؤد کی اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی صرف ایک نماز قضاء ہوئی اور وہ بھی عصر کی قضاء

ہوئی۔

اسی طرح بخاری شریف میں بھی ایک عصر کی قضاء کا ذکر ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

غزوہ خندق کے دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غروب آفتاب کے بعد آئے اور انہوں نے کفار قریش کو برا کہنا شروع کر

دیا۔

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! سورج غروب ہو گیا اور میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی پھر ہم وادی بطنان میں کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے نماز کے لئے وضو

کیا اور ہم نے بھی نماز کے لئے وضو کیا پھر آپ ﷺ نے غروب آفتاب کے بعد پہلے عصر کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد آپ ﷺ

نے مغرب کی نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 596)

اسی طرح صحیح مسلم کی روایت میں بھی ایک عصر قضا ہونے کا ذکر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق کے دن ارشاد فرمایا: اس حال میں کہ آپ ﷺ خندق کے راستوں میں سے ایک راستہ پر

بیٹھے ہوئے تھے (مشرکوں نے) ہمیں صلوة وسطیٰ سے روکے رکھا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں

کو آگ سے بھر دے یا قبروں اور پیٹوں کا ارشاد فرمایا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1324)

ایک اور روایت میں اسی طرح فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احزاب کے دن فرمایا: اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے جس طرح (جنگ میں) مشغول کر کے انہوں نے ہمیں نماز عصر سے روک دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1320)

ایک اور روایت میں بھی عصر کی قضا کا ذکر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احزاب کے دن ارشاد فرمایا: (مشرکین نے) ہم کو صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز سے روک دیا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ پھر آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کے درمیان عصر کی نماز پڑھی۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1325)

یہ وہ احادیث مبارکہ ہیں جو صحیحین سے ثابت ہیں اور اس میں صرف عصر کی قضا کا ذکر ہے۔ مگر سنن نسائی میں چار قضا ہونے کا ذکر ہے جو کہ بعد میں ادا فرمائی گئیں۔

حدیث مبارکہ یہ ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے جنگ خندق کے دن ہمیں نمازوں سے مشغول رکھا نماز ظہر سے غروب آفتاب تک۔ اس وقت نماز خوف کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ط (الاحزاب: 25)

اور اللہ نے مومنین کو قتال سے کفایت فرمادی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے ظہر کی اقامت کہی اور آپ ﷺ نے اس طرح ظہر کی نماز ادا فرمائی جس طرح اپنے وقت میں ظہر پڑھتے تھے۔ پھر انہوں نے عصر کی اقامت کہی اور اس طرح آپ ﷺ نے عصر کی نماز ادا فرمائی جس طرح اپنے وقت میں عصر ادا فرماتے تھے۔ پھر انہوں نے مغرب کی اذان دی تو آپ ﷺ نے اس طرح مغرب کی نماز ادا فرمائی جس طرح اپنے وقت میں مغرب ادا فرماتے تھے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 660)

اسی طرح سنن ترمذی کی روایت میں بھی چار نمازیں قضا ہونے کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو جنگ خندق کے دن چار نمازیں پڑھنے سے مشغول رکھا حتیٰ کہ رات کا جتنا حصہ اللہ تعالیٰ نے چاہا گزر گیا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پھر آپ ﷺ نے ظہر پڑھی پھر اقامت کہی تو آپ ﷺ نے عصر ادا فرمائی پھر اقامت کہی تو آپ ﷺ نے مغرب ادا فرمائی پھر اقامت

کہی تو آپ ﷺ نے عشاء پڑھی۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 179)

اور امام مالک کی روایت میں ظہر اور عصر کی قضا کا ذکر ہے۔

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ

آپ ﷺ سے اس دن ظہر اور عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ (موطا امام مالک: رقم الحدیث: 443)

ان تمام روایات میں اختلاف ہو رہا ہے کہ بعض میں ایک کا ذکر ہے اور بعض میں دو کا ذکر ہے اور بعض میں چار کا ذکر ہے یہ بظاہر تعارض ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: موطا امام مالک میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ

آپ ﷺ سے اس دن (یوم خندق) ظہر اور عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ ﷺ سے اس دن ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں قضا ہو گئی تھیں جو انہوں نے رات شروع ہو جانے کے بعد پڑھیں۔

اور سنن ترمذی اور سنن نسائی میں یہ روایت ہے کہ

آپ کی چار نمازیں قضا ہو گئی تھیں۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا کہ

آپ کی صرف عصر کی نماز قضا ہوئی تھی جس طرح کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔

اور بعض علماء نے ان روایات میں تطبیق یوں دی ہے کہ

خندق کی جنگ کئی دن تک ہوتی رہی ہے اور نمازوں کے قضا ہونے کے واقعات کئی دنوں کے ہیں کسی دن صرف عصر کی

نماز قضا ہوئی جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور کسی دن ظہر اور عصر کی دو نمازیں قضا ہوئیں جس طرح کہ موطا میں ہے اور

کسی دن ظہر، عصر اور مغرب کی تین نمازیں قضا ہوئیں جس طرح کہ سنن نسائی میں ہے اور کسی دن چار نمازیں قضا ہوئیں۔

(فتح الباری: ج: 2، ص: 70۷-708)

مگر ابن العربی رحمہ اللہ نے صحیحین کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے کہا آپ ﷺ کی صرف عصر کی نماز فوت ہوئی تھی اور

انہوں نے سنن کی روایات کو ضعیف اور منقطع لکھا ہے۔

سوال

نبی کریم ﷺ نے غزوہ خندق کے دن جو نمازوں کو مؤخر فرمایا تھا آیا یہ نسیانا تھا یا عمد تھا۔

جواب

اس بارے میں نسیانا اور عمد اذواق ال ملے ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے غزوہ خندق کے دن جو نمازوں کو مؤخر فرمایا تھا آیا یہ نسیاناً مؤخر فرمایا تھا یا عمداً۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے ان نمازوں کو نسیاناً مؤخر فرمایا تھا۔

اور اس کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جنگ احزاب کے دن مغرب کی نماز پڑھی۔

پھر نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کسی کو علم ہے کہ میں نے عصر کی نماز پڑھی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے نماز عصر نہیں پڑھی۔

تب آپ ﷺ نے مؤذن کو حکم دیا اس نے اقامت کہی تو آپ ﷺ نے عصر کی نماز ادا فرمائی اور مغرب کی نماز دہرائی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے یہ نمازیں عمدتاً ترک کی تھیں۔

لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ

مشرکین نے مسلمانوں کو لڑائی میں مسلسل مشغول رکھا اور انہوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی مہلت نہیں دی۔

(عمدة القاری: ج: 5، ص: 91)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ

آیا اب دشمن کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز کو مؤخر کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اب نماز کو اس وقت سے مؤخر کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے بلکہ اب صلوٰۃ الخوف پڑھی جائے گی۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیا اب دشمن کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہونے کی

وجہ سے نماز کو مؤخر کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اب نماز کو اس وقت سے مؤخر کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے بلکہ اب صلوٰۃ خوف پڑھی جائے یعنی ایک جماعت دشمن کے

ساتھ کھڑی رہے اور دوسری جماعت نماز پڑھے۔ (عمدة القاری: ج: 5، ص: 91)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ

نبی کریم ﷺ نے پھر صلوٰۃ الخوف کیوں نہ پڑھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں: غزوہ خندق میں اشتغال کی وجہ سے تاخیر کا عذر تھا کیونکہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف نازل نہیں ہوئی تھی۔ (عمدة القاری: ج: 5، ص: 91)

اور غزوہ خندق کے وقت صلوٰۃ خوف نازل نہ ہونے کی دلیل یہ ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مشرکین نے جنگ خندق کے دن ہمیں نمازوں سے مشغول رکھا نماز ظہر سے غروب آفتاب تک، اس وقت نماز خوف کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے جس میں اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ط (الاحزاب: 25)

اور اللہ نے مؤمنین کو قتال سے کفایت فرمادی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے ظہر کی اقامت کہی اور آپ ﷺ نے اس طرح ظہر کی نماز پڑھی جس طرح اپنے وقت میں ظہر پڑھتے تھے پھر انہوں نے عصر کی اقامت کہی اور آپ ﷺ نے اس طرح عصر کی نماز پڑھی جس طرح اپنے وقت میں عصر پڑھتے تھے پھر انہوں نے مغرب کی اقامت کہی اور آپ ﷺ نے اس طرح مغرب کی نماز پڑھی جس طرح اپنے وقت میں مغرب پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 660)

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ

صلوٰۃ الخوف کی مشروعیت یوم عسفان میں ہوئی اور غزوہ عسفان خندق کے بعد ہے۔

سوال

نبی کریم ﷺ کو صلوٰۃ الخوف پڑھنے کا کس موقع پر حکم فرمایا گیا۔

جواب

نبی کریم ﷺ کو صلوٰۃ الخوف یوم عسفان کے دن پڑھنے کا حکم فرمایا گیا۔

جس طرح کہ سنن نسائی کی روایت سے پتہ چلتا ہے۔

ابوعیاش الزرقی سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عسفان میں تھے اور مشرکین کے امیر خالد بن ولید تھے۔ ہم نے ظہر کی نماز پڑھی۔

مشرکین نے کہا: ہم نے ان کو غافل پایا کاش ہم ان پر اس وقت حملہ کر دیتے جب یہ نماز میں تھے۔ اس موقع پر ظہر اور عصر کے درمیانی وقت میں قصر کے متعلق آیت نازل ہو گئی جب عصر کی نماز آئی تو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو عصر کی نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے ہمارے دو گروہ کر دیئے ایک گروہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا رہا اور دوسرا گروہ آپ ﷺ کی حفاظت کرتا

رہا۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 1549)

نبی کریم ﷺ کا صلوٰۃ خوف پڑھنے کا طریقہ ان روایات سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گیا۔ ہم دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہماری صفیں بنائیں۔ ایک صف نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ نبی کریم ﷺ نے ایک رکوع اور دو سجدوں میں ان کی امامت فرمائی پھر یہ لوگ پہلے گروہ کی جگہ چلے گئے جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آکر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور نبی کریم ﷺ نے ایک رکوع اور دو سجدوں میں ان کی امامت کی پھر آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا پھر ان میں سے ہر گروہ نے ایک رکوع اور دو سجدے کیے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 942)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے خوف کے وقت ایک جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی جبکہ دوسری جماعت دشمن کے سامنے تھی وہ جماعت جا کر دشمن کے سامنے تھی وہ جماعت جا کر دشمن کے سامنے کھڑی ہو گئی جہاں پہلے ان کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس دوسری جماعت کو ایک رکعت پڑھائی اور نبی کریم ﷺ نے سلام پھیر دیا پھر ایک جماعت نے علیحدہ علیحدہ ایک ایک رکعت پڑھی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1839)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نماز خوف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ ہم نے دو صفیں قائم کیں۔ ایک صف رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھی اس حال میں کہ دشمن ہمارے قبلہ کے درمیان تھا۔ نبی کریم ﷺ نے تکبیر تحریرہ کہی اور سب نے تکبیر کہی پھر ہم سب نے آپ ﷺ کے رکوع پر رکوع کیا اور جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو ہم سب نے سر اٹھایا پھر آپ ﷺ سجدے میں گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ کھڑی ہوئی صف نے بھی سجدہ کر لیا تو یہ صف جا کر کھڑی ہو گئی اور وہ صف آکر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا اور سب نے رکوع کیا پھر آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا اور ہم سب نے سر اٹھایا پھر آپ ﷺ سجدہ میں گئے اور وہ صف سجدہ میں گئی جو پہلی رکعت میں مؤخر تھی۔ اس حال میں کہ دوسری صف دشمن کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ جب نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ کھڑی صف نے سجدہ کر لیا تو نبی کریم ﷺ اور ہم سب نے سلام پھیر دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس طرح آج کل تمہارے محافظ تمہارے سرداروں کے ساتھ کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1842)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ عسفان وضحنان کے درمیان اترے۔

مشرکین نے کہا: ان کے لئے ایک نماز ہے جو باپ اور بیٹوں سے بھی زیادہ پیاری ہے اور وہ نماز عصر ہے لہذا سب کام ٹھیک رکھو۔ جب نماز کو کھڑے ہوں ایک دم حملہ کرو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ

یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے دو حصے کریں ایک گروہ کے ساتھ نماز پڑھیں اور دوسرا گروہ ان کے پیچھے سیر اور اسلحہ کے لئے کھڑا رہے تو ان کی ایک ایک رکعت ہوگی اور رسول اللہ ﷺ کی دو رکعتیں ہوں گی۔ (جامع ترمذی: رقم الحدیث: 3046)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے جب ذات الرقاع میں پہنچے۔ ایک سایہ دار درخت حضور ﷺ کے لئے چھوڑ دیا اس پر حضور ﷺ نے اپنی تلوار لٹکا دی تھی۔ ایک مشرک آیا اور تلوار لے لی اور کھینچ کر کہنے لگا۔ آپ (ﷺ) مجھ سے ڈرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ اس نے کہا: تو آپ (ﷺ) کو کون مجھ سے بچائے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (عزوجل)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب دیکھا تو اس کو ڈرایا اس نے میان میں تلوار رکھ کر لٹکا دی۔ اس کے بعد اذان ہوئی۔ حضور ﷺ نے ایک گروہ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی پھر یہ پیچھے ہٹا اور دوسرے گروہ کے ساتھ دو رکعت پڑھی تو حضور ﷺ کی چار ہوئیں اور لوگوں کی دو دو یعنی حضور ﷺ کے ساتھ۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1846)

☆ قوله ملاء الله بيوتهم وقبورهم ناراً

اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے لئے عذاب کی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

اس مقام پر یہ سوال ہوتا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ تو رحمۃ للعالمین ہیں اور کفار کے لئے عذاب کی دعا کرنا آپ ﷺ کی شان اور منصب کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ رحمن اور رحیم ہے اس کے باوجود وہ کفار کو عذاب دے گا تو جب اللہ تعالیٰ کا رحمان اور رحیم ہونا اس کے عذاب کے خلاف نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا عذاب کی دعا کے خلاف کیسے ہوگا۔

باقی رہا یہ شبہ کہ اللہ تعالیٰ رحمن اور رحیم ہو کر کفار کو عذاب کیسے دے گا اس کا جواب رحمت کے معنی سمجھنے پر موقوف ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ

سہیل بن عبداللہ تستری کے پاس شیطان آیا۔

اور کہنے لگا کہ بتاؤ میری مغفرت ہوگی یا نہیں۔

سہیل نے کہا: نہیں۔

شیطان نے کہا: اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: **وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ط** (اعراف: 156)

میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔

اور ہر شے کے عموم میں میں بھی داخل ہوں تو میری بھی مغفرت ہونی چاہئے۔

سہیل نے کہا: **كُلَّ شَيْءٍ** مومنین کے ساتھ خاص ہے تم اس کے عموم سے خارج ہو۔

شیطان نے کہا: پہلے تو میں تم کو عالم سمجھتا تھا آج تمہارا جہل مجھ پر آشکارا ہو گیا تم اللہ تعالیٰ کی صفت (یعنی رحمت کے

شمول) میں تقید کر رہے ہو حالانکہ تقید اور تحدید مخلوق کی صفات میں ہوتی ہے۔ خالق کی صفات غیر مقید اور لامحدود ہوتی ہیں۔

شیطان کا یہ جواب سن کر سہیل بالکل لا جواب اور مبہوت ہو گئے۔ (الکبریٰ الاحمر علی ہاشم الیوائت والجواہر: ج: 1، ص: 2، 3)

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سوال کا کوئی جواب ذکر نہیں کیا۔ میں نے اس حکایت کو پڑھ کر غور کیا تو اللہ تعالیٰ

نے مجھ پر یہ جواب منکشف فرمایا کہ ضرورت کے وقت کسی کو کوئی چیز دینا بھی رحمت ہے اور اس چیز کے اسباب فراہم کر دینا یہ بھی

رحمت ہے مثلاً بھوکے کو آپ کھانا کھلا دیں یہ اس کے حق میں رحمت ہے اور اگر اس کو کھانے کے پیسے دے دیں تو یہ بھی اس کے

حال پر رحمت ہے اسی طرح جنت کا معاملہ ہے بنفسہ جنت عطا کر دینا بھی رحمت ہے اور جنت کے اسباب مہیا کر دینا بھی رحمت

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت، مغفرت اور رضا مندی کے حصول کا سبب اپنے احکام کی اطاعت مقرر کیا ہے یہ احکام فرشتوں

کے ساتھ شیطان کو بھی دیئے گئے تھے اور فرشتوں کے ساتھ اسے بھی حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کا حکم دیا گیا لیکن اس نے اللہ تعالیٰ

کا حکم ماننے سے انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خود منہ موڑ لیا۔

بلکہ حدیث مبارکہ یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا: آدم علیہ السلام کو سجدہ کر لے تیرا گناہ معاف کر دیا جائے گا اور تیری توبہ قبول کر لی جائے گی۔

اس لعین نے اللہ تعالیٰ سے کہا: میں نے آدم علیہ السلام کے جسد کو سجدہ نہیں کیا تو اب ان کی قبر کو کب سجدہ کروں گا۔

(روح البیان: ج: 1، ص: 105)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے کل بھی شامل تھی آج بھی شامل ہے اس لعین نے خود اپنے آپ

کو اللہ تعالیٰ کی بیکراں رحمت سے دور رکھا ہوا ہے دریا کے ساحل پر کھڑا ہوا کوئی شخص کہے دریا میری پیاس نہیں بجھاتا تو یہ دریا کی

سیرابی میں کمی نہیں ہے خود اس شخص کے ظرف میں کمی ہے جو دریا کے قریب آ کر پانی نہیں پی رہا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمتہ

اللہ تعالیٰ ہیں بایں معنی کہ آپ ﷺ نے تمام جہان والوں کو توحید و رسالت کی دعوت دی اور ابدی رحمت کے حصول کا دروازہ دکھایا جو لوگ جان کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے ان میں سے ایک ایک کے گھر جا کر پیغام حق سنایا جو راستہ میں کانٹے بچھاتے تھے اور غلاظت بکھیرتے تھے ان کے دروازوں پر دستک دے دے کر جنت اور دائمی سلامتی کی دعوت دی اس کے باوجود جن لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت مسترد کر کے جنت اور رحمت سے منہ موڑ لیا تو اس میں آپ ﷺ کی رحمت کے عموم اور شمول کا قصور نہیں۔ قصور ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اپنے آپ کو آپ ﷺ کی رحمت سے دور رکھا۔ جب نصف النہار کے وقت آفتاب روئے زمین پر اُٹھتا ہو اور کوئی شخص آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو جائے تو قصور آفتاب کے فیض کا نہیں قصور اس شخص کا ہے جس نے آفتاب کے سامنے ہوتے ہوئے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

کفار کے لئے عذاب کی دعا کرنے کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ

کفار اور مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں آپ ﷺ نے ان کے خلاف دعا نہیں کی۔ طائف کی وادیوں میں آپ ﷺ پیغام توحید سناتے گئے جواب میں انہوں نے پتھر مار مار کر آپ ﷺ کو لہو لہان کر دیا۔ دل آزار باتیں کیں، آوازے کسے آپ ﷺ نے اف نہ کی۔ وادی طائف میں مشرکین کا ظلم و ستم دیکھ کر جبرائیل علیہ السلام سے بھی یارائے ضبط نہ رہا۔

اس نے حاضر ہو کر کہا: آپ ﷺ حکم دیں تو وادی طائف کے لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دوں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

اے اللہ عزوجل! میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے نہیں پہچانتے۔ جبل احد کی گھاٹیوں پر ابوسفیان کی قیادت میں مشرکین حملہ آور ہوئے کسی شقی نے پتھر مارا اور آپ ﷺ کا چہرہ مقدسہ خون آلود ہو گیا دانت کا ایک کنارہ شہید ہو گیا پھر بھی آپ ﷺ نے ان کے خلاف دعا نہیں کی۔ اسی غزوہ میں آپ ﷺ کے پیارے اور محبوب چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو وحشی نے قتل کر دیا۔ ان کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا جسم کے نازک حصے کاٹ ڈالے گئے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ان کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے کچا چبایا۔ آپ ﷺ نے یہ سارے ظلم و ستم دیکھے اور کچھ نہ کہا بلکہ فتح مکہ کے بعد جب یہ سارے اشیاء مغلوب ہو کر پیش خدمت ہوئے جب عربوں کے روایتی انتقام کی آگ کے خوف سے مارے ڈرے یہ سارے سہمے ہوئے تھے آپ نے قادر اور غالب ہونے کے باوجود بدلہ نہیں لیا بار بار حملہ آور ہونے والے ابوسفیان کو معاف کر دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کو بخش دیا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبانے والی ہندہ سے درگزر کر لیا۔ وحشی نے قبول اسلام کے لئے شرائط پیش کیں۔ اس کی ایک ایک شرط پوری کر کے اسے آغوش رحمت میں لے لیا۔ قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ایک ایک نخرہ برداشت کر کے اسے شرف بہ اسلام کیا۔ ایسے سبے عدیل رحیم و کریم اور بے مثل مہربان آقا ﷺ کو ہم دیکھتے ہیں کہ غزوہ خندق میں مشرکوں سے جنگ کی وجہ سے نماز عصر رہ گئی تو ان کے خلاف دعا کرتے ہیں کہ

اے اللہ عزوجل! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

جس صابر و شاکر شخص نے طائف کے ظلم سہہ کر کسی ظالم کے خلاف دعائیں کی ابوسفیان، وحشی اور ہندہ کو کچھ نہ کہا۔ بڑی سے بڑی زیادتی کے بعد جس کا پیاناہ صبر لبریز نہیں ہوا غزوہ خندق کے موقع پر محض ایک نماز کے رہ جانے سے اس کا پیاناہ صبر کیسے چھلک پڑا۔ شاید یہی بتلانا مقصود تھا کہ اپنی جان، اپنی عزت، آبرو اور اپنے عزیزوں کے خون کی بہ نسبت نماز مجھے پیاری ہے۔ میں اپنی جان پر زیادتی برداشت کر سکتا ہوں۔ اپنے عزیزوں کا خون معاف کر سکتا ہوں لیکن تم مجھے نماز نہ پڑھنے دو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرنے دو یہ برداشت نہیں کر سکتا۔

قوله من ادرك العصر ركعة قبل ان تغرب الشمس فقد ادرك الخ

اس حدیث مبارکہ کا بظاہر مقتضی یہ ہے کہ اگر عصر کی نماز کے درمیان غروب شمس اور ایسے ہی صبح کی نماز میں طلوع شمس ہو جائے تو دونوں نمازیں صحیح ہو جانی چاہئیں۔ جمہور اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہی ہے۔ احناف نماز عصر کے متعلق تو اس کے قائل ہیں کہ وہ صحیح ہو جائے گی مگر نماز فجر کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ صحیح نہ ہوگی۔

جمہور احناف یہ اعتراض کرتے ہیں کہ

آپ بعض حدیث کے جز پر عمل کر رہے ہیں اور بعض پر نہیں کر رہے۔

تو اس کا جواب یہ دیا کہ

یہ اعتراض ہم پر اس وقت صحیح ہے جب حدیث کا مفہوم ہمارے نزدیک بھی وہی ہو جو آپ نے سمجھا ہے۔ ہمارے نزدیک تک حدیث کا مفہوم وہ ہے ہی نہیں۔

جمہور کے نزدیک تو ادراک سے مراد ادراک من حیث الفعل ہے یعنی نماز کو ادا کرنا مراد ہے۔

اور ہم یہ کہتے ہیں کہ

ادراک سے مراد ادراک من حیث الوقت والوجوب ہے یعنی جس نے ایک رکعت کے بقدر عصر یا فجر کا وقت پالیا اس نے وجوب صلوٰۃ کو پالیا اس کے ذمہ میں یہ دونوں نمازیں واجب ہو گئیں۔ جس طرح کہ بچہ ایسے وقت میں بالغ ہو یا کافر ایسے وقت میں اسلام لائے یا حائضہ ایسے وقت میں حیض سے فارغ ہو کر طاہر ہو کر ایک رکعت کے بقدر وقت باقی ہو تو ان سب لوگوں پر نماز کا وجوب ہو جائے گا اپنے اپنے وقت میں اس نماز کو پڑھیں امام طحاوی نے یہی اختیار کیا۔

علامہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: غروب شمس کے بعد فرض نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے جس کی برکت سے غروب کی کراہت میں کمی آ جاتی ہے اس وجہ سے عصر کی نماز ہو جاتی ہے اور طلوع شمس کے بعد کسی فرض نماز کا وقت نہیں ہوتا اس وجہ سے کہ طلوع شمس کی کراہت میں کمی نہیں آتی لہذا صبح کی نماز اس وقت میں مکمل نہیں ہو سکتی کیونکہ کامل واجب ناقص وقت میں ادا نہیں ہو سکتا۔

اگر اس کا یہی معنی مراد تھا تو پھر فجر و عصر کی قید کیوں لگائی یہ حکم تو پانچ نمازوں کا ہونا چاہئے۔

جواب

یہ واقعہ معراج سے پہلے کا ہے اس وقت یہی دو نمازیں فرض تھیں۔

جس طرح کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ

شب معراج سے پہلے صرف رات کی ایک نماز فرض تھی اور اس میں وقت کی کوئی تحدید نہیں تھی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **يَا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُ قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۖ تَصُفَّةً ۖ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۚ أَوْ زِدْ**

عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ (الزلزلہ: ۱۷۱)

اے چادر لپیٹنے والے! رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑی رات، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں۔ یا اس پر

کچھ بڑھادیں اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھیں۔

علامہ حربی نے کہا ہے کہ

پہلے دو نمازیں فرض تھیں۔ دو رکعت صبح کی نماز فرض تھی اور دو رکعت شام (غروب آفتاب سے قبل) کی نماز فرض تھی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝ (آل عمران: ۴۱)

صبح اور شام کو اللہ کی تسبیح کیجئے۔ (فتح الباری: ج: ۱، ص: ۴۶۵)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں: معراج سے ڈیڑھ سال پہلے ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

پہلے نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر سفر میں یہ تعداد برقرار رہی اور حضر میں رکعات کی تعداد بڑھادی گئی۔ ہجرت کے

ایک سال بعد یہ تعداد بڑھائی گئی تھی۔ (الروض الاثف: ج: ۱، ص: ۱۶۳)

دوسرا جواب یہ ہے کہ

ان دو نمازوں کا نام خصوصیت کی وجہ سے لیا گیا ہے وہ اس طرح کہ ان میں دن اور رات کے دونوں فرشتے جمع ہوتے

ہیں پہلے والے فرشتے ابھی موجود ہوتے ہیں اور دوسرے فرشتے ڈیوٹی والے آجاتے ہیں تو پھر دونوں جمع ہو جاتے ہیں اس وجہ

سے دو کا نام لیا گیا ہے۔

قولہ لکانت بین قرنی شیطان

اس جملہ کی دو توجیہات ہیں۔

ایک توجیہ تو یہ ہے کہ

اس سے مراد شیطان کا عروج ہے کہ وہ اس وقت خوش ہوتا ہے اور اس کی خوشی عروج پر ہوتی ہے کہ میری محنت کام آئی ہے کتنے لوگ غیر اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ

شیطان اس دوران سورج کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور سورج کی پرستش کرنے والے سورج کو سجدے کر رہے ہوتے ہیں یہ اپنے چیلوں کو مطمئن کرتا ہے کہ دیکھو لوگ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

قوله قام فنقراربعاً

اس سے مراد منافق شخص ہے جو غروب شمس کے قریب نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اور جلدی سے چار ٹھونگیں کی طرح زمین پر مارتا ہے۔ اس ٹھونگوں سے مراد چار سجدے ہیں اگر چہ عصر کی نماز میں آٹھ سجدے ہوتے ہیں ہر رکعت میں دو سجدے مگر چونکہ اس کے سجدے بہت ناقص اور جلدی کے ساتھ ہوتے ہیں اس لیے دو سجدے مل کر بھی ایک سجدہ کے برابر نہیں ہوتے اسی وجہ سے چار کہا ہے۔

قوله الذی تفوته صلوٰۃ العصر فكانما وتر اہله وماله

فوت ہونے میں تین اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ مکروہ وقت میں نماز پڑھی جائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ نماز کا وقت نکل جائے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ جماعت سے نہ پڑھی جائے تو یہ مذمت ہوئی ترک جماعت کی اس پر مزایہ ہے کہ اس کے اہل و عیال و مال سب برباد ہو گئے۔

مزید یہ کہ

اہلہ وماله کو رفع اور نصب دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے رفع نائب فاعل ہونے کی وجہ سے اور نصب مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے اور اس صورت میں نائب فاعل وتر کی ضمیر مستتر ہوگی جو راجع ہے الٰہی کی جانب یعنی عصر کی نماز کے فوت ہونے کو ایسا ہی نقصان اور خسارہ سمجھنا چاہئے جس طرح کہ مال و اولاد کے چھن جانے کو سمجھا جاتا ہے۔

علامہ مہلب نے بیان کیا ہے کہ

اس سے مراد اس کی جماعت فوت ہو جائے۔

علامہ ابن وہب نے کہا: وقت مستحب میں پڑھنے سے رہ جائے۔

اور علامہ اوزاعی نے کہا کہ

سورج زرد ہونے سے پہلے نہ پڑھی جائے۔

عصر کی نماز تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ

اس وقت لوگ اپنے کاروبار اور خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں اس لیے اس وقت نماز کی محافظت کی خصوصی تاکید فرمائی۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا کہ

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی اس قدر اہمیت ہے کہ ایک نماز کو نہ پڑھنا گھریار اور مال کی ہلاکت کے مترادف ہے۔

قوله عن عبیدۃ عن علی

یہ عبیدہ بن العیین ہے اس سے مراد عبیدہ سلیمانی ہیں۔ سلمان ایک قبیلہ کا نام ہے۔ آپ (رضی اللہ عنہ) حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے مشہور اصحاب کرام میں سے ہیں۔ اور بہت ہی پارسا بزرگ تھے۔ آپ (رضی اللہ عنہ) سے روایات نقل کی گئی ہیں۔

قوله قال ابو داؤد و قال عبید اللہ بن عمر ان

عبید اللہ حضرت نافع کے تلمیذ ہیں پہلی والی سند میں آپ کے تلمیذ مالک آئے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نافع سے مالک نے روایت کا لفظ وتر اور عبید اللہ نے بجائے وتر کے وتر نقل کیا ہے۔

واختلف علی ایوب فیہ

ایوب بھی نافع کے شاگرد ہیں اور اختلاف علی ایوب کا مطلب یہ ہے کہ ایوب کے اصحاب شاگرد ایوب سے روایت کرنے میں مختلف ہیں بعض نے ان سے وتر نقل کیا ہے اور بعض نے ان سے وتر نقل کیا ہے۔

قوله عن انس بن مالک (رضی اللہ عنہ)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابی اور خادم تھے اور خود کو خادم کہلوانے پر فخر فرماتے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دس سال خدمت کی۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کا نام ونسب یہ ہے۔

انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ انصاری خزرجی۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خادم تھے۔ اپنے آپ کو خادم رسول کہلواتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔

آپ ﷺ کی کنیت ابو حمزہ تھی۔

یہ کنیت رسول اللہ ﷺ نے رکھی تھی۔

آپ ﷺ کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔

آپ ﷺ زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔

ایک قول ہے: مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے۔

ایک قول ہے: ورس سے بالوں کو رنگتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے اس وقت یہ کم سن تھے اور میدان جنگ میں آپ ﷺ کی خدمت کرتے تھے جس وقت نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال تھی۔

ایک قول ہے: نو سال تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو دعادی ان کے باغ میں سال میں دو مرتبہ پھل لگتے تھے اور ان کے باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ مکشورین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا عصا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ

موت کے بعد اس عصا کو ان کے ساتھ دفن کر دیا جائے سو اس کو ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں کثرت مال اور کثرت اولاد کی دعا کی تھی ان کی صلب سے اسی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور ان کے بیٹوں اور بیوتوں کی تعداد ایک سو بیس کے قریب تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

ایک قول ہے: یہ 91ھ میں وصال فرما گئے۔

ایک قول ہے: 92ھ میں وصال فرما گئے۔

ایک قول ہے: 93ھ میں وصال فرما گئے۔

ایک قول ہے: 90ھ میں وصال فرما گئے۔

آپ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت ایک سو تین سال تھی۔

ایک قول ہے: ایک سو دس تھی۔

اور ایک قول ہے: ایک سو سات سال تھی۔ (اسد الغابہ: ج: 1، ص: 128)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میری والدہ محترمہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر گئیں انہوں نے اپنا دوپٹہ پھاڑ کر آدھے دوپٹے کی میری چادر بنا دی۔

میری والدہ نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ انس (رضی اللہ عنہ) میرا بیٹا ہے۔ میں آپ ﷺ کی خدمت کے لئے اس کو آپ ﷺ کے پاس لائی ہوں آپ ﷺ اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ عز و جل! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میرا مال بہت زیادہ ہے اور آج میری اولاد اور اولاد کی اولاد سو (100) کے لگ بھگ ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6254)

قوله عن علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے داماد اور غم زاد صحابی تھے آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح مبارکہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کثیر روایات ہیں چند حصول رضا الہی عز و جل کی نیت سے نقل کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔

(معجم الکبیر: ج: 10، ص: 156)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تمہاری شادی کر دی ہے اور تمہارے نکاح پر (ملاء اعلیٰ میں) چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک کیا اور شجر ہائے طوبیٰ سے فرمایا ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو پھر دل کش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں جنہیں فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطور تحائف دیتے رہیں گے۔ (ریاض النضر: ج: 3، ص: 146)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایک فرشتے نے آکر کہا ہے۔

اے محمد مصطفیٰ (ﷺ)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سلام بھیجا ہے۔

اور ارشاد فرمایا ہے۔

میں نے آپ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہا) کا نکاح ملاء اعلیٰ میں علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے کر دیا پس آپ ﷺ زمین پر بھی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیں۔ (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ: ص: 73)

آپ ﷺ کے فضائل پر یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہیں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3713)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

جس کا میں ولی ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ ولی ہے۔

اور میں نے آپ ﷺ کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) یہ فرماتے ہوئے سنا تم میرے لیے اسی طرح ہو جیسے ہارون علیہ السلام کے لئے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

میں آج اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ (ابن ماجہ: رقم الحدیث: 121)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج ادا کیا۔ آپ ﷺ نے راستے میں ایک جگہ قیام فرمایا اور نماز باجماعت کا حکم دیا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں۔

انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں ہر مومن کی جان سے قریب نہیں ہوں۔

انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر یہ (علی رضی اللہ عنہ) ہر شخص کا ولی ہے جس کا میں مولا ہوں۔

اے اللہ عزوجل!

جو اس کو دوست رکھے اسے تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

(ابن ماجہ: رقم الحدیث: 116)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت بريدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کے غزوہ میں شرکت کی جس میں مجھے آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ شکوہ ہوا جب میں نبی کریم

ﷺ کی خدمت میں آیا تو میں نے حضور انور ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کے بارے میں تنقیص کی۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ مقدس متغیر ہو گیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بریدہ (رضی اللہ عنہ)! کیا میں مومنین کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں۔ تو میں نے عرض کیا؟

یا رسول اللہ (ﷺ)! کیوں نہیں!

اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔ (مسند احمد: ج 5، ص 347)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت میمون بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک وادی جسے وادی ضم کہا جاتا ہے میں اترے۔ پس آپ ﷺ نے نماز کا حکم دیا اور سخت گرمی میں جماعت کروائی پھر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اس حال میں کہ نبی کریم ﷺ کو سورج کی گرمی سے بچانے کے لئے درخت پر کپڑا لٹکا کر سایہ کیا گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو یا گواہی نہیں دیتے کہ میں مومن کی جان سے زیادہ قریب تر ہوں۔ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اے اللہ عزوجل!

تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے اور اسے دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے۔ (مسند احمد: ج 4، ص 372)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وسیع میدان میں دیکھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ لوگوں سے حلفاً پوچھ رہے تھے کہ جس نے حضور ﷺ کو غدریہ خیم کے دن جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے فرماتے ہوئے سنا وہ کھڑے ہو کر گواہی دے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: اس پر بارہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے گویا میں ان میں سے ایک کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

انہوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو غدریہ خیم کے دن یہ فرماتے سنا۔

کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں اور میری بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں۔

سب نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیوں نہیں۔

اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے۔

اے اللہ عزوجل!

جو اس کو دوست رکھے تو اس کو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔

(مسند احمد: ج 1، ص: 119)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اور آپ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع والے دن وہاں موجود تھے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میرا قرض میری طرف سے سوائے میرے اور

علی رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں ادا کر سکتا۔ (مسند احمد: ج 4، ص: 164)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے۔

اور عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھائی چارہ قائم فرمایا مگر مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3720)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے۔

اور عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھائی چارہ قائم فرمایا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں

بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3720)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ

علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میرا قرض میری طرف سے سوائے علی رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں ادا کر سکتا۔

(ابن ماجہ: رقم الحدیث: 19)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت جعفر اور حضرت علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما ایک دن اکٹھے ہوئے۔

تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔

اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔

پھر انہوں نے کہا: چلو حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں چلتے ہیں اور آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے۔

اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ پس وہ تینوں حضور انور ﷺ سے اجازت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیکھو یہ کون ہیں؟

میں نے عرض کیا: حضرت جعفر، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دو پھر وہ داخل ہوئے اور کہنے لگے۔

یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا)

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم نے مردوں کے بارے میں عرض کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جعفر رضی اللہ عنہ! تمہاری خلقت میری خلقت سے مشابہ ہے اور میرے خلق تمہارے خلق

سے مشابہ ہیں اور تو مجھ سے اور میرے شجرہ نسب سے ہے۔

اے علی رضی اللہ عنہ! تو میرا داماد اور میرے دو بیٹوں کا باپ ہے اور میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے۔

اور اے زید رضی اللہ عنہ! تو میرا غلام اور مجھ سے اور میری طرف سے ہے اور تمام قوم سے تو مجھے پسندیدہ ہے۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 21825)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ایک بار حضور ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑے۔

اور ارشاد فرمایا: جو مجھ سے محبت کرے ان دونوں سے اور ان دونوں کے والد (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) اور ان کی والدہ (یعنی

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا) سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3733)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا: مومن ہی تجھ سے محبت کرے گا اور کوئی منافق ہی تجھ سے بغض رکھے گا۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3738)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار اشخاص سے محبت کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔

آپ ﷺ سے عرض کیا گیا۔

یا رسول اللہ (ﷺ)! ہمیں ان کے نام بتا دیجئے!

آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے ہے اور باقی تین

(حضرت) ابوذر (حضرت) مقداد (حضرت) سلمان رضی اللہ عنہم ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ

حضور انور ﷺ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا۔

اور ارشاد فرمایا: میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3718)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک بار نبی کریم ﷺ کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا۔

آپ ﷺ نے دعا کی کہ یا اللہ عزوجل! اپنی مخلوق میں سے محبت ترین شخص میرے پاس بھیج تا کہ وہ میرے ساتھ اس

پرندے کا گوشت کھائے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ وہ گوشت تناول فرمایا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3721)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں سب

سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3868)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جمیع بن عمیر تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

انہوں نے کہا کہ میں اپنی خالہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔

پھر میں نے ان سے پوچھا: لوگوں میں کون نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے؟

انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

پھر عرض کیا گیا: اور مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب تھا۔

ارشاد فرمایا: اس کا خاوند اگرچہ مجھے ان کا زیادہ روزے رکھنا اور زیادہ قیام کرنا معلوم نہیں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3874)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جمیع ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اپنی والدہ کے ہمراہ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے پردہ کے پیچھے سے آواز سنی۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا میری

والدہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھ رہی تھیں۔

آپ مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھ رہی ہیں۔ بخدا علم میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے زیادہ محبوب نہ تھا اور نہ روئے زمین پر ان کی بیوی سے بڑھ کر کوئی عورت آپ ﷺ کی بارگاہ میں محبوب تھیں۔

(متدرک: رقم الحدیث: 4731)

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا پس آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک بھنا ہوا پرندہ پیش کیا گیا۔ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! میرے پاس اسے بھیج جو مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے دعا کی کہ یا اللہ عزوجل! کسی انصاری کو اس دعا کا مصداق بنا دے۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔
تو میں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشغول ہیں وہ واپس چلے گئے تھوڑی دیر بعد پھر تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔
پھر میں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشغول ہیں! آپ رضی اللہ عنہ پھر آئے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) انس رضی اللہ عنہ اس کے لئے دروازہ کھول دو۔ وہ اندر داخل ہوئے۔
تو حضور انور ﷺ نے ان سے پوچھا: تجھے کس نے میرے پاس آنے سے روکا۔

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ تین میں سے آخری بار ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ مجھے یہ کہہ کر واپس کرتے رہے کہ آپ ﷺ کسی کام میں مشغول ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھ سے میرے اس عمل کی وجہ دریافت فرمائی۔

تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے آپ ﷺ کو دعا کرتے سن لیا تھا۔ پس میری خواہش تھی کہ یہ شخص انصار میں سے ہو۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی شکایت کی۔

پس میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

اے لوگو! علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کرو۔

اللہ عزوجل کی قسم! وہ اللہ عزوجل کی ذات یا اللہ عزوجل کے راستہ میں بہت سخت ہے۔

(مسند احمد بن حنبل: رقم الحديث: 11835)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقام پر ملا حظہ فرمایا۔ جب وہ واپس تشریف لائے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ سے راضی ہیں۔

(معجم الكبير: رقم الحديث: 938).

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

میں آپ ﷺ کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا۔

اس پر حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ آپ رضی اللہ عنہ سے آگے ان میں سے ایک اور آدمی کی طرف بڑھے۔

اور ارشاد فرمایا: تم میں سے دنیا و آخرت میں میرے ساتھ کون دوستی کرے گا۔

تو انہوں نے کبھی انکار کر دیا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں آپ ﷺ کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا۔

تو حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔ (مسند رک: رقم الحدیث: 4652)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی

ہے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3712)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن برید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں (جان لو) جو علی رضی اللہ عنہ

کی گستاخی کرتا ہے وہ میری گستاخی کرتا ہے اور جو علی رضی اللہ عنہ سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں

علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ اس کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے اور میری تخلیق ابراہیم علیہ السلام کی مٹی سے اور میں ابراہیم علیہ السلام سے افضل

ہوں اور ہم میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں۔ اللہ عزوجل ایہ تمام باتیں سننے اور جاننے والا ہے وہ میرے بعد تم سب کا ولی

ہے۔

(حضرت برید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ)

میں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! کچھ وقت عنایت فرمائیں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں میں تجدید اسلام کی بیعت کرنا چاہتا

ہوں۔ میں آپ ﷺ سے جدا نہ ہوا حتیٰ کہ میں نے اسلام پر بیعت کر لی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 8085)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3732)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کہا کرتے تھے آپ ﷺ تمام لوگوں سے افضل ہیں اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین خصلتیں عطا کی گئی ہیں۔ ان میں سے اگر ایک بھی مل جائے تو یہ مجھے سرخ قیمتی اونٹوں کے ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ حضور انور ﷺ نے ان کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کیا جس سے ان کی اولاد ہوئی اور دوسری یہ کہ حضور انور ﷺ نے مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کروادے مگر ان کا دروازہ مسجد میں رہا۔

اور تیسری یہ کہ ان کو نبی کریم ﷺ نے خیر کے دن جہنم عطا فرمایا۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 4797) ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: کیا صرف میرے آنے جانے کے لئے راستہ رکھنے کا اجازت ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اس کا حکم نہیں سوا آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کروادے اور بسا اوقات وہ حالت جنابت میں بھی مسجد سے گزر جاتے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2031) ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو حازم حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا جب ان کو ابو تراب کے نام سے بلایا جاتا تو وہ خوش ہوتے تھے۔ راوی نے ان سے کہا: ہمیں وہ واقعہ سنائیے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابو تراب کیسے رکھا گیا۔ انہوں نے فرمایا: ایک دن نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر نہیں تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا چچا زاد کہاں ہے؟ عرض کیا: میرے اور ان کے درمیان کچھ بات ہوگئی جس پر وہ خفا ہو کر باہر چلے گئے اور گھر پر قیلولہ بھی نہیں کیا۔ حضور انور ﷺ نے کسی شخص سے ارشاد فرمایا: جاؤ! تلاش کرو وہ کہاں ہیں۔ اس شخص نے آ کر خبر دی کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ حضور انور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں جبکہ ان کی چادر ان کے پہلو سے نیچے گر گئی تھی اور ان کے جسم پر مٹی لگ گئی تھی۔ حضور انور ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے وہ مٹی جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے۔ اے ابو تراب اٹھو۔

اے ابو تراب اٹھو (رضی اللہ عنہ)۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 430)

ایک روایت میں ہے۔

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اس وقت کے حاکم مدینہ سے شکایت کی کہ وہ برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کیا کہتا ہے۔

اس شخص نے جواب دیا کہ وہ ان کو تراب کہتا ہے۔

اس پر حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہنس دیئے۔

اور ارشاد فرمایا: اللہ عز و جل کی قسم! ان کا تو یہ نام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور خود علی رضی اللہ عنہ کو بھی کوئی نام اس سے بڑھ کر محبوب نہ تھا۔ میں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے کی پوری حدیث مبارکہ سننے کی خواہش کی۔

میں نے عرض کیا: اے عباس رضی اللہ عنہ! واقعہ کیا تھا۔

انہوں نے فرمایا: ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور پھر مسجد میں آکر لیٹ گئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

تمہارا چچا زاد کہاں ہے؟

انہوں نے عرض کیا: مسجد میں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ چادر ان کے پہلو سے سرک گئی تھی اور ان کے جسم پر دھول لگ گئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پشت سے دھول جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے۔

اٹھو! ابو تراب (رضی اللہ عنہ)

اٹھو! ابو تراب (رضی اللہ عنہ) (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3500)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ص: 351)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (مسند رک: رقم الحدیث: 4681)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج: 42: ص: 354)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھا کرتے۔

پس میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف جکتے رہتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے میری بیٹی! میں نے حضور انور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا بھی عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج: 42: ص: 355)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت طلح بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ٹٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔

کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔

انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضور انور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 207)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضور انور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے جو کوئی علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ اس دروازے

سے آئے۔ (متدرک: رقم الحدیث: 4639)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3723)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہذا جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اس کو

چاہئے کہ وہ اس دروازے سے آئے۔ (متدرک: رقم الحدیث: 4637)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں قرآن مجید کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے

بارے جس جگہ اور کس پر نازل ہوئی۔ بے شک میرے رب عزوجل نے مجھے بہت زیادہ سمجھ والا دل اور فصیح زبان عطا فرمائی

ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ج: 1: ص: 68)

ایک اور روایت ہے: حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو بے شک کوئی بھی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ دن کونازل ہوئی یا رات کو پہاڑ میں نازل ہوئی یا میدان میں۔ (طبقات الکبریٰ: ج 2، ص: 338)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔

کیا وجہ ہے کہ حضور انور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والے ہیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میں آپ ﷺ سے کوئی سوال کرتا تھا تو آپ ﷺ مجھے اس کا جواب ارشاد فرماتے تھے اور جب میں خاموش ہوتا تو نبی کریم ﷺ مجھ سے بات شروع فرمادیتے تھے۔

(طبقات الکبریٰ: ج 2، ص: 338)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث مبارکہ میں بیان فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے پھر مجھے علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا اور ان کو آشوب چشم تھا۔

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ضرور بالضرور جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہو گا یا اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو حضور انور ﷺ کے پاس لے آیا اس حال میں کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ پس حضور انور ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گئے پھر انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں مرحب لکلا۔

اور کہنے لگا کہ تحقیق خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں اور یہ کہ میں ہر وقت ہتھیار بند ہوتا ہوں اور ایک تجربہ کار جنگ جو ہوں اور جب جنگیں ہوتی ہیں تو وہ بھڑک اٹھتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں وہ شخص ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے اور میں جنگل کے اس شیر کی مانند ہوں جو ایک ہیبت ناک منظر کا حامل ہو یا ان کے درمیان ایک پیاؤں میں ایک بڑا پیاؤ۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر ضرب لگائی اور اس کو قتل کر دیا پھر فتح آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1807)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور انور ﷺ نے جنگ خیبر کے دوران مجھے بلا بھیجا اور مجھے آشوب چشم تھا۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے آشوب چشم ہے پس حضور انور ﷺ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا۔ اور ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! اس سے گرمی اور سردی کو دور کر دے۔

پس اس دن کے بعد میں نے نہ تو گرمی اور نہ ہی سردی محسوس کی۔

اور حضور انور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: میں ضرور بالضرور یہ جھنڈا اس آدمی کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 778)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ربیع بن حراش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رجبہ کے مقام پر ارشاد فرمایا: صلح حدیبیہ کے موقع پر کئی مشرکین ہماری طرف آئے جن میں سہیل بن عمرو اور مشرکین کے دیگر سردار تھے۔

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہماری اولاد بھائیوں اور غلاموں میں سے بہت سے لوگ آپ ﷺ کے پاس چلے آئے ہیں جنہیں دین کی کوئی سمجھ بوجھ نہیں یہ لوگ ہمارے اموال اور جائیدادوں سے فرار ہوئے ہیں لہذا آپ ﷺ یہ لوگ ہمیں واپس کر دیجئے اگر انہیں دین کی سمجھ نہیں تو ہم انہیں سمجھا دیں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے قریش! تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین اسلام کی خاطر تلوار کے ساتھ تمہاری گردنیں اڑا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آزمایا ہے۔

حضرت ابو بکر و عمرو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ (ﷺ)! وہ کون ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ جوتیوں میں پیوند لگانے والا ہے۔ حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت اپنی نعلین مبارک مرمت کے لئے دی تھی۔

حضرت ربیع بن حراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔

اور فرمانے لگے کہ

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کر لے۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3715)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا: کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ عزوجل اس کے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس دن کے علاوہ میں نے کبھی بھی امارت کی تمنا نہیں کی۔ اس دن میں آپ ﷺ

کے سامنے اس امید سے آیا کہ آپ ﷺ مجھے اس کے لئے بلائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا: جاؤ اور ادھر ادھر التفات نہ کرنا حتیٰ کہ اللہ عز و جل تمہیں فتح عطا فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ دور ہو گئے اور ادھر ادھر التفات نہیں کیا۔

پھر انہوں نے زور سے آواز دی۔

یا رسول اللہ (ﷺ)! میں لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کروں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی شہادت نہ دیں اور جب وہ یہ گواہی دے دیں تو پھر انہوں نے تم سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیا مگر یہ کہ ان پر کسی کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2405)

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت زیادہ شان کے مالک ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت ساری چیزوں سے نوازا اور آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی صاحبزادی عطا فرما کر اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا۔ یہ تو تھیں وہ روایات جو آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل تھیں اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تقویٰ، عبادت اور زہد پر چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

جعیم بن عمر تمیمی بیان کرتے ہیں کہ

میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ کون محبوب تھا؟

انہوں نے فرمایا: (سیدتنا) فاطمہ (رضی اللہ عنہا)

پوچھا گیا: مردوں میں؟

فرمایا: ان کے خاوند (حضرت علی رضی اللہ عنہ) بے شک جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور بہت

زیادہ راتوں کو قیام کرنے والے تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3847)

مجمع بیان کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال کا سارا مال تقسیم کرنے کا حکم دیتے۔ پھر اس میں جھاڑو دے کر اس کو دھو ڈالتے پھر اس میں نماز

پڑھتے اور یہ امید رکھتے کہ قیامت کے دن یہ بیت المال گواہی دے گا کہ انہوں نے بیت المال کے مال کو مسلمانوں سے روکا

نہیں۔ (کتاب الزہد: ص: 163)

حبہ بن جوین سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس قاتل قاتل لودہ لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری بہت اچھی خوشبو ہے اور بہت اچھا رنگ ہے اور بہت اچھا ذائقہ ہے مگر مجھے یہ ناپسند ہے کہ مجھے تجھے کھانے کی عادت پڑ جائے۔ (کتاب الزہد: ص: 165)

حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خطبہ دیا کہ تمہارے پاس سے ایک امین شخص چلا گیا۔ پہلوں میں اس جیسا کوئی امین تھا اور نہ بعد میں کوئی ان جیسا ہوگا۔ بے شک رسول اللہ ﷺ ان کو جہاد کے لئے بھیجتے تھے اور ان کو جھنڈا عطا فرماتے اور وہ ہمیشہ فتح و کامرانی کے ساتھ لوٹتے تھے۔ انہوں نے اپنے ترکہ میں کوئی سونا، چاندی نہیں چھوڑا سوا سات سو درہم کے جو انہوں نے مستحقین میں تقسیم کرنے کے لئے رکھے ہوئے تھے اور ان کے اہل کے لئے کوئی خادم نہیں تھا۔

(کتاب الزہد: ص: 166)

یزید بن محجن سے روایت ہے کہ

ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار منگا کر اس کو میان سے نکالا۔ پھر ارشاد فرمایا: اس تلوار کو کون خریدے گا۔ بخدا اگر میرے پاس لباس کو خریدنے کے لئے پیسے ہوتے تو میں اس کو نہ فروخت کرتا۔ (کتاب الزہد: ص: 164)

ہارون بن عزنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ایک چادر میں کپکپا رہے تھے۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور آپ کے اہل کے لئے بھی اس بیت المال میں حصر رکھا ہے اور آپ نے اپنا یہ حال بنا رکھا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہارے مال میں سے کچھ کم نہیں کرنا چاہتا۔ میرے پاس صرف میری یہ چادر ہے جو میں مدینہ منورہ سے لایا تھا۔ (مفوتہ الصفوة: ج: 1، ص: 143)

ابو جعفر احمد المشہور بالحلب الطبری لکھتے ہیں: وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (الذہر: 8) اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ مقدار کے عوض ایک رات صبح تک ایک باغ میں پانی دیا، صبح کو انہوں نے جو وصول کیے اور گھر جا کر ان میں سے تہائی جو کو پیسا تا کہ اس سے کھانا کھائیں۔ جب حریرہ پک گیا تو ایک مسکین نے آکر سوال کیا۔ انہوں نے وہ کھانا اس کو کھلا دیا۔ پھر دوسرے تہائی جو کا کھانا تیار کیا۔ تو ایک یتیم نے آکر سوال کیا تو انہوں نے وہ اس کو کھانا کھلا دیا پھر آخری تہائی حصہ کے جو سے کھانا تیار کیا تو ایک قیدی نے آکر سوال کیا اور خود تمام اہل و عیال سمیت بھوکے رہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (ریاض الصغرى: ج: 3، ص: 209)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں اس روایت کو بالعموم بیان کیا جاتا ہے لیکن علامہ عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی نے اس روایت کو رد کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں: حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ

کسی جاہل نے اس روایت کو گھڑ لیا ہے حالانکہ یہ روایت احادیث متواترہ کے خلاف ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جو انسان اپنی خوش حالی اور تو نگری کے وقت دے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1426)

نیز آپ نے فرمایا: پہلے اپنے نفس سے ابتداء کرو۔

اور آپ نے فرمایا: اپنے اہل و عیال کو کھلاؤ۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1426)

اور اللہ تعالیٰ نے شوہروں پر ان کی بیویوں اور ان کے بچوں کو کھانا کھلانا فرض کر دیا ہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ط (البقرہ: 233)

اور جس کا بچہ ہے اس پر ان کا کھانا اور کپڑا دستور کے بمطابق دینا فرض ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کے گناہ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اس کو ضائع کر دے جس کو وہ روزی دیتا

ہے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 2543)

اس حدیث مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ

جس کی روزی اس پر لازم ہے وہ اس کی روزی ضائع کر دے۔ کیا کوئی عاقل یہ گمان کر سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حکم

سے غافل تھے حتیٰ کہ وہ اور ان کے اہل و عیال تین دن بھوکے رہے۔ اگر مان لیا جائے کہ انہوں نے اپنے نفس پر یہ ایثار کیا تھا تو

تین دن تک اپنی اہلیہ کو بھوکا رکھنے کا کیا جواز تھا اور اگر اہلیہ کا بھی ایثار مان لیا جائے تو تین دن تک پانچ اور چھ سال کے کمسن

بچوں کو بھوکا رکھنے کا کیا جواز تھا اور اگر ایک دن کی روایت مان لی جائے تو جن کی روزی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لازم تھی ان کو بھی ایک

دن بھوکا رکھنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسے کامل متقی سے کب متصور ہو سکتا ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز: 19، ص: 119، 120)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں: عبداللہ بن حنیف نے بیان کیا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا مردار ہے جو شخص دنیا سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہو وہ کتوں کے ساتھ اختلاط پر صبر کرے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے علی رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسی

زینت کے ساتھ مزین کیا ہے جس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں کے لئے اور کوئی زینت نہیں ہے وہ زینت دنیا میں

زہد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسا بنایا ہے کہ تم کو دنیا میں کچھ نہیں ملے گا اور دنیا کو تم سے کچھ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو مسکینوں

کی محبت دی ہے اور وہ تمہاری امامت پر راضی ہوں گے اور تم ان کی اتباع پر راضی ہو گے۔ اس شخص کے لئے خوشی ہو جو تم سے

محبت رکھے اور تمہاری تصدیق کرے اور اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو تم سے بغض رکھے اور تمہاری تکذیب کرے اور جو لوگ تم سے محبت کریں گے اور تمہاری تصدیق کریں گے وہ تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے محل کے رفیق ہوں گے اور جو لوگ تم سے بغض رکھیں گے اور تمہاری تکذیب کریں گے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ قیامت کے دن ان کو کذاہین کی صفت میں اٹھائے۔

محمد بن کعب قرظی نے کہا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک وقت وہ تھا جب میں بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا اور آج وہ وقت ہے کہ

میں ایک دن میں چار ہزار دینار صدقہ کرتا ہوں۔ (اسد الغابہ: ج: 4، ص: 23)

اب آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری بیان کی جاتی ہے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے۔

علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی القرشی البہاشمی۔

یہ رسول اللہ ﷺ کے عم زاد ہیں ان کے والد کا نام عبدمناف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہی ان کا نام ہے۔

ہاشم کا نام عمرو ہے ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے عم زاد بھائی اور داماد ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدتنا و سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے ہاشمی تھے جو دو ہاشمیوں کے درمیان پیدا ہوئے اور یہ بنو ہاشم کے پہلے خلیفہ تھے۔

حضرت عقیل

حضرت جعفر

حضرت علی

اور حضرت طالب سے چھوٹے تھے۔

کثیر علماء کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام مشاہدہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہے البتہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے اہل کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے کئی مواقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ یوم بدر میں جھنڈا کرنے میں اختلاف ہے۔ جنگ احد میں جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا جب وہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمادیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک بار مہاجرین اور انصار کا بھائی بنایا۔

اور ہر بار حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا:

تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (اسد الغابہ: ج 4، ص 16)

حضرت ابن اسحاق سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اسلام قبول کرنے اور نماز پڑھنے کے ایک دن بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا کر رہے ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند کر لیا اور جس دین کے ساتھ اپنے رسولوں کو مبعوث کیا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اس کی عبادت کرنے اور لات وعزلی کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس چیز کو میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ میں اس وقت تک اس کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک کہ ابوطالب سے اس کے بارے میں گفتگو نہ کر لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اعلان کرنے سے پہلے اپنے راز کے فاش ہونے کو ناپسند کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی (رضی اللہ عنہ)! اگر تم اسلام نہیں لاتے تو اس امر کو مخفی رکھو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک رات توقف کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام ڈال دیا۔ پھر صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

کہنا: اے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر کیا چیز پیش کی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کو اہی دو کہ لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ، اور لات، عزلی اور اللہ تعالیٰ کے ہر شریک سے برأت اور بیزاری کا اظہار کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوطالب کے ڈر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کئی دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خفیہ طریقہ سے آتے رہے اور اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تھا کہ انہوں نے اسلام لانے سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پائی تھی۔

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ پیر کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن اسلام قبول کیا۔
حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

جب ابراہیم نخعی نے یہ روایت سنی تو انہوں نے اس کا انکار کیا۔

اور کہا: سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ

اس امت میں مجھ سے پہلے کسی نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوزر رضی اللہ عنہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ

حضرت خباب رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد پندرہ سال کی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

محمد بن کعب قرظی سے پوچھا گیا کہ

پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

انہوں نے کہا: سبحان اللہ! سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے لوگوں پر یہ امر اس لیے مشتبہ ہو گیا کہ حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے ابوطالب سے اپنا اسلام مخفی رکھا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔

(اسد الغابہ: ج 4، ص 18)

جمہور مؤرخین محدثین اور فقہاء کرام کا یہ موقف ہے کہ

مردوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ

سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔

اور فرمایا کہ اس کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

جبکہ محدثین کا کہنا ہے کہ

مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے

والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ ﷺ آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے مشرف با

اسلام ہونے والی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (ترمذی: ج: 5، ص: 642)

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہجرت کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔ آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت

کرنے کے معاملہ میں حکم الہی عزوجل کے منتظر تھے حتیٰ کہ جب قریش مکہ میں مجتمع ہوئے اور انہوں نے مل کر نبی کریم ﷺ کے

خلاف تدبیر کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے۔

اور آپ ﷺ سے یہ کہا کہ

جس مکان میں آپ ﷺ رات کو رہتے ہیں آج اس مکان میں نہ رہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ابن ابی

طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رات کو آپ ﷺ کے بستر پر لیٹیں اور آپ ﷺ کی سبز چادر کو اوڑھ لیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ گھر کے دروازے سے نکل گئے اس حال میں کہ کفار آپ ﷺ کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے

پھر مسلمان لگاتار ہجرت کر کے جانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب مسلمانوں کے بعد مدینہ منورہ آئے اور ان کو کسی ابتلاء کا سامنا

نہیں کرنا پڑا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو مکہ مکرمہ میں موخر کیا تھا ان کو حکم دیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے بستر پر لیٹیں اور تین دن گھر میں رہیں

اور ہر حق دار کو اس کا حق ادا کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حکم کی تعمیل کے بعد رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔

ابورافع نے نبی کریم ﷺ کی ہجرت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر چھوڑا اور یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کی وصیتیں اور امانتیں ادا کریں۔ حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے تمام امانتیں ادا کر دیں۔

حضور انور ﷺ نے حکم دیا تھا کہ وہ رات کو آپ ﷺ کے بستر پر لیٹیں۔ قریش نبی کریم ﷺ کے بستر کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ لیٹے ہوئے ہیں حتیٰ کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔

انہوں نے کہا: اگر (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) جاتے تو علی (رضی اللہ عنہ) کو اپنے ساتھ لے جاتے اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی کریم ﷺ کی تلاش سے روک لیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو مدینہ منورہ آنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کو ڈھونڈتے ہوئے نکلے۔ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب نبی کریم ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پہنچنے کی اطلاع ملی۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی (رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ۔

آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ میں چلنے کی سکت نہیں رہی پھر نبی کریم ﷺ خود تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور ان کے پاؤں کے ورم کو دیکھ کر حضور انور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروں سے خون رس رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر دست شفقت پھیرا العاب دہن لگایا اور صحت کی دعا فرمائی پھر وہ پیر بالکل ٹھیک ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک پھر ان پیروں میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔ (اسد الغابہ: ج 4: ص 19)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح کیسے اور کس طرح ہوا اس کا ذکر مدارج نبوت میں یوں لکھا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا۔

آپ رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کے اہل اور خواص میں سے ہیں آپ رضی اللہ عنہ جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے حضور انور ﷺ کو پیام دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں شرم رکھتا ہوں۔

اور فرمایا: جب حضور انور ﷺ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا پیام رد فرمادیا تو میرا پیام کیسے قبول فرمائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کی بارگاہ میں بہت زیادہ مقرب اور حضور انور ﷺ کے چچا کے

صاحبزادے اور حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔

جاؤ اور شرم نہ کرو۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو سلام کیا اور حضور انور

ﷺ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ابوطالب کے فرزند! کیا بات ہے کیسے ہمارے پاس آنا ہوا؟

عرض کیا: میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیام اپنے لیے پیش کروں اس پر رسول اللہ ﷺ نے مرحبا و اہلا

فرمایا اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس وقت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا اس وقت حضور انور ﷺ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوتی ہے اور حضور انور ﷺ اس میں مستغرق ہو گئے۔ اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہوئی اور حضور انور ﷺ اپنے حال میں آئے۔

تو ارشاد فرمایا: اے انس (رضی اللہ عنہ)! رب العرش کے پاس سے میرے حضور جبرائیل علیہ السلام آئے۔

اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کر دو۔ تو اے انس (رضی اللہ عنہ) جاؤ اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) و عثمان (رضی اللہ عنہ)، طلحہ (رضی اللہ عنہ) و زبیر (رضی اللہ عنہ) اور جماعت انصار کو بلا لاؤ۔ جب یہ سب حاضر ہو گئے تو حضور انور ﷺ نے بلیغ خطبہ پڑھا پھر حمد الہی عزوجل میں فرمایا۔ اس پر رب العزت کی حمد و ثناء ہے اور نکاح کی ترغیب دی اس کے بعد حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار سو مشقال چاندی پر مہر عقد باندھا۔

اور ارشاد فرمایا: اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم قبول کرتے ہو اور راضی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوں۔ پھر حضور انور ﷺ نے ایک طباق کھجوروں کا لیا اور جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بکھیر کر لٹایا۔ (مدارج النبوت: ج 2، ص 109)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: یہ جبرائیل امین علیہ السلام ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہا) سے تمہاری شادی کر دی ہے اور تمہارے نکاح پر (ملاء اعلیٰ میں) چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک کیا اور شجر ہائے طوبیٰ سے ارشاد فرمایا ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو پھر دل کش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں جنہیں فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو تحائف دیتے رہیں گے۔ (ریاض النضر: ج 3، ص 146)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوات میں بھی شرکت فرمائی۔

ابو اسحاق نے بیان کیا ہے کہ تمام اہل تاریخ اور اہل سند کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بدر اور اس کے علاوہ تمام غزوات میں حاضر رہے البتہ صرف غزوہ تبوک میں شامل نہیں ہو سکے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے اہل خانہ کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ چھوڑ دیا تھا۔

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ احد میں سولہ زخم لگے ہر بار زخم لگنے سے وہ زمین پر گر پڑتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آ کر ان کو اٹھاتے تھے۔

ثعلبہ بن ابی مالک کہتے ہیں کہ تمام جنگوں میں جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور قتال کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے جھنڈا لے لیتے تھے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ خیبر کے دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا۔ دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا۔ ایک قول ہے: محمد بن مسلمہ نے جھنڈا لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو خیبر کو فتح کیے بغیر نہیں لوٹے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد جھنڈا منگوایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں پھر ان کی آنکھوں میں دست شفاء اقدس پھیرا اور ان کو جھنڈا دیا۔ (اسد الغابہ: ج: 4، ص: 21)

حضرت علی رضی اللہ عنہ علم کے لحاظ سے بھی سمندر تھے۔ چنانچہ فرمایا گیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ کثرت احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ	حضرت حسین رضی اللہ عنہ	حضرت محمد رضی اللہ عنہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ	حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ	حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ
حضرت صہیب رضی اللہ عنہ	حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ	حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ	حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ	حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ	حضرت ابویسیٰ رضی اللہ عنہ	حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ
حضرت عمار بن رویہ رضی اللہ عنہ	حضرت بشر بن سہیم رضی اللہ عنہ	حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ
حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	حضرت عبدالرحمن بن اشیم رضی اللہ عنہ

اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور کثیر تابعین رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ ابوالختری نے بیان کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا۔

تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ مجھے یمن کی طرف بھیج رہے ہیں لوگ مجھ سے قضاء کے متعلق سوال کریں گے حالانکہ مجھے قضاء کا کوئی علم نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قریب آؤ۔ میں قریب ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا۔ اور پھر دعا کی کہ

اے اللہ عزوجل! اس کی زبان کو ثابت اور دل کو ہدایت پر رکھ۔ اس ذات اقدس کی قسم جس نے دانہ اگایا اور روح کو پیدا کیا اس کے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان قضاء کرنے میں شک نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم یہ کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ قضاء کو جاننے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی ایسی مشکل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے جس کے حل کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں۔

(اسد الغابہ: ج: 4، ص: 23)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متعدد اقوال ہیں۔

مشہور شیعہ عالم شیخ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی نے سورہ مائدہ کی آیت 67 کے تحت لکھا ہے۔

ابو جعفر اور ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا کہ

جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں تو نبی کریم ﷺ کو یہ خوف تھا کہ یہ معاملہ آپ ﷺ کے اصحاب کی جماعت پر دشوار ہوگا تب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ہمت بڑھانے کے لئے یہ آیت نازل کی تاکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کریں۔ (اتہیان: ج: 3، ص: 588)

شیخ طوسی سورہ مائدہ کی آیت 55 کے تحت لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت اور امامت کے مستحق تھے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے تمہارا ولی اللہ ہے اس کا رسول ہے اور مومنین ہیں اور مومنین سے مراد اس آیت کریمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کیونکہ یہاں مومنین کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اور مذکور الصدر شان نزول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی اس آیت کے مصداق ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ ہی حالت رکوع میں سائل کو سونے کی انگٹھی دی تھی لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ولی ہوئے اور ولی کا معنی اولیٰ اور احق ہے۔ سو حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں پر متصرف اور ان کے حاکم ہوئے اور یہی خلافت اور امامت کا معنی ہے لہذا اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ولی یعنی ان کے امام اور خلیفہ ہیں۔ (اتہیان: ج: 3، ص: 588)

یہ بروز جمعرات 18 ذی الحجہ 10ھ کو حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر غدیر خم کے مقام پر نبی کریم ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا۔

تم تمام لوگوں میں مسلمانوں کے سب سے زیادہ لائق اور مستحق کون ہے؟
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور میں مسلمانوں کا مولیٰ ہوں اور میں جس کا مولیٰ ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کے مولیٰ ہیں۔ آپ ﷺ نے اس جملہ کو تین چار بار دہرایا۔

پھر ارشاد فرمایا: اے اللہ عز و جل! اس سے دوستی رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے دوستی رکھے اور اس سے عداوت رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے۔ اے اللہ عز و جل! اس سے محبت رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے اور اس سے بغض رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام حاضرین یہ پیغام غائبین کو پہنچادیں۔ (تفسیر نمونہ: ج: 5، ص: 11، 12)
مشہور شیعہ شیخ طوسی کا سورہ مائدہ کی آیت 55 کے استدلال کا ردِ بلیغ
شیخ طوسی کا یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔

1- ولی کا معنی اولیٰ اور احق نہیں ہے بلکہ ولی کا معنی محبت اور ناصر ہے۔
علامہ امجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی لکھتے ہیں:

ولی جب اسم ہو تو اس کا معنی محبت، صدیق اور نصیر ہے اور مصدر ہو تو اس کا معنی امارۃ اور سلطان ہے۔

(القاموس المحیط: ج: 4، ص: 583)

2- اس آیت میں ولی محبت، دوست اور مددگار ہی کے معنی میں ہے کیونکہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اولیاء نہ بناؤ یعنی ان کو دوست نہ بناؤ سو اس آیت میں فرمایا تھا تمہارا ولی دوست اللہ تعالیٰ ہے اس کا رسول ہے اور مومنین ہیں۔

3- اگر اس آیت میں ولی کا معنی اولیٰ بالامت ہو اور مومنین سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں تو یہ لازم آئے گا کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت مسلمانوں کی امامت کے زیادہ لائق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں۔ حالانکہ اس وقت تو رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں موجود اور تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی اور امامت اور حکومت کے زیادہ لائق اور حق دار ہونا قطعاً باطل اور مردود ہے۔

4- اگر یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے حق دار ہونے پر دلالت کرتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ضرور کسی نہ کسی محفل میں اس آیت سے استدلال کرتے حالانکہ آپ نے کبھی بھی اس آیت سے اپنی امامت پر استدلال نہیں کیا۔ آپ نے شوریٰ کے دن حدیث غدیر اور آیت مباہلہ سے اپنے فضائل پر استدلال کیا لیکن اس آیت کو آپ نے کبھی پیش نہیں کیا۔

5- شیخ طوسی اور دیگر علماء شیعہ کا استدلال اس پر موقوف ہے کہ اس آیت کریمہ میں مومنین سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں۔ ہر چند کہ تعظیماً جمع کا واحد پر اطلاق جائز ہے لیکن یہ مجاز ہے اور بلا ضرورت شرعی کسی آیت کو مجاز پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔

6- نیز! یہ استدلال اس پر موقوف ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی حالت میں سائل کی طرف متوجہ ہوں اور حالت رکوع میں سونے کی انگوٹھی سائل کو دینے کی نیت سے گرائیں اور نماز میں نماز کے علاوہ کوئی اور عمل کریں حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جس طرح انہماک اور استغراق اور خضوع و خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے تھے یہ کہانی اس کے سراسر خلاف ہے۔

7- عہد رسالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت تنگ دست تھے۔ بعض اوقات آپ اپنے حصہ کی روٹی سائل کو دے کر خود بھوکے رات گزارتے تھے ایسے شخص کے متعلق یہ فرض کرنا کہ وہ صاحب زکوٰۃ تھے اور ان کے پاس سونے کی انگوٹھی تھی بہت بعید معلوم ہوتا ہے بلکہ اس روایت کے ساقط الاعتبار ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔

8- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں پر سونا حرام کر دیا تھا اور سورۃ مائدہ احکام سے متعلق آخری سورت ہے اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سونے کی انگوٹھی پہننا بھی اس روایت کے غیر معتبر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ علماء شیعہ یہ کہتے ہیں حدیث غدیر خم میں مولیٰ بمعنی اولیٰ ہے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص پر اولیٰ بالتصرف ہیں اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اولیٰ بالتصرف ہیں اور جو شخص اولیٰ بالتصرف ہو وہ امام معصوم ہوتا ہے اور اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ امام معصوم ہیں اور ان کی اطاعت فرض ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امام قرار دے دیا تو ان کی موجودگی میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت صحیح نہیں۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

1- لفظ مولیٰ ولی سے ماخوذ ہے اور اس تشبیح کا استدلال اس پر موقوف ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں ولی بمعنی اولیٰ ہے اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اس لفظ کے لغت میں کیا معنی ہیں۔

علامہ زبیدی نے قاموس کے حوالے سے ولی کے حسب ذیل معنی ذکر کیے ہیں۔

1- محبت	2- صدیق	3- نصیر	4- سلطان
5- مالک	6- عبد	7- آزاد کرنے والا	8- آزاد کیا ہوا
9- قریب	10- مہمان	11- شریک	12- عصبہ
13- رب	14- منعم	15- تابع	16- سسرالی رشتہ دار
17- بھانجا			

ناصر ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی تھی یا نہیں۔

اگر کی تھی تو پھر کب کی تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

صحیح بخاری میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا میں چھ ماہ تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات

کے بعد انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے بیعت کر لی۔ (صحیح بخاری: ج 2، ص: 609)

امام بخاری نے اس قدر تاخیر سے بیعت کی مدت نقل کی ہے یہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت عام

کے وقت ابتداء ہی میں بیعت کر لی تھی اور تمام مسلمانوں کے اجتماعی عمل سے الگ نہیں رہے تھے۔

امام بیہقی، امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ کی اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: معمر نے کہا ہے کہ

میں نے زہری سے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کتنے دن زندہ رہیں۔

زہری نے کہا: چھ ماہ

پھر ایک شخص نے زہری سے کہا۔

کیا حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے انتقال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی۔

زہری نے کہا: بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی بیعت نہیں کی تھی۔

اس حدیث مبارکہ کو امام بخاری نے معمر سے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام مسلم نے اسحاق بن راہویہ سے

اور دوسروں نے عبدالرزاق سے روایت کیا ہے اور زہری کی یہ روایت منقطع ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے انتقال تک

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی۔

اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح ہے کہ

جس وقت عام بیعت ہوئی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی اور شاید کہ زہری کی یہ

مراد ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کرنے کے بعد چھ ماہ تک گھر بیٹھے رہے۔

اور اس کے بعد دوبارہ (چھ ماہ بعد) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور بیعت کے تقاضوں کو پورا کیا۔

(سنن کبریٰ: ج 6، ص: 300)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو انصار کے خطباء کھڑے ہو گئے۔

اور ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے جماعت مہاجرین! رسول اللہ ﷺ جب تم میں سے کسی شخص کو حاکم بناتے اور اس کے ساتھ ہمارے ایک آدمی کو بھی حاکم بناتے سو ہمارا یہ خیال ہے کہ اس خلافت کے لئے بھی دو شخص مقرر کیے جائیں ایک ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے۔ پھر انصار کے سب خطباء نے اسی طرح کہنا شروع کیا۔ اس وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا۔

رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے تھے اور امام بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہئے اور ہم اس کی نصرت کریں گے جس طرح ہم رسول اللہ ﷺ کے انصار تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا۔

اے جماعت انصار اللہ تعالیٰ تم کو جزاء خیر دے اور تمہارے قائل کو بھی ثابت قدم رکھے اگر تم اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ کرتے تو ہم اس کو قبول نہ کرتے۔

پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

یہ تمہارے صاحب ہیں ان سے بیعت کر لو۔ پھر سب نے بیعت کی۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرف دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نظر نہیں آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق پوچھا: انصار میں سے کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر لائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے عم زاد اور آپ رضی اللہ عنہ کے داماد! کیا آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! ملامت نہ کریں سو آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی نہیں ہیں تو ان کے متعلق پوچھا پھر لوگ ان کو لائے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد اور آپ رضی اللہ عنہ کے مددگار! کیا آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنا چاہتے ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! ملامت نہ کریں۔ پھر دونوں نے بیعت کر لی۔

یہ حدیث مبارکہ امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(مسند رک: ج: 3، ص: 76)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام ابن حبان اور دیگر محدثین نے مسند صحیح کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابتداء ہی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تھی۔

اور یہ روایت بخاری اور مسلم کی اس روایت سے زیادہ صحیح اور اس پر رائج ہے اور بر تقدیر تسلیم امام بخاری اور مسلم کی روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ آ کر بیعت کی کیونکہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں مشغولیت کے باعث وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مجلس سے غیر حاضر رہے تھے اس لیے لوگوں کے اطمینان کی خاطر دوبارہ آ کر بیعت کی تجدید کی۔ (فتح الباری: ج 7: ص 495)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کی تائید اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔

امام ابن سعد سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب نبی کریم ﷺ وصال فرما چکے تو ہم نے خلافت کے متعلق غور کیا پس ہم نے یہ دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز میں مقدم کیا تھا پھر ہم اپنی دنیا کے معاملہ میں اس شخص سے راضی ہو گئے جس شخص پر رسول اللہ ﷺ ہمارے دین کے معاملہ میں راضی تھے۔ (الطبقات الکبریٰ: ج 3: ص 183)

امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری اور امام ابن سعد کی ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اسی وقت بیعت کی تھی جب بیعت عام منعقد ہوئی تھی اور امام بخاری اور امام مسلم رحمہما نے معمر کے حوالے سے جو بیعت میں چھ ماہ تاخیر کی روایت بیان کی ہے وہ زہری کا قول ہے اور غیر متصل ہے اس لیے حجت نہیں ہے اور بہ فرض محال اگر یہ روایت صحیح ہو بھی تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ بیعت کی صحت کے لئے ہر ہر فرد کا بیعت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر باب حل و عقد میں سے جو علماء اور رؤساء میسر ہوں ان کا بیعت کرنا صحت بیعت کے لئے کافی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تاخیر بیعت کا خود یہ عذر بیان فرمایا ہے کہ ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور خلافت میں ان کے استحقاق سے کوئی اختلاف نہیں ہمیں صرف شکایت یہ ہے کہ مشورہ میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا۔

حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے اس عذر کا یہ جواب ہے کہ خلافت کا معاملہ بے حد اہم تھا اور اس مسئلہ کو جلد از جلد طے کرنا مقصود تھا اسی وجہ سے اس قضیہ کو رسول اللہ ﷺ کی تدفین پر مقدم کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کو غسل دینے اور چھینروں تکفین میں مشغول تھے اس بناء پر ان کو مشورہ کے لئے نہیں بلایا جاسکا۔ بہر حال یہ تو جہات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت میں تاخیر کی بناء پر ہیں ورنہ صحیح یہی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں بیعت عام کے وقت بیعت کر لی تھی۔

حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے خلافت کے متعلق ہمیں کوئی

وصیت نہیں کی تھی جس پر ہم عمل کرتے ہم نے خود اپنے اجتہاد سے خلیفہ مقرر کیا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو انہوں نے خلافت کو درستی کے ساتھ قائم کیا اور خود بھی راہ استقامت پر گامزن رہے حتیٰ کہ دین کے تمام معاملات درست ہو گئے۔ (مجمع الزوائد ج: 5، ص: 175)

علماء اہل تشیع کی تصانیف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیعت کرنے کا واقعہ کچھ اس طرح ہے۔

ملا محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ جمیع مہاجرین و انصار نے بغیر حیدر کرار اور چار نفر خواص اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کو دنیا سے فروخت کر ڈالا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔

اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: علی رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لئے کیوں نہیں بلاتے! واللہ جب تک وہ بیعت نہ کریں گے تب تک تم پر خلافت قائم نہ رہے گی کہ وہ خلیفہ برحق رسول خدا ہیں اور عالم تر اور شجاع تر اور فاضل تر اس امت کے ہیں لوگ ان کی طرف بہت رجوع کرتے ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جناب امیر کو بیعت کے لئے بلایا۔

جناب امیر نے فرمایا: میں نے قسم کھائی ہے جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گھر سے باہر نہ آؤں اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں بعد چند روز کے قرآن ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا اور جزوان میں رکھ کر سر بمہر کر دیا۔

پھر مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین و انصار میں نداء فرمائی کہ اے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا اور جمیع آیات و سورہ ہائے قرآن کو میں نے جمع کیا اور کوئی آیہ آسمان سے نازل نہ ہوئی جو حضرت نے مجھے نہ سنایا ہو اور اس کی تعلیم مجھے نہ کی ہو چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقین و آیات نص خلافت جناب امیر صریح تھے اس وجہ سے خلافت نے اس قرآن سے انکار کر دیا۔ جناب امیر دشمنانک اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے۔

اور فرمایا: اب اس قرآن کریم کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد نہ دیکھو گے۔ (جلاء العیون ج: 1، ص: 226 و 227)

ملا محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں: ایک گروہ منافقین نے صلاح کی جناب امیر کو قتل کریں۔

اور باہم کہا: ہماری عمل داری مستحکم نہ ہوگی جب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کریں۔

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔

جب پتہ چلا یہ کوئی جرأت نہیں کر سکتا تو ثانی نے ایک شخص کو بھیج کر خالد بن ولید کو بلایا۔

اور کہا: تم کو میں نے ایک امر عظیم کے لئے بلایا ہے۔

بولا: جو کچھ کہو مجھ کو منظور ہے اگرچہ قتل علی (رضی اللہ عنہ) (نعوذ باللہ) ہی کیوں نہ ہو۔

کہا: اسی لیے تم کو بلایا ہے۔

خالد نے پوچھا: کس وقت علی (رضی اللہ عنہ) کو (نعوذ باللہ) قتل کروں۔

انہوں نے کہا: وقت نماز میں علی (ؓ) کے پہلو میں کھڑے ہو جب میں سلام کہوں تو علی (ؓ) کو قتل کر۔
اسماء بنت عمیس کہ پہلے زن جعفر طیار تھیں اس وقت زوجہ حضرت ابوبکر (ؓ) تھیں جب اس نے لوگوں کے اس مشورہ کو سنا
تو اپنی کنیرہ سے کہا: علی اور فاطمہ (ؓ) کے گھر جا اور ان کے گھر میں پھرتی اور یہ آیت پڑھتی جا۔

ان الملائمات یامرون بك ولیقتلوک فاخرج ان لك من الناصحین

جب وہ کنیرہ آئی اور یہ آیت پڑھی: جناب امیر نے فرمایا: اپنی بی بی سے کہ دے خدا عزوجل تجھ پر رحمت نازل کرے۔ وہ
لوگ یہ قدرت نہیں رکھتے اس لیے کہ اگر وہ مجھے قتل کریں گے تو نائین وقاسطین ومارقین سے کون لڑے گا۔ پس جناب امیر نے
وضو کیا اور مسجد میں تشریف لائے اور مشغول نماز ہوئے۔

خالد بن ولید بھی پہلو میں آکھڑا ہوا۔ اس وقت ابوبکر (ؓ) نماز پڑھاتے تھے اور ڈرے کہ جناب امیر نے اگر تلوار کھینچ لی تو
پہلے میں ہی نہ مارا جاؤں۔ اس خیال سے تشہد کو بہت طول دیا حتیٰ کہ نزدیک ہوا آفتاب طلوع ہو جائے۔
خوف دوسرا یہ بھی تھا کہ

اگر سلام کہا اور خالد بن ولید اپنی حرکت ناپاک کرے فتنہ وفساد برپا نہ ہو جائے۔

پس قبل سلام ابوبکر نے کہا: اے خالد! جس بات کا میں نے تم کو حکم دیا ہے وہ نہ کرنا اور اگر کرے گا تو میں تجھے مار ڈالوں
گا۔ یہ کہہ کر سلام نماز کیا اس وقت جناب امیر نے خالد سے کہا۔

تجھے ابوبکر (ؓ) نے کیا حکم دیا تھا۔

اس نے کہا: تمہارے قتل کا۔

فرمایا: کیا تو مجھے قتل کرتا۔

خالد نے کہا: ہاں واللہ! اگر ابوبکر (ؓ) منع نہ کرتے تو میں تم کو قتل کر دیتا۔ یہ سن کر جناب امیر نے خالد کو بلند کر کے زمین
پر دے مارا اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور تلوار اٹھائی کہ سر کاٹ لیں۔
عمر (ؓ) نے چلا کر کہا۔

بجق پروردگار کہ علی ابن ابی طالب (ؓ) خالد کو مار ڈالتے ہیں سب مل کر چھڑالو۔ یہ سن کر تمام حاضرین مسجد میں جمع ہو
گئے مگر جناب امیر کے ہاتھ سے نہ چھڑا سکتے تھے۔ (ہمام العیون: ج: ۱، ص: ۲۳۷-۲۳۸)

ملا محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں: حانی (حضرت عمرؓ) نے کسی کو مسجد میں بھیج کر اپنے ساتھیوں سے اور کل منافقین سے نصرت
و مددگاری چاہی یہ سن کر منافقین فوج بن کر نصرت و مددگاری کو آئے حتیٰ کہ انبوءہ واژدھام ہو گیا۔ خالد بن ولید نے شمشیر کھینچ کر
جناب امیر پر حملہ کیا۔ جناب امیر نے اس پر حملہ کر کے چاہا قتل کر دیں مگر لوگوں نے بجق رسول خدا جناب امیر کو قسم دی۔ جناب
امیر نے خالد کو چھوڑ دیا۔

سلمان ابوذر مقداد عمار بریدہ اسلمی (رضی اللہ عنہ)

جناب امیر کی نصرت و مددگاری کو اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ فتنہ عظیم برپا ہو۔ جناب امیر نے ان کو منع کیا۔ اور فرمایا: مجھے ان اشیاء کے ساتھ چھوڑ دو اس لیے کہ خدا عزوجل نے مجھے حکم نہیں دیا کہ اس وقت ان سے جہاد کروں۔ وہ اشیائے امت گلوئے مبارک حضرت میں رسیاں ڈال کر مسجد میں لے گئے و بروایت دیگر، جب دروازہ اور دولت پر پہنچے اور جناب فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اندر آنے سے مانع ہوئیں اس وقت فتقہ نے بروایت دیگر ثانی نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ (رضی اللہ عنہا) پر مارا کہ بازو و جناب سپدہ کا مضروب ہو کر سوچ گیا مگر پھر بھی جناب فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا اور ان لوگوں کو گھر میں آنے سے منع کیا حتیٰ کہ دروازہ شکم جناب فاطمہ (رضی اللہ عنہا) پر گرا دیا جس نے پسلیوں کو شکستہ کر دیا اور اس فرزند کو جو شکم میں تھا حضرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس کا نام محسن رکھا تھا شہید کر دیا اور سیدہ نے بھی اسی صدمہ ضربت سے انتقال کیا۔ و بروایت دیگر مغیرہ بن شعبہ نے بحکم حضرت دوم (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) دروازہ شکم محترم پر گرا دیا اور ان کے فرزند محسن کو ان کے شکم میں شہید کیا پھر جناب امیر کو مسجد میں لے گئے جفا کار و اشیائے امت پیچھے پیچھے تھے اور کوئی نصرت و مدد حضرت کی نہ کرتا تھا۔

سلمان ابوذر مقداد عمار بریدہ اسلمی (رضی اللہ عنہ)

روتے پیٹتے اور کہتے تھے۔ کیا جلد حضرت رسول خدا سے تم لوگوں نے خیانت کی۔ کینہ ہائے سینہ کو ظاہر کیا اور انتقام حضرت کا ان کے اہل بیت سے لیا۔

اس وقت بریدہ اسلمی نے کہا: اے سب قریش تیری اصلیت و نسبت کو جانتے ہیں اور تجھے پہچانتے ہیں کہ کتنی مرتبہ تو پیدا ہوا ہے ایسا شخص خانہ اہل بیت میں آئے اور پیغمبر کی بیٹی کو مجروح کرے برادر اور وصی رسول کو اس رسوائی سے مسجد میں لے جائے۔

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نظر جناب امیر پر پڑی۔

تو لوگوں نے کہا: چھوڑ دو۔

جناب امیر نے فرمایا: اے ابو بکر کس حق اور کس میراث اور کس فضیلت پر تو نے خلافت میں تصرف کیا۔ کل بحکم پیغمبر مجھ سے تو نے خم غدیر میں بیعت کی اور بحکم پیغمبر مجھ پر بامارت مومنوں نے سلام کیا۔ یہ سن کر شمشیر غلاف سے کھینچ کر بالائے سر جناب امیر کھڑا ہو گیا۔

اور کہا: ان باتوں کو جانے دو اور بیعت کرو۔

جناب امیر نے فرمایا: اگر بیعت نہ کروں کیا کرے گا۔

ثانی نے کہا: اگر بیعت نہ کرو گے تو قتل کروں گا۔

جناب امیر نے فرمایا: رسول کے بھائی کو قتل کرے گا؟ قسم بخدا اگر مجھے خیال حکم خدا اور اطاعت رسول نہ ہوتا تو ابھی اچھی

طرح معلوم ہو جاتا کہ کون زیادہ ضعیف ہے۔

پس بریدہ اسلمی اٹھے اور کہا: اے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) آیا تم نہیں تھے کہ جناب رسول خدا نے تمہیں اور ہمیں فرمایا کہ جا کر جناب امیر پر بامارت و بادشاہی سلام کریں تم لوگوں نے پوچھا:

یہ حکم آیا از جانب حق تعالیٰ دیتے ہیں۔

حضرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہاں بحکم خدا دیتا ہوں اس وقت ہم لوگ گئے اور سلام کیا۔

اور کہا: السلام علیکم یا امیر المؤمنین! (رضی اللہ عنہ)

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اے بریدہ! تمہیں ان باتوں سے کیا۔

بریدہ نے کہا: قسم بخدا میں اس شہر میں نہ رہوں گا جہاں تم لوگ امیر ہو اور خلیفہ رسول معزول ہو۔ اس کلام کے بعد با اجازت، حضرت عمر (رضی اللہ عنہ)، بریدہ اسلمی کو مار کر مسجد سے نکال دیا۔ بعد ازاں سلمان فارسی اٹھے۔

اور کہا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! خدا سے خوف کر اور جس جگہ بیٹھنے کا سزاوار نہیں وہاں سے اٹھ جا اور حق خلافت اہل بیت کو دے دے اور جمیع امت کو جہالت و ضلالت میں تار و ز قیامت نہ ڈال۔

یہ سن کر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے آواز دی۔

سلمان تم کو ان باتوں سے کیا کام۔

سلمان نے کہا: قسم بخدا! اگر میں جانتا اپنی تلوار سے اہل دین کی خدمت کرتا۔

بے شک تلوار کھینچ کر مردانہ راہ خدا میں جہاد کرتا کہ تم وصی رسول سے ایسا سلوک نہ کر سکتے۔ پس اور لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے۔

اور کہا: تم نے کیا کیا نہ کیا اور کیا نہ جانا۔ کیا دین میں آئے اور کیا دین میں سے خارج ہو گئے۔ اب میں تم کو بلا میں مبتلا ہونے اور نعمت فراخی سے ناامیدی کی بشارت دیتا ہوں۔ واضح ہو کہ ایک گروہ ستم گار تم پر مسلط ہوگا اور بجز و ستم تم سے سلوک کرے گا۔ کتاب خدا اور اس کے احکام کو بدل ڈالے گا۔ اس کے بعد ابوذر، مقداد و عمار اٹھے اور ہر ایک نے حجت ہائے بالغہ اور دلیل ہائے کاملہ ان اشقیاء پر تمام کیں اور جناب امیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

آپ کیا فرماتے ہیں اگر حکم دیں تو ہم شمشیر سے ان لوگوں کے ساتھ جہاد کریں حتیٰ کہ مارے جائیں۔

جناب امیر نے فرمایا: خدا تم پر رحمت کرے۔ ان اشقیاء سے دست بردار رہو اور وصیت رسول خدا یاد کرو۔ ابوبکر منبر پر چپ چاپ بیٹھے تھے۔

انہوں نے کہا: بیٹھا ہے علی (رضی اللہ عنہ) زیر منبر مقام محاربہ میں ہے اور بیعت نہیں کرتے مجھے اجازت دے کہ ان کو قتل کر دوں۔ اس وقت حسنین سرہانے اپنے پدر بزرگوار کے کھڑے تھے۔ اس کلام سے رونے اور چلانے لگے اور قبر رسول کی طرف

منہ کر کے فریاد کرنے لگے۔

یا جدہ یا رسول اللہ (ﷺ)

ہم کو آپ اس حالت میں دیکھیں کہ ہم بے یار و مددگار ہیں پس جناب امیر نے حسنین کو اپنے سینے سے لگا کر فرمایا۔
اے جان پدر! نہ رو۔ قسم بخدا یہ اشقیاء تمہارے باپ کے قتل پر قادر نہیں اور اس سے زیادہ ذلیل و بے مقدار ہیں جو یہ ارادہ کر سکیں۔ پس ام سلمہ زوجہ رسول خدا ہے اور ام ایمن مدبیہ آنحضرت اپنے اپنے مکان سے روتی ہوئی دوڑیں۔
اور بولیں: اے لوگو! تم نے بہت جلد اپنے کینہ ہائے دیرینہ کو بعد رسول ظاہر کیا۔

ثانی نے کہا: ان عورتوں کو مسجد سے نکال دو اور ان کے کلام سے کیا کام۔ پس جناب امیر اٹھے اور مہاجرین و انصار سے اپنے فضائل و مناقب ایک ایک بیان کیے اور ان سے نصوص رسول خدا پر اپنی خلافت کے مقدمہ میں گواہی چاہی اور روز غدیر و دیگر مقامات متعددہ انہیں یاد دلانے اور حجیت الہی ان پر تمام کی۔

ان لوگوں نے کہا: یا حضرت اگر آپ اس سے پہلے فرماتے تو ہم ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی بیعت نہ کرتے اس گفتگو سے عمر (رضی اللہ عنہ) کو خوف ہوا کہ لوگ ایسا نہ ہو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی خلافت سے منحرف ہو جائیں۔
لہذا پھر جناب امیر سے کہا: یا علی بیعت کرو ورنہ میں تم کو..... کر دوں گا۔

جناب امیر نے فرمایا: تو جھوٹ کہتا ہے! قسم بخدا میرے اوپر تمہیں قدرت نہیں یہ سن کر خالد بن ولید دوڑا اور تلوار غلاف سے کھینچ کر بولا۔ قسم بخدا بیعت کرو ورنہ قتل کر دوں گا۔ جناب امیر نے گریبان پکڑ کر دوڑ پھینک دیا اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی بعد اس کے ہر چند کوشش کی مگر جناب امیر نے بیعت نہ کی۔ لوگوں نے جن میں عمر (رضی اللہ عنہ) بھی تھے جناب امیر کا ہاتھ پکڑ لیا۔
زبردستی اور ابو بکر نے اپنا ہاتھ دراز کر کے حضرت کے ہاتھ تک پہنچایا۔

احادیث معتبرہ میں منقول ہے کہ

جب جناب امیر کو مسجد میں لائے آپ نے مرقد مطہر جناب رسول کی طرف منہ کر کے کہا۔

یا ابن عم ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی

اے برادر من! تیری قوم نے مجھے ضعیف کیا اور نزدیک ہوا مجھے مار ڈالیں پس حضرت رسول کی قبر سے ایک ہاتھ نکلا۔
سب نے کہا: پہچان کر۔ یہ حضرت رسول کا ہاتھ ہے اور ایک آواز آئی کہ سب نے پہچانی رسول کی آواز ہے اور وہ آواز یہ تھی۔

یا ابابکر! کفرت بالذی خلقک من قرب ثم من نطفۃ ثم سواک رجلاً

اے ابو بکر! کافر ہوا اس خدا سے جس نے تجھے خاک سے پیدا کیا۔ (جلاء العیون: ج: 1، ص: 230 و 233)

ملا باقر مجلسی نے کئی بار لکھا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی وصیت کا خیال مانع تھا ورنہ چار کے سوا تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو مار ڈالتے۔
سوال یہ ہے کہ

جب چار کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرتد ہو گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ کا تو یہی حکم ہے کہ مرتد کو قتل کر دو اور قرآن مجید میں بھی یہی حکم ہے کہ کفار اور منافقین کو قتل کر دو تو رسول اللہ ﷺ پر یہ محض افتراء ہے کہ آپ ﷺ نے کافروں، مرتدوں، ظالموں اور غاصبوں کو قتل کرنے سے منع کیا تھا اور یہ بھی ایک جھوٹا حیلہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ وصیت کی تھی کہ جب تک تمہارے ساتھ ایک جماعت نہ ہو ان سے جنگ نہ کرنا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تنہا ان سب پر بھاری تھے تو پھر جماعت کی کیا ضرورت تھی اور یہ بھی غلط ہے کہ آپ کے ساتھ جماعت نہیں تھی تمام بنو ہاشم اور اہل بیت آپ کے ساتھ تھے اور اہل تشیع کے زعم کے مطابق یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافر تھے تو پھر ان کافروں سے جنگ کرنا واجب تھا خصوصاً اس وقت جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ یقین تھا کہ یہ ان کو قتل کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

حقیقت یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلا جبر و اکراہ بطیب خاطر عزت و کرامت کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اور ہمیشہ خلفائے ثلاثہ کے ہم نوا، معاون اور حلیف رہے۔ ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے رہے اور ان کے احکام پر خوش دلی سے عمل کرتے رہے۔

یہاں تک تو وہ بیان تھا کہ خلافت اول کا مستحق کون تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کے احکام پر عمل کرتے رہے تھے اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر چند دلائل بیان کیے جاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا۔

آپ ﷺ کے بعد کس کو امیر بنایا جائے گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو امین پاؤ گے دنیا میں زہد اور آخرت میں راغب اور اگر تم عمر (رضی اللہ عنہ) کو امیر بناؤ گے تو تم اس کو قوی اور امین پاؤ گے وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے نہیں ہیں اور اگر تم نے علی (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو ہادی و مہدی پاؤ گے جو تم کو صراط مستقیم پر لے کر چلے گا۔

اور میرا خیال ہے کہ

تم اس کو امیر نہیں بناؤ گے۔

عروہ مرادی بیان کرتے ہیں کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا۔

اور میرا گمان یہ تھا کہ

اس خلافت کا میں زیادہ حق دار ہوں لیکن مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کر لیا پس میں نے ان کے احکام سے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے اور میرا گمان یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے علاوہ کسی اور کو جان نشین نہیں بنائیں گے مگر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جانشین نامزد کیا۔ سو میں نے ان کے احکام سے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میرا خیال تھا کہ وہ مجھ سے اعراض نہیں کریں گے مگر انہوں نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے مجھ سمیت چھ اشخاص کی ایک مجلس شوریٰ مقرر کر دی اور اس کی شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا۔ پھر میں نے ان کے احکام سے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں نے بغیر کسی جبر کے خوشی خوشی مجھ سے بیعت کر لی۔ پھر لوگوں نے بیعت توڑ دی۔

اب میرے سامنے دو صورتیں تھیں۔

یا تو ان کے خلاف تلوار اٹھاتا یا رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل کیے تھے ان کا انکار کر دیتا۔

اسماعیل خطی نے بیان کیا ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ذوالحجہ 35ھ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔

ابن مسیب سے روایت ہے کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے تمام مسلمان دوڑے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس

آئے۔

اور وہ سب کہتے تھے کہ

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔

اور کہا کہ

اپنا ہاتھ بڑھائیے! ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا: یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ یہ منصب اہل بدر کا ہے جس کی خلافت پر اہل بدر راضی ہو جائیں گے

خلیفہ وہی ہوگا۔ پھر ہر شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔

اور کہا: ہم آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی اور شخص کو خلافت کا حق دار نہیں پاتے آپ رضی اللہ عنہ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت

کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کہاں ہیں کیونکہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جا کر منبر پر بیٹھے پھر سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور ان کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی پھر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ جب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت نہیں کی۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیعت نہ کرنے کے متعلق سوال کیا گیا۔

تو انہوں نے کہا: یہ لوگ امر خلافت میں غیر جانب دار رہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت اہل شام نے ان کی بیعت نہیں کی اور ان سے جنگ کی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عہد توڑنے والوں، حق سے تجاوز کرنے والوں اور حق سے خروج کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا۔

ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا، ہم کس کے ساتھ ان کے خلاف لڑیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور ان کے ساتھ عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) ہوں گے۔ عبداللہ بن حبیب سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا: میں صرف اس بات پر افسوس کرتا ہوں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ (اسد الغابہ: ج: 4، ص: 30 و 33)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کی بحث اس طرح ہے۔

عبدالرحمن بن عبد رب الکعبہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تمہارے عم زاد ہم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ پس میں ایک دوسرے کا ناجائز مال کھائیں اور ہم ایک دوسرے کو ناحق قتل کریں۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ دستانی ابی مالکی لکھتے ہیں: سائل کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ان کے مقابلہ میں خلافت کا دعویٰ کرنا باطل ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی بلکہ ان سے خلافت میں اختلاف کیا اور ان کے خلاف جنگ کی اس لیے اس حدیث کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کو برا کرنا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا واجب تھا کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں ہے کہ جب ایک شخص کی بیعت کر لی جائے تو اس کی اطاعت کرو اور جو اس سے اختلاف کرے اس کی گردن اڑا دو۔ ابتداء میں اہل شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا مطالبہ کیا تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔

اور یہ کہا تھا کہ پہلے تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو میرے حوالے کرو پھر میں تمہاری بیعت کروں گا۔ اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت جریر بن عبد اللہ بکلی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا۔ حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ تم شام میں ہو اور اہل مدینہ نے میری بیعت کر لی ہے اور یہ بیعت تم پر لازم ہو گئی ہے کیونکہ ان لوگوں نے میری بیعت کی ہے جنہوں نے میرے پیش رو (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی بیعت کی تھی۔ اس لیے اب حاضر کے لئے انتخاب کی گنجائش ہے نہ غائب کے لئے اس کو مسترد کرنے کا موقع ہے۔ یہ شوریٰ صرف مہاجرین اور انصار میں منحصر ہے اگر وہ کسی شخص کو منتخب کر کے بالاتفاق امام مقرر کر دیں تو اس کی امامت لازم ہو جائے گی سو جو شخص اس کی خلافت سے خروج کرے اس کو واپس لوٹنے پر مجبور کرو اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے طریق مسلمین کی اتباع کرانے کے لئے جنگ کرو لہذا تم بھی اس شخص کی خلافت کو مان لو جس کی امامت کو تمام مسلمانوں نے مان لیا ہے تم نے قاتلین عثمان کو حوالے کرنے میں بہت مبالغہ کیا ہے اگر تم نے اپنی رائے واپس لے لی اور اپنے اختلاف سے رجوع کر لیا اور تمام مسلمانوں کے طریقہ کو اختیار کر لیا تو میں تمہارے اور تمہاری قوم کے ساتھ کتاب اللہ کے مطابق سلوک کروں گا اور اگر تم اپنی ہوائے نفس کی بجائے عقل سلیم سے غور کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ میں قریش میں سب سے زیادہ خون عثمان سے بری ہوں اور تم یہ سمجھ لو کہ تم ان طلقاء میں سے ہو جن کے لئے خلافت جائز نہیں ہے اور میں نے تمہارے پاس جریر بن عبد اللہ کو بھیجا ہے یہ اہل ایمان اور اہل ہجرت میں سے ہیں تم ان کے ہاتھ پر (میری) بیعت کر لو اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نیک کی استطاعت حاصل نہیں ہوتی۔

اب اشکال یہ ہے کہ

واقعہ تحکیم کے بعد اہل شام کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا کس طرح صحیح ہوگا جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پہلے منعقد ہو چکی تھی اور اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت پر بیعت لی۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ

جب ایک خلیفہ کی بیعت ہو جائے اور دوسرا شخص اس سے اختلاف کرے تو اس کو قتل کر دو۔ اس اشکال سے چھٹکارہ کا اس کے سوا اور کوئی حل نہیں ہے کہ

یہ کہا جائے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ متاویل اور مجتہد تھے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج 5، ص 190)

سوال

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جنگ ہوئی ان میں حق پر کون تھا اور کون باطل پر تھا؟

جواب

اس میں کوئی فریق صریح باطل پر نہیں تھا دونوں فریقوں کا موقف تاویل اور اجتہاد پر مبنی تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تاویل

صحیح تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل بنی برخطا تھی اور اس کا فیصلہ اس حدیث مبارکہ سے واضح ہو گیا جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: افسوس ہے! عمار (رضی اللہ عنہ) کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، عمار (رضی اللہ عنہ) ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ گروہ اس کو دوزخ کی طرف بلائے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 447)

اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے قتل کیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح اور حق تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل بنی برخطا تھی اور ان کا موقف باطل محض نہیں تھا اور نہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ ان سے صلح نہ کرتے اور اگر وہ باغی ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے جنگ موقوف نہ کرتے اور جنگ موقوف کر کے تحکیم کو اختیار نہ کرتے اور تادم مرگ جنگ جاری رکھتے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: فَلَقَاتِلُوا الَّتِي تَبِغِي حَتَّى تَفِيءَ اِلَى اَمْرِ اللّٰهِ (الحجرات: 9)

جو جماعت باغی ہے اس سے اس وقت تک قتال کرتے رہو حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت صراحۃً باغی ہوتی تو وہ ان سے کبھی جنگ موقوف نہ کرتے اور کبھی تحکیم کو قبول نہ کرتے۔

سفیان بن اللیل سے روایت کرتے ہیں کہ

جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ سے مدینہ منورہ آئے۔

تو میں نے ان سے کہا: اے مومنین کو ذلیل کرنے والے!

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس طرح مت کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

دن اور رات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا حتیٰ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران بن جائیں گے پس میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہونے والا ہے۔ پس میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میرے اور ان کے درمیان مسلمانوں کا خون بہایا جائے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 31708)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ صفوان بن عمرو سے روایت ہے کہ

اہل شام کا لشکر ساٹھ ہزار تھا ان میں سے بیس ہزار قتل کیے گئے اور اہل عراق کا لشکر ایک لاکھ بیس ہزار تھا ان میں سے

چالیس ہزار شہید کیے گئے اور امام بیہقی نے اس واقعہ کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث پر منطبق کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو عظیم جماعتیں باہم عظیم جنگ نہیں کریں گی حالانکہ ان دونوں

جماعتوں کا دین واحد ہوگا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7121، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 157)

جب ہم غزوہ احزاب سے واپس لوٹے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ نداء کی کہ بنو قریظہ میں پہنچنے سے قبل کوئی شخص ظہر کی نماز نہ پڑھے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وقت ختم ہونے کے خوف سے بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز پڑھ لی۔ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم اسی جگہ نماز پڑھیں گے جہاں نماز پڑھنے کا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے خواہ نماز قضا ہو جائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے کسی کو ملامت نہیں کیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4487)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: جب راستہ میں نماز کا وقت آگیا اور وقت تنگ ہونے لگا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس جگہ نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے کا جو اختلاف ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

دلائل متعارض تھے اور ہر ایک نے اپنے اجتہاد سے کام لیا کیونکہ شریعت میں یہ حکم ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی جائے اس لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ اجتہاد کیا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ نماز خواہ قضا ہو جائے پھر بھی بنو قریظہ میں نماز پڑھنا ہلکہ

آپ ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ

سفر جلدی طے کرنا حتیٰ کہ نماز عصر تک بنو قریظہ میں پہنچ جانا اور وہاں نماز پڑھنا مگر اب چونکہ نماز عصر کا وقت جا رہا ہے تو ہم کو نماز عصر راستہ میں ہی پڑھ لینی چاہئے اس کے برخلاف دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے ارشاد ظاہری معنی پر عمل کیا کہ نماز بنو قریظہ میں پڑھنی ہے خواہ قضا ہو جائے۔ گویا ایک فریق نے قیاس اور اجتہاد سے کام لیا اور دوسرے فریق نے ظاہر حدیث مبارکہ پر عمل کیا۔

نبی کریم ﷺ نے کسی فریق کو ملامت نہیں کی کیونکہ دونوں مجتہد تھے اور دونوں نے دلیل شرعی پر عمل کیا۔ بعض علماء کرام نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے ہر فریق کی تصویب نہیں کی بلکہ کسی کو ملامت نہیں فرمائی۔

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ

جب مجتہد اپنی پوری صلاحیت صرف کر کے اجتہاد سے کوئی حکم حاصل کرے تو ہر چند کہ وہ حکم خطا پر ہو اس کو ملامت نہیں کی

جاتی۔ (شرح مسلم للنووی: ج: 2، ص: 98)

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہیں اجتہاد فرماتے تو اللہ تعالیٰ ان کے اجتہاد کی تصدیق فرماتا اور آیت کریمہ نازل فرمادیتا تو پھر رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بات کو ترجیح دیتے تھے اور ان کے اجتہاد کو داد دیتے تھے۔

قرآن مجید میں ہے: مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّينَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ اُصُولِهَا فَاِذْنِ اللّٰهِ (الحشر: 5)
تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیئے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا سو وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوا۔
علامہ ابواسحاق احمد بن ابراہیم ثعالبی لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ بنو نضیر کی بستی میں پہنچے تو بنو نضیر اپنے قلعوں میں بند ہو گئے۔
آپ ﷺ نے حکم دیا کہ

ان کی کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا جائے اور جلا دیا جائے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نے فریاد کی!

اے (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ)! آپ (ﷺ) یہ کہتے ہیں کہ

آپ (ﷺ) نیک کام کرتے ہیں؟ کیا یہی نیکی ہے کہ درختوں کو کاٹ دیا جائے۔ کیا آپ (ﷺ) کی کتاب میں یہ حکم نازل کیا گیا ہے کہ زمین میں فساد کیا جائے؟ مسلمان ان کی یہ بات سن کر ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کام فساد ہو پھر مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا۔

بعض نے کہا: ان درختوں کو نہ کاٹو۔ ان درختوں کو اللہ تعالیٰ نے ہماری ملک میں لوٹا دیا ہے۔

اور بعض نے کہا: نہیں! ہم ان درختوں کو کاٹ کر بنو نضیر کو غیظ اور غم و غصہ میں مبتلا کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فریقوں کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی کہ جن مسلمانوں نے ان درختوں کو کاٹا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور جن مسلمانوں نے ان درختوں کو بغیر کاٹے چھوڑ دیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ (الکھف والبیان: ج: 9، ص: 270)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجتہد تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدحت بیان فرمائی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان پر وانوں کو باطل پر نہیں فرمایا بلکہ اجر کا مستحق ٹھہرایا تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اجتہاد پر کس طرح باطل پر ہوئے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ حدیث مبارکہ کے مطابق اجر کے مستحق ہوئے۔

جس طرح کہ روایت میں ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب حاکم اجتہاد کرے اور اس کی رائے درست ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب اس

کے اجتہاد میں خطا ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7352)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جنہوں نے خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مذمقابل جنگ کی انہوں نے خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدحت فرمائی اور ناپسند کرنے والوں کے لئے سخت حکم لگایا۔

جس طرح کہ روایت میں ہے۔

حارث اعور سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹ کر ارشاد فرمایا:

اے لوگو! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سر تمہارے کندھوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کے پھل درخت سے گرتے ہیں۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 31712)

اس تمام بحث کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں کوئی فریق صریح باطل پر نہیں تھا دونوں فریقوں کا موقف تاویل اور اجتہاد پر مبنی تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تاویل صحیح تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل مبنی برخطا تھی آپ رضی اللہ عنہ کو اجتہاد میں خطا لاحق ہوئی اور جب مجتہد خطا کر بیٹھے تو ایک اجر کا مستحق ہوتا ہے لہذا آپ رضی اللہ عنہ کو خطا کے لاحق ہونے کی وجہ سے ایک اجر ضرور حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سچی محبت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

سوال

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان جنگ جمل پذیر ہونے کی وجہ کیا ہے؟

جواب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جنگ جمل برپا ہوئی وہ ایک اتفاقی حادثہ تھا جو طرفین میں غلط فہمی اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے واقع ہوا۔ بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح ہو چکی تھی اور فریقین اس بات پر متفق ہو چکے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو تلاش کر کے ان سے قصاص لیا جائے گا۔ قاتلین عثمان اور ان کے حامیوں میں سے جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ان کو پریشانی ہوئی کہ اگر یہ دونوں فریق متحد ہو گئے تو پھر ان کی خیر نہیں ہے سو انہوں نے سازش کی اور جس دن صلح ہوئی تھی اس کے بعد رات کے اندھیرے میں جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پڑاؤ پر حملہ کر دیا۔

اور چلا کر کہا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عہد شکنی کی اور دوسروں نے جا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں حملہ کر دیا اور چلا کر کہا طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہ

نے عہد شکنی کی اور ان کی سازش کامیاب ہو گئی اور فریقین میں جنگ چھڑ گئی۔
اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کرنے کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلی تھیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ حج کے لئے گھر سے باہر نکلی تھیں لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو رہے ہیں تو ان کو اس سے بہت سخت رنج پہنچا اور ان کو یہ خیال دامن گیر ہوا کہ اب مسلمانوں میں باہم فتنہ اور فساد برپا ہوگا اور قتل اور خون ریزی ہوگی وہ اسی سوچ و بچار میں تھیں کہ ان کے پاس حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت نعمان بن بشیر حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم

اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے خوف سے مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکہ مکرمہ آ گئے کیونکہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے بہت خوش ہو رہے تھے اور اس پر بہت فخر کر رہے تھے اور برسر عام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور ان کے عزائم یہ تھے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خیر خواہوں کو بھی ان ہی کی طرح شہید کر دیں اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان قاتلین سے مقابلہ کرنے کی قدرت اور طاقت نہیں تھی اس لیے وہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی پناہ میں آ گئے اور آپ کو یہ واقعہ سنایا۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مصلحت اس میں ہے کہ جب تک یہ قاتلین مدینہ منورہ میں ہیں اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے قصاص لینے یا ان کو دور کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ اس وقت تک تم لوگ مدینہ منورہ واپس نہ جاؤ سو تم کسی ایسے شہر میں رہو جس میں تم امن سے رہ سکو اور اس کا انتظار کرو کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کو قوت اور شوکت حاصل ہو اور وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لے سکیں۔

اور یہ کوشش کرو کہ

وہ امیر المومنین (رضی اللہ عنہ) کی مجلس سے نکل جائیں اور وہ ان سے قصاص لینے پر قادر ہوں تاکہ پھر کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے۔ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی رائے کو پسند کیا اور اس کی تحسین کی اور انہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کرنے کو پسند کیا کیونکہ وہاں مسلمانوں کا لشکر موجود تھا اور انہوں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے بھی اصرار کیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ بصرہ چلیں حتیٰ کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے اور امن قائم ہو جائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا معاملہ منظم اور مستحکم ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال یہ تھا کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ ہوں گی تو ان کا زیادہ احترام ہوگا اور ان کی زیادہ طاقت ہوگی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب اور مکرم زوجہ ہیں۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اصلاح کے قصد سے اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حفاظت کے ارادہ سے ان کے ساتھ روانہ ہو گئیں اور ان کے ساتھ ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے

ساتھ جس قدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے وہ حکماً آپ رضی اللہ عنہ کے محرم تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے حکم میں تھے۔

(تاریخ ابن خلدون: ج: 2، ص: 493 تا 494)

قاتلین عثمان (رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بصرہ جانے کی خبر کوئی اور رنگ دے کر سنائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پر تیار کیا کہ وہ بصرہ جا کر ان لوگوں کو سزا دیں اور

حضرت حسن حضرت حسین حضرت عبداللہ بن جعفر

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ آپ اس وقت تک بصرہ نہ جائیں جب تک کہ صورت حال واضح نہ ہو جائے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تا کہ انجام کار تقدیر کا لکھا پورا ہو جائے پس حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اشرار اہل فتنہ کے ہم راہ بصرہ روانہ ہو گئے۔ جب یہ لوگ بصرہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ کو ام المومنین رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تا کہ ان کے مقاصد معلوم ہوں اور وہ ان مقاصد کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کریں۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر کہا۔

اے امی جان! آپ رضی اللہ عنہا کس قصد سے اس شہر میں آئی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے بیٹے! میں لوگوں کے درمیان اصلاح کے لئے آئی ہوں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔

آپ لوگ بتائیں کہ صلح کا کیا طریقہ ہوگا۔

انہوں نے کہا: قاتلین عثمان پر حد قائم کی جائے اور ان کے وارثوں کا کلیجہ ٹھنڈا کیا جائے پھر یہ ہمارے امن کا سبب ہوگا اور بعد والوں کے لئے عبرت کا باعث ہوگا۔

حضرت القعقاع نے کہا: یہ بھی ہو سکے گا جب تمام مسلمان متحد ہو جائیں اور فتنہ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے سو تم لوگوں پر لازم ہے کہ اس وقت صلح کر لو۔

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے درست بات کہی اور اچھا فیصلہ کیا۔ (تاریخ ابن خلدون: ج: 1، ص: 500)

حضرت القعقاع بن عمرو تمیمی صحابی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت القعقاع بن عمرو تمیمی صحابی ہیں ان سے کئی احادیث مبارکہ مروی ہیں یہ جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا جنگ قادسیہ میں کون سب سے تیز گھوڑے سوار تھا۔

انہوں نے کہا: قعقاع بن عمرو۔

انہوں نے ایک دن میں تیس حملے کیے اور ہر حملہ میں متعدد دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (الاصابہ: رقم الحدیث: 7142)

(بہر حال) حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس گئے اور ان کی مذاکرات کی خبر دی۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ یہ سن کر خوش اور مطمئن ہوئے اور واپس جانے کا فیصلہ کیا اور تین دن وہاں ٹھہرے اور کسی صلح کے متعلق کوئی شک نہ تھا۔ جب چوتھی رات ہوئی اور فریقین کے درمیان صلح کے لئے پیش قدمی کی کوشش ہو رہی تھی اور حضرت امیر (علی) رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کے لئے جا رہے تھے اس موقع پر وہ قاتلین حاضر نہ تھے اور وہ سخت اضطراب اور پریشانی میں مبتلا تھے اور ان کو اپنے پیر دن کے نیچے سے زمین نکلتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی انہوں نے باہم گھب جوڑ کر کے یہ سازش کی کہ رات کو ان مسلمانوں پر حملہ کر دیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہیں تاکہ وہ لوگ یہ گمان کریں کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف سے عہد شکنی ہوئی ہے پھر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا لشکر ان پر ٹوٹ پڑے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے بد عہدی ہوئی ہے اور فریقین میں جنگ چھڑ جائے گی سو ایسا ہی ہوا جب ان قاتلین نے اپنی سازش کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وغیرہما کے ساتھیوں پر اچانک حملہ کیا تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے بد عہدی کی سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو مسلمان تھے انہوں نے حضرت امیر (علی) رضی اللہ عنہ کے لشکر پر حملہ کر دیا اور قاتلین عثمان نے شور مچانا شروع کر دیا کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور غداری کی ہے سو فریقین میں شدت کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ حیرت کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے اور دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہہ رہا تھا اور ان کے لئے اس جنگ میں مشغول ہونے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ (تاریخ ابن خلدون: ج: 1، ص: 503-504)

قاتلین عثمان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کس قدر تسلط اور تغلب تھا اس کا اندازہ شیعہ کی اس کتاب سے ہوتا ہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی۔

تو آپ رضی اللہ عنہ کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:

کاش آپ ان لوگوں کو سزا دیتے جنہوں نے قتل عثمان کے لئے لشکر جمع کیا تھا۔

تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بھائیو! جو بات تم جانتے ہو میں بھی اس سے بے خبر ہوں مگر میرے پاس ان پر قابو

پانے کی کہاں طاقت ہے۔

حالت تو یہ ہے کہ

جس گروہ نے قتل عثمان کے لئے لشکر کشی کی وہ پوری قوت و طاقت کے ساتھ ہنوز باقی ہے یہ لوگ مجھ پر تسلط اور تغلب رکھتے

ہیں میں ان پر تسلط اور تغلب نہیں رکھتا اور آگاہ ہو جاؤ کہ قاتلین عثمان ایسے لوگ ہیں کہ تمہارے غلام تک ان کے پر جوش حامی

ہیں اور تمہارے بادیہ نشین ان سے ملے ہوئے ہیں اور یہ قاتلین (کہیں باہر نہیں) خود تم میں موجود ہیں۔ ہنوز مدینہ سے باہر

نہیں نکلے ہیں اور تمہیں ہر طرح کا ضرر پہنچا سکتے ہیں اور کیا تمہیں اس کا کوئی امکان نظر نہیں آتا ہے کہ تم ان پر غالب آ سکو کوئی

شبہ نہیں کہ یہ قتل جاہلیت کی بناء پر کیا گیا ہے ان لوگوں کے پاس کمک اور امداد کی کمی نہیں ہے اور جب لوگوں کو ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے کہا جائے گا تو لوگ چند فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے ایک فرقہ تو وہ ہوگا جس کی رائے تمہارے موافق ہوگی اور دوسرا فرقہ وہ ہوگا جس کی رائے تمہارے خلاف ہوگی اور تیسرا فرقہ وہ ہوگا جس کی رائے نہ یہ ہوگی نہ وہ۔ سو تم صبر سے کام لو حتیٰ کہ لوگ مطمئن ہو جائیں اور لوگوں کے حقوق آسانی کے ساتھ حاصل ہو سکیں۔ میں جلد ہی مروت کے ساتھ اصلاح کروں گا اور جب میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں رہے گا تو آخری دوا گرم لوہے سے داغ لگانا ہے۔

(نسخ البلاغہ خطبہ نمبر 166، ص: 590)

شیخ کمال الدین میثم علی بن میثم البحرانی اس خطبہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلین سے قصاص لینے کی تاخیر کے اس سلسلہ میں ہے۔

اس عذر کا حاصل یہ ہے کہ

حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) کو قاتلین عثمان پر کما حقہ قدرت نہیں تھی اس لیے فرمایا میں ان سے قصاص کس طرح لے سکتا ہوں اور قاتلین عثمان کو اس طرح قوت اور شوکت حاصل ہے اور حضرت الامیر کے کلام کا صدق اس سے ظاہر ہے کہ اکثر اہل مدینہ ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف چڑھائی کرنے کے لئے آئے تھے وہ لوگ اہل مضر سے تھے اور کوفہ سے بھی ایک بڑی جماعت آئی تھی وہ دور دراز سے سفر کر کے آئے تھے اور بہت سے بادیہ نشین اور غلام ان سے مل گئے تھے ان کی بہت بڑی طاقت تھی۔

اسی لیے فرمایا: وہ تمہیں ہر طرح کا آزار پہنچا سکتے ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت الامیر نے لوگوں کو جمع کر کے وعظ کیا۔

پھر فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کھڑے ہو جائیں تو چند آدمیوں کے سوا تمام لوگ کھڑے ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فعل اس بات کے صدق کی شہادت ہے کہ قاتلین عثمان (رضی اللہ عنہ) اسی طرح طاقت ور تھے اور جب ان حالات کی تحقیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ کو ان کے خلاف کسی اقدام کرنے کی بالکل طاقت نہیں تھی۔

پھر آپ نے قصاص کا مطالبہ کرنے والوں سے فرمایا: بے شک یہ قتل عثمان زمانہ جاہلیت کی کارروائی ہے اس کا کوئی شرعی جواز نہ تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی ایسا کام صادر نہیں ہوا تھا جس کی سزا میں ان کو قتل کیا جاتا اور ان قاتلین کے بہت حامی اور مددگار ہیں پھر آپ نے ان لوگوں کو انتظار کرنے کے لئے کہا اور ان کو ڈرایا کہ اگر قصاص میں جلدی کی گئی تو دین کی شوکت کمزور پڑ جائے گی اور اس سے بڑا فتنہ نمودار ہو جائے گا۔

اس لیے مناسب یہ ہے کہ

حالات پر سکون ہونے تک انتظار کیا جائے پھر شرعی طریقہ کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے معین کر کے بتائیں کہ

فلاں قاتل ہیں اور فلاں فلاں محاصرہ کرنے والے ہیں اور امام کے پاس مقدمہ پیش کریں تاکہ امام اللہ کے حکم کے مطابق شرعی فیصلہ کرے مگر اس طرح نہ ہو سکا اور اہل شام نے شرعی مطالبہ کرنے کے بجائے میرے حکم کی مخالفت کی اور طاقت اور غلبہ سے قصاص کا مطالبہ کیا اور پھر اس کے نتیجہ میں جو ہوا وہ ہوا۔ (شرح نج البلاغہ: ج: 3، ص: 321 تا 322)

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے کہ

یہ تین رخنے تھے جن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت راشدہ کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لے کر کام شروع کیا۔ ابھی انہوں نے کام شروع کیا ہی تھا اور شورش برپا کرنے والے دو ہزار اشخاص کی جمعیت مدینہ منورہ میں موجود تھی کہ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما چند دوسرے اصحاب کے ساتھ ان سے جا ملے۔

اور کہا کہ ہم نے اقامت حدود کی شرط پر آپ سے بیعت کی ہے اب آپ ان لوگوں سے قصاص لیجئے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

بھائیو! جو کچھ آپ جانتے ہیں اس سے بھی ناواقف نہیں ہوں مگر میں ان لوگوں کو کیسے پکڑوں جو اس وقت ہم پر قابو یافتہ ہیں نہ کہ ہم ان پر۔ کیا آپ حضرات اس کام کی کوئی گنجائش کہیں دیکھ رہے ہیں جسے آپ کرنا چاہتے ہیں۔ سب نے کہا: نہیں!

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں بھی وہی خیال رکھتا ہوں جو آپ کا ہے ذرا حالات سکون پر آنے دیجئے تاکہ لوگوں کے حواس بر جا ہو جائیں، خیالات کی پراگندگی دور ہو اور حقوق وصول کرنا ممکن ہو جائے۔ اس کے بعد یہ دونوں بزرگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر ان کی رائے یہ قرار پائی کہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے بصرہ و کوفہ سے جہاں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے بکثرت حامی موجود تھے فوجی مدد حاصل کی جائے چنانچہ یہ قافلہ مکہ مکرمہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ (خلافت و ملوکیت: ص: 127 تا 128)

اس کے بعد مودودی صاحب لکھتے ہیں: دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تابع فرمان بنانے کے لئے شام کی طرف جانے کی تیاری کر رہے تھے بصرے کے اس اجتماع کی اطلاعات سن کر پہلے اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے مجبور ہو گئے مگر بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے زیر اثر لوگ جو مسلمانوں کی خانہ جنگی کو فطری طور پر ایک فتنہ سمجھ رہے تھے اس مہم میں ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ جن سے پیچھا چھڑانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ موقع کا انتظار کر رہے تھے اس تھوڑی سی فوج میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فراہم کی تھی ان کے ساتھ شامل رہے یہ چیز ان کے لئے بدنامی کی موجب بھی ہوئی اور فتنے کی موجب بھی۔ بصرے کے باہر جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے آئیں اس وقت دردمند لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اس

بات کے لئے کوشاں ہوئی کہ اہل ایمان کے ان دونوں گروہوں کو متصادم نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ ان کے درمیان مصالحت کی بات چیت قریب قریب طے ہو چکی تھی مگر ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ موجود تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ اگر ان کے درمیان مصالحت ہو گئی تو پھر ہماری خیر نہیں اور دوسری طرف ام المومنین رضی اللہ عنہا کی فوج میں وہ لوگ تھے جو دونوں کو لڑا کر کمزور کر دینا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے بے قاعدہ طریقے سے جنگ برپا کر دی اور وہ جنگ جمل برپا ہو کر رہی جس کو دونوں طرف کے اہل خیر روکنا چاہتے تھے۔ جنگ جمل کے آغاز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو پیغام بھیجا کہ میں آپ دونوں سے بات کرنا چاہتا ہوں دونوں حضرات تشریف لے آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یاد دلا کر جنگ سے باز رہنے کی تلقین کی۔

اس کا اثر یہ ہوا کہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میدان جنگ سے ہٹ کر الگ چلے گئے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آگے کی صفوں سے ہٹ کر پیچھے کی صفوں میں جا کھڑے ہوئے لیکن ایک ظالم عمرو بن جرموز نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اور مشہور روایت کے مطابق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مروان بن الحکم نے قتل کر دیا بہر حال یہ جنگ برپا ہو کر رہی اور اس میں دونوں طرف کے دس ہزار آدمی شہید ہوئے۔ یہ تاریخ اسلام کی دوسری عظیم ترین بد قسمتی ہے جو شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد رونما ہوئی اور اس نے امت کو ملوکیت کی طرف ایک قدم اور دھکیل دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جو فوج لڑی تھی وہ زیادہ تم بصرہ و کوفہ ہی سے فراہم ہوئی تھی۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اس کے پانچ ہزار آدمی شہید اور ہزاروں آدمی مجروح ہو گئے تو یہ امید کیسے کی جاسکتی تھی کہ اب عراق کے لوگ اس یک جہتی کے ساتھ ان کی حمایت کریں گے جس یک جہتی کے ساتھ شام کے لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت کر رہے تھے۔ جنگ صفین اور اس کے بعد مراحل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کیمپ کا اتحاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کیمپ کا تفرقہ بنیادی طور پر اسی جنگ جمل کا نتیجہ تھا۔ یہ اگر پیش نہ آئی ہوتی تو پچھلی ساری خرابیوں کے باوجود ملوکیت کی آمد کو روکنا عین ممکن تھا۔ حقیقت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے تصادم کا یہی نتیجہ تھا جس کے رونما ہونے کی توقع مروان بن الحکم رکھتا تھا اسی لیے وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لگ کر بصرہ گیا تھا اور افسوس کہ اس کی یہ توقع سو فیصد پوری ہو گئی۔ (خلافت و ملوکیت ص: 129 تا 130)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پورے فتنے کے زمانے میں جس طرح کام کیا وہ ٹھیک ٹھیک ایک خلیفہ راشد کے شایان شان تھا۔ البتہ صرف ایک چیز ایسی ہے جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ کہ جنگ جمل کے بعد انہوں نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنا رویہ بدل دیا جنگ جمل تک وہ ان لوگوں سے بے زار تھے۔ بادل نخواستہ ان کو برداشت کر رہے تھے اور ان پر گرفت کرنے کے لئے موقع کے منتظر تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے گفتگو کرنے کے لئے جب انہوں نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا تو ان کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر ہاتھ ڈالنے کو اس وقت تک مؤخر کر رکھا ہے جب تک وہ انہیں پکڑنے پر قادر نہ ہو جائیں۔ آپ لوگ بیعت کر لیں تو پھر خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا آسان ہو جائے گا پھر جنگ سے عین پہلے جو گفتگو کے اور حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی اس میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان پر الزام لگایا کہ آپ رضی اللہ عنہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کے ذمہ دار ہیں۔

اور انہوں نے جواب میں فرمایا: لعن اللہ قتلة عثمان
(عثمان کے قاتلوں پر خدا کی لعنت)

مگر اس کے بعد بتدریج وہ لوگ ان کے ہاں تقرب حاصل کرتے چلے گئے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش برپا کرے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے حتیٰ کہ انہوں نے مالک بن حارث الاشتر اور محمد بن ابی ہریرہ و زبیر کے عہدے تک دے دیئے دراصل حالیکہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پورے زمانہ خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ (خلافت، طویت ص 146)

سید مودودی صاحب نے اپنی اس کتاب میں حضرت عثمان، حضرت معاویہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی غلطیاں گنوائی ہیں جبکہ ہمارے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشاجرات اور ان کے اختلافات میں ہمیں کسی قرین پر انگشت نمائی نہیں کرنی چاہئے اور ان کے تمام کاموں کی اچھی اور نیک تاویل کرنی چاہئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بعض معاملات میں اجتہادی غلطیاں سرزد ہوئیں لیکن وہ سب عند اللہ ماجر ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حاکم اجتہاد کرے اور اس کی رائے درست ہو تو اس کو دواجر ملتے ہیں اور جب اس کے اجتہاد میں خطا ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 2314)

جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کی طرف سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے انہوں نے متعدد زخم کھائے۔

حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج طلحہ نے جنت کو واجب کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے مقتولین کو دیکھ رہے تھے۔ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھا تو ان کے چہرے سے گرد صاف کرنے لگے۔

اور کہا: اے ابو محمد! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آسمان کے ستاروں کے نیچے تم کو اس طرح دیکھنا مجھ پر سخت دشوار ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یہ پسند ہے کہ میں اس حادثہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ (البدایہ والنہایہ: ج 5، ص 344)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے عمرو بن جرموز نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کاٹ دیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر (رضی اللہ عنہ) ہیں جب عمرو بن جرموز نے آپ کو شہید کر دیا تو آپ کا سر مبارک کاٹ کر اس امید سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا کہ وہ اس کو کوئی انعام دیں گے اور ملنے کی اجازت طلب کی۔

آپ نے فرمایا: اس کو ملنے کی اجازت نہ دو اور اس کو دوزخ کی بشارت دو۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ

ابن صفیہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دینا۔ ابن جرموز کے پاس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ کر فرمایا: اس تلوار نے کتنی بار رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے کرب کو دور کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ: ج: 5، ص: 346، 347)

اس جنگ جمل کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے خون بہنے پر غم اور افسوس کیا۔

اس بارے میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں: پس جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابتداء میں اپنے محارم کے ساتھ حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ گئی تھیں اور بعد میں مسلمانوں کے دو فریقوں کے درمیان صلح کرانے کے قصد سے بصرہ گئی تھیں اور آپ کا یہ نیک مقصد بھی حج سے کم نہیں تھا بعد میں جو واقعات پیش آئے اور قاتلین عثمان کی سازش سے فریقین کے درمیان صلح کے بجائے جنگ جمل برپا ہو گئی اس کا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہم و گمان بھی نہیں تھا اور ان واقعات کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر افسوس ہوتا تھا کہ روتے روتے آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔

امام ابن المذہب، امام ابن ابی شیبہ اور امام ابن سعد نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ”وقرن فی بیوتکن“ کی تلاوت کرتیں تو آپ کو جنگ جمل کی یاد آ جاتی جس میں بہ کثرت مسلمان شہید ہو گئے تھے اور آپ کے رونے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ نے اس آیت کا معنی پہلے نہیں سمجھا تھا یا گھر سے نکلتے وقت آپ اس آیت میں مذکور ممانعت کو بھول گئی تھیں بلکہ آپ بہ کثرت مسلمانوں کے قتل پر افسوس سے روتی تھیں اور یہ آپ کا افسوس ایسا ہی تھا جس طرح کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل کے بعد افسوس ہوا تھا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو مسلمان تھے جب ان کو شکست ہو گئی اور طرفین سے جنہوں نے قتل ہونا تھا وہ قتل ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مقتل کا طواف کر رہے تھے اور افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے کہہ رہے تھے کاش میں اس واقعہ سے پہلے مرجا تا یا بھولا بسرا ہو جاتا۔

(تاریخ طبری: ج: 3، ص: 542)

اب یہ بات واضح کی جاتی ہے کہ جنگ جمل کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور

حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی بہت عزت اور بہت احترام تھا۔

ابو البختری سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل جمل کے متعلق سوال کیا گیا۔

کیا وہ مشرک ہیں؟

ارشاد فرمایا: نہیں!

وہ شرک سے بھاگ چکے ہیں۔

کہا گیا: کیا وہ منافق ہیں؟

ارشاد فرمایا: منافق اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں۔

کہا گیا: پھر وہ کیا ہیں؟

ارشاد فرمایا: وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7752)

ابو جعفر بیان کرتے ہیں کہ

جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم پر دربارہ تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7763)

طلحہ بن مصرف سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے چہرے سے مٹی صاف کی۔

پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ کر کہا۔

کاش! میں آج سے پہلے مر چکا ہوتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7785)

حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا: اے اللہ عزوجل! میں نے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 3790)

عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کاش! میں اس درخت کی ایک تر شاخ ہوتی اور میں نے یہ سفر نہ کیا ہوتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37807)

ربیع بن حراش سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے توقع ہے کہ میں اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم اس آیت کے مصداق ہوں گے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقِيلِينَ ۝ (الحجر: 47)

ان کے دلوں میں جو رنجش تھی ہم اس کو نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37810)

ایک اور روایت میں ہے: مسلم بن یزید سے روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ سے جنگ کی تو ابن جرموز آپ سے اجازت لے کر آیا۔ اور کہا: میں نے زبیر (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے صفیہ کے بیٹے کو قتل کر دیا تجھے دوزخ کی بشارت ہے ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج: 20، ص: 307)

حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر لکھتے ہیں: اس جنگ میں دونوں طرف سے دس ہزار مسلمان قتل کیے گئے 5 (پانچ) ہزار ایک طرف اور 5 (پانچ) ہزار دوسری طرف سے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مسلمانوں نے حصار میں لیا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا ایک اونٹ پر سوار تھیں اور ہودج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب یہ خطرہ ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہا تیروں کی زد میں آرہی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس اونٹ کی کوٹھیں کاٹ دی گئیں پھر جنگ رک گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے نہ کسی گرے ہوئے یا زخمی پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقتولین کے درمیان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اٹھانے کا حکم دیا اور محمد بن ابی بکر اور عمار کو حکم دیا کہ وہ ام المومنین کے لیے خیمہ لگا دیں۔ محمد بن ابی بکر نے آکر پوچھا: آپ رضی اللہ عنہا کو کوئی زخم تو نہیں آیا۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نہیں۔

پہلے عمار نے آکر آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا۔

اور کہا: اے اماں جان! آپ رضی اللہ عنہا کو سلام ہو۔

پھر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا اور آپ رضی اللہ عنہا کی خیریت دریافت کی۔

اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا کی مغفرت فرمائے۔ پھر گاتار مسلمان آکر آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کرتے رہے۔ رات کو آپ رضی اللہ عنہا

اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ عبداللہ بن خلف الخزاعی کے گھر تشریف لے گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا تین دن بصرہ میں ٹھہری تھیں۔

اس کے بعد محمد بن ابی بکر کے ساتھ مدینہ منورہ چلی گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بصرہ کے باہر تین دن تک ٹھہرے پھر آپ رضی اللہ عنہ

نے فریقین کے تمام مقتولین کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ اعلان کر دیا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے کسی کا سامان لوٹا نہیں جائے گا۔

اس تمام بحث کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ

جنگ جمل قاتلین عثمان کی سازش سے غلط فہمی کی بناء پر ظہور پذیر ہوئی حتیٰ کہ 10 ہزار مسلمان قتل کئے گئے۔

بہر حال یہ وہ واقعات ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

آخری بحث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق ہے۔

یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہلے عطا فرمادی تھی۔ جس طرح کہ روایات

سے ثابت ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

”غزوہ ذات العشیرہ“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میں ایک دوسرے کے ساتھ تھے پس جب نبی کریم ﷺ اس جگہ

تشریف لائے اور وہاں قیام فرمایا ہم نے بنو مدلج کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک کھجور تلے اپنے ایک چشمے میں کام کر رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: اے ابایقظان! تمہاری کیا رائے ہے اگر ہم ان لوگوں کے پاس جائیں اور دیکھیں کہ وہ کیا

کام کر رہے ہیں۔ پس ہم ان کے پاس آئے اور ان کے کام کو کچھ دیر تک دیکھا پھر ہمیں نیند آنے لگی تو میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

وہاں سے چلے اور کھجوروں کے درمیان مٹی پر ہی لٹ کر سو گئے۔ پس اللہ عز و جل کی قسم! ہمیں نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی نے

نہیں جگایا۔ آپ ﷺ نے ہمیں مبارک قدموں کے مس سے جگایا جبکہ ہم خوب خاک آلود ہو چکے تھے۔

پس اس دن نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوتراب!

اور آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر مٹی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا:

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں دو بد بخت ترین آدمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔

ہم نے کہا: ہاں یا رسول اللہ (ﷺ)!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلا شخص قوم شمود کا حمیر تھا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا شخص وہ

ہے جو اے علی رضی اللہ عنہ تمہارے سر پر وار کرے گا حتیٰ کہ (خون سے یہ) داڑھی تر ہو جائے گی۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 18321)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے حراء (پہاڑ) پر سکون رہو بے شک تجھ پر نبی کریم ﷺ ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس پہاڑ پر

نبی کریم ﷺ

حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2417)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن سبع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن ہمیں خطبہ دیا۔

اور ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور مخلوقات کو زندگی عطا فرمائی یہ داڑھی ضرور بالضرور خون سے خضاب کی جائے گی۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

لوگوں نے کہا: پس آپ رضی اللہ عنہ ہمیں بتادیں وہ کون ہے؟ ہم اس کی نسل مٹا دیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے۔

لوگوں نے کہا: اگر آپ رضی اللہ عنہ یہ جانتے ہیں تو کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں مگر میں تمہیں وہ چیز سونپتا ہوں جو نبی کریم ﷺ نے تمہیں سوپنی یعنی باہم مشورہ سے مقرر

کرو۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 1340)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو عبدالرحمن بن ملجم مرادی بھی آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ اس کو واپس بھیج دیا۔

جب وہ تیسری بار آیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بد بخت کو کون روکے گا؟

پھر ارشاد فرمایا: ضرور بالضرور اس (داڑھی) کو خضاب کیا جائے گا یا خون سے رنگا جائے گا یعنی سر کے خون سے میری

داڑھی سرخ ہوگی۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ دو شعر پڑھے:

تو موت کے لئے کمر بستہ ہو

بے شک موت تجھے آنے والی ہے

اور قتل سے خوفزدہ نہ ہو

جب وہ تیری وادی میں اتر آئے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ نبی کریم ﷺ کا میرے ساتھ عہد ہے۔ (طبقات الکبریٰ: ج: 3، ص: 33)

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھ سے صادق مصدوق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

تم کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک کہ تمہاری اس جگہ ضرب نہ لگائی جائے اور تمہاری یہ جگہ (خون سے) رنگین نہ ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا۔

اور فرمایا: قوم کا سب سے بد بخت شخص تم کو قتل کرے گا جیسے قوم ثمود کے بد بخت نے اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالی تھیں۔ (اسد الغابہ: ج: 4، ص: 34)

عبدالرحمن بن ملجم خارجی ایک روز سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معلوم نہیں! میرا قاتل کیوں دیر لگا رہا ہے جب وہ اس ناپاک ارادوں سے کوفہ آچکا ہے تو وہ کیا انتظار کر رہا ہے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے آقا و مولیٰ ﷺ نے اس کی خبر کر دی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: حضور ہمیں خبر دیں کہ وہ کون شخص ہے تاکہ اس کو مار ڈالیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے جب تک وہ جرم نہ کر لے اور میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرے قاتل کے بعد اور کسی کو قتل نہ کرنا۔ (استیعاب: ج: 2، ص: 483)

امام محمد بن سعد سے روایت کیا ہے کہ

خوارج کے تین اشخاص مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔

1- عبدالرحمن بن ملجم مرادی 2- برک بن عبداللہ تمیمی 3- اور عمر بن بکیر تمیمی

انہوں نے آپس میں یہ عہد کیا کہ یہ تین شخصوں کو قتل کریں گے۔

1- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ 2- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ 3- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

ان کو قتل کر کے مسلمانوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔

ابن ملجم نے کہا: میں علی رضی اللہ عنہ کو قتل کروں گا۔

برک نے کہا: میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کروں گا۔

اور عمرو بن بکیر نے کہا: میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کروں گا۔

وہ سب ایک دوسرے سے عہد اور میثاق کر کے اپنی اپنی جگہ پر روانہ ہو گئے۔

ابن ملجم نے شعیب بن نجہ راہب کو اپنا ہم راز بنایا اور اس کو ساتھ لیا۔ جب فجر کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے یہ دونوں اپنی تلواریں لے کر آگے بڑھے اور زور سے لغزہ مارا۔

اے علی رضی اللہ عنہ! حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے تمہاری نہیں ہے۔

ابن ملجم نے تلوار مار دی جو پیشانی کو کاٹی ہوئی دماغ تک پہنچی اور شعیب کی تلوار طاق میں لگی پھر لوگ ان کو پکڑنے کے لئے

دوڑے شیب نکل گیا اور ابن ملجم پکڑا گیا۔ جب ابن ملجم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔
تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو آرام سے رکھو! اگر میں زندہ رہا تو اس کے متعلق فیصلہ کروں گا اور اگر میں فوت ہو گیا تو
اس کو میرے ساتھ لاحق کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کی رات تک زندہ رہے اور انیس رمضان المبارک 40ھ کو
فوت ہو گئے۔

مگر ایک روایت یہ ہے کہ

رمضان المبارک کو حملہ ہوا تھا 21 رمضان المبارک کے آغاز میں شب کے وقت یہ منبع فیوض برکات خلیفۃ الرسول چہارم
منصب خلافت پر پونے پانچ سال رہ کر عمر مبارک بوقت شہادت تریسٹھ سال بموافق عمر نبوی ﷺ اس دار فانی سے دار البقاء میں
منتقل ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت حسن و حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اس کی آنکھیں نکال دی گئیں، زبان کاٹی گئی اور پھر اس کو
قتل کر دیا گیا۔ (اسد الغابہ: ج 4، ص 38)

تنبیہ

الحمد للہ عز وجل ا فقیر وحقیر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل وکاح مبارک اور سوانح عمری پر ادنیٰ سی کاوش کر کے
چند صفحات تحریر کیے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے اور ہم سب کو آپ رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سچی محبت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

اختتامیہ

مجھ گناہ گار نے ادنیٰ سی کوشش کر کے ترجمہ و تشریح کی ہے اگر ہتھمائے بشریت اس میں کوئی غلطی و کوتاہی ہو گئی ہو تو اللہ
تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو معاف فرمائے اور میری اور ہم سب امت مسلمہ کی مغفرت فرمائے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرما کر قبر
میں زیارت مصطفیٰ کریم ﷺ و قیامت کے دن شفاعت نبی مکرم ﷺ و جنت الفردوس میں اپنے حبیب ﷺ کے قدیم شریفین
میں پڑوس عطا فرمائے۔

طالب غم مدینہ و مدفن جنت البقیع

علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

